خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ
فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر
حضرت مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2025ء

جلد 23

ISLAM
INTERNATIONAL
PUBLICATIONS LTD

خطباتِ مسرور

(جلد ۲۳)

Khutbaat-e-Masroor — Vol. 23 (Urdu)
A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad
Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper)
in 2025

First Published in the UK in 2026

© **Islam International Publications Ltd.**

Published by:
Islam International Publications Limited
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

For more information, please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-83596-062-2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے..... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔“ (الفرقان۔ مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس کے فرمودات پر عمل کریں۔ کیونکہ اسکی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم خلیفۂ وقت کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ان خطبات میں اخلاقی، روحانی تربیت اور علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ غزوات النبی ﷺ کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور اخلاق فاضلہ کا بیان ہے۔ جماعت احمدیہ کے مخلصین مالی جہاد میں جس طرح قربانیاں پیش کر رہے ہیں تحریک جدید اور وقف جدید کے حوالہ سے ایمان افروز تذکرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور خلافت احمدیہ کی الٰہی تائید و نصرت کا بیان ہے۔ اس وقت ساری دنیا جس سیاسی ابتری کا شکار ہو کر تیسری عالمی جنگ میں کود چکی ہے اس کی ہولناک تباہی اور بھیانک انجام سے مسلسل خبردار کیا جارہا ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے دعاؤں کی تحریک بھی ہوتی رہی۔ اور اس ضمن میں تمام تجزیات و حقائق بھی ان خطبات میں موجود ہیں۔ اور ان خوش نصیبوں کا تذکرہ بھی ان خطبات موجود ہے جو خلیفۃ المسیح کی مقبول دعائیں لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آخر پر خاکسار اپنے ان سب بزرگوں اور معاونین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے جن کا پر خلوص تعاون حاصل رہا۔ جن کی محنت اور توجہ سے یہ جلد طباعت کے دیگر مراحل کے بعد قارئین کے ہاتھوں تک پہنچی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال 2025ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	03 جنوری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	01-16

وقف جدید کے ستاسٹھ ویں (67) سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ اور اڑسٹھ ویں (68) سال کے اجرا کا اعلان۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلص احمدیوں کی مالی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات کا پُر اثر بیان۔ دنیا بھر کے احمدیوں کے لیے، دنیا کی بگڑتی صورتِ حال کے پیش نظر نیز مظلوموں کی ظالم کے ظلم سے نجات کے لیے دعاؤں کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	10 جنوری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	17-27

غزوہ بنو فزارہ اور غزوہ عبد اللہ بن عتیک نیز مدینہ میں فساد پھیلانے والے یہودی ابو رافع کے قتل کا تفصیلی بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	17 جنوری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	28-40

سریّہ عبد اللہ بن رواحہ بطرف اُسَیر بن رِزام اور سریّہ عمرو بن اُمیہ ضمری کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ ربوہ)، مکرم محمد منیر اِدلبی صاحب آف شام اور مکرم عبد الباری طارق صاحب (انچارج کمپیوٹر سیکشن وقفِ جدید ربوہ) کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	24 جنوری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	41-53

سریہ کُرز بن جابر اور غزوہ ذی قرد کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	31 جنوری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	54-66

غزوۂ ذِی قَرَد، سَریّہ حضرت اَبان بن سعیدؓ بطرف نجد اور غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ مکرم محمد اشرف صاحب آف منڈی بہاؤالدین، مکرم حبیب محمد شاتری صاحب کینیا اور مکرم انوبی مدینگو صاحب آف زمبابوے کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	07 فروری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	67-79

غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ فلسطینیوں کے لیے خصوصاً اور مسلمان دنیا کے لیے عموماً نیز پاکستان اور بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	14 فروری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	80-90

کِنانہ بن ربیع قتل ہوا لیکن اس کے قتل کا سبب ایک مسلمان سپہ سالار کا قتل تھا جس کے قصاص میں وہ خود قتل ہوا۔ پس یہ ہے اصل حقیقت۔ غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ مکرم ماسٹر منصور احمد صاحب کاہلوں (حال مقیم آسٹریلیا) کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	21 فروری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	91-103

”پیشگوئی مصلح موعودؓ“ کی مناسبت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حیرت انگیز علمی کارناموں کا مختصر اور پُر معارف تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	28 فروری 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	104-116

غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ ان شاء اللہ رمضان بھی شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور مقبول روزوں کی اور دعاؤں کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے۔ مکرم چودھری محمد انور ریاض صاحب آف ربوہ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	07 مارچ 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	117-128

قرآن و احادیثِ نبوی ﷺ اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں دعاؤں کی اہمیت کا بصیرت افروز بیان نیز رمضان المبارک کے حوالے سے احباب جماعت کو زرّیں نصائح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	14 مارچ 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	129-141

رمضان المبارک کی مناسبت سے قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم کی اہمیت، عظمت اور برکات کا بصیرت افروز تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	21 مارچ 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	142-154

یومِ مسیح موعود کی مناسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں مسیح موعود کی بعثت کا تذکرہ۔ پاکستانی احمدیوں اور امت مسلمہ کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ فلسطینی مسلمان جو ہیں ان پر دوبارہ ظلم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس ظلم سے محفوظ رکھے۔ ان پر رحم فرمائے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	28 مارچ 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	155-166

رمضان المبارک کی مناسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں احباب جماعت کو زرّیں نصائح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	04 اپریل 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	167-180

غزوۂ خیبر اور غزوۂ وادی القریٰ کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان۔ مولانا محمد کریم الدین شاہد صاحب صدر۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان، مکرم عبدالرشید یحییٰ صاحب سابق صدر قضاء بورڈ کینیڈا، مکرم مرزا امتیاز احمد صاحب امیر ضلع حیدرآباد سندھ، مکرم الحاج محمد بلعربی صاحب آف الجزائر اور مکرم محمد اشرف صاحب کوٹری ضلع حیدرآباد کی وفات پر ان کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	11 اپریل 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	181-193

غزوۂ خیبر اور غزوۂ ذات الرّقاع کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	18 اپریل 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	194-206

سن سات اور آٹھ ہجری کے بعض غزوات اور سرایا کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا پُر تاثیر بیان۔ پاکستان میں

احمدیوں کے خلاف حالیہ مخالفانہ لہر کے پیش نظر دعاؤں کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	25اپریل 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	207-219
سن سات اور آٹھ ہجری کے بعض غزوات اور سرایا کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان۔ مکرم لئیق احمد چیمہ صاحب شہید آف کراچی، مکرمہ صاحبزادی امۃ المصور نوری صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب آف ربوہ اور مکرم حسن سانو غوابو بکر صاحب لوکل مبلغ برکینافاسو کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔ آج بھی ایک اطلاع ہے قصور میں ایک قصبے میں ایک احمدی نوجوان کو شہید کیا گیا ہے... اللہ تعالیٰ ظالموں کی جلد پکڑ کے سامان فرمائے۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
18	02 مئی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	220-231
غزوۂ موتہ کے حالات و واقعات کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان نیز حالیہ پاک بھارت کشیدگی کے حوالے سے دعاؤں کی تحریک۔ مکرم محمد آصف صاحب شہید ابن رفیق احمد صاحب آف بھلیر ضلع قصور کا ذکر خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
19	09 مئی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	232-244
غزوات اور سرایا کے بارے میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔ حالیہ پاک بھارت جنگ کے تناظر میں احمدیوں کو آزادانہ تبصروں سے گریز کرنے اور صلح اور امن کا پیغام دینے نیز مظلومینِ فلسطین کے لیے دعاؤں کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
20	16 مئی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	245-259
جماعت کے ایک بزرگ اور جید عالم باعمل، خلافت کے فدائی، دین کے بے مثل خادم، خلافت کے ایک عظیم معاون و مددگار اور جاں نثار، کامل اطاعت گزار اور وفاشعار سلطانِ نصیر محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر اور دورانِ اسیری کراچی میں وفات پانے والے ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
21	23 مئی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	260-271
غزوۂ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا روح پرور بیان۔ مکرم ڈاکٹر شیخ محمد محمود صاحب شہید کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	30 مئی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	272-284
نظامِ خلافت کی اہمیت و برکات نیز اس سے وابستہ تائیداتِ الٰہیہ کا پُرمعارف بیان۔ ڈاکٹر کرنل پیر محمد منیر صاحب سابق ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ اور مکرمہ سلیمہ زاہد صاحبہ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	06 جون 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	285-287
سوشل میڈیا کے درست استعمال کے حوالے سے زرّیں نصائح۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	13 جون 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	288-299
غزوۂ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُرمعارف بیان حالیہ ایران اسرائیل تنازعہ کے پیش نظر دعاؤں کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	20 جون 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	300-311

غزوۂ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر اثر بیان۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	27 جون 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	312-322
فتح مکّہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر معارف بیان۔ مکرمہ امینہ شہناز صاحبہ اہلیہ مکرم انعام اللہ صاحب آف لاہور کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	04 جولائی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	323-336
غزوۂ فتح مکّہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر معارف بیان۔ مکرمہ سیدہ لبنیٰ احمد صاحبہ اہلیہ سید مولود احمد صاحب اور مکرمہ نازمون بی بی زبیر صاحبہ اہلیہ محمد شفیع زبیر صاحب آف جرمنی کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	11 جولائی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	337-350
غزوۂ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر معارف تذکرہ۔ موجودہ حالات کے پیش نظر دعائیں کرنے اور راشن اکٹھا کرنے کی یاددہانی۔ مکرمہ امۃ النصیر نگہت صاحبہ اہلیہ مکرم راجہ عبد المالک صاحب آف امریکہ اور مکرم الحاج یعقوب احمد بن ابو بکر صاحب آف گھانا کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	18 جولائی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	351-362
غزوۂ فتح مکّہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُر معارف بیان۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	25 جولائی 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	363-372
جلسہ سالانہ برطانیہ 2025ء کی مناسبت سے کارکنان اور مہمانوں کو زرّیں نصائح۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	01 اگست 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	373-387
جلسہ سالانہ میں تشریف لانے والے معزز مہمانوں کے تاثرات۔ مکرم عبد الکریم جمال جودہ صاحب آف غزہ فلسطین کی نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	08 اگست 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	388-399
غزوہ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا روح پرور بیان۔ مکرم چودھری عبد الغفور صاحب جام شورو سندھ اور مکرم محمد علی صاحب کرتارپور فیصل آباد کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	15 اگست 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	400-411
غزوہ فتح مکّہ کے بعد ہونے والے بعض سرایا کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	22 اگست 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	412-418
غزوہ حنین کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا روح پرور بیان۔ مکرم خواجہ مختار احمد صاحب بٹ آف کینیڈا اور مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ نذیر احمد صاحب آف انڈیا کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	29 اگست 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	419-430

غزوۂ حنین کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ نیز جلسہ سالانہ جرمنی کے شاملین کو نصائح اور دنیا کے حالات کے پیش نظر دعاؤں کی تحریک۔ فلسطین کے مظلوموں اور دنیا کے عمومی حالات کے لیے دعا کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	05 ستمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	431-440

غزوۂ حنین میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سحر انگیز سیرتِ مبارکہ کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
37	12 ستمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	441-452

سن 8ر ہجری میں پیش آمدہ بعض غزوات و سرایا کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم ڈاکٹر سید شہاب احمد صاحب آف کینیڈا اور مکرم مبارک کھوکھر صاحب آف لاہور کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
38	19 ستمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	453-464

غزوۂ طائف اور غزوۂ حنین کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
39	26 ستمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	465-475

غزوۂ حنین میں پیش آمدہ حالات و واقعات کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم فہیم الدین ناصر صاحب مبلغ سلسلہ رومانیہ اور مکرم عبد العلیم فاروقی صاحب آف کینیڈا کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
40	03 اکتوبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	476-487

جنگِ حنین کے حالات و واقعات کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ۔ مکرم ڈاکٹر لئیق احمد فرّخ صاحب آف کینیڈا اور مکرم حمید احمد غوری صاحب آف حیدرآباد بھارت کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
41	10 اکتوبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	488-500

فتح مکہ کے بعد وقوع پذیر ہونے والے بعض سرایا اور غزوۂ تبوک کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔ نیز ربوہ میں مسجد مہدی پر ہونے والے حملے کا مختصر ذکر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	17 اکتوبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	501-513

غزوۂ تبوک کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔ ربوہ میں مسجد مہدی پر دہشت گردانہ حملے کے زخمیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ مکرم سام علی نینا صاحب آف مارشل آئی لینڈز کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	24 اکتوبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	514-526

غزوۂ تبوک کے حالات و واقعات کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔ مکرم غلام محیّ الدین سلیمان صاحب مربی سلسلہ انڈونیشیا، مکرم ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب نائب وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ اور مکرمہ بشریٰ پرویز منہاس صاحبہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	31 اکتوبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	527-538

غزوۂ تبوک کے حالات و واقعات کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔ سانحہ ربوہ کے زخمیوں، پاکستان اور بنگلہ دیش کے احمدیوں۔ نیز مظلومینِ فلسطین کے لیے دعاؤں کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	07 نومبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	539-554

تحریکِ جدید کے اکانوے ویں (91) سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ۔ اور بانوے ویں (92) سال کے آغاز کا اعلان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	14 نومبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	555-566

غزوۂ تبوک میں پیش آمدہ واقعات کے تناظر میں سیرتِ نبویؐ کا پاکیزہ بیان۔ بنگلہ دیش، پاکستان اور افریقہ کے احمدیوں نیز فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ مکرم محمد حسین صاحب ابن محمد اسماعیل صاحب آف ربوہ کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	21 نومبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	567-577

غزوۂ تبوک میں پیش آمدہ واقعات کے تناظر میں سیرتِ نبویؐ کا پاکیزہ بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	28 نومبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	578-589

غزوۂ تبوک میں پیش آمدہ واقعات کے تناظر میں سیرتِ نبویؐ کا پاکیزہ بیان۔ مکرم حافظ محمد ابراہیم عابد صاحب مربی سلسلہ، مکرم شیخ ابو بکر جارج صاحب معلم سلسلہ لائبیریا اور مکرمہ ثمینہ بھنوں صاحبہ کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	05 دسمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	590-602

غزوۂ تبوک اور جیش اسامہ کی روانگی کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پاکیزہ بیان۔ مکرم عزیز الرحمٰن خالد صاحب مربی سلسلہ آف امریکہ اور مکرم ایدی حمایدی صاحب آف انڈونیشیا کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	12 دسمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	603-615

قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں تبلیغ کے حوالے سے زرّیں نصائح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	19 دسمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	616-630

عبادات اور اخلاقِ فاضلہ کے تناظر میں سیرتِ نبوی ﷺ کا پاکیزہ اور دلنشین تذکرہ۔ مکرم لئیق احمد طاہر صاحب (مربی سلسلہ یوکے) اور مکرم سیگا جالو صاحب (نائب صدر ریجن سیگو۔ مالی) کا ذکر خیر اور ان کی نماز جنازہ حاضر و غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	26 دسمبر 2025ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	631-643

آنحضرت ﷺ کی محبت الٰہی کا پاکیزہ بیان، پاکستان کے احمدیوں اور دنیا کے مظلوموں کے لیے دعاؤں کی تحریک۔ مکرم جلال الدین نیّر صاحب سابق صدر، صدر انجمن احمدیہ قادیان و صدر مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان اور مکرم میر حبیب احمد صاحب کی وفات پر ان کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب۔

1

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 03؍ جنوری 2025ء بمطابق 03؍ صلح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (آل عمران:93)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ تم کامل نیکی کو ہر گز نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ ایک بڑی نیکی

بِرّ اعلیٰ قسم کی نیکی اور کامل نیکی کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ کامل نیکی تم اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربان نہ کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ نہ کرو۔ پس ایک حقیقی مومن جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں رہتا ہے، نیکیوں کے وہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے کرنی چاہئیں جو اس کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے والی ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے مختلف جگہوں میں مختلف رنگ میں تلقین کی گئی ہے۔ مختلف نیکیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی **راہ میں مال کے خرچ کو بھی ایک نیکی قرار دیا گیا ہے۔**

اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ جس مال یا جس چیز سے تم محبت کرتے ہو اگر وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو تب یہ بڑی نیکی ہو گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر نیکی کا اجر دیتا ہے جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی جائے لیکن انسان کو مال سے کیونکہ محبت ہوتی ہے اس لیے اس کی طرف بھی خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ پس ایمان اور سچی نیکی اور قربانی کے اعلیٰ معیار کا ایک معیار اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کو مقرر فرمایا ہے جس کو تم پسند کرتے ہو جیسا کہ فرمایا اس محبت کے بغیر اصل نیکی وہی ہے کہ تم وہ چیز دو اللہ کی راہ میں جس سے تم محبت کرتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے قربان کر دیتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں بہت سی جگہوں پر وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں "**مال کے ساتھ محبت نہیں چاہیے**" آجکل کے زمانے میں تو خاص طور پہ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ فرمایا مال کے ساتھ محبت نہیں ہونی چاہیے۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ تم ہر گز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم ان چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ

کرو جن سے تم پیار کرتے ہو۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ آجکل کے حالات کا مقابلہ کیا جاوے تو اِس زمانہ کی حالت پر افسوس آتا ہے کیونکہ جان سے پیاری کوئی شئے نہیں اور اُس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ہی دینی پڑتی تھی۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ فرمایا کہ "تمہاری طرح وہ بھی بیوی اور بچے رکھتے تھے۔ جان سب کو پیاری لگتی ہے مگر وہ ہمیشہ اس بات پر حریص رہتے تھے کہ موقع ملے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کر دیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "بیکار اور **نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔** نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ نص صریح ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو؟" آپؑ فرماتے ہیں کہ "کیا صحابہؓ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کو حاصل کرنے کے لیے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی ملتا ہے پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟" آپؑ فرماتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔"

فرمایا "خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ! جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے تکلیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 178-177)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علمِ تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے "خواب میں" کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دے دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لیے فرمایا۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے ...اور ابنائے جنس" یعنی اپنی قوم کے لوگوں "اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔" نفع پہنچانے کے لیے تو قربانی کرنی پڑتی ہے۔ "دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لیے ایثار ضروری شئے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔"

آپؐ نے فرمایا کہ ”ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 96-95 ایڈیشن 1984ء)

گھر کا سارا سامان لے کے حاضر ہو گئے۔

پھر آپؑ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”مال سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ یعنی تم بِرّ تک نہیں پہنچ سکتے“ اس حقیقی نیکی تک، کامل نیکی تک نہیں پہنچ سکتے ”جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 180)

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ بِرّ اس نیکی کو کہتے ہیں جو اعلیٰ قسم کی ہو اور کامل نیکی ہو۔ پس یہ وہ راز ہے جسے آج جماعت احمدیہ کے افراد نے صحیح طور پر سمجھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ آج تک یہ قربانی کے معیار ہم دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ معیار جو صحابہؓ نے قائم کیے پھر جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں آپؑ کے قریب رہنے والوں نے اور آپؑ کے صحابہ نے قائم کیا۔ پھر اس کے بعد خلافت کے دور میں ہر زمانے میں ہم یہ قربانیاں دیکھتے چلے آتے ہیں اور آج تک یہی قربانیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی قربانی کی بہت زیادہ تحریک فرمائی تھی اور اس بات کو آپؐ کے صحابہ نے سمجھا اور اس پر خوب عمل کیا۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ حدیث 73)

پس یہ معیار تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں قائم فرمانے کے لیے نصیحت فرمائی اور یہ قائم ہوا۔ ایک روایت میں آتا ہے جو حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا، وہاں محنت مزدوری کرتا، اسے اجرت کے طور پر ایک مُد اناج وغیرہ ملتا (یہ مُد ایک پیمانہ ہے چند کلو کے برابر) یا جو چیز بھی ملتی وہ اسے صدقہ کر دیتا۔ یہ کوشش ہوتی کہ ہم نے اس تحریک میں حصہ لینا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور کما کے حصہ لینا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی سے مانگ کے حصہ لینا ہے بلکہ محنت کر کے، کما کے حصہ لینا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے اب بعضوں کا یہ حال ہے، اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں کا اتنا ان کو اجر دیا کہ اب ایک ایک لاکھ درہم ان کے پاس موجود تھے۔ جو مزدوری کر کے چندے دیا کرتے تھے وہ اب لاکھوں کے مالک ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ... حدیث 1416)

تو یہ ہے قربانی کی وہ برکت۔ پس یہی وہ راز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں نصیحت فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اس میں سے خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہے۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ چندوں کی تحریک کرتے تھے تو صحابہؓ گھر میں جو کچھ ہوتا لے آتے اور مختلف چیزوں کے وہاں ڈھیر لگ جاتے۔

تو جماعتی ضرورت کے لیے چندے کی ضرورت ہوتی ہے، مال کی ضرورت ہوتی ہے، چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیشہ سے انبیاء کی جماعت نے اس کو سمجھا اور اپنے اپنے طور پر جس حد تک وہ لوگ قربانی کر سکتے تھے وہ انہوں نے کی۔

مالی قربانی کے کتنے فضل ہوتے ہیں؟

اس بارے میں ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا۔ اپنے روپوؤں کی تھیلی کا منہ بند کر کے کنجوسی سے نہ بیٹھ جاؤ ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ فرمایا کہ جتنی طاقت ہے کھول کر خرچ کرو۔ اللہ پر توکل کرو اللہ دیتا چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا حدیث 1433)

پھر آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اَور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے کہ اللہ روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاک کر دے اور اس کا مال و متاع برباد کر دے۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب قول اللہ تعالیٰ فامّا من اعطی ... الخ حدیث 1442)

بہرحال یہ راز آجکل احمدیوں کو معلوم ہے۔ بہت ساری مثالیں ہیں جن سے احمدیت کی تاریخ بھری پڑی ہے اور ہر روز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے کہ خرچ کرنے والے سخی کی کیا اہمیت ہے۔

ایک شخص نے لکھا کہ میرے پاس صرف تھوڑی سی ایک رقم تھی اور اس رقم سے میں نے کاروبار کرنا تھا۔ کوئی ضروری چیزیں لینی تھیں۔ حالات بڑے ناسازگار تھے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کاروبار ہو بھی سکے گا کہ نہیں۔ میرے باپ نے مجھے کہا کہ یہ جتنی رقم ہے تم چندے میں دے دو۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کر دو۔ چنانچہ میں نے چندہ دے دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ ایک ایسا آرڈر مجھے مل گیا جس سے کئی گنا زیادہ رقم مجھے میسر آ گئی اور پھر میں نے وہ کاروبار شروع کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ بے شمار مال آنے لگ گیا۔

تو یہ تجربات اللہ تعالیٰ اس زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں، آپؑ کے غلاموں کو ان کے ایمان میں زیادتی کے لیے دکھاتا رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مالی قربانیوں کے لیے بہت زیادہ تحریک فرمائی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالے سے آپؐ نے یہ بیان فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا۔ نہ آگ لگنے کا

خطرہ ہے نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ ہے اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر ہے۔ میرے پاس رکھا گیا خزانہ اس دن پورا تجھے دوں گا جبکہ تو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہو گا۔ یعنی مرنے کے بعد کی زندگی جب انسان کو کوئی پتہ نہیں ہوتا اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا ہے۔ اس کو اپنی نیکیوں کا تو پتہ نہیں ہوتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری قربانیاں جو ہیں میں تمہیں ان کا اجر دوں گا اور اس کے ذریعہ سے تمہاری بخشش کے سامان ہو جائیں گے۔

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 45 حدیث 3071 مکتبۃ الرشد الریاض)

یہ ہے وہ سودا جو اللہ تعالیٰ ایک مومن سے کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ”میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور اِمساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے“ یعنی کنجوسی اس سے دور ہو جاتی ہے ”جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 498 ایڈیشن 1989ء)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ”قوم کو چاہیے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجالاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں چاہیے۔ دیکھو! دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 38 ایڈیشن 1984ء)

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ دیکھیں وہ کیا تھا۔ کس طرح آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے مشن کو پورا کرنے کے لیے قربانی کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔“ پھر آپؑ نے لکھا کہ ”ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں...“ انہوں نے لکھا یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ ”میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں۔“ یعنی اگر خریداروں کی کمی کی وجہ سے یا ان کے پیسے نہ دینے کی وجہ سے کتاب کی اشاعت میں کوئی روک آ رہی ہے۔ ”تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں...“ اور جو آمد آئے وہ بھی واپس کر دوں۔ اور بڑے درد سے آپؓ نے فرمایا کہ ”میری سعادت ہے۔“ بلکہ آپؓ نے فرمایا کہ ”میرا منشاء ہے“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ عرض کیا کہ ”میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 36-35)

یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کا معیار تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وقفِ جدید کی اور تحریکِ جدید کی تحریک کی ہے تو بے شمار لوگوں نے، غریب لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقمیں لا کے چندے میں دینی شروع کیں۔ کوئی مرغی لے آیا، کوئی مرغی کے انڈے لے آیا اور یہ کہا کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ہم نے پیش کر دیا اور اُس زمانے میں بھی جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ غریبوں کی مثال پیش کرتے تھے وہاں بعض پرانے بزرگوں کی مثال بھی پیش کرتے تھے۔

اسی ضمن میں آپؓ نے **ایک مثال حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی پیش کی** ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی حرم یعنی حضرت ام ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد تھے۔ اس طرح یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے نانا تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا کہ ”جب انہوں نے ایک دوست سے“یعنی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ نے ”حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سنا تو آپؓ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔“ پس مجھے کوئی دلیلوں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ دعویٰ ہی اتنا بڑا ہے کہ مجھے کسی اَور دلیل کو سننے کی ضرورت نہیں۔ مَیں مانتا ہوں کہ وہ مسیح موعودؑ ہی ہیں ”اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحب نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لیے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں“گو وہ قربانیاں تو کرتے رہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپؑ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں، لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں۔“حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی کی وجہ سے وہاں بھی لوگ آتے تھے اور کھانا بھی انہیں دیا جاتا تھا۔ فرمایا”اس کے علاوہ مقدمہ پر بھی خرچ ہو رہا ہے۔ لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔“یعنی اخراجات کے لیے چندہ دیں۔ ”جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً چار سو پچاس روپے ملی تھی۔“جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ ”وہ ساری **کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔** ایک دوست نے سوال کیا“ڈاکٹر صاحب سے کہا”کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتے تو انہوں نے“ڈاکٹر صاحب نے ”کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لیے ضرورت ہے تو پھر اَور کس کے لیے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لیے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔“ (تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 403)

پس یہ نمونے تھے جو پرانے صحابہؓ نے قائم کیے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ نے قائم کیے۔ **پھر ہر خلافت کے دور میں یہ نمونے نظر آتے ہیں۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ہی ایک دو اَور واقعات بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت

صوفی نبی بخش صاحبؓ مہاجر قادیان کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سالانہ جلسے پر حاضر ہوا تو میں نے عرض کی کہ میں نے خلوت میں، علیحدگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کچھ عرض کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اندر آ جاؤ۔ کہتے ہیں اتفاق سے وہ کھڑکی کھلی رہی جس دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے وہ کھلا رہا اور میرے ساتھ اَور کئی احباب بھی اندر آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ والد صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے لڑکے کو اچھی اور اعلیٰ تعلیم دی ہے جب سے ملازم ہوا ہے ہماری کوئی خدمت نہیں کی۔ والد صاحب کا شکوہ ہے کہ بیٹے کو اتنی تعلیم میں نے دلوائی ہے ہماری خدمت کوئی نہیں کر رہا۔ مالی مدد کرنی چاہیے، نہیں کرتا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عرض کیا کہ باپ یہ کہتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم دی اور خدمت کوئی نہیں کر رہے اور بیوی کہتی ہے کہ اچھا احمدی ہوا ہے کہ جو کچھ میرے پاس زیور تھا وہ بھی بک گیا۔ ہر چیز جا کے چندے میں دے دیتا ہے۔ شاید گھر کو چلانے کے لیے ان کو زیور بیچنا پڑتا ہو یا ضرورت کے وقت کوئی ایسی بات آ جاتی ہو جہاں زیور بیچنا ہو۔ اس بات پر بیوی کو شکوہ تھا۔ کہنے لگے کہ باپ کو بھی شکوہ ہے، بیوی کو بھی شکوہ ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اب میں قادیان آیا ہوں تو یہاں میں دیکھتا ہوں، یہاں کے نظارے دیکھ رہا ہوں کہ اس سلسلہ کی خدمت کے لیے آپ کے مرید ہزاروں روپیہ قربان کر دیتے ہیں اور آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوگنی تگنی تنخواہ دے تو میں آپ کی خدمت کر سکوں۔ ان شکووں کا ذکر کر کے پھر آپ کہتے ہیں کہ لوگوں کے نمونے جب دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں اس سے بڑھ کر دوں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ان کو دوسرے ملک میں ملازمت مل گئی اور تنخواہ بھی بڑھ گئی اور انہوں نے مالی مدد بھی کی اور اپنے گھر والوں کی مدد بھی کی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 15 صفحہ 105، روایت حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ)

وہ نیک لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ قدسی کے نتیجہ میں اس زمانے میں یعنی وہ زمانہ بھی دنیاداری کا تھا جہاں دنیاداری غالب تھی پھر بھی وہ قربانیاں کر رہے تھے اور آج بھی یہ نمونے ہمیں دیکھنے میں نظر آتے ہیں جبکہ دنیاداری اس زمانے میں بڑھ کر غالب ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ بعض غریب آدمی کس طرح قربانی کیا کرتے تھے آج بھی ہمیں یہ نمونے نظر آتے ہیں۔ افریقہ کے بعض لوگ اپنے واقعات بھیجتے ہیں لیکن میں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے غریب لوگوں کا نمونہ پیش کر دیتا ہوں۔

حضرت قاضی قمر الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سائیں دیوان شاہ کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میں بھی سائیں صاحب سے کبھی کبھی دریافت کیا کرتا تھا کہ آپ کو قادیان تشریف لے جانے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ بہت زیادہ قادیان جایا کرتے تھے کیونکہ جہاں ان کا گاؤں تھا سائیں صاحب وہاں سے گزر کر جایا کرتے تھے۔ قاضی صاحب کے گاؤں سے گزر کر جاتے تھے اور رات وہیں بسر کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں سائیں دیوان شاہ نارووال کے رہنے والے تھے اور پیدل سفر کر کے قادیان جاتے تھے اور یہ کئی میل کا سفر تھا جو یہ طے کیا کرتے تھے۔ نارووال سے قادیان تک۔ وہ کہتے ہیں اگر بیچ میں سے بھی جائیں، شارٹ

کٹ (shortcut) کر کے بھی جائیں تب بھی قریباً سو میل کا فاصلہ ہو گا جو وہ پیدل سفر کرتے تھے۔ تو انہوں نے سائیں صاحب سے کہا۔ قادیان جانا کسی خاص وجہ سے ہے یا صرف شوقِ ملاقات میں جا رہے ہیں کہ جاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مل لوں۔ تو سائیں صاحب کہتے ہیں کہ میں غریب آدمی ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ شوقِ ملاقات ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔ دوسرا یہ کہ میں غریب ہوں اور چندہ دے نہیں سکتا جس طرح امیر لوگ دیتے ہیں ہزاروں سینکڑوں میں۔ اس لیے جا رہا ہوں کہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بناؤں گا اور میرے سر سے چندہ اتر جائے گا۔ یعنی چارپائیاں مفت بناؤں گا اور چندے کا بوجھ اتر جائے گا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 2 صفحہ 96، روایت حضرت قاضی قمر الدین صاحبؓ)

چندہ نہ دینے کی وجہ سے جو احساس رہتا ہے وہ بوجھ کم ہو جائے گا۔ یہ کام جو ہے چارپائیوں کے بُننے کا اس سے مجھے تسلی ہو جاتی ہے۔ پس میں **لنگر خانے کی چارپائیاں بُن لیتا ہوں** اور تسلی ہوتی ہے کہ مزدوری کا یہ کام کروں گا تو وہی میرا چندہ ہے۔

تو اس طرح کی روح تھی جو اس زمانے میں بھی غریبوں میں بھی پیدا تھی۔ اس زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں یہ روح پیدا کی ہوئی ہے۔ دور دراز رہنے والے ممالک کے لوگ جہاں چند سال پہلے احمدیت کا تعارف ہوا ہے ان لوگوں نے اسلام قبول کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ان کے مالی قربانیوں کے شوق کے بھی عجیب نظارے نظر آتے ہیں۔ چودہ سو سال پہلے کا جذبہ ان لوگوں میں بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن بعضوں کی مثالیں اپنے زمانے میں دی ہیں ان کا جذبہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اور یہ وہ روح ہے جو آج جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ایمان میں تازگی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

مارشل آئی لینڈ کے مبلغ نے لکھا کہ لادری آئزک (Isacc) صاحبہ ایک مخلص رکن ہیں اور جماعت کے لنگر چلانے کے لیے انتھک محنت کرتی ہیں۔ جہاں روزانہ دو وقت کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ آتی ہیں، پکاتی ہیں اور خدمت کرتی ہیں لیکن جب بھی انہیں تنخواہ ملتی ہے تو ان کا پہلا کام اپنے اور اپنے پانچ پوتے پوتیوں کی طرف سے مالی قربانی پیش کرنا ہوتا ہے اور ان کی وقفِ جدید کی قربانی جماعت میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ بڑے غریب گھر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے گھروں کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت الفاظ یاد آ جاتے ہیں کہ متقی سچی خوشحالی ایک جھونپڑی میں پا سکتا ہے جو دنیا دار حرص و آز کے پرستار کو رفیع الشان قصر میں بھی نہیں مل سکتی۔

اسی طرح وہیں کی ایک اَور خاتون لورین (Loreen) صاحبہ ہیں یہ بھی مارشل آئی لینڈ میں جماعت کے لنگر میں کام کرتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے وقفِ جدید کے چندے کی یاددہانی کروائی کہ سال ختم ہو رہا ہے اور ہمارا چندہ پچھلے سال سے کم ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد لورین صاحبہ دفتر آئیں اور اپنے وقفِ جدید کا چندہ پیش کیا تا کہ ہم پچھلے سال کا ہدف حاصل کر سکیں یا اس سے زیادہ کر سکیں۔

قازقستان کے مبلغ سلسلہ ایان ابرائیف صاحب کے چندے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایان ابرائیف صاحب نے کہا کہ میں نے زندگی میں ایسا وقت بھی دیکھا ہے جب میرے پاس روٹی خریدنے کے

لیے پیسے نہیں تھے۔ مجھے کھانے پینے کی چیزیں قرض لینا پڑتی تھیں اور میری بیوی متفکر رہتی تھی کہ ہم آگے کیسے زندگی گزاریں گے لیکن ان حالات میں بھی کہتے ہیں کہ میں نے چندہ ادا کرنا شروع کر دیا اور اب بھی میرا یہ اصول ہے کہ جب بھی میرے پاس پیسے آتے ہیں تو سب سے پہلے میں چندہ ادا کرتا ہوں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب حسنِ سلوک ہے میرے ساتھ کہ جب بھی میں چندہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے بہتر مالی وسائل سے نواز دیتا ہے اور میری بیوی بعض دفعہ یہ پوچھتی ہے کہ یہ پیسے کہاں سے آئے ہیں؟ تو میں اس کو یہی کہتا ہوں یہ سب چندے کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ادھار نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب تم مال کو میری خاطر خرچ کرو گے تو میں تمہیں دوں گا، بڑھا کے دوں گا اور اللہ تعالیٰ اپنا یہی وعدہ پورا کرتا ہے۔

کیمرون کے ایک شہر مروہ کے قریب ایک جماعت ہے، وہاں ایک دوست محمد یوسن صاحب ہیں کہتے ہیں میں بہت غریب تھا۔ لوگوں کے فارم پر کام کرتا تھا لیکن احمدی ہونے کے بعد میں نے چندہ دینا شروع کیا اور چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف میرے اس چندے کو قبول کیا بلکہ اس قدر نوازا کہ میرا اپنا فارم بن گیا اور یہ چیز مجھے تسلی دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا ہے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بے شمار نوازا اور مجھے فارم کا مالک بنا دیا۔ کہاں میں مزدوری کرتا تھا اور کہاں میں اب اپنے فارم کا مالک بن گیا ہوں۔

نائیجر ایک غریب جماعت ہے۔ وہاں کے مبلغ نے لکھا کہ ایک احمدی لاولی صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں ٹائیگر نَٹ (Tiger Nut) کاشت کرتا ہوں اور مَیں نے بتایا تو نہیں کہ اس کا دسواں حصہ چندے میں دے دوں گا لیکن دل میں ارادہ کیا ہوا تھا لیکن حالات ایسے ہوئے کہ کاشت کے بعد بارشیں بے شمار ہو گئیں اور فصل خراب ہونے کا خطرہ تھا۔ اس کے لیے پانی اتنا نہیں چاہیے ہوتا۔ ارد گرد کے ہمسائے جو تھے ان کی فصلیں خراب ہو گئیں یا بہت کم ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے میری فصل میں اتنی برکت ڈالی کہ جہاں لوگوں کو میرے سے زیادہ زمینوں پہ پانچ یا چھ بیگ ملتے تھے وہاں مجھے دس بیگ یا بوریاں حاصل ہوئیں بلکہ گیارہ بوریاں بھی میرے کھیتوں میں سے حاصل ہوتی رہیں اور ایسے حالات میں جبکہ فصل خراب ہو جائے تو قیمتیں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں اور مارکیٹ میں پیسے انسان اچھے کما سکتا ہے لیکن انہوں نے پیسے کا لالچ نہیں کیا۔ انہوں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا اور کسی کو نہیں بتایا تھا کیونکہ دل میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور اپنے وعدے کے مطابق وہ گیارہویں بوری جو تھی انہوں نے جماعت کو چندے میں دینی تھی وہ دے دی اور مال کی محبت ان پر غالب نہیں آئی۔ پس یہ وہ قربانی کرنے والے لوگ ہیں جو آج بھی ہمیں جماعت احمدیہ میں نظر آتے ہیں اور ہر ملک میں نظر آتے ہیں۔

گیمبیا کی ایک جماعت یورو باؤل ہے۔ وہاں کے صدر صاحب کہتے ہیں انہیں کہیں سے کچھ رقم ملی جو انہوں نے دو حصوں میں بانٹ دی۔ ایک حصہ چندے کے لیے رکھ دیا۔ دوسرا حصہ ذاتی استعمال کے لیے رکھ لیا۔ کہتے ہیں بدقسمتی سے جو ان کے ذاتی استعمال کی رقم تھی وہ گم گئی۔ اب ان کے پاس صرف چندے والی رقم باقی تھی جو وہ استعمال کر سکتے تھے لیکن باوجود ضرورت کے انہوں نے چندے کی رقم ذاتی طور پر استعمال نہیں کی۔ ان پر مال کی محبت غالب نہیں آئی اور انہوں نے کوئی بہانہ نہیں بنایا کہ وہ گم ہو گئی ہے تو اس لیے اس میں سے آدھا خرچ کر لوں۔ انہوں نے کہا نہیں جو رقم میں نے چندے کے لیے علیحدہ کر دی تھی وہ چندے میں

ادا کروں گا اور کہتے ہیں وہ میں نے چندے میں ادا کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ بعد وہی گمشدہ رقم ان کو مل گئی اور ان کی ضرورت پوری ہو گئی۔ ایسے حالات میں جب ضرورت ہوتی ہے تو مال کی محبت یقیناً بڑھتی ہے لیکن لوگوں کے عجیب اخلاص ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا بہر حال کرنا ہے۔

پھر ایک اور واقعہ ہے جہاں مال کی ضرورت اور مال کی محبت قربانی پر غالب نہیں آ سکی۔

نائیجر میں ہی مراوی ریجن کی ایک جماعت ہے۔ ایک دوست احمد ثانی صاحب وہاں وقفِ جدید کا چندہ ادا کرنے والے ہیں۔ ہر سال بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ اس سال ریجن میں سیلاب کی وجہ سے فصلیں خراب ہو گئیں۔ خیال تھا کہ شاید اس لیے لوگ زیادہ چندہ نہیں ادا کر سکیں گے لیکن انہوں نے یعنی ثانی صاحب نے کہا کہ بیشک زیادہ بارشوں کی وجہ سے اور سیلاب کی وجہ سے فصلیں خراب ہو گئی تھیں۔ بیشک سیلاب کی وجہ سے فصلیں تو اچھی نہیں ہوئیں لیکن اس وجہ سے وہ چندے میں کمی نہیں کریں گے اور جتنا چندہ وہ پہلے دیتے تھے اس سے بڑھ کر انہوں نے دیا۔

پھر **ایک اَور قصہ ہے کہ ضرورت کے باوجود قربانی کو ترجیح دی۔** نائیجر میں ایک جماعت ڈیبسو (Dibsu) ہے۔ وہاں بارشیں کم ہوئیں جس کا فصلوں پر بہت برا اثر پڑا۔ کہیں بارشیں زیادہ ہو رہی ہیں، کہیں کم ہو رہی ہیں، آفات ہیں۔ ہماری اکثر جماعتیں جو افریقہ میں ہیں دیہاتی جماعتیں ہیں۔ دوسرے وہاں ملک کی سیاسی صورتحال بھی آجکل بہت خراب ہے۔ مہنگائی میں شدید اضافہ ہوا ہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر معلم کہتے ہیں کہ مجھے پریشانی تھی کہ ان لوگوں کے پاس تو پیسے نہیں ہیں چندہ وہ کہاں سے دیں گے؟ لیکن جب گاؤں والوں کو بتایا کہ وقفِ جدید کا سال ابھی ختم ہو رہا ہے تو وہاں ایک شافعی صاحب ہیں شافعی اینگو صاحب انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہر سال ہم باقاعدگی سے چندہ دیتے ہیں اور کوئی ایسا سال نہیں ہوا جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑھ کر نہ لوٹایا ہو۔ اس لیے چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں نوازتا ہے اور ہمارے معاشی حالات بھی ٹھیک ہوتے ہیں۔ باوجود تنگی کے ہم بہتر ہوتے ہیں اس لیے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے ہم چندہ ادا کریں گے اور انہوں نے ادا کیا۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ مال کی محبت ان پر غالب نہیں آئی۔

تنزانیہ میں ایک دوست ابراہیم صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں، جب مجھے چندے کی برکت کا علم ہوا تو میں نے ہر ماہ ایک مخصوص حصہ مالی قربانی کے لیے مقرر کر دیا اور اس کی برکت سے میرے کام میں اضافہ ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ میرے رزق میں اضافہ کرتا رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ چندے کے لیے معلم نے مجھے کہا تو میرے پاس کچھ رقم تھی جو میں نے ایک کام کے لیے رکھی ہوئی تھی۔ کاروبار تھا اس کے لیے وہ رقم رکھی ہوئی تھی لیکن تحریک ہونے پر میں نے وہ چندے میں دے دی اور اگلے دن فون کر کے اس مال بیچنے والے کو، جس سے میں نے خریدنا تھا میں نے کہا کہ میرے پاس اب پیسے نہیں ہیں اس لیے میں تمہارے سے مال نہیں اٹھا سکوں گا جو میں نے لینا تھا۔ اس پر اس نے مجھے کہا کہ کوئی بات نہیں تمہارا مال جو تم نے لینا تھا اس کی آدھی رقم تو ادا ہو چکی ہے اور باقی پیسے تم بعد میں دے دینا۔ کہتے ہیں مجھے یہ تو نہیں پتہ کہ یہ آدھی رقم کہاں سے ادا کی۔ کس نے ادا کی، آج تک مجھے یہ راز سمجھ نہیں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ کبھی اس طرح بھی مدد کر دیتا ہے کہ پتہ ہی نہیں لگتا۔

بعضوں کو اللہ تعالیٰ نے مالی قربانیاں کرنے سے نوکریاں دلوا دیں۔ چیک ریپبلک سے ایک خادم بتاتے

ہیں۔ وہاں چیک ریپبلک کے لوکل آدمی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ مجھے مالی قربانی کا فلسفہ سمجھا رہا ہے۔ کہتے ہیں مجھے مالی قربانی کی بدولت ایک نئی روحانی زندگی عطا ہوئی ہے۔ میں اپنے ساتھی طلبہ کو دیکھتا ہوں وہ پریشانیوں میں گرفتار ہیں لیکن میں بڑے سکون میں ہوں۔ جہاں ہر ایک پیسے جمع کرنے میں مصروف ہے وہاں خدا کے فضل سے میری عادت یہ بن چکی ہے کہ جو بھی پیسہ ہاتھ میں آتا ہے وہ خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہوں۔ میرے دوست کہتے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے مگر میرا خدا گواہ ہے کہ میری زندگی اس سے وابستہ ہے۔ کہتے ہیں میں اپنی فیلڈ میں نوکری کی تلاش میں تھا، مشکل پیش آ رہی تھی۔ خدا کے فضل سے چندے کی برکت سے وہ دور ہو گئی۔ رہائش نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے رہائش کا انتظام فرما دیا۔ کہتے ہیں کہ پہلے میری جیب ہر وقت خالی رہتی تھی لیکن اب میری جیب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر وقت بھری رہتی ہے۔ چندے بھی دیتا ہوں تو اللہ تعالیٰ پھر کہیں سے بھر دیتا ہے۔

انڈیا سے وہاں کے ایک انسپکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ ایک دوست ہیں ان کا وقف جدید کا چندہ چوبیس ہزار تھا۔ چند دن رہ گئے تھے انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ رقم ہے لیکن ایک اہم کام میں مَیں نے یہ رقم دینی ہے۔ تو انہیں میں نے کہا کہ یہ وقفِ جدید کے سال کا آخر ہے۔ آپ دیکھ لیں جو بھی آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ابھی دینی ہے یا بعد میں دینی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ پر توکل کرتا ہوں اور رقم چندے کی ادائیگی میں دے دی۔ دوسرے دن ہی موصوف کا فون آیا کہ کاروبار کی ایک بہت بڑی رقم کہیں پھنسی ہوئی تھی وہ اچانک مل گئی ہے اور پوری رقم تو نہیں ملی لیکن اس میں سے پچاس ہزار مل گئے ہیں اور باقی کا بھی دینے والے نے وعدہ کیا ہے کہ جلدی دے دوں گا۔ تو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ اچھا تم میری خاطر مال کی محبت کو چھوڑ رہے ہو اور ذاتی ضروریات کو چھوڑ رہے ہو، جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہو تو میں تمہاری مدد کرتا ہوں تو اس طرح اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔

جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جو اخراجات ہو رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح فرمایا کہ کوئی دنیا میں نبی نہیں گزرا جس نے جماعتی نظام کو چلانے کے لیے مالی تحریک نہ کی ہو۔ جماعت احمدیہ میں بھی جماعتی نظام کو چلانے کے لیے تحریکات کرنی پڑتی ہیں۔ تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے جو چندے ہیں وہی خالصۃً مرکز میں آتے ہیں باقی تو مقامی ملکوں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے لیکن افریقن ممالک میں اتنے لوگ امیر نہیں ہیں باوجود اس کے وہ چندہ دیتے ہیں لیکن اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے دنیا میں جتنے مشن ہاؤس ہیں، مساجد ہیں جو چل رہی ہیں۔ افریقہ میں اس وقت 7 ہزار 953 مساجد بن چکی ہیں اور 306 مساجد زیر تعمیر ہیں اور اسی طرح ہر سال درجنوں مساجد کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ 1860 مشن ہاؤس چل رہے ہیں۔ کچھ کرائے پہ بھی ہیں، کچھ اپنے ہیں۔ مرکزی مبلغین چار سو کی تعداد میں ہیں جو وہاں کام کر رہے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ معلمین کام کر رہے ہیں۔

پھر قادیان ہے، پھر ساؤتھ امریکہ کے ملکوں میں، جزائر میں مرکز سے خرچ کیا جاتا ہے وہاں ان کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ مشن کے اخراجات پورے کرنے کے لیے running expenditure بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

لٹریچر کی تقسیم کے لیے اخراجات ہیں۔ لٹریچر بھی بعض دفعہ یہاں سے بھجوایا جاتا ہے۔ بڑی کتابوں کے علاوہ اکثر ان میں سے بھی بہت ساری کتابیں مفت تقسیم ہوتی ہیں، چھوٹا لٹریچر تو مفت ہوتا ہے۔ کچھ لٹریچر کی وہاں اشاعت بھی ہوتی ہے۔ تو یہ ساری رقمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خرچ کے لیے دیتا چلا جاتا ہے۔ بعض دفعہ سمجھ نہیں آتی کہ اتنے وسیع پروگرام ہیں، اتنے اخراجات ہو رہے ہیں اور آمد تھوڑی ہے۔ اب تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے چندے کو اگر ملا لیں جو خالصۃً مرکز میں آتا ہے تو وہ تقریباً تیس اکتیس ملین پاؤنڈ بنتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی یہ خرچ ہو رہا ہے۔ 106 ممالک کے مشنز کو جو سالانہ گرانٹ دی جا رہی ہے وہی تقریباً اس کے برابر ہے۔

پھر جامعات ہیں، ان میں کئی ملین خرچ ہوتے ہیں، ان کی گرانٹ دی جاتی ہے۔ ایم ٹی اے ہے، اس پر کئی ملین خرچ ہوتے ہیں۔ پھر مرکز کے اخراجات ہیں تو یہ خرچے اللہ تعالیٰ اس طرح پورے کرتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح پورے کر رہا ہے۔

بعض دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ شاید بہت زیادہ اخراجات ہیں، کس طرح پورے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اخراجات پورے کرتا چلا جاتا ہے اور اس میں کبھی کمی نہیں آنے دیتا۔ یہ مشن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری ہیں۔ ان پہ کام ہو رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا تھا کہ مال تو میں تجھے دوں گا اور وہ مال اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کو صحیح مصرف میں لانے کی بھی توفیق ہمیشہ دیتا رہے، صحیح خرچ کرنے کی توفیق دے اور اس میں کبھی کسی قسم کی بے قاعدگی نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”**تمہارے لیے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو** اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لیے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لیے بلاتا ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 498-497)

پس یہ وہ احساس ہے، یہ وہ سوچ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ایک سو تیس پینتیس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود یہ جذبہ جماعت احمدیہ کے افراد میں موجود ہے جو نوجوانوں میں بھی اور نئے آنے والوں میں بھی ہے اور وہ قربانیاں کرتے چلے جا رہے ہیں جن کے چند واقعات میں نے بیان کیے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اس روح کو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت دیتا ہے اور اس کے لیے وہ ہر قربانی کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔

اس کے ساتھ ہی میں ایک رپورٹ بھی پیش کروں گا **جو اس سال وقفِ جدید کے چندے کی رپورٹ ہے** جس سے پتہ لگتا ہے کہ اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے کس حد تک قربانیاں دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا ستاسٹھواں سال اکتیس دسمبر کو ختم ہوا ہے اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے ایک کروڑ 36 لاکھ 81 ہزار پاؤنڈ یعنی تقریباً چودہ ملین کی مالی قربانی پیش ہوئی ہے۔ یہ وصولی گذشتہ سال سے 7 لاکھ 36 ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ الحمد للہ۔ اس کے ساتھ ہی نئے سال کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

اور اس میں قربانیوں کے لحاظ سے، رقموں کے لحاظ سے اول نمبر پر برطانیہ ہے ان کا اور کینیڈا کا بڑا سخت مقابلہ ہے۔ کینیڈا نے بھی بہت اضافہ کیا ہے اپنی قربانیوں میں لیکن برطانیہ سے ابھی پیچھے ہی ہیں۔ پھر نمبر تین پہ جرمنی ہے۔ پھر امریکہ۔ پھر بھارت۔ پھر آسٹریلیا۔ مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے اور پھر مڈل ایسٹ کی جماعت ہے۔ پھر بیلجیئم ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے جو جماعتیں ہیں ان میں گھانا نمبر ایک پہ ہے۔ پھر ماریشس ہے۔ پھر نمبر تین پہ برکینا فاسو ہے۔ یہاں بھی حالات بہت مخدوش ہیں لیکن اس کے باوجود قربانیاں دے رہے ہیں۔ ان کی بہت جگہوں کی تو ابھی رپورٹس بھی نہیں آ سکیں کیونکہ رابطے نہیں تھے۔ پھر تنزانیہ ہے۔ پھر لائبیریا ہے۔ گیمبیا ہے۔ نائیجیریا۔ سیرالیون۔ بینن اور کونگو کنشاسا۔

وقفِ جدید کے مالی نظام میں شامل ہونے والوں کی تعداد جو رپورٹیں آئی ہیں اس کے مطابق پندرہ لاکھ 51 ہزار ہے اور گذشتہ سال سے چندہ دینے والوں میں جو اضافہ ہوا ہے ان میں باوجود خراب حالات کے پاکستان کے لوگوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ نائیجیریا۔ کیمرون۔ سیرالیون۔ گیمبیا اور کانگو برازاویل۔

برطانیہ کی جو دس بڑی جماعتیں ہیں قربانی کرنے والوں کی ان میں فارنہم (Farnham) نمبر ایک پر ہے۔ پھر ووسٹر پارک (Worcester Park)۔ پھر اسلام آباد۔ پھر وال سال (Walsall)۔ پھر آلڈر شاٹ ساؤتھ (AldershotSouth)۔ ایش (Ash)۔ چیم ساؤتھ (CheamSouth)۔ جلنگھم (Gillingham)۔ آلڈر شاٹ نارتھ (AldershotNorth)۔ یول (Ewell)۔

پہلی پانچ ریجنز جو ہیں ان میں پہلے نمبر پہ ریجن اسلام آباد ہے۔ پھر بیت الفتوح۔ پھر مڈلینڈز (Midlands)۔ پھر مسجد فضل۔ پھر بیت الاحسان۔

دفتر اطفال یہ وقفِ جدید کا علیحدہ ہوتا ہے۔ اس میں پہلی دس جماعتیں جو ہیں وہ نمبر ایک پہ آلڈر شاٹ نارتھ (AldershotNorth)۔ فارنہم (Farnham)۔ ایش (Ash)۔ آلڈر شاٹ ساؤتھ (AldershotSouth)۔

بورڈن۔ چیم ساؤتھ۔ اسلام آباد۔ روہیمپٹن ویل (Roehampton Vale)۔ مانچسٹر نارتھ۔ والسال۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ وان (Vaughan)۔ پھر کیلگری (Calgary)۔ پھر پیس ویلج (Peace Village)۔ پھر وینکوور (Vancouver)۔ ٹورنٹو ویسٹ۔ برمپٹن ایسٹ (Brampton East) پھر ٹورنٹو۔

اور کینیڈا کی دس بڑی جماعتیں جو ہیں ان میں ہملٹن نمبر ایک پر۔ پھر ایڈمنٹن ویسٹ۔ پھر ہملٹن ماؤنٹین۔ پھر ملٹن ویسٹ (Milton West)۔ پھر بیت الرحمٰن سسکاٹون۔ ڈرہم ویسٹ (Durham West)۔ رجائنا (Regina)۔ مونٹریال ویسٹ۔ پھر بیت العافیت سسکاٹون۔ وینی پیگ۔ ایرڈری۔ لائیڈ منسٹر۔ نیوفاؤنڈلینڈ (Newfoundland)

اور دفتر اطفال میں جو نمایاں امارتیں ہیں وہ ہیں وان (Vaughan) نمبر ایک پر۔ پھر ٹورنٹو ویسٹ (Toronto West)۔ وینکوور (Vancouver)۔ پھر پیس ویلج (Peace Village)۔ کیلگری (Calgary)۔ مسی ساگا (Mississauga)۔ برمپٹن ایسٹ۔ برمپٹن ویسٹ۔ ٹورنٹو۔

جماعتوں میں دفتر اطفال میں نمبر ایک پہ ڈرہم ویسٹ (Durham West)۔ حدیقہ احمد۔ بریڈفورڈ ایسٹ۔ مونٹریال ویسٹ (Montreal West)۔ ہملٹن ایسٹ۔ ہملٹن۔ ہملٹن ماؤنٹین (Hamilton Mountain)۔ انسفیل۔ ملٹن ویسٹ (Milton-West)۔ ونڈسر۔

جرمنی کی پانچ لوکل امارتیں جو ہیں ان میں ہیمبرگ (Hamburg) نمبر ایک پر۔ پھر فرینکفرٹ (Frank-furt)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ گروس گیراؤ (Gross-Gerau)۔ ریڈ شٹڈ (Riedstadt)۔

دس جماعتیں جو ہیں۔ (پہلی امارات تھیں) یہ جماعتیں ہیں روڈ گاؤ (Rodgau)۔ نیڈا (Nidda)۔ روڈرمارک (Rodermark)۔ فلورس ہائم (Florsheim)۔ نوئی ویڈ (Neuwied)۔ کوبلنز (Koblenz)۔ وائن گارٹن (Weingarten)۔ پنی برگ (Pinneberg)۔ برلن۔ نوئس (Neuss)۔

دفتر اطفال میں پانچ ریجن جو ہیں ان میں نمبر ایک پر ویزبادن۔ پھر ہیمبرگ۔ ہیسن زود ایسٹ۔ ویسٹ فالن۔ ڈیٹسن باخ۔

امریکہ کی دس جماعتیں میری لینڈ (Maryland) نمبر ایک پر۔ لاس اینجلس (Los Angeles) نمبر دو پر۔ نارتھ ورجینیا۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔ سیئیٹل (Seattle)۔ ڈیٹرائٹ۔ شکاگو۔ ڈیلس۔ ساؤتھ ورجینیا۔ ہاؤسٹن (Houston)۔

اطفال کے لحاظ سے ان کی دس جماعتیں یہ ہیں۔ نمبر ایک پر سیئیٹل (Seattle)۔ پھر فلاڈلفیا۔ نارتھ ورجینیا۔ جارجیا۔ کیرولائنا۔ شکاگو۔ آسٹن۔ ڈیلس۔ اوش کوش۔ ڈیٹرائٹ۔ میری لینڈ۔

پاکستان نے اللہ کے فضل سے یہاں بھی اپنے لحاظ سے تو بہت محنت کی ہے اور قربانیاں کی ہیں۔ اس میں نمبر ایک پر یہاں لاہور ہے۔ پھر نمبر دو پر ربوہ۔ پھر نمبر تین پر کراچی۔

اور اضلاع کی پوزیشن جو ہے بالغان کی وہ ہے اسلام آباد نمبر ایک۔ سیالکوٹ نمبر دو۔ فیصل آباد۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ سرگودھا۔ عمرکوٹ۔ ملتان۔ حیدرآباد۔ میرپور خاص۔

پہلی دس جماعتیں جو ہیں نمبر ایک پر اسلام آباد۔ پھر ٹاؤن شپ (لاہور)۔ دارالذکر (لاہور)۔ عزیز آباد (کراچی)۔ علامہ اقبال ٹاؤن (لاہور)۔ پھر سمن آباد (لاہور)۔ بیت الفضل (فیصل آباد)۔ ملتان شہر۔ دہلی گیٹ (لاہور)۔ گوجرانوالہ شہر۔

اطفال میں جو تین بڑی جماعتیں ہیں نمبر ایک پر لاہور۔ نمبر دو پر ربوہ۔ نمبر تین پر کراچی اور دفتر اطفال میں اضلاع کی پوزیشن یہ ہے کہ اسلام آباد نمبر ایک۔ پھر سیالکوٹ۔ پھر نارووال۔ عمر کوٹ۔ راولپنڈی۔ گوجرانوالہ۔ میر پور خاص۔ گجرات۔ حیدرآباد۔ شیخوپورہ۔

بعض غیر معمولی مساعی کرنے والی مجالس جماعتیں بھی ہیں۔

بھارت کی پہلی دس جماعتوں میں۔ صوبہ جات میں کیرالہ نمبر ایک پر۔ پھر تامل ناڈو۔ جموں کشمیر۔ پھر کرناٹکا۔ تلنگانہ۔ اڈیشہ۔ پنجاب۔ ویسٹ بنگال۔ مہاراشٹرا۔ اترپردیش۔

دس جماعتیں جو ہیں ان میں نمبر ایک پر کوئمبٹور۔ نمبر دو پر قادیان۔ پھر حیدر آباد۔ پھر کالی کٹ۔ منجیری۔ بنگلور۔ مَیلا پالایام (Melapalayam)۔ کولکتہ۔ کیرنگ۔ کیرولائی۔

آسٹریلیا کی دس جماعتیں جو ہیں نمبر ایک پر کاسل ہل (Castle Hill)۔ پھر ملبرن لانگ وارن (Melbourne Langwarrin)۔ مارسڈن پارک (Marsden Park)۔ پھر ملبرن کلائیڈ (Melbourne Clyde)۔ لوگن ایسٹ (LoganEast)۔ ملبرن بیروک (MelbourneBerwick)۔ پینرتھ (Penrith)۔ پرتھ (Perth)۔ ایڈیلیڈ۔ ایڈیلیڈ ویسٹ (AdelaideWest)۔

بالغان میں آسٹریلیا کی جماعتیں جو ہیں کاسل ہل نمبر ایک پر۔ پھر ملبرن لانگ وارن۔ مارسڈن پارک۔ لوگن ایسٹ۔ ملبرن بیروک۔ ملبرن کلائیڈ۔ پینرتھ۔ پرتھ۔ ایڈیلیڈ ویسٹ اور بلیک ٹاؤن۔

اطفال میں ان کے ہیں ملبرن لانگ وارن۔ پرتھ۔ پلمپٹن۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ۔ ملبرن کلائیڈ۔ پینرتھ۔ ملبرن ویسٹ۔ مارسڈن پارک۔ برزبن سینٹرل اور ملبرن بیروک۔

اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ یہ بھی دعا کریں کہ یہ 2025ء کا سال جماعت کے لیے برکتوں والا سال ہو۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

پاکستان میں جو شدت پسند گروہ ہیں اور ان کے جو یہ ٹولے ہیں ان کو وقتاً فوقتاً ابال آتا رہتا ہے اور بعض جگہ جماعت کی مخالفت میں، بعض جگہ قانون کی آڑ میں یہ ہر قسم کا ظلم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ نہ قبرستان محفوظ ہیں نہ گھر محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی پکڑ کے سامان جلد فرمائے۔ احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

ربوہ میں بھی ان لوگوں کی بڑی نظر رہتی ہے۔ اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا رہے۔

درود شریف اور بعض دعاؤں کی طرف میں نے کچھ عرصہ پہلے توجہ دلائی تھی۔ اس طرف دنیا کا ہر احمدی اور پاکستان کے احمدی بھی خاص توجہ رکھیں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی شدت پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے اور شام میں بھی اب نئی حکومت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی احمدیوں کو ہر قسم کے شر سے بچائے۔

اپنی حفاظت میں رکھے۔ اسی طرح دوسرے ممالک ہیں، افریقہ کے ممالک ہیں ہر جگہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس کے لیے خاص طور پر خود بھی بہت دعائیں کرے۔ اپنے ملکوں کے لیے بھی اور پاکستان کے جو باہر بسنے والے ہیں پاکستان کے لیے بھی۔ دنیا کے عمومی حالات اور جنگوں کی صورتحال کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بداثرات سے ہر معصوم اور مظلوم کو بچائے۔

نئے سال پر یہ لوگ بڑے جشن مناتے ہیں۔ بڑے فائرورکس ہوتے ہیں۔ پھلجھڑیاں اڑائی جاتی ہیں لیکن ہر ایک صرف اپنی خوشیاں دیکھتا ہے۔ دوسروں کے درد کا انہیں احساس نہیں ہے۔ غریب لوگ جو ہیں، غریب قومیں جو ہیں، مظلوم لوگ جو ہیں ان پر طاقتور قومیں ظلم کرتی چلی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس سال میں ان سب طاقتوں کے منصوبے، طاقتور قوموں کے منصوبے بھی خاک میں ملا دے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ہم دنیا میں قائم ہوتا دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطاء فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 24/ جنوری 2025ء جلد 32 شمارہ 21 صفحہ 02 تا 08)

2

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 10 / جنوری 2025ء بمطابق 12 / صلح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے سریّات اور غزوات کا ذکر گذشتہ خطبہ سے پہلے چل رہا تھا۔ **اس میں بنو فَزَارَہ کے سریّہ** کا ذکر ہوا تھا۔ تاریخ میں بنو فزارہ کے خلاف سریہ میں ایک واقعہ کا ذکر ملتا ہے جو اُمِّ قِرفہ کے قتل کا ہے۔ بعض تاریخ دانوں نے اس کو جس طرح لکھا ہے وہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت کے خلاف واقعہ ہے۔ طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ 6 / ہجری میں تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؓ کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کا مالِ تجارت تھا۔ جب وہ وادی القُرٰی کے قریب پہنچے تو انہیں بنو فَزَارَہ کی شاخ بنو بدر کے کچھ لوگ ملے جنہوں نے آپؓ کو اور آپؓ کے ساتھیوں کو مارا پیٹا اور جو سامان ان کے پاس تھا وہ چھین لیا۔ پھر جب حضرت زیدؓ تندرست ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حملہ کرنے والوں کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ جو مسلمان تھے دن کو چھپتے اور رات کو چلتے لیکن بنو بدر کو ان کی خبر ہو گئی۔ پھر حضرت زیدؓ اور آپؓ کے ساتھی صبح کے وقت ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور جو وہاں موجود تھے انہیں گھیر لیا۔ اُمِّ قِرفَہ کو جس کا اصل نام فَاطِمَہ بنتِ رَبِیعہ بن بدر تھا اور اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر کو گرفتار کر لیا۔ جاریہ کو حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے گرفتار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد وہ حَزْن بن ابی وہب کو ہبہ کر دی۔

اس بارے میں تاریخ کی بعض **کتب میں اُمِّ قِرفَہ کے قتل کا واقعہ** جیسا کہ میں نے کہا ہے عجیب طرح پیش کیا گیا ہے جس کو اسلامی تعلیم اور عمل کی روشنی میں ماننا ممکن نہیں۔

بہرحال بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ قَیْس بنِ مُحَسِّر نے ام قرفہ کی طرف قصد کیا۔ وہ ایک بوڑھی عورت تھی۔ قیس نے اس کو نہایت سختی سے قتل کیا۔ اس کے دونوں پاؤں میں رسی باندھ کر دو اونٹوں کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اونٹوں کو ہنکایا تو وہ دوڑے اور اس عورت کے ٹکڑے کر دیے۔ قیس نے دو اَور آدمیوں کو بھی قتل کیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ اپنی اس مہم سے واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے زیدؓ کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ زیدؓ کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا اور زیدؓ سے حال دریافت کیا تو زیدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی جو اللہ تعالیٰ نے

انہیں فتح عطا فرمائی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 69 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(کتاب المغازی واقدی جلد 2 صفحہ 61 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تو یہ اس طرح کا واقعہ بیان کیا کہ اس طرح اس کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا لیکن اس واقعہ کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بڑی دلیل کے ساتھ بڑے احسن رنگ میں کیا ہے۔

آپؓ نے یہ لکھا کہ سریہ حضرت ابو بکرؓ کی جگہ جس کا ذکر ابھی بیان ہوا ہے... ابن سعد نے ایک ایسے سریہ کا ذکر کیا ہے جس میں زید بن حارثہؓ امیر تھے۔ یعنی ابن سعد اس سریہ میں حضرت ابو بکرؓ کی بجائے زید بن حارثہؓ کو امیر بیان کرتا ہے اور تفاصیل میں بھی کسی قدر اختلاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ مہم بنو فزارہ کی گوشمالی کے لیے تھی جو وَادِی الْقُرٰی کے پاس آباد تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ پر چھاپہ مار کر اس کا سارا مال واسباب چھین لیا تھا۔ اس مفسد گروہ کی روح رواں ایک بوڑھی عورت تھی جس کا نام امِ قِرفہ تھا جو اسلام کی سخت دشمن تھی۔ جب یہ عورت اس لڑائی میں پکڑی گئی تو زید کی پارٹی کے ایک شخص قیس نامی نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ اور ابن سعد اس قتل کا قصہ یوں بیان کرتا ہے یہ لکھنے والا تاریخ کا کہ اس کے دونوں پاؤں دو مختلف اونٹوں کے ساتھ باندھے گئے اور پھر ان اونٹوں کو مختلف جہات میں ہنکایا گیا جس کے نتیجہ میں یہ عورت درمیان میں سے چر کر دو ٹکڑے ہو گئی اور اس کے بعد اس بوڑھی عورت کی لڑکی سلمہ بن اکوع کے سپرد کر دی گئی۔ یہی قصہ کسی قدر اختصار اور اجمال اور اختلاف کے ساتھ ابنِ اسحاق نے بھی بیان کیا ہے۔

اس روایت کی بنا پر سر ولیم میور نے جو orientalist ہے جو دوسرے یورپین مؤرخین کی نسبت زیادہ تفصیل دینے کا عادی ہے اس واقعہ کو مسلمانوں کی وحشیانہ روح کی مثال میں بڑے شوق سے اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے بلکہ سر ولیم میور نے اسے اپنی کتاب میں درج کرنے کی وجہ ہی یہ لکھی ہے کہ اس مہم میں مسلمان ایک ظالمانہ فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ میور صاحب لکھتے ہیں:۔

اس سال مسلمانوں کو بہت سی مہموں میں مدینہ سے نکلنا پڑا مگر یہ سب قابل ذکر نہیں ہیں البتہ یہ کہتے ہیں کہ البتہ میں ان میں سے ایک مہم کے ذکر سے رک نہیں سکتا کیونکہ اس کا انجام مسلمانوں کی طرف سے ایک نہایت ظالمانہ فعل پر ہوا تھا۔ یہ میور صاحب کا بیان ہے۔

اس کے تجزیے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ جو مؤرخ ایک واقعہ کو دوسرے واقعات پر محض اس وجہ سے ترجیح دے کر اسے اپنی کتاب کی زینت بناتا ہے کہ اس میں کسی قوم کے ظلم وستم کا ثبوت ملتا ہے وہ درحقیقت ایک غیر جانبدار محقق کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اس نے خود لکھا ہے کہ باقی واقعات میں چھوڑتا ہوں صرف یہ واقعہ لیتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ جانبدار تھا غیر جانبدار تحقیق کرنے والا نہیں تھا کیونکہ اس سے کبھی بھی یہ توقع نہیں ہو سکتی جو غیر جانبدار ہو کہ وہ اس بات کی تحقیق کی طرف توجہ کرے گا کہ آیا یہ ظلم وستم کا واقعہ کوئی اصلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے ہاتھ سے اس کی ایک دلیل نکل جاتی ہے۔ بہرحال میور صاحب نے اس واقعہ کو خاص شوق کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے مگر جیسا کہ کہتے ہیں میں ابھی ثابت کروں گا یہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ واقعہ بالکل غلط اور قطعاً بے بنیاد ہے اور نقل و

عقل ہر دو طرح سے اس کا بناوٹی ہونا ثابت ہے۔

عقلی طریق پر تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک عورت کو جس پر قتل کا الزام نہیں ہے قید کر کے ٹھنڈے لمحات میں قتل کرنا اور پھر قتل بھی اس طریق پر کرنا جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے یہ تو ایک بہت دور کی بات ہے۔ اسلام تو عین جنگ کے میدان میں بھی عورت کے قتل کو سختی کے ساتھ روکتا ہے...

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ واضح فرمایا کہ جو عورتیں ہیں ان کو قتل نہیں کرنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر میدانِ جنگ میں کسی دشمن قبیلہ کی ایک عورت مقتول پائی گئی تو باوجود اس کے کہ یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کن حالات میں اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوئی ہے آپؐ اسے دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور صحابہؓ سے یہ تاکیداً فرمایا کہ ایسا کام آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔ کسی عورت کو قتل نہیں کرنا... اسی طرح جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دستہ روانہ فرماتے تھے تو منجملہ اَور نصیحتوں کے صحابہؓ سے ایک اَور نصیحت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا۔

ان اصولی ہدایات کے ہوتے ہوئے صحابہؓ کے متعلق اور صحابہؓ میں سے زید بن حارثہؓ کے متعلق جو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے یہ خیال کرنا کہ انہوں نے کسی عورت کو اس طریق پر قتل کیا یا کروایا تھا جو ابن سعد نے بیان کیا ہے ہر گز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ بیشک روایت میں قتل کرنے کا فعل زید کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ ایک دوسرے مسلمان کی طرف کیا گیا ہے لیکن جبکہ یہ واقعہ زید کی کمان میں ہوا تو بہر حال اس کی آخری ذمہ داری زید پر ہی سمجھی جائے گی اور زید کے متعلق یہ خیال کرنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جانتے ہوئے اس قسم کے کام کی اجازت دی ہو گی ہر گز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ بیشک اگر کوئی عورت کسی جرم کی مرتکب ہوتی ہے تو وہ اس جرم کی سزا پائے گی اور کسی مذہب کی شریعت اور کسی ملک کے قانون نے عورت کو جرم کی سزا سے مستثنیٰ نہیں رکھا اور آئے دن عورتوں کی سزا بلکہ قتل کے جرم میں پھانسی تک کے واقعات چھپتے رہتے ہیں مگر محض مذہبی عداوت کی وجہ سے یا شرکت جنگ کی وجہ سے کسی عورت کو قتل کرنا اور قتل بھی اس طریق پر کرنا جو اس روایت میں بیان ہوا ہے ایک ایسا فعل ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصولی ہدایت اور ساری اسلامی تاریخ صریح طور پر ردّ کرتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ عورت مجرم تھی اور جیسا کہ بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کیا تھا۔ اس لیے اس کے خلاف جائز طور پر قتل کی سزا جاری کی جاسکتی تھی تو یہ درست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب صحابہ نے امِ قِرفہ سے سخت اور زیادہ خونی دشمنوں اور پھر مرد دشمنوں کو بھی کبھی اس طرح قتل نہیں کیا تو یہ خیال کرنا کہ زید بن حارثہ جیسے واقف کار صحابی کی کمان میں ایک بوڑھی عورت کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہو گا ہر گز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

پس معقولی رنگ میں اس قصہ کا جھوٹا اور بناوٹی ہونا ظاہر و عیاں ہے اور کوئی غیر متعصب شخص اس میں شبہ کی گنجائش نہیں دیکھ سکتا۔

اب رہا منقولی طریقہ سو اول تو ابن سعد یا ابن اسحاق نے اس روایت کی کوئی سند نہیں دی اور بغیر کسی معتبر سند کے اس قسم کی روایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ہدایت اور صحابہ کے عام اور معروف

طریق کے خلاف ہو ہر گز قبول نہیں کی جاسکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی واقعہ حدیث کی نہایت معتبر کتب صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں بیان ہوا ہے مگر اس میں امِ قِرفہ کے قتل کئے جانے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے اور بعض دوسری تفصیلات میں بھی اس بیان کو ابن سعد وغیرہ کے بیان سے اختلاف ہے۔ اور چونکہ صحیح احادیث عام تاریخی روایات سے یقیناً اور مسلمہ طور پر بہت زیادہ مضبوط اور قابل ترجیح ہوتی ہیں۔ اس لیے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی روایت کے سامنے ابن سعد وغیرہ کی روایت کوئی وزن نہیں رکھتی۔

یہ امتیاز اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے جب ہم اس بات کو مد نظر رکھیں کہ جہاں ابن سعد اور ابن اسحاق نے اپنی روایتوں کو یونہی بلاسند بیان کیا ہے وہاں امام مسلم اور ابوداؤد نے اپنی روایتوں کو پوری پوری سند دی ہے اور ویسے بھی محدثین کی احتیاط کے مقابلہ میں جنہوں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے مؤرخین کی عام روایت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ واقعہ جس طرح بیان ہوا ہے ...اس میں امِ قِرفہ کے قتل کا ذکر تک نہیں ہے۔ بیشک مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں امِ قِرفہ کا نام مذکور نہیں ہے اور امیر کا نام بھی زید کی بجائے ابو بکر درج ہے مگر اس کی وجہ سے یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مہم اور ہے کیونکہ باقی جملہ اہم تفصیلات ایک ہیں مثلاً:

1۔ دونوں روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ یہ مہم بنو فزارہ کے خلاف تھی۔

2۔ دونوں میں یہ ذکر موجود ہے کہ بنو فزارہ کی رئیس ایک بوڑھی عورت تھی۔

3۔ دونوں میں اس عورت کے قید کئے جانے کا ذکر ہے۔

4۔ دونوں میں یہ ذکر ہے کہ اس عورت کی ایک لڑکی بھی تھی جو ماں کے ساتھ قید ہوئی۔

پھر یہ بھی کہ

5۔ دونوں میں یہ ذکر ہے کہ یہ لڑکی سلمہ بن اکوع کے حصہ میں آئی تھی۔

اس کے علاوہ اور بھی بعض باتوں میں اشتراک ہے۔ اب غور کرو کہ کیا ان اہم اور بنیادی اشتراکات کے ہوتے ہوئے کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔

مگر ہم صرف اس عقلی استدلال پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ گذشتہ محققین نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں وہی واقعہ بیان ہوا ہے جو ابن سعد نے دوسرے رنگ میں درج کیا ہے۔ چنانچہ علامہ زَرقانی اور امام سُہَیلی اور علامہ حَلبی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جو ابن سعد اور ابن اسحاق نے امِ قِرفہ والے قصہ میں غلط طور پر بیان کیا ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر اس بات کا ثبوت کہ یہ وہی واقعہ ہے یہ ہے کہ طبری نے ان دونوں روایتوں کو پہلو بہ پہلو بیان کر کے ساتھ ساتھ رکھا ان کو، اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہیں۔

الغرض یہ بات بالکل یقینی ہے کہ مسلم اور ابوداؤد کی سلمہ بن اکوع والی روایت میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے ابن سعد اور ابن ہشام نے امِ قِرفہ کے سریہ کے نام سے غلط طور پر درج کیا ہے اور چونکہ صحاح کی روایت یعنی یہ جو چھ حدیثوں کی کتابیں ہیں ان میں سے جو مستند حدیثوں کی کتابیں ہیں ان کی روایت جو سند کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور ایک شریکِ واقعہ کی زبان سے مروی ہے بہر حال ابن سعد اور ابن ہشام کی غیر مستند

روایت سے قابل ترجیح ہے اس لیے اس بات میں ہر گز کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ام قرفہ کے ظالمانہ قتل کا واقعہ ایک بالکل جھوٹا اور بے بنیاد واقعہ ہے جو کسی مخفی دشمن اسلام اور منافق کی مہربانی سے بعض تاریخی روایتوں میں راہ پا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سریہ کی حقیقت اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں جو مسلم اور ابو داؤد نے بیان کی ہے۔

کسی غلط واقعہ کا تاریخ میں درج ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس قسم کی مثالیں ہر قوم اور ہر ملک کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ لیکن یہ ضرور ایک تعجب کی بات ہے کہ سر ولیم جیسا انسان اس غلط واقعہ کو بغیر کسی تحقیق کے اپنی کتاب میں جگہ دے اور اس بات کا برملا اعتراف کرے کہ اس کے اندراج کی وجہ محض یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کے ایک ظالمانہ فعل کی مثال ملتی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 717 تا 721)

تو بہر حال یہ واقعہ ہی غلط ہے جو اس طرح نہیں ہوا۔

ایک سریہ عبداللہ بن عتیکؓ ہے۔ اس کا ذکر تاریخ میں آتا ہے جو ابو رافع کی طرف تھا۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے یہ سریہ رمضان چھ ہجری میں ہوا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 70 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی تحقیق جو تاریخ کی مختلف کتابوں سے لی ہے اس میں آپؓ نے یہ اس طرح لکھا ہے کہ ”ابو رافع کے قتل کے زمانہ کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ بخاری نے زہری کی اتباع میں اسے معین تاریخ دینے کے بغیر مطلقاً کعب بن اشرف کے قتل کے بعد بیان کیا ہے جو بہر حال درست ہے اور غالباً ان واقعات کو متصل کر کے اس لیے بیان کیا ہے۔“ دو کو آپس میں جوڑ کے بیان کیا گیا ہے ”کہ ان کی نوعیت ایک سی ہے۔ طبری نے اسے 3ھ میں کعب بن اشرف کے واقعہ کے بعد رکھا ہے۔ واقدی نے 4ھ میں بیان کیا ہے۔ ابن ہشام نے بروایت ابن اسحاق اسے مطلقاً غزوہ بنو قریظہ کے بعد رکھا ہے جو اواخر 5ھ میں ہوا تھا اور اس طرح اسے اوائل 6ھ میں سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر ابن سعد نے صراحتاً 6ھ میں بیان کیا ہے اور عام مؤرخین نے ابن سعد کی اتباع کی ہے۔ واللہ اعلم“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 726)

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب غزوہ خندق اور بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہوا اور سلّام بن ابی حُقَیق یعنی ابو رافع ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر جمع کیا تھا اور قبیلہ اوس غزوہ احد سے پہلے کعب بن اشرف یہودی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور آپ کے خلاف بھڑکانے کی وجہ سے قتل کر چکا تھا تو قبیلہ خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام بن ابی حقیق کے قتل کی اجازت چاہی۔ اس وقت وہ خیبر میں تھا۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ یہ دونوں قبیلے یعنی اوس اور خزرج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو نر اونٹوں کی مانند مقابلے کرتے تھے۔ قبیلہ اوس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی کام سرانجام دیتا تو قبیلہ خزرج والے کہتے یہ تو اس کام کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور اسلام میں ہم سے فضیلت لے جائے گا۔ پس وہ نہیں رکتے تھے یہاں تک کہ وہ اس جیسا کوئی کام سرانجام دیتے۔ اور خزرج نے کوئی ایسا کام کر دیا تو قبیلہ اوس بھی اس کی مثل کرتا تھا۔ جب اوس

والوں نے کعب بن اشرف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی وجہ سے قتل کیا تو خزرج والوں نے کہا اللہ کی قسم! قبیلہ اوس اس کی وجہ سے کبھی بھی ہم سے فضیلت نہیں لے سکتا اور وہ ان کاموں میں مقابلے کرتے تھے جو ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دیں۔ پس انہوں نے غور و فکر کی کہ کون سا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں کعب بن اشرف کے برابر ہے تو انہوں نے ابن ابی حُقَیق کو یاد کیا جو خیبر یا حجاز کی زمین میں تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ خزرج نے کہا ابورافع بن ابی حُقَیق نے قبیلہ غطفان اور اس کے ارد گرد کے مشرکین عرب کو جمع کیا اور ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کے لیے بہت بڑا وظیفہ مقرر کر دیا۔ پس خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اس طرح خزرج میں سے بنو سلمہ کے پانچ آدمی عبد اللہ بن عتیک، مسعود بن سِنَان، عبد اللہ بن اُنیس جُہَنِی جو کہ انصار کے حلیف تھے، ابو قتادہ حَرُث بن رِبعِی، خُزَاعِی بن اَسْوَد، یہ سب لوگ نکلے۔ محمد بن عمر اور ابن سعد کے نزدیک یہ اسود بن خُزَاعِی تھا جو قبیلہ اسلم میں سے انصار کا حلیف تھا اور بَرَاء بن عَازِب نے عبد اللہ بن عُتْبَہ کا اضافہ کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے پس وہ چھ افراد ہو گئے اور ابن عقبہ اور سُہَیْلِی نے اَسْعَد بن حَرَام کا اضافہ کیا اس طرح یہ سات آدمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حضرت عبد اللہ بن عتیک کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 102 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تو دیکھیں یہاں بھی بڑا واضح طور پر فرمایا عورت کو قتل نہیں کرنا۔

صحیح بخاری میں ابورافع کے قتل کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا ہے کہ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف دشمنوں کی مدد کرتا تھا وہ اپنے قلعہ میں جو حجاز کی سرزمین میں تھا رہتا تھا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کے ریوڑ لے کر واپس ہو چکے تھے۔ عبد اللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ کرتا ہوں تاکہ میں اندر چلا جاؤں۔ وہ گئے اور دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لیا جیسا کہ وہ قضائے حاجت کر رہے ہیں اور سب لوگ اندر جا چکے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن عتیک نے بیان کیا میں حیلہ کرنے لگا کہ کوئی بہانہ تلاش کروں اور قلعہ میں داخل ہو جاؤں۔ اسی اثنا میں قلعہ والوں نے اپنا ایک گدھا گم پایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ روشنی لے کر اس کی تلاش میں نکلے۔ کہتے تھے کہ میں ڈرا کہ کہیں وہ مجھے پہچان نہ جائیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنا سر ڈھانک لیا۔ یہ صحابی جو تھے انہوں نے کہا کہ میں نے سر ڈھانک لیا گویا کہ میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ بخاری کی روایت ہے۔ تو دربان نے ان کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اگر تم داخل ہونا چاہتے ہو تو داخل ہو جاؤ۔ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں داخل ہو گیا اور اس کے بعد میں اندر جا کے چھپ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں بھی اندر چلا گیا۔ پھر میں گدھوں کے باڑے میں قلعے کے اندر دروازے کے پاس چھپ گیا۔ جب لوگ داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ بند کیا۔ پھر کنجیاں ایک کیل پر لٹکا دیں۔ وہ کہتے تھے میں اٹھ کر کنجیوں کی طرف گیا، چابیوں کی طرف گیا میں نے ان کو لیا اور دروازہ کھول دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

جب آوازیں تھم گئیں اور میں نے کوئی حرکت نہ سنی تو میں باہر نکلا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا کہ جہاں اس نے ایک طاقچے میں قلعہ کی چابی رکھی تھی یہ بھی بخاری کی روایت ہے اور لوگ ابورافع کے پاس رات کو باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ مجلس لگایا کرتا تھا۔ وہ اپنے بالا خانے میں تھا۔ جب باتیں کرنے والے اس کے پاس سے چلے گئے۔ یہ کہتے ہیں میں دیکھتا رہا کہ مجلس لگی ہوئی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ابورافع کے پاس شام کا کھانا کھایا اور وہ باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ رات کی ایک گھڑی گزر گئی۔ پھر جب باتیں کرنے والے چلے گئے۔ وہ اپنی کوٹھڑیوں کو لوٹ گئے۔ یہ بھی صحیح بخاری کی روایت ہے تو میں اس کی طرف چڑھا اور ہر دروازہ جو میں کھولتا اس کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر لوگ میری آہٹ پا بھی لیں تو جب تک میں اسے مار نہ لوں مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں اس کے پاس پہنچا۔ دوسری روایت میں ہے کہ پھر میں ان کی کوٹھڑیوں کے دروازے کی طرف گیا اور ان کو باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد ایک سیڑھی پر سے چڑھ کر میں ابورافع کے پاس گیا۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ تو کہتے ہیں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے کنبے کے درمیان لیٹا ہوا ہے۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ وہ کمرے میں کہاں ہے۔ میں نے کہا اے ابورافع! کہنے لگا کون ہے؟ میں آواز کی طرف لپکا اندازہ کر کے۔ میں نے تلوار سے اس کو ایک ضرب لگائی اور میں دہشت زدہ تھا، گھبرایا ہوا تھا۔ وہ وار کچھ کام نہ آیا۔ وہ چلّایا۔ صحیح طرح اس پر وار نہیں پڑا۔ اس نے شور مچایا تب میں کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ پھر میں اس کے پاس گیا گویا کہ میں اس کی مدد کو پہنچا ہوں اور کہا ابورافع یہ کیا آواز ہے؟ اور میں نے اپنی آواز بدلی۔ کہنے لگا تیری ماں ہلاک ہو! ابورافع کہنے لگا کوئی آدمی کمرے میں ہے جس نے کچھ دیر پہلے مجھ پر اپنی تلوار سے وار کیا ہے تو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اسے ایک ضرب لگائی۔ آواز سن کے پھر میں نے ضرب لگائی جس نے اس کو لہولہان کر دیا۔ میں اس کو مار نہ سکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں رکھی یہاں تک کہ وہ اس کی پشت تک پہنچ گئی۔ دوسری روایت میں دوبارہ حملہ کرنے کا ذکر یوں ہے کہ پھر میں دوبارہ اس کی طرف لپکا اور اسے ایک اَور ضرب لگائی مگر اس نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ وہ چلّایا اور اس کے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا پھر میں آیا اور میں نے اپنی آواز بدلی فریاد رسی کرنے والے کی طرح۔ یعنی دوسری دفعہ آواز بدل کر آئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی پیٹھ کے بل چت لیٹا ہے۔ میں نے تلوار اس کے پیٹ میں رکھی اور اس پر جھک گیا یہاں تک کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ یہ بھی بخاری کی روایات ہیں۔ میں نے جان لیا کہ میں نے اس کو مار ڈالا ہے پھر میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولے یہاں تک کہ میں آخری سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا اور سمجھا کہ زمین پر پہنچ گیا ہوں لیکن میں گر پڑا اور وہ آخری سیڑھی نہیں تھی بلکہ دو تین سیڑھیاں تھیں تو سیڑھی سے گر گئے۔ اور چاندنی رات میں میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاؤں کا جوڑ نکل گیا۔ میں نے اسے پگڑی سے باندھا۔ پھر میں چل پڑا اور آ کر دروازے پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آج رات باہر نہیں نکلوں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ کیا میں نے اسے مار ڈالا ہے۔ جب مرغ نے بانگ دی۔ صبح مرغوں نے اذانیں دینی شروع کیں جس طرح کی مرغے دیتے ہیں، بولنا شروع کیا تو موت کی خبر دینے والا فصیل پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا حجاز والوں کے تاجر کی موت

کی خبر دیتا ہوں۔ تو میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا۔ میں نے کہا نجات، اللہ نے ابورافع کو مار ڈالا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ کو بتایا۔ آپ نے مجھے فرمایا اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا۔ آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا گویا مجھے اس میں کبھی کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی۔ آپؐ کے ہاتھ پھیرنے کے بعد۔ دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عتیکؓ نے بیان کیا کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس لڑکھڑاتا ہوا آیا۔ میں نے کہا جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دو۔ کیونکہ میں نہیں جا سکوں گا جب تک کہ موت کی خبر دینے والے کی آواز نہ سن لوں۔ جب صبح قریب ہوئی موت کی خبر دینے والا چڑھا تو اس نے کہا ابورافع کے مرنے کی خبر دیتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیکؓ کہتے تھے کہ میں اٹھ کر چلنے لگا تو مجھے کوئی تکلیف نہ تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو پالیا قبل اس کے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ پہلے ہی ان کی تکلیف دور ہو گئی تھی، موچ تھی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی رافع... حدیث 4040-4039)

یہ واقعہ امام بخاری نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ عبداللہ بن عتیکؓ نے اکیلے ابورافع کا قتل کیا لیکن ابنِ عُقبہ، ابن اسحاق، محمد بن عُمَر اور ابن سعد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عتیکؓ کے ساتھ تمام ساتھیوں نے مل کر قتل کیا تھا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 105-104 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کا تجزیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی کیا ہے اور اس کو بیان کیا ہے۔ اس کو آپؓ لکھتے ہیں کہ ”جن یہودی رؤساء کی مفسدانہ انگیخت اور اشتعال انگیزی سے 5ھ کے آخر میں مسلمانوں کے خلاف جنگ احزاب کا خطرناک فتنہ برپا ہوا تھا ان میں سے حُیی بن اَخْطب تو بنو قریظہ کے ساتھ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا لیکن سَلَّام بن ابی الحُقَیق جس کی کنیت ابورافع تھی ابھی تک خیبر کے علاقہ میں اسی طرح آزاد اور اپنی فتنہ انگیزی میں مصروف تھا۔ بلکہ احزاب کی ذلت بھری ناکامی اور... بنو قریظہ کے ہولناک انجام نے اس کی عداوت کو اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ اور چونکہ قبائل غطفان کا مسکن خیبر کے قریب تھا اور خیبر کے یہودی اور نجد کے قبائل آپس میں گویا ہمسائے تھے اس لیے اب ابورافع نے جو ایک بہت بڑا تاجر اور امیر کبیر انسان تھا دستور بنا لیا تھا کہ نجد کے وحشی اور جنگجو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں وہ کعب بن اشرف کا پورا پورا مثیل تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس نے غطفانیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حملہ آور ہونے کے لیے اموال کثیر سے امداد دی تھی۔“ بہت زیادہ مال دیا ان کو ”اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ماہ شعبان میں بنو سعد کی طرف سے جو خطرہ مسلمانوں کو پیدا ہوا تھا اور اس کے سدباب کے لیے حضرت علیؓ کی کمان میں ایک فوجی دستہ مدینہ سے روانہ کیا گیا تھا اس کی تہ میں بھی خیبر کے یہودیوں کا ہاتھ تھا جو ابورافع کی قیادت میں یہ سب شرارتیں کر رہے تھے۔ مگر ابورافع نے اسی پر بس نہیں کی۔ اس کی عداوت کی آگ مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ چنانچہ بالآخر اس نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنگ احزاب کی طرح نجد کے قبائل غطفان اور دوسرے قبیلوں کا پھر ایک دورہ کرنا شروع کیا اور انہیں مسلمانوں

کے تباہ کرنے کے لیے ایک لشکر عظیم کی صورت میں جمع کرنا شروع کر دیا۔" جنگ احزاب کے بعد پھر اس نے دوبارہ حملہ کرنے کے لیے ایک اور گروہ بنانا شروع کیا۔

"جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے پھر وہی احزاب والے منظر پھرنے لگ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ خزرج کے بعض انصاری حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب اس فتنہ کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کسی طرح اس فتنہ کے بانی مبانی ابورافع کا خاتمہ کر دیا جائے۔" یہی ایک علاج ہے۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سوچتے ہوئے کہ ملک میں وسیع کشت وخون کی بجائے ایک مفسد اور فتنہ انگیز آدمی کا مارا جانا بہت بہتر ہے ان صحابیوں کو اجازت مرحمت فرمائی اور عبداللہ بن عتیک انصاری کی سرداری میں چار خزرجی صحابیوں کو ابورافع کی طرف روانہ فرمایا مگر چلتے ہوئے تاکید فرمائی کہ دیکھنا کسی عورت یا بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔" دوبارہ تاکید فرمائی تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہاں عورت کو قتل کر دیا۔ "چنانچہ 6ھ کے ماہ رمضان میں یہ پارٹی روانہ ہوئی اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کر کے واپس آ گئی اور اس طرح اس مصیبت کے بادل مدینہ کی فضا سے ٹل گئے۔

اس واقعہ کی تفصیل بخاری میں جس کی روایت اس معاملہ میں صحیح ترین روایت ہے مندرجہ ذیل صورت میں بیان ہوئی ہے۔" جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے انہوں نے اس کو یہاں اپنے انداز میں بیان کیا ہے کہ "براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک پارٹی ابورافع یہودی کی طرف روانہ فرمائی ان پر عبداللہ بن عتیک انصاری کو امیر مقرر فرمایا۔ ابورافع کا یہ قصہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ دیا کرتا تھا اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا اور ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ جب عبداللہ بن عتیک اور ان کے ساتھی ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچے اور سورج غروب ہو گیا تو عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچے اور اس کے قریب اس طرح چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے جیسے کوئی شخص کسی حاجت کے لیے بیٹھا ہو۔ جب قلعہ کا دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ پر آیا تو اس نے عبداللہ کی طرف دیکھ کر آواز دی کہ اے شخص میں قلعہ کا دروازہ بند کرنے لگا ہوں تم نے اندر آنا ہو تو جلد آ جاؤ۔ عبداللہ چادر میں لپٹے لپٹائے جلدی سے دروازہ کے اندر داخل ہو کر ایک طرف کو چھپ گئے۔ اور دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ بند کر کے اور اس کی کنجی ایک قریب کی کھونٹی سے لٹکا کر چلا گیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن عتیک کا اپنا بیان ہے کہ میں اپنی جگہ سے نکلا اور سب سے پہلے میں نے قلعہ کے دروازے کا قفل کھول دیا تاکہ ضرورت کے وقت جلدی اور آسانی کے ساتھ باہر نکلا جا سکے۔ اس وقت ابورافع ایک چوبارے میں تھا۔" اوپر اپنے گھر کے ٹیرس پر تھا، کمرے میں تھا" اور اس کے پاس بہت سے لوگ مجلس جمائے بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور خاموشی ہو گئی تو میں ابورافع کے مکان کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا اور میں نے یہ احتیاط کی کہ جو دروازہ میرے راستے میں آتا تھا اسے میں آگے گزر کر اندر سے بند کر لیتا تھا۔ جب میں ابورافع کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت وہ چراغ بجھا کر سونے کی تیاری میں تھا اور کمرہ بالکل تاریک تھا۔ میں نے آواز دے کر ابورافع کو پکارا۔ جس کے جواب میں اس نے کہا۔ کون ہے؟ بس میں اس آواز کی سمت کا اندازہ کر کے اس کی طرف لپکا اور تلوار کا ایک زور دار

وار کیا مگر اندھیرا بہت تھا اور میں اس وقت گھبرایا ہوا تھا اس لیے تلوار کا وار غلط پڑا اور ابورافع چیخ مار کر چلایا جس پر میں کمرہ سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر کمرہ کے اندر جا کر اپنی آواز کو بدلتے ہوئے پوچھا۔ ابورافع یہ شور کیسا ہوا تھا؟ اس نے میری بدلی ہوئی آواز کو نہ پہچانا اور کہا۔ تیری ماں تجھے کھوئے مجھ پر ابھی ابھی کسی شخص نے تلوار کا وار کیا ہے۔ میں یہ آواز سن کر پھر اس کی طرف لپکا اور تلوار کا وار کیا۔ اس دفعہ وار کاری پڑا مگر وہ مرا پھر بھی نہیں جس پر میں نے اس پر ایک تیسرا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد میں جلدی جلدی دروازے کھولتا ہوا مکان سے باہر نکل آیا، لیکن جب میں سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا تو ابھی چند قدم باقی تھے کہ میں سمجھا کہ میں سب قدم اتر آیا ہوں جس پر میں اندھیرے میں گر گیا۔ ''غلط پاؤں پڑا'' اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی (اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پنڈلی کا جوڑ اتر گیا) مگر میں اسے اپنی پگڑی سے باندھ کر گھسٹتا ہوا باہر نکل گیا، لیکن میں نے اپنے جی میں کہا کہ جب تک ابورافع کے مرنے کا اطمینان نہ ہو جائے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ میں قلعہ کے پاس ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب صبح ہوئی تو قلعہ کے اندر سے کسی کی آواز میرے کان میں آئی کہ ابورافع تاجر حجاز وفات پا گیا ہے۔

اس کے بعد میں اٹھا اور آہستہ آہستہ اپنے ساتھیوں میں آملا اور پھر ہم نے مدینہ میں آکر آنحضرتؐ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ آپؐ نے سارا واقعہ سن کر مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے پاؤں آگے کیا تو آپ نے دعا مانگتے ہوئے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا جس کے بعد میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔

ایک دوسری روایت میں ذکر آتا ہے کہ جب عبداللہ بن عتیک نے ابورافع پر حملہ کیا تو اس کی بیوی نے نہایت زور سے چلانا شروع کیا جس پر مجھے فکر ہوا کہ اس کی چیخ وپکار سن کر کہیں دوسرے لوگ نہ ہوشیار ہو جائیں۔ اس پر میں نے اس کی بیوی پر تلوار اٹھائی مگر پھر یہ یاد کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے میں اس ارادہ سے باز آگیا۔'' یہاں پھر وہی بات کہ عورتوں کو قتل کرنا منع تھا اس لیے میں نے تلوار نہیں اٹھائی حالانکہ بڑی خطرناک حالت میں تھے۔

''**ابورافع کے قتل کے جواز کے** متعلق ہمیں اس جگہ کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

ابورافع کی خون آشام کارروائیاں تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہیں... اصولاً اس قدر یاد رکھنا چاہیے کہ:۔

1۔ اس وقت مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں چاروں طرف سے مصیبت میں مبتلا تھے اور ہر طرف مخالفت کی آگ شعلہ زن تھی۔ اور گویا سارا ملک مسلمانوں کو مٹانے کے لیے متحد ہو رہا تھا۔

2۔ ایسے نازک وقت میں ابورافع اس آگ پر تیل ڈال رہا تھا جو مسلمانوں کے خلاف مشتعل تھی اور اپنے اثر اور رسوخ اور دولت سے عرب کے مختلف قبائل کو اسلام کے خلاف ابھار رہا تھا اور اس بات کی تیاری کر رہا تھا کہ غزوہ احزاب کی طرح عرب کے وحشی قبائل پھر متحد ہو کر مدینہ پر دھاوا بول دیں۔

3۔ عرب میں اس وقت کوئی حکومت نہیں تھی کہ جس کے ذریعہ دادرسی چاہی جاتی بلکہ ہر قبیلہ اپنی جگہ آزاد اور خود مختار تھا۔ پس سوائے اس کے کہ اپنی حفاظت کے لیے خود کوئی تدبیر کی جاتی اور کوئی صورت نہیں تھی۔

4۔ یہودی لوگ پہلے سے اسلام کے خلاف برسرپیکار تھے اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ کی

حالت قائم تھی۔

5۔ اس وقت ایسے حالات تھے کہ اگر کھلے طور پر یہود کے خلاف فوج کشی کی جاتی تو اس سے جان اور مال کا بہت نقصان ہوتا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ جنگ کی آگ وسیع ہو کر ملک میں عالمگیر تباہی کا رنگ نہ پیدا کر دے۔

ان حالات میں صحابہؓ نے جو کچھ کیا وہ بالکل درست اور بجا تھا اور حالت جنگ میں جبکہ ایک قوم موت وحیات کے ماحول میں سے گزر رہی ہو اس قسم کی تدابیر بالکل جائز سمجھی جاتی ہیں اور ہر قوم اور ہر ملت انہیں حسبِ ضرورت ہر زمانہ میں اختیار کرتی رہی ہے مگر افسوس ہے کہ موجودہ اخلاقی پستی کے زمانے میں مجرم کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ اس ناجائز حد تک پہنچ گیا ہے کہ ایک ظالم بھی ہیرو بن جاتا ہے۔ ''آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں ظالم بھی ہیرو بنا ہوا ہے ''اور وہ سزا جو وہ اپنے جرموں کی وجہ سے پاتا ہے عوام کی ہمدردی کی جاذب ہونے لگتی ہے۔ ''ظالم کو بھی اگر سزا دی جائے یا سزا کے لیے کہا جائے تو اس سے عوام کی ہمدردی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے یا خود غرض لوگوں کی ہمدردی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ ''اور اس کے جرم لوگوں کو بھول جاتے ہیں مگر اسلام کے متعلق ہمیں اعتراف ہے کہ وہ ان جھوٹے جذبات کا مذہب نہیں ہے۔ وہ مجرم کو مجرم قرار دیتا ہے اور اس کی سزا کو ملک اور سوسائٹی کے لیے رحمت سمجھتا ہے۔ وہ ایک سڑے ہوئے عضو کو جسم سے کاٹ دینے کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ ایک متعفن عضو اچھے اور تندرست اعضا کو خراب کر دے۔

باقی رہا طریق سزا کا سوال سو اس کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ عرب کے اس وقت کے حالات کے ماتحت اور اس حالتِ جنگ کے پیش نظر جو اس وقت مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان قائم تھی جو طریق اختیار کیا گیا امن عامہ کے لحاظ سے وہی بہتر اور مناسب تھا... عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی کے شفا پانے کے متعلق بخاری کی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آیا یہ شفا خارق عادت رنگ میں فوری طور پر وقوع میں آگئی تھی یا یہ کہ آہستہ آہستہ اپنے طبعی کورس کو پورا کر کے ظاہر ہوئی۔ مؤخر الذکر صورت میں یہ ایک عام واقعہ سمجھا جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر صرف اس قدر متصور ہو گا کہ آپؐ کی دعا کی برکت سے اس چوٹ نے کوئی مستقل اثر نہیں چھوڑا اور کوئی خراب نتیجہ نہیں نکلا بلکہ عبداللہ کی پنڈلی نے بالآخر اپنی اصلی اور پوری طاقت حاصل کر لی اور چوٹ کا اثر کلیۃً زائل ہو گیا لیکن اگر یہ شفا خارق عادت رنگ میں فوری طور پر وقوع میں آئی تھی تو یقیناً یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کا کرشمہ تھا جو اس نے اپنے رسولؐ کی دعا اور برکت کے نتیجہ میں ظاہر فرمایا۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 721 تا 725)

بہر حال یہ اس کے واقعات تھے۔ اس کے اَور واقعات بھی ہیں جو ان شاء اللہ آئندہ

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 31 / جنوری 2025ء جلد 32 شمارہ 27 صفحہ 02 تا 06)

3

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 17 / جنوری 2025ء بمطابق 17 / صلح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن سرایا کا ذکر ہو گا ان **میں سے ایک سریّہ عبداللہ بن رواحہ جو** اُسَیر بن رِزَام کی طرف ہے اس کا ذکر پہلے ہو گا۔ عبداللہ بن رواحہ کا یہ سریہ شوال 6 ہجری میں اُسَیر یا یُسَیر بن رِزَام کی طرف خیبر میں ہوا۔ تفصیل میں بیان ہوا ہے کہ جب ابورافع سَلَّام بن ابی حقیق کو قتل کیا گیا تو یہودیوں نے اُسَیر بن رِزَام کو اپنا امیر مقرر کیا۔ وہ یہود میں کھڑا ہو کر خطاب کرنے لگا کہ اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی یہود میں سے کسی طرف چلے یا اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھیجا تو جس بات کا ارادہ کیا اس میں کامیاب ہو گئے لیکن میں وہ کام کروں گا جو میرے ساتھیوں میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا۔ یہود نے پوچھا کہ تمہارا کیا کرنے کا ارادہ ہے؟ اُسَیر بن رِزَام کہنے لگا۔ میں قبیلہ غَطَفَان کی طرف جاتا ہوں اور ان کو اکٹھا کرتا ہوں اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل کر ان کے گھر میں گھس جائیں گے۔ جب بھی کوئی اپنے دشمن کے گھر میں آ کر حملہ کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔ تو یہود نے کہا کہ تمہارا خیال بہت اچھا ہے۔ چنانچہ وہ غَطَفَان اور دیگر قبائل کی طرف چلا گیا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کرنے لگا۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی حقیقت واضح کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن رَوَاحہؓ کو تین آدمیوں کے ساتھ ماہ رمضان میں خفیہ طور پر بھیجا۔

(سبل الھدیٰ جلد 6 صفحہ 111 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات سے اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اپنے ایک انصاری صحابی عبداللہ بن رواحہؓ کو تین دوسرے صحابیوں کی معیت میں خیبر کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں تاکید فرمائی کہ خفیہ خفیہ جائیں اور سارے حالات معلوم کر کے جلد تر واپس آ جائیں۔ چنانچہ عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کے ساتھی گئے اور خفیہ خفیہ تمام حالات اور کوائف کا پتہ لے کر اور یہ تصدیق کر کے کہ یہ خبریں درست ہیں واپس آ گئے۔ بلکہ عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایسی ہوشیاری سے کام لیا کہ خیبر کے قلعوں کے آس پاس گھوم کر اور اُسَیر بن رِزَام کی مجلس گاہوں کے پاس پہنچ کر خود اُسَیر اور اس کے ساتھیوں کی زبانی یہ سن لیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ یہ تدبیریں کر رہے ہیں۔ انہی دنوں میں ایک غیر مسلم شخص خارجہ بن حُسَیل اتفاقاً خیبر کی طرف سے مدینہ میں آیا اور اس نے بھی عبداللہ بن رواحہؓ کی تصدیق کی اور کہا کہ میں اُسَیر کو ایسی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ

مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لاؤلشکر کو جمع کر رہا تھا۔

اس تصدیق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کی امارت میں تیس صحابہ کی ایک پارٹی خیبر کی طرف روانہ فرمائی اور گو روایات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پارٹی کو کیا ہدایات دے کر روانہ فرمایا تھا مگر اس گفت وشنید سے جو خیبر میں عبداللہ بن رَوَاحَہؓ اور اُسَیر بن رِزَام میں ہوئی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ اُسَیر کو مدینہ میں بلا کر اس کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ کیا جائے جس سے اس فتنہ انگیزی کا سلسلہ رک جائے اور ملک میں امن وامان کی صورت پیدا ہو۔ اس خواہش میں آپؐ اس حد تک تیار تھے کہ اگر اُسَیر کو خیبر کے علاقہ کا امیر تک تسلیم کرنا پڑے تو تسلیم کر لیا جائے بشرطیکہ آئندہ کے لیے وہ مسلمانوں کے خلاف اپنی فتنہ انگیزی سے باز آجائے۔

جب عبداللہ بن رواحہؓ کی پارٹی خیبر میں پہنچی تو سب سے پہلے انہوں نے اُسَیر بن رِزَام سے دوران گفتگو کے لیے امن وامان کا عہد لیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت خطرہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ مسلمان سمجھتے تھے کہ کہیں اس گفت وشنید کے درمیان ہی اُسَیر کی طرف سے کوئی غداری کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ اُسَیر نے اقرار کیا کہ ایسا نہیں ہوگا "ٹھیک ہے معاہدہ کرتا ہوں۔ "مگر ساتھ ہی اپنی شرم رکھنے کے لیے اسی قسم کا عہد عبداللہ بن رواحہؓ سے بھی لیا" کہ وہ بھی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ "مگر عبداللہ بن رواحہؓ کی طرف سے اس معاملہ میں پہل ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اصل خطرہ کس کی طرف سے تھا۔ بہرحال اس قول وقرار کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے اُسَیر سے گفتگو شروع کی جس کا مآل یہ تھا" مقصد اس کا یہ تھا "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ ایک امن وامان کا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ آپس کی جنگ رک جائے اور اس کے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ تم خود مدینہ میں چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ بات کرو۔ اگر اس قسم کا معاہدہ ہو گیا تو مَیں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہؐ تمہارے ساتھ احسان کا معاملہ کریں گے اور ممکن ہے کہ تمہیں خیبر کا باقاعدہ رئیس تسلیم کر لیا جائے۔ اُسَیر کو جو سخت جاہ طلب تھا یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے دل میں کوئی اَور نیت مخفی ہو یہ تجویز پسند آئی اور کم از کم اس نے یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ تجویز پسند ہے مگر ساتھ ہی اس نے خیبر کے یہودی عمائد کو جمع کر کے ان سے مشورہ مانگا کہ مسلمانوں کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی ہے اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ یہود نے جو اسلام کے خلاف عامیانہ عداوت میں اندھے ہو رہے تھے عام طور پر اس تجویز کی مخالفت کی اور اُسَیر کو اس ارادے سے باز رکھنے کی غرض سے کہا کہ ہمیں امید نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں خیبر کا امیر تسلیم کریں۔ مگر اُسَیر جو حالات سے زیادہ واقف تھا اپنی بات پر قائم رہا اور کہنے لگا 'تم نہیں جانتے محمدؐ اس جنگ سے تنگ آیا ہوا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ جس طرح ہو اس لڑائی کا سلسلہ رک جائے'۔

الغرض اُسَیر بنِ رزَام عبداللہ بن رَوَاحَہؓ کی پارٹی کے ساتھ مدینہ چلنے کے لیے تیار ہو گیا اور عبداللہ بن رواحہؓ کی طرح خود اس نے بھی تیس یہودی اپنے ساتھ لے لیے۔ جب یہ دونوں پارٹیاں خیبر سے نکل کر ایک مقام قَرْقَرَہ میں پہنچیں جو خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ تو اُسَیر کی نیت بدل گئی یا اگر اس کی نیت پہلے سے خراب تھی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ اس کے اظہار کا وقت آگیا۔ چنانچہ اس نے باتیں کرتے کرتے بڑی ہوشیاری

کے ساتھ مسلمانوں کی پارٹی کے ایک معزز فرد عبداللہ بن اُنَیس انصاریؓ کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عبداللہ فوراً تاڑ گئے کہ اس بدبخت کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جھٹ اپنی اونٹنی کو ایڑ لگا کر اسے آگے کر لیا اور پھر اُسَیر کی طرف گھوم کر آواز دی کہ 'اے دشمن خدا! کیا تم ہمارے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہو؟' عبداللہ بن اُنَیسؓ نے دو دفعہ یہ الفاظ دہرائے۔ مگر اُسَیر نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اس نے اپنی کوئی بریت کی بلکہ وہ سامنے سے جنگ کے لیے تیار تھا۔ یہ غالباً یہودیوں میں پہلے سے مقرر شدہ اشارہ تھا کہ ایسا موقع آئے تو سب مل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ اسی جگہ عین راستہ میں مسلمانوں اور یہودیوں میں تلوار چل گئی۔" جنگ شروع ہو گئی۔ "اور گو دونوں پارٹیاں تعداد میں برابر تھیں اور یہودی لوگ پہلے سے ذہنی طور پر تیار تھے اور مسلمان بالکل بے ارادہ تھے۔" جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا ان کا۔ "مگر خدا کا ایسا فضل ہوا کہ بعض مسلمان زخمی تو بیشک ہوئے مگر ان میں سے کسی جان کا نقصان نہیں ہوا لیکن دوسری طرف سارے یہودی اپنی غداری کا مزا چکھتے ہوئے خاک میں مل گئے۔ جب صحابہ کی یہ پارٹی مدینہ میں واپس پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع ہوئی تو آپؐ نے مسلمانوں کے صحیح سلامت بچ جانے پر خدا کا شکر کیا اور فرمایا قَدْ نَجَاكُمُ اللّٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ 'شکر کرو کہ خدا نے تمہیں اس ظالم پارٹی سے نجات دی۔' اس واقعہ کے متعلق بعض مسیحی مؤرخین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ گویا عبداللہ بن رواحہؓ کی پارٹی اُسَیر وغیرہ کو خیبر سے اسی نیت سے نکال کر لائی تھی کہ رستہ میں موقع پا کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ مگر یہ اعتراض مغربی سینہ زوری کے ایک ناگوار مظاہرہ کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔" جو چاہے ان کے دل میں وہ اسلام پہ اعتراض کرنے والے کہہ دیتے ہیں۔ "کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تاریخ میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمان اس نیت سے وہاں گئے تھے بلکہ غور کیا جاوے تو قطع نظر دوسرے شواہد کے صرف عبداللہ بن اُنَیسؓ کے یہ الفاظ ہی کہ 'اے دشمن خدا! کیا غداری کی نیت ہے؟' اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کہ 'شکر کرو کہ خدا نے تمہیں اس ظالم پارٹی سے نجات دی۔' اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ مسلمانوں کی نیت بالکل صاف اور پرامن تھی اور جو کچھ ہوا وہ محض اس غداری کا نتیجہ تھا جو یہودی لوگ حسب عادت مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہتے تھے مگر جسے خدا نے اپنے فضل سے خود انہی پر الٹا دیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 739 تا 741)

بہرحال یہ انجام ہوا اس سریہ کا۔

پھر سریہ عمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ ہے۔ یہ ابوسفیان کی طرف گیا تھا۔ ابن ہشام، ابن کثیر اور طبری وغیرہ نے اس سریہ کو 4 ہجری کے ضمن میں واقعہ رجیع کے بعد بیان کیا ہے لیکن ابن سعد نے اس سریہ کو 6 ہجری کے سرایا کے ذیل میں بیان کیا ہے اور زرقانی نے بھی ابن سعد کو ترجیح دیتے ہوئے 6 ہجری کے ذیل میں اس سریہ کو بیان کیا ہے۔ (ماخوذ از السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 885 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 135 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 79 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 72-71 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (زرقانی جلد 3 صفحہ 166 تا 169 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں اس سریہ کو 6 ہجری میں بیان کیا ہے اور

تفصیل میں لکھا ہے کہ ”اس سریہ کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن ہشام اور طبری اسے 4ھ میں بیان کرتے ہیں مگر ابن سعد نے اسے 6ھ میں لکھا ہے اور علامہ قَسْطَلَانِی اور زُرْقَانِی نے ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا“ لکھتے ہیں کہ ”میں نے بھی اسے 6ھ میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن سعد کی روایت کے مفہوم کی تائید بیہقی نے بھی کی ہے مگر اس میں اس واقعہ کے زمانہ کا پتہ نہیں چلتا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 743)

اس سریہ کی تفصیل یوں ہے کہ ابوسفیان نے قریش کے چند آدمیوں کو کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچانک قتل کر دے جب وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہوں۔ چنانچہ ابوسفیان کے پاس بادیہ نشینوں میں سے ایک آدمی ان کے گھر آیا اور اس نے کہا کہ تُو مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ مضبوط دل والا پائے گا۔ میری گرفت ان سے زیادہ سخت ہے اور میں سب سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ اگر تُو میری مدد کرے تو میں ان کی طرف جاؤں گا یہاں تک کہ اچانک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دوں اور میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پَر کی طرح ہے۔ اس سے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کروں گا پھر میں کسی قافلے میں مل جاؤں گا اور بھاگ کر اس قوم سے آگے بڑھ جاؤں گا کیونکہ راستہ کا میں بہت ماہر ہوں۔ ابوسفیان نے کہا تُو ہی ہمارا ساتھی ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے اس کو اونٹ اور زادِ راہ دیا اور کہا اپنے کام کو پوشیدہ رکھنا۔ وہ رات کو نکلا اور اپنی سواری پر پانچ دن چلتا رہا اور چھٹی صبح وہ حرّہ میں پہنچا۔ حَرَّہ سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور مدینہ دو حَرَّوں کے درمیان تھا۔ ایک مشرقی حَرَّہ اور ایک مغربی حَرَّہ۔ بہرحال پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مدینہ پہنچ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھنے لگا یہاں تک کہ اس کو آپ کے متعلق بتایا گیا تو اس نے اپنی سواری کو باندھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی مسجد میں تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: یقیناً اس آدمی کا دھوکہ دینے کا ارادہ ہے۔ پہچان گئے اس کی حالت سے اور اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادے کے درمیان میں حائل ہے۔

چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے چلا تو اُسَید بن حُضَیرؓ نے اس کو اس کی چادر کے اندر والے کنارے سے پکڑ کر کھینچا تو اچانک اس کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا اور وہ پکارنے لگا میرا خون میرا خون یعنی میری جان بخشی کر دو۔ پکڑا گیا۔ حضرت اُسَیدؓ نے اس کو گردن سے پکڑا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں امان طلب کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ اس نے اپنا کام اور جو کچھ ابوسفیان نے اس کے لیے مقرر کیا بتایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور اس شفقت پہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے نہیں ڈرتا تھا لیکن جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میری عقل چلی گئی اور میرا دل کمزور ہو گیا۔ پھر میں اپنے اس ارادے پر آگاہ ہوا جو میرا عزم تھا جس کے بارے میں کئی سوار کوشش کر چکے تھے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا۔ میں نے جان لیا کہ آپؐ کی حفاظت کی گئی ہے اور یقیناً آپؐ حق پر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ آپؐ کی حفاظت کرتا ہے اور ابوسفیان کا لشکر شیطان کا لشکر ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسکرانے لگے۔ پھر وہ آدمی چند دن ٹھہرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد اس آدمی کا کوئی ذکر نہیں سنا گیا۔ تاریخ میں بعد میں اس کا ذکر نہیں آتا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 123 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 102-101 زوار اکیڈمی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَمرو بن امیہ اور سَلَمہ بن اسلم کو ابوسفیان بن حرب کی طرف بھیجا اور فرمایا اگر تم دونوں اس کو غفلت کی حالت میں پاؤ تو اس کو قتل کر دینا۔

وہ یہ ارادے کر رہا ہے تو پھر ٹھیک ہے اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے تا کہ یہ جھگڑا ختم ہو۔ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ کے ساتھ جبار بن صَخر انصاری کو بھیجا تھا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 885 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 72 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پس یہ دونوں وہاں سے چلے یہاں تک کہ مکہ کے قریب پہنچ گئے اور ان دونوں نے اپنے دونوں اونٹوں کو یَاجج کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں چھپا دیا جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھی۔ پھر رات کو مکہ میں داخل ہوئے۔ جَبَّار یا سَلَمہ نے عمرو کو کہا کاش کہ ہم بیت اللہ کا طواف کر لیتے اور دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ عمرو نے کہا یہ لوگ جب رات کا کھانا کھا لیتے ہیں تو اپنے صحنوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر وہ مجھے دیکھیں گے تو پہچان لیں گے۔ میں مکّہ میں سفید اور سیاہ گھوڑے سے بھی زیادہ مشہور ہوں یعنی مجھے بہت لوگ جانتے ہیں۔ ان کو میری پہچان ہے۔ عمرو کے ساتھی نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ ان شاء اللہ ہم جائیں گے۔ عمرو نے بیان کیا کہ اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تو پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی۔ چلے گئے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم ابوسفیان کا ارادہ کر کے نکلے۔ جس مقصد کے لیے آئے تھے اُسے پورا کرنے کے لیے نکلے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم مکہ میں چل رہے تھے کہ اچانک مکہ والوں میں سے ایک آدمی نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان تھا جس نے پہچانا تھا تو معاویہ نے کہا اللہ کی قسم! عمرو بن امیہ کسی شر کے لیے ہی آیا ہے۔ اس نے قریش کو بتا دیا۔ چنانچہ وہ عمرو سے خوفزدہ ہو گئے۔ قریش کو جب پتہ لگا تو خوفزدہ ہوئے اور تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے۔

عمرو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ جلدی بھاگ چلو۔ چنانچہ ہم نکل کر تیزی سے دوڑنے لگے یہاں تک کہ ہم ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہ ہماری تلاش میں نکلے اور ہم پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ وہ ہم سے مایوس ہو گئے تو ہم واپس آئے اور پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گئے۔ ہم نے اس میں رات گزاری اور ہم نے پتھر لیے اور اپنے ارد گرد ترتیب سے جوڑ لیے۔ جب صبح ہوئی تو ہمارے پاس قریش کا ایک آدمی آیا۔ وہاں دیکھا کہ قریش کا ایک آدمی پھر رہا تھا۔ ابن سعد کے نزدیک وہ عبید اللہ بن مالک بن عُبَید اللہ تَیمی تھا۔ لیکن ابن اسحاق کے نزدیک وہ عثمان بن مالک یا عبد اللہ تھا۔ بہر حال کہتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑے کو ہانک رہا تھا۔ وہ ہمارے پاس غار کے ارد گرد تھا اور ہم غار میں تھے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا تو یہ چیخ پڑے گا اور ہم پکڑے جائیں گے اور قتل کر دیے جائیں گے یعنی وہ کفار کو بلا لے گا۔ کہتے ہیں میرے پاس خنجر تھا جو میں نے ابوسفیان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ میں نے نکل کر اس کے سینے پر ایک وار کیا۔ وہ چیخا تو اہلِ مکہ نے اس کی آواز

سن لی۔ میں واپس لوٹ آیا اور غار میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے پاس تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے اور وہ زندگی کے آخری لمحات میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کس نے مارا تھا تو اس نے کہا عمرو بن امیہ نے اور اس پر موت غالب آ گئی اور وہ اسی جگہ پر مر گیا اور ہماری جگہ نہ بتا سکا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اس کو پایا تو اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ مکہ والوں کو ہماری جگہ بتا سکتا۔ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ تُو اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔ اب تم اپنے اونٹ کے پاس جاؤ اور اس پر بیٹھ کر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ عمرو بن امیہ کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد میں چلا یہاں تک کہ ضَجنَان پہنچ گیا۔ ضَجنان مکہ سے ایک بَرِید یعنی بارہ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ تھا۔ کہتے ہیں پھر میں نے ایک پہاڑ کی طرف پناہ لی اور ایک غار میں داخل ہو گیا۔ عمرو کہتے ہیں پھر میں وہاں سے نکلا یہاں تک کہ عَرْج میں آ گیا۔ عَرْج بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی تھی جہاں قافلے ٹھہرتے تھے۔ پھر میں سواری پر سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ جب میں نَقِیع میں پہنچا۔ نقیع مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پہ ایک جگہ تھی۔ ابن ہشام کی سیرت میں یہ فاصلہ لکھا ہوا ہے۔

تو قریش کے مشرکین میں سے دو آدمی مدینہ کی طرف آ رہے تھے جن کو قریش نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا کہ وہ دیکھیں اور حالات و واقعات کی جستجو کریں۔ مَیں نے ان دونوں کو کہا تم اپنے آپ کو قیدی بنانے کے لیے میرے حوالے کر دو۔ ان دونوں نے انکار کر دیا۔ مَیں نے ان دونوں میں سے ایک کو تیر مار کر قتل کر دیا اور دوسرے نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ میں اس کو باندھ کر مدینہ لے کر آیا۔ حوالے اسی طرح نہیں ہو گیا بلکہ دونوں کی وہاں جنگ ہوئی تھی، تیر اندازی ہوئی تھی آپس میں۔ بہرحال عَمرو بنِ اُمَیَّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حالات و واقعات بتانے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَمرو بنِ اُمَیَّہ کے لیے خیر کی دعا کی۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ جلد 6 صفحہ 123 تا 125 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 319، 176، 198 زوار اکیڈمی کراچی)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 228 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 886 حاشیہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سریہ کے سال کے بارے میں بعض مختلف روایات ہیں۔ ابن ہشام، ابن کثیر اور طبری وغیرہ نے اس سریہ کو 4 ہجری میں بیان کرتے ہوئے اس ضمن میں حضرت خُبَیب بن عَدِی کی لاش کو لکڑی سے اتارنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت خُبَیب واقعہ رجیع میں قید ہو کر مکہ میں فروخت کئے گئے تھے اور قریش نے ان کو لکڑی پر باندھ کر شہید کیا تھا لیکن ابنِ سعد نے عَمرو بنِ اُمَیَّہ کے سَرِیَّہ کے ضمن میں لاش کو لکڑی سے اتارنے کا ذکر نہیں کیا اور ابنِ سعد کی روایت اس بارے میں زیادہ بہتر لگتی ہے کیونکہ حضرت خُبَیبؓ کی لاش کے اتارنے کے لیے ایک اَور پارٹی کے جانے کا ذکر کتب میں علیحدہ ملتا ہے۔ زرقانی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے اور عَمرو بنِ اُمَیَّہ کے سریہ کے آخر میں لکھا ہے کہ خُبَیب بن عدی کی لاش کے اتارنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زُبیرؓ اور مقداد کو بھیجا تھا۔

(ماخوذ از شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 169 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی جو لکھا ہے اس میں عمرو بن امیہ کے اس سَریّے کے ضمن میں خُبَیب بن عدی کی لاش کو لکڑی سے اتارنے والے واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی تفصیل اس طرح آپ نے لکھی ہے کہ ”غزوہ احزاب کی ذلت بھری ناکامی کی یاد نے قریش مکہ کے تن بدن میں آگ لگا رکھی تھی اور طبعاً یہ قلبی آگ زیادہ تر ابوسفیان کے حصہ میں آئی تھی جو مکہ کا رئیس تھا اور احزاب کی مہم میں خاص طور پر ذلت کی مار کھا چکا تھا۔ کچھ عرصہ تک ابوسفیان اس آگ میں اندر ہی اندر جلتا رہا مگر بالآخر معاملہ اس کی برداشت سے نکل گیا اور اس آگ کے مخفی شعلے باہر آنے شروع ہو گئے۔ طبعاً کفار کی سب سے زیادہ عداوت بلکہ درحقیقت اصل عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھی۔ اس لیے اب ابوسفیان اس خیال میں پڑ گیا کہ جب ظاہری تدبیروں اور حیلوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کیوں کسی مخفی تدبیر سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات آپؐ بالکل بے حفاظتی کی حالت میں ادھر ادھر آتے جاتے۔ شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے۔ مسجد میں روزانہ کم از کم پانچ وقت نمازوں کے لیے تشریف لاتے اور سفروں میں بالکل بے تکلفانہ اور آزادانہ طور پر رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اچھا موقع کسی کرایہ دار قاتل کے لیے کیا ہو سکتا تھا؟ یہ خیال آنا تھا کہ ابوسفیان نے اندر ہی اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پختہ کرنی شروع کر دی۔

جب وہ پورے عزم کے ساتھ اس ارادے پر جم گیا تو اس نے ایک دن موقع پاکر اپنے مطلب کے چند قریشی نوجوانوں سے کہا کہ ’کیا تم میں سے کوئی ایسا جوانمرد نہیں جو مدینہ میں جاکر خفیہ خفیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے؟ تم جانتے ہو کہ محمد کھلے طور پر مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔‘ ان نوجوانوں نے اس خیال کو سنا اور لے اڑے۔“ ان کو یہ پسند آیا۔ ”ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بدوی نوجوان ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا ’میں نے آپ کی تجویز سنی ہے اور میں اس کے لیے حاضر ہوں۔‘ جس طرح پہلے یہ واقعہ بیان ہوا۔ اس واقعہ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ”میں ایک مضبوط دل والا اور پختہ کار انسان ہوں جس کی گرفت سخت اور حملہ فوری ہوتا ہے۔ اگر آپ مجھے اس کام کے لیے مقرر کر کے میری مدد کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی غرض سے جانے کے لیے تیار ہوں اور میرے پاس ایک ایسا خنجر ہے جو شکاری گدھ کے مخفی پروں کی طرح رہے گا۔ سو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کروں گا اور پھر بھاگ کر کسی قافلہ میں مل جُل جاؤں گا اور مسلمان مجھے پکڑ نہیں سکیں گے۔“ وہی واقعہ جو پہلے بیان ہوا ہے۔ اسی کو اس نے بیان کیا ہے اور آپ نے بھی اس کو دوبارہ لکھا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ ”اور میں مدینہ کے رستہ کا بھی خوب ماہر ہوں۔ ابوسفیان نے کہا۔ ’بس بس تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔‘ اس کے بعد ابوسفیان نے اسے ایک تیز رو اونٹنی اور زادِراہ وغیرہ دے کر رخصت کیا اور تاکید کی کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

مکہ سے رخصت ہو کر یہ شخص دن کو چھپتا ہوا اور رات کو سفر کرتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور چھٹے دن مدینہ پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لیتے ہوئے سیدھا قبیلہ بنی عبدالاشہل کی مسجد میں پہنچا۔

جہاں آپؐ اس وقت تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چونکہ ان ایام میں نئے سے نئے آدمی مدینہ میں آتے رہتے تھے اس لیے کسی مسلمان کو اس کے متعلق شبہ نہیں ہوا۔ مگر جونہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا "مسجد میں تشریف لے گئے تھے" آپؐ نے فرمایا یہ شخص کسی بری نیت سے آیا ہے۔ وہ یہ الفاظ سن کر اور بھی تیزی کے ساتھ آپؐ کی طرف بڑھا مگر ایک انصاری رئیس اُسَید بن حُضَیرؓ فوراً لپک کر اس کے ساتھ لپٹ گئے اور اس جدوجہد میں ان کا ہاتھ اس کی چھپی ہوئی خنجر پر جا پڑا جس پر وہ گھبرا کر بولا میرا خون میرا خون۔" یہاں انہوں نے مزید تفصیل لکھی ہے کہ صرف چادر نہیں کھینچی تھی بلکہ باقاعدہ آپ نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ سے پھر اس کا خنجر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بہرحال اس نے پھر یہ آواز بلند کی کہ بخش دو مجھے۔ "جب اسے مغلوب کر لیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ 'سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟' اس نے کہا میری جان بخشی کی جائے تو میں بتا دوں گا..." پھر اس نے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ساری کہانی سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ ٹھیک ہے تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا" اور یہ بھی بتایا کہ ابوسفیان نے اس سے اس اس قدر انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ شخص چند دن تک مدینہ میں ٹھہرا اور پھر اپنی خوشی سے مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان کی اس خونی سازش نے اس بات کو آگے سے بھی زیادہ ضروری کر دیا کہ مکہ والوں کے ارادے اور نیت سے آگاہی رکھی جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے دو صحابی عمرو بن امیہ ضَمْرِی اور سلمہ بن اسلم کو مکہ کی طرف روانہ فرمایا اور ابوسفیان کی اس سازش قتل اور اس کی سابقہ خون آشام کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے انہیں اجازت دی کہ اگر موقع پائیں تو بیشک اسلام کے اس حربی دشمن کا خاتمہ کر دیں مگر جب امیہ اور ان کا ساتھی مکہ میں پہنچے تو قریش ہوشیار ہو گئے اور یہ دو صحابی اپنی جان بچا کر مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ راستہ میں انہیں قریش کے دو جاسوس مل گئے جنہیں رؤساء قریش نے مسلمانوں کی حرکات و سکنات کا پتہ لینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ تدبیر بھی قریش کی کسی اور خونی سازش کا پیش خیمہ ہو مگر خدا کا فضل ہوا کہ امیہ اور سلمہ کو ان کی جاسوسی کا پتہ چل گیا جس پر انہوں نے ان جاسوسوں پر حملہ کر کے انہیں قید کر لینا چاہا مگر انہوں نے سامنے سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں ایک جاسوس تو مارا گیا اور دوسرے کو قید کر کے وہ اپنے ساتھ مدینہ میں واپس لے آئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 741 تا 743)

باقی انشاء اللہ آئندہ۔

پاکستان کے حالات کے لیے میں دعا کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ اس میں تو اَب بعض دفعہ بہت زیادہ شدت آ جاتی ہے اور انتظامیہ اور حکومت بھی لگتا ہے کہ شدت پسند مولویوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ پہلے تو یہ خبریں ہی آتی تھیں کہ مسجد کا منارہ گرا دیا یا محراب گرا دی۔ ان کو یہ اعتراض تھا لیکن اب ڈسکہ میں کل انہوں نے سڑک بنانے کے بہانے پہلے نوٹس بھیجا کہ اتنی جگہ ہم لیں گے اور وہاں بلڈوزر پھیر کے جگہ صاف کریں گے اس سے مسجد کا تھوڑا سا حصہ غسل خانے وغیرہ آتے تھے لیکن جب بلڈوزر لے کر آئے تو انہوں

نے مولویوں کے کہنے پر ساری مسجد کو مسمار کر دیا اور شہید کر دیا۔ یہ مسجد پرانی بنی ہوئی ہے۔ پارٹیشن سے پہلے کی بنی ہوئی تھی اور حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے شاید بنوائی تھی۔ بہرحال یہ آجکل اب اس حد تک بڑھ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کی جلد پکڑ کے سامان پیدا فرمائے اور ان کے مکر ان لوگوں پر الٹائے۔ اس لیے احمدیوں کو خاص طور پہ پاکستان کے احمدیوں کو بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس طرف توجہ دیں۔

اسی طرح فلسطین کے بارے میں بھی جو معاہدہ ہو رہا ہے کبھی کہتے ہیں ہو گیا کبھی کہا جاتا ہے نہیں ہوا۔ معاہدے کے بعد پھر واقعات ہو رہے ہیں۔ تو اس بات پہ بعض لوگ بے جا خوشی کا اظہار کرنے لگ گئے ہیں لیکن ان کو سمجھنا چاہیے کہ دجالی طاقتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں اس لیے اتنی زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں ہے، ان کے لیے بھی دعاؤں کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کو عقل سے کام لے کر اپنے حق حاصل کرنے کی طرف بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو بھی اس کی عقل دے۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کروں گا اور بعد میں جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کا یہ ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کے ناظر دیوان تھے۔ یہ گیارہ جنوری کو ستتر سال کی عمر میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے پیدائشی احمدی تھے اور ان کے دادا شیخ محمد دین صاحب نے 1938ء میں بیعت کی تھی۔ کتھانگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے ان کا تعلق تھا۔

شیخ مبارک صاحب نے بی اے بی ایڈ تعلیم حاصل کرنے کے بعد 66ء سے 81ء تک تقریباً پندرہ سال بطور استاد تعلیم الاسلام ہائی سکول خدمت کی۔ بعد میں جب 73ء میں سکول نیشنلائزڈ ہو گئے تھے تو اس کے بعد پھر انہوں نے بعض دوسرے سکولوں میں بھی حکومت کی سروس کی۔ تدریس کے فرائض انجام دیے اور بہرحال چالیس سال تک ان کا جماعت کی خدمت کا عرصہ ہے۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں انہوں نے وقف کو پیش کیا۔

1982ء میں انہوں نے وقف قبول فرمایا ان کا اور پھر 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صد سالہ جوبلی میں ان کو نائب وکیل کے طور پر تعینات فرمایا۔ پھر نائب وکیل المال کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ ایڈیشنل ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ کی توفیق ملی۔ پھر ناظر بیت المال کے طور پہ بھی انہوں نے کام کیا۔ پھر اس کے بعد ناظر دیوان کے طور پر، ناظر رشتہ ناطہ کے طور پر ایک لمبا عرصہ ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور اسی طرح ذیلی تنظیموں میں انصار اللہ کے مختلف عہدوں پر قائد اور خدام الاحمدیہ کے مہتمم رہے۔

حسان محمود صاحب ان کے بھانجے اور داماد ہیں، مربی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق رکھنا اور مالی معاملات میں دخل نہیں دینا۔ یہ نصیحت کیا کرتے تھے مربیان کو۔ کہتے ہیں

کہ نمازوں کا خصوصی اہتمام کرتے۔ آخری عمر تک نمازوں کی ادائیگی مسجد میں جاکے ادا کرنے کی کوشش کرتے اور ہمیشہ جماعتی اور نجی محفلوں میں خلافت سے اپنا تعلق رکھنے کی تاکید کرتے اور ہمیشہ یہ دعا کرتے کہ میری اولاد کو بھی خلافت سے جوڑے رکھے اور پھر یہ کہتے ہیں کہ میں تو ہر بات خلیفۃ المسیح کو لکھتا ہوں۔ چھپاتا نہیں ہوں اور غلطی ہو گئی تب بھی لکھ دیتا ہوں تا کہ اس کی اصلاح ہو جائے اور مجھے فائدہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف کو انہوں نے خوب نبھایا ہے۔ مَیں نے بھی دیکھا ہے، میں بھی جب انجمن میں تھا تو انہوں نے میرے ساتھ بھی کام کیا ہے۔ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی ایک مثال تھے۔ سادہ رہنا سادگی سے زندگی گزارنا اور اپنا وقت پورا دینا۔

اکثر یہ ہوتا تھا کہ دورہ کیا ہے اور دورہ کر کے واپس آئے ہیں۔ دفتر اٹینڈ کیا اور شام کو پھر دورے پہ چلے گئے اور یہی کوشش ہوتی تھی کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا رہے۔ ان کے بچوں میں سے کبھی کسی نے آرام کا مشورہ دیا۔ بیمار بھی ہو گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ میری ریٹائرمنٹ میری وفات پر ہی ہو گی۔

دفتر کے کارکنان بھی ان سے بہت خوش تھے۔ کہتے ہیں ہمیشہ ہمارا، ہماری ذاتی ضروریات کا بھی خیال رکھتے۔ ہر بات کا جائزہ لیتے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ مطالعہ کا بہت شغف تھا اور کہتے ہیں میں نے دیکھا ہے گھر میں ہر وقت مطالعہ کر رہے ہوتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور ملفوظات کا گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا اور بچوں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔

جماعتی قواعد اور ضوابط کا ان کو بہت زیادہ علم تھا اور فیصلہ لینے کی قوت بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ انجمن کے قواعد کی جب revision ہوئی ہے تو اس وقت یہ بھی کمیٹی میں تھے اور بڑی صائب رائے دیا کرتے تھے۔

کراچی کے انسپکٹر بیت المال سید داؤد احمد ہیں۔ کہتے ہیں تئیس سال کا عرصہ نظارت مال آمد میں شیخ صاحب کے زیر نگرانی کام کیا۔ بڑے ہی پیارے انداز میں ہم سے کام لیتے۔ جہاں غلطی ہوتی وہاں سمجھاتے۔ جہاں اچھا کام کرتے حوصلہ افزائی فرماتے۔ دفتر کا ہر کارکن یہی سمجھتا کہ مجھ سے شیخ صاحب کا خاص تعلق ہے۔ ہر کارکن کی گھریلو اور فیلڈ کی پریشانیوں پر نظر رکھتے اور جس قدر ممکن ہوتا تعاون کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ ایک اہلیہ ہیں۔

دوسرا ذکر مکرم محمد منیر ادلبی صاحب کا ہے جن کی گذشتہ دنوں چھہتر سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں جو سب قطر میں مقیم ہیں۔

مسلم دروبی صاحب کہتے ہیں کہ ان کے ذریعہ ہی میں نے اور میرے بھائی نے احمدیت قبول کی۔ وہ فعال مبلغ، مقرر، دانشور اور احمدی تبلیغی علوم کے مصنف تھے۔ 1984ء کے شروع میں بیعت کی۔ جب انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو پھر یہاں لندن میں لمبا عرصہ قیام کیا اور لقاء مع العرب کے کچھ پروگراموں اور بعض دیگر پروگراموں کا ترجمہ بھی کیا۔ انہوں نے دس سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے سات کتب جماعت احمدیہ کی تبلیغ پر مشتمل مضامین کے بارے میں ہیں۔ دیر سے آئے لیکن بہت کام کر گئے۔ شام جماعت میں سیکرٹری تبلیغ اور سیکرٹری تعلیم و تربیت کے طور پر خدمت کی۔ درجنوں احباب

نے ان کے ذریعہ بیعت کی۔

حوش عرب کی بستی میں احمدیت ان کے ذریعہ سے آئی۔ اس بنا پر احمدیت کے مخالفین نے ایک دفعہ ان کی کار کو بھی آگ لگا دی۔ ان کے مناظروں اور تبلیغی نشستوں کی وجہ سے حکام کے پاس شکایت کی گئی جس کی وجہ سے وہاں حوش عرب کی بستی کے بعض افراد کے ساتھ 1989ء میں سابقہ حکومت کی جیلوں میں کئی مہینے قید رہے۔ شام کے حالات خراب ہونے کے بعد اپنے بچوں کے ساتھ قطر چلے گئے۔

صدر جماعت سیریا وسیم صاحب لکھتے ہیں۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن سے احمدی کتب خانہ مالا مال ہوا۔ احمدی تعلیمات کو انہوں نے سادہ انداز میں واضح طور پر پیش کیا۔ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔

باسل ادلبی صاحب کہتے ہیں آپ نے اپنی پوری زندگی احمدیت کی خدمت میں گزاری اور خلافت کے عاشق تھے اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لیے انہوں نے انگریزی سے عربی میں ترجمانی کی۔ احمدیت کے مجاہد تھے۔ انہوں نے احمدیت کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی اور سیریا میں موجود بہت سے احمدیوں کی ہدایت کا سبب بنے۔ تبلیغ کے لیے انہوں نے مختلف ممالک کا سفر بھی کیا۔ 2013ء میں سیریا کے بحران کی وجہ سے قطر منتقل ہو گئے اور وہاں فیس بک پر احمدیت اور خلافت کے بارے میں لکھتے رہے اور دلچسپی رکھنے والوں سے رابطے میں رہتے۔ آپ ایک فصیح مقرر تھے اور قرآن و سنت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کی صداقت کے دلائل اور شواہد پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے خلافت کی عظمت اور دفاع میں انگریزی سے عربی میں متعدد کتب کا ترجمہ بھی کیا۔ انہوں نے اپنی ذات، زبان، قلم اور زندگی کو احمدیت کی تبلیغ اور دفاع کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اپنے موقف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کی صداقت پر ایمان کی وجہ سے اپنے خاندان اور دمشق کے معاشرے کی طرف سے بہت سے صدمات بھی برداشت کرنے پڑے۔

نظار عجیب صاحب کہتے ہیں مجھے ادلبی صاحب کے ذریعہ احمدیت سے تعارف ہوا۔ مکرم خالد عزام صاحب نے آپ کی دجال کے بارے میں ایک کتاب کہیں سے حاصل کی۔ مجھے یہ کتاب بہت اچھی لگی اور اس نے میرے سارے مفاہیم بدل ڈالے۔ اس کے بعد میں نے ان کی کتاب ''قتل مرتد'' اور پھر ''جنّوں'' کے بارے میں پڑھی اور ان سے فون پر رابطہ کیا۔ پھر میں نے اور خالد عزام صاحب نے بیعت کر لی۔ مرحوم کو علم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔

ڈاکٹر عمران رحمان صاحب صدر جماعت قطر کہتے ہیں۔ انتہائی منکسر المزاج تھے اور نظام جماعت سے ہمیشہ مضبوط تعلق رکھتے تھے۔ خلافت سے آپ کی محبت اور اطاعت بہت غیر معمولی تھی۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ یہاں خطبات سنتے اور میرے باقی پروگرام بھی دیکھتے اور اس کا بہت اظہار کرتے تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے۔ اس بات کو یقینی بناتے کہ ان کے چندے سب سے پہلے ادا ہوں۔ کہتے ہیں وفات سے کچھ روز قبل بھی انہوں نے مجھے اور مربی صاحب کو اور سیکرٹری مال کو اپنے گھر بلایا اور انہوں نے کہا وقف جدید کا چندہ ادا کرنا ہے وہ آ کے لے لیں۔ غلط رپورٹوں کی وجہ سے وہاں بھی ان کو سیکیورٹی حکام نے طلب

کیا لیکن پھر چھوڑ دیا۔

پھر کسی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو شام کے ٹی وی پروگراموں میں متعدد بار مدعو کیا گیا جہاں آپ نے اسلام میں مرتد کی سزا کی ممانعت پر ممتاز علماء سے بحث کی۔ اس بات پر آپ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی موصول ہوئیں جن میں سے کچھ آن لائن شائع بھی ہوئیں۔ آپ ایک فیس بک صفحہ بھی چلاتے تھے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات شیئر کیے جاتے تھے جسے احمدی اور غیر احمدی دونوں ہی فالو کرتے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی، اپنی آخری سانس تک اپنے قلم اور الفاظ کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہوئے گزاری۔ ان کی بنیادی فکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانا اور دنیا میں اللہ کا سچا دین پھیلانا تھا۔ جہاں بھی موقع ملتا وہاں بیٹھ کر گفتگو کو احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپؑ کے پیغام کی تبلیغ کی طرف موڑنے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی نیکیوں پہ قائم رکھے۔ درجات بلند فرمائے۔

تیسرا ذکر عبدالباری طارق صاحب کا ہے جو کمپیوٹر سیکشن وقف جدید ربوہ کے انچارج تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

صدر صاحب وقف جدید نے لکھا ہے کہ احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم چودھری محمد یار صاحب ساکن گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے ذریعہ ہوا۔ انہوں نے 1903ء میں ایک خط کے ذریعہ بیعت کر کے احمدیت قبول کی۔ مرحوم کے دادا چودھری غلام قادر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ انہوں نے ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس کی تعلیم پائی۔ پھر کراچی میں ملازمت کرتے رہے۔ پھر ان کو کینسر کی بیماری ہوگئی اور اس سے صحت یاب ہوئے۔ پھر دوبارہ کینسر عود کر آیا۔ پھر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں لکھا۔ انہوں نے ان کو ہومیو پیتھک دوائی بھیجی اور باقی ہومیو علاج بھی ان کو کہا۔ ساتھ ہی انہوں نے وقف کی بھی درخواست کی تھی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور ان کو تحریک جدید میں بھیج دیا۔ پھر وقف جدید میں ان کی تقرری ہوگئی۔ تمام دفاتر کو کمپیوٹرائز کرنے کے علاوہ جماعت کے دیگر ادارہ جات جو ہیں وہاں بھی بہت کام کیا بلکہ بیرون پاکستان احمدیہ ہسپتال کانو نائیجیریا اور احمدیہ ہسپتال بینن کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کی بھی توفیق ملی بلکہ کانو کے ڈاکٹر صاحب نے تو لکھا ہے کہ جب ہم کمپیوٹرائزڈ کرنا چاہتے تھے تو جہاں لاکھوں کا خرچہ تھا اور سستے سے سستا بھی ہزاروں ڈالروں میں ہمیں estimate ملا تھا لیکن یہ وہاں آئے اور ایک مہینہ رہ کے بہت معمولی رقم پہ انہوں نے ہمارا سارا کام کر دیا۔

ان کے پسماندگان میں والدہ، اہلیہ، ایک بیٹا اور پانچ بھائی ہیں اور بہنیں شامل ہیں۔

انہوں نے وقف کیا۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ صحتیاب ہو کے وقف کروں گا۔ بیماری کے بعد جب صحتیاب ہوئے تو پھر انہوں نے اکیس سال تک جو وقف کا عرصہ ہے بے نفس ہو کے کام کیا۔ نہ دن دیکھا نہ رات دیکھی اور واقفین کے لیے ایسا نمونہ قائم کیا جو ان کے لیے بھی قابل تقلید ہے۔

انصار اللہ مرکزیہ میں بھی یہ قائد کے طور پہ کام کر رہے تھے۔ وہیں جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے تو ان کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وفات ہوگئی۔

صدر انصار اللہ ڈاکٹر سلطان صاحب کہتے ہیں۔ آپ تنظیم، سلسلہ اور خلافت کے نہایت وفادار وجود تھے اور انہوں نے اپنے وقف کو پوری وفا سے نبھایا۔ وہ خدمت دین میں ہمہ تن مصروف رہنے میں ہی اپنے آپ کو خوش محسوس کرتے اور ذمہ داری کو ادا کرنے میں راحت محسوس کرتے تھے۔ کسی نے ان کو کہا کہ آپ لوگوں کا کام کرتے ہیں تو ان سے اجرت لے لیا کریں۔ سافٹ ویئر وغیرہ بناتے ہیں اتنی محنت آپ کر رہے ہیں تو کہنے لگے میں وقف زندگی ہوں اور مجھے معاوضہ خدا کے پاس ملے گا۔ آپ نے وقف کے تقاضوں کو بخوبی نبھایا جیسا کہ میں نے کہا اور وقف کی برکات پر کامل یقین تھا اور آخری سانس تک خدمت کرنے کا عہد کیا تھا جسے انہوں نے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/ فروری 2025ء جلد 32 شمارہ 33 صفحہ 02 تا 06)

4

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 24/ جنوری 2025ء بمطابق 24/ صلح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے سریّات کا ذکر ہو رہا ہے۔ آج اس سلسلہ میں پہلے **سریہ کُرز بن جابر کا** ذکر کروں گا۔ یہ سریہ شوال چھ ہجری میں عُرَنِیّیْن کی طرف ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 71 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض کے مطابق یہ سریہ سعید بن زید کا تھا لیکن اکثریت کا قول ہے کہ یہ سریہ کرز بن جابر کا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جریر بن عبداللہ کا ہے مگر اس قول کی تردید بھی کی گئی ہے۔ جریر بن عبداللہ اس سریہ کے چار سال بعد مسلمان ہوئے تھے۔ (سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 260 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سریّہ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند لوگ آئے۔ بخاری کتاب الجہاد اور کتاب الدیّات میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ آٹھ آدمی قبیلہ عُکل اور عُرَینہ میں سے تھے۔ ابن جریر اور ابو عَوَانہ کے نزدیک چار عُرَینہ میں سے تھے اور تین عُکل میں سے تھے اور آٹھواں آدمی ان دونوں قبیلوں میں سے نہیں تھا۔ اس کا نسب معلوم نہیں ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اسلام پر بیعت کر لی اور وہ بیمار تھے۔ ابو عَوَانہ نے بیان کیا ہے کہ وہ بہت کمزور تھے اور ان کے رنگ بہت زیادہ زرد تھے اور ان کے پیٹ بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں پناہ دیں اور ہمیں کھانا کھلائیں۔ اور وہ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے تھے۔ پس جب تندرست ہو گئے تو ان کے بدنوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ یعنی بھوک کی وجہ سے جو بیماری تھی اور کمزوری تھی وہ تو دور ہو گئی لیکن عمومی طور پر ان کے مطابق ان کو مدینہ کی آب و ہوا، شہر کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ ابن اسحاق کے مطابق انہوں نے آب و ہوا کو ناموافق پایا اور کمزور ہو گئے۔ گو بھوک کی کمی کی وجہ سے جو کمزوری تھی، اس سے تو صحت مند ہو گئے لیکن دوسری طرف اَور بیماریاں آ گئیں۔ بہرحال ایک روایت میں ہے کہ مدینہ میں ان دنوں وبا پیدا ہوئی جسے بِرسام کہتے ہیں۔ برسام ایک بیماری ہے جو ذہن کو متاثر کرتی ہے اور سر پر ورم اور سینہ پر ورم کا باعث بنتی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مرض یہاں آ چکی ہے اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے ناموافق ہے۔ ہم مال مویشی والے ہیں اور ہم کھیتی باڑی والے نہیں ہیں۔ ہمارے لیے دودھ کا انتظام کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اَور تو کچھ نہیں ہے مگر تم دودھ والی اونٹنیوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کو چراگاہ میں بھیج دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فَیْفَاءُ الْخَبَار کے چرواہوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔ فَیْفَاءُ الْخَبَار مدینہ کے

قریب ایک بیابان تھا۔

بہرحال اس روایت سے یہ لگتا ہے کہ وہ زیادہ عرصہ مدینہ میں نہیں رہے بلکہ جلد ہی مدینہ سے باہر چلے گئے اور اونٹنیوں کا دودھ پی کر ان کی صحت بھی بہتر ہو گئی۔ ایک اَور روایت میں بھی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جانے کی رخصت دی کہ وہ ان اونٹنیوں کا دودھ پئیں۔ سو انہوں نے اونٹوں کی طرف نکل کر ان کا دودھ پیا۔ پس جب تندرست ہو گئے اور ان کے بدن اپنی حالت پر لوٹ آئے اور ان کے پیٹ چھوٹے ہو گئے تو اسلام لانے کے بعد کافر ہو کر دودھ والی اونٹنیوں کو ہانک کر لے گئے۔

ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفقت کا یہ سلوک دوسری طرف ان کا یہ رویہ کہ ٹھیک ہو کے انہوں نے دھوکا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جب کافر ہو کے دودھ والی اونٹنیوں کو ہانک کے اپنے ساتھ لے گئے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام یَسار اور ان کے چند ساتھیوں نے پا لیا۔ بہرحال ان کو مسلمانوں نے چیلنج کیا۔ پکڑا تو انہوں نے آگے سے لڑائی کی اور انہوں نے بھی قتال کیا۔ چنانچہ یہ جو لوگ آئے تھے اور ڈاکہ ڈال کے یا چوری کر کے اونٹنیاں لے گئے تھے انہوں نے مسلمان جو رکھوالے تھے ان کو بھی قتال کر کے قتل کر دیا۔ پھر وہ لوگ چرواہوں کی طرف مائل ہوئے اور پہلے یسار کو قتل کیا۔ ان لوگوں نے یسار کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔ اور پھر باقی چرواہوں کو بھی قتل کر دیا۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ انہوں نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ ایک ان میں سے بچ گیا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور یہ کہا کہ وہ لوگ اونٹوں کو لے کر چلے گئے ہیں۔

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ بنو عَمرو بن عَوف کی ایک عورت اپنے گدھے پر سوار ہو کر ادھر کو آئی اور یَسار کے پاس سے گزری جو کہ درخت کے نیچے پڑا تھا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزری تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹی اور اس کو اس واقعہ کی خبر دی۔ پس وہ لوگ بھی نکلے یہاں تک کہ یَسار کو مردہ حالت میں اٹھا کر قُبا کی طرف لے آئے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کے بیس نوجوان موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قدموں کے نشانات پر بیس شہسواروں کو بھیجا۔ یعنی جب وہ لے کے چلے گئے تھے اور آپ کو خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کے پیچھے بیس آدمیوں کو پکڑنے کے لیے بھیجا۔ ان میں سے چند کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ جن میں سَلَمہ بن اَکْوَعؓ، ابو رُھمؓ، ابوذر غِفَاریؓ، بُرَیدَہ بن حُصَیبؓ، رافع بن مکیثؓ اور ان کے بھائی جُندُبؓ، بلال بن حارثؓ، عبداللہ بن عمرو بن عوف مُزَنِیؓ، جُعَال بن سُرَاقَہ ثَعلبیؓ، سُوَید بنِ صَخْر جُہَنِیؓ۔ یہ سب مہاجرین میں سے تھے اور ان پر کُرز بن جابر فِہْرِیؓ کو امیر بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا۔ ان کے ساتھ ایک کھوج لگانے والے کو بھی بھیجا جو ان کے نشانات کا کھوج لگاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دشمنوں پر بددعا کی اور فرمایا کہ اے اللہ! ان کو راستے سے اندھا بنا دے اور اسے ان کے لیے اونٹ کی کھال سے بھی تنگ بنا دے۔ یعنی وہ سفر نہ کر سکیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو راستے سے اندھا کر دیا۔

چنانچہ وہ اسی دن پکڑے گئے۔ جب دن چڑھا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ یہ جو بیس آدمی گئے تھے ان کو پکڑ کر لے آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ کرز بن جابر اور اس کے ساتھی ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ ان کو رات ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے رات حَرَّہ میں گزاری۔ پھر انہوں نے صبح کی اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ لوگ کدھر گئے ہیں تو اچانک ایک عورت اونٹ کے شانے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس کو پکڑا اور اس عورت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ عورت کہنے لگی کہ میں ایک قوم کے پاس سے گزری ہوں انہوں نے اونٹ ذبح کیا ہوا تھا، انہوں نے مجھے یہ شانہ دیا ہے اور وہ اس جنگل میں ہیں۔ اس کو بھی کچھ گوشت کا ٹکڑا، ایک ٹانگ کی ران کا اوپر کا حصہ دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کہ جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کا دھواں نظر آئے گا۔ جہاں وہ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں دھواں اٹھ رہا ہو گا۔

پس صحابہ چل پڑے یہاں تک کہ ان کے پاس اس وقت آئے جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ صحابہؓ نے ان سے اپنے آپ کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو سب قیدی ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا۔ پس صحابہؓ نے ان کو باندھ لیا اور ان کو اپنے پیچھے گھوڑوں پر بٹھا کر مدینہ لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رِغَابَہ نامی جگہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ رِغَابَہ جُرُف سے متصل ایک جگہ ہے اور جُرُف مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ بہر حال وہ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے چند لڑکوں کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وادی رِغَابَہ میں پانی کے بہاؤ کے جمع ہونے کی جگہ پر ملے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلائیاں لانے کا حکم دیا۔ وہ گرم کی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سلائیوں کو ان کی آنکھوں میں پھیرا کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایک طرف کے ہاتھ کاٹے اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ایک روایت میں ہے ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیری گئی اور ان کو دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے ان کو پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے اپنے منہ سے زبان کو چاٹ رہا تھا تا کہ وہ ٹھنڈک پائے اس سے جو وہ سخت گرمی اور دھوپ پا رہا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے اور ان کا خون روکنے کے لیے ان کو داغا نہیں گیا، ان کا علاج نہیں کیا گیا۔ ابو قِلَابہ نے بیان کیا ہے کہ یہی لوگ تھے جنہوں نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ عُرَنِیِّین کا یہ قصہ حدود کا حکم اترنے سے پہلے رونما ہوا تھا۔ بہر حال یہ سب کچھ ہوا۔ بظاہر لگتا ہے کہ مسلمانوں نے بڑا ظلم کیا لیکن بہر حال جو اسلامی تعلیم تھی وہ بعد میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (المائدہ: 34) یعنی ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول

سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا دار پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں دیس نکالا دے دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سامان ہے اور آخرت میں تو ان کے لیے بڑا عذاب مقدر ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی کی آنکھ میں سلائی نہ پھیری اور نہ ہی کسی کی زبان کاٹی اور نہ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے سے زیادہ کوئی سزا دی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لشکر کو بھی بھیجا ان کو مُثلہ سے منع فرمایا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقے کی ترغیب دیتے تھے اور مُثلہ سے روکتے تھے۔

محمد بن عمر واقدی اور ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ پندرہ اونٹنیاں تھیں جن کو وہ چراگاہ سے لے گئے تھے۔ (سبل الھدٰی والرشاد جلد 6 صفحہ 115 تا 117، 122 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (صحیح مسلم (مترجم) کتاب القسامۃ والمحاربین باب حکم المحاربین والمرتدین حدیث 3150 جلد 9 صفحہ 13، نور فاؤنڈیشن) (معجم البلدان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ 263) (فرہنگ سیرت صفحہ 87 زوار اکیڈمی کراچی)

بہرحال یہ دشمنوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس لیے ان کا بدلہ ان سے اسی طرح لیا گیا جو انہوں نے کیا تھا اور وہی سزا دی گئی لیکن بعد میں اسلامی تعلیم کے مطابق پھر کبھی دشمنوں سے ایسا سلوک نہیں ہوا۔

گو یہ اس کا جواب ہے لیکن اس کا کچھ تفصیلی جواب اور بعض لوگوں کے اعتراض جو اسلام پہ اعتراض کرنے والے کرتے ہیں کہ دشمنوں سے کیوں ایسا ظالمانہ سلوک کیا اس کا جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں بڑا اچھا دیا ہے۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ ”مسلمانوں کے لیے یہ دن بہت خطرناک تھے کیونکہ قریش اور یہود کی انگیخت سے سارا ملک ان کی عداوت کی آگ سے شعلہ زن ہو رہا تھا۔ اور اپنی جدید پالیسی کے ماتحت انہوں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ مدینہ پر باقاعدہ حملہ کرنے کی بجائے درپردہ طریقوں سے نقصان پہنچایا جائے اور چونکہ دھوکا دہی اور غداری عرب کے وحشی قبائل کے اخلاق کا حصہ تھی اس لیے وہ ہر جائز و ناجائز طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ چنانچہ جس واقعہ کا ذکر ہم اب کرنے لگے ہیں۔“ اسی واقعہ کو بیان کیا ہے۔ ”وہ اسی ناپاک سلسلہ کی ایک کڑی تھی جو ایک ہولناک رنگ میں اپنے انجام کو پہنچی۔“ پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ ”تفصیل اس کی یہ ہے کہ شوال 6ھ میں قبیلہ عُکل اور عُرَیْنَہ کے چند آدمی جو تعداد میں آٹھ تھے۔ مدینہ میں آئے اور اسلام کے ساتھ محبت اور موانست کا اظہار کر کے مسلمان ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے قیام کے بعد انہیں مدینہ کی آب وہوا میں معدہ اور تلی وغیرہ کی جو کچھ شکایت پیدا ہوئی تو وہ اسے بہانہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کر کے کہا کہ یارسول اللہؐ! ہم جنگلی لوگ ہیں اور جانوروں کے ساتھ رہنے میں عمر گزاری ہے اور شہری زندگی کے عادی نہیں اس لیے بیمار ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں یہاں مدینہ میں تکلیف ہے تو مدینہ سے باہر جہاں ہمارے مویشی رہتے ہیں وہاں چلے جاؤ۔ ”مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ شفقت کا سلوک فرمایا۔“ اور اونٹوں کا دودھ وغیرہ پیتے رہو۔ اچھے ہو جاؤ گے“ وہاں صحت مند جگہ پہ رہ کے۔ ”اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے خود کہا کہ یارسول اللہؐ! اگر آپؐ ہمیں اجازت دیں تو ہم مدینہ سے باہر جہاں آپؐ کے مویشی رہتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں جس کی

آپؐ نے اجازت دے دی۔ بہر حال وہ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر مدینہ سے باہر اس چراگاہ میں چلے گئے جہاں مسلمانوں کے اونٹ رہتے تھے۔

جب ان بدبختوں نے یہاں اپنا ڈیرا جما لیا اور آگے پیچھے نظر ڈال کر سارے حالات معلوم کر لیے اور کھلی ہوا میں رہ کر اور اونٹوں کا دودھ پی کر خوب موٹے تازے ہو گئے تو ایک دن اچانک اونٹوں کے رکھوالوں پر حملہ کر کے انہیں مار دیا اور مارا بھی اس بے دردی سے کہ پہلے تو جانوروں کی طرح ذبح کیا اور پھر جب ابھی کچھ جان باقی تھی تو ان کی زبانوں میں صحرا کے تیز کانٹے چبھوئے تا کہ جب وہ منہ سے کوئی آواز نکالیں یا پیاس کی وجہ سے تڑپیں تو یہ کانٹے ان کی تکلیف کو اَور بھی بڑھاویں۔ اور پھر ان ظالموں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ گرم سلائیاں لے کر ان نیم مردہ مسلمانوں کی آنکھوں میں پھیریں۔ اور اس طرح یہ بے گناہ مسلمان کھلے میدان میں تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذاتی خادم بھی تھا جس کا نام یسار تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرانے پر مقرر تھا۔

جب یہ درندے اس وحشیانہ رنگ میں مسلمانوں کا کام تمام کر چکے تو پھر سارے اونٹوں کو اکٹھا کر کے انہیں ہنکا لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ حالات ایک رکھوالے نے پہنچائے جو اتفاق سے بچ کر نکل آیا تھا جس پر آپؐ نے فوراً بیس صحابہؓ کی ایک پارٹی تیار کر کے ان کے پیچھے بھجوا دی اور گو یہ لوگ کچھ فاصلہ طے کر چکے تھے مگر خدا کا یہ فضل ہوا" یعنی کہ دشمن جو تھا وہ فاصلہ طے کر چکا تھا مگر خدا کا یہ فضل ہوا "کہ مسلمانوں نے پھرتی کے ساتھ پیچھا کر کے انہیں جا پکڑا اور رسیوں سے باندھ کر واپس لے آئے۔ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ احکام نازل نہیں ہوئے تھے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کی حرکت کرے تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے قدیم اصول کے ماتحت کہ جب تک اسلام میں کوئی نیا حکم نازل نہ ہو اہل کتاب کے طریق پر چلنا چاہئے۔" اسی طرح کرتے تھے۔ "موسوی شریعت کے مطابق حکم دیا کہ جس طرح ان ظالموں نے مسلمان رکھوالوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اسی طرح قصاصی اور جوابی صورت میں ان کے ساتھ کیا جائے۔"

یہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم تھی۔ اسی پہ عمل ہوتا تھا جب تک شریعت کے احکامات پوری طرح نہیں آئے۔ بہر حال یہ اس لیے کیا "تا کہ یہ سزا دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ چنانچہ خفیف تغیر کے ساتھ اسی رنگ میں مدینہ سے باہر کھلے میدان میں ان لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مگر اسلام کے لیے خدا نے دوسری تعلیم مقدر کر رکھی تھی۔ چنانچہ آئندہ کے لیے جوابی اور قصاصی صورت میں بھی مُثلہ کی سزا منع کر دی گئی یعنی اس بات کو ناجائز قرار دیا گیا کہ کسی رنگ میں مقتول کے جسم کو بگاڑا جائے یا انتقامی رنگ میں اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے وغیر ذالک۔

اس واقعہ کے متعلق "آپؓ لکھتے ہیں کہ "ہمیں کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بہر حال اس معاملہ میں ظلم کی ابتداء کفار کی طرف سے تھی جنہوں نے بغیر کسی جائز وجہ کے محض اسلام کی عداوت میں بے گناہ مسلمانوں کے ساتھ اس قسم کا ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا اور جو کچھ ان کی سزا میں کیا گیا وہ محض قصاصی اور جوابی تھا۔" یعنی جو کچھ دشمنوں کو سزا دی گئی وہ قصاص تھا "اور تھا بھی ایسے حالات میں جب کہ اسلام کے خلاف

سارا ملک دشمنی اور عداوت کی آگ سے بھڑک رہا تھا۔ اور پھر یہ فیصلہ بھی موسوی شریعت کے مطابق کیا گیا تھا لیکن پھر بھی اسلام نے اسے برقرار نہیں رکھا اور آئندہ کے لیے ایسے طریق سے منع کر دیا۔ ان حالات میں کوئی عقل مند اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لوگ شروع سے ہی بری نیت کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے اور غالباً اپنے قبیلہ کے سکھائے ہوئے تھے کہ تا مسلمانوں میں رہ کر انہیں نقصان پہنچائیں اور ممکن ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ان کا کوئی برا ارادہ ہو مگر جب مدینہ میں رہ کر انہیں کوئی موقع نہیں ملا تو انہوں نے یہ تجویز کی کہ مدینہ سے باہر نکل کر کارروائی کی جاوے۔

ان کی اس نیت کا اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے چرواہوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ خالی چوروں اور لٹیروں والا سلوک نہیں تھا بلکہ سراسر منتقمانہ رنگ رکھتا تھا۔ اگر وہ ابتداء میں سچے دل سے مسلمان ہوئے تھے اور بعد میں اونٹ دیکھ کر ان کی نیت بدل گئی تو اس صورت میں ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ اونٹ لے کر بھاگ جاتے اور اگر کوئی رکھوالا روک بنتا تو زیادہ سے زیادہ اسے مار کر نکل جاتے مگر جس رنگ میں انہوں نے مسلمان چرواہوں کو قتل کیا اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر قتل کے سفاکانہ فعل کو لمبا کیا" وہاں کچھ دیر تک رہے "اور عذاب دے دے کر مارا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ فعل اتفاقی لالچ کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سراسر معاندانہ رنگ رکھتا تھا اور دلی کینہ اور لمبے بغض کا نتیجہ تھا۔ اور ان کے اس ظالمانہ فعل کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا وہ محض قصاصی اور جوابی تھا جو اسلامی احکام کے نزول سے پہلے موسوی شریعت کے مطابق کیا گیا لیکن اس کے بعد جلد ہی اسلامی احکام نازل ہو گئے اور اس قسم کی تعذیب انتقامی رنگ میں بھی ناجائز قرار دے دی گئی۔

چنانچہ بخاری کے الفاظ یہ ہیں:۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ کَانَ یَحُثُّ عَلَی الصَّدَقَۃِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُثْلَۃِ۔ یعنی 'اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احسان اور حسن سلوک کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور ہر حال میں دشمنوں کے جسموں کے مُثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔'

بعض مغربی محققین نے جن میں میور صاحب بھی شامل ہیں۔ اس واقعہ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حسب عادت اعتراض کیا ہے کہ جس رنگ میں ان قاتل ڈاکوؤں کو قتل کیا گیا وہ ظالمانہ اور وحشیانہ تھا لیکن اگر سارے حالات کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو اس معاملہ میں اسلام کا دامن بالکل پاک نظر آتا ہے کیونکہ دراصل یہ فیصلہ اسلام کا نہیں تھا بلکہ حضرت موسیٰؑ کا تھا۔ جن کی شریعت کو حضرت مسیح ناصریؑ نے منسوخ نہیں کیا بلکہ برقرار رکھا۔

ہاں اگر ہمارے معترضین کے پیش نظر حضرت مسیحؑ کا یہ قول ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال بھی سامنے کر دو اور اگر کوئی شخص تمہارا کرتہ لینا چاہے تو اسے اپنا چوغہ بھی دے دو اور اگر کوئی تمہیں ایک کوس بیگار لے جانا چاہے تو دو کوس چلے جاؤ تو بے شک ہمارے معترضین کو اس اعتراض کا حق ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ تعلیم کسی عقل مند کے نزدیک قابل عمل ہے اور کیا آج تک ان ساڑھے انیس سو سالوں میں" اب تو دو ہزار سال سے اوپر ہو گئے "کسی مسیحی مرد یا عورت یا کسی مسیحی جماعت یا حکومت نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے؟ منبروں پر چڑھ کر وعظ کرنے کے لیے بیشک یہ ایک عمدہ تعلیم ہے مگر عملی دنیا میں اس تعلیم کو کوئی

بھی وزن حاصل نہیں اور نہ کوئی عقل مند اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اس قسم کے جذباتی کھلونے سامنے رکھ کر مسلمانوں کو اعتراض کا نشانہ بنانا خود اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ ہاں حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کو سامنے رکھ کر دیکھو جو بخلاف حضرت مسیحؑ ایک سچے مقنن تھے اور قانون کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے یا مسیحیوں کے قول کو نہیں بلکہ ان کے عملی کارناموں کی روشنی میں حالات کا امتحان کرو تو پھر حقیقت واضح ہوتی ہے کہ عملی میدان میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہی کرتا ہے اور اس کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت الگ الگ نہیں ہیں اور اس کے قول و فعل ہر دو اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ کوئی عقل مند غیر متعصب انسان ان پر اعتراض نہیں کر سکتا بلکہ دل سے اُس کی تعریف نکلتی ہے۔ نہ تو وہ موسوی شریعت کی طرح یہ کہتا ہے کہ ہر حالت میں انتقام لو اور بلا امتیاز حالات قصاص کا تبر چلاتے جاؤ اور نہ وہ مسیحی تعلیم کے مطابق یہ ہدایت کرتا ہے کہ کسی حالت میں بھی سزا نہ دو بلکہ اگر مجرم کوئی جرم کرے تو اس کے جرم کے منشاء کو اپنی طرف سے مدد کر کے اور بھی مضبوط کر دو۔ ”سزا نہ دے کے۔ ”بلکہ اسلام افراط و تفریط کے رستے کو چھوڑ کر وہ وسطی تعلیم دیتا ہے جو دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد ہے اور وہ یہ کہ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:41) یعنی ’ہر بدی کی سزا اس کے مناسب حال اور اس کی شدت کے مطابق ہونی چاہئے، لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ معاف کرنے یا نرمی کرنے سے اصلاح کی امید ہو تو پھر معاف کرنا یا نرمی کرنا بہتر ہے اور ایسا شخص خدا کے نزدیک نیک اجر کا مستحق ہو گا‘۔ یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام نے اس بارے میں دی اور کوئی عقل مند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ایک بہترین تعلیم ہے جس میں انسانی ضروریات کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے اور سزا کی صورت میں بھی اسلام نے یہ قید لگا دی ہے کہ وہ مناسب حد سے آگے نہ گزرے اور مُثلہ وغیرہ کے وحشیانہ افعال کو یک قلم بند کر دیا گیا۔ اس کے مقابل پر مسیحی لوگ باوجود حضرت مسیح ناصریؑ کی اس نمائشی تعلیم کے جو عملی نمونہ دشمنوں کے ساتھ سلوک کا دکھاتے رہے ہیں اور جنگوں میں جن افعال کے مرتکب ہوتے رہے ہیں“ اور ہو رہے ہیں ”وہ تاریخ عالم کا ایک کھلا ہوا ورق ہے جس کے اعادہ کی اس جگہ ضرورت نہیں۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 744 تا 747)

کیا کچھ نہیں یہ کرتے۔

اب ایک غزوہ کا ذکر کروں گا۔ یہ غزوہ ذِی قَرَد کہلاتا ہے۔ اس کے متعلق سیرت نگاروں اور محدثین میں اختلاف ہے کہ یہ کب ہوا۔ محدثین اسے صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے پہلے ذوالقعدہ چھ ہجری اور محرم سات ہجری کے درمیان کا غزوہ قرار دیتے ہیں اور سیرت نگار اسے غزوہ بَنُو لِحْیَان کے بعد یعنی جُمَادی الاولیٰ چھ ہجری کا غزوہ قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کے مطابق غزوہ ذِی قَرَد غزوہ خیبر سے تین دن پہلے ہوا اور انہوں نے اس کا ذکر صلح حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے پہلے کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام مسلم نے اِیَاسْ بن سَلَمہ سے جو روایت بیان کی ہے وہ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ یہ غزوہ خیبر سے تین دن پہلے ہوا۔ اس روایت میں حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ نے پہلے صلح حدیبیہ اور پھر ذی قرد کا واقعہ بیان کیا۔ پھر آخر میں کہا کہ اس کے بعد ہم مدینہ واپس آئے اور ابھی تین دن ہی مدینہ میں ٹھہرے تھے کہ

خیبر کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس کے برعکس سیرت نگاروں میں سے علامہ ابن اسحاق اور ابن سعد کہتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد چھ ہجری میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 106 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 365، 375 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 109 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کا تجزیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے پوری طرح تو نہیں کیا لیکن اس طرح کیا ہے کہ اپنی کتاب کے بقیہ حصہ کے لیے جو عنوان درج کیے ہیں اس میں آپؓ نے غزوہ ذِی قَرَد کو غزوہ خیبر سے پہلے محرم سات ہجری کا غزوہ قرار دیا ہے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 837)

غزوہ ذی قرد کو غزوہ غَابَہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں یہاں چرا کرتی تھیں۔ غَابَہ مدینہ سے شام کی طرف چار میل کے فاصلے پر احد پہاڑ کی پشت پر ایک میدان تھا اور اسے غزوہ ذی قَرَد اس لیے کہتے ہیں کہ عُیَیْنَہ بن حِصْن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں حملہ کر کے لے گیا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد تک اس کا پیچھا کیا۔ ذی قرد مدینہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر ایک چشمہ ہے۔ (ماخوذ از شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 109 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 56، 217 زوار اکیڈمی کراچی)

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں۔ کچھ اور اونٹ وغیرہ بھی شامل تھے۔ جو مدینہ سے خیبر کے رستے پر بَیْضَاء کی چراگاہ اور بیضاء سے پرلے پہاڑ تک چرتی تھیں۔ وہاں قحط سالی ہو گئی تو انہیں غابہ کی طرف لے آیا گیا۔ ایک چرواہا روزانہ مغرب کے وقت ان کا دودھ دوہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کرتا تھا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 7 صفحہ 463 دار السلام ریاض)

عُیَیْنَہ بن حِصْن فزاری نے بنو غَطَفَان کے چالیس گھڑ سواروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور اونٹنیاں لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق ان کا سردار عُیَیْنَہ کا بیٹا عبد الرحمٰن تھا اور عُیَیْنَہ ان کی مدد کے لیے پیچھے ایک جگہ پر موجود رہا۔ حملہ کے دوران دشمن نے حضرت ابوذرؓ کے بیٹے ذَر کو قتل کر دیا جو ان اونٹنیوں کا چرواہا تھا اور حضرت ابوذرؓ کی بیوی لیلیٰ کو قید کر کے لے گئے جبکہ حضرت ابوذرؓ کے بیٹے کی بیوی بھی وہیں موجود تھی دشمن سے بچ گئی۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 112-111 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عُیَیْنَہ بن حصن کون تھا؟ اس کے تعارف میں لکھا ہے کہ عُیَیْنَہ غزوہ احزاب کے موقع پر قبیلہ بنو فَزَارَہ کا سردار تھا۔ غزوہ احزاب کے دوران جب کفار کے تین لشکروں نے بنو قریظہ سے مل کر مدینہ پر زبردست حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک لشکر کا سردار عُیَیْنَہ تھا۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 139 مطبع بک کارنر شوروم)

عُیَیْنَہ بن حِصْن نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عُیَیْنَہ نے فتح مکہ سے پہلے

اسلام قبول کیا اور اس میں شرکت کی۔ اور غزوہ حنین اور طائف میں بھی شرکت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنو تمیم کی سرکوبی کے لیے پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس میں کوئی بھی انصار یا مہاجر صحابی نہ تھا اور اس سریہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنو تمیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل کو صدقات لے کر جانے سے روک دیا تھا۔ پھر عہد صدیقی میں باغی مرتدوں کے ساتھ یہ بھی فتنہ ارتداد کا شکار ہو گیا اور طلیحہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے ساتھ مل گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہوا پھر دوبارہ مرتد ہو گیا اور اس کی بیعت کر لی۔ پھر بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس قید ہو کر آیا تو آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے معاف فرما دیا اور اس نے پھر دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 376 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء 4 صفحہ 639 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از ضیاء النبیؐ جلد 4 صفحہ 567-566 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اس کے ایمان کی ایسی ویسی حالت ہی رہی تھی۔ روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو غَابَہ جانے سے روکا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کے باوجود حضرت ابوذر غفاریؓ غابہ گئے اور اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ عُیَیْنَہ کے حملے سے پہلے حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹنیوں کی چراگاہ کی طرف جانے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق خطرہ ہے کہ دشمن تم پر اس جانب سے حملہ آور نہ ہو جائے کیونکہ ہم عُیَیْنَہ اور اس کے ساتھیوں سے امن میں نہیں ہیں اور یہ جگہ بھی ان کی جانب ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے اصرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ تمہارا بیٹا قتل اور تمہاری بیوی گرفتار کر لی جائے گی اور تم ایک عصا کا سہارا لیے ہوئے آؤ گے۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ تعجب ہے مجھ پہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ مجھے تمہارے متعلق خدشہ ہے اور میں پھر بھی اصرار کرتا رہا۔ پھر اللہ کی قسم! ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میں گھر میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں باڑے میں واپس لائی جا چکی تھیں۔ انہیں سیراب کیا جا چکا تھا یعنی پانی خوراک دیا جا چکا تھا۔ ان کا دودھ دوہا جا چکا تھا۔ پھر ہم سو گئے تو رات کے وقت عُیَیْنَہ نے چالیس سواروں کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے رک کر آواز دی تو میرا بیٹا باہر نکلا جسے انہوں نے قتل کر دیا۔ (سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس حوالے سے حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ کا دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں فجر کی پہلی اذان دیے جانے سے پہلے نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھیل اونٹنیاں ذی قَرَد مقام میں چرتی تھیں۔ حضرت سَلَمہؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام رَبَاح بھی تھا۔ حضرت سَلَمہؓ کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ایک لڑکا مجھے ملا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لے لی گئی ہیں۔ میں نے کہا کہ انہیں کون لے گیا ہے؟ اس نے کہا کہ غطفان والے۔ انہوں نے، یعنی حضرت سَلَمہؓ نے کہا کہ میں نے تین بار آواز بلند کر کے یَاصَبَاحَاہُ کہا۔ یہ الفاظ خطرے کے وقت بولے جاتے تھے۔ تو میں نے اونچی آواز سے انہیں سنا دیا جو مدینہ میں تھے تا کہ وہاں پہنچ جائے۔ ان کی آواز کافی بلند تھی اور رَبَاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لیے

بھیج دیا۔ پھر کہتے ہیں میں آگے کی طرف تیزی سے دوڑا یہاں تک کہ ان حملہ آور ڈاکوؤں کو جا لیا اور وہ اپنے جانوروں کو پانی پلانے لگے تھے۔ میں اپنے تیروں سے انہیں مارنے لگا اور میں ماہر تیر انداز تھا۔ مَیں کہتا: مَیں ابنِ اَکْوَعْ ہوں اور آج صرف کم ظرف لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ اکیلے ہی مقابلے کے لیے نکل گئے۔ اور میں یہ بلند آواز سے پڑھتا جاتا تھا۔ جب میں درختوں میں ہوتا تو ان کو تیر مارتا اور جب تنگ گھاٹیاں آجاتیں تو پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا یہاں تک کہ ان سے تمام اونٹنیاں چھڑا لیں۔

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اسی طرح ان کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ایسا پیدا نہیں کیا جسے میں نے اپنے پیچھے نہ چھوڑ دیا ہو اور ان سے تیس چادریں بھی چھین لیں جو انہوں نے بوجھ کم کرنے کے لیے بھاگتے ہوئے پھینک دی تھیں۔ جو چیز بھی وہ پھینکتے جاتے تھے میں ان پر نشان کے طور پر پتھر رکھ دیتا تھا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ پہچان لیں اور ان کا پیچھا کرتا رہا اور پھر ان پر تیر اندازی کرتا رہا۔ اکیلے ہی مقابلہ کرتے رہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات قرد وھی الغزوۃ التی اغار وا فیھا... حدیث:4194)

(صحیح مسلم مترجم کتاب المغازی حدیث 3358-3357 جلد 09 صفحہ 228-227، 233 حاشیہ، نور فاؤنڈیشن)

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 96-97 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوات و سرایا از علامہ محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 306-305 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

تاریخ اور سیرت اور حدیث کی دوسری شروحات کے مطابق یہ بھی لکھا ہے کہ تمام اونٹنیاں واپس نہیں لی جا سکی تھیں۔ کچھ اونٹنیاں دشمن اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 107 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال دوسری طرف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس واقعہ کی خبر پہنچی تو مدینہ میں اعلان کیا گیا کہ خطرے کی گھڑی ہے۔ چنانچہ منادی کروادی گئی یَا خَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبِیْ یعنی اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔ اسی وقت گھڑ سوار آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ سب سے پہلے حضرت مقدادؓ آپؐ کے پاس آئے پھر حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ، سعد بن زیدؓ، اُسَید بن حُضَیرؓ، عکَّاشہؓ، مُحرِز بن نَضْلَہؓ، ابو قتادہؓ اور ابو عَیَّاشؓ بھی پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن زیدؓ کو امیر بنایا اور فرمایا: دشمن کے تعاقب میں نکلو یہاں تک کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تم سے آملوں۔ آپؐ نے فرمایا: تم لوگ آگے آگے جاؤ میں پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سات سو کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپؐ نے مدینہ پر حضرت ابنِ اُمِّ مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور حضرت سعد بن عُبادہؓ کو تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے پیچھے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسودؓ کے نیزے پر جھنڈا باندھا۔

(شرح العلامہ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 113 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 97-96 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس مہم میں ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو عَیَّاش! کیا تم اپنا گھوڑا کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو تم سے بہتر سوار ہے تا کہ وہ دشمن سے جا

ملے۔ حضرت ابو عیاشؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں سب سے اچھا سوار ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ دیا اور پھر میں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی لیکن ابھی پچاس گز ہی چلا تھا کہ اس نے مجھے زمین پہ گرا دیا۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ گھوڑا اپنے سے بہتر سوار کو دے دو اور میں کہہ رہا تھا کہ میں سب سے بہتر گھڑ سوار ہوں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عیاشؓ کا یہ گھوڑا حضرت مُعَاذ بنِ مَاعِصؓ کو دے دیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 98-97 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سَلَمہؓ جو دشمن کا پیچھا کر رہے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب دن چڑھ آیا تو عُیَیْنَہ ان کی مدد کے لیے آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عُیَیْنَہ خود یہاں موجود تھا۔ وہ ایک تنگ گھاٹی میں تھا۔ کہتے ہیں میں پہاڑ پر چڑھ گیا۔ عُیَیْنَہ نے کہا یہ کون ہے؟ عُیَیْنَہ کے ساتھیوں نے اسے کہا کہ صبح سے لے کر ابھی تک ہم اس مصیبت میں ہیں۔ یہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ ہم پر تیر اندازی کر رہا ہے اور اپنے جانور چھڑا رہا ہے۔ اس نے ہماری سب چیزیں چھین لی ہیں۔ عُیَیْنَہ نے کہا کہ اگر اس کو یہ یقین نہ ہوتا کہ اس کے پیچھے لوگ آ رہے ہیں تو تمہیں کبھی کا چھوڑ گیا ہوتا۔ ہوشیار تھا۔ اس نے کہا یقیناً ان کے پیچھے اَور کوئی فوج آ رہی ہے۔ تم میں سے چند آدمی اس کی طرف جاؤ۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا۔ چنانچہ ان میں سے چار آدمی میری طرف آئے اور پہاڑ پر چڑھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابنِ اَکْوَعْ ہوں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت بخشی ہے تم میں سے کوئی شخص مجھے پکڑ نہیں سکتا اور اگر میں اس کا تعاقب کروں تو وہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے۔ پھر وہ ڈر کے واپس چلے گئے۔ بخاری کی یہ روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات قرد وھی الغزوۃ التی اغاروا فیھا... حدیث:4194)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 96 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سَلَمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس جگہ رہا حتی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے شہسواروں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے پہلے روانہ فرمائے تھے دیکھ لیا جو درختوں میں سے نمودار ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں ان میں سے سب سے پہلے مُحْرِز بن نَضْلَہ اَخْرَمُ اَسَدِیؓ تھے اور ان کے پیچھے ابو قتادہ انصاریؓ اور پیچھے مقداد بن اسودؓ تھے۔ جو بعد میں آئے۔ میں نے اخرم کے گھوڑے کی لگام پکڑی۔ میں نے کہا اے اخرم! تو ان سے بچ تا کہ وہ تجھے ہلاک نہ کر دیں۔ ابھی آگے نہ جاؤ۔ ذرا انتظار کرو یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ پہنچ نہ جائیں۔ اس نے کہا کہ اے سَلَمہ! اگر تُو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تُو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ، جہنم حق ہے۔ پس تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ بڑی جرأت سے انہوں نے بات کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضرت اخرمؓ اور عبد الرحمٰن بن عُیَیْنَہ باہم برسرِ پیکار ہوئے اور انہوں نے عبد الرحمٰن سمیت اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور عبد الرحمٰن نے ان کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو کر مڑا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اَخرمؓ کو اَوْبَار نے شہید کیا تھا۔ اَوبار اور اس کا بیٹا ایک ہی اونٹ پر

سوار تھے۔ حضرت عکاشہؓ نے ایک نیزہ مارا اور ان دونوں کو ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت اخرمؓ کو مَسعدہ نے شہید کیا تھا۔

شہادت کے واقعہ کے متعلق ایک خواب کا بھی ذکر ہے۔ حضرت اخرمؓ نے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے ایک روز قبل خواب میں دیکھا تھا کہ میرے لیے آسمان کھل گیا ہے اور میں آسمان میں داخل ہو گیا ہوں حتی کہ میں ساتویں آسمان تک پہنچ گیا ہوں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔ مجھے کہا گیا کہ یہی تمہاری منزل ہے۔ میں نے یہ خواب حضرت ابو بکرؓ کو بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہیں شہادت مبارک ہو۔ اور اس کے ایک روز بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔ حضرت مُحرِزؓ کے پیچھے حضرت ابو قتادہؓ بھی پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسوار حضرت ابو قتادہؓ کا مقابلہ عبد الرحمٰن بن عُیَیْنَہ سے ہوا۔ وہ باہم نیزہ بازی کرنے لگے۔ عُیَیْنَہ کے بیٹے نے حضرت ابو قتادہؓ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور حضرت ابو قتادہؓ نے اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے پر خود سوار ہو گئے۔

(صحیح مسلم (مترجم) جلد 9 صفحہ 233 تا 235 کتاب الجھاد والسیر باب غزوہ ذی قرد وغیرھا حدیث: 3358، نور فاؤنڈیشن)

(ماخوذ از شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 114 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 99-98 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابو قتادہؓ کے مَسْعَدَہ فَزَاری سے مقابلے کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو قتادہؓ کو اس واقعہ کی خبر ملی یعنی دشمن کے حملہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے سفر کر کے ذُبَاب میں تشریف فرما تھے۔ جو ثَنِیَّۃُ الوَدَاع سے اترتے ہوئے احد پہاڑ کے رستے میں ایک چھوٹا کالا پہاڑ ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا اے ابو قتادہ! آگے چلو اللہ تمہاری مدد کرے۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں روانہ ہوا اور میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ہم جلد ہی دشمن تک پہنچ گئے۔ ساتھی نے کہا کہ ان کے مقابلے کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا تم کہتے ہو کہ میں آنحضورؐ کے آنے تک انتظار کروں یعنی پورا لشکر پیچھے سے آجائے تب ہم حملہ کریں بجائے اب حملہ کرنے کے جبکہ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک طرف سے حملہ کرو اور میں دوسری طرف سے۔ پھر ان دونوں نے حملہ کر دیا اور دشمن کو مشکل میں ڈال دیا۔ دشمن نے ان پر تیر چلائے تو ایک تیر ان کی پیشانی پر جا لگا۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ تیر نکالا تو مجھے ایسا لگا کہ میں نے لوہے کا ٹکڑہ نکال لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو ایک تیز گھڑ سوار میرے سامنے آیا جس نے خَود پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے پہچان لیا لیکن میں نے اسے نہیں پہچانا۔ اس نے کہا اے ابو قتادہ! اللہ نے تمہاری اور میری ملاقات کرا دی ہے۔ اس نے اپنے چہرے سے خَود اتارا تو وہ مَسْعَدَہ فَزَارِی تھا۔ اس نے کہا کیا پسند کرو گے؟ شمشیر زنی، نیزہ بازی؟ کس طرح لڑنا ہے تم نے؟ تلوار سے لڑنا ہے، نیزے سے لڑنا ہے یا پھر کشتی کرنی ہے؟ میں نے کہا یہ تم پر ہے تم جو چاہتے ہو کر لو۔ اس نے کہا پھر کشتی لڑتے ہیں۔ اس زمانے میں جنگ کے بھی عجیب طریقے تھے۔ وہ اپنی سواری سے نیچے اترا۔ میں بھی نیچے اتر آیا۔ میں نے اپنا گھوڑا ایک درخت کے ساتھ باندھا اور اپنا اسلحہ وہیں رکھا اور اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر ہم لڑنے لگے اور اللہ نے مجھے اس پر غلبہ دے دیا۔ میں اس کے اوپر چڑھ گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اٹھوں اور اپنی تلوار لے لوں اور وہ بھی اپنی تلوار لے لے۔

ہم دو لشکروں کے درمیان تھے اس لیے ہم میں سے کسی پر بھی حملہ ہو سکتا تھا۔ میرے سر سے کوئی چیز آ کر ٹکرائی۔ ہم لڑتے لڑتے مَسْعَدَہ کے ہتھیاروں تک پہنچ گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تلوار اٹھالی جب اس نے دیکھا کہ اس کی تلوار میرے ہاتھ لگ گئی ہے تو کہنے لگا کہ اے ابو قتادہ! میرا کچھ لحاظ رکھو۔ میں نے کہا نہیں اب تم اپنا ٹھکانہ جہنم دیکھ لو اور پھر اسے قتل کر دیا اور اسے اپنی چادر میں لپیٹ دیا۔ پھر میں نے اس کے کپڑے خود پہن لیے اور اس کے ہتھیار لے لیے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہوا کیونکہ جب ہم لڑ رہے تھے تو میرا گھوڑا دشمن کی طرف بھاگ گیا تھا اور انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور مَسْعَدَہ کے بھتیجے کو جالیا۔ اس کے ساتھ مزید سترہ سوار تھے۔ میں نے ان کو اشارہ کیا تو وہ ٹھہر گئے۔ پھر جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے ان پر حملہ کر دیا اور مَسْعَدَہ کے بھتیجے کو نیزہ مارا اور اس کی گردن توڑ دی۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے اور میں نے اونٹنیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جو حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ کے حملے کے وقت دشمن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 100-99 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 125 زوار اکیڈمی کراچی)

(ماخوذ از بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات قرد وھی الغزوۃ التی اغاروا فیھا... حدیث:4194)

اس غزوہ کی ابھی مزید تفصیل بھی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو جائے گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14/ فروری 2025ء جلد 32 شمارہ 39 صفحہ 02 تا 07)

5

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 31/ جنوری 2025ء بمطابق 31/ صلح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت ﷺ کا خود تشریف لے جانا

گذشتہ جمعہ غزوۂ ذِی قَرَد کا ذکر ہو رہا تھا جیسا کہ بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس غزوہ میں جانے سے پہلے چند صحابہؓ کو دشمن کی طرف روانہ فرمایا تھا اور آپؐ پھر ان کے پیچھے اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس ضمن میں مزید لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ آئے تو دشمن کے لشکر نے انہیں دیکھا اور وہ بھاگ گئے۔ جب مسلمان دشمن کے پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو حضرت ابو قتادہؓ کا گھوڑا وہاں موجود تھا جس کی کونچیں کٹی ہوئی تھیں۔ ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو قتادہ کے گھوڑے کی تو کونچیں کٹی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا۔ تیرا بھلا ہو، جنگ میں تیرے کتنے دشمن ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آگے چل دیے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت ابو قتادہؓ اور مَسْعَدَہ نے کشتی کی تھی، گذشتہ جمعہ اس کے بارے میں بیان ہوا تھا۔ تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت ابو قتادہؓ چادر میں لپٹے پڑے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لگتا ہے کہ ابو قتادہؓ شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ابو قتادہ پر رحم کرے۔ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے عزت بخشی ہے ابو قتادہ تو دشمن کے پیچھے ہے اور رجز پڑھ رہا ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے نے، لشکر نے جب میرے گھوڑے کو دیکھا کہ اس کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور مقتول کو میری چادر میں لپٹے ہوئے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ شاید میں شہید ہو گیا ہوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور چادر ہٹائی تو مَسْعَدَہ کا چہرہ دیکھا۔ ان دونوں نے کہا اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ یا رسول اللہ! یہ مَسْعَدَہ ہے۔ اس پر صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی حضرت ابو قتادہؓ اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو قتادہؓ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ ابو قتادہؓ گھڑ سواروں کے سردار ہیں۔ اے ابو قتادہؓ! اللہ تم میں برکت رکھ دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھ دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو قتادہ! یہ تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے؟ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھے ایک تیر لگا تھا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو عزت بخشی، میرا خیال تھا کہ میں نے وہ تیر نکال دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا

ابو قتادہ میرے قریب آؤ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ آپ نے نرمی سے تیر نکال دیا اور اپنا لعاب دہن لگایا اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی مجھے یوں لگتا تھا جیسے مجھے کوئی چوٹ ہی نہ لگی ہو اور نہ زخم آیا ہو۔ پچھلی دفعہ بیان ہوا تھا کہ تیر تو حضرت ابو قتادہؓ نے خود نکالا تھا لیکن ہو سکتا ہے اس کی کوئی اَنی، اس کا کوئی پھل اندر رہ گیا ہو جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا۔ اس کا نشان نظر آ رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ! اس کے بالوں اور اس کی جلد میں برکت رکھ دے۔ اور فرمایا تمہارا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ پھر جب ستر سال کی عمر میں حضرت ابو قتادہؓ کی وفات ہوئی تب بھی کہتے ہیں کہ آپؓ چہرے سے پندرہ سال کے لگتے تھے یعنی جوان چہرہ لگتا تھا۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 101-100 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس غزوہ میں حضرت سلمہؓ کا دشمن سے ذُوقَرَد میں مقابلے کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں دشمن کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا یہاں تک کہ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی مجھے اپنے پیچھے صحابہؓ نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ ہی مجھے ان کا گرد و غبار نظر آ رہا تھا۔ دشمن غروبِ آفتاب سے پہلے ایک گھاٹی میں پہنچ گیا جہاں ذُوقَرَد نام کا ایک چشمہ تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانی پینا چاہا تو مجھے دیکھا کہ میں ان کے پیچھے ہی ہوں تو وہ اس سے ہٹ گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا تو اسے تیر مارا۔ میں نے صبح بھی اسے تیر مارا تھا۔ اب دوسرا تیر اسے مارا اور دونوں تیر اسے لگے۔ وہ دو گھوڑے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو میں نے ان دونوں کو پکڑا اور اتنی دیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تھے تو پھر ان کو لے کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہانک لایا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 99-98 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذُوقَرَد پہنچنے کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے وقت پہنچے اور چشمے پر پڑاؤ ڈالا جہاں میں نے دشمن کو روکا تھا۔ آپؐ اونٹنیاں اور ہر وہ چیز جو میں نے دشمن سے چھینی تھی قبضہ میں کر چکے تھے۔ حضرت بلالؓ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا جو دشمن سے چھینے گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا کلیجہ اور کوہان بھونی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھجوروں سے لدے ہوئے دس اونٹ بھیجے جو آپؐ کو ذُوقَرَد مقام پر ملے۔ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا مَیں نے دشمن کو پانی سے روکا ہوا تھا اور وہ پیاسے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک سو مجاہدین کے ساتھ روانہ کریں میں ان کا پیچھا کر کے ان کے ہر مخبر کو بھی قتل کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: سَلَمَہ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟ میں نے کہا آپ کو عزت دینے والے کی قسم! جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ تم نے ان پر قابو پا لیا ہے تو نرمی اختیار کرو۔ یہ عرب کے محاوروں میں سے ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہترین معافی یہی ہے کہ نرمی اختیار کرو اور سختی

سے کام نہ لو۔ اگر وہ چلے گئے تو چلے گئے اب ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس جنگ کے واقعات میں حضرت سَلَمَہؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بہترین گھڑ سوار ابو قتادہؓ اور بہترین پیادہ سَلَمَہ بن اَکْوَع ہیں۔ حضرت سَلَمَہؓ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے سوار اور پیادہ دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔ پھر مجھے اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ اس سفر میں حضرت سَلَمَہؓ کی ایک اور روایت ملتی ہے۔ حضرت سَلَمَہؓ کہتے ہیں کہ مدینہ واپسی کے وقت جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک انصاری صحابی جو دوڑنے میں بہت تیز تھے اعلان کر کے کہنے لگے کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرے۔ یعنی مدینہ طیبہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے۔ انہوں نے چند مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہی اونٹنی پر سوار تھا۔ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار تھا۔ میں نے ان انصاری صحابی سے کہا کہ کیا تم کسی معزز کی عزت نہیں کرتے۔ تمہیں کسی شریف آدمی کا ڈر نہیں ہے جو یہ اعلان کرتے پھر رہے ہو۔ اس نے کہا نہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَور مجھے کسی سے کوئی نہیں ڈر۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے اس آدمی سے دوڑ لگانے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو تو لگاؤ۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ چلو۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پاؤں موڑے اور چھلانگ ماری اور دوڑ پڑا اور مَیں ایک یا دو گھاٹیاں اس کے پیچھے دوڑا یعنی وہ آگے اور میں پیچھے تھا اور اپنی طاقت بچاتا رہا۔ پھر میں تیز ہوا اور اسے جالیا۔ مَیں نے اسے کندھے کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا اللہ کی قسم! میں تم پر سبقت لے گیا۔ وہ مسکرانے لگا اور کہا میرا بھی یہی خیال ہے اور یوں مَیں اس دوڑ میں آگے نکل گیا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

اس غزوہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کتنا عرصہ باہر رہے اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کی صبح روانہ ہوئے اور آپؐ نے ایک رات ایک دن ذُوقَرَد میں قیام فرمایا تا کہ دشمن کی کوئی خبر مل سکے۔ پھر سوموار کے دن مدینہ واپس تشریف لائے۔ یوں آپ پانچ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کی تفصیل یوں ہے۔ مسلمانوں میں سے حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہؓ شہید ہوئے۔ ابنِ ہشام کے مطابق ابنِ وَقَّاص بن مُجَزِّزؓ بھی شہید ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابوذرؓ کے بیٹے جنگ سے پہلے ہی اونٹوں کے باڑہ میں شہید کر دیے گئے تھے۔ کفار کے بارے میں لکھا ہے کہ کفار میں سے عبدالرحمٰن بن عُیَیْنَہ، حُبَیب بن عُیَیْنَہ، مَسْعَدَہ بن حکمہ فَزَارِی، اَوْبَار اور اس کا بیٹا عَمرو قتل ہوئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 100 تا 104 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 286 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو دشمن قید کر کے لے گئے تھے۔ اس کا ذکر پہلے ہوا تھا۔ حملہ آور حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو پکڑ کر ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے اس کو باندھ کر رکھا ہوا تھا اور وہ لوگ اپنے مویشی اپنے گھروں کے سامنے رات کو رکھتے تھے۔ ایک رات وہ عورت بندھنوں سے چھوٹ گئی اور قریب ہی بندھے ہوئے اونٹوں کے پاس آئی۔ جب بھی وہ کسی اونٹ کے قریب آتی تو وہ بلبلاتا۔ اسے چھوڑ دیتی وہ شور مچاتا یہاں تک

کہ عَضْبَاء یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اونٹنی تھی جسے دشمن لُوٹ کر ساتھ لے آئے تھے اس کے پاس پہنچی تو وہ نہیں بلبلائی۔ بولی کوئی نہیں۔ بڑے آرام سے رہی۔ وہ سدھائی ہوئی اونٹنی تھی۔ وہ عورت اس کی پشت پر سوار ہو گئی اور اسے ایڑھ لگا دی اور وہ چل پڑی۔ ان لوگوں کو اس کے بھاگنے کا علم ہو گیا تو انہوں نے اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ پکڑی نہ گئی۔

راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے اللہ کی خاطر نذر مانی کہ اگر اللہ اسے اس اونٹنی کے ذریعہ نجات دے گا تو وہ ضرور اس کو ذبح کر دے گی۔ جب وہ مدینہ آئی اور لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عَضْبَاء ہے۔ وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مانی ہے کہ اگر اللہ اس اونٹنی کے ذریعہ نجات دے گا تو وہ اس کی قربانی کرے گی۔ اس بحث مباحثہ پر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ ساری بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! اس عورت نے اس اونٹنی کو کتنا بُرا بدلہ دیا ہے۔ یہ اس کو بچا کے لائی ہے اور یہ اس کو یہ نذر مان کر یہ بدلہ دے رہی ہے کہ اگر اللہ نے اس اونٹنی کے ذریعہ اسے بچایا تو وہ اسے ذبح کر ڈالے گی۔ یہ تو اچھا بدلہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کوئی نذر خدا کی نافرمانی میں پوری نہ کی جائے اور نہ ہی اُس میں نذر جائز ہے جس کا بندہ مالک نہیں۔ فرمایا: تم اس کی مالک ہی نہیں ہو۔ یہ میری اونٹنی ہے۔ تم اللہ کا نام لے کر خیر و برکت کے ساتھ اپنے گھر جاؤ۔

(صحیح مسلم جلد 8 صفحہ 237-236 کتاب النذر باب لا وفاء لنذرٍ فی معصیۃ اللہ ... حدیث: 3085)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام غزوہ ذی قَرَدْ صفحہ 667 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اب ایک سریے کا ذکر کروں گا یہ سَرِیَّہ **حضرت اَبان بن سعیدؓ بطرف نَجْد** کہلاتا ہے۔ یہ سَرِیَّہ محرم سات ہجری میں ہوا۔ (غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 390 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

جبکہ ایک روایت میں اس سَرِیَّہ کی تاریخ جُمَادَی الثانی 7 ہجری بیان ہوئی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس سَرِیَّہ کو محرم سات ہجری میں لکھا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 128 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 837)

اس سَرِیَّہ کی تاریخ محرم سات ہجری زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ روایات میں ذکر ہے کہ خیبر کی طرف روانگی سے قبل مدینہ سے نجد کی طرف حضرت اَبان بن سعیدؓ کو بھیجا اور خیبر کی طرف روانگی محرم 7 ہجری میں ہوئی تھی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت اَبانؓ کا تعارف یہ ہے کہ حضرت اَبانؓ کے والد اکابر قریش میں سے تھے۔ ان کے بھائی عمرو اور خالد پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ اَبان جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کے دوران حضرت عثمانؓ کو پناہ دی تھی۔ عمرو اور خالد حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے اَبان کو پیغام بھیجا یہاں تک کہ تینوں اکٹھے خیبر کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اَبان نے اسلام قبول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اَبان بن سعیدؓ نے صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات کے وقت اَبان بحرین پر عامل تھے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور شام چلے گئے۔ آپؓ تیرہ ہجری میں شہید ہوئے، ایک روایت کے مطابق ستائیس ہجری کو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 1 صفحہ 168 تا 170 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 148 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ خیبر پر روانگی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبان بن سعیدؓ کی قیادت میں نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا۔ نجد ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے جس میں متعدد وادیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ جنوب میں یمن، شمال میں صحرائے شام اور عراق تک جا پہنچتا ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے حجاز واقع ہے۔ یہ علاقہ سطح زمین سے بارہ سو میٹر بلند ہے۔ اس بلندی کی بنا پر اس کو نجد کہتے ہیں۔ اس لشکر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں مدینہ کو دشمن قبائل سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ قبائل ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کب مناسب موقع ملے اور مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر جانا مدینہ پر حملہ کے لیے موزوں ترین موقع سمجھا جاتا تھا۔ دشمن یہ خیال کرتا تھا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر ہیں اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ لشکر ساتھ ہے اور مدینہ میں بہت کم لوگ ہیں۔ اس لیے ہم حملہ کر کے مدینہ کو فتح کر لیں۔ اس خدشہ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ پر جاتے تو ایسے قبائل کی طرف بھی کچھ صحابہؓ بھیج دیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ جلد 8 صفحہ 412 بزم اقبال لاہور) (فرہنگ سیرت صفحہ 297 زوار اکیڈمی کراچی)

اس سَرِیَّہ کا ذکر صحیح بخاری میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبانؓ کو ایک سَرِیَّہ پر مقرر کر کے مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں پھر اَبان اور ان کے ساتھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں آئے بعد اس کے کہ آپؐ نے اس کو فتح کر لیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ یہ خیبر کی فتح کے بعد پہنچے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں اس میں حصہ نہ دیجیے خیبر کے مال غنیمت میں ان کا حصہ کوئی نہیں ہونا چاہیے۔ جس پر ان دونوں کی باہم تکرار ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اَبان! بیٹھ جاؤ۔ اور آپؐ نے اس کو حصہ نہیں دیا کیونکہ براہ راست یہ خیبر کی جنگ میں شامل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث: 4238، 4239)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 128 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ خیبر

پھر ایک غزوہ کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ **جو بڑا مشہور ہے۔ یہ غزوۂ خیبر کہلاتا ہے۔** خیبر ایک وسیع سبزہ زار ہے جو چشموں اور بکثرت پانیوں سے شاداب ہے اور جزیرۂ عرب میں کھجوروں کے سب سے بڑے نخلستان میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی زرخیزی کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ خیبر کی صرف ایک وادی جو کَتِیْبَہ کے نام سے موسوم ہے اس میں چالیس ہزار کھجوروں کے درخت تھے۔ خیبر کی وادی مدینہ سے شمال کی جانب اندازاً چھیانوے میل کی دوری پر تھی۔ یہاں یہود بہت قدیم سے آباد تھے۔ تاریخی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے یہاں بنی اسرائیل کے یہود آباد تھے۔ بعض مؤرخین کے مطابق بُخْتُ نَصَّر

کے زمانے میں یہود یہاں آباد ہوئے۔ کچھ اور روایات بھی ہیں جن سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خیبر میں قدیم سے یہود آباد تھے اور بڑے بڑے قلعے بنا کر یہ لوگ یہاں آباد تھے۔ ان کے نزدیک اس جگہ کی بڑی اہمیت تھی اور اَب بھی کہتے ہیں کہ ہے۔ عبرانی زبان میں خیبر کے معنی بھی قلعہ کے ہیں۔ یہود کے کچھ قبائل مدینہ میں بھی آباد تھے لیکن خیبر کے یہود کو ایک بات ممتاز کرتی تھی کہ یہاں کے یہود باقی تمام یہود سے شجاعت اور جنگ میں استقلال دکھانے میں بڑھ کر تھے اور ان میں باہم اتحاد بھی دوسروں کی نسبت زیادہ تھا۔ جس کی وجہ سے یہ خطۂ عرب میں قوت و طاقت کی ایک اکائی سمجھی جانے والی قوم تھی۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 328 تا 331 دار السلام)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 56 زوار اکیڈمی کراچی)

مدینہ کے یہود ہوں یا خیبر کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے متعلق ان کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں باغیانہ حد تک بڑھی ہوئی تھیں۔ بغض و عداوت میں بڑھتی ہی چلی جانے والی اس قوم نے اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو بھی ختم کرنے میں اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانے میں کوئی کمی نہیں کی جبکہ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کیا۔ ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے اور جب کبھی بھی وہ معاہدے کو توڑ دیتے یا خلاف ورزی کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کوشش درگزر اور عفو کی ہوتی تھی یہاں تک کہ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی متعدد مرتبہ کوشش کی۔ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیرونی طاقتوں کو مدینہ پر حملہ کرنے میں تعاون کیا جس کے بدلے میں سزا کے طور پر ان تمام یہود کو سخت سے سخت سزا بھی دی جاتی تو وہ عدل و انصاف کے عین مطابق ہوتی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ کا عفو اور رحمت کا یہ عالم تھا کہ پھر بھی ان کی جان و مال کو یوں امان دی اور مدینہ سے یوں جلاوطن کر دیا کہ جو کچھ ساتھ لے کر جا سکتے ہو لے جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نعوذ باللہ جبر و اکراہ ہوتا تو مدینہ کے یہود کی بار بار عہد شکنی پر ان کو کبھی معاف نہ فرماتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اگر خون بہانا ہوتا تو بنو قَینُقَاع اور بَنُو نَضِیر کو کبھی جان کی امان دے کر بحفاظت مدینہ سے نہ جانے دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اگر مال و دولت کا حصول ہوتا تو بنو نضیر جو کہ جزیرۂ عرب میں سب سے بڑا سرمایہ دار گروہ خیال کیا جاتا تھا کبھی سونے چاندی کو مشکوں اور بڑے بڑے تھیلوں میں بھر کر اہالیانِ مدینہ کے سامنے ان کو دکھا دکھا کر نہ لے جا سکتا اور جو حسن و احسان اور عفو و درگزر کا سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودِ مدینہ کے ساتھ کیا تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خیبر میں آباد ہو جانے کے بعد یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام کے حق میں صلح جوئی اور امن و سلامتی کے ماحول میں رہتے۔ لیکن مدینہ سے جلاوطنی کے بعد مدینہ کے یہود کی ایک تعداد خیبر میں جا کر آباد ہو گئی تھی اور خیبر جو کہ پہلے ہی ایک بہت بڑی حربی طاقت تھی اب مسلمانوں کے خلاف خطرناک منصوبہ سازیوں کا مرکز بن گئی۔ یہ خیبر کے یہود ہی تھے کہ ایک بڑا وفد لے کر جس میں خیبر کے بڑے بڑے یہودی سردار تھے مشرکینِ مکہ کو ملنے مکہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور اسلام کو ختم کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا اور ان کو رضامند کرنے کے بعد ارد گرد کے متفرق قبائل میں ان کا وفد گیا

اور ایک ایک قبیلے کو تیار کر کے اور اس وقت کی تاریخ کا پندرہ ہزار کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی جو تاریخ اسلام میں غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے، اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت نہ ہوتی تو مسلمانوں کے ساتھ شاید مدینہ کا بھی نام و نشان مٹ چکا ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس خطرناک منصوبے کے سرغنہ خیبر کے یہود ہی تھے جو اب ہر وقت مسلمانوں کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔ مدینہ میں موجود بنو قُرَیْظَہ کو ان کی عہد شکنی کی پہلی مرتبہ سخت سزا بھی یہود خیبر کو اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کرنے کا باعث نہ بن سکی اس لیے اب بہت ضروری تھا کہ اس عہد شکنی اور سازشی کردار ادا کرنے والی قوم کے خلاف براہ راست کوئی قدم اٹھایا جائے تا کہ خطے کا امن بحال ہو سکے اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ امن و سکون سے بے خوف و خطر اپنے اپنے مذہب و مسلک پر اس طرح عمل پیرا ہو سکے کہ یَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ کہ دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔ دین میں کسی قسم کا کوئی جبر نہ ہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے بندے کا معاملہ ہے۔

ایک مشہور مستشرق منٹگمری واٹ جو کہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف زہر اگلنے میں دریغ نہیں کرتا وہ بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خیبر پر حملہ کی سیدھی اور سادہ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یعنی خیبر کے لوگوں نے، اپنی دولت کا بے دریغ استعمال کر کے، اپنے ہمسایہ عربوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں۔ (Muhammad Prophet and Statesman by W. Montgomery Watt Pg:189)

تو یہ وہ خاص پس منظر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی اشاروں کے تابع یہ فیصلہ کیا کہ خیبر کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوہ خیبر جُمَادَی الاولیٰ سات ہجری میں ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جبکہ ابنِ عُقْبہ اور علامہ ابن اسحاق کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذُوالحِجَّہ میں حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ مدینہ میں تقریباً بیس راتیں رہے۔ پھر خیبر کی طرف تشریف لے گئے اور یہ محرم کا مہینہ تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں بقیہ عناوین کے جو نوٹس لکھے ہیں ان میں آپؓ نے اس غزوۂ خیبر کو ماہ محرم اور صفر سات ہجری کا غزوہ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 837)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آنے کے قریباً پانچ ماہ بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہودی خیبر سے جو مدینہ سے صرف چند منزل کے فاصلہ پر تھا اور جہاں سے مدینہ کے خلاف آسانی سے سازش کی جا سکتی تھی نکال دیے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے سولہ سو صحابہؓ کے ساتھ اگست 628ء میں خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 325)

بعض مؤرخین صلح حدیبیہ سے پانچ ماہ بعد اس کی تاریخ بیان کرتے ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے بھی دیباچہ تفسیر القرآن میں یہی بیان فرمایا ہے۔ البتہ مؤرخین و محدثین کی اکثریت صلح حدیبیہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد محرم کے مہینے میں اس کو بیان کرتی ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس کے بارے میں

یہی لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

بنیادی طور پر صلح حدیبیہ ایک بہت بڑی فتح تھی قرآن کریم نے اس کو ایک فتح عظیم سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح:2) یعنی یقیناً ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے اور فتح مبین کا یہ وہ دروازہ تھا کہ جس سے گزرتے ہوئے خیبر اور مکہ جیسی عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ہی فتح خیبر کا وعدہ فرما دیا تھا جب صلح حدیبیہ سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان سورت فتح نازل ہوئی۔ اس سورت میں فتح خیبر کی خوشخبری یوں عطا فرمائی کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ (الفتح:19 تا 21) اللہ مومنوں سے اس وقت بالکل خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے اس ایمان کو جو ان کے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی یعنی فتح خیبر اور بہت سے غنیمت کے مال بھی بخشے۔ خیبر کے اموال بھی ان کو ملے۔ جن کو وہ قبضہ میں لا رہے تھے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور یہ موجودہ مالِ غنیمت تم کو ان وعدوں میں سے جلدی عطا کر دیا ہے۔

لشکر کی تیاری اور مدینہ پر نائب مقرر کرنے کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف جانے کے لیے جب منادی کروائی تو یہ اعلان کروایا کہ صرف وہی ساتھ چلیں گے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مالِ غنیمت کی غرض سے نکل رہے ہیں وہ میرے ساتھ نہ نکلیں۔ صرف وہ لوگ میرے ساتھ روانہ ہوں جو صرف جہاد میں رغبت رکھتے ہیں۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابن ہشام کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نُمَیْلَہ بن عبد اللہ لَیْثِی کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا جبکہ امام بخاری کے مطابق آپؐ نے حضرت سِبَاع بن عُرْفُطَہ کو نائب مقرر فرمایا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(التاریخ الصغیر لامام بخاری صفحہ 43 مکتبۃ المعارف 1986ء)

علامہ ابن اسحاق اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے اس سے پہلے صرف چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت حُبَاب بن مُنذِرؓ اور حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو پرچم عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سیاہ رنگ کا تھا جو حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس کا نام عُقَاب تھا اور یہی پرچم حضرت حُبَاب بن مُنذِرؓ کے پاس تھا۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 52 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 255 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

روایت میں حضرت علیؓ کو بھی ایک جھنڈا دیے جانے کا ذکر ملتا ہے لیکن وہ جھنڈا خیبر میں دیا گیا تھا کیونکہ

حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ نہیں ہو سکے تھے کیونکہ انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ آنکھوں کی بیماری تھی۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ان کو۔ البتہ بعد میں بے چین ہو کر یہ روانہ ہو گئے اور خیبر پہنچ گئے۔ صبر نہیں ہوا ان سے۔ اس سفر میں ام المومنین حضرت ام سَلَمہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت النبیؐ جلد 8 صفحہ 391 بزم اقبال لاہور)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 365 دار السلام)

ایک روایت کے مطابق چھ سات صحابیاتؓ بھی اس مہم میں ساتھ ہو لیں اور ایک روایت کے مطابق بیس صحابیاتؓ اس غزوہ میں شامل ہوئیں۔

حضرت ام سِنَان اَسْلَمِیَّہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمایا تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اجازت دیں تو میں بھی ساتھ چلوں۔ میں مشکیزوں کی سلائی کروں گی۔ لشکر کے سامان کی حفاظت کروں گی۔ کوئی بیمار ہوا یا زخمی ہوا تو اس کا علاج کروں گی تو کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور اسی طرح بَنُو غِفَار کی کچھ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم بھی جنگ میں شرکت کرنا چاہتی ہیں۔ ہم زخمیوں کی دیکھ بھال کریں گی اور مجاہدین کی مدد کریں گی جس قدر ہمیں استطاعت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، جلد 8 صفحہ 371 بزم اقبال لاہور)

(سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی المرأۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ حدیث 2729)

(امتاع الاسماء جلد 1 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تیاری کا علم مدینہ کے یہود کو ہوا تو ان پر یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر آپؐ خیبر میں داخل ہو گئے تو خیبر ہلاک ہو جائے گا جیسا کہ بَنُو قَینُقَاع اور بنو نضیر اور بنو قُرَیظہ ہلاک ہوئے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مدینہ کے یہود صاحبِ ثروت تھے اور مدینہ کے مسلمان مالی کمزوری کی وجہ سے ان سے قرض لیا کرتے تھے۔ اب اس وقت خیبر کے یہود کے مفاد کی خاطر مدینہ کے یہود نے مسلمانوں کو تنگ کرنے اور جنگ سے روکنے کے لیے فوری طور پر اپنے قرض کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ (فتح خیبر، از ہاشمیل صفحہ 67 نفیس اکیڈمی کراچی)

ایک صحابیؓ کا واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ابنِ اَبِی حَدْرَدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو شَحْم یہودی کے پانچ درہم اور ایک روایت میں ہے کہ چار درہم دینے تھے۔ یہودی نے ابن ابی حدرد سے مطالبہ کیا ابن ابی حدرد نے اس سے کہا کہ مجھے مہلت دے دو۔ میں خیبر سے واپس آ کر ان شاء اللہ تمہارا حق ادا کر دوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ خیبر انہیں غنیمت میں عطا کرے گا۔ ابو شَحْم یہودی نے بطور حسد و عناد کہا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خیبر والوں سے لڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عام بدوؤں سے لڑنا ہے۔ تَوْرَات کی قسم! وہاں دس ہزار جنگجو ہیں۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا معاملہ پیش کیا۔ اس وقت جنگی ہنگامی حالات تھے۔ یہ یہودی تعصّب کی حد تک یہود خیبر کی تائید اور ہمدردی کا

اظہار کر رہا تھا اور مسلمان فوجی کا مذاق بھی اڑا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ریاست کے سربراہ تھے۔ اس یہودی کو کوئی سزا بھی مل سکتی تھی لیکن کمال ضبط اور حوصلے اور عدل و انصاف اور رواداری کا یہ اسوہ دیکھنے کو ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس یہودی کا حق ادا کر دو۔ ابن ابی حَدْرَد نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں اس وقت اس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جیسے بھی ہو اس کا حق دے دو۔ ابن ابی حدرد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے سر کا عمامہ اتار کر بطور تہ بند باندھا اور تہ بند کی چادر کو بازار میں فروخت کر کے اس کا حق ادا کر دیا اور میں نے دوسرا کپڑا پہن لیا۔ یہ دوسرا کپڑا ایک چادر تھی جو سَلَمَہ بن اسلم یا ایک روایت کے مطابق بوڑھی صحابیہ نے ان کو دیا تھا۔ جب اس کو اس سارے واقعہ کی تفصیل کا علم ہوا تو اس نے تحفہ دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہ خیبر میں اس صحابی کو مال غنیمت ملا اور اس میں ایک عورت بھی ملی جو اسی اَبُوشَحْمہ یہودی کی رشتہ دار تھی اور پھر اس نے وہ عورت اسی یہودی کے پاس فروخت کر دی۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، جلد 8 صفحہ 374-373 بزم اقبال لاہور)
(فتح خیبر، از ہاشمیل صفحہ 68 نفیس اکیڈمی کراچی)

خیبر کی طرف پیش قدمی کی خبروں پر مدینہ کے یہود نے مسلمانوں سے صرف بغض و عناد اور تعصب کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ اشجع قبیلے کا ایک بدو کرائے پر حاصل کر کے فوری طور پر خیبر کی طرف مسلمانوں کی جنگی تیاریوں اور ضروری معلومات دے کر بھیجا اور ساتھ یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ ویسے بھی مسلمانوں کے مخالفین کو کسی جاسوس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مدینہ میں موجود منافقین یہ کام بڑی تیزی سے کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول خاموش نہیں رہا بلکہ اپنے ایک مددگار کے ذریعہ ایک خط فوری طور پر خیبر کے یہود کی طرف بھیجا۔

خط کا مضمون یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لو اور اپنے اموال کو اپنے قلعوں میں داخل کر لو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے میدان میں آ جاؤ اور ان سے بالکل خوفزدہ نہ ہو۔ تمہاری تعداد بہت ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم بہت تھوڑی ہے اور ان کے پاس صرف تھوڑے سے ہتھیار ہیں۔ (سیرت الحلبیہ بحوالہ فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 69، 72 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس بارے میں جب ان یہودیوں کو پتہ لگا تو ان کے راہنماؤں کی میٹنگ ہوئی اور اس میٹنگ میں اختلاف کا ذکر ملتا ہے۔ ذکر یوں ہے کہ خیبر کے یہود کو جب مسلمانوں کے لشکر کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ایک میٹنگ کی جس میں اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے مشاورت ہوئی۔ اس بحث میں یہود کے راہنماؤں کی طرف سے مختلف قسم کی تجاویز پیش ہوئیں۔ ایک گروہ کی رائے تھی کہ یہودی قلعہ بند ہو کر فصیلوں کے پیچھے سے جنگ کریں جس کی وجہ سے مسلمان آخر تنگ آ کر محاصرہ چھوڑ دیں گے جبکہ خیبر کے مشہور بہادر مَرْحَب کے بھائی ابوزینب نے تجویز دی کہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے کی بجائے باہر میدان میں نکل کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ اس سے پہلے مدینہ کے یہود قلعہ بند ہو کر مقابلوں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں اور اس میں مسلمانوں کو ہی فتح ہوئی ہے لیکن پہلے گروہ نے اس کی اس تجویز کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ ہمارے قلعے ان کے قلعوں سے کہیں زیادہ مضبوط ہیں۔ ایک تیسری تجویز اس سے بھی زیادہ متکبرانہ تھی جو یہود کی نسبت سے بہت جرأت

مندانہ تھی اور وہ خیبر کی فوجوں کے سپہ سالار سَلَّام بن مِشْکَم کی طرف سے تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم خود مدینہ پر حملہ کر دیں اور اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں۔ اکثریت نے اس رائے سے اتفاق کیا لیکن خیبر کے رئیس اعظم کِنَانَہ بن اَبِی الْحُقَیْق نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہمارے قلعے یثرب کے قلعوں کی طرح نہیں ہیں اور فخر و غرور کا یہ عالم تھا کہ کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی بھی ہماری طرف آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ البتہ سب راہنماؤں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایک وفد تیار کر کے ارد گرد کے جنگجو بہادر قبائل کی طرف بھیجا جائے تا کہ ان سے فوجی مدد کی درخواست کی جائے چنانچہ چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد تیار ہوا جس کی قیادت بعض روایات کے مطابق خیبر کا رئیس اعظم کِنَانہ خود کر رہا تھا۔ یہ وفد قبیلہ بنو اَسَد، غطفان اور دیگر قبائل کی طرف گیا اور خیبر کی ایک سال کی پیداوار کا نصف دینے کی پیشکش پر فوجی امداد کی درخواست کی۔ قبیلہ بَنُو مُرَّہ نے تو دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ بنو اسد اور بنو غطفان جیسے جنگجو قبائل نے ایک ہزار مسلح فوجیوں پر مشتمل لشکر تو فوری روانہ کر دیا اور چار ہزار کے لشکر کی مزید امداد کا وعدہ کرتے ہوئے اس کی تیاری بھی شروع کر دی۔

(فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 75، 77 نفیس اکیڈمی کراچی)

بہرحال اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کر دوں گا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ **پہلا ذکر مکرم محمد اشرف صاحب** ابن مکرم محمد بخش صاحب منڈی بہاؤالدین کا ہے جو گذشتہ دنوں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے تین بیٹیاں اور چھ بیٹے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کاشف جاوید صاحب آجکل سینیگال میں ہیں اور قائمقام مشنری انچارج ہیں امیر جماعت بھی ہیں اور اس وجہ سے اپنے والد کے جنازے پہ سینیگال سے شامل بھی نہیں ہو سکے۔

ان کے یہی بیٹے جو مربی ہیں لکھتے ہیں کہ خاکسار کے والد انتہائی سادہ لوح، نیک طبع، خدا ترس وجود تھے۔ احمدیت اور خلافت سے انتہائی محبت کرنے والے تھے۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ احمدیت کی وجہ سے پایا۔ اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے کہ ہمیشہ احمدیت اور خلافت سے تعلق جوڑے رکھنا۔ کہتے ہیں کہ ان کے دادا محمد اعظم صاحب نے 1968ء کے قریب سرگودھا میں ایک گاؤں ہے بھابڑا وہاں سے بیعت کی تھی اور اس وقت کہتے ہیں میرے والد بھی احمدی ہو گئے تھے۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ پھر والدہ کی طرف سے اکلوتے بھائی تھے جو احمدی ہوئے۔ میٹرک کے بعد وہاں سے گاؤں چھوڑ کے منڈی بہاؤالدین میں شاہ تاج شوگر مل میں ملازمت اختیار کی اور آخر تک وہیں منڈی بہاؤالدین میں رہے۔ بڑی عمر میں شوق سے قرآن کریم سیکھا۔ پھر اس قدر محنت اور محبت سے پڑھا کہ ہر ماہ ایک دو دور لازم مکمل کر لیتے تھے۔ رمضان میں دو تین دفعہ ختم کرتے تھے۔ غرباء کی خاص طور پر مدد کرتے تھے جو بھی ان کے پاس آتا اس کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے اور مربی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بھی کہا کرتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرما رہا ہے یہ تمہارے وقف کی برکت کی وجہ سے ہے۔

ایک بیٹے مبشر جاوید صاحب کہتے ہیں کہ میں گذشتہ کئی سال سے سیکرٹری مال ہوں اور ہمیشہ والد صاحب چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اور جب بھی پنشن ملتی تھی کوشش یہ ہوتی تھی کہ سارا سال کا چندہ ادا کر

دیں اور وفات کے وقت بھی ان کو یہی فکر تھی کہ میرے چندے ادا ہو گئے ہیں کہ نہیں اور اس پر ان کو وفات کے وقت بڑی شکر گزاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام چندے ادا کرنے کی مجھے توفیق دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ سب کو صبر و سکون عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے حبیب محمد شاتری صاحب نائب امیر دوم کینیا جو محمد حبیب شاتری صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ عرب نژاد تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں چھپن سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ اہلیہ اور تین بچے شامل ہیں۔

کینیا کے امیر جماعت ناصر محمود طاہر صاحب کہتے ہیں کہ ان کے آباءواجداد کا تعلق یمن سے تھا اور ان کے والد حبیب شاتری صاحب نے اگست 1982ء میں بیعت کی اور بڑے مخلص احمدی تھے اور یہ مرحوم ان کے بڑے بیٹے تھے۔ والد کی بیعت کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی بیعت کر لی اور بیعت کا عہد تا وقت وفات خوب نبھایا۔ بنیادی تعلیم ممباسہ سے حاصل کی۔ نہایت قابل اور لائق طالبعلم تھے۔ سکول کی طرف سے کچھ عرصہ کے لیے ان کو فرانس بھی تعلیم کے لیے بھجوایا گیا۔ ہمیشہ خلفاء سے ملاقات کے واقعات کو اپنی زندگی کے بہترین واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ خلیفہ رابعؒ سے بھی ملے تھے، مجھ سے بھی ملے تھے۔ مختلف رنگ میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ وفات کے وقت بھی نیشنل سیکرٹری تعلیم اور نائب امیر دوم کینیا کی خدمت بجالا رہے تھے۔

کہتے ہیں کہ میں ان کو بیس سال سے جانتا ہوں۔ واقفین کا بہت احترام کرنے والے اور پھر جو کام بھی ان کے ذمہ لگایا جاتا اس کو نہایت سنجیدگی سے کرتے۔ کبھی یاددہانی کروانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ نمازوں کے پابند، شعائر اللہ اور حدود اللہ کا باریکی سے خیال رکھنے والے، چندہ جات میں باقاعدہ، عمدہ اخلاق کے مالک، غریبوں کی خبر گیری کرنے والے، والدین کی اطاعت اور حقوق ادا کرنے والے، چھوٹے بہن بھائیوں کا بھی حق ادا کرنے والے، صائب الرائے، نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ بڑی بڑی کمپنیوں میں اعلیٰ عہدوں پر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مالی کشائش بھی دی ہوئی تھی۔ دنیاوی لحاظ سے اچھے کاروباری سیاسی اور سرکاری اور مذہبی لوگوں سے واسطہ رہتا تھا مگر کبھی اپنی احمدیت کو نہیں چھپایا بلکہ اظہار کر کے تبلیغ بھی کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے جنازے پر کثرت سے ممباسہ کی اعلیٰ سرکاری، کاروباری، سیاسی اور سماجی شخصیات شامل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے سب لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر ہے مکرم انوبی مدنگو (Anubi Madengu) صاحب یہ زمبابوے کی ایک جماعت کے صدر جماعت تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے بیٹے یوسف انوبی صاحب زمبابوے کے صدر جماعت ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ آغاز میں پہلے سنّی مسلمان تھے اور شروع میں جماعت کی مخالفت کیا کرتے تھے لیکن اسلام کی محبت ان کے دل میں تھی۔ پہلے یہ ملاوی میں تھے۔ وہاں جب رہتے تھے تو کافی مخالفت تھی۔ پھر زمبابوے شفٹ ہو گئے تو یہاں آ کے اسلام کی محبت کی وجہ سے انہوں نے اپنے ارد گرد کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور جس علاقے میں تھے وہاں باجماعت نماز

کا انتظام کیا اور دل میں ان کی ایک تڑپ تھی کہ میں حقیقی مسلمان بنوں۔ بہرحال بعد میں پھر جماعت سے ان کا رابطہ ہوا۔ ہمارے مربی سمیع اللہ صاحب ہیں ان سے تفصیلی بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور پھر آخر انہوں نے احمدیت قبول کر لی اور اپنے علاقے میں پہلے احمدی تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد ان کی مخالفت بھی ہوئی اور جن لوگوں کو انہوں نے اکٹھا کیا تھا ان لوگوں نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے ان سے سختیاں بھی کیں تو پھر انہوں نے اپنا وہ سینٹر جو لوگوں کو اکٹھا کرنے کا، نماز باجماعت کا بنایا تھا وہ بھی چھوڑ دیا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نمازیں اور جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ بہرحال انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ تبلیغ کرتے رہے اور بہت سے لوگوں نے ان کا پیغام سنا۔ جماعت کا پیغام سنا اور ان کے ذریعہ سے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ بااثر شخصیت تھے۔ بہت سے لوگ آپ کو دیکھ کر جماعت میں شامل ہوئے۔ خود مالی قربانی کر کے انہوں نے زمین بھی خریدی جس پر آجکل جماعت احمدیہ زمبابوے کی پہلی مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ میری زندگی میں بن جائے لیکن بہرحال اس وقت نہیں بن سکی۔ اب تعمیر ہو رہی ہے۔ بہت وفادار، صاف گو، دیانتدار انسان تھے۔ لوگوں کے درمیان مسائل کو بڑی حکمت سے دور کرتے۔ صدر جماعت منتخب ہونے سے قبل بھی اکثر لوگ آپ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے۔ یہ بھی ذاتی وسائل سے ضرورتمندوں کی مدد کرتے۔ گھر ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا۔ جماعت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ ہر کسی کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کے پسماندگان میں آٹھ بچے ہیں اور آپ کے بیٹے جیسا کہ میں نے بتایا صدر جماعت زمبابوے ہیں اور ایک ان کا پوتا قاسم انوبی زمبابوے میں پہلے مرکزی مبلغ ہیں۔ جامعہ سے پڑھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں میں جماعت کی تعلیم ہمیشہ جاری رہے اور یہ لوگ نیکیاں کرتے رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ فروری 2025ء جلد 32 شمارہ 45 صفحہ 02 تا 06)

6

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 07؍ فروری 2025ء بمطابق 07؍ تبلیغ 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوہ خیبر کا ذکر ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر کی طرف روانہ ہونے کی تفصیل یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں 1600 جاں نثاروں کا لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔ اس میں دو سو گھڑ سوار تھے لیکن روانگی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خبر رساں دستہ آگے روانہ فرمایا جس کا کام تھا کہ لشکر کے آگے آگے راستوں کی دیکھ بھال کرے اور حالات کو بھی معلوم کرتا رہے۔ اس دستے کے قائد حضرت عَبَّاد بن بِشر انصاریؓ تھے۔ خیبر کے راستوں سے آگاہی کے لیے دو رہبر یعنی گائیڈ بیس صاع کھجور کی اجرت پر لیے گئے۔ بیس صاع کا مطلب پچاس کلو۔ ان کے نام حَسِیل بن خَارِجَہ اشجعی اور عبد اللہ بن نُعَیم بیان کیے جاتے ہیں اور یہ دونوں اشجع قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

مدینہ سے خیبر کی طرف جاتے ہوئے مختلف مقامات پر پڑاؤ کرتے ہوئے صَہْبَاء مقام پر قیام کیا۔ یہاں نماز کا وقت ہوا تو نماز یہاں ادا کی گئی۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ صَہْبَاء میں آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے کھانے کے لیے کچھ منگوایا۔ لشکر والوں کے پاس صرف ستّو ہی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے وہی تناول فرمائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے کلّی کی اور ہم نے بھی کلّی کی۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو تازہ نہیں کیا۔ صَہْبَاء اور خیبر کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ تھا۔ دوران سفر بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہنگامی حالات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی تربیت کا کتنا خیال فرماتے تھے اور نظم وضبط اور اطاعت و فرمانبرداری جیسی صفات پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک رات لشکر کے آگے آگے کوئی چمکتی ہوئی چیز چلتی ہوئی دکھائی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوا اور پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر کا ایک سپاہی تھا جو لشکر چھوڑ کر سب سے آگے آگے چلا جا رہا تھا اور اس کے سر کا خود چاندی کی وجہ سے چمک رہا تھا اور اس کا نام ابو عَبْسؓ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت ابو عَبْسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس پر خوفزدہ ہوا کہ کہیں میرے بارے میں کچھ نازل نہ ہو گیا ہو میں نے غلطی کی ہے۔ وہ ڈرتے ڈرتے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں لشکر کو چھوڑ کر آگے آگے جا رہے تھے؟ بہرحال اس نے عذر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باتیں کرنے لگے۔ یہ ان نادار صحابہؓ میں

سے ایک تھے جن کے پاس اس جنگ میں آنے کے لیے کوئی زاد راہ نہ تھا اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ یا رسول اللہؐ! میرے پاس کوئی زاد راہ نہیں ہے اور نہ ہی نان و نفقہ گھر میں موجود ہے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک چادر انہیں عطا فرمائی۔ یہ دانا صحابی اس چادر کو لے کر بازار گئے۔ بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور آٹھ درہم میں اس کو بیچ دیا۔ دو درہم سے گھر کا نان و نفقہ لیا۔ خرچہ وغیرہ لیا۔ دو درہم سے زادراہ لیا اور چار درہم کی اپنے لیے چادر خرید لی اور لشکر میں شامل ہو گیا۔ دوران گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ وہ جو میں نے چادر دی تھی وہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو میں نے فروخت کر دی تھی اور پھر وہ ساری تفصیل بیان کی جو ابھی بیان ہوئی ہے۔ ابو عَبْسؓ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

اے ابو عَبْس! تم لوگ اب بہت تنگ دست ہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم زندہ رہے اور لمبی عمر پائی تو تھوڑے ہی عرصہ بعد تم دیکھو گے کہ تمہارے زاد راہ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے اہل خانہ کے لیے نان و نفقہ بھی بہت زیادہ ہو جائے گا۔ تمہارے ہاں درہم و دینار کی بہت کثرت ہو جائے گی اور غلاموں کی بھی فراوانی ہو جائے گی لیکن یہ سب کچھ تمہارے لیے زیادہ اچھا نہیں ہو گا۔ حضرت ابو عَبْسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی ہوئی دیکھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! سب کچھ بالکل اسی طرح ہوا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ابو عَبْسؓ کا تعارف یہ ہے کہ ان کا اصل نام عَبْدُالْعُزّٰی تھا جسے بدل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن رکھ دیا تھا۔ انہوں نے ستّر برس عمر پائی اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غَطَفَان کی طرف صلح کا پیغام بھی بھیجا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ خیبر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صَہْبَاء مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ فرمایا اور نماز عصر اور مغرب اور عشاء وہیں ادا فرمائیں۔ یہ جگہ خیبر سے بارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ نمازوں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں رہبروں کو بلایا اور اپنا جنگی منصوبہ ان کو بتاتے ہوئے فرمایا کہ میں خیبر پر اس طرح حملہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک طرف تو اہل خیبر اور ملک شام کے درمیان حائل ہو جاؤں تا کہ وہ وہاں سے بھاگ کر شام کی طرف نہ نکل جائیں اور ساتھ ہی قبیلہ بنو غَطفان کے درمیان بھی حائل ہو جاؤں کہ وہ ان یہود کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ حَسِیل نامی رہبر لشکر کو لے کر چلنے لگا اور ایسی جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں سے مختلف راستے خیبر کی اس وادی تک جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان سب راستوں کے نام پوچھے تو اس نے حَزَنْ، شَاشْ، حَاطِب وغیرہ نام بتائے جو اپنے معنوں کے اعتبار سے تنگی، سختی اور غم و اندوہ پر دلالت کرتے تھے۔ ایک نام مَرحب بتایا جو کشادگی اور فراخی کے معنی رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی راہنمائی کے مطابق نیک فال لیتے ہوئے اسی مَرحب نامی راستے کا انتخاب فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہو چکی تھی کہ بنو غَطفان نے اہل خیبر کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اب وہ مزید چار ہزار کا لشکر لے کر اس ارادے سے چل پڑے ہیں کہ وہ اسلامی لشکر کے خیبر تک پہنچنے

سے پہلے ہی راستے میں اسلامی لشکر پر حملہ کر دیں۔ بنو غَطفان نے اپنے نامور جنگجو سرداروں طُلَیحَہ بن خُوَیلَد اور عُیینہ بن حِصن کی قیادت میں کم و بیش ایک ہزار کا لشکر پہلے ہی خیبر کی طرف بھیج دیا تھا اور وہ خیبر کے قلعوں تک پہنچ چکا تھا اور اب چار ہزار کا یہ لشکر اسلامی لشکر کو روکنے اور اپنی دانست میں اس کا خاتمہ کرنے کے لیے راستے میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غَطفان سے رابطہ فرمایا اور انہیں ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ وہ یعنی بنو غَطفان خیبر کے ساتھ ہونے والی جنگ سے غیر جانبدار رہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے۔ ان کو واضح فرمایا کہ وہ مجھے خیبر پر فتح دے گا۔

بعض مؤرخین کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیغام دیا کہ وہ یہود کا ساتھ دینے سے ہٹ جائیں اور اسلام قبول کر لیں تو خیبر فتح کرنے کے بعد ان قبائل کو دے دیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی شرط نہیں رکھی تھی بلکہ یہ فرمایا تھا کہ وہ خیبر والوں کی مدد نہ کریں صرف غیر جانبدار ہوتے ہوئے ہٹ جائیں تو خیبر کی سالانہ پیداوار کا نصف انہیں دیا جائے گا لیکن سولہ سو مسلمانوں کے مقابل پر پندرہ ہزار جنگجو سپاہیوں کی فوج اور مضبوط قلعوں کا غرور ان کے سروں میں سمایا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج قبیلے کے سردار اور مخلص صحابی حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو غَطفان کے سپہ سالار عُیینہ بن حِصن کی طرف بھیجا۔ یہ بنو غَطفان کے اس ایک ہزار فوج کی قیادت کرتا ہوا اس وقت خیبر میں یہودی سردار مَرحب کے قلعہ میں تھا۔ عُیینہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت سعدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آئے ہیں تو وہ انہیں قلعے کے اندر لانے کے ارادے سے جانے لگا تو مَرحب نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں کے اس نمائندے کو قلعہ کے اندر نہیں لانا چاہیے۔ کہیں وہ قلعے کے اندر آنے کے راستوں وغیرہ کو نہ دیکھ لیں جبکہ عُیینہ کا یہ کہنا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے نمائندے کو اندر لاؤں تا کہ وہ ہماری طاقت اور تیاریوں کے بہترین فوجی ساز و سامان دیکھ لیں لیکن مَرحب نہ مانا جس پر عُیینہ حضرت سعدؓ کو قلعہ سے باہر ملا۔ حضرت سعدؓ نے عُیینہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا کہ اللہ نے ہمیں خیبر کے فتح کرنے کا وعدہ دیا ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے واپس چلے جاؤ اور جنگ سے باز آ جاؤ۔ خیبر فتح کرنے کے بعد اس کی سال بھر کی کھجوریں بھی تم لوگوں کو دے دی جائیں گی۔ اس پر عُیینہ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ ہم اپنے حلیف کو کسی صورت نہیں چھوڑیں گے اور ہم جانتے ہیں کہ تم لوگوں کی طاقت ہی کتنی ہے۔ یہ یہودی مضبوط قلعوں والے ہیں اور ان کے فوجی جوان بھی زیادہ ہیں اور اسلحہ بھی کہیں زیادہ ہے۔ اگر تم نے مقابلہ کیا تو تم سب لوگ ہلاک ہو جاؤ گے اور یہ قریش وغیرہ کی طرح کے لوگ نہیں ہیں کہ جن پر تم نے فتح پا لی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرا یہ پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دے دینا۔ حضرت سعدؓ نے اس کے اس متکبرانہ جواب پر عُیینہ کو کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تیرے پاس اس قلعہ میں آئیں گے اور اب اس وقت جو پیشکش ہم نے تجھے کی ہے اس وقت تم ہم سے اس کا مطالبہ کرو گے لیکن تب تجھے تلوار کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یعنی پھر جنگ ہی ہو گی۔ اور اے عُیینہ! میں دیکھ چکا ہوں کہ ہم مدینہ کے یہودیوں کے صحن میں بھی اترے تھے اور وہ بری طرح تباہ ہو گئے تھے۔ یہ کہہ کر حضرت سعدؓ واپس چلے آئے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ساری بات بتائی اور ساتھ ہی بڑے اخلاص سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اس بدو یعنی عُیینہ کو اس وقت ایک کھجور بھی نہ دیجئے۔ یارسول اللہؐ! اگر تلواروں نے اسے آن لیا تو وہ ان یہود کو چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف اس طرح بھاگ جائیں گے جیسے اس سے قبل خندق کے روز وہ بھاگے تھے۔ جنگ خندق کے موقع پر بھی یہ قبیلہ چھ ہزار کا لشکر لے کر قریش کی مدد کے لیے آیا تھا اور پھر وہاں سے واپس بھاگ گیا تھا۔

خدائی رعب اور غَطفانیوں کے فرار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ یہ واقعہ عملاً یہاں ایک مرتبہ پھر غَطفانی فوجوں کے لیے رونما ہوا۔

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ بنو غَطفان کا چار ہزار کا لشکر اسلامی فوج پر حملہ کرنے کے لیے تعاقب کر رہا تھا تا کہ یہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے سے روک دے لیکن کوئی ایسی خدائی تقدیر ظاہر ہوئی کہ غَطفانیوں کا یہ لشکر اچانک واپس پلٹا اور اپنے گھروں کی جانب لوٹ گیا۔ تاریخ و سیرت کی کتب میں لکھا ہے کہ غَطفانیوں کے سپہ سالار نے اپنے پیچھے سے ایک زوردار آواز سنی۔ ایک انتباہ کرنے والا انہیں آواز دے کر کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کے فوجی دستوں نے ان کے پیچھے سے ان کے گھروں اور مال مویشی پر غارت گری کر دی ہے اور وہ ان کے اموال اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے والے ہیں۔ اس پر وہ فوراً واپس لوٹ گئے اور یہود کی مدد نہ کر سکے۔ یہ ایک غیبی مدد تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آواز تھی۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 346، 348 دار السلام)

(شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 245 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 76، 91-90 نفیس اکیڈمی کراچی)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 8 صفحہ 376، 378 تا 379 بزم اقبال لاہور)(صحیح البخاری کتاب الوضوء باب من مضمض من السویق ولم یتوضا حدیث 209)(امتاع الاسماع جلد 10 صفحہ 56 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 428 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(کتاب المغازی واقدی، جلد 2 صفحہ 135 مترجم)

تاریخ کی کتب میں غَطفان کے لشکر کی تعداد میں اختلاف بھی ہے۔ جیسا کہ پہلے ایک کتاب کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ بنو غَطفان میں سے ایک ہزار جنگجو اپنے سردار عُیینہ بن حصن کی سرکردگی میں یہود خیبر کی مدد کے لیے ان کے قلعوں میں آ گئے تھے جبکہ دیگر کتب سیرت میں ان کی تعداد ایک ہزار کی بجائے چار ہزار بیان کی گئی ہے۔ (کتاب المغازی واقدی، جلد 2 صفحہ 135 مترجم)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 357 دار السلام)

اسی طرح بعض کتب سیرت میں لکھا ہے کہ عُیَیْنَہ کی سرکردگی میں بنو غَطفان کے چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر جب خیبر کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفد کے ساتھ عُیَیْنَہ کی بات چیت ہوئی اور راستے سے ہی خدائی رعب کی وجہ سے یہ چار ہزار افراد پر مشتمل دستہ واپس اپنے علاقے کی طرف چلا گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 694 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 252 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیرت ابن ہشام میں یہ اس طرح لکھا ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف اپنا سفر جاری رکھا اور شام کے اندھیروں میں

جب خیبر کے قلعے دکھائی دیے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ پس وہ سب ٹھہر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَ مَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّیَاطِیْنَ وَمَا اَضْلَلْنَ وَ رَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا اَذْرَیْنَ فَاِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَ خَیْرِ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا اَقْدِمُوْا بِسْمِ اللّٰہِ۔

اے ساتوں آسمان کے ربّ اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے! اور ساتوں زمینوں کے ربّ اور جو کچھ انہوں نے اٹھایا ہے! اور شیاطین کے ربّ اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے! اور ہواؤں کے ربّ اور جو کچھ وہ اڑاتی ہیں! اے اللہ! ہم اس بستی کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس کے اہل کی اور اس بستی اور اس کے اہل کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 118 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے یہاں تک کہ مَنْزِلَہ پہنچے۔ یہ خیبر کا بازار تھا۔ یہ بازار جنگ کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ کے حصہ میں آیا تھا۔ آپؐ نے رات کا کچھ حصہ مَنْزِلَہ یعنی خیبر کے بازار میں گزارا۔ یہود کو یہ گمان نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کریں گے کیونکہ یہود کو اپنے قلعوں اور اسلحہ اور کثرت افراد پر گھمنڈ تھا۔ جب یہود کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آ رہے ہیں تو ہر دن دس ہزار جنگجو آدمی صفیں باندھ کر باہر نکلتے اور کہتے کہ ذرا دیکھو کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر لشکر کشی کریں گے؟ یہ ناممکن ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو ان کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رات کو پہنچے تھے۔ پس جب صبح یہود اپنے قلعوں سے باہر نکلے تو ان کے ہاتھوں میں کدال اور ٹوکریاں تھیں۔ اپنے کام کرنے کے لیے نکلے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بھاگ کر اپنے قلعوں میں چھپ گئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 119-118 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کے وقت پہنچے۔ جب بھی آپؐ کسی قوم کے پاس رات کو تشریف لاتے تو جب تک صبح نہ ہو لیتی ان پر حملہ نہ کرتے۔ اور جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر نکلے۔ اس وقت پہنچے تھے بہرحال رات کو تو آپؐ نے حملہ نہیں کرنا تھا حملہ اسی وقت کرنا تھا جب صبح ہوتی۔ جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر نکلے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم! محمد اور لشکر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَرِبَتْ خَیْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِینَ۔ خیبر برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث 4197)

مَنْزِلَہ میں مستقل پڑاؤ نہیں رکھا گیا۔ اسلامی لشکر کے پڑاؤ میں تبدیلی ہو گئی تھی۔ اس کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے تو آپ نے مَنْزِلَہ مقام پر رات گزاری اور وہیں صبح کی۔

حضرت حُبَاب بن مُنذِرؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا اس جگہ یعنی مَنْزِلَہ میں ٹھکانہ بنانا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے اور اگر آپؐ کی رائے ہے تو ہم

مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رائے تو میری ہے۔ حضرت حُبَابؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ ان کے قلعوں کے قریب ہو گئے ہیں اور ان کے باغوں کے سامنے ہیں اور زمین شور والی ہے اور میں اہلِ نَطَاۃ کو جانتا ہوں۔ ان کے تیر بہت دور پہنچتے ہیں اور تیر اندازی میں ان کے برابر کوئی نہیں ہے اور وہ ہم سے اونچی جگہ پر بھی ہیں۔ ان کے تیر ہماری طرف بہت آسانی سے پہنچ سکتے ہیں اور ان کے رات کے حملے سے بھی ہم محفوظ نہیں ہیں۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں چھپ سکتے ہیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اچھی رائے دی ہے لیکن ہم ان سے بہر حال آج جنگ کریں گے۔ لیکن ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مَسلمہؓ کو بلایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حفاظتی دستے کے انچارج تھے اور فرمایا: ان کے قلعوں سے کچھ دور ہمارے لیے جگہ تلاش کرو۔ محمد بن مَسلمہؓ چلتے چلتے رجیع کے مقام پر پہنچے جو خیبر اور غَطفانی قبائل کے درمیان واقع تھا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لَوٹ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے لیے ایک جگہ دیکھ لی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو۔ لیکن اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ آج تو جنگ اسی جگہ سے ہو گی۔ چنانچہ شام کو جنگ ختم ہونے کے بعد اس نئی جگہ پر سارا اسلامی لشکر منتقل ہو گیا۔

(امتاع الاسماع جلد 9 صفحہ 231 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 119 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سبل الھدیٰ والرشاد (مترجم) جلد 5 صفحہ 130 مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور)
(ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 694 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کے مختلف قلعوں کی تقسیم کے بارے میں بھی بیان ضروری ہے۔ کیونکہ یہ جنگ قلعوں سے ہی متعلق رہی جو یکے بعد دیگر فتح ہوئے۔ نہ صرف ان قلعوں کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ نیز اس جنگ کے واقعات بھی کچھ کتب میں بعض قلعوں کی طرف منسوب ہیں جبکہ دیگر کتب میں دیگر قلعوں کی طرف ان واقعات کو منسوب کیا گیا ہے۔ خیبر کی جغرافیائی تقسیم کے حوالے سے اس کے قلعوں کا تذکرہ یوں ہے۔

تاریخ یعقوبی میں خیبر کے قلعوں کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے اور ان میں قلعہ ناعم کا ذکر ہی نہیں جبکہ اکثر کتب سیرت میں جنگ خیبر کا آغاز ہی اس قلعہ یعنی ناعم سے بتایا جاتا ہے۔ زرقانی میں قلعوں کی تعداد دس بیان ہوئی ہے۔ ان تمام کتب کو دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ خیبر کا علاقہ تین حصوں نَطَاۃ، شَقّ اور کَتِیبَہ میں منقسم تھا اور ان تینوں حصوں میں آٹھ قلعے درج ذیل تقسیم کے مطابق تھے۔ نَطَاۃ میں تین قلعے تھے یعنی نَاعِم، صَعْب اور قلعہ زُبَیر۔ اس قلعہ کا نام قُلَّہ تھا۔ یہ بعد میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے حصے میں آیا تھا۔ اس لیے اس کا نام قلعہ زبیر مشہور ہو گیا۔ شَقّ میں دو قلعے تھے یعنی اُبَیّ اور بَرِیْ یا بعض نے نَزَار بیان کیا ہے اور کَتِیبَہ میں تین قلعے تھے یعنی قموص، وَطِیح اور سُلَالِم۔

(شرح العلامۃ الزرقانی جلد 3 صفحہ 264 تا 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(غزواۃ النبی ﷺ از ابو الکلام آزاد صفحہ 163-162)(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگ کی تفصیل یوں ہے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک

مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

دشمن کے ساتھ سامنا ہونے کی تمنا مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ تم کو معلوم نہیں کہ تم کس ابتلا میں ڈال دیے جاؤ۔ جب تم دشمن کے سامنے آؤ تو یہ دعا کرو کہ اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَ رَبُّھُمْ وَنَوَاصِيْنَا وَنَوَاصِيْھُمْ بِيَدِكَ وَإِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ أَنْتَ۔ اے اللہ! تُو ہمارا ربّ ہے اور ان کا ربّ ہے۔ ان کی پیشانیاں اور ہماری پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تُو ہی ان کو قتل کرے گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 119–120 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کو صبر کی ترغیب دی۔ سب سے پہلے نَاعِم قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہ ان کا بہت مضبوط قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سخت جنگ کی اور اہلِ نَطَاۃ نے آپؐ کا سخت ترین مقابلہ کیا اور اس دن صحابہ کرامؓ نے دفاع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں اور خَود پہن رکھا تھا اور ظَرِبْ گھوڑے پر سوار تھے۔ ظَرِبْ آپؐ کے گھوڑے کا نام تھا اور آپؐ کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی۔ دشمن مسلسل تیر برساتا رہا لیکن مسلمان احتیاط سے تیر برسا رہے تھے کیونکہ تیر کم تھے بلکہ یہود کے گرے ہوئے تیر بھی اٹھا کر انہی پر برسا دیے جاتے تھے۔

اس جنگ میں حضرت محمود بن مَسْلَمَہؓ کی شہادت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت محمود بن مَسلمہؓ کچھ تھک گئے اور اسلحہ بوجھل لگنے لگا اور گرمی نے خوب ستایا تو وہ ناعم کے قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہودی سردار مَرحب نے ان کو دیکھ لیا اور ان پر چکّی لڑھکا دی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کِنانہ بن رَبیع نے لڑھکائی تھی، اوپر سے پھینک دی۔ وہ چکّی ان کے سر میں لگی اور ان کے سر کو اس طرح پھاڑ دیا کہ ان کے سر کی کھال کٹ کر چہرے پر آ پڑی۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے کھال کو واپس اس جگہ رکھا اور کپڑے سے اس پر پٹی باندھ دی مگر زخم اس قدر شدید تھا کہ حضرت محمود بن مَسلمہؓ جانبر نہ ہو سکے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ حضرت محمودؓ کے زخمی ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی حضرت محمد بن مَسلمہؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے بھائی کا قاتل جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

اس پہلے دن مسلمانوں کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ قلعوں سے تیر اندازی سے پچاس مسلمان زخمی ہوئے۔ جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَجِیع کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آ جائیں۔ یہ وہی جگہ تھی جو حضرت حُبابؓ کے مشورے سے مقرر ہوئی تھی اور اب یہی مقام مسلمانوں کا گویا مرکزی مقام تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ قلعہ یہود کا سب سے مضبوط قلعہ تھا اور خیبر کا بہادر ترین اور مشہور جنگجو مَرحب اس قلعہ کے دفاع کی قیادت کر رہا تھا اور اس کی مدد ایسے شہسوار کر رہے تھے جو جرأت اور شجاعت میں اس سے کم نہ تھے اور وہ اس کے دونوں بھائی یاسر اور حارث تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن تک مسلسل جنگ کرتے رہے۔ آپ حضرت محمد بن مَسلمہؓ کو ساتھ لے کر نکلتے اور پڑاؤ میں حضرت عثمانؓ کو نگران بنا جاتے۔ شام ہو جاتی تو آپ اسی جگہ واپس آ جاتے اور زخمی مسلمانوں کو بھی وہیں لایا جاتا۔ وہاں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 51-50 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 121 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 361 دار السلام)

(دائرہ معارف محمد رسول اللہ ﷺ جلد 8 صفحہ 388، 390 بزم اقبال لاہور)
(فرہنگ سیرت صفحہ 183 زوار اکیڈمی کراچی)

اس جنگ کے واقعات میں ایک مَرحب کی مبارزت اور عامر بن اَکوعؓ کی شہادت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ انہی دنوں میں ایک دن مَرحب اس قلعہ کا یہودی سپہ سالار جو بہادری اور جرأت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا قلعہ سے باہر آکر مسلمانوں کو للکارنے لگا اور غرور اور تکبر سے اپنی تلوار لہراتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا کہ:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تُلَهَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مَرحب ہوں۔ ہتھیار بند، بہادر، تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلہ بھڑکاتی ہوئی آئیں۔ مَرحب کا یہ چیلنج سن کر حضرت عَامر بن اکوعؓ لشکر سے نکل کر سامنے آئے اور یہ رجزیہ شعر پڑھا کہ:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

کہ خیبر کا چپہ چپہ آگاہ ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار بند، بہادر اور جنگی خطرات کے ریلے میں بے خوف و خطر کود پڑنے والا۔

اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ مَرحب نے تلوار کا وار کیا جسے حضرت عامرؓ نے اپنی ڈھال پر روکا اور فوراً جھک کر نیچے سے اس پر وار کیا لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی اس لیے ان کو لگنے کی بجائے حضرت عامرؓ کو اپنی تلوار ہی لگ گئی جس سے انہیں گہرا زخم لگا اور ان کی شہادت ہو گئی۔ یہ اس جنگ کے دوسرے شہید تھے۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں یعنی رجیع کے مقام پر دفن کیا گیا۔
(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 8 صفحہ 389-388 بزم اقبال لاہور)

حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا حضرت عَامر بن اکوعؓ جب اپنے ہی ہاتھوں شہید ہو گئے تو بعض صحابہؓ کہنے لگے کہ عامر کے اعمال تو ضائع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ اس پر میں روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! عامر کے عمل ضائع ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کس نے کہا ہے؟ کہتے ہیں میں نے کہا آپؐ کے بعض صحابہؓ نے۔ آپؐ نے فرمایا: كَذَبَ مَنْ قَالَهُ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ۔ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ۔ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ۔ یعنی جس نے یہ کہا غلط کہا ہے۔ اس کے لیے دو اجر ہیں اور آپؐ نے دو انگلیوں کو اکٹھا کیا یعنی دو گنتی کا شمار کرنے کے لیے اور فرمایا وہ تو بڑا ہی جہاد کرنے والا ہے۔ اس جیسا کم ہی کوئی ایسا عرب ہے جو اس سرزمین پر چلا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ 'چلا ہو' کی جگہ یہ ہے کہ 'پیدا ہوا ہو' یعنی عامر جیسا کوئی عرب پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے تو دو اجر لیے۔ یہ غلط کہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس کو اجر نہیں ملا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث 4196)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام رجیع میں ہی قیام فرما رہے اور وہیں سے قلعہ ناعم کو فتح کرنے کے لیے

مسلسل دس دن تک صحابہ کرامؓ کو بھیجا جاتا رہا۔ اس بار بار کی ناکامی اور صحابہؓ کے زخمی ہونے اور دو صحابہؓ کی شہادت سے یہود کے حوصلے اَور بڑھ رہے تھے۔ آخر ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں اس **شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا** جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

بخاری کی روایت ہے یہ۔ حضرت بُرَیدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے وہ رات بڑی خوشی میں گزاری کہ کل فتح ہو جائے گی اور لوگوں نے یہ سوچتے سوچتے رات گزاری کہ کل کس کو جھنڈا دیا جائے گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو سارے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہر شخص یہ امید اور تمنا کر رہا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس روز سے پہلے کبھی بھی امارت کو پسند نہیں کیا۔ حضرت بُرَیدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مرتبے کے حصول کی تمنا نہیں ہوئی مگر آج ہر شخص یہ تمنا کر رہا تھا کہ اس کو یہ جھنڈا ملے۔ حتی کہ کہتے ہیں میں نے ایڑھیوں کو اونچا کیا اور سر کو بلند کیا کہ شاید مجھے جھنڈا دے دیا جائے۔ حضرت سلمہؓ اور حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ سفر خیبر کے دوران بیماری کی وجہ سے ساتھ نہیں آئے تھے لیکن بعد میں بے چین ہو کے چلے آئے کیونکہ ان کی آنکھوں میں شدید درد تھا اور اس سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ پیچھے چل پڑے حتّٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملے۔ حضرت بُرَیدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو وعظ کیا۔ پھر فرمایا علی کہاں ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ علی کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا: علی کو بلاؤ۔ حضرت سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کو لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میری آنکھوں میں درد ہے حتّٰی کہ میں سامنے والی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں میرا سر آپؐ نے اپنی گود میں رکھا۔ پھر اپنے ہاتھوں میں لعاب دہن لیا اور میری آنکھوں پر لگایا۔ حضرت علیؓ ایسے ٹھیک ہو گئے کہ گویا آپ کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں ہے۔ پھر وفات تک آپ کی آنکھوں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لیے دعا کی اور انہیں جھنڈا دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 125-124 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 8 صفحہ 390 بزم اقبال لاہور)(بخاری کتاب المغازی حدیث 4209)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ”خیبر کے دن حضرت علیؓ کو موقع ملا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج میں اسے موقع دوں گا جو خدا سے محبت کرتا ہے اور جس سے خدا تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تلوار اس کے سپرد کروں گا جسے خدا تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اس مجلس میں موجود تھا اور اپنا سر اونچا کرتا تھا کہ شاید رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں اور مجھے دے دیں۔ مگر آپؐ دیکھتے اور چپ رہتے۔ میں پھر سر اونچا کرتا اور آپؐ پھر دیکھتے اور چپ رہتے۔ حتّٰی کہ علیؓ آئے ان کی آنکھیں سخت دکھتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! آگے آؤ۔ وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو شفا دے۔ یہ تلوار لو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 614)

ایک اَور مقام پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ "ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس شہر کی فتح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مقدر ہے۔ آپؐ نے صبح کے وقت یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کا سیاہ جھنڈا آج اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو خدا اور اس کا رسول اور مسلمان پیار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اِس قلعہ کی فتح اس کے ہاتھ پر مقدر کی ہے۔ اس کے بعد دوسری صبح آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کیا۔ جنہوں نے صحابہؓ کی فوج کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ کیا۔ باوجود اس کے کہ یہودی قلعہ بند تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو اس دن ایسی قوت بخشی کہ شام سے پہلے پہلے قلعہ فتح ہو گیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 326-325)

حضرت علیؓ دوڑتے ہوئے جھنڈا لے کر اس قلعہ کے نیچے پہنچے اور جھنڈے کو پتھروں کے بیچ میں کھڑا کر دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 697 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دشمنوں کے قتل کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے قلعوں میں سے سب سے پہلے مَرحب کا بھائی حارث مبارزت کے لیے نکلا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا تو حارث کے ساتھی قلعہ میں لوٹ گئے۔

پھر یہودی جرنیل عامر کا قتل ہے۔ عامر مبارزت کے لیے نکلا اور وہ بہت جسامت والا آدمی تھا۔ حضرت علیؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کو کئی ضربیں لگائیں لیکن کوئی ضرب کارگر نہ ہوئی۔ پھر حضرت علیؓ نے اس کی پنڈلی پر وار کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ آپؓ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ہتھیار لے لیے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 125 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہودی جرنیل اُسَیر کے قتل کا واقعہ ہے۔ ایک اَور یہودی جرنیل اُسَیر مبارزت طلب کرتے ہوئے نکلا تو محمد بن مَسلمہؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کو قتل کر دیا۔

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 311 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مَرحب کے بھائی یاسر کا قتل ہوا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر یاسر ظاہر ہوا جو مَرحب کا بھائی تھا اور وہ رجز پڑھ رہا تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ ان میں سے سب سے زیادہ مضبوط تھا اور اس کے پاس جنگی ہتھیار تھے جن کے ذریعہ لوگوں کو وہ روندتا تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت علیؓ نکلے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے ان کو کہا کہ میں قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں۔ انہوں نے کہا میں اس سے لڑوں گا۔ حضرت علیؓ پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت زبیرؓ اس کافر کی طرف نکلے تو ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ آپ کا بیٹا ان شاء اللہ اس کو قتل کر دے گا۔ حضرت زبیرؓ اس کی طرف گئے اور کچھ اشعار کہے۔ پھر

ان دونوں کی لڑائی ہوئی اور حضرت زبیرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 126-125 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 696 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر قلعہ سے خیبر والوں کا سب سے نمایاں بہادر جنگجو مَرحب اپنے ہتھیاروں سے مسلح باہر نکلا اور یہ شعر پڑھنے لگا جو پہلے بھی اس نے پڑھا تھا کہ:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الحُرُوبُ اَقْبَلَتْ تُلَهَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مَرحب ہوں۔ ہتھیار بند، بہادر، تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلے بھڑکاتی ہوئی آئیں۔ اس کے مقابل پر حضرت علی بن ابی طالبؓ نکلے اور انہوں نے سرخ رنگ کا ایک جبہ پہن رکھا تھا۔ آپؓ نے تلوار نکالی اور یہ اشعار کہے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ
أُوفِيهِمُ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

یعنی مَیں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے ہیبت ناک شکل والے شیر کی مانند جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ میں ایک صاع کے بدلے سَنْدَرَہ دیتا ہوں۔

یہ ایک محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے کہ سیر کے مقابلے میں سوا سیر یا اینٹ کا جواب پتھر سے۔ سَنْدَرَہ کے لفظی معنی مِکْیَال وَاسع یعنی بہت بڑا پیمانہ ہے جو کہ صاع سے کچھ کم ہوتا ہے۔ اڑھائی سیر کے برابر۔ وہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے مَرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ان کے ہاتھوں فتح ہوئی۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 127-126 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح مسلم (مترجم) کتاب الجہاد و السیر باب غزوہ ذی قرد و غیرھا جلد 9 صفحہ 240 مع حاشیہ، نور فاؤنڈیشن)

(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 487 "وسق" جلد 2 صفحہ 648 "صاع" ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور مَرحب کے درمیان لڑائی ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر مَرحب کو ایک ضرب لگائی جو اس کے خَود اور سر کو چیرتے ہوئے اس کے دانتوں تک پہنچ گئی۔ پھر لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ قلعہ کو فتح کر لیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 127-126 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ محمد بن مَسلمہؓ نے مَرحَب کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ جب مَرحب اپنے ہتھیار پہنے ہوئے مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے قلعہ سے نکلا اور رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون اس کا مقابلہ کرے گا؟ حضرت محمد بن مَسلمہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اللہ کی قسم! کل اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے مقابلے کے لیے اٹھو! اور فرمایا: اے اللہ! اس کی مدد کر۔ روایت ہے کہ

جب دونوں مقابلے کے لیے ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ان دونوں کے درمیان ایک پرانا درخت حائل ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے درخت کی آڑ میں بچنے لگے۔ جب بھی کوئی ایک درخت کی اوٹ میں پناہ لیتا دوسرا اس طرف سے اس درخت کو کچھ نہ کچھ کاٹ دیتا حتی کہ وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ پھر مَرحب نے حضرت محمد بن مَسلمہؓ پر تلوار سے وار کیا تو انہوں نے خود کو ڈھال سے بچایا۔ مَرحب کی تلوار ڈھال میں پھنس گئی اور ڈھال کو کاٹ دیا۔ حضرت محمد بن مَسلمہؓ نے اس کو تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ محمد بن مَسلمہؓ نے مَرحَب کو ضرب لگائی اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو وہ گر گیا۔ پھر حضرت علیؓ اس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

شارح بخاری حافظ ابن حَجَر نے لکھا ہے کہ ابنِ اسحاق، موسیٰ بن عُقبہ، واقِدی اور کئی دیگر اہل سِیَر نے لکھا ہے کہ مرحَب کو محمد بن مَسلَمَہؓ نے قتل کیا تھا۔ محمد بن مَسلمہؓ نے مَرحب کے بھائی حارث کو قتل کیا تھا لیکن بعض راویوں کو اشتباہ ہو گیا اور انہوں نے حارث کے بجائے مَرحب کا نام لکھ دیا۔ اور اگر معاملہ اس طرح نہیں ہے تو پھر جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مَرحب کو قتل کیا وہ دیگر کی نسبت بہر حال مقدم ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ہی مَرحب کو قتل کیا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت دو وجہوں سے مقدم ہے۔ پہلی یہ کہ وہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت جابرؓ جنہوں نے محمد بن مَسلمہؓ والی روایت بیان کی ہے غزوہ خیبر میں موجود نہیں تھے۔

اس بارے میں یہ بھی واضح ہو کہ مَرحب اور اس کے ساتھ ان دیگر یہودیوں کی مبارزت اور قتل کے واقعات کی بابت تاریخ و سیرت کی کتب میں یہ اختلاف ہے کہ یہ کس قلعہ میں ہوا تھا۔ بخاری، مسلم، صحاح ستہ وغیرہ میں تو کسی بھی قلعہ کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کتب سیرت نے یہ واقعات بیان کیے ہیں لیکن کسی قلعہ کی تخصیص نہیں کی جیسے سیرت ابنِ ہشام، طبقات ابنِ سعد، شرح زرقانی وغیرہ البتہ بعض کتب میں قلعہ قموص کی نسبت ان واقعات کا ذکر ہے اور بعض میں قلعہ ناعم کی نسبت ذکر کیا گیا ہے۔ بہر حال نو دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ دسویں دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قلعہ پر فتح دی۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 120 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوہ خیبر از ہاشمیل صفحہ 116-115 نفیس اکیڈمی کراچی)

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 311 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 608 قدیمی کتب خانہ آرام باغ)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 08 صفحہ 390، بزم اقبال لاہور)

مسلمانوں کے قلعہ ناعم پر قبضہ کرنے کے بیان میں کسی مؤرخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس قلعہ کی فتح کے وقت جو خیبر کا مضبوط ترین قلعہ تھا مسلمانوں نے کتنی غنائم اور کس قدر ہتھیاروں پر قبضہ کیا۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو کوئی قابل ذکر چیز نہ ملی ہو کیونکہ یہود نے ہنگامی حالات کے پیش نظر عورتوں اور بچوں کو پہلے ہی دوسرے قلعوں میں منتقل کر دیا تھا اور جب یہود شکست کھا گئے اور قلعہ ناعم پر مسلمانوں کا حملہ روکنے سے عاجز آ گئے تو وہ خود بھی سہولت کے ساتھ قلعہ صعب بن معاذ میں منتقل ہو گئے اور قلعہ ناعم کے معرکوں میں

کوئی ایک یہودی بھی مسلمانوں کے ہاتھ قید نہیں ہوا۔

(ماخوذ از فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 129 تا 131 مطبوعہ نفیس اکیڈمی)

اس کی اور مزید تفصیل بھی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ باقی قلعوں کے واقعات۔

جیسا کہ میں دنیا کے حالات کے بارے میں، مسلمانوں کے حالات کے بارے میں دعا کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے خصوصاً اور مسلمان دنیا کے لیے عموماً بہت دعا کریں۔ ان کے حالات بظاہر تو یہ لگتا ہے اور لوگ خوش ہیں کہ شاید سیز فائر (ceasefire) ہو گئی تو بہتر ہو جائیں گے لیکن بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ نئے امریکن صدر کی پالیسی اور سکیم ظلم کی ایک اَور انتہا پہ پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے تو امریکن کہتے تھے ناں کہ ہمارے ملک کے لیے خطرناک تھا اور باہر دنیا میں دخل اندازی نہیں کرتا تھا لیکن اب تو یہ ساری دنیا کے لیے خطرناک بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فلسطینیوں پر رحم فرمائے اور دنیا پر رحم فرمائے اور اس سے یہ لوگ بچے رہیں۔

عرب ممالک اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے ورنہ فلسطین ہی نہیں باقی عرب ممالک بھی سخت مشکلات کا سامنا کریں گے۔ گو اب بعض غیر مسلموں کی طرف سے بھی ان کے حق میں، فلسطینیوں کے حق میں ظلم کے خلاف آوازیں اٹھنے لگی ہیں لیکن جو طاقتور ہے وہ تو اس وقت مکمل طور پر اپنی طاقت کے نشے میں چُور ہے وہ کسی کی سننا نہیں چاہتا۔ پس بہت زیادہ مسلمانوں کو توجہ کی ضرورت ہے اور ہمیں ان کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس تو اور کوئی طاقت نہیں ہے۔

اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں ان کے بھی حالات بعض دفعہ بعض دنوں میں مخالفت میں بہت زیادہ شدت اختیار کر جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی مخالفتوں سے اور حملوں سے بچائے۔ باقی جگہوں پر بھی مظلوم لوگوں کے لیے دعا کریں، مظلوم احمدیوں کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ دنیا کو عقل دے۔ امن قائم کرنے کی ان سب کی توجہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/ فروری 2025ء جلد 32 شمارہ 51 صفحہ 02 تا 07)

7

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 14/ فروری 2025ء بمطابق 14/ تبلیغ 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

خیبر کی جنگ کا ذکر ہو رہا تھا۔ **اب خیبر کے دوسرے قلعہ کی فتح کا ذکر کروں گا۔** یہ دوسرا قلعہ، قلعہ صعب بن معاذ کہلاتا ہے۔ اس قلعہ میں خیبر کے باقی تمام قلعوں سے زیادہ کھانا، جانور اور سازو سامان تھا اور اس میں پانچ سو جنگجو رہتے تھے۔ حضرت کعب بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے تین روز تک صعب بن معاذ کے قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا۔ حضرت مُعتِّب اسلمیؓ سے روایت ہے کہ بنو اسلم کو خیبر میں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ بنو اسلم نے اتفاق کیا کہ حضرت اسماء بن حارثہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں۔ بنو اسلم نے حضرت اسماء بن حارثہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام پیش کرنا اور عرض کرنا کہ ہمیں بھوک اور کمزوری نے آ لیا ہے۔ بہت برا حال ہے۔ حضرت اسماءؓ نے آپؐ کو بنو اسلم کا سلام پیش کیا۔ عرض کی کہ ہمیں بھوک اور کمزوری نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ہمارے لیے دعا کریں۔ آپؐ نے دعا کی پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں آپ لوگوں کو تقویت بخشوں۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ میں ان کا حال سمجھتا ہوں جو اس وقت بھوک سے نڈھال ہیں۔ پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ! وہ قلعہ ان کے لیے فتح کر دے جو کھانے اور چربی سے بھرا پڑا ہے۔ پھر آپ نے جنگ کے لیے جھنڈا حُباب بن منذرؓ کے حوالے کیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 122-121 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہود میں سے ایک شخص مبارزت کے لیے، آمنے سامنے مقابلے کے لیے، باہر نکلا جس کا نام یوشع تھا۔ اس نے مقابلے کے لیے للکارا تو فوراً حضرت حُباب بن منذرؓ اس کے مقابلے کے لیے آئے۔ وہ قتال کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حُباب نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر زیال نامی یہودی نے مبارزت طلب کی تو حضرت عمارہ بن عقبہ غفاریؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور آگے بڑھ کر اس یہودی کے سر پر کاری ضرب لگائی جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت عمارہ بن عقبہ غفاریؓ نے کہا: لو، میں غفاری جوان ہوں تو صحابہؓ نے کہا اس کا جہاد باطل ہو گیا یعنی انہوں نے اس وقت یہ قومی نعرہ لگایا فخر کا اظہار کیا کہ میں غفاری ہوں۔ صحابہؓ نے کہا یہ تو اچھی بات نہیں ہے تم نے اپنی بڑائی بیان کی ہے۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ اسے اجر ملے گا اور تعریف بھی کی جائے گی۔ ایسے موقع پر اگر یہ کر دیا جائے تو ایسی بات نہیں ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ تیر اندازی کر رہے تھے اور آپ کا ایک نشانہ بھی خطا نہ گیا۔ آپؐ میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔

حضرت حُباب بن منذرؓ نے اپنے جوانوں کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہو کر سخت جنگ کر کے اسے فتح کر لیا اور تمام اسلحہ اور غلے پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ کا دفاع کرنے والے بہت سے یہودی مارے گئے اور کئی قید ہوئے۔ حضرت مُعتِّب اسلمی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی وجہ سے دعا کی درخواست لے کر آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ابھی ہم واپس نہ آئے تھے کہ اللہ نے قلعہ صعب بن معاذ پر فتح دی۔ یعنی کہ ابھی باتیں کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر کے ہم واپس ہی آئے تھے کہ بھوک سے برا حال ہے تو اس دوران میں جنگ شروع ہوئی اور فتح بھی ہو گئی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قلعہ صعب میں سے جس قدر کھانے کا سامان ملا وہ اتنا تھا کہ کسی اَور قلعہ سے اتنا سامان نہیں ملا۔ اس میں بہت ساجَو، کھجوریں، گھی، شہد، تیل اور چربی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ اور اٹھا کر کچھ نہ لے جانا۔ جو کچھ کھانا ہے یہیں کھاؤ۔

(ماخوذ از فتح خیبر از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 140 نفیس اکیڈمی کراچی)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 122 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر تیسرے قلعہ کا ذکر ہے، قلعہ زبیر بن عوام۔ اس کی فتح کا ذکر یوں ملتا ہے۔ اس قلعہ کا نام قُلَّہ تھا یہ بعد میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے حصہ میں آیا اس لیے اس کا نام قلعہ زبیر مشہور ہو گیا۔ جب یہود ناعم اور صعب بن معاذ کے قلعہ سے زبیر بن عوام کے قلعہ کی طرف بھاگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ آپ نے تین دن اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ ایک یہودی جس کا نام غزال تھا وہ آیا اور اس نے کہا کہ اے ابوالقاسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا (غیر مسلم اسی لقب سے بلاتے تھے) کہ آپ مجھے امان دیں اس شرط پر کہ میں آپ کو ایسی بات بتاؤں گا جس سے آپ اہل نطاۃ سے راحت حاصل کر لیں گے یعنی اس قلعہ پر قبضہ کر سکیں گے اور آپ اہل شَق کی طرف نکلیں گے یقیناً اہل شَق آپؐ کے رعب کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ دوسرے قلعہ کی طرف جا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اہل اور اس کے مال پر اس کو امان دے دی۔ یہودی نے کہا کہ بیشک اگر آپ اس طرح ایک مہینہ بھی کھڑے رہیں تو ان کو کوئی پروا نہیں ہو گی۔ ان کی زمین کے نیچے سرنگیں ہیں وہ رات کو نکلتے ہیں اور اس سے پانی لاتے ہیں پھر اپنے اپنے قلعوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ وہ آپ سے دفاع کر رہے ہیں۔ اگر آپ ان سے ان کے پانی کا راستہ کاٹ دیں تو وہ آپ کے لیے ہتھیار ڈال دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ گئے اور یہود کی سرنگوں کو کاٹ دیا۔ جب ان کی پانی کی جگہ ان سے منقطع ہو گئی تو وہ باہر نکل آئے اور پھر شدید قتال شروع ہو گیا، پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اس دن مسلمانوں میں سے کچھ صحابہؓ شہید ہو گئے اور یہود میں سے دس آدمی قتل ہوئے اور آپؐ نے فتح حاصل کی اور یہ نطاۃ کے قلعوں میں سے آخری قلعہ تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نطاۃ سے فارغ ہوئے تو شَق کے قلعوں کی طرف لے

گئے یہ قلعوں کا تیسرا گروپ تھا جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 265 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 123-122 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہاں یہودی سردار سَلَّام بن مِشکم کی موت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نطاۃ کے قلعوں کی جنگ میں سَلَّام بن مِشکم بھی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ سلام بنو نضیر کا ایک بڑا سردار تھا اور یہود کا قائد تھا لیکن وہ بیمار تھا اس لیے اس نے دیگر یہودی سرداروں کی طرح جنگ میں عملی طور پر حصہ نہیں لیا یعنی خود تلوار تیر کے ساتھ جنگ میں شامل نہیں ہوا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو یہ تجویز پیش کی کہ وہ کَتِیبہ کے علاقے میں چلا جائے کیونکہ وہ زیادہ محفوظ ہیں۔ لیکن سلّام بن مشکم نے دائمی مریض ہونے کے باوجود یہ تجویز قبول نہیں کی حتّٰی کہ وہ نطاۃ ہی میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 385 دارالسلام ریاض)

اگر اس کی بیماری کا واقعہ صحیح ہے اور عملاً جنگ کرنے والا نہیں تھا تو پھر بھی اس کا قتل اس لحاظ سے قابل اعتراض نہیں کہ اس نے اپنے لشکر کو جنگ میں بھیجنے کے لیے تیار کیا تھا۔ ان کی عمومی نگرانی یہ کر رہا ہو گا۔ اس لیے اس جنگ کے ماحول میں کسی صحابی نے اسے بھی قتل کر دیا چونکہ ان کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ لشکر کے سردار کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور سردار کے مرنے سے لشکر بھی دل چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پس اس لحاظ سے اس کا قتل بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

شق کے دونوں قلعوں کا محاصرہ

شَق بھی دو قلعوں کا یا تین قلعوں کا مجموعہ تھا اور اس کی فتح کے بارے میں یوں ذکر ہے۔

شَق کا پہلا قلعہ

یہ دو قلعے تھے۔ شَق کا پہلا قلعہ جس سے آپؐ نے ابتدا کی وہ اُبَی کا قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چوٹی پر کھڑے ہوئے جس کا نام سَمُوان تھا۔ اس پر کھڑے ہو کر آپؐ نے قلعہ والوں سے قتال کیا۔ ابتدا میں ایک یہودی نے مبارزت کے لیے بلایا۔ اس کے مقابلے میں حضرت حُباب بن منذرؓ نکلے۔ وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت حُبابؓ نے ایک وار سے اس کا دایاں بازو درمیان سے کاٹ دیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی وہ شکست کھاتا ہوا اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا۔ حضرت حُبابؓ نے اس کا پیچھا کیا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی کا پٹھا کاٹ دیا۔ وہ گر گیا تو حضرت حُبابؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر ایک اور آدمی نکلا اور پکارا کہ کون ہے مبارزت کرنے والا۔ مسلمانوں میں سے آلِ جحش میں سے ایک شخص باہر آیا مگر وہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اس یہودی نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر پھر مبارزت کے لیے بلایا تو اس سے ابو دجانہ نے مقابلہ کیا۔ حضرت ابو دجانہؓ نے اپنے خَود پر سرخ کپڑا باندھ رکھا تھا۔ وہ یہودی بڑا اکڑ کر چل رہا تھا۔ حضرت ابو دجانہؓ جلدی سے آگے بڑھے اس پر تلوار سے وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت ابو دجانہؓ اس کا جنگی سامان زرہ اور تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ اشیاء حضرت ابو دجانہؓ کو عنایت فرما دیں اور یہود مبارزت کرنے سے عاجز آ گئے۔ اب پھر اس کے بعد کوئی نہیں نکلا۔ پھر مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ بھرپور حملہ کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں

میں سے سب سے آگے حضرت ابو دجانہؓ تھے۔ مسلمانوں نے اس قلعہ میں ساز و سامان بکریاں اور کھانا پایا۔ سب یہودی بھاگ گئے وہ دیواریں پھلانگتے ہوئے جا رہے تھے گویا کہ وہ ہرن ہوں۔ یہاں تک کہ وہ سب شق کے دوسرے قلعہ کی طرف چلے گئے۔ بہت تیزی سے دوڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ ان کی طرف نکلے اور یہود سے قتال ہوا۔ یہود نے مسلمانوں پر شدید تیر اندازی اور سنگ باری کی۔ یہود کے جواب میں مسلمان بھی ان پر ویسی ہی تیر اندازی کر رہے تھے مگر یہود کے تیر مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا رہے تھے کیونکہ یہود انہیں قلعے کے برجوں سے تیر مارتے تھے، اوپر سے مار رہے تھے اور مسلمان قلعہ کے نیچے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ یہود پر تیر اندازی کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا نشانہ خاص طور پر وہ جگہ تھی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑاؤ کیے ہوئے تھے کیونکہ وہاں بہت زیادہ تیر گر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ موجود تھے کہ ایک تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو آ لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیر لگنے سے زخمی ہو گئے اور تیر لگنے سے آپؐ کے کپڑے پھٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر نکالا پھر آپؐ نے ایک مٹھی کنکریوں کی لی اور اس قلعہ کی طرف پھینک دی جس سے ان کا قلعہ لرزنے لگا یہاں تک کہ مسلمانوں نے یہود کو پکڑ لیا۔ پھر قبضہ ہو گیا۔

(فتح خیبر از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 157-156 نفیس اکیڈمی کراچی)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 123 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر کَتیبہ کے تین قلعے ہیں۔ ان تینوں قلعوں کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نطاۃ اور شَق کے قلعوں کو فتح کیا تو یہودی کَتیبہ کے تینوں قلعوں وَطیح، سُلالِم اور قَموص میں منتقل ہو گئے۔ کَتیبہ کے قلعوں میں سے سب سے بڑا قلعہ قَموص کا تھا اور یہ سب سے محفوظ قلعہ تھا۔ یہود ان تینوں قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے اور وہ اپنے قلعوں سے نیچے جھانکتے بھی نہ تھے اور ان میں سے کوئی مبارزت طلب کرنے والا بھی نہ نکلتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ روز تک ان قلعوں کا محاصرہ کیے رکھا حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ان پر منجنیق نصب کی جائے۔ جب یہود کو ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا یعنی توپ کے ذریعہ سے پتھر پھینکا جائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا مطالبہ کیا اور کِنانہ بن ابو حُقَیق نے یہود میں سے ایک آدمی کو جس کا نام شَمّاخ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ کِنانہ بن ابو حُقَیق قلعہ سے نیچے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بھیجا تو انہوں نے ان کے مالوں پر قبضہ کر لیا۔ یعنی صحابہؓ نے ان کے مالوں پر قبضہ کیا ان قلعوں میں سے ایک سو زرہیں، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے، پانچ سو کمانیں مع ترکش حاصل ہوئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 131 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر جزء 3 صفحہ 376 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قلعہ قَموص کی فتح کے سلسلہ میں بعض اَور مختلف روایات بھی ہیں جیسا کہ قلعہ قَموص کے فتح کے ضمن

میں کتب سیرت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا محاصرہ بیس روز تک کیا گیا اور بالآخر حضرت علیؓ کے ہاتھ یہ قلعہ یہود کے ساتھ سخت مقابلے کے بعد فتح ہوا۔ نیز اس قلعہ کی تسخیر کے ضمن میں بعض سیرت نگاروں نے کتب میں وہی واقعات درج کیے ہیں جو قلعہ ناعم کی تسخیر کے حوالے سے دیگر مصنفین نے بیان کیے ہیں۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 265 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 393-392 دارالسلام ریاض)(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 124 تا 126 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ یہود سے پھر ایک **معاہدہ ہوا اور معاہدے کی شرائط یہ تھیں:**

نمبر ایک کہ یہود پر لازم ہو گا کہ وہ تمام قلعوں کو خالی کر دیں اور اپنا تمام جنگی سامان اور اسلحہ وہیں چھوڑ دیں تا کہ اسلامی فوج اس پر قبضہ کرے اور وہ مسلمانوں کی املاک کا ایک حصہ بن جائے۔ یعنی اپنا اسلحہ مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔ آجکل کے زمانے میں جسے سرنڈر (surrender) کرنا کہتے ہیں۔

دوسرا یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذاکرات کے مطابق یہودیوں کے خون کی حفاظت اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے سے معافی دینے کا عہد کریں۔ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کی حفاظت کریں گے قتل نہیں ہوں گے اور ان کے بیوی بچوں کی حفاظت ہو گی۔

نمبر تین یہ تھا کہ یہود پر لازم ہو گا کہ خیبر سے جلاوطن ہو کر شام کی طرف چلے جائیں۔

نمبر چار یہ شرط تھی کہ خیبر سے جلاوطنی کے وقت مسلمان انہیں اجازت دیں گے کہ جس قدر مال ان کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں اٹھا کر لے جائیں۔

نمبر پانچ یہ کہ یہود اس بات کا عہد کریں کہ وہ مخفی خزانوں کے تمام اموال کے متعلق مسلمانوں کو آگاہ کریں گے اور فاتحین کے سپرد کریں گے۔

نمبر چھ یہ کہ یہود اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ جب وہ اس معاہدے کی شروط کی خلاف ورزی کریں یا کسی ایسی چیز کو چھپائیں جس کا ظاہر کرنا ضروری ہو تو مسلمانوں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہو گی اور مسلمان اس معاہدے کی تمام شروط سے آزاد ہوں گے اور یہودیوں کے اموال اور اولاد مسلمانوں کے لیے حلال ہو گی۔

(فتح خیبر از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 186-185 نفیس اکیڈمی کراچی)

خیبر کی فتح کے بعد یہود کا خیبر میں قیام اور یہود کی نصف پیداوار پر خیبر کے باغات دینے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ معاہدے کے مطابق تو یہود کو شام کی طرف جلاوطن ہونا تھا مگر یہود نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں خیبر میں رہنے دیا جائے تا کہ وہ یہاں کی زراعت اور کھیتی باڑی کرتے رہیں کیونکہ وہ اس کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی تا کہ وہ زراعت کا کام کریں اور اس کے عوض نصف پھل حاصل کریں۔ ان سے بڑی نرمی کا سلوک کیا۔ صحیح بخاری کی روایت میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو دیا کہ وہ اس میں کام کریں اور وہاں کھیتی باڑی کریں اور ان کے لیے نصف ہے جو وہاں پیدا ہو۔

(فتح خیبر از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 57 نفیس اکیڈمی کراچی)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب معاملۃ النبی ﷺ اھل خیبر حدیث 4248)

خیبر میں جو صحابہ شہید ہوئے ان کی تعداد سترہ ہے۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت ربیعہ بن اَکثمؓ، ثَقف بن عمروؓ، حضرت رفاعَہ بن مَسْرُوحؓ، حضرت عبد اللہ بن امیہؓ، حضرت محمود بن مَسْلَمَہؓ، حضرت ابو ضَبَّاح بن نعمانؓ، حضرت حارث بن حاطبؓ، حضرت عدی بن مُرّہؓ، حضرت اوس بن حبیبؓ، حضرت اُنَیف بن وائلؓ، حضرت مسعود بن سعدؓ، حضرت بِشر بن براءؓ، حضرت فُضَیل بن نعمانؓ، حضرت عامر بن اَکْوَع، حضرت عمارہ بن عُقْبہؓ اور حبشی غلام حضرت یسارؓ، قبیلہ اَشجع کا ایک شخص اس کا نام نہیں لکھا۔

یہود میں سے ترانوے افراد اس غزوے میں قتل ہوئے جن میں سے چند سرداروں کے نام ہیں: حارث، ابوزینب، مَرحب، اُسیر، یاسر، عامر، کِنانہ بن ابی الحُقَیق۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 82 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 160 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 323 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 264 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کے بعض متفرق واقعات بھی بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ کِنانہ بن ربیع کے قتل کا ہے۔ تاریخ و سیرت کی کتب میں مذکور ہے کہ خیبر فتح ہونے کے بعد جب یہود کے ساتھ معاہدہ ہو گیا تو اس کے بعد لوگ کِنانہ اور اس کے بھائی ربیع کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے۔ کِنانہ پورے خیبر کا رئیس تھا اور حضرت صفیہؓ کا خاوند تھا اور ربیع اس کا چچازاد بھائی تھا۔ کِنانہ کے پاس یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حُیی بن اخطب کا خزانہ تھا جس میں سونے چاندی کے زیورات وغیرہ تھے اور یہ زیورات اہل عرب کو ان کی شادی بیاہ کی تقریبات پہ اجرت پر دیا کرتے تھے۔ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کا وہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب ہم مدینہ سے نکلے تو اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ سارا خرچ ہو گیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے ابو قاسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کے کہ ہم نے اسے اپنی جنگ میں خرچ کر دیا اور اب اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ہم نے اس مال کو اس دن کے لیے ہی جمع کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مدینہ سے نکلنے کا زمانہ کوئی بہت دور کا زمانہ نہیں کہ وہ سارا مال خرچ ہو جائے۔ ان دونوں نے اس بات پر قسم اٹھائی کہ ان کے پاس کچھ بھی مال نہ ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ خزانہ تم سے برآمد ہو گیا تو پھر تم سے اللہ اور اس کے رسول کا کوئی ذمہ نہ ہو گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو گواہ بنایا۔ اس وقت یہود کا ایک شخص اٹھا اور اس نے کِنانہ کے پاس جا کر کہا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مانگ رہے ہیں اگر تمہارے پاس ہے تو انہیں دے دو۔ یا اگر تمہیں پتہ ہے تو بتا دو کہ کہاں ہے تمہاری جان بچ جائے گی ورنہ اللہ کی قسم! وہ ضرور اس پر غالب ہو کر رہیں گے۔ ابن ابی الحُقَیق نے اسے ڈانٹا اور وہ یہودی الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ ایک تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 86 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 415 دار صادر بیروت)(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ اگر تم نے مجھ سے کوئی چیز چھپائی اور پھر مجھے معلوم ہو گیا تو میں تمہارے خون اور تمہاری اولادوں کو اس کی وجہ سے

حلال سمجھوں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تاریخ کی ایک کتاب میں اس خزانے کا علم ہونے کی ایک روایت مختصر یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم فلاں فلاں میدان میں جاؤ۔ پھر کھجوروں کے پاس آؤ پھر کھجوروں کو دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے جو اونچی ہوں ان کو دیکھو جو کچھ وہاں ہو اس کو میرے پاس لے آؤ یعنی ان کے نیچے کیا ہے۔ اس خزانے کی قیمت لگائی گئی تو اس کی قیمت دس ہزار دینار لگی۔ وعدہ خلافی کی وجہ سے ان دونوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا گیا۔ یہ ایک روایت ہے۔

ایک روایت میں یہ بیان ہوا ہے، کہاں تک صحیح ہے یہ بعد میں تجزیہ ہو گا۔ ایک اَور روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کِنانہ کو لایا گیا اور اس کے پاس بنو نضیر کا خزانہ تھا۔ اس سے خزانے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 86 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کا ایک آدمی لایا گیا اس کا نام ثَعْلَبہ تھا۔ بعض جگہ یہ ذکر ہے کہ سَعْیَۃ بِنْ سَلَّام بِنْ اَبُوحُقَیق کو بلا کر پوچھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ میں نے کِنانہ کو دیکھا کہ وہ ہر صبح ان کھنڈرات کے گرد گرد گھومتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثَعْلَبہ کے ساتھ حضرت زبیر بن عوامؓ اور چند مسلمانوں کو بھیجا جہاں ثَعْلَبہ نے کہا تھا۔ وہاں سے کھودا گیا تو اس سے خزانہ نکل آیا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ کچھ خزانہ مل گیا لیکن باقی نہ ملا اور کِنانہ نے بھی بتانے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ کِنانہ کو سزا دو۔ حضرت زبیرؓ چقماق کے پتھر لے کر آئے اور اس کے سینے پر مارتے جس سے آگ نکلتی۔ اور جب وہ مرنے کے قریب ہو گیا تب اس نے باقی خزانے کا بتایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِنانہ کو محمد بن مَسلمہ کے حوالے کر دیا کہ وہ اس کو قتل کر دے۔ چنانچہ محمد بن مَسلمہ نے اپنے بھائی محمود بن مَسلمہ جن پر چکی کا پاٹ گرایا تھا اور شہید ہو گئے تھے ان کے بدلے میں کِنانہ کو قتل کر دیا۔

بہرحال قتل تو کیا لیکن جس طرح یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اسوہ ہے اس کے خلاف لگتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا اور ایک روایت کے مطابق کِنانہ کو محمد بن مَسلمہ نے قتل کیا۔ جبکہ اس کے دوسرے بھائی کو بِشْر بن براء کے گھر والوں کے سپرد کر دیا اور اسے بھی بِشْر بن براء کے بدلے میں قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اموال کو حلال قرار دیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔

یہ روایات جو ہیں تاریخ و سیرت کی معتبر کتب میں موجود ہیں جیسے تاریخ طبری، تاریخ الخمیس، طبقات ابن سعد، کتاب المغازی واقدی کی ہے، سیرت ابن ہشام، سیرت ابن اسحاق، سیرت حلبیہ اور زرقانی وغیرہ اور کِنانہ کو اسی وجہ سے قتل کرنے کا ذکر حدیث کی کتب سنن ابو داؤد میں بھی ہے لیکن کِنانہ کے قتل کی مختلف وجوہات

اور روایات بھی ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے قتل کی وجہ خزانے کی نشاندہی نہ کرنا نہیں تھی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 62 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 265 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 698 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 315 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سنن ابو داؤد کتاب الخراج والفيء والإمارة باب ما جاء في حكم أرض خيبرَ حدیث نمبر 3006)

بہرحال خیبر کے اس واقعہ کو مستشرقین نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور پھر اعتراض کرنے والوں نے اپنی عادت کے مطابق اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اعتراض کیے ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال اور دولت کی حرص تھی یا یہ ظاہر کرنا چاہا کہ نعوذ باللہ آپؐ کس کس طرح کے ظلم اور تشدد کیا کرتے تھے اور اعتراض کرنے والوں نے عقل و انصاف سے ذرا بھی کام نہیں لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو سب کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی جو جنگ شروع کرنے سے پہلے سب کو حکم دیتے ہیں کہ خبردار! کسی بچے کو قتل نہ کرنا کسی عورت کو قتل نہ کرنا یہاں تک کہ درختوں کو بھی بے سبب نہ کاٹا جائے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسير باب قتل النساء فی الحرب حدیث 3015)

(سنن الکبریٰ للبیہقی جلد 9 صفحہ 154 حدیث 18665 مکتبہ الرشد)

جو جانوروں کو بھی کسی تکلیف میں دیکھنا پسند نہیں کرتے وہ انسانوں پر کیسے ظلم و تشدد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا ایک سراسر بے بنیاد الزام ہے اور جنگ خیبر تو وہ جنگ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے ہی اعلان فرما دیا تھا کہ جو مال غنیمت کی امید یا طمع لے کر شامل ہونا چاہے وہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور اسوہ یہ ہو کہ اس کے متعلق جب ایسی روایات سامنے آئیں تو انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم اچھی طرح ان روایات کو دیکھ لیں ان کی چھان پھٹک کر لیں اور بیشک پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہر حدیث اور ہر روایت کو جہاں تک ممکن ہو احترام کی نظر سے دیکھا جائے اور جس حد تک ہو سکے ان کے مضامین کی اگر کوئی توجیہ ہو سکتی ہے تو کی جائے لیکن بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس اور آپؐ کی عزت سب سے مقدم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ رحمۃ للعالمین تھے۔ ہر وہ روایت جو اس کے منافی ہو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی جبکہ مؤرخین اور اصحاب سیر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سینکڑوں ہزاروں احادیث اور روایات بعد کے لوگوں نے خود سے گھڑ لی ہوئی ہیں اور یہ بھی مُسَلَّمہ حقیقت ہے کہ اس سازش میں یہود کا بھی دخل رہا ہے کہ وہ غلط روایتیں پیش کرتے تھے۔ پھر یہی واقعہ جو کہ کِنانہ اور اس کے بھائی کے قتل کا بیان ہو رہا ہے اس کا ہماری ریسرچ ٹیم نے بھی بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے اور روایات کی روشنی میں جو بیان کیا ہے اور مستشرقین نے جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب دیا ہے۔ بڑا اچھا جواب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اندرونی شہادت بتا رہی ہے کہ بیان کرنے والوں کو جگہ جگہ بیان کرنے میں غلطی لگی ہے۔ وہ بھول رہے ہیں اور مختلف باتوں کو ملا جلا رہے ہیں۔

اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہے تو ایک چھوٹی سی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر مبالغہ آمیزی کے ساتھ منفی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً جب یہود کے ساتھ معاہدہ ہو گیا اور ہر قسم کی شرائط طے کرنے کے بعد صلح نامہ تحریر ہو گیا تو پھر کسی خزانے کی طلب بظاہر عجیب سی لگتی ہے کیونکہ معاہدے کی رو سے یہود کی کسی بھی چیز پر تصرف اور ملکیت ختم ہو گئی تھی سوائے خیبر کی اراضی وغیرہ کے۔ پھر اگر وہ خزانہ مل گیا تھا جیسا کہ روایات میں مذکور ہے تو وہ خزانہ کہاں گیا؟ خیبر کا جو بھی مالِ غنیمت تقسیم ہوا اس کی تمام تفاصیل کتب تاریخ و سیرت میں موجود ہیں۔ گھی، چربی، کھجور، کپڑے، سامان، مویشی، نیزے، تلواریں، تیر، ڈھالیں وغیرہ۔ لیکن کہیں کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ فلاں کو اتنا سونا چاندی یا ہیرے جواہرات ملے بلکہ اس کے برعکس یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ خیبر کے اموالِ غنیمت میں کسی قسم کا کوئی سونا چاندی نہیں ملا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

خزانے کی تلاش کے لیے جو تفتیش کی گئی ہے ان روایات میں سخت اختلاف و اضطراب ہے۔ کسی روایت میں ہے کہ کِنانہ سے پوچھا، کسی میں ہے کہ کِنانہ اور اس کے بھائی دونوں کو بلایا گیا، کسی میں ہے کہ ان کے ساتھ ایک یہودی سے پوچھا گیا، کسی میں ہے کہ حُیَیّ کے چچا سے پوچھا گیا۔ پھر اس ساری تفتیش کے بعد اگر سزا دینی چاہیے تھی تو بہت سے مجرم قرار پاتے تھے لیکن روایات کے مطابق صرف دو کو سزا دی گئی یعنی کِنانہ اور اس کا بھائی۔ بعض روایات کے مطابق صرف کِنانہ کو سزا دی گئی۔ بخاری میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں خیبر سے یہود کی جلا وطنی کا ارادہ کیا تو اس وقت آپؓ کے پاس ابوالحُقَیق کا ایک بیٹا آیا۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ کِنانہ کا یہ بھائی حضرت عمرؓ کے عہد تک زندہ رہا اور جلا وطنی تک خیبر میں ہی مقیم تھا۔ اس لیے یہ بھی بات غلط ہو گئی بھائی کے قتل کی۔ بعض سیرت نگار بخاری کی اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ صرف کِنانہ کو ہی سزا دی گئی تھی۔

(ماخوذ از فتح الباری شرح صحیح البخاری حدیث 2730 جلد 5 صفحہ 411 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

(سیرت النبی ﷺ از شبلی جلد اول صفحہ 333 مکتبہ اسلامیہ)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث 4234)

بہر حال یہ ساری جو باتیں بیان کی گئی ہیں، جو تضادات تھے اس کی وجہ سے ایسی تمام روایات جن میں کسی خزانے کے **حصول کے لیے بدنی سزا کا ذکر ہے مشتبہ قرار پاتی ہیں** جن میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ہی درست نہیں ہے۔ چنانچہ ایک معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی یہ لکھتے ہیں کہ خیبر کے واقعات میں اربابِ سیر نے، سیرت لکھنے والوں نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور وہ اکثر کتابوں میں منقول ہو کر متداول ہو گئی ہے یعنی اس کو مان لیا گیا ہے اور روایتوں میں شامل کر لی گئی ہے یعنی یہ کہ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اس شرط پر امن و امان دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائیں گے لیکن جب کِنانہ بن ربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ سختی کر کے اس سے خزانہ کا پتہ لگائیں۔ حضرت زبیرؓ چقماق چلا کر اس کے سینے کو داغتے تھے یہاں تک کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِنانہ کو قتل کرا دیا اور تمام یہودی لونڈی، غلام بنا لیے گئے۔ اس روایت کا اس قدر حصہ صحیح ہے کہ کِنانہ قتل کر دیا گیا لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ خزانہ بتانے سے انکار کرتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کِنانہ نے محمود بن مَسلمہ کو قتل کیا تھا۔ طبری میں تصریح ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے کِنانہ کو محمد بن مَسلمہ کے حوالے کیا انہوں نے اپنے بھائی محمود بن مَسلمہ کے قصاص میں اس کو قتل کر دیا۔ باقی روایت کا یہ حال ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام دونوں نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے لیکن ابن اسحاق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہیں بتایا۔ محدثین نے رجال کی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ابن اسحاق یہودیوں سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ بہت سی روایتیں یہودیوں سے انہوں نے لی ہیں۔ اس روایت کو بھی انہی روایتوں میں سے سمجھنا چاہیے اور یہودی کبھی صحیح بات نہیں بتائیں گے اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحاق ان راویوں کے نام نہیں لیتے۔ کسی شخص پر خزانہ بتانے کے لیے اس قدر سختی کرنا کہ اس کے سینے پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے رحمۃ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ وہی شخص جو زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہیں کرتا اس کو سزا نہیں دیتا کیا چند سکوں کے لیے کسی کو آگ میں جلانے کا حکم دے سکتا ہے؟ اصل واقعہ اس قدر تھا کہ کِنانہ کو اس شرط پر امان دی گئی تھی کہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہ کرے گا بلکہ روایت میں ہے کہ اس نے یہ بھی منظور کیا تھا کہ اگر اس کے خلاف اس نے کچھ کیا تو وہ قتل کا مستحق ہو گا۔ کِنانہ نے بدعہدی کی اور جو امن اس کو دیا گیا تھا ٹوٹ گیا۔ کِنانہ نے محمود بن مَسلمہ کو قتل کیا تھا اب اس کے قصاص میں وہ قتل کر دیا گیا۔ پہلے تو شاید معاف ہو جاتا لیکن جو ایک اَور جگہ بدعہدی کی اس نے اس کی وجہ سے اس کو سزا ملی۔ (سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد اول صفحہ 285-284 مکتبہ اسلامیہ)

موجودہ زمانے کے ایک احمدی مصنف سید برکات احمد صاحب اپنی تصنیف رسول اکرم اور یہودِ حجاز میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بغیر کسی سند کے ایک قصہ بیان کیا ہے اور یہ حقائق بداہتاً غلط ہے۔ اوّل تو تعذیب اور وہ بھی آگ کی تعذیب اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ پورے خیبر کے مال غنیمت میں اس برآمد شدہ خزانے کی تقسیم کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ نہ ہی اس خزانے کی بیت المال میں داخل ہونے کی کوئی روایت موجود ہے۔ ابن اسحاق ہی نہیں بلکہ دوسرے قدیم ترین ماخذ میں بھی خیبر کے مال غنیمت میں نقدی سونا چاندی یا اس قسم کے دوسرے قیمتی سامان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ساری روایات اجناس، کپڑے یا اسلحے سے متعلق ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ جو خیبر کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہتے تھے کہ ہم نے خیبر تو فتح کیا لیکن مال غنیمت میں ہمیں سونا چاندی نہیں ملا۔

(رسول اکرمؐ اور یہود حجاز مترجم صفحہ 163-162 مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نیو دہلی)

خلاصہ یہ کہ کِنانہ بن ربیع قتل ہوا لیکن اس کے قتل کا سبب ایک مسلمان سپہ سالار کا قتل تھا جس کے قصاص میں وہ خود قتل ہوا۔ پس یہ ہے اصل حقیقت۔ یہ واقعات آگے چل رہے ہیں۔ یہاں انہی واقعات میں ایک یہودی عورت کا ذکر بھی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی آپؐ کے خلاف سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو محفوظ رکھا۔ کیونکہ لمبا واقعہ ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں ایک مرحوم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور پھر ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ **ماسٹر منصور احمد صاحب کاہلوں ابن شریف احمد** صاحب کاہلوں جو آجکل آسٹریلیا میں تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم چودھری سردار خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف چھور

صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ تعلیم ربوہ میں پائی بچپن سے خدمت دین کی توفیق پانے کا شرف حاصل رہا۔ سندھ میں بشیر آباد تعلیم الاسلام ہائی سکول سے ملازمت کا آغاز کیا۔ تقریباً چونتیس سال تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے۔ بشیر آباد میں بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ خدام الاحمدیہ کے قائد بھی تھے، صدر جماعت بھی رہے، جوبلی فنڈ کے خدمت کی توفیق ملی۔ جنرل سیکرٹری کے طور پر بھی ان کو حیدرآباد میں اٹھارہ سال کام کی توفیق ملی پھر تیرہ سال امیر ضلع حیدرآباد اور امیر مقامی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ ان کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے کام سے ملازمت سے فارغ ہو کر فوری طور پر مسجد آجایا کرتے تھے اور وہاں سارے کام کرتے تھے اور مغرب کی نماز کے بعد گھر جاتے تھے بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ دیر ہو جاتی تھی۔

خلافت سے والہانہ لگاؤ تھا ہر آواز پر لبیک کہنے والے غریب پرور انسان، مہمان نواز، ہمدرد، بہت سخی تھے۔ بہت سارے عزیزوں کو اپنے گھروں میں رکھ کر تعلیم دلوائی۔ ان کے شاگردوں میں مربیان بھی ہیں، ڈاکٹر بھی ہیں، انجنیئر بھی ہیں ملکوں ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور پانچ بیٹے شامل ہیں۔

مبشر احمد صاحب گوندل جو یہاں کارکن دفتر امیر صاحب یوکے ہیں، ان کے یہ ہم زلف تھے۔

ان کے بیٹے اسامہ کہتے ہیں جب سے ہوش سنبھالا اپنے والد کا مسجد سے اور جماعت سے ایک مضبوط تعلق دیکھا۔ شاذ ہی مسجد جانے سے ناغہ کیا ہو۔ دفتر میں باقاعدہ موجود ہوتے۔ بغیر کسی اشد مجبوری کے کبھی یہ نہیں ہوا کہ دفتر جانے سے ناغہ کریں اور جماعت کے ممبران کو بھی پتہ تھا کہ یہ مسجد میں ملیں گے۔ مرکزی مہمانوں کی بہت عزت افزائی کرتے تھے خدمت کرتے تھے۔ آسٹریلیا شفٹ ہو گئے۔ حالات کی وجہ سے شفٹ ہوئے تھے تو یہاں آنے کے بعد بھی جماعتی خدمت کرتے رہے اور ہر مالی تحریک میں نہ صرف آسٹریلیا میں بلکہ پاکستان میں بھی حصہ لیتے رہے۔ آسٹریلیا میں بھی اپنا حلقہ احباب وسیع کیا۔ بڑی جلدی لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ آسٹریلیا میں لوکل جماعت میں سیکرٹری تعلیم القرآن تھے اور سیکرٹری تربیت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بڑے عاجز اور خدمت کرنے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان کے بچوں کو بھی ان کی یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/مارچ 2025ء جلد 32 شمارہ 57 صفحہ 02 تا 06)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/ فروری 2025ء بمطابق 21/ تبلیغ 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کل 20/ فروری تھی۔ **یہ دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔** اس حوالے سے اس دن یا ان دنوں میں آگے پیچھے جماعتوں میں پیشگوئی مصلح موعود کے جلسے بھی ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک لمبی پیشگوئی ہے جس میں ایک بیٹے کی پیدائش اور اس کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ 20/ فروری 1886ء کو اس کو اشتہار کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس پیشگوئی میں لڑکے کی خصوصیات کے بارے میں الہامی الفاظ کا ایک حصہ اس طرح سے ہے کہ ”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا...“ اور پھر ہے کہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

اور اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹا عطا فرمایا جو ان خصوصیات کا حامل تھا جن کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھا، جن کو مصلح موعود بھی کہا جاتا ہے۔ جو بچے بھی جماعت کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں، بڑے تو رکھتے ہی ہیں اس پیشگوئی سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اطفال میں خدام میں ہر جگہ ہی جلسے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں کہ **وہ لڑکا علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا** خدا تعالیٰ نے خود ان کی ذہانت کو جلا بخشی اور علوم سے پُر کیا۔ دنیاوی لحاظ سے تو آپ کی تعلیم شاید پرائمری تھی بلکہ یہ بھی نہیں تھی۔ ہاں سکول جاتے رہے لیکن امتحانوں میں حضرت مصلح موعودؓ نے خود لکھا ہے، بتایا ہے کہ کبھی پاس نہیں ہوتے تھے۔ دنیاوی مضمونوں میں بہت کمزور تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ سے ایسے ایسے علمی اور دینی اور انتظامی کام کروائے ہیں کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی آپؓ کے سامنے طفلِ مکتب لگتے ہیں، بالکل بچے لگتے ہیں اور آپؓ کا باون سالہ دورِ خلافت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپؓ نے دنیا کے مختلف موضوعات پر بے شمار تقاریر کیں، مضامین لکھے۔ دینی اور قرآنی علوم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ آپؓ نے دنیاوی موضوعات پر بھی، ملکی سیاست، بین الاقوامی سیاست کے بارے میں تقاریر کیں، مضمون لکھے۔ تاریخی حوالے سے غیر معمولی معیار کے مضامین لکھے اور تقاریر کیں۔ اقتصادی امور اور دنیا کے مختلف نظاموں سوشل ازم، کمیونزم، کیپٹل ازم کے بارے میں بھی ان کا تجزیہ کیا اور ایک تقریر کی جو بعد میں کتابی صورت میں بھی چھپ گئی۔ یہ جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ حتّٰی کہ عسکری معاملات، فوجی معاملات اور سائنسی اور علمی موضوعات پر بھی علم و معرفت کی وہ باتیں بیان فرمائیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بہت سی تقاریر آپؓ نے غیروں کے سامنے کیں اور وہ ان کی گہرائی اور معرفت کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ

سکے۔ ہزاروں صفحات پر یہ مضامین اور تقاریر حاوی ہیں۔ مختصر وقت میں ان کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں بلکہ صرف تعارف بھی ممکن نہیں ہے۔ **نمونۃً میں چند نمونے یہاں پیش کروں گا جو صرف تعارف پر مبنی ہیں۔**

''اسلام کا اقتصادی نظام''، ''نظامِ نَو''، ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' یہ موضوعات تو ایسے ہیں جن کا اکثر جماعت میں ذکر ہوتا ہے۔ ان سے ہٹ کر بعض دوسرے مضامین عموماً لوگوں کے سامنے نہیں آتے ان کا تعارف میں پیش کروں گا۔

آپؓ نے 'ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض' کے نام پر ایک مشورہ دیا، اس پر تبصرہ کیا اور یہ 1919ء کی بات ہے یعنی آپؓ کی خلافت کے ابتدائی دور کی۔ اس کا خلاصہ یا تعارف یہ ہے کہ اتحادِ ملت کے ہر موقع سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لیے حضورؓ نے ایسے وقت میں جبکہ ترکیہ حکومت خطرے میں تھی نہایت مدبّرانہ راہنمائی کرتے ہوئے 18/ ستمبر 1919ء کو یہ کتاب تحریر فرمائی۔ مختلف الخیال مسلمانوں کے اتحاد و اجتماع کے لیے آپؓ نے یہ راہنما اصول بیان فرمایا کہ ''میرے نزدیک اس جلسہ کی بنیاد صرف یہ ہونی چاہیے''، ایک جلسہ ہونا تھا وہاں ترکی حکومت کے حق میں ''کہ ایک مسلمان کہلانے والی سلطنت کو... ہٹا دینا یا ریاستوں کی حیثیت دینا ایک ایسا فعل ہے جسے ہر ایک فرقہ جو مسلمان کہلاتا ہے ناپسند کرتا ہے اور اس کا خیال بھی اس پر گراں گزرتا ہے۔''

پھر آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ترک سلطنت اور مرکزِ اسلام حجاز کے متعلق جو میری راہنمائی ہے وہ اس طرح ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ''عرب کی غیرتِ قومی جوش مار رہی ہے اور اس کی حریت کی رَگ پھڑک رہی ہے... تیرہ سو سال کے بعد اب وہ پھر اپنی چاردیواری کا آپ حاکم بنا ہے اور اپنے حسنِ انتظام اور عدل و انصاف سے اس نے اپنے حق کو ثابت کر دیا ہے۔ اس کے متعلق کوئی نئی تجویز نہ کامیاب ہو سکتی ہے نہ کوئی معقول انسان اس کو قبول کر سکتا ہے۔''

ترکیہ کی بہتری کے لیے آپؓ نے ایک یہ مشورہ بھی دیا کہ ''صرف جلسوں اور لیکچروں سے کام نہیں چل سکتا، نہ روپیہ جمع کر کے اشتہاروں اور ٹریکٹوں کے شائع کرنے سے... بلکہ ایک باقاعدہ جدوجہد سے جو دنیا کے تمام ممالک میں اس امر کے انجام دینے کے لیے کی جاوے۔ یہ زمانہ علمی زمانہ ہے۔'' آپؓ فرماتے ہیں ''یہ زمانہ علمی زمانہ ہے اور لوگ ہر ایک بات کے لیے دلیل طلب کرتے ہیں... پس اس مشکل کام کو پورا کرنے کے لیے باقاعدہ انتظام ہونا چاہیے... بے فائدہ کام دانا کا کام نہیں''۔ یہی بات آج بھی مسلمانوں کو سوچنی چاہیے یہ تو اس زمانے میں صرف ترکی حکومت سے تعلق تھا۔ آج پہلے سے بڑھ کر مسلمان دنیا اور عرب دنیا کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ صرف نعرے لگانے سے، میٹنگیں کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ عملی اقدام اٹھانے پڑیں گے۔

ترکوں یا اسلام کے خلاف بغض و تعصب کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ ''آباؤ اجداد سے ان کے دل میں''، یعنی اسلام مخالف لوگوں کے دلوں میں ''اسلام کی نسبت اس قدر بدظنیاں بٹھائی گئی ہیں کہ وہ اسلام کو ایک عام مذہب کے طور پر خیال نہیں کرتے بلکہ ایک ایسی تعلیم خیال کرتے ہیں جو انسان کو انسانیت سے نکال کر جانور اور وہ بھی وحشی جانور بنا دیتی ہے... اسلام کے سوا دوسرے مذاہب سے وہ ڈرتے نہیں...

مگر قابل نفرت سمجھتے ہیں مگر اسلام سے وہ خوف کھاتے ہیں۔" یعنی جو اسلام مخالف لوگ ہیں "اس کی ترقی کو تہذیب و شائستگی کے رستہ میں روک ہی نہیں خیال کرتے بلکہ خود انسانیت کے لیے اسے مہلک یقین کرتے ہیں"۔ اور آجکل تو اس پر پہلے سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ ہر جگہ ہر ملک میں جو رائٹ وِنگ (rightwing) ہیں یا دوسرے، وہ اسلام کے خلاف بڑی مہم چلا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف مہم چلا رہے ہیں۔ اس صورتحال کی تبدیلی کے لیے یہ راہنمائی فرمائی کہ "مسلمان اپنی غلطی سے تائب ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور خود اسلام کو سمجھیں اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور دوسروں کو آگاہ کریں تا کہ وہ نکبت و اِدبار جو اس وقت مسلمانوں پر آ رہا ہے وہ دُور ہو... اگر مذہب کی خاطر انہوں نے تبلیغ نہیں کی، اگر خدا کے حکم کے ماتحت انہوں نے اس بے نظیر تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔" عملاً تو یہی ہوا ہے ناں۔ اسلام انہوں نے کب پیش کیا ہے "تو اب اپنی حیات کے قیام کے لیے ہی کچھ کوشش کریں۔" زندہ رہنا ہے تو اس کے لیے کچھ کوشش کریں "کیونکہ ان کی زندگی اور اسلام کی تبلیغ اب لازم و ملزوم ہو گئے ہیں"۔

(تعارف کتاب، ترکی کا مستقبل، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 16 تا 18)

پس یہی اصول آج بھی مسلمانوں کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ نہیں تو اسلام مخالف دنیا مسلمان ممالک کے گرد گھیرا تنگ کرتی چلی جائے گی اور کر رہی ہے۔

پھر ایک موقع پیدا ہوا آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا۔ اس پر آپؓ نے "آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر" کے عنوان سے ہدایات دیں۔ یہ پمفلٹ حضور نے آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس میں پیش کرنے کے لیے 13/ جولائی 1925ء کو تحریر فرمایا۔ منتظمین کانفرنس کی خواہش تھی کہ امام جماعت احمدیہ بنفس نفیس اس میں شریک ہو کر اپنے خیالات کا اظہار فرماویں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا کہ میں خود اس میں شمولیت سے معذور ہوں لیکن اپنے نمائندوں کے ذریعہ سے اپنے خیالات پیش کر دیتا ہوں۔ اس پمفلٹ میں حضور نے سب سے پہلے اسلام کی مذہبی اور سیاسی تعریف بیان فرمائی اور فرمایا کہ اسلام کی ایک تو مذہبی تعریف ہے جس کا ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہے اس کی تعریف کرے۔ دوسری اسلام کی سیاسی تعریف ہے۔ سیاسی طور پر کون لوگ مسلمان ہیں؟ اس کا جواب صرف ہندو عیسائی اور سکھ ہی دے سکتے ہیں جن سے مسلمانوں کا سیاسی واسطہ پڑتا ہے کیونکہ اگر ایک جماعت کے پیرو جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں ان کو دوسرے فرقہ کے لوگ خواہ غیر مسلم ہی سمجھیں لیکن سیاست میں ہندو اور سکھ جب ان سے معاملہ کریں گے تو ان سے ایک ہی معاملہ کریں گے اور جو کارروائی وہ ایک قوم کے خلاف کریں گے وہی دوسری قوم کے خلاف بھی کریں گے۔ ہر فرقے کو انہوں نے مسلمان سمجھ کے کرنا ہے۔ پس سیاستاً ان کے مفاد ایک ہیں اور مسلمانوں نے اس نکتہ کو نہ سمجھا تو دوسرے ایک ایک کر کے ان کو کھا جائیں گے اور ان کو اس وقت ہوش آئے گی جب ہوش آنے کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس لیے حضورؓ نے تمام مسلمان فرقوں کے سامنے یہ زریں اصول پیش کیا کہ سیاسی معاملات میں مسلمان مکمل اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں کیونکہ سیاسی لحاظ سے اگر آپ کسی قوم کو الگ کر دیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے وہ دوسری قوموں کی طرف رجوع نہ کرے۔

اس کے بعد اسلام کی ترقی اور ترویج اور اس کے سیاسی استحکام کے لیے بعض تجاویز دیں اور فرمایا کہ

اسلام کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ تمام ملک ہند میں اسلام کی ترویج کے لیے تبلیغی نظام مقرر کیا جائے اور تبلیغی انجمنوں کے باہم اتحاد کی کوئی راہ نکالی جائے کیونکہ اسلام کی زندگی تبلیغ پر ہی موقوف ہے اور اس کے لیے مکمل نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ (اور اب تو اس کا دائرہ عمل ساری دنیا ہو چکی ہے۔) نیز مسلمانوں کی صنعتی اور تعلیمی میدان میں ترقی کے لیے باقاعدہ صیغہ جات قائم کیے جائیں۔ ہر صیغے کا مطمح نظر ہو اور سال کے آخر پر بتایا جائے کہ مطمح نظر کو کس حد تک پورا کیا گیا ہے۔ اب تو یہ اسلام کی بڑی بڑی حکومتوں کا کام ہے۔ نیز اس وقت فوری طور پر ایک ایسی کمیٹی کا قیام بھی ضروری ہے جو اس امر کا جائزہ لے کہ مسلمانوں کو دوسری قوموں کے اثر سے کس طرح آزاد کروایا جا سکتا ہے اور کون کون سے شعبہ ہائے زندگی ایسے ہیں جن میں ماہر مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ پھر وہ کمیٹی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے مسلم بنک کے قیام کی ضرورت پر بھی زور دیا اور فرمایا کہ اگر بلا سود کی صورت نکل سکے جو کہ نکل سکتی ہے تو ہماری جماعت بھی اس میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے اور آپؓ نے بیت المال اور مسلم چیمبر آف کامرس کے قیام کی بھی تجویز دی نیز آپ نے جہاں غیر مسلم حکومتیں ہیں وہاں فوجداری مقدمات کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر تنازعات کو عدالتوں میں لے جانے کی بجائے باہم مل کر تصفیہ کے لیے بھی پنچایتی نظام وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

آپؓ نے فرمایا کہ قیام امن کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ وسعتِ حوصلہ کے ساتھ دوسروں کو ان کے عقیدہ کے مطابق کام کرنے دیں اور خود اپنے عقیدہ کے مطابق کام کریں۔ حضور نے تجارت اور صنعت و حرفت کے متعلق فرمایا کہ تجارت ایسا شعبہ ہے جس سے مسلمانوں نے سب سے زیادہ تغافل برتا ہے اور تجارتی لحاظ سے وہ ہندوؤں کے غلام بن کے رہ گئے ہیں۔ اس زمانے میں تھے۔ اب تو ہمیں نظر آ رہا ہے کہ ہم دنیا کے بڑے بڑے جو امیر لوگ ہیں، مختلف مذاہب کے جو لوگ تجارت میں ہیں، چاہے وہ یہودی ہیں، عیسائی ہیں یا کوئی اور ہیں ان کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت یہی حالات تھے۔ آجکل اس معاملے میں دنیا کی حکومتوں اور تاجروں کے غلام ہم بن رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ پس اس طرف مسلمان حکومتوں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی مسلمانوں کی ترقی کے لیے خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو ختم کر کے باہم اتحاد اور یگانگت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ پھر ایک دفعہ اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ سب محنت رائیگاں اور سب تدبیریں عبث جائیں گی اگر اس امر کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا گیا کہ ہم باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنے کے اغیار کی نظروں میں مسلمان ہیں اور ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان ہے۔ پس سیاسی میدان میں ہمیں مذہبی فتووں کو نظر انداز کر دینا چاہیے کیونکہ وہ ان کے دائرہ عمل سے خارج ہیں۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی سیاسی ضروریات کے لیے ان لوگوں سے مل کر کام نہیں کر سکتے جن کو تم مسلمان نہیں سمجھتے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے مقابلہ میں یہود سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان کہلانے والے فرقے اسلام کی سیاسی برتری بلکہ کہو کہ سیاسی حفاظت کے لیے

اس میں مل کر کام نہ کر سکیں۔ اگر ہم اس موقع پر اتحاد نہ کر سکیں گے تو یقیناً اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ہمارا اختلاف اسلام کے لیے نہیں بلکہ اپنی ذات کے لیے ہے، اپنے نفسوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدبختی سے محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 8 تا 10)

پاکستان اور بعض مسلمان ممالک میں عمومی طور پر تو یہی صورتحال ہے۔ خاص طور پر احمدیوں کے لیے یہ سوچ کہ یہ کافر ہیں، ویسے تو ہر فرقہ دوسرے فرقے کو بھی کافر کہتا ہے اور غیر مسلم دنیا میں اسی وجہ سے جو غلط تاثر پیدا ہو رہا ہے اور وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ پس اس نکتے کو آج بھی مسلمان حکومتوں کو اور مسلمانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کے حالات کے بارے میں، اس وقت جب پاک و ہند ایک تھے ایک گول میز کانفرنس ہوئی تھی اور مسلمانوں کی نمائندگی کا سوال اس میں اٹھا تھا۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی آزادی کے جائزے کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا تھا جس نے ہر دس سال بعد جائزہ لینا تھا کہ کس حد تک لوگوں کو یہ اختیار دیے جاسکتے ہیں کہ وہ علیحدہ حکومت قائم کریں۔ اس کے پہلے صدر ایک انگریز بیرسٹر تھے اس کمیشن کے صدر جن کا نام سر جان سائمن تھا۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 3-2)

بہرحال اس کمیشن اور ان فیصلوں پر مختلف وقتوں میں بحث کی جاتی رہی اور حضرت مصلح موعودؓ نے مختلف وقتوں میں راہنمائی فرماتے ہوئے اپنے تفصیلی خیالات بھی پیش کیے اور مسلمانوں کی راہنمائی بھی کی۔ اس سلسلہ میں ایک گول میز کانفرنس ہوئی جس کی تفصیل کا ہماری تاریخ میں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔ ”حکومت برطانیہ کے قائم کردہ سائمن کمیشن کی رپورٹ اہلِ ہند کی توقعات پر پوری نہ اتری اس لیے وہ انہیں قابلِ قبول نہ تھی۔ ان حالات میں حکومت کی طرف سے گول میز کانفرنس کے انعقاد کا اعلان ہوا“ اس کی تفصیل اس طرح ہے ”تاکہ برطانیہ اور ہندوستان کے نمائندگان ایک جگہ جمع ہو کر ہندوستان کے سیاسی ارتقاء کے بارے میں غور و فکر کر سکیں۔ اس موقع پر حضورؓ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے فوری طور پر یہ مضمون تحریر فرمایا اور انہیں نصیحت کی کہ وہ باہمی تفرقہ اور اختلافات کو ترک کر دیں اور قومی مفاد کی خاطر اتفاق اور اتحاد سے کام کریں۔ صرف اسی طریق پر وہ مخالف قوم کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ کانفرنس میں ایسے نمائندے جائیں جو قوم کی نمائندگی کا حق ادا کر سکیں۔ حضورؓ نے اس موقع پر گورنمنٹ کو بھی مشورہ دیا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے مشورہ سے نمائندوں کا انتخاب کرے تاکہ کانفرنس کے فیصلوں کو لوگ خوش دلی سے قبول کر لیں۔

مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں حضورؓ نے فرمایا: ”میرے نزدیک آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے لیے کام کا وقت ابھی آیا ہے۔ خالی اس امر کو شائع کر دینا کہ مسلمانوں کے یہ مطالبات ہیں کافی نہیں ہے۔ اگر ایسے لوگ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے جنہوں نے ان مطالبات کو پسِ پشت ڈال دیا تو آل پارٹیز کانفرنس

کے فیصلہ کی قیمت کچھ بھی باقی نہیں رہتی۔ پس یہی وقت ہے کہ وہ ایک طرف گورنمنٹ کو غلط انتخاب کے بد نتائج سے آگاہ کرے اور دوسری طرف پبلک کو اس کے خطرات سے واقف کرے اور اس وقت تک آرام نہ لے جب تک مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ مسلمانوں کے منتخب نمائندوں اور ان کی اہم سیاسی انجمنوں کے ذریعہ نہ ہو۔"

(تعارف کتاب، گول میز کانفرنس اور مسلمانوں کی نمائندگی، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 14-13)

اور یہ مشورے اس زمانے کے جو حالات تھے اس کے مطابق بہت سے حلقوں میں بڑی سنجیدگی سے لیے گئے۔

پھر ہندوستان کے اس وقت کے جو سیاسی حالات تھے ان کے حل کے بارے میں آپ نے مضمون لکھا۔ اس ضمن میں آپ نے مضمون میں اس وقت کے جو حالات تھے ان کا حل پیش کیا۔ "سائمن کمیشن کی رپورٹ چھپنے کے کچھ دیر بعد" اس رپورٹ کا بھی ذکر ہوا۔ "حکومت برطانیہ نے لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا" جیسا کہ ذکر ہوا ہے "تا کہ ہندوستان کے سیاسی ارتقاء کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے آئندہ کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔ چونکہ سائمن کمیشن نے مسلمانوں کے حقوق کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا تھا اس لیے حضورؓ کو تشویش تھی اور آپ چاہتے تھے کہ آئندہ مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس لیے حضور نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر سائمن کمیشن رپورٹ پر تبصرہ کر کے اس کے نقائص واضح کیے جائیں اور ہندوستان کے مسائل کا ایسا حل پیش کیا جائے کہ آئندہ زمانہ میں سب قومیں صلح و آشتی سے باامن زندگی گزار سکیں۔

چنانچہ حضورؓ فرماتے ہیں: "میں سمجھتا ہوں کہ گو ایک مذہبی آدمی ہونے کے لحاظ سے مجھے سیاست ملکی سے اس قدر تعلق نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں کو جو رات دن انہی کاموں میں پڑے رہتے ہیں لیکن اسی قدر میری ذمہ داری صلح اور آشتی پیدا کرنے کے متعلق زیادہ ہے اور نیز میں خیال کرتا ہوں کہ شورش کی دنیا سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے میں شاید کئی امور کی تہہ کو زیادہ آسانی سے پہنچ سکتا ہوں بہ نسبت ان لوگوں کے کہ جو اس جنگ میں ایک یا دوسری طرف سے شامل ہیں۔ پس اس وقت جبکہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے اعلان کی وجہ سے لوگوں کی توجہات مسئلہ ہندوستان کے حل کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔" اس زمانے میں یہ بہت بڑا ایشو تھا۔ "میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے خیالات دونوں ملکوں کے غیر متعصب لوگوں کے سامنے رکھ دوں۔"

حضور نے اپنے تبصرہ میں مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات پر سیر حاصل بحث کی اور ان کی معقولیت کو اجاگر کیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کا نہایت معقول اور تسلی بخش حل پیش کیا۔ اس کے جامع و مانع تبصرہ کا انگریزی ایڈیشن" میں شائع کرنے کے لیے "فوراً شائع کر کے انگلستان پہنچا دیا گیا تا کہ گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے اسے پڑھ کر فائدہ اٹھا سکیں۔ مسلمان نمائندوں کو خاص طور پر اس سے فائدہ پہنچا۔ چنانچہ انہوں نے پہلی بار متفقہ طور پر کامیابی سے اپنے مطالبات کانفرنس میں پیش کیے۔" "فائدہ ہوا اس زمانے میں۔ "جس کا انگلستان کے صاحبِ رائے لوگوں پر گہرا اثر ہوا اور وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی خصوصی حیثیت کے قائل ہو کر ان کے مطالبات کی معقولیت اور افادیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حضورؓ کی یہ کتاب ہندوستان اور انگلستان دونوں جگہ بہت مقبول ہوئی اور اسے بڑی دلچسپی اور توجہ سے

پڑھا گیا اور کئی مدبّر سیاستدانوں اور صحافیوں نے شاندار الفاظ میں حضور کو خراج تحسین پیش کیا۔"

(تعارف کتاب، ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 19-18)

تاریخ احمدیت میں کئی واقعات درج ہیں۔ یہ تبصرہ جیسا کہ میں نے کہا دونوں حلقوں میں بڑا مقبول ہوا۔ بڑی توجہ سے پڑھا گیا اور اس کے چند نمونے پیش کرتا ہوں:

لارڈ میسٹن (Meston) سابق گورنر یوپی کہتے ہیں "میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے امام جماعت احمدیہ کی نہایت دلچسپ تصنیف ارسال فرمائی ہے۔" یہ بھیجنے والے کو لکھ رہے ہیں۔ "میں نے قبل ازیں بھی ان کی چند تصنیفات دلچسپی سے پڑھی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کا پڑھنا میرے لیے خوشی اور فائدے کا موجب ہو گا۔" (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 214)

لیفٹننٹ کمانڈر کینوردی (Kenworthy) ممبر پارلیمنٹ کہتے ہیں "کتاب ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل کے ارسال فرمانے پر آپ کا بہت بہت ممنون ہوں۔ میں نے اسے بہت دلچسپی سے پڑھا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 214)

سر میلکم ہیلے (Malcolm Hailey) گورنر صوبہ یوپی اور سابق گورنر پنجاب لکھتے ہیں "(امام مسجد لندن) اس کتاب کے لیے جو آپ نے امام جماعت احمدیہ کی طرف سے میرے نام بھیجی ہے میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ میں جماعت احمدیہ کے حالات سے خوب واقف ہوں اور اس روح کو خوب سمجھتا ہوں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جسے لے کر وہ ہندوستان کے اہم مسائل کے حل کے لیے کام کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب میرے لیے مفید ہو گی اور میں اسے نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھوں گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 215)

پھر سر ہون او ملر (Sir Hone O. Millar) کہتے ہیں کہ "اس چھوٹی سی کتاب کے ارسال کے لیے جس میں مسئلہ ہند کے حل کے لیے امام جماعت احمدیہ کی تجاویز مندرج ہیں میں تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سائمن کمیشن کی تجاویز پر یہی ایک مفصل تنقید ہے جو میری نظر سے گزری ہے۔ میں ان تفصیلات کے متعلق کچھ عرض نہ کروں گا جن کے متعلق اختلاف رائے ایک لازمی امر ہے لیکن میں اس اخلاص، معقولیت اور وضاحت کی داد دیتا ہوں جس سے کہ ہز ہولی نس (امام جماعت احمدیہ) نے اپنی جماعت کے خیالات کا اظہار کیا ہے اور میں ہز ہولی نس "حضرت مرزا بشیر الدینؓ" کی... بلند خیالی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 215)

پھر آنریبل پیٹرسن (Peterson) سی ایس آئی سی آئی ای کہتے ہیں "کتاب ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل کے ارسال کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے ابھی تک اس کے ختم کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ امید ہے کہ چند دنوں میں ختم کر لوں گا لیکن جس قدر میں نے پڑھا ہے اس سے ضرور اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصنیف موجودہ گتھی کے سلجھانے کے لیے ایک دلچسپ اور قابل قدر کوشش ہے۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر اس میں بہت وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ میں آپ سے جلد ملوں گا"۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 217)

آگے لکھ رہے ہیں بھیجنے والے کو۔

ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب علی گڑھ کے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ”میں نے جناب کی کتاب نہایت دلچسپی سے پڑھی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی یورپ میں بہت اشاعت فرمائیں۔ ہر ایک ممبر پارلیمنٹ کو ایک ایک نقل ضرور بھیج دی جائے اور انگلستان کے ہر مدیر اخبار کو بھی ایک ایک نسخہ ارسال فرمایا جائے۔ اس کتاب کی ہندوستان کی نسبت انگلستان میں زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ جناب نے اسلام کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 218)

اب یہ غیر احمدی لکھ رہے ہیں کہ اسلام کی خدمت سرانجام دی ہے اور یہاں یہ غیر احمدی کہتے ہیں کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔

سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب ایم ایل اے کراچی کہتے ہیں ”میری رائے میں سیاست کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں کتاب ”ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل“ بہترین تصانیف میں سے ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 218)

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ ”تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ اور جامع ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 218)

اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔ ”جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔“ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 218)

اخبار سیاست لاہور لکھتا ہے کہ ”مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعتوں کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصول عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔ آپ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے“ کہتا ہے کہ آپ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے ”اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نکتہ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نکتہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ زیرِ بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے آپ کی زبان بہت شستہ ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 219)

یہ تھے کچھ تبصرے۔

پھر دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے؟ اس بارے میں بھی آپؓ نے لکھا۔

عالمگیر امن کے بارے میں جو تقریریں ہوئی تھیں۔ خلاصۃً بیان کر دوں کہ ”حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عالمگیر امن کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ پر معارف تقریر مؤرخہ 9/ اکتوبر 1946ء کو بوقت شام ساڑھے پانچ بجے 8 پارک روڈ دہلی کے وسیع صحن میں ارشاد فرمائی۔ اس تقریر کو سننے کے لیے کئی سو غیر احمدی اور غیر مسلم

معززین تشریف لائے اور انہوں نے نہایت توجہ اور سکون کے ساتھ حضور کی تقریر کو سنا۔ یہ تقریر پہلی دفعہ مؤرخہ 15/اپریل 1961ء کو روزنامہ الفضل میں شائع ہوئی...'' بہرحال۔ ''اس تقریر کے بارے میں اخبار ''تیج'' دہلی نے اپنی 14 اکتوبر 1946ء کی اشاعت میں حسب ذیل نوٹ شائع کیا: ''احمدیوں کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ امن اور شانتی کا مسئلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود انسان، کیونکہ انسانی فطرت کے ساتھ اس کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ اگر اس کا قیام مطلوب ہے تو اس کے لیے جذبہ دشمنی و نفرت کو ختم کرنا پڑے گا۔ مسئلہ سیاسی نہیں ہے بلکہ اخلاقی ہے اور اگر ہم خدا کی خدائی سے باخبر ہوں اور روٹی کا پیار، لالچ وغیرہ کو چھوڑ دیں تو اس کے بعد ہم میں نفرت اور لالچ کے بجائے برادری اور محبت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مذہبی دنیا کے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ہم ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا سیکھیں۔ اور اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کریں۔ جس طرح مذہبی معاملات میں تحمل کی ضرورت ہے ٹھیک اسی طرح دنیاداری کے معاملات میں بھی اس کا ہونا لازمی ہے'' مسلمانوں اور ہندوؤں کے زمانے میں بھی یہ مسئلہ عیسائیوں کے ساتھ بھی کافی تھا۔ فرمایا کہ ''ہمیں قومیت و رنگ کے جھگڑوں کو ختم کر کے عالمگیر برادری کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔''

(تعارف کتاب، دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے؟، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 12-11)

تو یہ مختصر تعارف تھا ان کے اس مضمون کا۔

پھر ایک مضمون آپ نے اس اعتراض پر لکھا کہ ہمارا فرض ہے کہ مظلوم قوم کی مدد کریں چاہیں وہ ہمیں ماریں یا دکھ پہنچائیں۔ دہلی کے اخبار کے بیان پر یہ تبصرہ تھا۔ دہلی کے اخبار نے لکھا تھا کہ احمدی پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ بھڑکا رہا ہے احمدیوں کو کہ احمدی پاکستان کی حمایت کرتے ہیں حالانکہ مسلمان ان سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ پھر یہ لکھتا ہے کہ جب پاکستان بن جائے گا تو مسلمان پھر ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا اور اس وقت احمدی کہیں گے کہ ہمیں ہندوستان میں شامل کر لو۔ یہ اخبار نے تبصرہ کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 16/مئی 1947ء کو نماز مغرب کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مظلوم قوم کی مدد کریں چاہے وہ ہمیں ماریں یا دکھ پہنچائیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ ہمارا دشمن اگر ہمارے ساتھ ظلم اور بے انصافی بھی کرے تو ہم انصاف سے کام لیں گے۔ حضور کے اس خطاب کو قادیان میں بھی کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، ہمارا فرض ہے کہ ہم مظلوم قوم کی مدد کریں چاہے وہ ہمیں ماریں یا دُکھ پہنچائیں۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 19)

آجکل بھی بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے کیوں پاکستان میں شامل ہونے کی حمایت کی تھی۔ تو یہ خطاب اس کا جواب ہے۔ اس وقت کے حالات میں مسلمانوں کی مدد کی ضرورت تھی اور جماعت ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کے لیے صفِ اوّل میں ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ انکار نہیں کیا کہ جماعت سے یہ ظلم نہیں ہو گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ جو بھی ہو اس وقت مسلمانوں کو مدد کی ضرورت ہے اور احمدیوں کو ساتھ دینا چاہیے کیونکہ ہم نے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہے۔

پاکستان کے مستقبل کے بارے میں لیکچرز

حضرت مصلح موعودؓ نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں پاکستان کا مستقبل کے موضوع پر بصیرت افروز لیکچرز ارشاد فرمائے جن میں لاہور کے بڑے بڑے دانشور سکالرز اور اہل علم حضرات شامل ہوئے اور ان لیکچرز پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ پہلے پانچ لیکچرز مینارڈ ہال لاہور اور چھٹا لیکچر یونیورسٹی ہال لاہور میں ارشاد فرمایا۔ کہتے ہیں کہ اس زیر نظر لیکچر میں جو 7 دسمبر 1947ء کو مینارڈ ہال لاہور میں ارشاد فرمایا اور وقت کی کمی کے باعث اس مضمون کے کئی حصے بیان کرنے سے رہ گئے تھے لہٰذا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی یادداشت پر اس مضمون کو افادہ عام کرنے کے لیے بعد میں الفضل میں بھی شائع کروایا جو 9/ دسمبر 1947ء کے روزنامہ الفضل جو لاہور سے شائع ہوتا تھا اس میں شائع ہوا۔ حضور نے اپنے اس خطاب میں نباتی، زرعی، حیوانی اور معنوی دولت کے لحاظ سے پاکستان کو کیسے ترقی دی جاسکتی ہے اس کے زریں اصول بتائے، تجاویز دیں اور مشوروں سے نوازا۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، پاکستان کا مستقبل، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 8)

بڑا مشہور ہوا یہ لیکچر۔

دستورِ اسلامی یا اسلامی آئین اساسی

اس بارے میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ قادیان سے لاہور ہجرت کے بعد پاکستان کے مستقبل کے موضوع پر آپؓ نے جو لیکچر دیے یہ لیکچر ان میں سے آخری لیکچر ہے جو حضور نے یونیورسٹی ہال لاہور میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے دستورِ اسلامی یا اسلامی آئین اساسی کے موضوع پر دیا۔ یہ لیکچر افادۂ عام کے لیے اس وقت 18/ فروری 1948ء کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا گیا اور اب بھی انوار العلوم کی جلد 19 میں موجود ہے۔ اس خطاب میں حضور نے دستور اسلامی کی وضاحت کرتے ہوئے اس پہلو پر روشنی ڈالی کہ پاکستان میں کس قسم کا آئین یا دستور نافذ ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں۔ پس اگر پاکستان کی constitution میں مسلمان جن کی بھاری اکثریت ہو گی یہ قانون پاس کر دیں کہ پاکستان کے علاقے میں مسلمانوں کے لیے قرآن اور سنت کے مطابق قانون بنائے جائیں گے۔ اس کے خلاف قانون بنانا جائز نہیں ہو گا تو گو اساس حکومت کلّی طور پر اسلامی نہیں ہو گا کیونکہ وہ ہو نہیں سکتا مگر حکومت کا طریق عمل اسلامی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے متعلق اس کا قانون بھی اسلامی ہو جائے گا اور اسی کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ ہندو اور عیسائی اور یہودی سے بھی اسلام پر عمل کرایا جائے بلکہ وہ بالکل اس کے خلاف ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، دستورِ اسلامی یا اسلامی آئین اساسی، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 11-10)

وہ تو ہر مذہب کو، ہر کسی کو آزادی دیتا ہے۔

آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی ملک میں اسلامی آئین اور قانون ہے۔ اس کی ابتدا اور مشورہ تو حضرت مصلح موعودؓ نے دیا تھا۔ لیکن عملاً اسلام کے نام پر ظلم کیا جا رہا ہے جبکہ آپؓ نے اسلامی تعلیم کے مطابق عملدرآمد اور آئین بنانے کی طرف توجہ دلائی تھی جیسا کہ میں نے بتایا۔ اگر احمدی اتنے ہی اسلام کے خلاف ہیں جیسا کہ آجکل کا ملاں کہتا ہے تو پھر اس مشورے اور توجہ کی آپ کو کیا ضرورت تھی۔ بہرحال آج کل تو

ملک کو نام نہاد ملاں یرغمال بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک میں کوئی رجل رشید پیدا کرے جو ان کے غلط منصوبوں سے ملک کو نجات دے اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔

پھر ایک مضمون ہے کہ

پاکستان ایک اینٹ ہے اُس اسلامی عمارت کی جسے ہم نے دنیا میں قائم کرنا ہے۔

یہ لیکچر آپ نے ٹاؤن ہال کوئٹہ میں دیا تھا۔ مصلح موعودؓ نے پاکستان بننے کے معاً بعد پاکستان کا مستقبل کے موضوع پر لاہور میں چھ لیکچر دیے تھے جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضور مغربی پاکستان کے دوسرے متعدد مرکزی شہروں میں تشریف لے گئے اور پاکستان کے ہزاروں باشندوں کو استحکام پاکستان کے موضوع پر اپنے بصیرت افروز خیالات اور تعمیری افکار سے روشناس کرایا۔ جون 1948ء میں حضور کوئٹہ تشریف لے گئے اور کوئٹہ میں نہایت معلومات افزا اور روح پرور پبلک لیکچر فرمائے جن میں پاکستان کو پیش آمدہ اہم ملکی مسائل میں اہل پاکستان کی راہنمائی کرتے ہوئے نہایت شرح و بسط سے، بڑی تفصیل سے انہیں اپنی قومی اور ملی ذمہ داریوں کی بجا آوری کی طرف توجہ دلائی اور اپنے پُرجوش اور محبت بھرے الفاظ میں بے پناہ قوتِ ایمانی اور ناقابلِ تسخیر عزم و ولولہ سے لاکھوں پژمردہ اور غمزدہ دلوں میں زندگی اور بشارت کی ایک زبردست روح پھونک دی۔ یہ خطاب حضرت مصلح موعودؓ نے 4/جولائی 1948ء کو ٹاؤن ہال کوئٹہ میں پاکستان اور اس کے مستقبل کے موضوع پر ارشاد فرمایا تھا۔ یہ مارچ 1952ء میں الفضل میں شائع ہوا اور اس کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔

(ماخوذ از تعارف کتاب، پاکستان ایک اینٹ ہے اُس اسلامی عمارت کی جسے ہم نے دنیا میں قائم کرنا ہے، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 16-15)

پاکستان کی ترقی اور اس کے استحکام کے سلسلہ میں زرّیں نصائح

"11/نومبر 1949ء کو جماعت احمدیہ سرگودھا نے کمپنی باغ میں ایک پبلک جلسہ منعقد کیا تھا۔" اس زمانے میں تو جلسے کر سکتے تھے۔ اب تو ہم اپنے تربیتی جلسے بھی نہیں کر سکتے۔ "یہ جلسہ اس لحاظ سے ایک ممتاز خصوصیت کا حامل تھا کہ اس میں پہلی بار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سرگودھا اور مضافات کے ان ہزارہا احمدی و غیر احمدی احباب کو جو اس تقریب میں شمولیت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اپنی قیمتی نصائح اور ہدایات سے مستفیض فرمایا اور انہیں اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے اور پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی طرف نہایت دلآویز پیرایے میں توجہ دلائی۔ حضور کی تقریر اول سے آخر تک انتہائی دلچسپی، پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ سنی گئی۔ حضور نے پاکستان کی حفاظت و سلامتی کا خیال رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا": ہم نے خود کہا تھا کہ خدایا! ہمیں یہ ملک دے۔ اب اس کو صحیح طور پر قائم رکھنا اور اسے ترقی دینا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اپنے فرائض کو نہیں سمجھیں گے تو ہم شرمندہ ہوں گے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کہے گا کہ میں نے تمہیں یہ ملک دیا تمہارے مطالبے پر مگر تم نے اسے ضائع کر دیا"۔

آجکل یہی ملاں ضائع کرنے پہ لگے ہوئے ہیں۔ "پاکستان کی آمدن بڑھانے کے لیے آپ نے تمام طبقہ ہائے زندگی کے لوگوں کو دیانتداری سے اپنا ٹیکس ادا کرنے اور پاکستان کی حفاظت کے لیے زیادہ سے زیادہ

نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی تلقین فرمائی۔ ان دنوں اخباروں میں یہ چرچا تھا کہ گورنمنٹ پاکستان اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لیے کچھ نہیں کرتی ہم نے تو پاکستان اسلام کے لیے مانگا تھا۔ اس کے متعلق بصیرت افروز ارشادات فرمائے اور آخر پر ارشاد فرمایا "محض نعرے لگا لینا کسی قوم کی کامیابی کی علامت نہیں ہوتی۔ اگر اس وقت سارے لوگ نعرہ تکبیر بلند کرنے لگ جائیں گے۔ اگر اس وقت سارے لوگ یہ کہنے لگ جائیں گے کہ پاکستان زندہ باد۔ ہندوستان مردہ باد تو اس سے ہندوستان کی ایک چوہیا بھی نہیں مرے گی۔" صرف نعرے سے تو کچھ بھی نہیں مرے گا۔ "لیکن اگر سب لوگ ان باتوں پر عمل کرنے لگ جائیں جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے" جو تقریر میں ذکر فرمایا تھا۔ "تاجر ٹیکس دینے لگ جائیں۔ عوام الناس بغیر ٹکٹ کے ریل کا سفر نہ کریں۔ نوجوان بیہودہ باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے تعلیم میں ترقی کریں اور جو مضبوط نوجوان ہیں وہ فوجوں میں بھرتی ہوں اور افسر رشوت خوری کی عادت کو ترک کر دیں اور تمام کام دیانتداری اور محنت کے ساتھ کریں تو پاکستان عملی رنگ میں مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔" لیکن آجکل تو پہلے سے بڑھ کر اس کے خلاف ہو رہا ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ "پھر آپ ایک دفعہ بھی پاکستان زندہ باد نہ کہیں نتیجہ یہی نکلے گا کہ پاکستان زندہ باد۔"

(تعارف کتاب، پاکستان کی ترقی اور اس کے استحکام کے سلسلہ میں زریں نصائح، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 18 تا 20)

چاہے نعرہ لگاؤ یا نہ لگاؤ۔ بہرحال پاکستان زندہ باد کا عملی ثبوت ملے گا۔

عسکری مضامین بھی بہت سارے ہیں۔ "روس اور موجودہ جنگ" کے حوالے سے ایک نمونۃً میں نے لیا ہے۔ جنگ عظیم دوم میں روس کا پولینڈ میں داخل ہونا، اس کے اوپر یہ تبصرہ ہے۔

"جنگِ عظیم دوئم کے دوران جب روس پولینڈ میں داخل ہوا تو اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔ جو 21/ ستمبر 1939ء کے روزنامہ الفضل قادیان میں شائع ہوا۔ حضور نے اس مضمون میں روس کے پولینڈ میں داخلہ کی وجوہات اور مقاصد کا تجزیہ کرتے ہوئے تبصرہ فرمایا کہ روس پولینڈ کو تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی نیت ٹھیک نہیں لگتی۔ اس نے جرمنی کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا ہے اور اپنی فوجیں پولینڈ بھیجنے پر مُصِر اس لیے ہے کہ جرمنی کے لیے پولینڈ پر قبضہ کے لیے سہولت پیدا کر دے اور بغیر خونریزی کے پولینڈ کی حکومت ختم ہو جائے۔ اگر اس طرح کامیابی نہ ہو تو اس معاہدے کے ذریعہ جرمنی پولینڈ پر حملہ کر دے۔ اگر دوسری اقوام دخل نہ دیں تو ٹھیک ورنہ جرمنی پولینڈ کو کچل دے اور دونوں ممالک اس کو تقسیم کر لیں۔ نیز اس مضمون میں حضور نے اس جنگ کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالی ہے اور اپنی بصیرت اور فراست سے اتحادیوں کو مفید مشورے دیئے ہیں۔" (تعارف کتاب، روس اور موجودہ جنگ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 14-13)

اور بڑے عمدہ مشورے تھے۔ تبھی پولینڈ بچ گیا۔

بہرحال بین الاقوامی حالات پر بھی آپؓ کی گہری نظر تھی جیسا کہ میں نے کہا اور اس سلسلہ میں آپ کے اَور بھی مضامین ہیں۔ دینی لٹریچر تفاسیر جیسا کہ میں نے کہا کہ غیر معمولی تعداد میں ہیں۔ خطبات جمعہ اور جماعتی جلسوں اور موقعوں پر تقاریر تو علم و عرفان کا ایک خزانہ ہے۔

تفسیر کبیر پرانی پہلے دس جلدوں میں تھی اور اب آپؓ کے نوٹس سے اس میں مزید کچھ شامل کیا گیا ہے

تو پندرہ جلدوں میں نئی چھپ چکی ہے اور مضامین مزید تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ پھر اور مزید سورتوں کی تفسیر میں بھی بعض نوٹس آپ کے ملے ہیں جن کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ شاید جب ان کو شائع کیا جائے تو اس کی بھی تیس جلدیں بن جائیں گی کیونکہ تیس ہزار صفحات ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیشگوئی میں جو وعدہ فرمایا تھا اسے ہر پہلو سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں پورا ہوتا دکھایا۔ چند مثالیں میں نے ابھی آپ کو دی ہیں۔

آپؓ کے علم و عرفان کے اس لٹریچر کو ہمیں پڑھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے اور بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو آجکل کے حالات میں بھی منطبق ہو رہی ہیں اور اس سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14/ مارچ 2025ء جلد 32 شمارہ 63 صفحہ 02 تا 06)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28/ فروری 2025ء بمطابق 28/ تبلیغ 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے جنگ میں کیا آپؐ کا اسوہ تھا؟ اس **بارے میں خیبر کی جنگ کا ذکر ہو رہا تھا۔**

خیبر کی جنگ کے بعد یہود کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ایک سازش ہوئی تھی اور زہر آلود بکری کا گوشت کھلانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خیبر فتح ہو گیا اور اہل خیبر کے ساتھ معاہدہ ہو گیا جس کی بنا پر یہ بری طرح شکست کھانے کے بعد ایک بار پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت سے اس طرح فیضیاب ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کو معاف کر دیا بلکہ خیبر میں رہنے کی بھی اجازت دے دی۔ لوگ مطمئن ہو گئے تو ایک روز یہود خیبر کی فوج کے سپہ سالار سَلَّام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھنی ہوئی بکری کا گوشت پیش کیا اور کہا کہ آپ کے لیے ہدیہ لائی ہوں۔ بعض جگہ یہ بھی ملتا ہے کہ اس سازش میں صرف یہ اکیلی عورت شامل نہ تھی بلکہ یہود کے کچھ اَور لوگ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ ہدیہ لے کر آپؐ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ وہاں کچھ صحابہ بھی موجود تھے جن میں حضرت بِشر بن بَراءؓ بھی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ قریب آجاؤ۔ اس کے بعد آپؐ نے اس میں سے دستی کا گوشت اٹھایا اور اس میں سے تھوڑا سا ٹکڑا لیا۔ دوسرے لوگوں نے بھی لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ روک لو کیونکہ یہ دستی کا گوشت بتا رہا ہے کہ یہ زہر آلود ہے۔ حضرت بِشر بن براءؓ جو وہاں موجود تھے کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو یہ عزت و سربلندی عطا فرمائی۔ جو لقمہ میں نے کھایا اس میں مجھے کچھ محسوس ہوا تھا مگر میں نے صرف اس لیے اس کو نہیں اُگلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا خراب ہو گا۔ پھر جب آپؐ نے لقمہ اگل دیا تو مجھے اپنے سے زیادہ آپؐ کا خیال ہوا اور مجھے یہ خوشی ہوئی کہ آپؐ نے اس کو نگلا نہیں۔ حضرت بِشرؓ ابھی اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ ان کے جسم کی رنگت تبدیل ہونی شروع ہو گئی اور پھر اس قدر بیمار پڑ گئے کہ خود سے کروٹ بھی نہیں بدل سکتے تھے۔ یہاں تک کہ قریباً ایک سال کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ حضرت بِشر بن براءؓ اپنی جگہ سے اٹھنے ہی نہ پائے تھے کہ وفات ہو گئی۔ دو روایتیں ہیں۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 79 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین ..... حدیث 3169)

(ایام فی حیاۃ الرسول ﷺ از قلم فاروق حمادۃ صفحہ 144 دار السلام قاھرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بلا بھیجا اور کہا کہ کیا تُو نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا کہ آپؐ کو کس نے خبر دی؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اس دستی کے گوشت نے خبر دی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں میں نے زہر ملایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں کس نے یہ کام کرنے کو کہا تھا؟ اس نے کہا کہ آپؐ نے میری قوم کے ساتھ جو کیا ہے وہ آپؐ پر مخفی نہیں ہے۔ مَیں نے یہ سوچا کہ اگر آپؐ بادشاہ ہیں تو ہم آپؐ سے نجات پا جائیں گے اور اگر آپؐ نبی ہیں تو آپؐ کو خبر دے دی جائے گی۔ آپؐ نے اس عورت سے درگزر فرمایا یعنی معاف کر دیا۔ آپؐ نے اس عورت سے کوئی بدلہ نہ لیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس نے ابھارا ہے؟ اس نے کہا آپؐ نے میرے باپ اور میرے چچا اور خاوند اور بھائی کو قتل کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب حضرت بِشر بن براءؓ نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کو قتل کر دو تو اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ بھی ایک روایت ہے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 134-135 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ اس عورت کو قتل نہیں کیا گیا چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر ملا بکری کا گوشت لائی۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ پھر عورت کو آپؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے اس عورت سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس عورت نے کہا میرا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ اللہ تمہیں اس کی طاقت دے یا فرمایا مجھ پر اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی طاقت دے۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا کیا ہم اس عورت کو قتل نہ کر دیں جس نے یہ ارادہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں محسوس کرتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب السلام باب السم مترجم جلد 12 صفحہ 66 نور فاؤنڈیشن)

علامہ نَوَوِی نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کروا دیا تھا اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حضرت بِشرؓ کے وارثوں کے سپرد کر دیا تھا جنہوں نے اسے قتل کر دیا۔ محدثین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کروا دیا تھا۔ قاضی عیاض کے مطابق قتل کرنے اور نہ کرنے والی روایات کی اس طرح تطبیق کی جا سکتی ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا تھا مگر جب حضرت بِشرؓ کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حضرت بِشرؓ کے وارثوں کے سپرد کر دیا جنہوں نے اسے قصاص کے طور پر قتل کر دیا۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم جلد 14 صفحہ 1638 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لیکن **غالب امکان یہی ہے کہ اس عورت کو معاف کر دیا گیا تھا جیسا** کہ مسلم کی حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ خیال تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”ایک یہودی عورت نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور کے کس حصہ کا گوشت زیادہ پسند ہے؟ صحابہؓ نے بتایا کہ آپؐ کو دست کا گوشت زیادہ پسند

ہے۔ اس پر اس نے بکرا ذبح کیا اور پتھروں پر اس کے کباب بنائے اور پھر اس گوشت میں زہر ملا دیا۔ خصوصاً بازوؤں میں جس کے متعلق اسے بتایا گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

سورج ڈوبنے کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کی نماز پڑھ کر اپنے ڈیرے کی طرف واپس آ رہے تھے تو آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کے خیمے کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ بی بی! تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے کہا اے ابو القاسم! میں آپؐ کے لیے ایک تحفہ لائی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ساتھی صحابیؓ سے فرمایا جو چیز یہ دیتی ہے اس سے لے لو۔ اس کے بعد آپؐ کھانے کے لیے بیٹھے تو کھانے پر وہ بھنا ہوا گوشت بھی رکھا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا اور آپؐ کے ایک صحابی بشیر بن البراء بن المعرور نے بھی ایک لقمہ کھایا۔ ''صحابی کا نام یہاں سہو لگتا ہے۔ یہاں ''بشیر'' کے بجائے ''بِشر'' ہونا چاہیے۔ ''اتنے میں باقی صحابہؓ نے بھی گوشت کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپؐ نے فرمایا مت کھاؤ کیونکہ اس ہاتھ نے مجھے خبر دی ہے کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے (اس کے یہ معنی نہیں کہ آپؐ کو اس بارہ میں کوئی الہام ہوا تھا بلکہ یہ عرب کا محاورہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا گوشت چکھ کر مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک دیوار کے متعلق آتا ہے کہ وہ گرنا چاہتی تھی جس کے محض یہ معنی ہیں کہ اس میں گرنے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ پس اس جگہ پر بھی یہ مراد نہیں کہ آپؐ نے فرمایا وہ دست بولا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا گوشت چکھنے پر مجھے معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اگلا فقرہ ان معنوں کی وضاحت کر دیتا ہے)۔ اس پر بِشرؓ نے کہا کہ جس خدا نے آپؐ کو عزت دی ہے اس کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ مجھے بھی اس لقمہ میں زہر معلوم ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو پھینک دوں لیکن میں نے سمجھا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو شاید آپ کی طبیعت پر گراں نہ گزرے اور آپؐ کا کھانا خراب نہ ہو جائے اور جب آپؐ نے وہ لقمہ نگلا تو میں نے بھی آپؐ کے تتبع میں وہ نگل لیا۔ گو میرا دل یہ کہہ رہا تھا کہ چونکہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ہے اس لیے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لقمہ نہ نگلیں''۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نگلنے کا ذکر کیا ہے لیکن دوسری روایات میں یہ ہے کہ نگلا نہیں تھا نکال دیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد آپؓ کہتے ہیں کہ ''اس کے تھوڑی دیر بعد بِشرؓ کی طبیعت خراب ہو گئی اور بعض روایتوں میں تو یہ ہے کہ وہ وہیں خیبر میں فوت ہو گئے اور بعض میں یہ ہے کہ اس کے بعد کچھ عرصہ بیمار رہے اور اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گوشت اس کا ایک کتے کے آگے ڈلوایا جس کے کھانے سے وہ مر گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلایا اور فرمایا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا آپؐ کو یہ کس نے بتایا ہے؟ آپؐ کے ہاتھ میں اس وقت بکری کا دست تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس ہاتھ نے مجھے بتایا ہے۔ اس پر اس عورت نے سمجھ لیا کہ آپؐ پر یہ راز کھل گیا ہے اور اس نے اقرار کیا کہ اس نے زہر ملایا ہے۔ اس پر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اس ناپسندیدہ فعل پر تم کو کس بات نے آمادہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میری قوم سے آپؐ کی لڑائی ہوئی تھی اور میرے رشتہ دار اس لڑائی میں مارے گئے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ان کو زہر دے دوں۔ اگر ان کا کاروبار انسانی'' رہا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاروبار ''انسانی کاروبار ہو گا تو ہمیں

ان سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ واقعہ میں نبی ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو خود بچالے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر اسے معاف فرما دیا اور اس کی سزا جو یقیناً قتل تھی نہ دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 327 تا 329)

یہ حضرت مصلح موعودؓ کا خیال ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس زہر کی وجہ سے ہوئی ہے۔

کیا یہ صحیح ہے؟ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں فرماتے تھے کہ اے عائشہ! اس کھانے کی تکلیف جو خیبر میں مَیں نے کھایا تھا مجھے ہمیشہ محسوس ہوتی رہی اور اب بھی اس زہر سے میں اپنی رگیں کٹتی ہوئی محسوس کر رہا ہوں۔ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے بعض مسلمان مفسرین اور محدثین نے یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات گویا خیبر کے موقع پر کھائے جانے والے اسی زہریلے گوشت کی وجہ سے ہوئی اور اس وفات کو اس وجہ سے شہادت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید اعظم تھے۔

(دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 264 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 166 قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ حدیث 4428)

(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب قبول الھدیۃ من المشرکین حدیث 2617)

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس تکلّف کی ضرورت نہیں۔ نبی تو اس مقام اور مرتبہ کا حامل ہوتا ہے کہ وہ شہید بھی ہوتا ہے، صدیق بھی ہوتا ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسا کہنا دشمن کو ہنسی کا موقع دینے کے مترادف ہے۔ یہود نے تو اس لیے زہر دیا تھا کہ اگر یہ خدا کا سچا نبی ہو گا تو اس زہر سے بچ جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچ جانے کی وجہ سے انہوں نے جان لیا کہ آپؐ واقعی خدا کے سچے نبی ہیں اور ان کی نگاہ میں تو یہ ایک معجزہ قرار پایا لیکن بعض سادہ لوح ہیں کہ وہ اس زہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو تسلیم کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہرگز ہرگز اس زہر کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو صرف ایک تکلیف کا اظہار تھا اور ہر کوئی جانتا ہے کہ بعض اوقات کوئی جسمانی تکلیف یا زخم یا بیماری کبھی کبھی کسی خاص موقع پر یا خاص موسم میں کسی سبب سے باہر آجاتی ہے۔ اگر اس کی تفصیل میں جائیں تو یہ بھی ملتا ہے کہ زہر ملا ہوا یہ گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ میں ڈال دیا تھا لیکن نگلا نہیں تھا اور منہ میں جانے کی وجہ سے آپ کے حلق یا کوے پر زخم آگیا تھا اور کبھی کبھار کھانے کے دوران اس میں تکلیف محسوس فرماتے تھے اور اسی تکلیف کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیماری میں فرمایا ہو گا۔ (فتح الباری جلد 16 صفحہ 303 قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 79 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کی جنگ کے حوالے سے حضرت صفیہؓ سے شادی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ خیبر کے قلعہ نَزَار کو جب فتح کیا گیا تو وہاں بہت سے قیدی بھی بنائے گئے۔ ان قیدیوں میں حضرت صفیہؓ اور ان کی چچازاد اور دیگر عورتیں تھیں۔ بعض کتب میں نَزَار کی جگہ قموص قلعہ کا نام ملتا ہے۔ حضرت صفیہؓ سے

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کَتیبہ کے قلعوں میں پہنچنے سے قبل ہی نَزَار کے قلعے میں قیدی بنالیا تھا۔ (ماخوذ از فتح خیبر از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 161 نفیس اکیڈمی کراچی)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 697 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کِنَانَہ کی رائے کے مطابق قلعہ نَزَار زیادہ مضبوط تھا اس لیے ان لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو قلعہ نَزَار میں منتقل کر دیا تھا۔ (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 424 دار السلام)

حضرت صفیہؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کی تفصیلات یوں بیان ہوئی ہیں کہ خیبر میں جب قیدیوں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت دِحیہؓ آئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ان قیدیوں میں سے ایک لڑکی دیجئے۔ فرمایا جاؤ ایک لڑکی لے لو۔ انہوں نے حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ کو لے لیا۔ اس پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ نے دِحیہ کو حُیَیّ کی بیٹی دے دی ہے جو بنی قریظہ اور بنو نضیر کی شہزادی ہے۔ وہ تو آپؐ کے علاوہ کسی کے لیے مناسب نہیں۔ فرمایا اسے اس کے ساتھ بلا لاؤ۔ وہ ان کو لے آیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا ان قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور لڑکی تم لے لو۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا۔

مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ چاہو تو مجھ سے شادی کر لو اور چاہو تو اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلی جاؤ۔ دو choices ہیں۔ جس پر انہوں نے آزادی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کو پسند کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 357 حدیث نمبر 12436 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت النبی ﷺ از صلابی صفحہ 280-281 مکتبہ دارالسلام)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دِحْیَہؓ کو فرمایا کہ کوئی اَور لونڈی لے جاؤ۔ تو ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت صفیہؓ کی چچازاد بہن یا کنانہ بن ربیع کی بہن عطا کی۔ بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دِحیہؓ کو سات غلام یا لونڈیاں دیں اور حضرت صفیہؓ کو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیج دیا۔

(الاکتفاء جلد 1 صفحہ 187 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی جلد 1 صفحہ 329 مکتبہ اسلامیہ)

(البدایہ والنہایہ جلد 6 صفحہ 293 مطبوعہ دار ھجر)

(نجاح القاری شرح صحیح بخاری جلد 4 صفحہ 106 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کے تمام معاملات سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے روانہ ہوئے اور کوئی چھ میل کے فاصلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پڑاؤ کرنا چاہا تا کہ حضرت صفیہؓ سے شادی کی تکمیل ہو سکے لیکن حضرت صفیہؓ کی خواہش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کو جاری رکھا اور خیبر سے قریباً بارہ میل کے فاصلے پر صَہْبَاءُ مقام پر پڑاؤ کیا۔ حضرت ام سُلَیمؓ نے دلہن کو تیار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ

سے پوچھا کہ پہلی جگہ پر پڑاؤ کرنے سے کیوں روک دیا تھا؟ تو ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ نے کس قدر حضرت صفیہؓ کے دل کو صاف کر دیا تھا۔ یہودی سردار کی بیٹی اور ایک یہودی سردار کی بیوی جس کا باپ مسلمانوں کے ہاتھوں سے غزوۂ خندق کے بعد قتل ہوا تھا۔ اس کا خاوند اور خاوند بھی وہ کہ ابھی دو ماہ قبل شادی ہوئی تھی چند روز قبل مارا گیا تھا۔ جس کا چچا بھی مارا گیا اور بھی قریبی رشتہ دار مارے گئے۔ وہ خود بیان کرتی ہیں کہ میرے دل میں آپؐ کے بارے میں شدید نفرت تھی لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پہلی بار ملی تو بہت ہی محبت اور شفقت سے مجھے ملے اور بار بار مجھ سے عذر فرماتے رہے کہ اے صفیہؓ! تیرا باپ سارے عرب کو ہمارے خلاف تیار کر کے لے آیا تھا اور اُس نے یہ کیا، اُس نے یہ کیا اور آخر کار ہمیں اپنے دفاع کے لیے خیبر آنا پڑا تا کہ اُس کی سازشوں کے خلاف کارروائی کریں۔ حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی کثرت سے اور اتنی محبت سے یہ بات بار بار بیان کی کہ میرا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بالکل صاف ہو گیا اور مَیں پہلی مجلس سے ہی اٹھی ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھ کو کوئی محبوب نہ تھا اور جب خیبر سے واپسی کا سفر شروع ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے حسنِ سلوک کا یہ عالم تھا کہ جب سفر کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر کو تہ کر کے وہاں رکھا۔ پھر اپنا گھٹنا زمین پر رکھا جس پر حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں۔ راستے میں جب حضرت صفیہؓ کو اونگھ آتی اور سر ہودج سے ٹکرانے لگتا تو اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت صفیہؓ کے سر کو تھامتے اور فرماتے کہ کہیں چوٹ نہ لگ جائے۔ کیونکہ حضرت صفیہؓ ازواجِ مطہرات میں شامل ہو چکی تھیں اس لیے خیبر سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کیا اور پردے کے لیے ان پر چادر ڈال دی جس سے یہ واضح ہو کہ وہ آپؐ کی لونڈی نہیں بلکہ بیوی ہیں۔

بہرحال چھ میل پر نہ رکنے کا انہوں نے جو جواب دیا اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا ہی اثر تھا کہ حضرت صفیہؓ کو دنیا جہان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اَور کوئی محبوب نہ تھا۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ آپؐ خیبر کے بہت قریب پڑاؤ کرنا چاہتے تھے تو مجھے اپنی قوم سے خوف تھا کہ کہیں وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ آپؐ خیبر سے کچھ مزید دور نکل کر قیام فرمائیں۔ یہود کی سازشوں اور ان کے خطرناک ارادوں سے صحابہ بھی واقف تھے اور خیبر کی زینب نامی خاتون کے زہر ملے کھانے کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کو ابھی چند روز ہی گزرے تھے اس لیے آپؐ کے جانثار صحابہؓ اب کسی بھی لمحے آپؐ سے غافل نہیں رہنا چاہتے تھے۔

یہاں ابو ایوبؓ کا واقعہ بیان ہوتا ہے جنہوں نے رات کو پہرا دیا اور ان کا ایک معصومانہ اور عاشقانہ مظاہرہ اس شادی کے دوران دیکھنے میں آیا اور وہ اس طرح ہے کہ رات گزرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اپنے خیمے سے باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ تلوار ہاتھ میں لیے آپ کے خیمے کے باہر چاک و چوبند کھڑے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ!

مجھے اس یہودی نو مسلم خاتون یعنی حضرت صفیہؓ سے اندیشہ ہوا کہ اس کا باپ اور خاوند اور اس کی قوم کے لوگ قتل ہوئے ہیں اور ابھی نئی نئی مسلمان ہوئی ہے آپؐ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لیے میں ساری رات تلوار لیے باہر پہرہ دیتا رہا۔ حضرت ابو ایوبؓ کی اس معصومانہ محبت کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! ابو ایوبؓ کی حفاظت فرما جیسے انہوں نے میری حفاظت کرتے ہوئے رات بسر کی۔ ان کا نام خالد بن زید تھا یہ وہی صحابی ہیں جن کو ہجرت مدینہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی ماہ تک میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ پچاس ہجری میں ایک مہم کے دوران وفات پائی اور استنبول میں ان کا مزار ہے۔

بہر حال اگلے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا گیا یہ دعوتِ ولیمہ بھی بہت پُر وقار اور سادہ تھی۔ کھجور، پنیر اور گھی سے تیار شدہ حَیْس تھا جو سب کے لیے تیار کیا گیا۔ تین دن کے قیام کے بعد یہاں سے روانگی ہوئی۔ حضرت صفیہؓ کی آزادی ہی ان کا حق مہر قرار پایا۔

حضرت صفیہؓ کی ایک خواب کا بھی ذکر ملتا ہے جس کی صداقت بھی اس شادی سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کی آنکھ کے قریب نیل کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ چوٹ کا نشان کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ کے خیبر آنے سے چند روز قبل یا بعض روایات کے مطابق خیبر کے محاصرہ کے دنوں میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ چاند یثرب کی طرف سے آیا ہے اور میری جھولی میں گر گیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر کِنانہ کو بتایا تو اس نے میرے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا کہ تم یثرب کے اس بادشاہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے خواب دیکھ رہی ہو۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 65 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت ابن ہشام صفحہ 698 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 8 صفحہ 424-423 بزم اقبال لاہور)(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 121، 123 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(نجاح القاری شرح بخاری جلد 13 صفحہ 551 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت النبیؐ از صلابی صفحہ 281 دار السلام)
(امتاع الاسماع جلد 10 صفحہ 56 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض روایات کے مطابق یہ خواب بہت پرانا تھا اور ان کے والد حُیَیّ نے تھپڑ مارا تھا لیکن زیادہ تر کتب میں یہی ہے کہ ان کے خاوند نے تھپڑ مارا تھا اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ حضرت صفیہؓ کا نام زینب تھا لیکن مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لے کر آزاد کر دیا تھا اور اس وقت کے دستور کے مطابق مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل جو اموال سردار کے لیے ہوا اس کو صَفِیَّہ یا اَلصَّفْی کہا جاتا تھا۔ اس مناسبت سے ان کا نام صفیہ معروف ہو گیا۔ حضرت صفیہؓ نے پچاس ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں وفات پائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ (سیرۃ النبی از شبلی نعمانی جلد 2 صفحہ 710-709 مکتبہ اسلامیہ)
(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 269 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت صفیہؓ کی شادی پر بھی مستشرقین تنقید کرتے ہیں اور اپنی عادت کے مطابق حضرت صفیہؓ کی شادی پر بعض اعتراض کرتے ہیں جو ان کی اپنی جہالت اور تعصب کی دلیل ہے۔ مثلاً انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا کے نویں ایڈیشن میں Muhammadanism کے تحت لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کامیاب معرکے

کا آخری کارنامہ بادشاہ کی بیٹی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد تھا۔ صفیہ کو ایسے شخص سے ذرا بھی کراہت نہ ہوئی، یہ مستشرق لکھ رہا ہے کہ جو اس کے باپ حُیَیّ اور اس کے شوہر کِنانہ کے قتل کا باعث تھا بلکہ نہایت شان سے اس نے اپنے آپ کو نئے رنگ میں رنگ لیا۔ اس سے زیادہ قابلِ ستائش تو ایک دوسری یہودیہ زینب کا طرز عمل تھا جس نے اپنی قوم کے قاتل کو زہر دینے کی کوشش کی اور اس جرم کی پاداش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ یہ کوشش ناکام رہی لیکن کہا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری علالت میں بھی اس زہر کا اثر محسوس کرتے تھے، یعنی صفیہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس کا خاوند اور باپ مارا گیا اور چاہیے تو یہ تھا کہ کچھ غیرت کا مظاہرہ کرتی اور اس کا بدلہ لیتی لیکن انہوں نے اپنے مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کر لی۔ اس کے بالمقابل دوسری یہودی عورت جس نے زہر دیا تھا اس کی یہ تعریف کر رہا ہے کہ اس نے کم از کم غیرت کا مظاہرہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کی کوشش کی۔

ان مصنفین کی اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد کی کوئی حد نہیں ہے۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ذرا سی عقل سلیم رکھنے والا شخص ان کی تحریرات سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔ تعصب کا زہر ہے جو ان کی تحریرات سے خود بخود عیاں ہوتا چلا جاتا ہے۔ انصاف سے کام نہیں لیتے۔

خیبر کے یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زبردست مقابلہ ہوا۔ پھر انہوں نے بری طرح شکست کھائی۔ اس کے بعد ان سے کیا سلوک ہونا چاہیے تھا؟ یہ جنگی قاعدہ چاہے اُس زمانے کا ہو یا آج کل کی مہذب دنیا کا، اس کے مطابق اگر ان سب کو تہ تیغ بھی کر دیا جاتا تو یہ جائز تھا۔ ان کی بائبل کی رو سے بھی اور اس وقت کے قواعد اور طریق کے مطابق بھی یہ سب جائز تھا لیکن ان ظالموں پر قابو پانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عفو، درگزر اور نرمی کا سلوک کیا اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے تعریف کرنا تو الگ رہا۔ پھر ان کی صلح کی درخواست کو مانتے ہوئے ان سب کو جلاوطن کرنے کی شرط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کرتے ہوئے ان کو معاف کر دیا۔ پھر اس سے بڑھ کر جب ان یہود نے یہ درخواست کی کہ ہمیں یہیں رہنے دیا جائے ہم کھیتی باڑی کا کام جاری رکھیں اور نصف پیداوار آپ لے لیا کریں۔ آپ نے ان کی یہ درخواست بھی تسلیم کر لی اور صلح و سلامتی کا ایک معاہدہ طے پایا لیکن ابھی اس معاہدے کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ ان لوگوں نے سازش کر کے ایک عورت کے ذریعہ سے آپؐ کو زہر دلوانے کی کوشش کی اور اس عورت نے جرم تسلیم بھی کر لیا جیسا کہ ابھی بتایا۔ آج کی مہذب دنیا کے مہذب لوگ جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں وہ ایسی بدعہد عورت کو ایک قومی ہیرو کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور جس عورت نے حق و صداقت کو پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا خود مشاہدہ کر کے سچائی کو قبول کر لیا اور باوجود آزادی کے پروانے کے جو آپؐ نے فرمایا تھا کہ آزاد ہو تم، اس بات کو ترجیح دی کہ آپؐ کے ساتھ رہے اس پہ تنقید کرتے ہیں۔ یعنی اس وقت تو شخصی آزادی اور عدل و انصاف کے تمام اصول بھول جاتے ہیں۔ پھر اسی طرح بعض دوسرے معترضین اعتراض کرتے ہیں اور بدنما انداز میں اعتراض کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے حسن کی تعریف سنی تو حضرت دِحیہؓ سے انہیں واپس مانگ لیا اور خود ان سے شادی کر لی وغیرہ۔ اصل میں یہ اعتراض تو اپنی ذہنی پستی کی وجہ سے یہ لوگ کرتے ہیں اور دوسرے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی

سوانح اور سیرت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے دل تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لوگ انصاف کی نظر سے اور پاک دل سے دیکھیں تو ایسی سوچ نہ رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزری ہوئی زندگی پر نظر ڈالی جائے جس کی طرف قرآن کریم بھی بڑے خوبصورت انداز میں توجہ دلاتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس: 17) کہ پس میں اس رسالت سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں تو کیا تم عقل نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بھرپور جوانی کیسے گزاری اس قوم میں جہاں شراب اور شباب کی محفلیں نہ صرف عام تھیں بلکہ فخر کے اظہار کے طور پر اس کا ذکر کیا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی ساری جوانی ایک بیوہ اور معزز اور شریف عورت کے ساتھ شادی کر کے گزاری اور کم و بیش پچاس سال کی عمر تک اسی ایک بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ خوبصورت سے خوبصورت عورت کی پیشکش خود سرداران قریش نے آپ کو کی تھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے لیکن آپ نے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی اور گزرے ہوئے یہ ماہ و سال اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ آپ کو نعوذ باللہ شادیوں کی عیش و عشرت سے کوئی دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہ تھا۔ بعد میں جو آپ نے شادیاں کیں اس کی ایک حکمت تھی کہ مخالف قوم اور قبیلے کے درمیان صلح و آشتی اور محبت و مودّت کا تعلق پیدا ہو اور اعتماد کی فضا پیدا ہو۔ جیسے بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ سے، قریش کے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے۔

ایسے ہی خیبر فتح ہوا تو بجائے اس کے کہ قبیلے کے سردار کی بیوی اور بیٹی کو غلام اور لونڈی کے طور پر ایک عام شخص کے حوالے کر دیا جاتا، اس کی ذلت اور رسوائی کی جاتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روحانی دنیا کے بادشاہ تھے، مدینہ کی ریاست کے بھی سربراہ تھے انہوں نے حضرت صفیہ کو پہلے آزاد کیا اور ان کی عزت افزائی کی۔ پھر ان کو اپنے گھر والوں کی طرف جانے کی پیشکش کر کے ان کے مقام و مرتبہ کو اَور بڑھایا۔ جاؤ اپنے گھر والوں کی طرف جا سکتی ہو۔ پھر ان کے ساتھ شادی کر کے ان کو وہ مقام دیا کہ تمام مومنین کی ماں کہلائیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے قبائل اور خاندان کی عزت و توقیر میں بھی اضافہ ہوا اور معاشرے میں امن و سلامتی کی ایک فضا پیدا ہوئی۔ ولیم منٹگمری واٹ ایک سکاٹش مستشرق ہے جس نے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت سخت ریمارکس اپنی کتب میں دیے ہیں۔ اس کی ایک کتاب کا نام "Muhammad at Medina" ہے۔ اس کتاب میں متعصب ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے بارے میں وہ یہ لکھنے پر مجبور ہوا ہے کہ یہودیوں کی بیٹیوں صفیہ اور ریحانہ سے شادی استوار کرنے کے سیاسی محرکات ہو سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ کوئی خوبصورتی پسند آئی ہے بلکہ کہتا ہے سیاسی محرکات ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک اس یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں یا ضمنی فہرست میں خواتین کے ساتھ مجوزہ شادیوں کا تعلق ہے غالباً اس کا بنیادی مقصد سیاسی تھا۔ کم از کم اتنا تو یہ تسلیم کر لیا کہ کوئی غلط نظر نہیں تھی۔

(Encyclopedia Britannica 9th Edition Vol 16 p.558)

(Muhammad At Medina By Montgomery Watt p.288)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک مشہور مستشرق ولیم میور کے حضرت صفیہؓ کی شادی پر اس طرح کے اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ”مسٹر میور (Muir) نے اعتراض کیا مگر وہ جانتا نہ تھا کہ ملک عرب میں دستور تھا کہ مفتوحہ ملک کے سردار کی بیٹی یا بیوی سے ملک میں امن و امان قائم کرنے اور اس ملک کے مقتدر لوگوں سے محبت پیدا کرنے کے لیے شادیاں کیا کرتے تھے۔ تمام رعایا اور شاہی کنبہ والے مطمئن ہو جایا کرتے تھے کہ اب کوئی کھٹکا نہیں۔ چنانچہ خیبر کی فتح کے بعد تمام یہود نے وہیں رہنا پسند کیا۔“

(خطبات نور صفحہ 532)

حضرت صفیہؓ کی شادی کے حوالے سے ہمارے سیرت نگار اور مؤرخین نے بھی بے احتیاطی کی ہے اور یہ غلطی کی ہے کہ بغیر چھان پھٹک کے ان روایات کو لیتے چلے گئے ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ مثلاً یہ روایت کم و بیش ہر تاریخ اور سیرت کی کتاب میں ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو پہلے حضرت دِحیہؓ کے سپرد کر دیا تھا لیکن جب ان کے حسن و جمال کے قصے سنے تو پھر حضرت صفیہؓ کو بلایا اور اپنے لیے خاص کر لیا اور اس طرح کے مضمون کی ایک روایت بخاری میں بھی ہے۔ جس کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں جب ہم خیبر پہنچے اور جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کر دیا تو صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب کی خوبصورتی کا تذکرہ آپؐ کے سامنے کیا گیا اور وہ نئی نویلی دلہن ہی تھی کہ اس کا شوہر مارا گیا تھا۔ یعنی شادی کو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے لیے چن لیا۔ یہ وہ روایت ہے کہ بعض بیمار ذہن کے جو لوگ ہیں اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

مشہور سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ کی نسبت بعض کتب حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو دِحیہ کلبی کو دیا تھا پھر کسی نے ان کے حسن کی تعریف کی تو اس سے مانگ لیا اور اس کے معاوضہ میں ان کو سات لونڈیاں دیں۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرائے میں ادا کیا ہے اور جب اصل روایت میں اتنی بات موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہاں تک زیادہ کام لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ کا یہ واقعہ حضرت انسؓ سے منقول ہے لیکن خود حضرت انسؓ سے متعدد روایتیں ہیں اور وہ باہم مختلف ہیں۔ حضرت انسؓ سے ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت صفیہؓ دِحیہ کے حصے میں آئیں تو لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ وہ سردارانِ خیبر کی ایک عالی مرتبت معزز خاتون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اَور کوئی اس کے لائق نہیں۔ تو اوّل تو کوئی ایسی روایت اگر واقعی درست ہے جیسا کہ بخاری کی یہ روایت ہے کہ ان کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی تھی تو ممکن ہے کہ صحابی کے بعد والے کسی راوی نے یہ روایت کی ہو اور یہ الفاظ اپنی جانب سے شامل کر دیے ہوں کیونکہ کوئی صحابی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان نہیں کر سکتا۔ پہلا واقعہ جو ہے کسی صحابی نے بیان کیا ہے۔ بعد میں بعض لوگوں نے ان روایتوں میں ایڈیشن کر دی کیونکہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان نہیں کر سکتا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کسی بھی قسم کی ذرا سی تنقیص کی طرف اشارہ ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں نے اپنے طور پر حضرت صفیہؓ کے

حسن و جمال کے ساتھ ساتھ ان کی دیگر خوبیاں اور خاندانی مقام و مرتبہ کا ذکر کیا ہو اور راوی نے ایک مختصر سے الفاظ میں جو اس کو یاد رہ گیا وہ بیان کر دیا لیکن ایک اہم اور بنیادی بات جس کی طرف سیرت نگار نظر نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس عظیم مقام و مرتبہ پر فائز ہیں ان کے لیے کسی کے اندر پائی جانے والی یہ خوبیاں اور کمالات ایک سطحی اور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؐ نے شادی کے فیصلے جب کیے تو بنیادی سبب یہ نہیں تھے جو بیان کیے جاتے ہیں اصل بنیادی سبب تو حکمِ الٰہی ہوتا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ایک ایک حرکت و سکون الٰہی منشاء کے بغیر نہیں ہوا کرتی تھی جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: 163) تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جو سارے کام ہی اس کی خاطر کرتے ہوں اور جن کی لحہ لحہ راہنمائی عرش کا خدا کرتا ہو وہ بھلا اتنا بڑا فیصلہ از خود کیوں کر سکتے ہیں۔ تو یہ سب شادیاں یقیناً الٰہی اشارے کے ماتحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھیں۔ ہاں ان کے نتائج انتہائی بابرکت مصلحتوں کے حامل تھے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث 4211) (سیرت النبی ﷺ از شبلی جلد اول صفحہ 283 مکتبہ اسلامیہ)
(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب مایذکر فی الفخذ حدیث 371)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام میں بیان فرماتے ہیں کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مُفصَّل، خَفی ہو یا جَلی، بَیِّن ہو یا مشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سِرّ میں بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شُرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کیے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بہ چند وسائط ”یعنی کچھ واسطوں سے ”عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا میں اس کو حفظ کر لوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو میں یہ بات سن کر لکھنے سے دستکش ہو گیا اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا“۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”تو آپ نے فرمایا“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہ اس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہی احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے۔ اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ غلطی کیوں ہوئی؟ گو آنحضرتؐ اس پر قائم نہیں رکھے گئے“۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”تو اس کا یہ جواب یہ ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے قبضہ سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے۔ پس اس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثل ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اس سے دین کے مسائل پیدا ہوں۔ سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اس سے بھی تکمیل دین ہو اور بعض باریک مسائل اس کے ذریعے سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہم رنگ وحی تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ سو ہم اس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ میں لے کر مصالح عام کے لیے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آ جاتی تھی۔ جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لیے پانی روک دیں اور پھر چھوڑ دیں۔ پس اس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہو گیا یا اس میں سے اٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا مگر بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کے لیے انبیاء کے فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر ان سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اٹھا دیا جاتا ہے گویا اس کا کبھی وجود نہیں تھا"۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیحؑ کی ایک مثال دیتے ہیں کہ "حضرت مسیحؑ ایک انجیر کی طرف دوڑے گئے تا اس کا پھل کھائیں اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اس وقت انجیر پر کوئی پھل نہیں۔ بایں ہمہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے "پس کبھی کبھار کوئی چیز ہونی ہو تو یہ نہ ہونے کی طرح ہے۔ "پس جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں، حرکات میں، سکنات میں، اقوال میں، افعال میں روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں تو پھر اگر ایک آدھ بات میں بشریت کی بھی بُو آوے تو اس سے کیا نقصان بلکہ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کے لیے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 112 تا 116)

پس کسی حدیث یا تاریخ و سیرت کی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کے متعلق کوئی بھی روایت بیان ہو تو مذکورہ بالا قرآنی آیت جو مَیں نے پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر آپؐ کا سب کچھ تھا۔ اس کی روشنی میں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں ان چیزوں کو دیکھنا چاہیے اور پرکھنا چاہیے نہ کہ الزام لگا دیے جائیں اور ہر ایک مستشرق کی بات مان لی جائے اور سمجھا جائے کہ ہم لاجواب ہو گئے ہیں۔ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو قائم رکھنے کا اصل کام نہ کہ صرف نعرے لگا دینا۔

دو دن بعد **ان شاء اللہ رمضان بھی شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ** اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور مقبول روزوں کی اور دعاؤں کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے۔ اس کے لیے دعا بھی کریں اور کوشش بھی کریں۔

جنازہ غائب بھی مَیں ابھی پڑھاؤں گا۔ یہ چودھری محمد انور ریاض صاحب ربوہ کا ہے جو چودھری محمد اسلام صاحب مرحوم کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم

موصی تھے۔ ان کے بیٹے ناصر محمود طاہر کینیا کے مشنری انچارج ہیں اور ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ مرحوم کے باقی تمام بچے بھی کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

ناصر محمود صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت چودھری غلام محمد جٹ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے آئی تھی جنہوں نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ اپنے گاؤں کے اوّلین احمدیوں میں سے تھے۔1996ء میں ان کے والد کو ایک کیس میں تقریباً ایک ماہ اسیر راہ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت ملی۔ اس دوران پولیس نے آپ سے کافی بدسلوکی بھی کی، ناروا سلوک بھی کیا لیکن آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا اور بڑے حوصلے سے یہ سزا بھگتی۔

نظام جماعت اور خلافت کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ نمازوں اور چندوں میں باقاعدہ، زندگی میں تمام حصہ جائیداد ادا کر دیا۔ جب کوئی آمدنی ہوتی سب سے پہلے چندہ ادا کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی صبر و حوصلہ دے اور اس بیٹے کو جو باہر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 21و 22/مارچ 2025ء (خصوصی اشاعت برائے یومِ مسیح موعودؑ) جلد 32 شمارہ 69و70 صفحہ 02تا07)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 07 / مارچ 2025ء بمطابق 07 / امان 1404 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ (البقرۃ:187)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

رمضان کے شروع ہوتے ہی یہ خیال دل میں فوراً پیدا ہو جاتا ہے کہ نمازوں کی طرف توجہ ہو کیونکہ یہ برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس لیے عموماً لوگ مسجد کی طرف بھی زیادہ رخ کرتے ہیں۔ مسجدوں کی حاضری بھی بڑھتی ہے فجر کی نماز ہو یا عشاء کی نماز ہو۔ عام دنوں میں تو فجر اور مغرب عشاء کی نماز پر اتنی حاضری نہیں ہوتی جتنی رمضان میں ہو جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ لوگوں کو کم از کم ان دنوں میں خیال آ جاتا ہے کہ ہمیں مسجد کی طرف جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگنا ہے۔

اس کی ایک بنیاد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں رمضان کے دنوں میں جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔ شیطان کو جکڑ دیتا ہوں اور جنت کے دروازے کھول دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس و جنودہ حدیث 3277)

اس سے لوگ صرف یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید رمضان میں ہی عبادتوں کی ضرورت ہے اور رمضان میں جو دعائیں کی جائیں یا عبادتیں کی جائیں وہی ہماری بخششوں کا سامان پیدا کر دیں گی۔ غیر احمدی چینلز ہیں، اسلامی ملکوں کے چینلز ہیں ان میں بھی یہ حدیث بار بار دہرائی جاتی ہے حالانکہ یہ غلط سوچ ہے۔

رمضان میں عبادتوں کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے دلائی ہے کہ پھر تم اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا لو۔ اگر یہ نہیں تو صرف رمضان کی عبادتیں کچھ کام نہیں کریں گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تو تم نے ایک مہینے کی عبادت کی۔ گیارہ مہینے میں کیا کیا؟ پس اس قسم کی غلط فہمی کو انسان کو اپنے اندر سے نکال دینا چاہیے کہ صرف یہی کافی ہے کہ رمضان میں نمازیں پڑھ لیں اور مسجدوں کو آباد کر دیا۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من صام رمضان ایمانا... حدیث 1901)

بیشک یہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ اب یہ سوچ ہو سکتی ہے کہ جب انسان مستقل اپنی زندگی کا حصہ ان نیکیوں کو بنانے کی کوشش کرے اور نمازوں کی طرف توجہ دے، تہجد کی طرف توجہ دے، نوافل کی طرف توجہ دے تو رمضان میں زیادہ توجہ پیدا ہو گی۔ جو عبادت کرنے والے ہیں، مستقل عبادت کرنے والے ہیں وہ اس سوچ کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف رمضان میں ہی راتوں کو اٹھ لیا یہی کافی ہے۔ انسان غلطیوں کا پتلا ہے، غلطیاں ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی بڑا رحمان اور رحیم ہے۔ وہ بخشنے والا بھی ہے اس لیے اس نے ہمیں یہ موقع مہیا کیا ہے کہ اگر تمہارے سے سال کے دوران میں غلطیاں ہو گئی ہیں تو اب نئے سرے سے یہ عہد کرو اور پھر اس پر قائم رہنے کی کوشش کرو کہ تم آئندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے والے بنو گے اور ان تمام نیکیوں کو بجالانے والے بنو گے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

پس اس بات کو ایک مسلمان کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ رمضان کی عبادت کا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ اس لیے دیا ہے کہ تمہارے اندر رشد اور ہدایت پیدا ہو اور رشد ایک مہینے کے لیے نہیں پیدا ہوتی بلکہ مستقل پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی بات فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یاددہانی کروانے کے لیے اور اپنی رحمانیت کا اظہار کرنے کے لیے بار بار رمضان کو لے کے آتا ہے تا کہ انسان جو بھولا بھٹکا ہے اس کو دوبارہ اپنے فرائض یاد آ جائیں۔ حقوق اللہ بھی یاد آ جائیں اور حقوق العباد بھی یاد آ جائیں اور پھر وہ دیکھے کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق پر عمل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے کہ سَاَلَكَ عِبَادِی کہ جب میرے بندے یہ سوال کریں تو میرے بندے سے یہاں مراد عاشقانِ الٰہی ہیں۔ اب عاشق ہو جب کسی کا تو وہ یہ نہیں کہتا کہ سال کے گیارہ مہینے تو عشق کا اظہار نہ کرے اور صرف ایک مہینہ عشق کا اظہار کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشق کا تو یہ کام ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کا یہ کام ہے کہ مستقل اس کام کو کرنے کی کوشش کریں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اگر گیارہ مہینے میں کوتاہیاں ہوئی ہیں تو ان دنوں میں خاص طور پر ان کے لیے خاص کوشش کرے یا اہتمام کرے تا کہ یہ کوتاہیاں اور کمیاں دوبارہ سرزد نہ ہوں۔ سچے عاشق تو اپنے محبوب کی ہر بات مانتے ہیں۔ دنیاوی عشق لوگ کرتے ہیں اور دنیاوی محبوب جو ہیں ان کے اندر تو بہت ساری برائیاں ہوتی ہیں اور ان سے نقصان بھی پہنچ سکتے ہیں یا کم از کم بسا اوقات فائدے ان سے حاصل نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کے عشق میں تو سوائے نفع کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ وہ ہر خیر کا سرچشمہ ہے، ہر برائی سے بچانے والا ہے، ہر تکلیف سے نجات دینے والا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھ سے مانگو۔ تم دعا کرو میں تمہیں جواب بھی دوں گا اور سچا عاشق تو اللہ تعالیٰ کا قرب مانگتا ہے۔ اس لیے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب مانگنے کی کوشش کریں۔ اپنی عبادتوں میں، رمضان کی عبادتوں میں صرف اپنے دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لیے ہی دعا نہ کریں بلکہ اپنے محبوب کا قرب حاصل کرنے کی دعا کریں۔ اس سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب عطا فرما، ہمیں مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرما، ہمیں لقاء عطا فرما، ہمارے روزوں کو قبول فرما اور جب یہ ہو گا تو پھر رمضان کے بعد بھی کوئی برائی سرزد نہیں ہو گی بلکہ نیکیوں کی بھی توفیق ملتی چلی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بار بار توجہ دلائی ہے کہ حقوق اللہ کیا ہیں۔ حقوق العباد کیا ہیں۔ تم ان کو

ادا کرنے کی کوشش کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قرآن کریم میں سات سو حکم ہیں۔ (ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

اور قرآن کریم پڑھنے کی طرف بھی رمضان میں خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے اور جب ہم اس کو پڑھیں گے تو ان حکموں کو بھی تلاش کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سات سو سے زیادہ احکام کا بتایا۔ پس جب ان حکموں کی تلاش کریں گے تو ہم عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور یہی ایک سچے عاشق کا کام ہے کہ پھر اپنے محبوب کی باتوں کو ماننے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں سے کہو کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں اور کامل ایمان یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کی جائے جیسا کہ مَیں نے کہا، پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ایسی چیزیں ہیں جو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس لیے اس آیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ میری بات پر لبیک کہیں۔ وہ باتیں یہی ہیں کہ اعمال صالحہ بجالائیں۔ نیک اعمال بجالائیں۔ نیکیوں پر قائم ہوں۔ عبادت کرتے ہوئے دعائیں مانگیں تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارا دوست بن جاؤں گا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ:258) کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہوتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ایمان پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گا اور پھر یہ قرب عطا کرتا چلا جائے گا، اس میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ یہ قرب ایسا نہیں کہ ایک جگہ رکنے والا ہے۔ وہ دعاؤں کو بھی سنے گا۔

پس **رمضان میں یہ مقام حاصل کرنے کی کوشش ہمیں کرنی چاہیے** اور ہم یہ سوچیں کہ اس کے بعد اگر ہم اس مقام سے پیچھے ہٹ گئے اور ان عبادات کا اس طرح حق ادا نہ کیا جس طرح رمضان میں ادا کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو پھر اللہ تعالیٰ دوست کس طرح بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ولی تو نہیں پھر بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی کچھ شرائط رکھی ہیں، دعاؤں کی قبولیت کے لیے بھی شرائط ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی تو یہی بات کی ہے کہ عبد بن کے رہنا ہو گا۔ خالص اس کا ہونا ہے۔ خالص ہو کر اس کی عبادت کرنی ہے۔ اس کو سب طاقتوں کا سرچشمہ سمجھنا ہے اور کوئی دنیاوی خدا نہیں بنانے۔ جھوٹے خدا نہیں بنانے۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے لاشعوری طور پر اپنا خدا نہیں بنالینا۔ یہ تو پھر شرک کی طرف چلا جائے گا۔ ابھی پچھلے دنوں حفاظت خاص جرمنی کے بھی لوگ آئے ہوئے تھے وہ یہی سوال کرتے تھے کہ کس طرح ہم اپنے فلاں افسروں کو خوش کریں تو ان کو مَیں نے یہی کہا ہے کہ تم لوگ جو کام کرو خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرو اور خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہارے افسران کی توجہ بھی اس طرف پھیر دے گا اور وہ تمہاری بہتری کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور تم پر رحم اور شفقت کا سلوک کریں گے لیکن سب سے بڑی چیز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا رحم اور شفقت مانگو اور اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔

اب ہم مثال دیتے ہیں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کہ کس طرح انہوں نے ایک دفعہ ملکہ کے دربار میں بے چینی کا اظہار کیا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور بار بار اپنی گھڑی دیکھنی شروع کی۔ جب افسران نے

پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری عبادت کا وقت ہے اور عبادت کا یہ وقت اب قریب آ رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جسے مجھے کرنا ضروری ہے۔ اس لیے میں بے چین ہوں کہ یہ وقت ضائع نہ چلا جائے تو انہوں نے اس کا انتظام کر دیا۔ (ماخوذ از ماہنامہ خالد ربوہ، دسمبر 1985ء، جنوری 1986ء صفحہ 89)

تو یہ جرأت ہے اور یہ وہ ایمان کا تقاضا ہے جو ہر احمدی میں ہونا چاہیے۔ ہم مثالیں دیتے ہیں، ہمیں یہ نمونے اپنانے بھی چاہئیں۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار باتیں ہمیں نیکیوں کی طرف توجہ دلانے کے لیے فرمائیں۔ بے شمار احادیث ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں آپؐ کے غلام صادق ہونے کا حق ادا کیا ہے اور ہمیں نیکیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اپنی شرائط بیعت میں اکثر شرائط یہی ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ کرو۔ پس یہ چیزیں ہیں جن کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیے اور جب ہم یہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمارا ولی بن جائے گا۔ ہمارا دوست بھی بن جائے گا۔ ہماری دعاؤں کو بھی سنے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء باب بیان انہ یستجاب للداعی ... حدیث 6936)

اور یہ نہیں کہتے کہ میں نے بہت دعائیں کر لی ہیں اور اللہ تعالیٰ تو سنتا ہی نہیں۔ یہ کفر ہے اور ایمان سے دور لے جانے والی باتیں ہیں۔ ایک مومن کو ہمیشہ اس سے بچنا چاہیے۔ پس یہ چیزیں ہیں جن کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ مجھے بھی لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے بہت دعائیں کی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ دعائیں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے نہیں کیں۔ انہوں نے اپنے دنیاوی مقصد کے لیے دعائیں کی ہیں اور اس وقت کیں جب ان کو دنیاوی مسائل پیدا ہوئے۔ جب صرف دنیاوی مسائل کے حل کے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی باتیں کیوں سنے گا۔ دوست تو اس وقت دوستی کا حق ادا کرتا ہے جب اس سے عام حالات میں بھی دوستی کا حق ادا کیا جائے اور اس کی باتوں کو سنا جائے، اس کو مانا جائے تب وہ تمہاری باتیں بھی سنے گا۔ پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ صرف ہم اپنے مقصد کے لیے اپنے دنیاوی کاموں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس نہ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی کوشش کریں اور جب ہم یہ کریں گے تو انشاء اللہ پھر اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں بھی قبول کرے گا۔ پھر وہ سنتا بھی ہے، ان کا جواب بھی دیتا ہے کیونکہ اس نے تو خود کہا ہے کہ مَیں اپنے بندوں کو جواب دیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ تو دو دوستوں کا معاملہ ہوتا ہے کبھی دوست اپنے دوست کی مان لیتا ہے کبھی دوست سے اپنی منواتا ہے۔ اسی طرح خدا معاملہ کرتا ہے لیکن بظاہر جو ایک مومن کی دعا خدا ردّ کرتا ہے تو یہ بھی اصل میں اس کے فائدے کے لیے کر رہا ہوتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 386 ایڈیشن 1984ء)

یہ مفہوم ہے ان باتوں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہیں کیونکہ اب یہ کہنا کہ مَیں نے دعا کی، پہلی بات تو یہ ہے کہ دعا صرف اس وقت کی جب اپنے دنیاوی مقاصد تھے۔ دین کی خاطر اور اس کی بہتری کے لیے، دین میں ترقی کرنے کے لیے، خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے تو دعا کوئی نہیں کی اور پھر اگر ایک مومن ہے اور اس کی بھی بعض دفعہ دعائیں نہیں قبول ہوتیں تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ تو دوستی کا معاملہ ہے کبھی

مان لیا کبھی نہیں مانا اور جو نہ مانا اس میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے دوست کی بہتری کے لیے سامان کرتا ہے۔ بعض ایسی باتیں ہیں جو نہیں مانتا اور اس کے بدلے میں اس کو اور ذریعوں سے اجر دے دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود اقرب طریقے سے سمجھ آسکتا ہے۔ نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور فرمایا دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرے قادر ہونے پر بھی بپایہ یقین تک پہنچتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سنتا ہے تو جواب بھی دیتا ہے۔

ہمارے ریویو آف ریلیجنز والے کئی سالوں سے **God Summit کرتے آرہے ہیں**۔ مختلف وقتوں میں انہوں نے کیا۔ اس سال بھی انہوں نے کیا اور لوگ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے قصے بھی اس میں سناتے ہیں، واقعات سناتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا اور کس طرح ان کو ان دعاؤں کی قبولیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوا لیکن شرط یہ ہے۔ فرمایا چاہیے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حالتِ تقویٰ پیدا کرو، خدا ترسی پیدا کرو تا کہ ان کی آواز سنوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ تقویٰ کی حالت اور خدا ترسی پیدا کرو تب میں سنوں گا، یونہی نہیں سنوں گا۔ اب یہ خدا ترسی اور تقویٰ کی حالت اللہ تعالیٰ کو اپنی آواز سنوانے کے لیے پیدا کرنی ہو گی۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں، آپؑ اس آیت کی وضاحت فرما رہے ہیں اور قبل اس کے جو ان کو معرفت کاملہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اس کو عرفان دیا جاتا ہے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس آیت میں کہ فَلْيَسْتَجِيبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کہ وہ میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ اور فرمایا بھی ان لوگوں کو ہے جو اپنے بندے ہیں۔ اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو حقیقی مومن ہیں، حقیقی بندے ہیں۔ بعض وقت جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کمزوری کی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے تب وہ اللہ تعالیٰ کے قریب جا کے اپنے ایمانوں کو مضبوط کریں۔ اور جب یہ حالت ہو گی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب قدرتوں کا مالک ہے اور اس پر ایمان کی ترقی بھی ہوتی چلی جائے گی۔ جب وہ دیکھے گا کہ میرا بندہ اتنے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ بندے کے ایمان کو ترقی دے گا۔

پھر فرمایا اس کو عرفان دیا جاتا ہے تب ہی وہ اس حالت میں ہو گا جب اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنے گا بھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت بھی پہچانے گا یا اگر کسی دعا کو اللہ تعالیٰ نہیں سنتا تو دل کو ایسی تسکین عطا فرمائے گا کہ انسان کو یہ خیال نہیں آئے گا کہ خدا تعالیٰ نے میری دعا سنی نہیں۔ اس کو یہ خیال آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں میری جو ضروریات ہیں وہ پوری فرما دے گا۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا ترسی ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو۔ یہ خدا ترسی ہے۔ تو

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری دعا سنوں گا اور ایمان اور یقین میں پھر انسان کو بڑھتے چلے جانا چاہیے۔ ایک عرفان پیدا ہوتا چلا جائے گا پھر عرفان میں اور بڑھتا چلا جائے گا۔ معرفتِ تامہ آپؑ نے فرمایا پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ (ماخوذ از ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 261-260)

پھر قرآن کریم میں جو آتا ہے کہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (البقرۃ:4) کہ غیب پر ایمان ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی نہایت لطیف تشریح فرمائی ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ غیب بھی خدا کا نام ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 11 ایڈیشن 2022ء)

فرمایا کہ ہر دعا سے پہلے یہ یقین ہو کہ خدا ہے اور وہ بے انتہا صفات کا حامل ہے۔ سب قدرتیں اور طاقتیں رکھتا ہے۔ جب اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھو گے، اس کے آگے جھکو گے، اس سے دعائیں مانگو گے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی مکمل پہچان ہو گی، عرفان حاصل ہو گا اور قبولیتِ دعا کے نشانات بھی دیکھو گے۔ کئی لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیکھتے ہیں، کچھ واقعات بھی بیان کرتے ہیں جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ God Summit میں کئی لوگوں نے بیان کیے اور اس سے ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ منہ سے تو کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین اور ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں۔ نمازیں سال کے سال صرف رمضان میں پڑھنے کی کوشش ہو جس طرح آجکل مسجدیں آباد ہیں۔ یہ مسجدیں ہمیشہ آباد رہنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ احمدی نمازوں کی طرف بہت توجہ دیتے ہیں لیکن ابھی بھی جہاں جہاں کمزوریاں ہیں ان کو اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہم اس رمضان کو ایسا رمضان بنائیں جو ہماری عبادتوں کے معیار کو بلند کرنے والا ہو، ہمیں خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والا ہو تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خالص بندے بننے والے ہوں۔ اس کی باتوں کو ماننے والے ہوں اور پھر نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو بھی قبول فرمائے۔ پس اس رمضان میں ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم اپنی عبادتوں کو زندہ کریں گے اور پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق دے اور پھر بھرپور کوشش سے اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی تمام طاقتوں کو استعمال کرنے کی بھی کوشش ہونی چاہیے۔

پس جب یہ کوشش ہو گی اور اس کے لیے ہم اپنی ساری طاقتیں استعمال کرتے ہوئے، پوری طاقتوں سے اس طرف لگیں گے تو پھر خود اللہ تعالیٰ سے اتنا قریبی تعلق پیدا ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ ایک دوست بن جائے گا جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ میں ولی بن جاتا ہوں ان لوگوں کا جو میری باتیں مانتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے بابِ دعا کھولا گیا تو گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جاتی ہے اس میں سب سے زیادہ اس سے عافیت مطلوب کرنا محبوب ہے۔
(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب من فتح له منکم باب الدعاء حدیث 3548)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا اس ابتلا کے مقابلے پر جو آچکا ہے اور اس کے مقابلے پر جو ابھی آنا ہو نفع دیتی ہے اور اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔ اب صرف رمضان کے دنوں میں تو آفات نہیں آتیں یا مشکلات نہیں آتیں۔ مختلف وقتوں میں آتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم صرف ان دنوں میں دعائیں نہ کرو یا تمہیں جب ان بلاؤں کو دُور کرنے کے لیے ضرورت پڑے تو اس

وقت دعائیں نہ کرو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا جو مشکلات ابھی نہیں بھی آئیں اور وہ مشکلات کسی وقت بھی آسکتی ہیں ان سے بھی بچانے کا کام دیتی ہے اس لیے تم مستقل دعا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ جو مشکلات آئی ہیں ان سے بھی بچا کے رکھے اور جو اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں ان سے بھی نوازتا رہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اگر آئندہ بھی کوئی مشکل آنے والی ہے تو اللہ تعالیٰ ان بلاؤں کو، ان مشکلات کو دور کر دے اور ہمیشہ نفع عطا فرماتا رہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو تبھی انسان وہ حقیقی مومن کہلا سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مومن کے زمرے میں ڈالا ہے۔ پس جب دعاؤں میں نیکی کی راہوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگو گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ ابتلا سے بھی حفاظت میں آنے کے سامان ہوں گے اور آئندہ بھی بچتے رہو گے۔ پس یہ رحمت کے دروازے کھولنے کے لیے ہمیں مستقل اپنی زندگیوں میں وہ انقلاب پیدا کرنا ہو گا کہ ہمارا تعلق خدا تعالیٰ سے قائم رہے اور ہم خوشی غمی آسانی اور مشکل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو طلب کرتے رہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کا جواب دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء نصف اللیل حدیث 6321)

اب یہ کوئی رمضان کے ساتھ تو مشروط نہیں ہے۔ یہاں تو عام حالات کی بات ہو رہی ہے کہ جب بھی کوئی بندہ مجھ سے رات کے پہر میں مانگتا ہے میں اس کو بخشتا ہوں۔ میں اس کو دیتا ہوں اس کی باتوں کا جواب بھی دیتا ہوں۔ تو رمضان میں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا موقع پیدا کر دیا ہے کہ عبادتوں کی طرف کیونکہ ساروں کی توجہ ہوتی ہے اس لیے ان دنوں میں تم بھی توجہ کر لو گے تو تمہیں پھر ان نیکیوں کی عادت پڑ جائے گی اور جب ایک مہینے میں عادت پڑ جائے گی تو پھر مستقل اس کو زندگی کا حصہ بنانے کی کوشش کرو گے۔

ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہیے کہ فراخی اور آرام کے وقت کثرت سے دعا کرے۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ حدیث 3382)

جیسا کہ پہلے بھی حدیث کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ پس یہ باتیں بہت ضروری ہیں جو ہمیں یاد رکھنی چاہئیں۔ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ہونا چاہیے نہ کہ ہم تنگی اور پریشانی اور دکھوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑیں اور آہ وزاری کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی دوست بننے کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مستقل اس کے آستانے پر جھکے رہیں۔ پس جیسا کہ میں نے کہا مستقل مزاجی سے عام حالات میں توجہ ہونی چاہیے۔ یہ حدیث بھی یہی بتا رہی ہے کہ صرف تکلیف اور ضرورت کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا بلکہ ہر وقت پکارنا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس وقت اس کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں اس کو اپنے دل

میں یاد کروں گا۔ اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ میری جانب ایک بالشت آئے گا تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کے جاؤں گا۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب ما یذکر فی الذات والنعوت حدیث 7405)

پس ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہم اپنی زبانوں کو تر رکھیں اور یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا ہر فعل ہر عمل اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے والا ہو۔ ہمارا ہر قدم ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو تا کہ اللہ تعالیٰ دوڑ کر ہمارے پاس آئے اور ہمیں اپنے پیار کی چادر میں لپیٹ لے اور ہماری ضروریات کو پورا کرے۔ تنگی اور آسائش اور عسر اور یسر ہر حالت میں ہم اللہ تعالیٰ کے ہی بندے بن کر رہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالنون یعنی حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی وہ یہ تھی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (الانبیاء:88) اور فرمایا کہ اس دعا کو جو بھی مسلمان کسی ابتلا کے وقت کرے گا اللہ تعالیٰ اس دعا کو ضرور قبول فرمائے گا۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعوۃ ذی النون حدیث 3505)

پس یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم پر شفقت ہے کہ ہمیں ساتھ ساتھ ان دعاؤں کی طرف بھی توجہ دلاتے رہے کہ انسان سے کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔ انسان بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی بندوں پر مہربان ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کو دعائیں سکھائی ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں جو مختلف دعائیں سکھائی ہیں وہ کس لیے سکھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے؟ کس لیے ان کا ذکر کیا گیا ہے نبیوں کی دعاؤں کے ساتھ؟ اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیں ہمیں اس لیے سکھائی ہیں کہ ہم یہ مانگیں تو چونکہ اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے گا لیکن بات وہی ہے کہ ہم پہلے اس کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری بات پر لبیک کہو۔ میری بات سنو اور اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ پس ہم اپنی حالتوں کا خود ہی جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم مانتے ہیں۔

حضرت یونسؑ کی دعا جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات جو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہوا تھا یا اس واقعہ میں جو ذکر ہے فردِ قرارداد جرم کو بھی رد کر دیتی ہے۔ الزام لگ گیا سزا کا فیصلہ بھی ہو گیا تب بھی دعا اس کو ردّ کر دیتی ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 238 ایڈیشن 1984ء)

اب بعض لوگ کہتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ یہ ہونا ہے تو پھر ہمیں دعائیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں پھر نیکیاں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ دعا سکھائی ہوئی ہے اور حضرت یونسؑ کا واقعہ بیان کر کے یہ ثبوت بھی دے دیا ہے کہ میں تقدیر کے فیصلے جو میرے فیصلے ہیں ان کو میں بدل دیتا ہوں۔ اگر تمہارا رونا دھونا ہو اور تمہارا صحیح تعلق ہو خدا تعالیٰ سے اور اگر تم نیکیاں کرنے لگ جاؤ اور برائیوں سے بچنے لگ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گر کے آہ و زاریاں کرو تو آپ فرماتے ہیں کہ ”میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو

لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے اور صدقات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے۔"

یہی آپؑ نے فرمایا ہے کہ بلائیں جب آ جاتی ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے کہ وہ تب بھی تمہیں بچا لیتا ہے اگر تمہاری دعائیں حقیقت میں صدق دل سے کی گئی دعائیں ہیں اور تمہارا سچا استغفار ہے۔ فرمایا کہ "میری ان باتوں کو قصہ کے طور پر نہ سنو۔ میں نصحاً للہ کہتا ہوں اپنے حالات پر غور کرو اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دعا میں لگ جانے کے لیے کہو۔ استغفار عذابِ الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لیے سپر کا کام دیتا ہے۔" استغفار بہت زیادہ کرو۔ یہ ڈھال ہے۔ یعنی یہ ڈھال ہے تمہاری۔ استغفار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بچائے گا۔ گذشتہ دنوں میں میں نے دعاؤں کی تحریک بھی کی تھی اس میں استغفار کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ استغفار ایک ڈھال ہے آپؑ نے فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں "قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ (الانفال:34)" اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا اگر تم استغفار کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیتا جو لوگ استغفار کر رہے ہوتے ہیں۔ حقیقی استغفار ہو۔ "اس لیے" فرمایا کہ "اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 207 ایڈیشن 1984ء)

پس اللہ تعالیٰ نے اس دعا میں یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذابِ الٰہی سے بچو تو استغفار بہت کیا کرو۔ پھر ایک روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم ہے اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب الدعوات باب ان اللہ حیی کریم حدیث 3556)

یعنی صدق دل سے مانگی گئی دعا کو ردّ نہیں کرتا بلکہ اس کو قبول کر لیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ہم جو دعائیں مانگیں ان کو صدق دل سے مانگنا چاہیے۔ گذشتہ گناہوں اور غلطیوں کی ہم معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور پھر اس پر قائم رہنے کی کوشش کریں۔ رمضان میں بھی اس کے لیے کوشش کریں اس کے لیے دعائیں کرتے رہیں اور رمضان کے بعد بھی اس کے لیے کوشش کریں پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح دوڑ کر ہماری طرف آتا ہے اور ہمیں اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور ان کے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمۂ فیض سمجھ کر بذریعہ حالی اور قالی دعاؤں کے اس سے قوت اور امداد مانگتا اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبرانہ حالت میں رہتا ہے۔ جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچاوے" یہ شرط ہے یعنی یہ شرط لگائی ہے کہ دعا کو کمال تک پہنچانا ہے "خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔" جب کمال تک پہنچ جائے۔

"اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے" اور فرمایا کہ "اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے۔" (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 237-236)

اب یہ باتیں دیکھیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو خود نیک اور بد میں فرق یہی رکھا ہے۔ جو نیک ہے وہ اللہ تعالیٰ کو چشمۂ فیض سمجھتا ہے۔ ہر ایک فیض کا چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتا ہے۔ ہر ایک فیض جو ہے اللہ تعالیٰ سے حاصل ہونے کو سمجھتا ہے اور اس سے قوت مانگتا ہے تو یہ یقیناً مومن ہے۔ ایک متکبر ایسی حالت نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں دنیاوی اسباب استعمال کر کے بہت کچھ حاصل کر لوں گا۔ جب ایسی حالت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندوں کو کسی نہ کسی وقت پکڑتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ جب کسی مجلس سے آپ اٹھتے تھے تو آپ دعا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! تُو ہمیں اپنا خوف عطا کر جسے تُو ہمارے اور گناہوں کے درمیان روک بنا دے اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا کر جس کی وجہ سے تُو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور اتنا یقین بخش جس سے دنیا کے مصائب تُو ہم پر آسان کر دے۔ اے اللہ! میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تُو ہمارا انتقام لے اور جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے خلاف ہماری مدد فرما اور دین میں کسی بھی ابتلا کے آنے سے بچا اور ایسا کر کہ دنیا ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو اور نہ ہی دنیا ہمارا مبلغ علم ہو یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی نہ رہے ہماری فکریں صرف اور ہمارا غم صرف دنیا ہی نہ ہو اور فرمایا کہ ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب اللھم اقسم لنا... حدیث 3502)

پس اس دعا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے آپؐ نے یہ کتنی درد سے بھری دعا کی ہے۔ بڑی جامع دعا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہماری ساری طاقتیں، ہمارے اعضا، ہماری آنکھ، کان، ناک، زبان، دماغ، دل ہر چیز اللہ تعالیٰ اس کو فائدہ پہنچانے والا ہو اور ہمارا ہر عضو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو جائے اور ہم اس کے انعامات کے وارث بننے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں ظالموں سے بچائے اور آجکل دنیا میں بعض جگہ جو حالات ہیں اور پاکستان میں بھی، بنگلہ دیش میں بھی اور دوسرے علاقوں میں بھی دوسری جگہوں پر بھی ملکوں میں بھی الجیریا وغیرہ ہیں یا باقی جگہ ہیں افریقہ کے ملک ہیں بعض غلط قسم کے گروہوں نے قبضے کیے ہوئے ہیں یا ان گروہوں کی طرف سے بعض حملے ہوتے ہیں۔ اور یہ گروہ جو ہیں ان سے حکومتیں بھی ڈر کے ان کی باتوں کو مان لیتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں ظالموں سے نجات دے اور ان سے انتقام لے اور جو ہم سے دشمنی رکھتے ہیں تو ہی ان کے خلاف ہماری مدد فرما اور اس طرح جب ہم رمضان میں دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک انقلاب عظیم پیدا فرمائے گا اور پھر ہم دیکھیں گے چاہے وہ پاکستان کا مولوی ہے یا طاقتور انسان ہے یا کسی اور حکومت کا کوئی طاقتور انسان ہے وہ کبھی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور ہم اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں گے تو اللہ تعالیٰ پھر ہماری

مدد کو آئے گا۔ ولی اور دوست بننے کا حق ادا کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ **حصولِ فضل کا اقرب طریق دعا ہے** اور دعائے کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو، اضطراب ہو گدازش ہو۔ ایک عاجزی اور ایک بے چینی ہو۔ اضطراب پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ جو دعا عاجزی اضطراب و شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے خواہ کیسی بھی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو۔ چاہے مزہ آئے دعا میں یا نہ آئے لیکن دعا کرتے رہو کہ میرے لیے تیرے علاوہ تو اَور کوئی ہے ہی نہیں۔ اللہ کو ہم نے تو یہی کہنا ہے کہ ہم نے کہیں جانا ہی نہیں۔ میں نے کسی اور کے پاس نہیں جانا نہ جا سکتا ہوں۔ پس میں تیرے پاس ہی بیٹھا ہوں اور میرا دل اس وقت تک چین نہیں پائے گا جب تک تُو میری باتیں نہیں مانے گا۔ آپ نے فرمایا کہ چاہے تکلف اور تصنع ہی ہو لیکن اسی طرح دعا کرتے رہو۔ پھر ایسی حالت پیدا ہو جائے گی کہ ایک وقت میں وہ تکلف اور تصنع جو ہے وہ حقیقی دعا کا روپ دھار لے گی۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں ان کا دل سیر ہو جاتا ہے اور وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک پیزی میں ہی برکت ہے۔ اس خاک کو چھاننے میں ہی برکت ہے کیونکہ گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے۔ جو مقصد پانا ہے، جو موتی حاصل کرنا ہے اسی سے نکلتا ہے۔ اب سونا حاصل کرنے والے لوگ جانتے ہیں، جو لوگ روایتی طریقے سے حاصل کرتے ہیں وہ دریاؤں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے ہیں اور چھانبوں سے مٹی چھانتے چلے جاتے ہیں۔ کئی کئی دن لگے رہتے ہیں۔ کئی کلو بلکہ منوں مٹی چھانتے رہتے ہیں اور پھر تھوڑا سا سونا ایک تولہ یا اس سے بھی کم ان کو ملتا ہے اسی پر وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہو گے تو برکت ملے گی۔ فرمایا کیونکہ آخر گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے اور ایک دن آ جاتا ہے کہ جب اس کا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت اور جو دعا کے لوازمات ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ رقت پیدا کرنا بڑا ضروری ہے۔ فرمایا کہ جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حاضری ہو۔ توجہ نہ ہو بیشک، اور بے صبری ہو۔ جلدی جلدی بھی نماز پڑھے تب بھی، لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے تو اس قبض میں سے بسط نکل آئے گا۔ جو بے دلی کی کیفیت ہے اس میں سے بھی اللہ تعالیٰ ایسی حالت پیدا کر دے گا کہ اس میں توجہ پیدا ہونی شروع ہو جائے گی اور جو دل کی روک ہے وہ دور ہو جائے گی اور رقت پیدا ہو جائے گی۔ جو گھٹن کی کیفیت ہے وہ کھل جائے گی اور دعا کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ صرف نہیں پیدا ہو گی بلکہ دل سے دعائیں نکلنی شروع ہو جائیں گی اور فرمایا کہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو تو سمجھو کہ قبولیت دعا کی گھڑی ہو گئی۔ وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر بہتی ہے اور گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جب رقت طاری ہو جاتی ہے پھر جب انسان مستقل لگا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ رقت پیدا فرما دیتا ہے اور پھر دعاؤں

کی قبولیت ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 94-93 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم اور رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ۔ تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لیے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ گے۔

فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں، دنیاوی باتوں میں بھی اپنے آپ کو ان سے بچانا ہو گا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان چیزوں سے بچنا ہو گا۔ حقوق العباد کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہو گی۔ اپنے رحمی رشتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہو گی۔ اپنے دوستوں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہو گی۔ تب ہی اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور پھر دعاؤں کی قبولیت کا بھی نشان انسان دیکھے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ قبولیت دعا کے لیے جو بڑی ضروری چیز ہے کہ پھر پاک تبدیلی پیدا ہو۔ صرف رمضان میں پاک تبدیلی تو نہیں پیدا ہونی بلکہ مستقل پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے تب قبولیتِ دعا کا اثر انسان پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا اس تبدیلی سے خدا تعالیٰ بھی اپنی صفات میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اس کی صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لیے اس کی ایک الگ تجلی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بدل جاتی ہیں بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو رحم اور انعامات کی صفات ہیں ان کو حرکت میں لاتا ہے اور انسان کو ان سے فیضیاب کرتا ہے۔ فرمایا ان باتوں کو دنیا نہیں جانتی۔ ایسی حالت جب انسان میں پیدا ہوتی ہے، جب خدا کا ہو جائے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ اَور خدا ہے حالانکہ اَور کوئی خدا نہیں ہے مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لیے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لیے وہ نہیں کرتا۔

(ماخوذ از لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 223)

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تقدیر ہے۔ یہ تو اسی طرح ہونا ہے تو کس طرح دعا ہو گی، کس طرح قبول ہو گی۔ فرمایا اگر نیک نیتی سے دعا ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ تقدیر بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے بدل دیتا ہے۔ بد انجام نیک انجاموں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پس دعاؤں کی طرف ہمیں بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس رمضان کو ایسا رمضان بنائیں جو دعاؤں کی قبولیت کا رمضان ہو۔ اپنے آپ میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کا رمضان ہو اور پھر مستقل یہ پاک تبدیلی ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ دشمنوں سے، تمام مخالفین سے نجات دے۔ تمام ظالموں سے ہمیں نجات دے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے کہ ہم اس رمضان کو مستقل اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیں اور پھر یہ پاک تبدیلی ہماری زندگیوں کا دائمی حصہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 / مارچ 2025ء جلد 32 شمارہ 75 صفحہ 02 تا 08)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 / مارچ 2025ء بمطابق 14 / امان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم رمضان کے دوسرے عشرے میں سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا رمضان سے ایک خاص تعلق بیان فرمایا ہے۔ ایک خاص نسبت بیان فرمائی ہے اور فرمایا کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:186) یہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لیے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشان کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

پس اسی لیے اس مہینے میں ہمیں خاص طور پر اس کے پڑھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی توجہ دلائی جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں امام بنا کے بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس پہ خاص طور پر بہت توجہ دلائی ہے کہ قرآن کریم کو خاص اہتمام سے پڑھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال جو بھی قرآن کریم نازل ہوا ہوتا تھا اس کا ایک دَور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل کروایا کرتے تھے اور آپ کی زندگی کے آخری سال میں تو دو دفعہ یہ مکمل ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبرئیل یعرض القرآن ... حدیث 4997)

قرآن کریم کی اہمیت اور نسبت رمضان کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اور قرآن کریم کو پڑھنے، سننے اور درسوں میں شامل ہونے وغیرہ کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

ہمارے ہاں مساجد میں قرآن کریم کے درسوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ تراویح کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ ایم ٹی اے پر روزانہ تلاوت آتی ہے اس کو بھی سننا چاہیے لیکن اس سے برکات تبھی مل سکتی ہیں، تب ہی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب یہ سن کر ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

بہت سارے لوگ ہیں جن کو عربی نہیں آتی۔ قرآن شریف کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتے تو ترجمے اس کے موجود ہیں۔ تلاوت کے ساتھ ان ترجموں کو پڑھنا چاہیے۔ درسوں کے دوران ہمیں غور کرنا چاہیے۔ خلفاء جو بیان کرتے رہے ان کے خطبات ہیں اور اسی طرح درسوں پہ بھی یہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہو گا۔

پس اگر فائدہ اٹھانا ہے تو فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب ہم قرآن کریم کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور رمضان کے دنوں میں خاص طور پر اس طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تو اس لیے کہ

قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے رمضان میں اتارا ہے اس کو خاص طور پر پڑھو اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور جب تم یہ کرو گے تو پھر یہ تمہاری زندگیوں کا حصہ بھی بن جائے گا۔ پس جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس میں ہدایت ہے تو ہدایت پر اس وقت انسان چل سکتا ہے، حق و باطل میں فرق کا علم اس وقت فائدہ دے سکتا ہے جب ہم اس پر عمل کرنے والے ہوں۔

پس جیسا کہ میں نے کہا کہ ترجمہ اور درس سن کر ہمیں اس پر عمل کرنے والا ہونا چاہیے۔ قرآن کریم نے جو احکامات دیے ہیں، جو تعلیم دی ہے اس پر ہم عمل کرنے والے ہوں۔ اگر صرف سن کر اسے بھول گئے۔ پڑھا اور پھر توجہ نہ دی تو پھر وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو قرآن کریم سے ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں ہی سورۃ البقرۃ میں اس طرف توجہ دلائی۔ اس کی اہمیت بیان فرمائی۔ یہ تیسری آیت ہے۔ فرمایا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:03) کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اور متقیوں کے لیے ہدایت دینے والی ہے۔ پس تقویٰ پر چلنے کے لیے، ایک حقیقی مومن بننے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب پر عمل ضروری قرار دیا ہے اور رمضان میں ہم اس بات کی ہی تلاش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایک حقیقی مومن بننے کی مثال قائم کرنے کی کوشش کریں اور ہدایت پائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اگر یہ مقصد ہے تو پھر یہ کتاب تمہیں دے دی ہے اس پر عمل کرو اور جب تم اس پر عمل کرو گے تو پھر بے شمار فوائد تم حاصل کرنے والے ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ یہ ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو پاک دل ہو کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ وہ تقویٰ میں بھی آگے بڑھے گا۔ وہ ہدایت پانے والوں میں بھی شمار ہو گا کیونکہ یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 57 مطبوعہ 1984ء)

تو یہ اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ اگر تم پاک دل ہو کر اس کی طرف آؤ گے تو ہر برائی سے بچو گے، ہدایت پانے والوں میں ہو گے، تقویٰ پر چلنے والے ہو گے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس کے فیوض ہمیشہ جاری ہیں۔ ہمیشہ اس پر عمل کرنے والے ہر برائی سے بچتے رہیں گے۔ راستوں پر جو کانٹے دار جھاڑیاں ہیں، جو غلط قسم کی بعض باتیں ہیں جو انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور اس کو دین سے دُور ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جو برائی کی طرف لے جانے والی ہوتی ہیں اگر قرآن کریم پر چلتے ہوئے اس پر عمل کرتے رہیں گے تو پھر ہم ان سے بھی بچتے رہیں گے۔

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ رمضان میں جب ہم اس طرف خاص توجہ دے رہے ہوتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھیں اور سنیں۔ تراویح پر بھی آتے ہیں۔ درسوں پر بھی آتے ہیں۔ گھروں میں بھی پہلے سے زیادہ قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔ اگر کوئی دَور مکمل نہیں بھی کرتا تو کم از کم کچھ نہ کچھ وقت تلاوت ان

دنوں میں ضرور کرتا ہے۔ اول تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ رمضان میں ایک دور مکمل کیا جائے جیسا کہ میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو یہی ہے کہ آپ رمضان میں خاص طور پر دور مکمل فرمایا کرتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ سے دہرائی کرواتے تھے۔ تو فائدہ اٹھانے کے لیے، اس سنت پر عمل کرنے کے لیے، اس سے فیض اٹھانے کے لیے ہمیں ایک تو دَور بھی مکمل کرنا چاہیے دوسرے جو تفسیر اور ترجمہ ہے جن کو عربی نہیں آتی، عرب ممالک کے علاوہ بہت ساری دنیا میں ایسے ہیں جو عربی نہیں جانتے ان کو ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھ کر اس کو دیکھنا چاہیے جیسا کہ پچھلے خطبے میں بھی مَیں نے کہا تھا کہ اس پر عمل کرنے کے لیے نکات نکالنے چاہئیں تا کہ ہم ان پر عمل کرنے والے ہوں اور ہدایت پانے والے ہوں اور پھر اچھائی اور برائی کا ہمیں صحیح علم ہو گا۔ صحیح ہدایت کا ہمیں علم ہو گا۔ تقویٰ کے صحیح راستوں کا ہمیں علم ہو گا اور پھر ہم عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے فیض پانے والے بھی ہوں گے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں، **یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن کریم بہت مشکل کتاب ہے** لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا۔ پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا؟ پس یہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے، یہ اس کا دعویٰ ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ اس کی فطرت کو جانتا ہے، اس کے حالات کو جانتا ہے، اس کی استعدادوں کو جانتا ہے۔ فرماتا ہے کہ مَیں نے تو قرآن کریم میں آسان تعلیم دی ہے اس پر عمل کرنے کے لیے تمہیں کوشش تو بہر حال کرنی پڑے گی اور اگر کوشش کرو گے تو پھر تم کامیاب بھی ہو جاؤ گے اور اس پر عمل کرنے والے بھی ہو گے۔ پس تمہیں نصیحت یہی ہے کہ اس پر عمل کرنے کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ صرف نام کے مسلمان نہ بنو۔

ہمیں، خاص طور پر ہم احمدیوں کو صرف یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہم نام کے مسلمان تو بہر حال نہیں ہیں بلکہ ہم نے اس زمانے میں مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کو مانا ہے اور اس لیے مانا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے، اس کو پورا کرنے کے لیے مانا۔ پس جب ہم نے مانا ہے تو ہمیں اب قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنے والا بھی بننا پڑے گا۔ پس اگر ہم میں یہ بات نہیں ہے تو پھر ہماری بیعت کا دعویٰ بھی بے فائدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا ہے کہ میں نے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے اور انسانی فطرت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بڑے آسان انداز میں نصیحت کی ہے جن پر ہر انسان بڑی آسانی سے عمل کر سکتا ہے۔ قواعد و ضوابط بیان کر دیے۔ احکامات بیان کیے۔ عبادتوں کے طریقے بیان کیے۔ معاشی اور معاشرتی احکامات اور آپس کے تعلقات کس طرح ہونے چاہئیں یہ بیان کیے۔ اس لیے تا کہ ان پر عمل کرو تو تمہاری زندگی بھی سکون سے گزرے گی۔ تمہارا ماحول بھی پر امن رہے گا اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بھی بنتے چلے جاؤ گے۔ پس ہمیں ہر ایک کے لیے یہ بات سمجھنے والی ہے۔ اور اگر ہم اس کو سمجھ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں گے۔ ہمارے گھریلو تعلقات بھی صحیح رہیں گے۔ ہمارے معاشرے میں تعلقات بھی صحیح رہیں گے۔ پھر ہماری جو دوسری ذہنی استعدادیں ہیں ان میں بھی بہت بہتری پیدا ہو گی، جِلا پیدا ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے کی طرف ہماری توجہ پیدا ہو گی۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ اس زمانے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق ملی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم اور عدل بنا کر بھیجا اور آپؑ نے قرآن کریم کے چُھپے ہوئے خزانے ہمیں عطا فرمائے اور بے شمار معارف قرآن کریم کے نکال کر ہمارے سامنے رکھے۔ ہماری تعلیم و تربیت کے لیے ہمیں واضح طور پر ان احکامات جن کو ہم بعض اوقات سمجھ نہیں سکتے ان کی بھی تشریح فرما کر ہمارے لیے آسان فرما دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اگر یہ کہا کہ مَیں نے آسان بنایا ہے تو آسان بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف وقتوں میں استاد بھی پیدا کر دیے اور اس زمانے میں علم و عرفان کے دروازے کھولنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا جنہوں نے ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ پس یہ ہماری بدقسمتی ہو گی اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وضاحت کو، معانی کو، قرآن شریف کی تفسیر کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس زمانے میں اپنے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایک نمائندہ بھیج دیا۔ پس اس کو ماننا، اس کی باتوں کو سننا اور تفاسیر جو انہوں نے قرآن کریم کی کی ہیں ان پر غور کرنا، ان پر عمل کرنا اب ہمارا کام ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانے والے ہوں گے۔

اور اس کے علاوہ پھر خلفاء نے بھی تفاسیر کی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر لکھی ہے۔ تقریباً نصف قرآن تو اس میں cover ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور ترجمے اور تفسیریں ہیں۔ تفسیر صغیر ہے وہ بھی کافی وضاحت سے ہے اور یہ ایسی باتیں ہیں، کتابیں ہیں جن میں احکامات واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔ انگریزی میں بھی ان کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ عربی میں بھی ترجمے ہو رہے ہیں۔ اور مختلف زبانوں میں جرمن وغیرہ میں بھی ترجمے ہو رہے ہیں تو اس کی طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دینی چاہیے کہ جہاں ہم رمضان کے مہینے میں قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں اور کوشش کریں کہ ایک دَور ختم کرنا ہے وہاں اس کے معانی پر بھی غور کرنے کے لیے، اس کے مطالب پر غور کرنے کے لیے بھی توجہ دیں اور احکامات تلاش کریں اور ان کو تلاش کر کے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔ صرف قرآن کریم کو پیار کر لینا کافی نہیں ہے۔ صرف سنبھال کر رکھ لینا کافی نہیں ہے۔ صرف ماتھے پر لگا لینا کافی نہیں ہے۔

بچوں کی آمین کے لیے لوگ میرے پاس آتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک فرض تو انہوں نے پورا کر دیا کہ بچوں کو قرآن کریم پڑھا دیا۔ اب اس قرآن کریم کو پڑھنے کا مستقل شوق پیدا کروانا بھی ان کا کام ہے اور وہ تبھی ہو سکتا ہے جب خود ماں باپ بھی اس طرف توجہ دیں۔ وہ خود بھی قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے والے ہوں تا کہ بچے دیکھیں کہ ہمارے ماں باپ تلاوت کر رہے ہیں۔ خود بھی اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے والے ہوں تا کہ انہیں سمجھ آئے کہ کیا احکامات ہیں اور جب بچے سوال کریں تو ان کے جواب بھی دے سکیں۔ بعض بچے چھوٹے چھوٹے سوال کرتے ہیں اور ماں باپ لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ اس کا کیا جواب ہے حالانکہ اگر ترجمہ اور تفسیر تھوڑی سی بھی پڑھی ہو تو خود ماں باپ ہی جواب دے سکتے ہیں اور ان کو کسی مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

پس یہ فرض اب ماں باپ کا بھی ہے کہ آمین کروانے کے بعد ان کی ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے کہ جو اللہ

تعالیٰ کی کتاب، جو ہدایت کی کتاب، جو عرفان کی کتاب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اس کو ہم نے اپنے بچوں کو پڑھا دیا تو اب اس کی محبت بھی ان کے دلوں میں ڈالیں اور وہ محبت تب ہی ہو گی جب ہم خود بھی اس کتاب سے محبت کا اظہار کریں گے۔ پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ ترجمہ پڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر پڑھیں۔ خلفاء کی تفسیر جیسا کہ میں نے کہا ہے بعض ہیں پڑھیں اور سنیں۔ آڈیو بھی آتی ہے۔ ایم ٹی اے پر بھی آتی ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کو اس طرح نہیں پڑھتے تو ہمیں فکر کرنی چاہیے اور ہر ایک کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ کیا صرف احمدی ہو کر ہم نے بیعت کا حق ادا کر دیا ہے یا ابھی اس مقصد کو ہم نے حاصل کرنا ہے جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ ”یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ میں اس وقت اسی ثبوت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“ آپؑ نے فرمایا کہ مَیں اس وقت ثبوت کے لیے بھیجا گیا ہوں ”اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لیے بھیجتا رہا ہے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) یعنی بیشک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 117-116 ایڈیشن 1984ء)

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں جو کچھ ملنا ہے قرآن کریم کی برکت سے ملنا ہے اور ہمیں اس طرف بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 157 ایڈیشن 1984ء)

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم ہی وہ تعلیم ہے جو ہمیں کامیابیوں سے سرفراز کرنے والی ہے اور کامیابیاں ہمیں اسی سے ملیں گی کہ اگر ہم اس کی تعلیم پر عمل کریں گے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کریں گے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال ایک ایسے پھل کی طرح ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور وہ مومن جو قرآن کریم نہیں پڑھتا مگر اس پر عمل کرتا ہے۔ اِدھر اُدھر سے باتیں سن لیں ان پر عمل کر لیا۔ اس کی مثال اس کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے مگر اس کی

خوشبو کوئی نہیں۔ اور ایسے منافق کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس خوشبو دار پودے کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے مگر مزہ کڑوا ہے۔ اور ایسے منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ایسے کڑوے پھل کی طرح ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہے اور جس کی خوشبو بھی کڑوی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاطعمة باب ذکر الطعام حدیث 5427)

پس اس سے وضاحت ہو گئی کہ ہمیں تلاوت قرآن کریم کرنی چاہیے اور اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور جب ہم اس پر عمل کریں گے تو ایسے خوشبو دار پھل کی طرح ہو سکیں گے جس کا مزہ بھی اچھا ہو اور جس کی خوشبو بھی اچھی ہو۔ یہ بڑی خوبصورت مثال ہے۔

پس ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بھی انسان کی فطرت ہے کہ جو مزیدار چیز ہے اور جو خوشبو والی چیز ہوتی ہے، ذائقے والی چیز جو ہوتی ہے جس سے انسان کو لطف آتا ہے اس کو بار بار کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کو بھی ہمیں بار بار پڑھنے اور سمجھنے کی خواہش ہونی چاہیے اور پھر جب ہم یہ کریں گے تو نہ صرف اپنے لیے اس سے فائدہ پا رہے ہوں گے بلکہ اپنے بچوں کو اور اپنے ماحول کو بھی اس سے فائدہ پہنچا رہے ہوں گے۔ پس یہ لوگ ہوتے ہیں جو تقویٰ میں ترقی کرنے والے ہیں۔ جو اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ ہدایت پانے والے ہیں اور پھر وہ دنیا کے لیے نافع الناس وجود بھی ہو جاتے ہیں۔ ان سے دنیا فیض پاتی ہے۔ وہ خود بھی پُرسکون زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور دنیا کو بھی سکون و امن دے رہے ہوتے ہیں۔ ایسے ماں باپ حقیقت میں اپنے بچوں کے حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہمسایوں کے بھی حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں وہ اپنے دنیاوی کاموں میں، اپنے ماحول میں بھی ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ جماعتی نظام میں بھی جماعت کی خدمت کر کے اپنے حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان ہدایات کے مطابق عمل کر رہے ہوتے ہیں جو قرآن کریم نے ان کو دی ہیں۔ وہ عبادت کرنے کے بھی حق ادا کر رہے ہوتے ہیں اور پھر جیسا کہ میں نے کہا جب ایسے ماں باپ بچوں کے سامنے نمونہ بنتے ہیں تو بچے ان کو رول ماڈل سمجھتے ہیں اور بیویاں ان کو اپنے لیے ایک نمونہ سمجھتی ہیں۔ پھر ایسا ماحول گھروں کا پیدا ہوتا ہے جو دیندار اور نیک ماحول ہوتا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ہمیشہ بارش برستی رہتی ہے۔

پس قرآن کریم کی تعلیم پر عمل ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ فرمایا ہے کہ اس سے ہدایت ملے گی اور جب ہدایت ملے گی تو تم لوگ پھر ایک واضح اور ایسا فرق دیکھو گے کہ جس سے تمہاری زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پس اس کو پڑھنے کی طرف، اس کو سمجھنے کی طرف، اس پر عمل کرنے کی طرف ہمیں بہت توجہ کرنی چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اتنی نیکی رکھتا ہے کہ وہ گھر میں باقاعدہ تلاوت تو نہیں کر رہا ہوتا، ترجمہ نہیں پڑھتا۔ اس پر غور تو نہیں کرتا لیکن جب لوگوں سے سنتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگوں سے سنتا ہے۔ قرآن کریم کو درسوں میں سنتا ہے۔ تقریروں میں سنتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کی تشریح یا احکامات اس کو نظام کی طرف سے مختلف وقتوں میں جو دیے جاتے ہیں۔ اس تعلیم کی روشنی میں باتیں بتائی جاتی ہیں تو وہ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ قرآن کریم کے احکامات ہیں تو جب وہ ان

پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مزہ نہیں لیتا جو قرآن کریم پڑھنے کا مزہ ہے لیکن کچھ نہ کچھ حصہ وہ لے رہا ہوتا ہے اس خوشبو سے فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔ لیکن جو دکھاوے کے لیے پڑھتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور جو شخص نہ قرآن پڑھتا ہے، نہ اس پر عمل کرتا ہے تو اس کی زندگی تو پھر منافقت کی انتہا کی زندگی ہے۔ اس کا صرف زبانی دعویٰ ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن اسلام کی تعلیم پر کوئی عمل نہیں کیونکہ اسلام کی تعلیم پر عمل قرآن کریم کا علم حاصل کیے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے احکامات پر غور کیے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔

پس اس بات کو ہمیں بہت اہمیت دینی چاہیے کہ ہم نے قرآن کریم کو پڑھنا ہے۔ اس پر عمل بھی کرنا ہے تا کہ ہم خوشبو حاصل کرنے والے بنیں۔ خوشبو پھیلانے والے بھی بنیں۔ نہ صرف خوشبو حاصل کرنے والے بنیں بلکہ خوشبو پھیلانے والے بھی بنیں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ اہل اللہ ہوتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں اس بات پر ہم نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! خدا کے اہل کون ہوتے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن والے اہل اللہ اور اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں یعنی قرآن کریم پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اہل اللہ ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه ابواب کتاب السنة باب فضل من تعلمه القرآن... حدیث 215)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے مطابق چلتے ہیں، قرآن کریم کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔ میں نے بھی گذشتہ کچھ عرصہ ہوا خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سارے حوالے قرآن کریم کے بارے میں بھی دیے تھے، کچھ خطبات کا سلسلہ تھا، بڑی وضاحت سے وہ باتیں بتائی تھیں جو آپؑ نے ہمیں ارشاد فرمائی ہیں۔ یہاں بھی مَیں مختصراً بیان کر رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر کامیابی حاصل کرنی ہے تو قرآن کریم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور پھر اگر قرآن کریم ہاتھ میں نہیں ہے، قرآن کریم پر عمل نہیں ہے تو پھر باوجود مسلمان ہونے کے کوئی کامیابی نہیں مل سکتی۔ پس ہر احمدی کو اپنی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے لیے یہ نسخہ آزمانا چاہیے جس سے دین بھی سنور جائے اور دنیا بھی حاصل ہو جائے۔

مسلمانوں میں آجکل جو جھگڑے ہیں۔ فساد ہیں۔ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹی جا رہی ہیں۔ الزام تراشیاں کی جا رہی ہیں۔ حکومتیں عوام سے لڑ رہی ہیں عوام حکومتوں سے لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی قتل و غارت ہو رہی ہے۔ بغاوتیں ہو رہی ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ قرآن کریم پر عمل نہیں ہے۔ کہنے کو تو دونوں ہی یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ دونوں کے ہاتھ میں قرآن ہے لیکن دونوں قرآن کریم کی تعلیم سے دور ہیں۔ اگر قرآن کریم پر عمل کرنے والے ہوں تو پھر ایسی باتیں نہ ہوں۔ اس پر عمل کرنے کے لیے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جو نمائندہ بھیجا ہے، جس شخص کو بھیجا ہے اس کو ماننے کو یہ تیار نہیں۔ اگر وہ نہیں مانتے تو پھر ان برکات سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآنِ شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفابخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّی اور شیریں اور خنک اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے کے اور بہت سے امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا۔ تو یہ اس کی کیسی بد قسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہیے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیر اب ہو کر اس کے لطف اور شفابخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔“ زندگی کے آخر تک بعضوں کو پتہ ہی نہیں لگتا کہ قرآن کریم کی کیا برکات ہیں۔ فرمایا کہ ”اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآنِ شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہیے مگر نہیں اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔“ باوجود یہ جاننے کے پھر بھی قرآن کریم کے احکامات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اور فرمایا کہ ”ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ“ یعنی اپنی مثال آپ دے رہے ہیں کہ میں ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ تمہیں بلاتا ہوں ”اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایما سے اس طرف بلاوے تو اسے کذاب اور دجال کہا جاتا ہے۔“ فرمایا کہ ”اس سے بڑھ کر اَور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہو گی۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 182-181 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہیے یہ تھا اور اب بھی ان کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمے کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں اور پھر دیکھیں خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔

کاش! مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اٹھائیں۔ پس یہ وہ چیز ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مسلمانوں میں ساری برائیاں جو پیدا ہو رہی ہیں وہ اس لیے پیدا ہو رہی ہیں کہ وہ مان نہیں رہے اور قرآن کریم پر عمل نہیں کر رہے۔ قرآن کریم تو انہوں نے چھوڑا ہوا ہے۔ صرف نام کا دعویٰ ہے۔ ہاتھ میں صرف پکڑا ہوا ہے۔ عملی طور پر تو اسے چھوڑا ہوا ہے۔ احمدیوں کے لیے انہوں نے قرآن کریم کو بین (ban) کر دیا ہے کہ یہ پڑھ نہیں سکتے۔ پاکستان میں قرآن کریم پر پابندی ہے کہ پڑھ نہیں سکتے۔ خود انہوں نے اس پر عمل نہیں کرنا۔ گو ہمیں کہتے تو یہی ہیں لیکن یہ قرآن کریم کی تعلیم ہمارے دلوں سے نکال نہیں سکتے۔ جتنا چاہے زور لگا لیں اس کی محبت ہمارے دلوں سے

نکال نہیں سکتے۔ پس ہمیں، احمدیوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہیے اور اس قرآن کریم کی تعلیم کو بھولنے اور چھوڑنے کی وجہ سے اور سمجھانے والے کی بات نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کے حالات تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہے ہیں۔ ہر طرف بے چینی ہے، بدامنی کی حالت ہے۔ پس ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے، سوچنا چاہیے اور اگر قرآن کریم کو ہدایت کا سرچشمہ سمجھا ہے تو پھر اس کے حکموں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن کریم کے محرّمات کو عملاً حلال سمجھ لیا اس کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب من قرأ القرآن ... حدیث 2918)

یعنی جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ قرآن کریم کے جو احکامات ہیں ان پر عمل نہ کیا تو ایسا شخص لاکھ کہتا رہے کہ الحمد للہ میں مسلمان ہوں اس کا یہ ایمان صرف کھوکھلا ایمان ہے، صرف دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں اور ایسے لوگ ہیں جو پھر دوسروں کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دور ہٹے ہوتے ہیں ان کا حق مار رہے ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے مثال دی ہے۔ دنیا میں آجکل مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ بادشاہ ہیں، سردار ہیں، مختلف فرقوں کے لوگ ہیں ایک دوسرے سے لڑائیاں کر رہے ہیں۔ مسلمان مسلمانوں کا قتل کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کا قتل ہو رہا ہے۔ کلمہ گو ایک دوسرے کو مار رہا ہے۔ پس اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم کی صحیح ہدایت پائیں اور اس زمانے میں سب سے بڑا فرض احمدیوں کا ہے۔ احمدی مسلمان کا ہے کہ وہ اس پر عمل کریں تاکہ جو غیر اسلامی دنیا ہے ان کے عمل کو دیکھ کر ان کو پتہ لگے کہ حقیقی اسلامی تعلیم کیا ہے اور قرآن کریم کے احکامات کیا ہیں۔ جو امن، سلامتی اور محبت اور پیار کے احکامات ہیں۔ جو معاشرے میں بھائی چارے کے پھیلانے کے احکامات ہیں۔ جو حقوق العباد ادا کرنے کے احکامات ہیں۔ پس اس طرف احمدی مسلمانوں کو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

رمضان کے مہینے میں جو قرآن کریم پڑھیں تو ان چیزوں پر غور کریں اور پھر اس تعلیم کو مستقل پھیلانے کے لیے سارا سال ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن عباس (ترمذی میں ”حضرت علیؓ“ سے مروی ہے۔ جامع الاصول میں ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ“ سے مروی ہے) روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ عنقریب بہت سارے فتنے پیدا ہوں گے۔ دریافت کیا گیا کہ ان فتنوں سے خلاصی کی کیا صورت ہو گی اے جبرئیل! آپؐ نے جبرئیل سے پوچھا اس نے کہا کہ فتنوں سے خلاصی کی صورت کتاب اللہ ہے۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل القرآن حدیث 2906)

(جامع الاصول جلد 8 صفحہ 346 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہمیں اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تب ہی ہم ہدایت بھی پا سکیں گے اور فتنہ اور فساد سے بچ بھی سکیں گے اور ان احکامات کو واضح طور پر سمجھ سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے نازل فرمائے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ قرآن کریم کو ظاہر کر کے پڑھنے والا ظاہری طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور قرآن کریم کو چھپا کر پڑھنے والا خفیہ طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب من قرأ القرآن ... حدیث 2919)

پس ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ صدقہ بلاؤں اور خطرات اور فتنوں کو دور کرتا ہے ان کو ٹالتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الزکوٰۃ عن رسول اللہ باب ما جاء فی فضل الصدقۃ حدیث 664)

تو قرآن کریم کو پڑھنا اور اس طرح پڑھنا کہ سمجھ بھی آ رہی ہو تو یہ صدقہ کے طور پر قبول ہو گا اور اس کی برکات سے پھر تمام فتنوں سے بھی انسان بچا رہے گا۔

پس جبکہ دنیا کو آجکل ہر طرف سے برائیوں نے گھیرا ہوا ہے اور فتنہ اور فساد نے گھیرا ڈالا ہوا ہے ہمیں اس صدقے کو بھی ہمیشہ جاری رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کرتے رہیں۔ ظاہری بھی پڑھیں، چھپ کر بھی پڑھیں اور اپنے آپ کو ان ابتلاؤں اور مشکلات سے بچائیں اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف دو آدمی ایسے ہیں جن کے بارے میں حسد یعنی رشک، ایسا حسد جو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ تعریفی رنگ میں ہو وہ جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا کیا اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتا ہے اور پھر رشک کرنے والا کہتا ہے کاش! مجھے بھی ایسی ہی چیز دی جاتی جو اسے دی گئی ہے تو میں بھی ایسا ہی کرتا جیسا یہ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو جس کو وہ وہاں خرچ کرتا ہے جہاں خرچ کرنے کا حق ہے اور اس پر رشک کرنے والا کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی ایسی ہی چیز دی جاتی جو اسے دی گئی ہے تو میں بھی ویسا ہی کرتا یعنی اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب اغتباط صاحب القرآن ... حدیث 5026)

اب قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں بھی کچھ آداب ہیں، رشک کرنے والے جو ہیں قرآن کریم پڑھنے والا جب رشک کرتا ہے تو صرف پڑھنے والا عمل نہیں کرتا بلکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ شخص جو کچھ پڑھ رہا ہے اس پر عمل بھی کر رہا ہو گا۔ اور پھر جو دوسرا سننے والا ہے اس کو اسی بات پر رشک آتا ہے کہ کاش میں بھی اس کو، قرآن کریم کو اس طرح سمجھتا اور پھر اس پر عمل کرنے والا ہوتا۔

اسی طرح جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے مال کے بارے میں، اس بارے میں بھی ضمناً ذکر کر دوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چندوں کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قرآن کریم میں ہی فرمایا ہے کہ مالی قربانیاں کرو۔ یہ ضروری ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لوگ رشک کرتے ہیں جو مالی قربانی کرنے والا ہے۔ تو یہ بھی بہت اہم چیز ہے۔ جب ہم غور سے قرآن کریم پڑھیں تو وہاں سے پھر یہ سوال جو بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں مالی قربانیوں کے لیے کیوں کہا جاتا ہے؟ ان کے سوالوں کا جواب بھی ان کو مل جائے گا کہ کیوں کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم خوش

الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب التفریع باب استحباب الترتیل ... حدیث 1469)

تو خوش الحانی سے پڑھنا اور سنوار کے پڑھنا، آہستہ آہستہ پڑھنا، سمجھ کے پڑھنا یہ بھی ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے۔“ سنوار کے پڑھنے کی وضاحت یہ ہے کہ جب دعا کا مقام آوے تو دعا کرے۔ ”اور خود بھی خدا تعالیٰ سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔“ قرآن کریم میں دعائیں آتی ہیں تو ان موقعوں پر دعا کرے اور قرآن شریف میں بہت ساری دعائیں ہیں انبیاء نے ہی مانگی ہیں تو ان دعاؤں میں وہاں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا گیا ہے فرمایا کہ انسان خود بھی کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ دے اور فرمایا کہ ”اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے ان بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 266-265 ایڈیشن 1984ء)

قوموں کی تباہیوں کا ذکر ہے کہ ان میں کیا کیا بداعمالیاں تھیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا۔ جب ایسا مقام آئے تو انسان ان سے استغفار بھی کرے اور بچنے کی کوشش بھی کرے۔ جب ہم یہ کریں گے تو بہت ساری برائیوں سے ہم خود بخود ہی بچتے چلے جائیں گے۔

آجکل اس مغربی ماحول میں اس کے زیر اثر ہمارے ذہنوں پر بھی غلط قسم کی باتیں طاری ہو جاتی ہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ غلط قسم کی باتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ جب ہم قرآن کریم کو پڑھیں گے اور استغفار کریں گے اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کریں گے تو ہماری زندگیاں سنور جائیں گی۔ ہم ان برائیوں سے بچنے والے ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث قوم تباہ ہوئی تھی۔

آپؑ پھر فرماتے ہیں کہ ”بلا مدد وحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو وہ محدثات میں داخل ہو گی۔ رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگاوے۔“ جو لوگ کہتے ہیں کیا وظیفہ پڑھنا ہے؟ فلاں وظیفہ پڑھیں۔ وظیفہ بتادیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ قرآن کریم پڑھو اور اس پر غور کرو۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا دعا کریں اور کیا وظیفہ کریں؟ پس آپ کا تو یہی ارشاد ہے کہ قرآن کریم پہ ہی تدبر کرو اور غور کرو اور پھر تم بہت ساری برائیوں سے اور باتوں سے، تکالیف سے بچ جاؤ گے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کا علم حاصل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پتہ لگ جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو نازل فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص وحی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی رائے ہے تو وہ غلط بھی ہو سکتی ہے جھوٹی بھی ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ انسان کتنی مرضی عقل کی باتیں کرتا رہے۔ بعض باتیں انسان عقل کی بھی کرتا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم سے وہ مطابقت بھی رکھتی ہیں لیکن عملاً کیونکہ وہ وحی کے طور پر نہیں آئیں اس لیے ان کی وضاحت اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح قرآن کریم نے کی ہے تو پھر وہ جھوٹی ٹھہرتی ہیں، وہ غلط راستوں پر چلانے

والی ہو جاتی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر ایک اَور قسم کا چنتا ہے۔

پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے ورنہ پھر سوال ہو گا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی؟ جو قرآن کریم کے احکامات ہیں ان پر عمل کرو۔ نئی نئی بدعات پیدا نہ کرو۔ قرآن کریم کے حکموں کے ساتھ نئی نئی باتیں نہ جوڑو۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کس کی طاقت ہے کہ کہے فلاں راہ سے اگر سورۃ یٰسین پڑھو گے تو برکت ہو گی ورنہ نہیں۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 266 ایڈیشن 1984ء)

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں سورت اس طرح پڑھو گے تو برکت ہو گی۔ فلاں وقت میں پڑھو گے تو برکت ہو گی۔ اس طرح پڑھو گے تو نہیں ہو گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس طرح بھی پڑھو گے، سمجھ کر پڑھو گے، اس پر عمل کرنے کے لیے پڑھو گے، نیک نیت سے ہو کے پڑھو گے تو برکت ہی برکت ہے۔

پس ہمیں یہ جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم اس طرح پڑھتے ہیں۔ کتنے حکم ہیں جن پر عمل کرتے ہیں۔ کتنی دعائیں ہیں جب دعائیں آ رہی ہوں تو ہم ان کو اپنے لیے مانگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کتنی برائیاں ہیں جن سے بچنے کا جب ان کو حکم ہوتا ہے یا ذکر آتا ہے تو ان سے بچنے کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ پس اگر ہم اس طرح کریں تو تب ہی ہم قرآن کریم کی حقیقی تعلیم سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے۔“

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 345)

آپؑ نے فرمایا ”قرآنِ شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 122 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے فرمایا۔ یہ فخر قرآنِ مجید کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کو دور کرنے کا طریق بھی بتا دیا ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے مطابق رکھنے کی کوشش کرو۔ اور قرآن کریم کو پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ”قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو۔ مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر خدا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں

کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھ لو۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کر لو۔ قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 58-57 ایڈیشن 2022ء)

پس یہ وہ باتیں ہیں جن پر ایک مومن کو عمل کرنا چاہیے اور جب ہم اس طرح عمل کریں گے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کی تعلیمات سے فیض اٹھانے والے ہوں گے اور اپنی زندگیوں کو سنوارنے والے بنیں گے اپنی نسلوں کو سنوارنے والے بنیں گے اور جب یہ ہو گا تو پھر ہم اس مقصد کو حاصل کرنے والے بھی بن جائیں گے جو ہماری پیدائش کا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اور ہماری زندگیاں کامیاب ہوں گی، ہماری نسلیں بھی کامیابی سے گزریں گی۔

پس ان دنوں میں، رمضان کے دنوں میں خاص طور پر جب ہم قرآن کریم کی طرف توجہ دے رہے ہیں تو ساتھ ساتھ یہ بھی عہد کریں کہ ہم یہ توجہ ہمیشہ قائم رکھیں گے اور ہمیشہ قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ رکھیں گے۔ اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ رکھیں گے اور اپنے بچوں کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین کریں گے۔ نہ صرف یہ کہ ایک دفعہ آمین کرائی اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو گیا۔ نہیں بلکہ اب قرآن کریم ہمارے لیے ایک ایسی کتاب ہو گی جو ہماری ہدایت کا ذریعہ ہے اور ہمیں ہمیشہ صحیح راستوں پر اور تقویٰ پر چلانے کے لیے ایک کامل لائحہ عمل ہے اور جب یہ ہو گا تو پھر ہماری زندگیاں ہمیشہ کامیاب رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم اس رمضان میں جہاں اس کی تلاوت کریں وہاں اس کو سمجھنے کی بھی کوشش کریں اور اس پر عمل کرنے کا عہد کریں اور آئندہ بھی اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور سارا سال اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ اپریل 2025ء جلد 32 شمارہ 80 صفحہ 02 تا 08)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 21 / مارچ 2025ء بمطابق 21 / امان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پرسوں 23 مارچ ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں 23 مارچ کا دن بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ 23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کے آغاز سے جماعت کی بنیاد ڈالی تھی۔

آپؑ کی بعثت عین اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق تھی۔ اس وقت اسلام کی کشتی بڑی ڈانواں ڈول تھی، گو اب بھی مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہی ہے بلکہ سیاسی اور دنیاوی لحاظ سے بھی بہت بری حالت ہے باوجود اس کے کہ بہت سے مسلمان ممالک دولت سے مالامال ہیں، تیل کی دولت ہے ان کے پاس لیکن ان کی جو اہمیت ہے، جو وقار ہے وہ بالکل ضائع ہو چکا ہے۔ بہرحال اس وقت جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت لی اس وقت اسلام کی جو حالت تھی اس پر آپ کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔ بڑا درد تھا آپ کے دل میں۔ اسلام پر تابڑ توڑ حملے غیر مذاہب کی طرف سے ہو رہے تھے خاص طور پر عیسائیت کی طرف سے لیکن ان کا کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ مسلمان علماء بھی اس وقت سہمے رہتے تھے بلکہ یہ حالت ہو گئی تھی کہ بہت سے مسلمان اسلام چھوڑ کر لاکھوں کی تعداد میں عیسائیت کی گود میں گر رہے تھے۔ اس وقت جب مسلمانوں کی یہ حالت تھی اور اسلام پر اس طرح حملے ہو رہے تھے تو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہوئے اور اسلام کے دفاع کے لیے ایک جری اللہ کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔

آپ علیہ السلام نے تمام مذاہب جو اس وقت ہندوستان میں موجود تھے آریہ سماج، برہمو سماج، عیسائیت یا دوسرے مذاہب یا لامذہب لوگ جو بھی اس وقت اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے خوفناک حملے کر رہے تھے تو اس درد کی وجہ سے ان کے جواب میں آپ نے بیعت لینے سے پہلے ہی ایک معرکہ آرا کتاب لکھی، بلکہ کتب لکھیں جو براہین احمدیہ کے نام سے معروف ہیں اور بڑی مشہور ہیں۔ شروع میں آپ نے اس کی چار جلدیں لکھی تھیں۔ اس میں آپ نے دشمنوں کے، مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب دیے۔ یہ کتابیں جو آپ نے لکھیں اس کا پہلا حصہ 1880ء میں، پھر 1882ء میں، پھر 1884ء میں لکھا اور آپؑ نے اس میں قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے اور بے نظیر کتاب ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور صادق اور آخری نبی ہونے کے ناقابلِ تردید دلائل بیان فرمائے اور آپ نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں جو دلائل دے رہا ہوں ان دلائل کو جو ردّ کرے گا اس کے لیے چیلنج ہے بلکہ آپ

نے یہاں تک فرمایا کہ اگر اس کا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ بھی کوئی ان کو ردّ کرنے کے لیے دلیل دے دے جو میں دلائل دے رہا ہوں تو میں دس ہزار روپے انعام دوں گا۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 24 تا 28)

جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ بہرحال جب آپ نے یہ اعلان کیا اور اس طرح کتابیں شائع کیں تو اس وقت پھر مسلمانوں کو کچھ حوصلہ ہوا کہ ہاں اسلام ایک مضبوط مذہب ہے اور آخری مذہب ہے اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں فکر کرنے کی اور لوگوں سے ڈرنے کی۔ اور اس وقت آپ کی لوگوں نے اور اس زمانے کے علماء نے بھی بڑی تعریف کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کی اس خدمت کی وجہ سے بعض لوگوں نے آپ سے یہ بھی کہا کہ آپ ہم سے بیعت لیں لیکن آپ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا اس لیے آپ نے اس وقت بیعت نہیں لی اور جب اللہ کا حکم ہوا تو پھر آپؑ نے بیعت لی اور یوں مخلصین کی جماعت کا آغاز ہوا اور پھر بعد میں آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بھی اعلان کر دو کہ تم مسیح موعود اور مہدی معہود ہو۔ بہرحال بیعت سے پہلے آپؑ نے ایک اعلان شائع فرمایا تھا دسمبر 1888ء میں تبلیغ کے نام سے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ ”میں اس جگہ ایک اَور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راز سیکھنے کے لیے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لیے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لیے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لیے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لیے بدل و جان طیار ہوں گے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔“

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 470)

یعنی جب تُو نے اس خدمت کے لیے قصد کر لیا تو خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے رو برو اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ہو گا جو ان کے ہاتھ پر ہو گا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے نشانات بھی دکھائے۔ ارضی بھی سماوی بھی جن میں آسمانی نشانوں میں ایک نشان کسوف و خسوف کا آسمانی نشان تھا جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ میرے مہدی کی آمد کا خاص نشان ہے جو رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں پر لگنا تھا۔

(سنن الدار قطنی کتاب العیدین باب صفة الصلوٰة والخسوف والکسوف حدیث 1795 مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

اور جو 1894ء میں مشرق میں اور 1895ء میں مغرب میں لگا۔ اور بہت سارے سعید فطرت لوگوں نے اس نشان کو دیکھ کر آپ کو قبول کیا۔ ضمناً یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس رمضان میں بھی چاند گرہن اور

سورج گرہن لگا ہے۔ چاند گرہن لگ چکا ہے اور سورج گرہن لگنا ہے اور انہی تاریخوں کو لگنا ہے اور آئندہ بھی ہو سکتا ہے کہ لگتا رہے لیکن جو چاند سورج گرہن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں لگا اور آپؑ کے دعوے کے بعد لگا اس کی اپنی اہمیت ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے ایک فرقان اور نشان مانگا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے نشان دکھلایا۔

بعض احمدی ان دنوں میں جو چاند اور سورج گرہن لگ رہا ہے اسے بھی نشان بتاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بہر حال اگر نشان سمجھنا بھی ہے تو یہ اسی کا ایک تسلسل ہے جو اَب جاری ہے جس کا دعویٰ ایک سو پینتیس چھتیس سال پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن یہ واضح کر دوں کہ آپ کے زمانے کا گرہن مشرق و مغرب میں لگا تھا اور اس سال لگنے والا گرہن زیادہ تر مغرب میں لگ رہا ہے اس لیے ہم اس زمانے کے گرہن کو اس وقت کے گرہن کے برابر اہمیت بہر حال نہیں دے سکتے اور یہ لگ بھی تھوڑے حصہ میں رہا ہے یعنی کہ سورج کا پچیس تیس فیصد حصہ cover ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تو پچہتر سے سو فیصد حصہ تک یہ گرہن لگا تھا بلکہ جب شروع ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب دکھایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو دیکھ لیا ہے لیکن مخالفین اس کو دیکھ کر کوئی اثر نہیں لیں گے لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ بڑھنا شروع ہوا اور سورج گرہن لگ گیا۔ بہر حال ضمناً میں نے یہ ذکر کر دیا ہے۔

آپؑ نے 12 جنوری 1889ء کو پھر تکمیلِ تبلیغ کے نام سے ایک اعلان شائع فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت رکھیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں دس شرائط بیعت ہیں۔ ایک احمدی ہونے کے لیے ان پر عمل کرنا اور ان کو بدل و جان قبول کرنا ضروری ہے۔ جس میں آپؑ نے یہ ہدایت فرمائی اور بیعت کرنے والے کو یہ کہا کہ وہ یہ عہد کرے کہ شرک سے تا زندگی اجتناب کروں گا۔ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے ذریعوں سے بچتا رہوں گا۔ نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوں گا جیسا بھی جذبہ پیش آئے۔ پھر یہ بھی آپؑ نے فرمایا کہ نمازوں کی طرف پوری توجہ دوں گا اور اللہ اور رسول کے حکموں کے مطابق حتی الوسع ان کو سنوار کر پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ تہجد پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ گناہوں کی معافی مانگوں گا۔ استغفار کروں گا۔ کوئی ایسا جوش نہیں دکھاؤں گا جس سے بنی نوع انسان کو ناجائز تکلیف پہنچے نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور ہر حالت میں مَیں خدا تعالیٰ کی وفاداری رکھوں گا اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہو گی اس پر راضی رہوں گا۔ پھر یہ بھی کہ قرآن کریم کی حکومت اپنے اوپر وارد کروں گا یعنی قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور ان کو تلاش کر کے ان پر عمل کروں گا اور جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان سے رکوں گا اور یہ میرا دستور العمل ہو گا کہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل کروں۔ پھر عاجزی ہے۔ فروتنی ہے۔ مسکینی ہے۔ حلیمی ہے اس کو اختیار کروں گا اور تکبر اور نخوت سے بچوں گا اور دین کی عزت اور ہمدردی اپنے مال جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔ بنی نوع انسان کو ہمیشہ فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں گا جتنی میری صلاحیتیں ہیں، میری طاقت ہے۔ پھر یہ بھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو بیعت کا اقرار کیا ہے اس کو مرتے دم تک قائم رکھوں گا اور آپؑ کی ہر معروف بات کی پیروی کروں گا یعنی جو بھی شریعت کے مطابق آپ حکم دے رہے ہیں اور شریعت کے بغیر تو آپؑ حکم دے بھی نہیں

سکتے ان کی ہمیشہ پابندی کروں گا کیونکہ آپؐ تو آئے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لیے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا تعلق رکھوں گا جو کسی دنیاوی رشتے میں نہیں پایا جاتا۔

(ماخوذ ازازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564-563)

پس یہ خلاصہ ہے ان شرائطِ بیعت کا جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ اور اس پر بہت سارے مخلصین نے بیعت کی اور آج تک ہم انہی شرائط پر بیعت کر رہے ہیں اور جو میں نے بیان کیا اس کو ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم ان سب باتوں پر عمل کر رہے ہیں؟

یہ یاددہانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں مخلصین کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو اس پر عمل بھی کرتی ہے اور پھر جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اور اس بات پر تیار رہتی ہے کہ ہم دین کی عظمت کو قائم کریں اور اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کریں اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں فرمایا اسی طرح ہم تبلیغ اسلام سرانجام دینے کی کوشش کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو اپنی انتہا تک پہنچائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا حال جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں تھا اس کا نقشہ آپؑ کے ایک اقتباس میں یوں ملتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے۔“ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”(ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لیے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرارِ افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضے کے بغیر کسی قسم کا، کسی نیکی کا دعویٰ کرتا ہے ”وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اِس کو دی گئی ہے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119-118)

اور اس طرح آپ نے بے شمار جگہوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ آپؑ نے فرمایا ”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے

تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔"

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

پس یہ وہ باتیں تھیں، یہ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو اس کام کے لیے مبعوث فرمایا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اب آپ ہی ہیں جو اپنا کردار ادا کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرمایا کہ اب اس عشق و محبت کی وجہ سے مَیں تمہیں یہ مقام بھی دیتا ہوں کہ تم مسیح موعود اور مہدی معہود ہو۔ اور اس کا اعلان کر دو۔ اور اس آخری زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا جو وعدہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پورا کرتا ہوں اور تمہارے سپرد یہ کام کرتا ہوں۔ پس یہ کام تھے جن کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور آپؑ نے پھر ان کا حق بھی خوب ادا کیا۔ آپؑ نے جماعت کو نصیحت کی اور فرمایا کہ جب تم نے میری بیعت کر لی ہے تو پھر یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ساتھ صحابہ جیسے لوگ ہوں گے۔ پس جب یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو پھر جو میری بیعت میں آئے ہیں، جنہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن کریں گے اور اسلام کا نام روشن کریں گے اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں گے تو پھر انہیں صحابہ کا وہ رنگ بھی اختیار کرنا ہو گا۔ آپؑ اس کی تفصیل میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لیے کیا کیا جانثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کیے۔ جانیں دیں لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جانثار بنا دیا وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی اس لیے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لیے خون بہا دینا اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔" یہ ایسا وفا کا ایک جذبہ تھا جو انہوں نے دکھایا کہ ہمیں اس کی مثال کوئی نہیں ملتی۔ آپؑ فرماتے ہیں "یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا ہے اور ان میں جو باہمی الفت اور محبت تھی اس کا نقشہ" قرآن کریم نے "دو فقروں میں بیان فرمایا ہے۔ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (الانفال:64)

"یعنی جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی، خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔" یہ محبت اور پیار جو اللہ تعالیٰ نے ان میں پیدا کیا اگر تم بے شمار مال بھی خرچ کر دیتے تو وہ محبت اور پیار پیدا نہ کر سکتے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا محبت اور پیار ہے اس لیے کہ ان میں اخلاص تھا۔ وفا تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خاطر اپنی جان نثار کرنے پر تیار تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "اب ایک اَور جماعت مسیح موعودؑ کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔"

پس یہ نمونہ آپؑ نے ہمارے سامنے قائم فرمایا اور اس نمونے پر چلتے ہوئے مسیح موعود کی اگر بیعت کی ہے تو پھر مسیح موعود نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو پورا کرنے کے لیے آنا تھا اس لیے آپؑ نے فرمایا کہ یہ جماعت جو ہے اس نے صحابہ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ "صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔" آپؑ فرماتے ہیں "کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟" پوچھ رہے ہیں ہم سے۔ کیا ہم

ایسے ہیں۔ فرمایا کہ ”جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔“ فرماتے ہیں کہ ”حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا ایک دفعہ جب راہ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کُل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں...“ پس یہ وہ جذبہ تھا جو ان لوگوں نے دکھایا۔ جس کا ایک نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ملتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے لیے تو یہی لکھا ہے۔“ چاہے عملاً شہید ہوئے یا نہیں۔ خون بہایا ہے یا نہیں لیکن جو قربانیاں ہیں وہی شہادت کا رتبہ دینے والی ہیں۔ یہی لکھا ہے ”کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے“ وہ تیار تھے ہر وقت تلواروں کے نیچے۔ ”لیکن ہمارے لیے تو اتنی سختی نہیں کیونکہ یَضَعُ الْحَرْبُ ہمارے لیے آیا ہے یعنی مہدی کے وقت لڑائی نہیں ہو گی۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 43-42 ایڈیشن 1984ء)

جنگیں نہیں ہوں گی۔

پس ہمارے لیے تو اللہ تعالیٰ نے قربانی کا جو تھوڑا بہت موقع دیا ہے اس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس کے لیے اپنی جان، مال، وقت قربان کرنے کا جو عہد ہے اس کو پورا کرنا چاہیے اور عہدِ بیعت میں جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سب سے زیادہ محبت کروں گا کا اظہار کیا ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں تو پھر ہمیں اس پر عمل کا اظہار بھی کرنا ہو گا۔

پھر آپ نے جماعت کو بہت ساری نصائح فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر میری بیعت کی ہے تو پھر بیعت کا حق ادا کرنے کے لیے مجھے یہ چاہیے۔ اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو پھر مجھے یہ چاہیے۔ کیا چاہیے؟ فرمایا: قرآن کریم پڑھو مگر قصے کے طور پر نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 155 ایڈیشن 1984ء)

بیعت کا اگر حق ادا کرنا ہے تو پھر پہلی شرط یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھو مگر قصے کے طور پر نہیں، کہانیوں کے طور پر نہیں۔ ان کو سمجھ کر پڑھو۔ گذشتہ خطبہ میں میں نے قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور ارشادات بھی بیان کیے تھے۔ ان کی تفصیل میں ایک جگہ لوگوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ دیکھو کہ لوگ کیسی قرآن خوانی خوش الحانی سے اور عمدہ قراءت سے پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں گزرتا۔ بڑی اچھی قراءت ہے لیکن یہ جو سمجھ آنے والی بات ہے وہ ان کو نہیں آتی۔ پڑھ لیا بڑا اچھا کیا لیکن معنی کوئی نہیں پتا۔ مطلب نہیں پتا۔ ہاں گلے سے آوازیں ضرور اچھی نکال لیتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ قرآن کریم جس کا دوسرا نام ذکر ہے اس ابتدائی زمانہ میں انسان کے اندر چھپی ہوئی اور فراموش ہوئی ہوئی صداقتوں اور ودیعتوں کو یاد دلانے کے لیے آیا ہے۔

صداقتوں کو یاد دلانے کے لیے قرآن شریف آیا ہے ہر زمانے میں۔ اس زمانے میں بھی اور اس زمانے میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ واثقہ کی رو سے اس زمانے میں بھی آسمان سے ایک معلم آیا ہے کہ اِنَّا لَهٗ

لَحٰفِظُوْنَ معلم آیا ہے اور خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اور جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ۔ کا مصداق اور موعود ہے۔ وہ وہی ہے جو تمہارے درمیان بول رہا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ میں پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ آپؐ نے اس زمانے ہی کی بابت خبر دی تھی کہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اب ہمارے مخالف، فرمایا ہمارے مخالف، نہیں نہیں، اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی قدر نہ کرنے والے، صرف ہمارے مخالف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی قدر نہ کرنے والے بلکہ وہ لوگ جو بالکل ہی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا انکار کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر دھیان نہ دینے والے ہیں یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن آتا ہے لیکن عمل کوئی نہیں۔ فرمایا افسوس تو یہ ہے کہ اگر کوئی ناصح مشفق بن کر سمجھانا چاہے تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر کوئی نصیحت کرنے والا، ان سے شفقت کرنے والا، ان کا خیال رکھنے والا سمجھانا چاہے تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بیشک کوشش اگر نہیں کرنی تو نہ کریں مگر اتنا تو کریں کہ اس کی بات ہی ذرا سن لیں۔ مخالفت ہی بلاوجہ نہ کرتے چلے جائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں لیکن کیوں سنیں۔ یہ تو مجبوری ہے ان کی کہ وہ سن بھی نہیں سکتے کیونکہ گوش شنوا بھی تو رکھیں۔ سننے کی طاقت بھی تو ہو، ان کے کان بھی تو ہوں سننے والے تبھی سن سکتے ہیں۔ صبر اور حسنِ ظن سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہی فرماتا ہے کہ صبر اور حسنِ ظن سے کام لو لیکن یہ تو اس سے کام لینا ہی نہیں چاہتے۔ یہ تو صرف مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ فضل کے ساتھ زمین کی طرف توجہ نہ کرتا تو اسلام بھی اس زمانے میں مثل دوسرے مذہبوں کے مردہ اور ایک قصہ کہانی سمجھا جاتا۔ فرمایا کہ کوئی مردہ مذہب کسی دوسرے کو زندگی نہیں دے سکتا لیکن اسلام اس وقت زندگی دینے کو تیار ہے لیکن چونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی کام بغیر اسباب کے نہیں کرتا ہاں یہ امر جدا ہے کہ وہ اسباب ہم کو دکھائی دیں یا نہ دیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ذریعہ استعمال کرتا ہے چاہے وہ نظر آئیں یا نہ آئیں لیکن اس میں کوئی کلام نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسباب ضرور ہوتے ہیں۔ اسی طرح آسمان سے انوار اترتے ہیں جو زمین پر پہنچ کر اسباب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے جو نور اتارتا ہے وہ مختلف شکلوں میں مختلف ذریعے بن جاتے ہیں، اس کام کے کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو تاریکی اور گمراہی میں مبتلا پایا اور ہر طرف سے ضلالت اور ظلمت کی گھنگھور گھٹا دنیا پر چھا گئی تو اس وقت اس تاریکی کو دور کرنے اور ضلالت کو ہدایت اور سعادت میں تبدیل کرنے کے لیے ایک سراج منیر فاران کی چوٹیوں پر چمکا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو فرمایا کہ میں تو اس زمانے میں اس لیے آیا ہوں کہ وہ نور جو چمکا تھا اس نور کو ایک زمانے کے گزرنے اور علماء کے عمل نے، لوگوں کے عمل نے، مسلمانوں کے عمل نے ماند کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ماند تو کبھی نہیں ہوا ہاں نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ دنیا کو بتاؤں کہ یہ نور تو ابھی چمک رہا ہے اس کو کس طرح دیکھنا ہے وہ تم دیکھو، میری آنکھ سے دیکھو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ بنایا ہے آپ نے فرمایا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں چاہے تو مجھے قبول کرو چاہے نہ کرو۔ یہ تمہاری مرضی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور مجھے اس پر کامل یقین ہے اور میرے ماننے والوں کو بھی اس پر کامل یقین ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس زمانے میں بھیجا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 98-97 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے فرمایا۔ اسلام کی مخالفت کے دور میں ”خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلہ قائم کیا جائے گا وہ مسیح موعود ہی کا سلسلہ ہو گا۔“ ان کا توڑ کرنے کے لیے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے جو سلسلہ قائم ہو گا وہ مسیح موعود کا سلسلہ ہو گا ”اور اسی لیے احادیث میں مسیح موعود کا نام خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کاسر الصلیب رکھا ہے کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ ہر ایک مجدد فتن موجودہ کی اصلاح کے لیے آتا ہے۔ اب اس وقت خدا کے لیے سوچو تو کیا معلوم نہ ہو گا کہ صلیبی نجات کی تائید میں قلم اور زبان سے وہ کام لیا گیا ہے کہ اگر صفحات عالم کو ٹٹولا جائے تو باطل پرستی کی تائید میں یہ سرگرمی اَور زمانہ میں ثابت نہ ہو گی۔“ کسی دوسرے زمانے میں ثابت نہیں ہوتی۔ ”اور جبکہ صلیبی فتنہ کے حامیوں کی تحریریں اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ چکی ہیں۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 206-205 ایڈیشن 1984ء)

ہر طرف عیسائیت کا زور ہے، اُس زمانے میں بہت زیادہ تھا جیسا کہ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے کہ عیسائیت کی تبلیغ دنیا میں ہر جگہ پھیل رہی تھی اور مسلمان بھی عیسائیوں کی گود میں جا رہے تھے۔ پہلے کبھی اتنی شدت سے اس طرح یہ تبلیغ نہیں ہوئی تھی جس طرح اس وقت ہو رہی تھی۔ تو اس کے ردّ کے لیے مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”توحید حقیقی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت، عزت اور حقانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زور کی راہ سے حملے کیے گئے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کاسر الصلیب کو نازل کرے؟“ اب گو تقاضا تو یہی تھا کہ اس زمانے میں جو حالت تھی اللہ کے وعدہ کے مطابق کاسر صلیب نازل ہونا چاہیے تھا۔ اس زمانے میں آجکل جس میں سے ہم گزر رہے ہیں گو عیسائیت کا وہ زور نہیں رہا لیکن یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور عزت اور حقانیت پر حملے بہرحال کیے جا رہے ہیں اور قرآن کریم پر حملے بھی کیے جاتے ہیں اور آجکل ہر جگہ مختلف قسم کے لوگ جو ہیں نازیبا حرکات بھی کرتے ہیں۔ دریدہ دہنی بھی کرتے ہیں چاہے وہ دہریہ ہیں، لامذہب ہیں، اسلام کے مخالف ہیں چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں اس میں سارے پیش پیش ہیں۔ اور آج بھی یہ مسیح موعود کی جماعت کا ہی کام ہے کہ ان لوگوں کا سر کچلیں۔ ان کو مدلل جواب دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عفت اور حقانیت کو دنیا پر ظاہر کریں اور قرآن کریم کی حفاظت کا بھرپور کردار ادا کریں۔

آپؑ فرماتے ہیں ”کیا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔“ اللہ نے وعدہ فرمایا کہ میں نے قرآن کریم اتارا اور میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ وعدے کا سچا ہے۔ ”اس نے اپنے وعدہ کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں چاہو تو قبول کرو

چاہو تو رد کرو مگر تمہارے رد کرنے سے کچھ نہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے براہین میں فرما دیا ہے صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 206 ایڈیشن 1984ء)

کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہا تھا وہ سچ کہا تھا اور یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔

پس یہ لازمی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت دنیا میں پھیلے گی۔ پھیلنی تھی اور پھیلے گی کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے لیے آئے ہیں جو آخری دین ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس نے دنیا میں پھیلنا ہے چاہے اپنے مخالفت کریں یا غیر مخالفت کریں۔ ان کی مخالفت آخر کار ناکام و نامراد ہو جائے گی۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ کیوں آیا ہے؟ بہت سارے مسلمان اعتراض کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم خود ہی بتاؤ کہ مسلمانوں کے جو اعمال تھے وہ اس کا تقاضا نہیں کرتے کہ کوئی مصلح ہونا چاہیے۔ مولوی بڑا شور مچاتے ہیں کہ کیوں آیا؟ اپنے اعمال تو دیکھو۔ اعمال تمہارے خود ہی تقاضا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل میں ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ "اگر مسلمان کہلانے والوں کے اعمال اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے۔" آپ نے فرمایا کہ "یہ لوگ سمجھتے نہیں" اور کہتے ہیں "کہ ہم میں کون سی بات اسلام کے خلاف ہے۔ ہم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں مگر" آپ نے فرمایا کہ "میں کہتا ہوں کہ ان کے تمام اعمال، اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں۔" ایک shell ہے "جن میں مغز نہیں ہے۔ ورنہ اگر یہ اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟"

اللہ تعالیٰ کا تو وعدہ ہے کہ میں صالح اعمال کے نتائج پیدا کرتا ہوں تو یہ کیوں نہیں ہو رہا؟ کیا مسلمانوں کی حالت جو ناگفتہ بہ حالت ہے اس زمانے میں یہ ظاہر نہیں کرتی، یہ بتاتی نہیں کہ کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہیں، کچھ نہ کچھ کمیاں ہیں، کوئی نہ کوئی سقم ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے نہیں ہو رہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "اعمال صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور ملاوٹ سے پاک ہوں لیکن ان میں یہ باتیں کہاں ہیں؟"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 343 ایڈیشن 1984ء)

دعوے تو کر رہے ہیں کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں لیکن یہ تقویٰ تو کوئی نہیں۔ خود ہی اپنا جائزہ لے لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ باتیں ان میں موجود ہیں برائیاں ان میں موجود ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ حالاتِ زمانہ کسی مصلح کو چاہتے ہیں اور خود آجکل ان کا یہ نعرہ بھی ہے۔ یہ نعرہ بعض لوگوں کی طرف سے آجکل بھی لگاتے ہیں کہ کوئی مصلح ہونا چاہیے۔ جو مسلمانوں کا حال ہے ان کی اصلاح کے لیے کوئی آنا چاہیے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کو ماننا نہیں چاہتے۔ چنانچہ آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ یہ عیسائی جس طرح حملے کر رہے ہیں یا غیر مذاہب والے حملے کر رہے ہیں یا دہریہ حملے کر رہے ہیں اور مسلمان خود ان کے حملوں کی زد میں آ رہے ہیں، خود دین سے ہٹ رہے ہیں یہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ

کوئی مصلح ہو جو ان کو صحیح راستے پر چلائے اور وہ مصلح اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مجھے بنا کر بھیجا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو تو چاہیے تھا کہ ایسے حالات میں کوئی دلیل بھی اگر ہمارے پاس نہیں ہوتی تب بھی دیوانہ وار تلاش کرتے کہ مسیح اب تک کیوں نہیں آیا۔ کوئی دلیل بھی اگر میں نہ دیتا تب بھی ان کو خود تلاش کرنا چاہیے تھا زمانے کی حالت دیکھ کے۔ ان کو یہ نہ چاہیے تھا کہ اپنے جھگڑوں کے لیے بلاتے کیونکہ اس کا کام کسر صلیب ہے۔ مسیح نے جب آنا تھا تو اس نے عیسائیت کا ردّ کرنا تھا۔ اس نے دہریوں کا ردّ کرنا تھا۔ اس نے لامذہبوں کا ردّ کرنا تھا اور اسی کی زمانے کو ضرورت ہے۔ اُس وقت بھی جب آپ نے دعویٰ کیا اور آج بھی یہی ضرورت ہے۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا کہ آنے والے کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے۔ اگر ملانوں کو بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہبودی منظور ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کرتے جیسا ہم سے کر رہے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیے تھا کہ انہوں نے ہمارے خلاف فتویٰ لکھ کر کیا بنا لیا ہے۔ جسے خدا نے کہا ہو کہ ہو جائے اسے کون کہہ سکتا ہے کہ نہ ہو۔ یہ لوگ جو ہمارے مخالف ہیں یہ بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کسی نہ کسی رنگ میں ہماری بات مشرق و مغرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ مخالفت جو ہے اس سے بھی پیغام پہنچ رہا ہے اور ہمارا بہت بڑا ذریعہ تبلیغ کا ان کی مخالفت ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 398-397 ایڈیشن 1984ء)

پس چاہے یہ لوگ جتنا مرضی زور لگا لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو ختم کرنا ہے لیکن جو زور یہ لگاتے ہیں وہی پھیلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ مادرِ مہربان سے بھی بڑھ کر مہربان ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق ضائع ہو۔ وہ ہدایت اور روشنی کی راہیں تم پر کھولتا ہے مگر تم ان پر قدم مارنے کے لیے عقل اور تزکیہ نفوس سے کام لو جیسے زمین کہ جب تک ہل چلا کر تیار نہیں کی جاتی تخم ریزی اس میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب تک مجاہدہ اور ریاضت سے تزکیہ نفوس نہیں ہوتا پاک عقل آسمان سے اتر نہیں سکتی۔

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اگر زمانہ میں ایسا فساد اور فتنہ نہ ہوتا اور دین کے محو کرنے کے لیے جس قسم کی کوششیں ہو رہی ہیں نہ ہوتیں تو چنداں حرج نہ تھا۔ لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرف یمین و یسار“ دائیں بائیں سے ”اسلام ہی کو معدوم کرنے کی فکر میں جملہ اقوام لگی ہوئی ہیں۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 73-72 ایڈیشن 1984ء)

اور آجکل تو اور بھی زیادہ زور سے لگی ہوئی ہیں۔ اگر اسلام کی مخالفت نہ ہوتی تو پھر مسیح موعود کو آنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج سے ایک سو چھتیس سال پہلے جب آپ نے دعویٰ کیا اس وقت سے لے کر آج تک اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ مجھے تم لوگ کہتے ہو یعنی مخالفین کہتے ہیں کہ دکانداری بنائی ہوئی ہے۔ میری کوئی دکانداری نہیں۔ مسیح موعود کا کام تو دین کا پھیلانا ہے اور دینی کاروبار ہے۔ ہاں اگر کوئی کاروبار کا نام دینا ہی ہے تو یہ کاروبار دین کا کاروبار ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سے حقیقت پوچھتے ہو تو پھر سمجھ لو کہ

ہم دنیا داری کے لحاظ سے مثل مردہ کے ہیں۔ ہماری مثال تو مردہ جیسی ہے دنیاوی کاروبار کے لحاظ سے۔ ہم تو محض دین کے ہیں۔ ہمارا سب کارخانہ دینی ہے۔ جیسا کہ اسلام میں ہمیشہ بزرگوں اور اماموں کا ہوتا ہے اور ہمارا کوئی نیا طریق نہیں بلکہ لوگوں کو اس اعتقادی طریق سے جو کہ ہر طرح سے ان کے لیے خطرناک ہے دور کرنا چاہتے ہیں۔ ان اعتقادات کو دُور کرنا چاہتے ہیں جو خطرناک ہیں۔ ان کے دلوں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمارا اصل منشاء اور مقصود یہی ہے کیونکہ بعض غلط قسم کی بدعات راہ پا گئی ہیں۔ بعض غلط اعتقادات اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم نے ان سے دنیا کو، مسلمانوں کو بچانا ہے اور حقیقی دین جو قرآن کریم کی تعلیم ہے اس کو ہم نے رائج کرنا ہے اور یہی میرا مقصد ہے آنے کا اور اسی طرح میں نے دوسرے مذاہب جو جھوٹے مذہب ہیں ان کی حقیقت کو کھولنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے دوسرے جھوٹے مذاہب کی حقیقت کو بھی کھولنا ہے۔ یہی میرا مقصد ہے۔ اسلامی نور کو دکھانا میرا مقصد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے اور مقام کو دنیا میں قائم کرنا میرا مقصد ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 167 ایڈیشن 1984ء)

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 310 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ ”یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے“ یعنی قرآن کریم کے بھیجنے ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھائے۔ ”جیسے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:03) یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جاسکتی۔ اسی لئے“ آپؑ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاءؑ میں تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دیے اسی طرح تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کر دیے اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام امتوں میں تھے وہ اس امت میں جمع کر دیے۔ پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے اسی کے موافق اس نے ہمیں قویٰ بھی عطا کیے ہیں کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 341-340 ایڈیشن 1984ء)

پس جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں قویٰ دیے اور تعلیم دی اور یہ مقصد بیان کر دیا تو پھر اب ہمارا کام ہے کہ ان کو پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور یہی آپ نے فرمایا کہ اس دنیا میں آنے کا میرا مقصد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ اسی کی طرف تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ پس ان باتوں پر غور کرو اور دیکھو کہ ہم کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں بجائے اس کے کہ میری مخالفت کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل نبی ہیں۔ ”ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المؤمنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں

اور آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 342-341 ایڈیشن 1984ء)

پس آپؑ فرماتے ہیں: "اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے **کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔** ہم جس قوت یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 342 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ ہے آپؑ کی تعلیم یہ ہے آپ کا مقام اور یہ ہے آپ کا مقصد جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی خاطر آپ نے جماعت کا قیام کیا اور جس کے لیے آپ نے جماعت کو حکم دیا کہ تم لوگ قربانیاں کرو اور اس پیغام کو دنیا میں پہنچاؤ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ساری دنیا میں پھیلاؤ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھو جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو دنیا میں قائم نہ کر لو۔ خدائے واحد کی حکومت کو دنیا میں قائم نہ کر دو اور یہی مسیح موعود کے آنے کا مقصد تھا اور یہی اس دین کی اہمیت ہے۔ اگر ہم اس دین کی اہمیت سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو بیعت کا حق ادا کرنے والا سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں بھی ان باتوں کو سوچنا ہو گا اور جب ہم یہ کام کریں گے تو ہم اس مقصد کو پانے والے ہوں گے جو ہماری زندگی کا مقصد ہے اور اس مقصد کے حاصل کرنے والے ہوں گے جو ہماری بیعت کا مقصد ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

رمضان کے دنوں میں دعاؤں کے ذریعہ سے بھی اور اپنے علم کو بڑھانے کے ذریعہ سے بھی، قرآن کریم کا علم سیکھنے کے ذریعہ سے بھی اور عملی طور پر پیغام پہنچانے کے ذریعہ سے بھی اس کام میں ہمیں جُت جانا چاہیے تا کہ ہم جلد سے جلد دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانے والے بن سکیں اور دنیا کو خدائے

واحد کے حضور جھکانے والے بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں مَیں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کے لیے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آجکل مخالفین پورا زور لگا رہے ہیں۔ ہر طرح تکلیفیں پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کبھی مسجد کے میناروں کے نام پہ، کبھی محرابوں کے نام پہ، کبھی نماز پڑھنے کی وجہ سے جو بھی بہانہ حیلہ ان کو ملتا ہے اس سے ان کا مقصد یہی ہے کہ احمدیوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی حفاظت کرے۔

عمومی طور پر مسلمان امت کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل اور سمجھ دے اور ان کے حالات بہتر کرے ان پر رحم فرمائے۔

فلسطینی مسلمان جو ہیں ان پر دوبارہ ظلم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس ظلم سے محفوظ رکھے۔ ان پر رحم فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11/اپریل 2025ء جلد 32 شمارہ 86 صفحہ 03 تا 08)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 28 رمارچ 2025ء بمطابق 28 رامان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اس رمضان میں سے گزرے اور آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ہم میں سے بہت سوں کو اس نے عبادتوں کی بھی توفیق دی اور روزے رکھنے کی بھی توفیق دی لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے کہ صرف رمضان کے روزے رکھنے سے یا عبادتیں کرنے سے رمضان میں ہمارا مقصد نہیں پورا ہو گیا بلکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ **تم نے مستقل میرے عابد بندے بننا ہے اور** میری عبادتوں کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

پس ان دنوں میں جن لوگوں کو یہ توفیق ملی کہ نمازوں کی طرف توجہ دیں، باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ دیں، نوافل پڑھنے کی طرف توجہ دیں، قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دیں اور اس پر ان کو اللہ تعالیٰ نے عمل کی بھی توفیق دی۔ ان کا اب یہ فرض ہے کہ ان نیکیوں کو جاری رکھیں اور یہ نیکیاں جاری رکھیں گے تبھی ہم اس مقصد کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کی پیدائش کا مقصد بتایا ہے اور اس زمانے میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس عہد کی تجدید کی۔ پس اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں اپنی بھرپور کوشش اب جاری رکھنی چاہیے اور آج بھی اور رمضان کے باقی جو دو تین دن ہیں یا دو دن ہیں ان میں بھی یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کے فیض کی وجہ سے آئندہ بھی ان نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم رمضان کے بعد ان نیکیوں کو بھول نہ جائیں جن کو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بجالاتے رہے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی فرمان ہے کہ ایک مومن تو وہی ہے جس کو ایک نماز سے دوسری نماز تک کی فکر ہوتی ہے۔ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی فکر ہوتی ہے۔ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کی فکر ہوتی ہے یعنی وہ انتظار کرتا ہے تا کہ وہ آئیں اور میں پھر وہ عبادت بجالاؤں اور اس دوران اس عرصہ میں وہ نیکیاں بھی بجالاتا رہوں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اس دوران چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور گناہوں کا یہ عبادتیں کفارہ بن جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کفارہ بن جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الصلوات الخمس ... حدیث 233)

پس جس طرح رمضان اہم ہے **اسی طرح ہر نماز اور ہر جمعہ اہم ہے**۔ یہ نہیں کہ رمضان کا آخری جمعہ ہے تو بابرکت ہے۔ ہر جمعہ بابرکت ہے۔

اس زمانے میں جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور ہمیں ان کو ماننے کی توفیق ملی۔ آپؑ نے اپنی جماعت کو بے شمار نصائح فرمائیں کہ کس طرح تم حقیقی مسلمان بن سکتے ہو، کس طرح حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے عبد بن سکتے ہو، کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فرد بن سکتے ہو۔ پس ان باتوں کو ہمیں یاد رکھنا چاہیے۔

ایک موقع پر آپؑ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم میری اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر مرید خود عامل نہیں تو عمل کرنے والا نہیں۔ اگر عامل نہیں، عمل کرنے والا نہیں مرید تو پیر کی بزرگی اسے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ یہ کہہ دینا کہ میں فلاں پیر سے بیعت میں آگیا ہوں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہو گیا ہوں اب مجھے بہت کچھ مل گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک خود ہی ہم عمل کرنے والے نہیں ہوں گے اس وقت تک ہمیں یہ بیعت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ آپؑ نے فرمایا اسی طرح اس کی مثال ہے کہ جیسے کوئی کسی ڈاکٹر کے پاس جائے اور وہ نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر رکھ لے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ فائدہ تو اسی صورت میں ہو گا جب اس ڈاکٹر کے نسخے یا اس طبیب کے نسخے سے فائدہ اٹھائے، اس کا علاج کرے، ان دوائیوں کو استعمال کرے۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا کہ مَیں نے ایک کتاب لکھی ہے کشتی نوح۔ اس کشتی نوح کو بار بار پڑھو۔ اس میں تمہارے لیے نصائح ہیں اور جب اس کو بار بار پڑھو گے اور نصائح پر عمل کرو گے اور پھر اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو گے اور جو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کے مطابق احکامات درج ہیں ان کو دیکھو گے تو پھر وہی تمہاری کامیاب زندگی ہے اور وہی چیز ہے جو تمہیں بیعت میں فائدہ دینے والی ہو گی۔

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وہ آدمی فلاح پا گیا جو پاک ہو گیا یعنی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (الشمس:10) جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ مقصد کو پا گیا۔ جب اس پر عمل کرو گے تو تبھی تمہیں فائدہ ہو گا۔ آپؑ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ہزاروں چور ہیں، زانی ہیں، بدکار ہیں، شرابی ہیں، بدمعاش ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں؟ کیا وہ حق رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلا سکیں۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ امتی وہی ہے جو آپؐ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 233-232 ایڈیشن 1984ء)

اور اگر تعلیمات پر کاربند نہیں تو پھر وہ امتی نہیں کہلا سکتا۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے والی بات ہے۔ پس ان باتوں کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے اپنے اعمال کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے جو اسلامی تعلیم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے اور اس زمانے میں جن کی طرف ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے۔

آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ اس جماعت میں جو داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ فرمایا کہ جماعت میں داخل ہونے کے بعد تکلیفیں بھی پہنچتی ہیں۔ اگر تکلیفیں نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ممکن ہے۔ فرمایا کہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ برس تک دکھ اٹھائے اور تمہیں تو پتہ ہی نہیں کہ اس زمانے کی تکلیفیں کیا تھیں۔ پس ہمیشہ یاد رکھو کہ تکلیفیں تو پہنچتی ہیں لیکن جب مکہ میں صحابہؓ کو بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ تکلیفیں پہنچ رہی تھیں تو اس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تعلیم دی تھی اور اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار دشمن فنا ہو گیا۔ فرمایا کہ تم دیکھو گے کہ یہ جو شریر لوگ ہیں، جو تمہاری مخالفت کرتے ہیں یہ بھی اس وقت نظر نہیں آئیں گے۔

آجکل بھی یہی حالات ہیں۔ **اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس جماعت کو دنیا میں پھیلائے گا۔** فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ خود ہی چپ ہو جائیں گے۔ یہی دنیا میں اصول رہا ہے۔ یہی نبیوں کی جماعت کی تاریخ ہم نے دیکھی ہے۔ فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب طاقتوں کا مالک ہے وہ ان ظالموں کے ہاتھ روک سکتا ہے لیکن وہ ہمیں بھی آزمانا چاہتا ہے کہ ہم میں کتنا صبر ہے اور ہم کتنا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔

کیا صرف رمضان کے دنوں میں ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی خاطر تو نہیں ہو رہیں؟ کیا ہم مستقل اپنی زندگیوں میں ان عبادتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں اور بنا رہے ہیں؟ اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ اگر ہم یہ کر رہے ہیں اور پھر صبر سے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی بھی ہیں اور دعائیں بھی کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ دشمنوں سے ہمیں نجات بھی دے گا۔ پھر تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان تکلیفوں سے کس طرح بچائے گا۔

فرمایا کہ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر کرنے والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں۔ یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک جماعت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اسے دکھ پر دکھ پہنچتا ہے تو آخر حمایت کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو پھر غیرت آئے گی جب ہم صبر کریں گے اور اس کے آگے جھکیں گے اور دعائیں کریں گے۔ لوگ بے صبری کا مظاہرہ بعض کر دیتے ہیں۔ ٹھیک ہے بعض جگہ پہ ہمیں پاکستان میں خاص طور پہ بہت تکلیفیں ہو رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہی امید رکھی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی ہمیں فرمایا ہے کہ صبر کرو۔ صرف یہ نہیں کہ ہم نے اس رمضان میں دعائیں کر لی ہیں بلکہ ہم ان دعاؤں کو اور ان نیک اعمال کو اپنی زندگیوں کا مستقل حصہ بنا لیں گے تو تبھی ہمیں فائدہ بھی ہو گا۔ آپؑ نے بڑی تحدّی سے فرمایا کہ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 235 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ باتیں ہیں جو ہم یاد رکھیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی کرتے چلے جائیں گے اور دشمن ہمارے کاموں میں کبھی کوئی روک نہیں پیدا کر سکتا، منصوبوں میں کبھی کوئی روک نہیں پیدا کر سکتا لیکن شرط وہی ہے کہ ہمارے اپنے نیک عمل ہوں اور ہم ہر چیز خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنے والے ہوں۔ ایک جگہ آپؑ نے فرمایا اب تم رُو بدنیا نہ رہو بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 71 ایڈیشن 1984ء)

اور جب تم خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو پھر تم دیکھنا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے۔

پھر آپؑ نے تقویٰ کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو تاریخ بتاتی ہے کہ اوائل میں جو سچا مسلمان ہوتا ہے اسے صبر کرنا پڑتا ہے۔ صحابہ پر بھی ایسا ہی زمانہ آیا کہ پتّے کھا کر گزارہ کیا۔ بعض اوقات روٹی کا ٹکڑا بھی میسر نہیں آتا تھا۔ فرمایا کہ کوئی انسان کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ بھلائی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہے تو پھر ہی انسانوں کی طرف سے بھی بھلائیاں ہوتی ہیں۔ جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ پھر اس کے واسطے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہ تمہارا خیال ہے کہ لوگ تمہارے لیے بھلائی کریں گے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا ابھی یہ ارادہ نہیں ہے کہ بھلائی ہو تو تم لاکھ کوششیں کر لو لوگ بھلائی نہیں کر سکتے۔ نیکی پر چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا ضروری ہے اور جب اس کی رضا حاصل ہو گی اور جب ہم تقویٰ پر چلنے لگیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے دروازے بھی کھولے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ۔ اس سے سب کچھ حاصل ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:4-3)

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 204 ایڈیشن 1984ء)

جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لیے کوئی راستہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا خیال بھی نہیں ہو گا۔ وہاں سے سہولتیں مہیا فرمائے گا جہاں سے امید بھی نہیں ہو گی۔ پس اگر ہم نے اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانا ہے اور ہم نے اس فیض سے فیض اٹھانا ہے جو اس رمضان کا یا ہر رمضان کا فیض ہوتا ہے تو یہ باتیں ہمیں یاد رکھنی چاہئیں۔

پھر حقوق العباد کے لیے بھی آپؑ نے فرمایا کہ آپس میں مل جل کے بیٹھو۔ جس قدر تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 228 ایڈیشن 1984ء)

اب صرف ظاہری عبادتیں نہیں بلکہ رمضان کے دنوں میں جو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی طرف ہماری توجہ پیدا ہوئی ہے بہت سارے لوگوں میں ہوتی ہے بتاتے بھی ہیں۔ اب یہ ضروری ہے کہ ان اعلیٰ اخلاق کو ہم ہمیشہ جاری بھی رکھیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر، چھوٹے چھوٹے جھگڑوں پر، چھوٹے چھوٹے مسائل پہ آپس میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں ان کو ختم کریں اور محبت اور پیار کی زندگی گزاریں۔ پس جب ہم یہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہم پر برسے گی۔

پھر ایک جگہ آپؑ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت کے لیے ضروری ہے کہ اس پُر آشوب زمانے میں جبکہ ہر طرف ضلالت اور غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دیکھیں آجکل کون سا ایسا ذریعہ ہے جو گمراہی کی طرف لے جانے کے لیے استعمال نہیں ہو رہا۔ ہر قسم کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہر قسم کا میڈیا اس وقت اسی کام پہ لگا ہوا ہے۔ دنیا داروں نے ہر ذریعہ کو گمراہی اور ضلالت اور غفلت کی طرف لے جانے اور اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے کے لیے استعمال کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ ایسے وقت میں جو یہ

دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اس زمانے میں دین کی تجدید کے لیے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے مسیح موعود علیہ السلام کو ماناہے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ خود ہی جائزہ لیں کتنے ہم میں سے ایسے ہیں جو ان سے بچتے ہیں۔ نوجوان بھی، بڑی عمر کے بھی، عورتیں بھی، بچے بھی ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیا نصیحتیں فرمائیں اس کی کچھ پروا نہیں۔ فرمایا دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ہم اپنے اندر کا جائزہ لیں تو ہمارے اندر بھی یہی باتیں ہیں کہ دنیا کے کاموں میں زیادہ انہماک ہے۔ بعض دفعہ ہم نمازیں پڑھنا بھول جاتے ہیں۔ بعض جمعوں کی پروا نہیں کرتے۔ بعض اَور نیکیوں کی پروا نہیں کرتے۔ اپنا حق لینے کے لیے دوسرے کا حق مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ باتیں ایسی ہیں جو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والی نہیں ہو سکتیں۔

پس ایک طرف ہم رمضان میں یہ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق دے۔ ہماری ضروریات پوری کرے تو پھر ہمیں بھی ان باتوں پر عمل کرنا ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں۔ کوشش بھی کرنی ہو گی صرف دعا سے نہیں کام بنے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ دنیا داری میں پڑے ہوئے لوگ ہیں، دنیا کا نقصان ہو تو بہت زیادہ شور مچانے لگ جاتے ہیں۔ رونے چلانے لگ جاتے ہیں اور دنیا کے نقصان سے بچنے کے لیے جیسا کہ میں نے پہلے کہا اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس دنیا کا ہمیں نقصان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوتا ہے، ہو نہ ہو فرق نہیں پڑتا۔ ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ لوگوں کے حق ادا نہیں کرتے۔ مقدمے بازیوں میں چلے جاتے ہیں۔ غلط قسم کے مقدمے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کو نیچا کرنے کے لیے یہ بھی لوگ کر رہے ہوتے ہیں کہ دلیلیں غلط دے رہے ہوتے ہیں۔ وکیلوں کے کہنے پر غلط قسم کے دلائل پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ وکیل بھی جھوٹی دلیلیں دلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں پیش کر رہے ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھ دے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ساتھ لینا ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہم نیکیوں کی طرف توجہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ فرماتے ہیں کہ جب تک کمزور ہوتے ہیں تو گناہ کی جرأت نہیں ہوتی۔ گناہ نہیں کرتے جب تک کمزوری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہے ہوتے ہیں اور جب موقع ملا تو جھٹ پھر جھوٹ اور گناہ کے مرتکب ہونے لگ جاتے ہیں۔ جب آسانیاں اور کشائش پیدا ہوتی ہے تو پھر بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آسانیاں اور کشائش دی ہے اور اس سے پہلے جو ہماری حالت تھی وہ کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری تو یہی ہے کہ ہم ان نیکیوں کو جاری رکھیں جو ہماری کمزوری میں نیکیاں تھیں۔ اور کبھی اللہ اور اس کے بندوں کا حق غصب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر حق مار رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ سچا تقویٰ نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ سچا تقویٰ ہو تو پھر ایسی حرکتیں انسان کر ہی نہیں سکتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ بہت سا حصہ احادیث میں موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے۔ بعض لوگ ہیں جو باتیں تو کرتے ہیں حدیثوں کی اور قرآن کی لیکن عملی حالت اور ایمان اتنا نہیں ہے کہ ان باتوں پر عمل ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لیے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔

خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضے نے ہرگز پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دور رہیں اس لیے اب ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اس لیے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ کی زندگی حاصل ہو جاوے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 396-395 ایڈیشن 1984ء)

پس ہم نئی قوم بنے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آئے ہیں تو ہمیں تقویٰ کی زندگی پر چلنا پڑے گا اور چلنا چاہیے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ایسی شئے نہیں ہے جو کہ صرف منہ سے انسان کو حاصل ہو جائے بلکہ شیطان اس میں بہکاتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 398 حاشیہ، ایڈیشن 1984ء)

تقویٰ کرنے والوں کو بھی بہکاتا ہے۔ شیطان بہکاتا ہے تقویٰ کرنے والوں کو بھی بہکاتا ہے۔ ''اس کی مثال ایسی ہوتی ہے'' آپؑ نے مثال دی ہے ''جیسے ذرا سی شیرینی رکھ دیں تو بے شمار چیونٹیاں اس پر آجاتی ہیں۔ ''میٹھا رکھا ہو کہیں، چینی رکھی ہو، مٹھائی رکھی ہو تو چیونٹیاں اس پر آجاتی ہیں ''یہی حال شیطانی گناہوں کا ہے اور اسی سے انسانی کمزوری کا حال معلوم ہوتا ہے۔'' کہ کیا حال ہے انسان کی کمزوری کا، سمجھتا ہے کہ میں بڑا نیک ہو گیا ہوں۔ بڑا تقویٰ پر عمل کر رہا ہوں لیکن شیطان حملہ کر دیتا ہے تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ شیطان کے حملے سے تم بچے نہیں۔ ابھی پوری طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں آئے۔ فرمایا کہ ''اگر خدا چاہتا تو ایسی کمزوری نہ رکھتا.....'' انسان۔ ذرا سی کسی نے کوئی نیکی کی، وہ سمجھے کہ میں تقویٰ پر عمل کرنے والا ہو گیا ہوں جیسا کہ میں نے کہا۔ تو یہ تو حقیقی تقویٰ نہیں ہے۔ یہ ایسا تقویٰ ہے جس پر شیطان حملے کرتا ہے۔ اسی طرح حملے کرتا ہے جس طرح آپؑ نے مثال دی ہے کہ میٹھے پر چیونٹیاں آجاتی ہیں اسی طرح شیطان بھی اس کو بھڑکانے کے لیے حملہ کر دیتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ ڈالنے کے لیے کہ تم بڑے نیک ہو گئے ہو۔ جب انسان کی ایسی حالت ہوتی ہے تو پھر وہ نیکیوں سے دور چلا جاتا ہے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ تقویٰ پر چلنے والوں کو بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ''انسان کو اس بات کا علم ہو کہ ہر ایک طاقت کا سرچشمہ خدا ہی کی ذات ہے۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس سے طاقت دے سکے۔'' ہاں نبی اور رسولوں سے برکات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے برکت ملتی ہے لیکن طاقت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور نبی اور رسول بھی اسی طرف لے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو ''اور یہی طاقت جب خدا کی طرف سے انسان کو ملتی ہے تو اس میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ دعا سے کام لیا جاوے اور نماز ہی ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجالانے سے شیطانی کمزوری دُور ہوتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان اس میں کمزور رہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اصلاح اپنی کرے گا وہ اسی ذریعہ سے کرے گا۔ پس اس کے واسطے پاک صاف ہونا شرط ہے۔ جب تک گندگی انسان میں ہوتی ہے اس وقت تک شیطان اس سے محبت کرتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 398 ایڈیشن 1984ء)

پس پاک صاف ہونے کے لیے نمازوں کی شرط ہے اور اس رمضان میں ہم نے یہ فائدہ اٹھایا کہ نمازیں باقاعدہ ادا کریں۔ اس کی طرف توجہ کریں۔ نوافل کی طرف توجہ کریں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر مستقل شیطان سے بچنا ہے اور تقویٰ کے اوپر قدم مارنا ہے تو پھر اس کی شرط یہی ہے کہ عبادت کی طرف توجہ کرو۔ وہ عبادت

جو سنوار کر کی جائے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق کی جائے۔ جس میں کسی قسم کا ریا اور دکھاوا نہ ہو اور جب ایسی عبادتیں ہوں گی تو پھر انسان ہمیشہ شیطان کے حملوں سے بچتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا۔

پھر آپؑ نے تقویٰ کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ متقی بننے کے لیے ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلف حقوق، ریاء، عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے۔ یہ بات تقویٰ کے لیے ضروری ہے کہ موٹی موٹی برائیاں جو ہیں ان سے دور رہے۔ جو گھٹیا اخلاق ہیں ان سے بچے۔ گھٹیا باتوں سے بچے۔ لیکن صرف اتنا کافی نہیں ہے بلکہ اچھے اخلاق اس کے مقابلے میں پیدا ہوں تو پھر ہی اصل تقویٰ ہے۔ صرف برائیاں دور کر کے نیکیوں پہ قدم مارنا یہ اصل چیز ہے۔ برے اخلاق کو ختم کرنا اور اچھے اخلاق کو اپنانا یہ اصل چیز ہے۔ صرف برائی سے بچنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ برائی سے بچ کر نیکیوں کو بجالانا تقویٰ ہے۔

پھر اس کے علاوہ اَور کیا چیزیں ہیں نیکیوں میں۔ لوگوں سے مروّت کر کے پیش آنا، خوش خلقی دکھانا، ہمدردی سے پیش آنا، خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلانا اور خدمات کے مقام محمود تلاش کرنا۔ کوشش کرنا کہ انسان کو ایسے کام کرنے کی توفیق ملے جو اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوں اور قابل تعریف ہوں۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ باتیں انسان میں پیدا ہوں تو وہی لوگ متقی ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب لوگ ایسے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا متولی ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:39) کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ ہی وہ غم کریں گے۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف:197) اور وہ نیک لوگوں کا ہی کفیل بنتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اور پھر ایک جگہ فرمایا کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھین لے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت تو اسی طرح ملتی ہے۔ جب انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ کا قدم بھی بڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں اس لیے جن پر ہوتی ہیں وہ ان کے لیے نشان بولی جاتی ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ نشان دکھائے گئے کہ دشمنوں نے آپؐ کی ناکامی کے لیے کیا کیا کوششیں کیں مگر ایک پیش نہ گئی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے منصوبے بھی کیے گئے مگر آخر کار ناکام ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھو اور اس کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں۔ اصل چیز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی نیکیاں پیش کی جائیں اور اس کی عبادت کا حق ادا کیا جائے اور اس کے لیے سب سے اعلیٰ چیز آپ نے فرمایا نماز ہے۔ پس رمضان میں سے ہم گزرے۔ نمازوں کی حالت میں سے ہم گزرے۔ نیکیوں کی حالت میں سے ہم گزرے

اب ان کو جاری رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لیے ان کو مستقل زندگیوں کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر گزارا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں۔ زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے۔ جس کے پاس مال ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے ہر ایک کو تو زکوٰۃ دینی نہیں ہوتی۔ وہ بھی ایک نیکی ہے مگر نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچ وقت ادا کرنی پڑتی ہے۔ امیر ہو غریب ہو، بڑا ہو چھوٹا ہو اس نے نماز ادا کرنی ہے اسے ہرگز ضائع نہ کرو۔ اسے بار بار پڑھو اور خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لے۔ ایسا پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں جو ایسی طاقت والا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ابھی میری دعا قبول کر لے۔

فرمایا کہ دوسرے دنیا کے حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں اور ان کو فکر ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جائے اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے۔ ان کے خزانے آتے ہیں بھرتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ ہم بے دریغ ان کو خرچ کرتے چلے جائیں تو پھر کہیں ہمارے خزانے خالی نہ ہو جائیں۔ آجکل مغربی دنیا میں جو اپنے آپ کو بڑے امیر سمجھتے تھے یہی حالات ہیں۔ سمجھتے تھے کہ ہمارے پاس بہت دولت ہے کبھی ختم نہیں ہو گی لیکن بڑے بُرے حالات ہو رہے ہیں ہر ایک کی معیشت تباہی کی طرف جا رہی ہے مہنگائی بڑھ رہی ہے، روپے کی قیمت کم ہو رہی ہے، پاؤنڈ کی قیمت کم ہو رہی ہے، ڈالر کی قیمت کم ہو رہی ہے اور ایک فساد پیدا ہوا ہوا ہے اور ان کو فکر پڑ گئی ہے تبھی انہوں نے بہت ساری پابندیاں بھی لگا دی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا ہوا ہے۔ جب انسان اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کے خزانے ہمیشہ بھرے ہوئے ہیں اور بھرے رہیں گے جب یہ یقین ہو اور پھر اس سے مانگتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ میں طاقتیں ہیں کہ وہ دعاؤں کو قبول کر کے اسی وقت دے بھی دے۔ فرمایا کہ اسے اس امر پہ یقین ہو کہ میں ایک سمیع علیم اور خبیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر اسے مہر آجاوے، اس کی مہربانی ہو تو ابھی دے دے۔ بڑی تضرع سے دعا کرے۔ ناامیدی اور بدظن ہرگز نہ ہو۔ اگر اس طرح کرے تو اس راحت کو جلد دیکھ لے گا اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل اس میں شامل ہوں گے۔ اگر انسان ایسی حالت پیدا کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل ہوں گے اور خود خدا بھی ملے گا۔ تو یہ طریقہ ہے جس پر کاربند ہونا چاہیے مگر ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پرواہ نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 400 تا 402 ایڈیشن 1984ء)

پس آپؑ نے فرمایا کہ **ہماری جماعت کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کریں** اور اپنی ایمانی قوتوں کو یقین تک پہنچانے کی کوشش کریں اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لیے میں آیا ہوں اور یہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تو پھر آپ نے فرمایا کہ میری بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس ہمیں یہی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی نیکیوں کو بڑھاتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کریں اور یہی ہماری زندگیوں کا مقصد ہے۔ یہی جماعت کی ترقی میں ہمارے لیے فائدہ دینے والی چیز ہے۔ یہی ہمیں مشکلات اور مصائب سے بچانے والی ہے اور اسی سے جماعت ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی کرتے کرتے اس مقام تک پہنچے گی جس کا اللہ تعالیٰ

نے وعدہ فرمایا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ **مسیح موعود کے جو کام ہیں ان میں سے پہلا تو یہی ہے۔** اللہ تعالیٰ جو نشان دکھلا رہا ہے، وہ نشان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دکھائے تھے اور اسی تسلسل میں اب بھی نشان دکھا رہا ہے۔ خود ترقی کے نشان دکھا رہا ہے اور اب بھی دکھلاتا چلا جا رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا یہ نشان دکھا رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سننے والا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے اور ہمارے ساتھ اس کی نصرت ہے۔

پھر **آپؑ نے فرمایا کہ میرے آنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ خدا** تعالیٰ سے بندوں کا تعلق پیدا کروایا جائے۔ ایک فعل تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ فرمایا کہ ایک فعل تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے وہ دے رہا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے ہماری ذمہ داری لگائی ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بنیں اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اپنے ایمانوں میں ترقی کرنے والے ہوں۔ جب یہ ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم حاصل کرنے والے ہوں گے اور ہم اس بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کا ہمارا مقصد ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے لیے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ اللہ تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت لگتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لیے جوش نہ ہو تو ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر تبدیلی پیدا نہیں کر رہے، اپنے آپ میں نیکیاں بجالانے کا ایک جوش پیدا نہیں کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا جوش اور اعلیٰ اخلاق دکھانے کا جوش پیدا نہیں کر رہے تو پھر میری بیعت میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فرمایا کہ ہماری جماعت میں تو وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھ کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی محض نام لکھوانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بدقسمتی سے الگ بھی ہو سکتا ہے اور ہو جائے گا۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے مطابق کرو جو دی جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کر سکتا۔ جس طرح پرندے ہوا میں پروں سے اڑتے ہیں تو اعمال بھی روحانی درجے بلند کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اعمال ہوں گے تو انسان اوپر اڑ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے قریب جا سکتا ہے۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ فرمایا کہ پرندوں میں فہم ہوتا ہے۔ ان میں عقل ہوتی ہے اگر وہ اس عقل اور فہم سے کام نہ لیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی جبلت میں رکھی ہے، ان کی فطرت میں رکھی ہے تو جو کام ان سے ہوتے ہیں وہ نہ ہوں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہیں، پیغام لے جانے والے کبوتر جن کا پہلے

بہت استعمال ہوتا تھا ان کو اپنے فہم سے کسی قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دُور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں، خطوط پہنچاتے ہیں اسی طرح پرندوں سے عجیب عجیب کام لیے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لیے ہے یا نہیں؟ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہے پھر عملی طور پر اپنے ہاتھوں کو ہلانا ضروری ہے۔ پہلے سوچے، عقل کرے کہ نیکی کے یہ کام جو مَیں نے کرنے ہیں ان کے نیک نتائج نکلیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہیں کہ نہیں پھر اس کے بعد ان پر عمل کرے۔ سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی سے دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ یہ بھی ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ شیطان دھوکا دے جاتا ہے۔ اسی تعلیم کے حوالے سے دھوکا مل جاتا ہے تو اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ پس یہ بہت ضروری ہے ایک احمدی کے لیے کہ اپنے اعمال بجالانے کے لیے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے اور سوچے، خالی الذہن ہو کر سوچے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 438 تا 440 ایڈیشن 1984ء)

پہلے جائزہ لے۔ پھر اس پر غور کرے دعا کرے پھر عمل کرے اور پھر مقصد یہی ہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ پس جب ہم ان باتوں پر عمل کرنے والے ہوں گے تب ہی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے مقاصد کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

پھر ایک جگہ آپؑ نے اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کرنے کے لیے نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت سے پورا حصہ لو اور اصل توحید اسی سے قائم ہو گی اور اس کے لیے جہاں تم اقرار کرتے ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اس کی توحید قائم کرنا چاہتے ہیں وہاں اس کی تصدیق لازمی ہے اس کے لیے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور گرنا اور گڑگڑانا ضروری ہے۔ جب یہ باتیں ہوں گی تو تب ہی ہم حقیقی توحید کو بجالانے والے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس کو پھیلانے والے ہوں گے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 187 ایڈیشن 1984ء)

پھر اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ یہی اس سے مراد ہے کہ اپنے والدین اور اپنی جورو یعنی بیوی، اپنی اولاد، اپنے نفس ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جائے چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ:201) یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تم خدا کو باپ کہہ کر پکارو بلکہ اس نے یہ سکھایا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دھوکا نہ لگے۔ اس لیے یہ کہا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دھوکا نہ لگے اور خدا کو باپ کہہ کر پکارا نہ جائے۔ اگر کوئی کہے کہ پھر باپ سے کم درجہ کی محبت ہوئی تو اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے اَشَدَّ ذِكْرًا رکھ دیا گیا۔ اَشَدَّ ذِكْرًا نہ ہوتا تو اعتراض ہو سکتا تھا مگر اب تو اس نے اس کو حل کر دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باپ سے زیادہ ذکر کرو۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ اصل توحید کو قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو جاؤ۔ صرف زبان سے تو ثابت نہیں ہوتی یہ بات۔ اگر کوئی چینی یا مصری کا نام لے تو اس سے منہ میٹھا نہیں ہو جاتا۔ صرف میٹھے کا نام لینے سے تو منہ میٹھا نہیں ہوتا۔ مٹھائی کا نام لینے سے تو منہ میٹھا نہیں ہو جاتا۔ اگر زبان سے کسی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد نہ کرے، دستگیری سے پہلو تہی کرے تو دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کی توحید کا نرا زبان ہی سے اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ زبانی اقرار کے بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں۔ فرمایا کہ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لیے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس چشمے کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لیے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہے گا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 189-188 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی **توحید قائم کرنے کے لیے اپنی زندگیوں کو ایسے بناؤ**۔ ضروری نہیں ہے کہ وقف کر کے کوئی جماعت کی ملازمت میں آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے، تعلیم پر عمل کرنے کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کرو، ان کو اس طرح ڈھالو کہ یہ ظاہر ہو کہ ہماری زندگی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے۔ اپنی زندگیوں کو ایسا بناؤ گے تو تبھی کامیاب ہو گے۔ فرمایا یہ مقصد سمجھو اپنی زندگیوں کا کہ صرف ہم نے دنیا نہیں کمانی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کے ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنے اور پھیلانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی ہے اور جب یہ سوچ ہو گی تو پھر ہر فرد جماعت اپنا کردار ادا کر رہا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کے لیے، دنیا میں پھیلانے کے لیے اور دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے کے لیے کوشش کر رہا ہو گا۔

پس اس رمضان میں جہاں ہم نے یہ عہد کیے ہیں کہ ہم عبادتوں کی طرف توجہ کریں گے اور اعلیٰ اخلاق کی طرف توجہ کریں گے۔ نیکیاں بجالانے کی طرف توجہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو پھیلانے کی طرف توجہ کریں گے تو پھر اس کے لیے ہمیں کوشش بھی کرنی ہو گی اور یہ کوشش صرف اس رمضان کے ختم ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہونی چاہیے بلکہ سارا سال جاری رہنی چاہیے۔

جب یہ سارا سال رہے گی تو پھر ہم اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہو سکتے ہیں جو ہماری زندگیوں کا مقصد ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر خدا تعالیٰ کے ارشاد پر، اس کے حکم پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے اس کا کوئی مقصد نہیں ہو گا اور اس مقصد کو ہم حاصل نہیں کر سکیں گے اور ان باتوں سے فیض نہیں اٹھا سکیں گے جو آپؑ کی بیعت میں آنے سے ہمیں پہنچ سکتا ہے۔ پس ہمیشہ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم نے بیعت میں آ کے ایک خاص تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنی ہے اور اس رمضان میں جو دعائیں کی ہیں، جو نیکیاں حاصل کی ہیں ان کو تمام عمر کا حصہ بنانے کی کوشش کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”اگر دنیاداروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تا کہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو۔

بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں۔ میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے غفور الرحیم خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔“ آپؑ نے مثال دی کہ ”ایک گاؤں میں اگر ایک آدمی نیک ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیک کی رعایت اور خاطر سے اس گاؤں کو تباہی سے محفوظ کر لیتا ہے لیکن جب تباہی آتی ہے تو پھر سب پر پڑتی ہے مگر پھر بھی وہ اپنے بندوں کو کسی نہ کسی نہج سے بچا لیتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر ایک بھی نیک ہو تو اس کے لیے دوسرے بھی بچائے جاتے ہیں۔“
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 262 ایڈیشن 1984ء)

پس آجکل دنیا کے جو حالات ہیں ان میں خاص طور پر جہاں ہم اپنے آپ کو بچانے کے لیے، اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے کوشش کریں، دنیا کو بچانے کے لیے کوشش کریں اور توحید کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے کوشش کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے کی کوشش کریں وہاں اس کے لیے ہمیں اپنے آپ میں ایک خاص تبدیلی مستقل طور پر پیدا کرنی ہو گی اور مستقل دعاؤں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہو گا تا کہ ہم اپنے آپ کو بھی محفوظ کر سکیں اور دنیا کو بھی محفوظ رکھ سکیں کیونکہ دنیا بڑی تیزی سے تباہی کی طرف جا رہی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو دنیا کی اصلاح کے لیے ایسے سامان پیدا کر سکتا ہے کہ ان کے دلوں کو پھیر دے اور اس تباہی سے وہ بچ سکیں اور تباہی آنی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر مومنوں کو، ایمان والوں کو اس سے بچائے اور اس کے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اعمال اس نہج پر ڈھالیں، اس طرح ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہم پر ہمیشہ رہے۔ خدا کرے کہ ہم اس بات کا حقیقی ادراک بھی حاصل کرنے والے ہوں کہ کس طرح ہم نے اپنی عبادتوں کو زندہ رکھنا ہے۔ کس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ کس طرح ہم نے تقویٰ پر چلنا ہے۔ کس طرح ہم نے اعلیٰ اخلاق دکھانے ہیں۔ کس طرح ہم نے توحید کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور کس طرح ہم نے دنیا کو تباہی سے بچانا ہے۔ کس طرح اپنے آپ کو دنیا کی تباہی اور حملوں سے بچانا ہے اور جب یہ چیزیں ہوں گی اور ہمارے اندر یہ احساس پیدا ہو گا تو پھر ہی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق بھی ادا کرنے والے ہوں گے۔

خدا کرے کہ ہم یہ بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں اور یہ رمضان ہمارے لیے برکتوں کا باعث بننے والا ہو۔ ہمیں اپنی رحمتوں اور فضلوں سے، برکات سے نوازے اور ہمارے رمضان کے آنے والے آئندہ دن اور پورا سال اور اگلے رمضان تک ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کے بندوں کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 / اپریل 2025ء جلد 32 شمارہ 92 صفحہ 02 تا 07)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 04/ اپریل 2025ء بمطابق 04/ شہادت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

رمضان سے پہلے غزوات کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو بیان ہو رہے تھے اور **اس ضمن میں خیبر کی جنگ کے واقعات کا ذکر ہو رہا تھا۔** آج بھی میں اسی حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ خیبر کی فتح کی خوشی کے ساتھ ہی انہی دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک اَور خوشی کی بات ہوئی۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہوئی یا اس بات کی۔ اور وہ تھی حضرت جعفرؓ کی مہاجرین حبشہ کے ساتھ حبشہ سے واپسی۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مکہ والوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر وہاں کے کچھ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت جعفر بن ابوطالبؓ بھی تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمرو بن اُمَیّہ ضَمْرِیؓ کو نجاشی کی طرف ایک خط دے کر حبشہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اب جتنے مہاجر مسلمان وہاں رہ گئے ہیں ان کو مدینہ میرے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ پردیس میں چودہ پندرہ سال بسر کرنے کے بعد یہ لوگ دو کشتیوں میں سوار ہو کر مدینہ پہنچے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف گئے ہوئے ہیں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد سے جلد ملنے کی تڑپ میں بے قرار مدینہ رکنے کی بجائے خیبر کی طرف چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کو دیکھا تو کھڑے ہو کر اپنے گلے لگایا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أُسَرُّ: بِفَتْحِ خَيْبَرَ، أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ۔ کہ معلوم نہیں کہ ان دونوں باتوں میں سے مَیں کس بات پر زیادہ خوش ہوں خیبر کی فتح ہونے پر یا جعفر کے آنے پر۔

ان لوگوں کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی اپنی قوم کے پچاس سے زائد لوگوں کے ساتھ پہنچے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام عبداللہ بن قیس تھا اور یہ اشعری قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکے آئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد اپنے دو بھائیوں اور قوم کے پچاس کے قریب لوگوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے بحری سفر پر روانہ ہوئے لیکن دوران سفر طوفانی ہواؤں کی وجہ سے ان کی کشتی حبشہ کے ساحل پر جا لگی اور حبشہ میں ان کی ملاقات حضرت جعفرؓ سے ہوئی اور یہ بھی وہیں رہنے لگے اور اب جب جعفر مدینہ کی طرف آنے کے لیے تیار ہوئے تو اشعری قبیلے کے یہ مسلمان بھی ساتھ تھے۔ انہی کے ہوتے ہوئے قبیلہ

دَوس سے کچھ افراد بھی آ گئے۔ ان میں حضرت ابوہریرہؓ اور طفیل بن عمرو اور اس کے ساتھی تھے۔ قبیلہ اشجع کے بھی کچھ لوگ آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب آنے والوں کو بھی اموال خیبر میں سے کچھ نہ کچھ عطا کیا۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 402 تا 404 دارالسلام)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 364 جلد 6 صفحہ 299 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث 4230)

(فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 200 مطبوعہ نفیس اکیڈمی)

(الطبقات الکبریٰ جلد اوّل صفحہ 265 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کشتی والوں کی فضیلت کے حوالے سے مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمان کشتی کے ذریعہ سفر کر کے پہنچے تھے اس لیے ان کو اَصْحَابُ السَّفِیْنَۃ، کشتی والے کہا جاتا تھا۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو پندرہ برس کا عرصہ گزر چکا تھا اور یہاں کے مہاجر مسلمان کئی جنگوں میں شامل ہو چکے تھے اور ہجرت میں بھی سبقت لیے ہوئے تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں یہ ذکر بھی ہونے لگا کہ ہم ان سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یعنی جو حبشہ میں ہجرت کرنے والے تھے ان سے یہاں کے رہنے والے مہاجر جو مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جعفرؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمَیسؓ ام المومنین حضرت حفصہؓ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئیں۔ وہاں حضرت عمرؓ بھی گئے تو پوچھا کہ یہ کون خاتون ہیں؟ تو حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ اسماء بنت عمیسؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ اچھا وہ حبشہ والی۔ سمندر کا سفر کرنے والی۔ حضرت اسماءؓ بولی جی ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم نے ہجرت مدینہ میں تم سے سبقت حاصل کی ہے۔ اس لیے ہم تمہاری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ سن کر حضرت اسماءؓ رنج اور غصہ سے بولیں۔ اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے وہ تمہارے بھوکے کو کھانا دیتے۔ تمہارے کم علم کو نصیحت کرتے جبکہ ہم اپنے وطن سے دور پردیس میں دُور دراز دشمن ملک میں تھے۔ ہمیں وہاں طرح طرح کے ڈر اور خوف لاحق ہوتے تھے ہم نے یہ سارے دکھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کیے۔ کہنے لگیں کہ بخدا میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ نہ لوں۔ ہاں میں اتنی ہی بات کروں گی جتنی آپ نے کی ہے نہ کم کروں گی نہ زیادہ۔ پوری بات بتاؤں گی جا کے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ ساری بات بیان کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَیْسَ بِأَحَقَّ بِی مِنْکُمْ، وَلَہٗ وَلِأَصْحَابِہٖ ھِجْرَۃٌ وَاحِدَۃٌ، وَلَکُمْ أَنْتُمْ أَھْلَ السَّفِینَۃِ ھِجْرَتَانِ۔ وہ تم سے زیادہ حق نہیں رکھتے بلکہ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تمہاری یعنی حبشہ کی طرف کشتی کے ذریعہ سفر کرنے والوں کی دو ہجرتیں ہیں۔

اس طرح آپؐ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور ان کا غم جو تھا وہ دور ہوا۔ حضرت اسماءؓ نے جب یہ سنا تو فخر و سعادت کا یہ اعزاز اپنے ساتھیوں کو بتایا۔ حضرت اسماءؓ بیان فرماتی ہیں کہ پھر حبشہ والے افراد گروہ در گروہ

میرے پاس آتے اور بڑے اشتیاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک مجھ سے سنتے اور دنیا میں کوئی چیز انہیں اتنی خوشی نہ دیتی تھی اور نہ ان کے لیے کوئی اور بات اتنے مرتبہ والی تھی جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ بعض تو بار بار میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے لیے آتے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث 4230-4231)

یہاں ایک حبشی غلام کا بھی ذکر ملتا ہے جو مسلمان ہوا تھا اور اس کی شہادت بھی ہوئی۔

روایت میں ہے کہ خیبر کے ایک شخص کا حبشی غلام یسار تھا وہ اس کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ اس نے جب خیبر والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے ہتھیار اٹھائے دیکھا تو اس نے اہل خیبر سے سوال کیا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس آدمی سے جنگ کریں گے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیٹھ گیا یعنی یہ بات اس کے دل میں گڑھ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ہے اور نبی کا دعویٰ ہے تو یقیناً کوئی بات ہو گی۔ وہ اپنی بکریوں کو لے کر نکلا تا کہ ان کو چرائے۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

دوسری روایت ذرا تھوڑی سی تفصیلی ہے اور وہ یہ ہے۔ اس کے مطابق وہ غلام خود بکریاں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کی۔ اس نے کہا آپؐ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور یہ کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔ اس غلام نے کہا کہ اگر میں اس کی گواہی دے دوں تو مجھے کیا ملے گا اور میں اللہ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس پر ایمان لے آؤ تو تیرے لیے جنت ہو گی۔ پس وہ غلام اسلام لے آیا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بیشک میں ایسا آدمی ہوں جس کا رنگ سیاہ ہے اور چہرہ بھی خوبصورت نہیں ہے۔ بدبو والا بھی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے۔ اگر میں ان سے قتال کروں اور میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حبشی غلام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو لشکر سے نکال کر لے جاؤ اور خالی میدان میں چھوڑ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تیری امانت تیری طرف سے ادا کر دے گا۔ یعنی یہ ان تک پہنچ جائیں گی۔

وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگیں کیں۔ اور خاص طور پر خیبر کے حوالے سے بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہود کے اموال پر ناجائز قابض ہونے کے لیے یہ ظلم کیے گئے تھے۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو عین جنگ کی حالت میں دشمن کی بکریوں کا ایک ریوڑ اور خیبر میں صحابہ کی بھوک سے جو حالت تھی کہ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ کھانے کو کچھ نہیں تھا تو یہ بکریاں تو مفت کا مالِ غنیمت تھا۔ استعمال کر سکتے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی

حالت میں بھی امانت کا حق ادا کرتے ہوئے بکریاں واپس کرنے کا ارشاد فرمایا۔

بہر حال اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ بکریاں اکٹھی ہو کر نکلیں گویا کہ کوئی ہنکانے والا ان کو ہنکا رہا ہو یہاں تک کہ ہر بکری اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے قتال کیا۔ جنگ میں شامل ہوا۔ یہاں تک کہ ایک تیر اس کو آ لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ حالانکہ اس نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ ابھی تو نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ کوئی نمازیں وغیرہ بھی نہیں پڑھی تھیں۔ اور مسلمان اس کو اٹھا کر اپنے لشکر میں لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خیمہ میں داخل کرو۔ صحابہؓ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں داخل کر دیا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ شہید ہو گیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے چہرے کو خوبصورت بنا دیا اور تیری بدبو کو خوشبو دار بنا دیا اور تیرے مال کو زیادہ کر دیا۔ اس کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کو جنت میں پہنچا دیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 129 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 82 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ”خیبر کے محاصرہ کے دنوں میں ایک یہودی رئیس کا گلہ بان جو اس کی بکریاں چرایا کرتا تھا مسلمان ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میں اب ان لوگوں میں تو جا نہیں سکتا اور یہ بکریاں اس یہودی کی میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: بکریوں کا منہ قلعہ کی طرف کر دو اور ان کو دھکیل دو۔ خدا تعالیٰ ان کو ان کے مالک کے پاس پہنچا دے گا۔ چنانچہ اس نے اسی طرح کیا اور بکریاں قلعہ کے پاس چلی گئیں جہاں سے قلعہ والوں نے ان کو اندر داخل کر لیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 327)

خیبر کے موقع پر بعض فقہی مسائل کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر، حدیث 4218)

اسی طرح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن گھریلو گدھے کے گوشت اور متعہ سے منع فرما دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الذبائح و الصید باب لحوم الحمر الانسیۃ حدیث 5523)

اہل فَدَکْ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کا بھی ذکر ہے۔ فَدَکْ مدینہ سے چھ رات کی مسافت پر خیبر کے قریب واقع ہے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 225 زوار اکیڈمی کراچی)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے قریب پہنچے تو آپؐ نے مُحَیِّصَہ بن مسعود کو فَدَکْ کی طرف روانہ فرمایا کہ ان کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور ان کو ڈرائیں کہ تم پر بھی حملہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی شرارتیں کرنے میں کافی بڑھے ہوئے تھے یا کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں کو

تنگ کرتے تھے یا کوئی ایسی بات کرتے تھے جس سے کسی نہ کسی رنگ میں نقصان پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ تم پر بھی حملہ ہو سکتا ہے جیسے خیبر پر ہم کر رہے ہیں۔ حضرت مُحَیِّصَہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے پاس دو دن رہا لیکن وہ پس و پیش کرتے رہے اور کہنے لگے کہ خیبر میں دس ہزار جنگجو ہیں اور ان میں عامر، یاسر، حارث اور یہودیوں کے سردار مَرْحَب جیسے لوگ شامل ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان تک پہنچ سکیں گے۔ حضرت محیصہ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں نے ان کی شرارت اور ہٹ دھرمی کو دیکھا تو میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں پھر اس قبیلے کے لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ اپنے چند آدمی بھیجتے ہیں جو ہماری طرف سے صلح کا پیغام لے کر جائیں گے اور گمان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے کہہ تو دیا کہ ٹھیک ہے ہم آدمی بھیجتے ہیں لیکن خیال ان کا یہی تھا کہ خیبر تو فتح نہیں ہونا۔ پس وہ اسی طرح کرتے رہے۔ ٹال مٹول کر رہے تھے، یہ باتیں کر رہے تھے کہ اچھا بھیجتے ہیں آدمی حتّٰی کہ ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے انہیں خبر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ ناعم کو فتح کر لیا ہے تو اس پر فدک والے سہم گئے اور انہوں نے اپنے سرداروں میں سے ایک شخص کو ایک جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جس کو نُون بن یُوشَع کہا جاتا تھا۔ اس نے حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سے اس بات پر صلح کر لی جائے کہ ہماری جان بخشی ہو جائے اور ہم لوگ اپنا مال و متاع لے کر فدک سے چلے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ فدک والوں نے اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی تھی کہ آدھی زمینیں ان کے لیے چھوڑ کر باقی آدھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں۔ چونکہ یہ بستی بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فَے کا مال تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمد میں سے خرچ کیا کرتے تھے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 138 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 74 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کے اموالِ غنیمت اور اس کی تقسیم کے بارے میں ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف چلے اور غنیمت میں ہم کو سونا اور چاندی نہ ملا۔ صرف اونٹ، مویشی، سامان اور باغات ملے اور ایک روایت میں ہے کہ اموال کپڑے اور سامان تھے۔

صرف چند قلعوں سے ملنے والا جو اسلحہ تھا اس کی تفصیل یہ ہے جس میں ایک ہزار نیزے، چار سو تلواریں اور پانچ سو کمانیں ملیں۔ بُشیر بن یَسَار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مجموعی طور پر چھتیس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ آپؐ نے ان میں سے نصف یعنی اٹھارہ حصے مسلمانوں کے لیے محفوظ فرمائے جن میں سے ہر ایک سو حصوں پر مشتمل تھا یعنی ایک ہزار آٹھ سو حصے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک حصہ ان میں سے کسی ایک حصے کی طرح تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حصہ بھی ان کے برابر ہی تھا جتنا باقیوں کا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ گھوڑ سوار کے تین حصے تھے اور پیدل چلنے والے کا ایک حصہ تھا۔

آپؐ نے باقی نصف، آئندہ حالات و معاملات و حوادث اور مسلمانوں کو پیش آنے والے امور کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ وہ reserve فنڈ میں چلا گیا اور یہ وَطِیح، کَتیبہ اور سُلالم اور اس کے متعلقات تھے۔ یہ وہاں کی جائیدادیں تھیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث 4228)

(سنن ابو داؤد باب ما جاء فی ارض خیبر حدیث 3012، 3014)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 141 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح خیبر از ہاشمیل صفحہ 188 مطبوعہ نفیس اکیڈمی)

ایک روایت میں ہے کہ کَتِیبَہ سے اللہ تعالیٰ کا خُمُس اور نبی کا حصہ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کا حصہ اور نبی کی ازواجِ مطہرات کا خرچ تھا اور ان لوگوں کا حصہ نکالا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ فدک کے درمیان سفارت کاری کا کام کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت مُحَیِّصَہ بن مسعودؓ تھے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تیس وسق جَو اور تیس وسق کھجور دی۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع کم از کم اڑھائی کلو کا ہوتا ہے۔ یوں اندازاً چار ہزار پانچ سو کلو جَو اور چار ہزار پانچ سو کلو کھجور دی گئی۔

خیبر کے اموالِ غنیمت عمومی طور پر صرف انہی لوگوں میں تقسیم کیے گئے جو صلح حدیبیہ میں حاضر تھے۔ البتہ استثنائی طور پر ان کے علاوہ حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمروؓ کو حصہ دیا گیا۔ اور اسی طرح حبشہ سے واپس آنے والے اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کچھ اور لوگوں کو بھی مال غنیمت میں سے دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو خُمُس تھا اس سے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ خریدتے تھے اور اس سے اہلِ بیت کو دیتے اور بنو مُطَّلِب کو بھی دیتے تھے اور ان کی یتیم عورتوں اور سائل کو بھی دیتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ خیبر میں تقسیم کے متولی جَبَّار بن صَخْر انصاری جو بنو سلمہ کے فرد تھے اور زید بن ثابت بنو نجار سے تھے یہ دونوں حساب کر کے تقسیم کرنے والے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کے جمع کرنے کا حکم دیا تو مال جمع کر دیا گیا۔ اس پر فَرْوَہ بن بَیَاضِی کو نگران مقرر فرمایا اور شمار کرنے کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابتؓ کے ذمہ لگائی۔ حضرت عبد اللہ بن مُغَفَّلؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک توشہ دان ملا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ توشہ دان چربی سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے کہا میں اس سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔ میں آپ کے سامنے سے گزرا۔ میں نے شرم محسوس کی تو میں اس کو بغل میں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا اور چھپا لیا۔ راستہ میں مجھے مالِ غنیمت کا نگران ملا۔ اس نے اس کا کنارہ پکڑا اور کہا کہ ادھر لے آؤ۔ ہم اس کو تقسیم کریں گے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تجھ کو یہ ہرگز نہ دوں گا۔ اس نے مجھ سے وہ تھیلی کھینچنا شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ آپ مسکرانے لگے اور نگران کو فرمایا: اس کو چھوڑ دو تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں اپنا سامان لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ پھر ہم نے اس کو کھا لیا۔ یہ تھا آپؐ کا شفقت کا اظہار اپنے صحابہ کے ساتھ۔ ٹھیک ہے اس نے لے لیا تو جانے دو۔ اس کو لے جانے دو۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ لُقَیم کو پالتو مرغیاں اور پالتو جانور عطا

کیے۔ یعنی جو کچھ بھی تھا ہر چیز تقسیم ہوتی تھی۔

خیبر میں شریک ہونے والی عورتوں کو بھی دیا گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں مسلمانوں کی بعض عورتیں حاضر تھیں تو آپ نے ان کو مال فے میں سے کچھ عطا فرمایا۔ البتہ مال غنیمت میں باقاعدہ حصہ نہ نکالا۔ بنو غِفَار کی ایک عورت کہتی ہے کہ میں بنو غِفَار کی چند عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ ہم سب نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے ساتھ نکلنا چاہتی ہیں اور اس وقت آپؐ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔ عورتوں نے کہا ہم زخمیوں کا علاج کریں گی اور مسلمانوں کی مدد کریں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو۔ ٹھیک ہے اجازت ہے۔ ہم آپؐ کے ساتھ نکل پڑیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو مال میں سے آپ نے ہمیں بھی دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہار پکڑا اور میری گردن میں پہنایا۔ یہ روایت کرنے والی کہتی ہیں۔ خدا کی قسم! وہ ہار ہر وقت میرے ساتھ یعنی گردن میں آویزاں رہتا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے بھی اس کو اپنے سے جدا نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ اس صحابیہ نے وصیت کی تھی کہ اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے اور اس ہار کو جو گرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے کوئی ہاتھ اس گرہ کو نہ کھولے۔ قبیلہ بنو غِفَار کی اس عورت کا نام اُمَیَّہ بنت قَیْس اَبُوصَلْت بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن اُنَیسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں خیبر کی طرف نکلا اور میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی وہ حاملہ تھی۔ راستے میں ہی بچہ پیدا ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اس کے لیے کھجوریں بھگو دو اور جب وہ اچھی طرح تر ہو جائیں تو ان کو پینے کا حکم کرو۔ یعنی پانی میں بھگو دو اور اس میں جو پانی ہو گا وہ رس نکلا ہوا وہ اس کو پلاؤ۔ میں نے ایسا کیا تو اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کمزوری دور ہو گئی جو بچے کی پیدائش پہ تھی۔ جب ہم نے خیبر کو فتح کیا تو ان کے لیے حصے نہیں نکالے گئے مگر آپ نے عورتوں کو بھی مال فَے میں سے، فَدَک کے مال میں سے دیا۔ میری بیوی کو بھی دیا اور میرے اس بچے کو بھی دیا جو راستے میں پیدا ہوا تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 141 تا 144 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد اوّل صفحہ 265 جلد 8 صفحہ 228-227 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648، جلد 4 صفحہ 487 مطبوعہ نعمانی کتب خانہ)

یہاں تورات کے صحیفے یہودیوں کو واپس کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ خیبر کے قلعوں سے جب مال غنیمت اکٹھا کیا گیا تو اس میں تورات کے کچھ صحائف بھی ملے۔ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحفاظت ان کے صحائف واپس کرنے کا حکم دیا۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 62 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جو تورات لکھی ہوئی تھی اُسے واپس کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری اور مذہبی جذبات اور احساسات کی پاسداری کا کمال تھا کہ ان کی تورات کو بحفاظت واپس کرنے کا حکم دیا۔ آجکل کی طرح یہ نہیں کہ جلائے جائیں۔ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں قرآن کریم کو جلایا جائے۔ آپؐ نے تو یہ نمونہ دکھایا تھا کہ ان کے جو صحیفے ہیں ان کو محفوظ رکھو اور

ان کو واپس کر دو۔

خیبر سے واپسی پر غزوۂ وادی القُریٰ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد چند دن وہاں قیام کیا۔ پھر آپؐ اسلامی لشکر کے ساتھ واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو وادی القریٰ میں یہود سے مقابلہ ہوا۔ تَیمَاء اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے جس میں بہت سی بستیاں آباد ہیں۔ اس کو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں عاد اور ثمود یہاں آباد تھے۔ یہ دو قومیں ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں بھی ملتا ہے۔ یہ قومیں آباد تھیں۔ اسلام سے پہلے یہود ان بستیوں میں آکر آباد ہوئے اور زراعت اور آب رسانی کو بہت ترقی دی اور یہود کا یہ ایک مرکز بن گیا۔

(سیرت النبی ﷺ از شبلی، جلد 1 صفحہ 288 مکتبہ رحمانیہ)

اس موقع پر حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کا ایک غلام تھا جسے مِدْعَم کہتے تھے۔ جسے بَنُو ضِبَاب میں سے کسی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس اثنا میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا اس کی طرف ایک نامعلوم شخص کا تیر آیا یہاں تک کہ وہ اس غلام کو لگا اور وہ فوت ہو گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ اس کے لیے شہادت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ چادر اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے جو اس نے خیبر کے دن غنیمت کے مال سے لے لی تھی جبکہ ابھی اس کے حصے تقسیم نہیں ہوئے تھے۔ یعنی مال غنیمت جو اکٹھا ہو رہا تھا اس میں سے اس نے وہ چادر چرا لی تھی۔ تو ایک شخص نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ یہ تو اس چادر کو چرانے کی وجہ سے جہنم میں جا رہا ہے تو وہ ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر آیا اور عرض کیا یہ وہ چیز ہے جس کو میں نے لے لیا تھا۔ میں نے بھی اسے پہلے اٹھا لیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تسمہ ہے یا دو تسمے وہ آگ میں لے جانے کا موجب ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث 4234)

چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اگر چوری کی ہے تو وہ تمہارے لیے سزا کا باعث بنے گی۔ بہرحال اس جنگ کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کے یہود سے جنگ کے لیے صحابہؓ کی صف آرائی کی اور ایک جھنڈا حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو، ایک جھنڈا حضرت حُبَاب بن مُنذِرؓ کو، ایک جھنڈا حضرت سہل بن حُنَیفؓ کو اور ایک جھنڈا حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ کو دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو اپنی جانیں اور اموال بچا لیں گے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہو گا لیکن یہود نے انکار کر دیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

سب سے پہلے ایک یہودی مبارزت کے لیے نکلا تو حضرت زبیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر ایک اَور یہودی نکلا تو حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایک یہودی نکلا تو حضرت ابودُجَانہؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح رات تک لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ یہود کے کُل گیارہ آدمی مارے گئے۔

جب اگلا دن آیا تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ یہود نے ہتھیار ڈال دیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے وادی القریٰ کو فتح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں کے یہود کے اموال بطور غنیمت آپؐ کو دیے اور مسلمانوں کو اس سے بہت سا مال و متاع حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی القریٰ میں ہی مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا اور زمینیں اور نخلستان یہود کے ہاتھوں میں ہی دے کر انہیں ان پر عامل بنا دیا۔ جس طرح خیبر کے یہود کو ان کا عامل بنایا تھا کہ اچھا تم یہ اپنے پاس رکھو اور کمائی کرو اور دیتے رہا کرو۔

علامہ بلاذری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن سعید بن عاصؓ کو وادی القریٰ کا والی مقرر کیا۔ آپؐ نے چار دن تک وادی القریٰ میں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 149 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 86 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لؤلؤ المکنون جلد 3 صفحہ 465 دار السلام)

اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا اور پھر ان کے جنازہ غائب بھی ان شاء اللہ نماز کے بعد ہوں گے۔

پہلا ذکر مکرم مولانا محمد کریم الدین شاہد صاحب کا ہے جو صدر۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان تھے۔ گذشتہ دنوں رمضان کے دنوں میں ستاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی بھی تھے۔

ان کے والد بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے اور مختلف جگہوں پر وہ پرائیویٹ ملازمت کیا کرتے تھے۔ گاؤں میں یہ لوگ رہتے تھے وہاں تعلیم کا مناسب انتظام نہیں تھا تو حیدر آباد کلکتہ کے چنتہ کُنٹہ کے محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب نے حصول تعلیم کے لیے کریم الدین صاحب کو قادیان بھجوایا۔ 1954ء میں مدرسہ احمدیہ میں حصول تعلیم کے لیے داخل ہوئے۔ 1957ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر مولوی فاضل کی تیاری کر کے 1960ء میں پنجاب یونیورسٹی چندی گڑھ سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد میں مزید تعلیم کے لیے ربوہ بھی گئے، وہاں دو سال جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ اس طرح انڈیا میں شاہد کی ڈگری حاصل کرنے والے آپ پہلے مربی تھے۔

قادیان میں مختلف خدمات کا ان کو موقع ملتا رہا اور اس دوران یہ ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان بحیثیت عالم مقرر ہوئے اور 2021ء تک یہ ممبر رہے۔ پھر ایڈیشنل ناظم ارشاد وقف جدید بیرون کی خدمت کی توفیق بھی ان کو ملی۔ صدر عمومی کے طور پر بھی ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ صدر مجلس وقفِ جدید کے طور پہ بھی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر جامعہ میں پرنسپل بھی رہے۔ یہ دو دفعہ بنے۔ دارالقضاء میں صدر قضاء بورڈ بھی رہے۔ صدر مجلس کارپرداز بھی تھے۔ پھر 2021ء میں ان کو میں نے صدر۔ صدر انجمن احمدیہ مقرر کیا تھا اور وفات تک وہ اسی عہدے پر فائز رہے۔

انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کہتے ہیں کہ مرحوم نہایت سادہ طبیعت اور انتہائی قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے اور یہ حقیقت ہے۔ میں نے بھی یہ دیکھا ہے۔ مرحوم کو سلسلہ کی طرف سے جو وظیفہ ملتا یا آمد ہوتی اسی میں سفید پوشی کے ساتھ گزارہ کرتے اور قرضہ اٹھا کر اخراجات کرنے کو سخت

ناپسند کرتے تھے۔ نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کے کاتب تھے۔ جب تک کمپیوٹر پر کمپوزنگ کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اخبار بدر اور سلسلہ کی کتب اور رسائل کی کتابت کی توفیق ان کو ملتی رہی۔ اچھے مقرر تھے۔ مضمون نگار تھے۔ جلسہ قادیان اور دیگر جماعتی تقاریب اور تربیتی جلسوں میں تقریر کرنے کا موقع ملتا رہا۔ قادیان سے ایم ٹی اے پر لائیو نشر ہونے والے راہ ہدیٰ پروگرام میں لمبا عرصہ سوالوں کے جواب دینے کی بھی توفیق ان کو ملی۔ گردوں کی بیماری تھی۔ کمزور بھی ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود بڑی ہمت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کا نمونہ واقعی قابل تقلید تھا۔ قادیان کے گذشتہ جلسہ 2024ء کی صدارت بھی کی۔ بیماری کے باوجود اور کمزور صحت کے باوجود بڑی ہمت سے انہوں نے تین دن یہ صدارت کی۔ افتتاح کیا۔ اسی طرح انہوں نے گذشتہ شوریٰ کی بھی صدارت کی۔

اللہ تعالیٰ نے باسٹھ سال کا لمبا عرصہ ان کو خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائی۔ زندگی کے آخری دنوں میں گھر والوں کو اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میری پیدائش رمضان کے مہینے میں ہوئی ہے یہ دیکھنا کہ میری وفات بھی رمضان میں ہو گی۔ چنانچہ ستائیس رمضان المبارک میں ان کی وفات ہوئی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت محنتی اور عاجز انسان تھے۔ ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے کام خود کریں۔ کسی پر بوجھ نہ بنیں بلکہ اپنے ذاتی کام بھی خود کیا کرتے تھے۔ عالم باعمل انسان تھے۔ وقف کا جو عہد کیا تھا اس کو نبھانے کا انہوں نے حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

ان کی پہلی شادی اقبال بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی جن سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کی وفات ہو گئی تو پھر ان کی دوسری شادی ہوئی۔ ان کے بچے بیٹیاں داماد وغیرہ سب کو خدمت دین کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نسلوں میں بھی ان کی خدمت دین کا جذبہ قائم رکھے۔

دوسرا ذکر عبدالرشید یحییٰ صاحب کا ہے جو صدر قضاء بورڈ کینیڈا تھے۔ گذشتہ دنوں میں انہوں نے ریٹائرمنٹ لی تھی۔ پچھتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم بھی موصی تھے۔

ان کے والد نے 1945ء کے قریب مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا محمد علی صاحب ایم اے کے ساتھ کافی طویل گفتگو اور تحقیق اور بحث مباحثے اور پوری اتمام حجت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ پورے گاؤں میں اکیلے احمدی تھے اور گاؤں والے باوجود مذہبی اختلاف کے آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی اے کی ڈگری لینے کے بعد جامعہ میں داخلہ لیا۔ پھر اپنی زندگی وقف کی اور 1975ء میں میدانِ عمل میں آئے۔ مقامی طور پر پاکستان میں شروع میں تقرریاں ہوتی رہیں۔ پھر امریکہ، کینیڈا اور گوئٹے مالا میں خدمت کی توفیق پائی۔ جنوبی افریقہ میں بحیثیت نیشنل پریذیڈنٹ اور مشنری انچارج خدمت کی توفیق پائی۔ گوئٹے مالا اور جنوبی کوریا میں بحیثیت مبلغ انچارج و نیشنل صدر کے خدمت کی توفیق ملی۔ جامعہ احمدیہ کینیڈا میں وائس پرنسپل کی توفیق ملی۔ اس کے ساتھ آپ وہاں کلاسیں بھی لیا کرتے تھے۔ طلبہ کو تفسیر القرآن اور علم الکلام پڑھاتے تھے۔

2017ء میں ان کی تقرری صدر قضاء بورڈ کینیڈا کے طور پر ہوئی تھی۔ 2023ء تک اس خدمت پر مامور

رہے۔ گوئٹے مالا میں جب آپ تھے تو وہاں بدھ مذہب کے روحانی راہنما دلائی لامہ سے بھی ان کی گفتگو ہوئی اور اس کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ان کے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

ان کے بیٹے قاسم رشید صاحب کہتے ہیں کہ جماعت کا بے حد احترام تھا۔ اس کے خلاف کوئی بات بھی آپ کے لیے ناقابل برداشت ہوتی تھی اور نظام جماعت پر ہونے والے کسی بھی اعتراض کا پوری طرح سے جواب دیتے۔ معترض کی پوری طرح بات سن کر اس کو غلطی کا احساس دلاتے۔ ساری زندگی کہتے ہیں مَیں نے اپنے والد کو نماز باجماعت اور خصوصیت سے تہجد کا التزام کرتے دیکھا۔ بیماری کتنی ہی شدید ہوتی تھی نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ آخری بیماری میں بھی یہی حال تھا۔ ہمیشہ بیماری کو بھی انہوں نے الحمدللہ ہی کہتے گزارا۔ آخری سال میں کافی بیمار ہو گئے تھے لیکن بڑے صبر شکر سے بیماری گزاری ہے اور یہی کوشش تھی اور اس بات کی طرف انہوں نے اپنی اولاد کو بھی بار بار تلقین کی کہ خلافت سے وابستہ رہنا۔ اور کہتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ حوصلہ دیتے کہ میں سوشل میڈیا پر خلافت کے بارے میں فخر اور بے خوفی سے لکھوں کیونکہ یہی مسلم دنیا اور تمام انسانیت کے اتحاد کا حقیقی حل ہے۔

انہوں نے بھی وقف کو وفا سے نبھایا۔ 1980ء اور 90ء میں جب ایم ٹی اے وغیرہ باقاعدہ شروع نہیں تھا اس دہائی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبات اور حضرت خلیفہ ثالثؒ کے خطبات کاپی کر کے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ خود کاپی کرتے اور اس کی ڈپلیکیٹ بناتے اور پھر لوگوں تک چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر پہنچاتے تاکہ خلیفہ وقت کا پیغام لوگوں تک پہنچ جائے اور ایک تعلق جو ہے وہ قائم رہے۔

ان کے بھانجے منصور نور الدین صاحب ہیں۔ وہ بھی ربوہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں تقریباً ترپن برس تک وقف کی ذمہ داریوں کو نہایت اخلاص و وفاداری کے ساتھ انہوں نے نبھایا۔ کہتے ہیں میں نے ان کو یہی دیکھا ہے کہ وقف کے ساتھ بے لوث وابستگی اور نظام جماعت کے شایان شان نمائندہ ہونے کا حق ادا کیا اور خلیفہ وقت کا مطیع و فرمانبردار اور محبت کرنے والا ان کو دیکھا۔

جامعہ میں تقرر ہوا تو وہاں اپنے مضمون کی، لیکچر کی اس لیے تیاری کرتے تھے کہ جامعہ کے طلبہ بہترین طالب علم، بہترین مربی، بہترین مبلغ بن کے نکلیں اور یہ کہا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت نے مجھ پہ جامعہ کے طلبہ کو پڑھانے کا اعتماد کیا ہے مجھے اس اعتماد پر پورا اترنا چاہیے۔

مرزا محمد افضل صاحب بھی مربی تھے۔ کہتے ہیں کہ مزاج کے بہت شستہ اور خوشگوار تھے۔ بہت محنتی اور سنجیدہ واقف زندگی تھے۔ خدمت سلسلہ کو ہر کام پر ترجیح دیتے اور تعاون کرنے میں بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔

عبدالنور عابد صاحب نے کہا کہ ہمیں تفسیر القرآن پڑھایا کرتے تھے۔ نہایت محبت اور محنت سے ہمیں پڑھاتے تھے اور نوٹس بڑے لکھواتے تھے اور پھر بڑے غور سے چیک بھی کرتے تھے۔ کہتے ہیں ان کے پڑھائے ہوئے نوٹس آج بھی ہمارے کام آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مرزا امتیاز احمد صاحب امیر ضلع حیدرآباد سندھ ابن مرزا نذیر احمد صاحب کا ہے۔ گذشتہ دنوں میں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا مکرم علم دین صاحب مرحوم کے ذریعہ آئی جنہوں نے خلافت

اولیٰ کے زمانے میں پہلے تحریری اور پھر جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر قادیان جا کر دستی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ مرحوم مرزا امتیاز احمد صاحب نے بی اے کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا۔ میڈیکل سٹور کھولا۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوجوانی سے زندگی کے آخری لمحے تک خدمت دین کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ باقاعدہ تہجد ادا کرنے والے، غرباء اور ضرورتمندوں کی کسی کو بتائے بغیر غائبانہ بہت مدد کرنے والے انسان تھے۔ ان کے بیٹے نے یہ لکھا ہے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں ہمارے والد صاحب کے جنازے پر سنجر چانگ سے آنے والے ایک شیعہ دوست نے کہا کہ مجھے نماز کا طریقہ نہیں آتا تھا اور نہ ہی روزے کا کچھ علم تھا۔ اسلامی تعلیم اور آداب کا مجھے پتہ ہی نہیں تھا تو مجھے تو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا امتیاز صاحب نے سکھایا ہے لیکن آج ہم ہی وہاں غیر مسلم کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں جس کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی اور باقاعدہ عبادت کرتا ہوں۔

مرزا مشہود صاحب مربی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نیک فطرت، ایمانداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے علاقے کے بہت سے سندھی وڈیروں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اور غیر از جماعت لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔

شہباز صاحب حیدر آباد ضلع کے سابق قائد ہیں۔ کہتے ہیں دیانتدار، عاجز، دوسروں کا درد رکھنے والے خلافت سے بے حد پیار اور محبت کرنے والے اور نظام جماعت کے لیے غیرت رکھنے والے وجود تھے۔ مریضوں کے پاس اگر پیسے نہ ہوتے تو اپنی طرف سے مفت دوائیاں دے دیا کرتے تھے۔ ان کی وفات پر ایک کثیر تعداد جو ہے افسوس کرنے آئی تھی اور سب کا یہی کہنا تھا کہ ان کے جانے سے ہمارے علاقے میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم الحاج محمد بِلْعَرَبِی صاحب، الجزائر کا ہے۔ گذشتہ دنوں میں ان کی 82 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق الجزائر سے تھا۔ آجکل فرانس میں رہتے تھے۔

2015ء کے جلسہ سالانہ یوکے میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ بطور مہمان یہاں آئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت کر کے واپس گئے۔ جلسہ کے پہلے دن ہی انہیں اس جگہ سے ایک عجیب انس کا احساس ہوا جیسے وہ پہلے بھی یہاں آ چکے ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کئی سالوں سے اس جگہ اور اس کے ماحول کے خواب دیکھ رہے تھے۔ بیعت سے ایک دن پہلے بھی انہوں نے اسی طرح کا ایک خواب دیکھا جس کی بنا پہ انہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ اس جلسہ میں فرانس سے ان کے خاندان کے احمدی اور غیر احمدی ٹوٹل پینتیس افراد موجود تھے جن میں سے آٹھ نے ان کی پیروی میں جلسہ کے دوران ہی بیعت کر لی۔ اپنے بچوں کو دینی اقدار سکھانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ نماز اور قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لیے دینی سکولوں میں داخل کرایا۔ ان کے بچوں کو ان سے پہلے قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ بچے کہتے ہیں کہ والد صاحب نے ہمیں دینی تعلیم سکھائی تھی جو ہمارے دلوں میں دین کی گہری محبت اور اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے والی تھی اور اس کی وجہ سے ہمارے لیے احمدیت قبول کرنا آسان ہو گیا۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے بڑے بیٹے محمد بِلْعَرَبِی کے ذریعہ آئی جو ایک روز سیٹلائٹ چینل کو ایڈجسٹ کر

رہے تھے تو ایم ٹی اے اچانک سامنے آ گیا اور وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے بعد میں احمدیت اور خاص طور پہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے موضوع پر گہری تحقیق کی اور بالآخر 1995ء کے جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر انہوں نے بیعت کر لی۔ والد نے بعد میں کی۔ بیس سال بعد تقریباً لیکن بیٹے نے پہلے کر لی تھی۔ مرحوم اکثر فرانس سے الجزائر آتے جاتے رہتے تھے۔ 2017ء میں پولیس نے الجزائر میں مرحوم کے گھر پر چھاپہ مارا اور ان کے بچوں کو احمدی ہونے کے الزام میں حراست میں لے لیا۔ اس پر انہوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ جب وہ پولیس سٹیشن گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا وہ احمدی ہیں تو انہوں نے فوراً اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا کہ ہاں الحمد للہ میں احمدی ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ قانون کا احترام کرتے ہیں تاہم جس دن حکام اجازت دیں گے ان کا گھر جماعت احمدیہ کا پہلا مرکز ہو گا۔ بڑا کھل کے جرأت سے کہا۔

مرحوم کو خلافت اور خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت کا تعلق تھا۔ جماعتی خدمت کا ایک جوش تھا۔ کئی سالوں تک فرانس میں ان کا گھر مختلف میٹنگز اور نماز جمعہ کا مرکز رہا۔ الحاج محمد بِلْعَرَبِی صاحب نے اپنے پیچھے اپنی اکیاسی سالہ بیوہ اور آٹھ بچے چھوڑے ہیں۔ جن میں سے سات اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہیں۔ ان کے ایک بیٹے سیکرٹری تبلیغ اور عربی ڈیسک فرانس کے انچارج ہیں۔ بیٹیاں ہیں وہ بھی خدمت دین کی توفیق پا رہی ہیں۔

الجزائر کے ایک احمدی لکھتے ہیں کہ الحاج محمد صاحب بہت نیک دل اور فیاض انسان تھے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پہ شکر ادا کرتے کہ انہیں امام الزمان علیہ السلام کو پہچاننے اور اس پر ایمان لانے کی توفیق ملی۔ کہتے تھے کہ امام الزمان کی بیعت کے بعد میرا ایمان پختہ اور یقین مزید گہرا ہو گیا ہے۔

صدر انصار اللہ الجزائر کہتے ہیں کہ ہر جماعتی پروگرام یا میٹنگ کے لیے اپنا گھر پیش کیا بلکہ اپنے گھر کے ایک حصہ کو نماز سینٹر کے طور پر وقف کر دیا تھا۔ الجزائر سے ایک احمدی ہیں۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق خاص اور تقویٰ کی ایک مثال تھا۔ وہ ہر حال میں وقت پر نماز ادا کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے حتّٰی کہ بیماری کی شدید گھڑیوں میں بھی وہ تہجد کی پابندی کرتے اور نہایت خشوع و خضوع اور پختہ یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر مکرم محمد اشرف صاحب، کوٹری ضلع حیدرآباد کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں ستر سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ نوید اشرف صاحب مربی سلسلہ کانگو کے والد تھے اور مربی صاحب میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے۔ ان کے خاندان میں احمدیت حضرت نور الٰہی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آئی تھی جو ان کے دادا تھے۔

نوید اشرف صاحب مربی سلسلہ کانگو لکھتے ہیں۔ والد صاحب کو دین سے محبت اپنے آباؤاجداد سے ہی خون میں ودیعت ہوئی تھی۔ نہایت ہی نیک، شریف النفس، انتہائی دعا گو اور خلافت سے بہت تعلق رکھنے والے وجود تھے۔ جماعتی خدمات کی ہمیشہ مختلف حیثیتوں میں توفیق ملتی رہی۔ انتہائی محنتی اور بہت ہی مہمان نواز تھے۔ 1992ء میں چند روز کے لیے اسیر راہ مولیٰ رہنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کے کلام کو بڑی محبت سے پڑھتے تھے کہ ہر سننے والے کے دل میں وہ کلام اتر جاتا تھا۔ آواز بڑی اچھی تھی۔ ان کی وفات پر ایک شدید معاند بھی افسوس کرنے آیا اور اس نے یہ کہا کہ بہت نیک اور اچھے انسان تھے۔ ایسا انسان کبھی نہیں دیکھا۔

1992ء میں کوٹری میں ہونے والی شدید مخالفت کے دوران مخالفین جماعت کے سامنے انہوں نے نہایت بہادری اور ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ وفات سے ایک دن پہلے بھی عاملہ کی میٹنگ میں شرکت کی۔ اپنا چندہ ادا کیا اور وفات والے دن نماز تہجد ادا کی۔ قرآن کریم کی تلاوت کی۔ نماز فجر ادا کی اور پھر اس کے بعد پونے آٹھ بجے کے قریب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

شہباز احمد صاحب سابق قائد حیدرآباد کہتے ہیں۔ انتہائی خدمت کرنے والے، جماعت کے لیے غیرت رکھنے والے، انتہائی بہادر انسان اور تبلیغ کا انتہائی جنون رکھنے والے انسان تھے۔ کہتے ہیں سب سے بڑی بات جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ خدمت ایسے کیا کرتے تھے جیسے روزانہ کی بنیاد پر ایک انسان اپنے ذاتی کام کرتا ہے۔ اس طرح دین کی خدمت کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک کمپنی میں ہم ملازم تھے ایک موقع پر جماعت کی مخالفت بہت بڑھ گئی۔ مولویوں نے انتظامیہ کو کہا اور بہت پریشر ڈالا کہ ان کو ملازمت سے نکالیں۔ جو جنرل مینیجر تھا اس نے مولویوں سے کہا کہ آپ یہ بات چھوڑیں کہ یہ احمدی ہے، یہ قادیانی ہے، مرزائی ہے۔ مجھے ایک بات بتادیں، کوئی ایک خامی ایسی بتادیں جس کی بنیاد پر میں اس کو کمپنی سے نکال دوں۔ اس کا مولوی کوئی جواب نہ دے سکے اور اس طرح ان کی ملازمت جاری رہی۔

پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔ آگے ان کی نسلیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 25/ اپریل 2025ء جلد 32 شمارہ 98 صفحہ 02 تا 07)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 / اپریل 2025ء بمطابق 11 / شہادت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ خیبر کے بعد کے کچھ واقعات بیان ہو رہے ہیں جن میں سے ایک اہل تَیْمَاء کی مصالحت کا واقعہ بھی ہے۔ تَیْمَاء مدینہ سے شام کے راستے میں ایک معروف شہر تھا جو مدینہ سے تقریباً چار سو کلو میٹر پر واقع تھا۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 303 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تیماء کے یہود کو جب خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی محاذ آرائی کرنے کی بجائے از خود آدمی بھیج کر صلح کی پیشکش کی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور تیماء کے یہود کو اپنے مال و متاع کے ساتھ اپنے علاقے میں رہنے کی اجازت دے دی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 6 صفحہ 352 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوات و سرایا صفحہ 388 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

اسی موقع پر نماز فجر کی تاخیر سے ادائیگی کا بھی واقعہ بیان ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے لوٹے تو ساری رات چلتے رہے۔ پھر جب آپؐ کو نیند آئی تو مدینہ کے قریب آرام کے لیے پڑاؤ کیا اور بلال سے فرمایا کہ آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت کرو یعنی تم دیکھتے رہنا نماز کے وقت جگا دینا۔ پھر حضرت بلالؓ نے جتنی ان کے لیے مقدر تھی نماز پڑھی۔ وہ جاگنے کے لیے ساری رات نفل پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب آیا تو بلال نے صبح پھوٹنے کی سمت رخ کرتے ہوئے اپنی سواری کا سہارا لیا تو بلال پر بھی نیند غالب آ گئی جبکہ وہ اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پس نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے، نہ بلال اور نہ آپؐ کے صحابہ میں سے کسی میں سے کوئی، یہاں تک کہ دھوپ ان پر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے پہلے جاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند ہوئے اور فرمایا اے بلال! بلال نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میری روح کو بھی اسی ذات نے روکے رکھا جس نے آپؐ کو روکے رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے روانگی کا حکم فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھوڑا سا چلایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دور جا کے قیام کیا، وہاں وضو کیا اور بلال کو حکم فرمایا۔ انہوں نے نماز کی اقامت کہی۔ پھر آپ نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔ اس جگہ پہ جہاں آپؐ سوئے تھے وہاں نہیں پڑھائی بلکہ آگے جا کے کھلی جگہ پر باجماعت پڑھائی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے یعنی جو شخص نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کو میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب قضاء الصلوٰۃ...680)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 149 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ بھی یہاں واضح ہو کہ نمازِ فجر کی تاخیر کا واقعہ کئی غزوات کے سفر میں بیان ہوا ہے۔ بعض اس کو تبوک کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ بعض نے حدیبیہ کے موقع پر بیان کیا ہے۔

(تاریخ الخمیس جزء 2 صفحہ 437 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لؤلؤ المکنون جلد 3 صفحہ 477 للنشر والتوزیع)

ممکن ہے کہ راوی کو سہو ہو گیا ہو اور کسی دوسری جنگ کا واقعہ اس کے ساتھ بیان کر دیا ہو یا ممکن ہے کہ ایک سے زائد مرتبہ یہ واقعہ ہوا ہو۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

مدینہ سے واپسی کے دوران صحابہؓ بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ مدینہ سے واپس آتے ہوئے لوگ ایک وادی پر چڑھے۔ انہوں نے اپنی آوازیں تکبیر سے بلند کیں۔ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ۔ یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا آواز کو دھیما رکھو۔ تم کسی بہرے کو نہیں بلا رہے اور نہ غیر حاضر کو۔ اللہ تعالیٰ سننے والا بھی ہے اور حاضر بھی ہے۔ اس لیے درمیانی آواز رکھو۔ تم تو اس کو بلا رہے ہو جو بہت سننے والا اور نہایت قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا تو آپؐ نے مجھے سن لیا اور میں کہہ رہا تھا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ۔ جب میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سن لی۔ اس پر آپؐ نے مجھے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔ ابو موسیٰ اشعری کا نام عبد اللہ بن قیس تھا۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ مَیں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک کلمہ کا پتہ نہ دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ۔ فرمایا یہ کلمہ ہے کہ نہ بدی سے بچنے کی طاقت ہے انسان میں اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے کسی انسان میں مگر اللہ کی توفیق سے یہ ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث 4205)

پس اس طرف آپؐ نے توجہ دلائی اور فرمایا تم وہ کلمہ پڑھ رہے تھے اور یہ تو بڑا اعلیٰ کلمہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔

بہر حال مدینہ کی طرف سفر جاری رہا اور اسلامی لشکر جو مدینہ سے محرم سات ہجری کو روانہ ہوا تھا خدا تعالیٰ کے افضال اور کامیابیوں کو بھرپور انداز میں سمیٹتے ہوئے صفر کے آخری ایام میں یا ربیع الاول کے ابتدا میں واپس مدینہ پہنچ گیا۔

(غزوات و سرایا صفحہ 388 فرید یہ پبلیشرز ساہیوال)

خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدتِ اقامت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں چھ ماہ قیام فرمایا۔ آپ اس دوران میں دو نمازوں کو اکٹھا

کر کے پڑھاتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چالیس دن تک رہے۔
(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 156 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

زیادہ تر روایات کم قیام کی بابت ہی ملتی ہیں۔

فتح خیبر کے مسلمانوں کے حق میں بہت سے اثرات ظاہر ہوئے۔ خیبر کی فتح کا **ایک بنیادی اثر یہ ہوا کہ** عرب میں ارد گرد کے بہت سے قبائل جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھے وہ خوفزدہ ہو گئے اور کچھ نے تو صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ کچھ نے اطاعت قبول کرنے میں عافیت جانی اور اس طرح مسلمانوں کے سیاسی وقار میں اضافہ ہوا۔

فتح خیبر کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ جزیرۂ عرب میں یہود کی طاقت تقریباً ختم ہو کر رہ گئی۔ مدینہ کے یہود اور خیبر کے یہود عرب کے خطے میں بڑی حد تک اقتصادی اور فوجی طاقت کی ایک علامت سمجھے جاتے تھے اور اسلام کے خلاف خاص طور پر عداوت و بغض میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ کم و بیش ہر بڑی جارحیت میں دشمن کو ان کی پشت پناہی حاصل ہوتی تھی۔

تیسرا بنیادی اثر مدینہ کے مسلمانوں کی اپنی معیشت پر بہت مثبت رنگ میں ہوا۔ حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی فتح تھی کہ جس کے بعد ہمیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا۔ اس سے پہلے تو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھا سکتے تھے۔ خیبر کے بعد مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کا سامان اس قدر ہو گیا تھا کہ اب انہوں نے اپنے انصار بھائیوں کو وہ ساری جائیدادیں اور حصے واپس لوٹا دیے جو انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اس وقت عطا کیے تھے جب یہ غربت اور تنگی کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ اس ضمن میں حضرت انسؓ کی ایک بہت دلچسپ روایت ہے جس میں یہ ساری تفصیل بھی آجاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو وہ اس حال میں تھے کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا اور مدینہ کے انصار زمین اور مال مویشی والے تھے تو انصار نے اس طرح تقسیم کی کہ وہ ہر سال اپنی پیداوار کا نصف پھل ان مہاجرین کو دیتے۔ حضرت انسؓ کی والدہ نے اپنا پھلدار کھجور کا درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت ام ایمن کو دے دیا۔ خود نہیں رکھا ام ایمن کو دے دیا۔ اب جب خیبر سے واپسی پر مہاجرین نے انصار کو ان کے اموال واپس لوٹا دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کی والدہ کو کھجور کا درخت واپس لوٹا دیا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے جب ام ایمن کو بتایا کہ یہ درخت اب ہمیں واپس مل گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں ہرگز یہ واپس نہیں کروں گی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا ہے۔ شاید وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ کی دی ہوئی چیز واپس دینا نہیں چاہتی تھیں بہرحال جو بھی وجہ تھی۔ انہوں نے کہا میں نے تو اب یہ واپس نہیں کرنا۔ حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ساری بات بتائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ ام ایمن! تم یہ درخت دے دو۔ اس کے بدلے میں اتنے اتنے درخت آپ کو دوں گا لیکن وہ نہیں مان رہی تھیں۔ وہ کہتی ہیں یہ شروع میں آپ نے دیا ہے۔ بڑی برکت والا ہے میں تو نہیں دیتی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کے بدلے دس گنا درخت دیے تب انہوں نے وہ درخت واپس

کر دیا۔ (صحیح البخاری کتاب الھبة و فضلھا ... باب فضل المنیحة حدیث 2630)

(صحیح مسلم کتاب الجھاد و السیر باب رد المھاجرین الی الانصار ... حدیث 1771)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 151 مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

تاریخ میں ایک غزوہ کا ذکر ملتا ہے **جو غزوۂ ذات الرّقاع کہلاتا ہے اس غزوے کو** غزوہ مُحارِبْ، غزوہ بنو ثَعلبہ اور غزوہ بنو اَنمار بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان قبائل کی طرف یہ غزوہ ہوا تھا۔

غزوۂ ذاتُ الرِّقاع کا نام غزوۃ الأَعاجیب بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس غزوہ میں بہت سے عجیب و غریب واقعات یعنی معجزات بھی پیش آئے تھے۔ اس غزوہ کے نام ذات الرقاع کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس علاقے میں ایک درخت یا پہاڑ تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔ اس لیے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرّقاع بھی پڑ گیا۔ (سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 366 دار الکتب العلمیة بیروت)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 333 دار الکتب العلمیة بیروت)

ایک اور وجہ تسمیہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کی ہے کہ صحابہ کے پاس سواریاں بہت تھوڑی تھیں۔ یہ خود بھی چھ افراد تھے جنہیں صرف ایک سواری میسر تھی۔ اس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ سنگلاخ زمین پر چلنے کی وجہ سے، پتھریلی زمین تھی اس پر چلنے کی وجہ سے صحابہؓ کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور وہ پھٹے پرانے کپڑوں کو پاؤں پر لپیٹ لپیٹ کر چلتے تھے۔ خود حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بھی نہ صرف یہ کہ پاؤں زخمی تھے بلکہ ناخن تک زخمی ہو گئے تھے، ناخن اکھڑ گئے تھے۔ کپڑے کی پٹیوں کو چونکہ رِقَاع کہا جاتا ہے اس لیے اس غزوہ کا نام غزوہ ذاتُ الرِّقاع یعنی پٹیوں والا غزوہ مشہور ہو گیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع حدیث نمبر 4128)

بہرحال یہ اس کے مختلف نام ہیں۔ ایک اَور جگہ یہ لکھا ہے کہ جس سرزمین پر یہ غزوہ ہوا اس زمین کے کئی رنگ تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں مختلف رنگ کے گھوڑے تھے۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس جنگ میں جھنڈوں میں پٹیاں بنائی گئی تھیں یا مختلف پٹیوں کو جوڑ کر جھنڈے بنائے گئے تھے۔ اس کو ذاتُ الرِّقاع کہا گیا۔ بعض نے کہا کہ ان سب مختلف امور کے اکٹھے ہونے کی وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہا گیا ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 371 دار الکتب العلمیة بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 525 دار الکتب العلمیة بیروت)

(شرح الزرقانی علی موطا جلد 1 صفحہ 542 دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس غزوہ کا ایک نام غزوہ صلوٰۃ الخوف بھی ہے کیونکہ اس غزوہ میں نمازِ خوف ادا کی گئی تھی۔

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 521 دار الکتب العلمیة بیروت)

اس غزوہ کی تاریخ کے متعلق اختلاف ہے۔ کتب تاریخ و سیر کے مطابق غزوۂ ذات الرقاع چار یا پانچ ہجری میں ہوا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے غزوۂ ذات الرقاع کو چار ہجری میں غزوۂ بنو نضیر کے تین ماہ بعد قرار دیا ہے۔ ابن سعد کے نزدیک یہ پانچ ہجری کو ہوا۔

(السیرۃ النبویة لابن ھشام صفحہ 614 دار الکتب العلمیة بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 47-46 دار الکتب العلمیة بیروت)

جبکہ امام بخاریؒ نے ایک قوی شہادت کے ذریعہ اس غزوہ کو فتح خیبر کے بعد سات ہجری کا غزوہ بیان کیا ہے۔ وہ شہادت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اس غزوہ میں شامل تھے اور چونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ غزوہ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ وہاں خیبر میں آ کے آپ (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ) شامل ہوئے تھے اس لیے سات ہجری کی تاریخ اس غزوے کی زیادہ قرین قیاس ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ کے آخر میں اپنی کتاب کے بقیہ حصے کے لیے جو عناوین درج کیے ہیں ان میں غزوۂ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر کے بعد سات ہجری کا غزوہ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 838)

اس غزوہ کا ایک سبب یہ تھا کہ نجد کے علاقے میں بعض لوگ وقتاً فوقتاً چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں کر کے مسافروں کو پریشان کرتے تھے۔ یہ لوگ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے۔ اس لیے ان پر قابو پانا خاصا مشکل کام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف مؤثر کارروائی کا فیصلہ کیا۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 468 دار السلام)

اس غزوہ کا دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی تجارت کا سامان لے کر مدینہ آیا۔ مدینہ کے لوگوں نے اس سے سامان خریدا تو وہ ان مسلمانوں سے کہنے لگا کہ بنو اَنْمار اور بنو ثَعْلَبہ تمہارے لیے ایک لشکر جمع کر چکے ہیں لیکن تم ان سے غافل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو مدینہ پر نگران مقرر کیا اور سفر کی تیاری کی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر غِفَاریؓ کو نائب مقرر کیا۔ ابن سعد اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو نگران مقرر کیا۔

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 528-527 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 175 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال پھر آپؐ سفر پر روانہ ہوئے۔

غزوہ کے حالات اور واقعات کے بارے میں مزید یوں ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چار سو آدمیوں کے ساتھ یا بعض روایات کے مطابق سات سو یا آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور وادی شُقْرَہ میں پہنچے۔ وادی شُقْرہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ہے۔ اس میں ایک دن قیام کیا اور اِدھر اُدھر دستے روانہ کیے۔ رات تک تمام دستے واپس لوٹ آئے اور انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا اور انہوں نے قدموں کے نشانات بھی مٹا دیے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ نخل میں آ گئے۔ نخل مدینہ سے تقریباً باسٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ جب ان قبائل کے ٹھکانوں تک پہنچے تو وہاں عورتوں کے علاوہ کسی کو نہ پایا۔ عورتوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بعض مؤرخین نے عورتوں کو گرفتار کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ گرفتاری کوئی نہیں ہوئی اور بدو لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 175 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 474 دار السلام)

مرد دوڑ گئے، عورتیں وہاں رہ گئیں۔ بعض کے نزدیک گرفتار ہوئے۔ بعض کے نزدیک زیادہ اغلب خیال یہی ہے کہ عورتوں کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نخل (جو ایک جگہ ہے) سے ذات الرقاع گئے۔ وہاں غطفان کے لشکر سے سامنا ہوا مگر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ آمنے سامنے رہتے ہوئے ایک دوسرے کے حملے کا خوف رہا اور یہ خدشہ رہا کہ دشمن کسی بھی لمحے اچانک حملہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ دشمن کی طرف سے حملہ ہو سکتا ہے اس دوران نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع حدیث نمبر 4127)

یعنی ایسی نماز جس میں کچھ لوگ شامل ہوئے۔ آدھے لوگ پہلی ایک رکعت میں شامل ہوئے آدھے نصف نماز میں شامل ہوئے پھر پیچھے ہٹ گئے اور پھر دوسرا گروپ آ گیا وہ شامل ہوا اور انہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی سورۃ النساء میں ملتا ہے کہ ایسی خوف کی حالت جب ہو تو اس میں کس طرح نماز پڑھنی ہے تا کہ دشمن حملہ نہ کرے۔

بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور کہنے لگے آپ ان کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ایک نماز ہے جو ان کو اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دشمن کے منصوبے کی خبر دی۔ ایک نماز پہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگلی نماز پہ حملہ کریں گے۔ بہرحال یہ ان کی روایت ہے سبل الھدیٰ میں کہ دشمن کے منصوبے کی خبر جبرئیل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ نے عصر کے وقت صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ پہلی صلوٰۃ خوف تھی جو آپ نے پڑھائی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 175 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شارح بخاری یعنی بخاری کی شرح لکھنے والے علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ نماز خوف کے بارے میں اختلاف ہے کہ پہلی مرتبہ کس سال اس کے بارے میں حکم نازل ہوا۔ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں یہ نماز ادا کی گئی تاہم کس سال یہ حکم نازل ہوا اس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ کسی نے چار ہجری، کسی نے پانچ، کسی نے چھ اور کسی نے سات ہجری بیان کیا ہے۔ ایک قول کے مطابق نماز خوف غزوۂ بدر الموعد سے قبل پہلی مرتبہ ادا کی گئی جو شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری جلد 6 صفحہ 376 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(فتح الباری جلد 5 صفحہ 349-348 قدیمی کتب خانہ)

اس موقع پر ایک شخص کا صحابہؓ پر حملہ کرنے کے واقعہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک جگہ پر قیام فرمایا۔ اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو آج رات ہمارے لیے پہرہ دے گا۔ اس پر حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ اور حضرت عمّار بن یاسرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپؐ کے لیے پہرہ دیں گے۔ اس کے بعد وہ دونوں گھاٹی کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔ حضرت عباد بن بشرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے کہا کہ ابتدائی رات مَیں پہرہ دے لوں گا اور ان کو کہا کہ تم سو جاؤ اور آخری

رات میں تم پہرہ دے دینا تا کہ میں سو جاؤں۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ تو سو گئے اور حضرت عباد بن بشرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ بہر حال یہ بیان ہوا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو رات کو دشمن کے ایک شخص نے ان کو دیکھ لیا۔ درے پر حضرت عباد بن بشرؓ کا سایہ دیکھا کہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہل جل ہو رہی تھی تو اس نے بہر حال سوچا کہ مسلمانوں کا کوئی شخص ہے وہ پہرہ دے رہا ہے۔ یہی سوچا ہو گا اس نے۔ اس نے تیر چلایا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ حضرت عباد بن بشرؓ کے جسم میں تیر لگا۔ حضرت عباد بن بشرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس میں مصروف تھے۔ انہوں نے تیر نکال کے پھینک دیا۔ نماز نہیں توڑی بلکہ نماز پڑھتے رہے۔ تیر نکالا پھینک دیا۔ نماز جاری رکھی۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا۔ وہ بھی انہیں لگا۔ انہوں نے اس کو بھی نکال کے پھینک دیا۔ پھر جب اس نے تیسرا تیر مارا تو حضرت عباد بن بشرؓ کا کافی خون بہ نکلا۔ انہوں نے نماز مکمل کی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو جگایا۔ جب اس شخص نے دوسرے شخص کو دیکھا تو وہ بھاگ گیا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عباد بن بشرؓ کو زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ پہلے کیوں نہیں جگایا تو کہنے لگے کہ مَیں نماز میں سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا اور میرا دل نہیں چاہا کہ میں اس کی تلاوت کو منقطع کر دوں۔

(سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 369-368 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 618-617 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہ ایک عجیب تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا اور اخلاص تھا، وفا تھی۔ عبادت کا شوق تھا ان لوگوں میں کہ زخم کی کوئی پروا نہیں کی۔

بعض روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ تیر حضرت عمار بن یاسرؓ کو لگا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 180 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال پندرہ دن کی اس مہم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے اور آپ نے جُعَالْ بن سُراقہ کو مدینہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ مدینہ والوں کو مسلمانوں کی سلامتی کی خوشخبری دیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 370 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صِرَارْ مقام پر اترے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تو اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا اور وہاں سارا دن قیام فرمایا مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی یعنی شام کا وقت ہوا تو مدینہ میں داخل ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 180 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 47 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس غزوہ میں بعض معجزات بھی ظاہر ہوئے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ یہ معجزات کا غزوہ بھی کہلاتا ہے۔ ایک تو مشہور واقعہ دشمن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سونتنے کا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔ لوگوں کو دوپہر کا وقت بہت کانٹوں والی ایک وادی میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ اس وقت دوپہر ہو گئی تھی اور لوگ بھی درختوں کا سایہ تلاش کرتے ہوئے اِدھر اُدھر قیام کرنے لگے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے درخت کے نیچے قیام فرما ہوئے۔ آپؐ نے اپنی تلوار لٹکا دی۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے کہ ہم کچھ دیر سوئے۔ پھر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم آپؐ کے پاس آئے تو کیا دیکھا کہ آپؐ کے پاس ایک بدوی بیٹھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے میری تلوار پکڑ لی اور میں سویا ہوا تھا۔ میں جاگا تو وہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کون تمہیں مجھ سے بچائے گا؟ مَیں نے کہا اللہ! تو اس نے تلوار کو نیام میں داخل کر لیا اور وہ یہ ہے جو بیٹھا ہوا ہے۔ آپؐ نے اس حملہ آور کو کوئی سزا نہیں دی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع حدیث 4135)

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب تفرق الناس عن الامام... حدیث 2913)

اس شخص کا نام غَوْرَث بن حَارِث بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام غَوْرَک تھا۔ بعض نے غُوَیْرَث بھی کہا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع حدیث 4136)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 369 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 532 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس شخص کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ بھی کہ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ اس نے آپؐ سے یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ کبھی آپؐ کے مقابلے پر نہیں آئے گا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 369 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 530 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سونتنے والا ایک اَور واقعہ بھی روایات میں ملتا ہے جس میں دُعْثُور نامی شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کا ذکر ہے۔ بعض علماء نے ان دونوں واقعات کو ایک ہی واقعہ بیان کیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دونوں واقعات دو الگ الگ مواقع کے ہیں۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 369 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دُعْثُور کے حملہ کرنے کا واقعہ تین ہجری میں غزوہ ذِی اَمر یا غزوۂ بنی غطفان سے واپسی پر پیش آیا جو یوں ہے کہ مشرکوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ تنہا لیٹے ہوئے دیکھا تو وہ اپنے سردار دُعْثُور کے پاس آئے۔ یہ شخص ان میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ مشرکوں نے اسے کہا کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل تنہا لیٹے ہوئے ہیں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے نمٹ لو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ خود دُعْثُور نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تنہا لیٹے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا کہ اگر اس وقت بھی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کروں تو اللہ خود مجھے ہلاک کر دے۔ بہر حال یہ کہہ کر وہ دُعْثُور تلوار سونتے ہوئے چلا اور بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے پہنچ کر رکا۔ پھر اچانک اس نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ آج یا یہ کہا کہ اب اس وقت آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان سے فرمایا: اللہ مجھے تم سے بچائے گا۔ اس پر وہ زمین پر گر گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس کی تلوار اٹھالی اور اسے فرمایا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس

پر دُعْثُور نے کہا، لَا۔ کوئی بھی نہیں۔ مجھے تو اب کوئی نہیں بچا سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! آئندہ میں کبھی آپ کے خلاف لوگوں کی جتھہ بندی نہیں کروں گا۔ یہ اس نے عہد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار اسی کو عنایت فرما دی اور ایک روایت میں ہے کہ دُعْثُور آپ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگا۔ اللہ کی قسم! آپؐ احسان کرنے کے معاملے میں مجھ سے بہتر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا۔ أَنَا أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكَ۔ میں تم سے اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ احسان کروں اور دُعْثُور اپنی قوم کی طرف لوٹ آیا لیکن اس کا حال ہی بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم کو تبلیغ کر رہا تھا۔ دُعْثُور نے واقعہ بیان کیا کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ کس طرح میں گر گیا۔ وہ گرنے کے واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے وہاں ایک دراز قد آدمی کو دیکھا۔ جب میں وہاں تلوار سونت کر کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت دراز قد آدمی وہاں آیا ہے اس نے مجھے دھکا دیا تو میں پیٹھ کے بل گر گیا۔ تب میں نے جان لیا کہ یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت اقرار کر لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! میں ان کے خلاف کبھی کوئی جنبش نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے لگا۔ ایک جگہ یہ واقعہ اس طرح بھی لکھا ہے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 290، 369 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 176 جلد 10 صفحہ 258-257 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وہیں ایک پرندے کا واقعہ بھی ہوا۔ **حضرت جابرؓ** سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ صحابہؓ میں سے ایک شخص پرندے کا بچہ لے کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس پرندے کی ماں یا باپ یا ماں باپ دونوں تھے یا ان میں سے ایک نے اپنے آپ کو اس صحابیؓ کے سامنے گرا دیا جس نے اس کے بچے کو پکڑا تھا۔ پرندے کے بچے کو پکڑا ہوا تھا تو پرندہ آیا، ماں یا باپ میں سے بڑا پرندہ جو تھا اور ان کے سامنے گر گیا۔ وہ گر گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اس سے تعجب کر رہے تھے۔ بڑے حیران تھے کہ یہ کیا ہوا ہے کہ پرندہ آ کے خود بیٹھ گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس پرندے پر تعجب کرتے ہو کہ کیوں یہ اپنی جان اپنے بچے کی خاطر پیش کر رہا ہے۔ تم نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے اور اس نے اپنا آپ اپنے بچے کو چھڑانے کے لیے پیش کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تمہارا رب اس پرندے سے بھی زیادہ تم پر رحم کرتا ہے۔

(امتاع الاسماع جلد 5 صفحہ 275 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جس طرح یہ اپنے بچے پر رحم کے لیے آیا ہے اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ رحم کرتا ہے۔

جنونی بچے کی شفا کا ایک واقعہ ان معجزات میں بیان ہوا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں نکلے تو راستے میں ایک دیہاتی عورت اپنے بیٹے کے ساتھ آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہؐ! یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر شیطان غالب آ چکا ہے۔ یعنی جنون کا حملہ ہوتا ہے اس کو۔ جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے اس کا منہ کھولا اور اس میں لعاب ڈالا اور فرمایا اے اللہ کے

دشمن! دُور ہو جا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ دعا کی آپؐ نے۔ یہی کلمات تین دفعہ کہے۔ پھر فرمایا اس بچے کو لے جاؤ اس کو پھر یہ تکلیف کبھی نہیں ہو گی۔

(امتاع الاسماع جلد 5 صفحہ 260 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تین انڈوں میں برکت کے واقعہ کا ایک ذکر ہے۔ یہ شتر مرغ کے انڈے تھے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع میں عُلْبَہ بن زید حارثی تین انڈے لائے جو کہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ میں پڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے جابرؓ! ان کو لے لو اور ان انڈوں کو پکاؤ۔ میں نے ان کو پکایا اور ان کو ایک پیالے میں لے کر آیا۔ پھر میں نے روٹی تلاش کی لیکن نہ ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ روٹی کے بغیر ان کو کھانے لگے یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ پیٹ بھر گیا اور پیالے میں انڈے ویسے ہی تھے جیسے شروع میں تھے۔ پھر بہت سے صحابہ کرامؓ نے اس میں سے کھایا اور پھر ہم آگے روانہ ہو گئے۔

(امتاع الاسماع جلد 7 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس موقع پر ایک اونٹ کے قصہ کا بھی ذکر ملتا ہے جس نے اپنے مالک کی شکایت کی تھی۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع سے واپس لوٹے یہاں تک کہ ہم حَرَّہ میں پہنچے تو ایک اونٹ تیزی سے آیا اور اس نے بلبلانا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس اونٹ نے کیا کہا ہے؟ یہ اونٹ اپنے آقا کے خلاف مجھے شکایت کر رہا تھا۔ اس کا آقا کئی سالوں سے اس سے اپنا کام لے رہا ہے اور اب وہ اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اے جابرؓ! اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں مَیں نے عرض کیا کہ میں تو اس کو نہیں پہچانتا کہ مالک کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ اس مالک پر تیری راہنمائی کرے گا۔ اس اونٹ کو چھوڑ دو یہ مالک کے پاس پہنچ جائے گا۔ پس وہ اونٹ ان کو لے کر چلا گیا یہاں تک کہ اس کے مالک تک پہنچا دیا۔ کہتے ہیں میں اس کو آپؐ کے پاس لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے وہ اونٹ آپؐ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آپؐ نے اسے جنگل میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

(معجم الأوسط جلد 9 صفحہ 54 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس موقع پر حضرت جابرؓ کا اونٹ گم ہونے کا واقعہ بھی ملتا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اندھیری رات میں میرا اونٹ گم ہو گیا۔ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا اونٹ فلاں جگہ ہے جا اور اس کو پکڑ لے۔ میں اس طرف گیا لیکن مجھے اونٹ نہ ملا۔ میں واپس آیا۔ میں نے دوبارہ اسی طرح کہا۔ آپ نے دوبارہ مجھے اسی طرح فرمایا۔ کہتے ہیں میں دوبارہ گیا لیکن مجھے اونٹ نہ ملا تو میں واپس آ گیا۔ اس پر آپؐ نے شفقت فرماتے ہوئے کہا چلو۔ میرے ساتھ چلو۔ آپؐ میرے ساتھ چلے یہاں تک کہ ہم اونٹ کے پاس گئے اور آپؐ نے اونٹ مجھے پکڑا دیا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 177 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان کے سست اونٹ کا ایک واقعہ بھی ملتا ہے۔ اسی غزوہ کی بابت حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا ہے

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میرا اونٹ سست ہو گیا اور تھک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا جابرؓ! میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یہ میرا اونٹ سست ہو گیا ہے اور وہ تھک گیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ آپؐ اپنی سواری سے اترے۔ پھر فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر میں پانی کا ایک پیالہ لایا۔ آپؐ نے اس میں پھونک ماری اور اس اونٹنی کے سر اور کمر پر چھڑک دیا اور اس کی پیٹھ پر بھی چھڑک دیا۔ پھر فرمایا مجھے عصا دو، ایک سوٹی دو۔ میں نے اپنا عصا دیا یا اس طرح کہا کہ میں نے درخت سے چھڑی کاٹ کے آپ کو دی۔ بہر حال آپؐ نے اس سے کچھ ضربیں اس اونٹ کو لگائیں اور اپنی چھڑی سے اسے کھینچنے لگے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا۔ اس اونٹ پہ چڑھ گیا۔ میں نے اونٹ کو دیکھا کہ وہ اتنا تیز ہو گیا کہ اب میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکلنے سے روکنے لگا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تو حضور مجھ سے باتیں کرنے لگے اور پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ تو میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے۔ فرمایا نوجوان کنواری سے کیوں شادی نہیں کی؟ تم نوجوان ہو تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔ مَیں نے عرض کیا کہ میری بہنیں ہیں۔ جابرؓ کے والد جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی سات بیٹیاں تھیں جو جابرؓ کی بہنیں تھیں۔ کہتے ہیں مَیں نے کہا بہنیں ہیں میری اور میں نے سوچا کہ میں کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کی دلجوئی کرے اور ان کی کنگھی چوٹی کرے، ان کی پرورش کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم گھر پہنچنے والے ہو جب پہنچو تو عقل مندی سے، احتیاط سے کام لینا۔ یہ نصیحت فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اپنا یہ اونٹ بیچتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ سے ایک اوقیہ چاندی پر خرید لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ پہنچے اور میں اگلی صبح پہنچا۔ ہم مسجد میں آئے تو مَیں نے آپؐ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپؐ نے فرمایا اب پہنچے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو چنانچہ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا اسے ایک اوقیہ چاندی تول کر دے دو۔ وہی اونٹ کی قیمت جو رستے میں طے ہوئی تھی۔ حضرت بلالؓ نے تول کر مجھے دے دی اور کچھ زیادہ بھی دی۔ پھر میں واپس چلا تو آپؐ نے فرمایا جابرؓ کو میرے پاس بلاؤ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ واپس کر دیں گے اور مجھے اس واپسی سے بڑھ کر اور کوئی بات ناپسند نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا اپنا اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی اپنے پاس رکھو۔ یعنی حضرت جابرؓ کی توقع کے برعکس۔ ان کا خیال تھا کہ اونٹ واپس کر کے شاید قیمت نہ واپس کرنی پڑے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیمت بھی رکھو اور اونٹ بھی رکھو۔ آپؐ نے اونٹ کی قیمت واپس نہیں لی۔

(صحیح البخاری کتاب البیوع باب شراء الدواب والحمر حدیث 2097)

معجزات میں تھوڑے سے پانی کے بہت زیادہ ہونے کے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ اسی غزوہ کے دوران ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابرؓ! وضو کے لیے اعلان کر دو۔ میں نے کہا سنو! وضو کرو! وضو وضو! میں نے لوگوں میں یہ اعلان تو کر دیا۔ لیکن کہتے ہیں میں نے رسول

اللہؐ سے یہ عرض کیا کہ اس وقت تو ہمارے پاس قافلے میں پانی کا قطرہ بھی نہیں پایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ فلاں بن فلاں انصاری کی طرف جاؤ اور دیکھو! کیا اس کی مشک میں کچھ ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اس طرف گیا اور اس میں دیکھا تو اس کے مشکیزوں میں سے ایک کے منہ میں ایک قطرہ تھا یعنی بہت تھوڑا پانی تھا۔ اگر میں اسے انڈیلتا تو اس کی خشک جگہ اسے پی جاتی۔ اتنا تھا کہ وہ اس میں سے نکلنا ہی مشکل تھا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس مشک کے منہ میں میں نے صرف ایک قطرہ پانی پایا ہے۔ بہت تھوڑا ہے۔ اگر میں اسے انڈیلوں تو اس کا خشک حصہ اسے پی جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ میں اسے آپؐ کے پاس لایا۔ آپؐ نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑا اور کچھ کہنے لگے۔ دعا کی۔ مجھے نہیں پتہ کیا فرمایا۔ آپؐ اسے اپنے ہاتھ سے دباتے جاتے تھے۔ پھر آپؐ نے مجھے وہ دیا اور فرمایا اے جابرؓ! ایک بڑا ٹب منگواؤ تو میں نے ٹب لا کے اسے آپؐ کے سامنے رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹب میں اس طرح ہاتھ اٹھایا اور اس طرح پھیلایا اور اپنی انگلیوں کو کشادہ کیا یعنی کہ ٹب میں یوں ہاتھ پھیلا دیے پھر اپنے ہاتھوں کو ٹب کی تہ تک رکھ دیا۔ پہلے اپنا ہاتھ سارا پھیلایا پھر نیچے تلے تک لے گئے اور فرمایا اے جابرؓ! لو اور میرے ہاتھ پر انڈیلو اور بسم اللہ پڑھو۔ جو بھی قطرے ہیں پانی کے وہ میرے ہاتھ پر انڈیلتے جاؤ۔ میں نے اسے آپؐ کے ہاتھ پر انڈیلا اور بسم اللہ پڑھ کر میں نے پانی کو دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں کے درمیان پانی چشمے کی طرح جوش مارنے لگا یہاں تک کہ وہ بھر گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے جابرؓ! ہر اس شخص کو پکارو جسے پانی کی ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں لوگ آئے انہوں نے پانی پیا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا کوئی اَور ضرورت مند باقی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگن سے اپنا ہاتھ نکالا اور وہ ٹب بھرا ہوا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد و الرقائق باب حدیث جابر الطویل ... حدیث 3013)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طرح کے **معجزات کی بابت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** فرماتے ہیں: ”اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگ ریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اِسی معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 18) یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کہ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا" پیٹ بھر دیا" اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں "یعنی نمکین کنوئیں کے پانی میں" اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کیے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 66-65)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02 رمئی 2025ء جلد 32 شمارہ 104 صفحہ 02 تا 07)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18/ اپریل 2025ء بمطابق 18/ شہادت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے آج بعض اَور سرایا اور غزوات کا ذکر کروں گا۔

تاریخ میں ایک سریہ حضرت عمر بن خطابؓ بطرف تُرَبَہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ سریہ شعبان 7/ ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ہوازن قبیلہ کی طرف تُرَبَہ مقام کی طرف بھیجا۔ تُرَبَہ مدینہ سے تقریباً 333 میل کے فاصلے پر صَنعَاء اور نجران کی شاہراہ پر واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو تیس افراد کے ساتھ یہاں بھیجا۔ اس سریہ کو بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ تُرَبَہ کی طرف سے اسلام کے خلاف سازشوں کی اطلاع موصول ہوئی تھی۔

(ما خوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 90-89 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوات و سرایا صفحہ 391 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

حضرت عمرؓ روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ بنو ھِلَال کا ایک شخص گائیڈ تھا۔ صحابہؓ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ اہل تُرَبَہ کو خبر پہنچی تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ ان کے علاقے میں پہنچے لیکن وہاں کوئی نہیں تھا بلکہ ان کو بلندیوں پر چڑھا ہوا پایا۔ وہ پہاڑوں پہ چلے گئے تھے اور اپنا سارا مال مویشی بھی وہ لوگ اپنے ساتھ (پہاڑوں پر) لے گئے۔ تو حضرت عمرؓ مدینہ کی طرف واپس چل پڑے۔ جب ذُوالجُدَر مقام پر پہنچے جو قُبَاء کے نواح میں مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ ہے تو بنو ھِلَال کے اس شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کیا تم ایک اور گروہ پر حملہ کرو گے جو بنو خَثعَم میں سے ہے۔ وہ سارے اپنے علاقے میں قحط سالی کی وجہ سے یہاں آ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم نہیں دیا۔ آپؐ نے مجھے صرف یہ حکم دیا کہ میں تُرَبَہ کے مقام پر ہَوازِن سے جہاد کروں۔ پھر حضرت عمرؓ مدینہ واپس آ گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 305-304 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 85 زوار اکیڈمی)

کیونکہ یہی لوگ تھے جو شرارت کرنے والے تھے۔ یہاں سے یہ الزام بھی جو لگایا جاتا ہے کہ مسلمان بلاجواز حملہ کرتے تھے۔ یہ بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔

پھر ایک سریہ حضرت بشیر بن سعدؓ فَدَک میں بَنُو مُرّہ کی طرف ہے۔ یہ سریہ شعبان 7/ ہجری میں حضرت بشیر بن سعدؓ کی قیادت میں ہوا۔ حضرت بشیرؓ کی کنیت ابو نعمان تھی۔ سعد بن ثعلبہ ان کے والد تھے۔ قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ حضرت بشیر بن سعدؓ زمانہ جاہلیت میں لکھنا جانتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا

جب عرب میں بہت کم لوگ لکھنا جانتے تھے۔ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں کی جس میں ستر انصار شامل ہوئے تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق اور باقی کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔

حضرت بشیر بن سعدؓ انصار کے پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر سَقیفہ بنو ساعدہ کے دن بیعت کی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں بارہ ہجری میں حضرت بشیرؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ کے معرکہ عَین التمر میں شریک ہوئے اور آپؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 306-305 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الاستیعاب جلد 1 صفحہ 253-252 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عَین التمر کا تعارف یہ ہے کہ یہ کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ مسلمانوں نے بارہ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں اس علاقے کو فتح کیا۔

(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 199)

بہرحال اس سریہ کے بارے میں جو میں پہلے بیان کر رہا تھا اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعدؓ کو تیس صحابہؓ کے ساتھ فدک میں بنو مُرَّۃ کی طرف بھیجا۔ فدک مدینہ سے چھ رات کی مسافت پر خیبر کے قریب واقع ہے۔ یہ واضح ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مہمات یا جنگ کے لیے اس وقت بھیجتے تھے جب یہ خبر ہوتی تھی کہ لوگ اسلام کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ بہرحال صحابہؓ روانہ ہوئے اور بکریاں چرانے والوں سے ملے تو ان سے بنو مرۃ کے متعلق پوچھا۔ چرواہوں نے انہیں بتایا کہ بنو مرۃ اپنی وادی میں ہیں اور چشمہ پر نہیں آئے۔ صحابہؓ نے ان کی بھیڑ بکریاں ہانکیں اور مدینہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ بنو مرۃ کا منادی پکار اٹھا۔ اس نے اعلان کیا اور اس واقعہ کی خبر دی کہ اس طرح مسلمان ہمارا یہ سامان لے گئے ہیں۔ اس پر بنو مرۃ کے لوگ واپس آئے تو رات کے وقت مسلمانوں کو بنو مرۃ کے ایک بڑے لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے مسلمانوں پہ بہت بڑا لشکر لے کر حملہ کیا۔ ساری رات صحابہؓ تیر اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ صحابہؓ کے تیر ختم ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے صبح کی تو بنو مُرَّۃ نے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا اور حضرت بشیرؓ کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ حضرت بشیرؓ ان لوگوں سے شدید جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے ان کے ٹخنے پر چوٹ لگی اور سمجھا گیا کہ بشیرؓ فوت ہو گئے ہیں۔ پھر بنو مرۃ اپنی بکریاں اور بھیڑیں لے کر واپس چلے گئے۔ جو سامان مسلمانوں نے لیا تھا ان سب کو شہید کر کے یہ لوگ اپنا سامان واپس لے گئے۔ رات تک حضرت بشیرؓ ان شہداء میں پڑے رہے۔ انہوں نے ہمت کر کے خود کو اٹھایا اور فدک چلے گئے اور چند دن وہاں یہود کے ہاں ٹھہرے یہاں تک کہ جب زخم بہتر ہو گئے تو مدینہ واپس آ گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 306-305 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 225 زوار اکیڈمی)(دائرہ معارف جلد 8 صفحہ 474 بزم اقبال لاہور)

پھر ایک سریہ حضرت غالب بن عبد اللہ لَیثِی بطرف مَیفَعَہ کا ذکر ہے۔ یہ سریہ رمضان سات ہجری میں ہوا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 133 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت غالب بن عبد اللہ لَیثی اہلِ حجاز میں سے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر موجود تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے پہلے جاسوس کے طور پر آگے بھیجا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں یہ خراسان کے والی تھے۔ ایک روایت کے مطابق جنگِ قادسیہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 5 صفحہ 243 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالبؓ کو بنو عُوَال اور بَنُوعبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا جو مَیْفَعَہ میں تھے۔ یہ جگہ نجد کی طرف مدینہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر تھی۔ بنو عُوَال اور بنو عبد نے مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتے ہوئے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا تا کہ احزابِ عرب جیسی کوئی مزید کارروائی کی جا سکے۔ مسلمانوں پہ حملہ ہو۔ ابن ہشام نے حضرت غالبؓ بن عبد اللہ لیثی کے اس سریہ کو بنو مرۃ کی طرف بیان کیا جو حُرُقَہ کے حلیف تھے۔ امام بخاریؒ نے اس سریہ کے حوالے سے باب کا عنوان یہ بنایا ہے کہ باب بَعْثُ النَّبِیِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جُہَینَہ کے حُرَقات کے قبیلہ کی طرف بھیجنا۔ اس سے یہ لگتا ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے لیکن شارح بخاری علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ان الفاظ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حُرقہ کی طرف ہمیں بھیجا۔ یہ دلیل نہیں ملتی کہ وہ سریہ میں لشکر کے امیر تھے اور اسامہ بن زید کو ان کے والد زید کے غزوہ موتہ میں شہید ہونے سے پہلے امیر لشکر بنایا جانا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت وہ امیر بنائے گئے تھے۔ اس وجہ سے اہلِ مغازی کی بات زیادہ راجح ہے۔ زیادہ فائق اور قابل قبول ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ تھے۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالبؓ کو ایک سو تیس صحابہؓ کے ساتھ بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت یسارؓ ان کے گائیڈ تھے۔ مسلمانوں نے ایک ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان کی آبادیوں کے درمیان تک جا پہنچے۔ ان میں سے جو مقابلے پر آیا اس کو قتل کر دیا اور مال غنیمت بھیڑ بکریاں مدینہ لے آئے اور کسی کو قیدی نہ بنایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 91 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 56 زوار اکیڈمی)(غزوات و سرایا صفحہ 396 فرید یہ پبلشرز ساہیوال)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 879 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از فتح الباری جلد 7 صفحہ 659 آرام باغ کراچی)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بَعْثُ النَّبِیِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ)

لا الہ الا اللہ کہنے والے کو قتل کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار

ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ وہی سریہ ہے جس میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے مِرْدَاس بن نُہَیک کو قتل کیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 133، 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 91 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری میں اس واقعہ کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حرقہ کی طرف ہمیں بھیجا۔ ہم نے صبح ان لوگوں میں کی اور ہم نے انہیں شکست دے دی اور مَیں نے اور انصار میں سے ایک شخص نے ان میں سے ایک شخص کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اس پر قابو پا لیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ تو انصاری رک گیا مگر میں نے اپنا نیزہ اس کو مارا یہاں تک کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر جب ہم آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اے اسامہ! کیا تُم نے اسے مار ڈالا بعد اس کے کہ اس نے کہا لا الہ الا اللہ! مَیں نے کہا وہ اپنا بچاؤ کر رہا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اسے دہراتے رہے۔ اتنی دفعہ دہرایا کہ تُو نے مار دیا اس کو۔ یہاں تک کہ مَیں نے یہ آرزو کی کہ میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث النبیؐ اسامہ... حدیث 4269)

مسلم نے اس روایت کو یوں درج کیا ہے کہ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ تم نے کیوں نہ اس کا دل چیرا تا کہ تم جان لیتے کہ اس نے یہ دل سے کہا تھا یا نہیں؟ آپؐ میرے سامنے یہ بات دہراتے رہے اور یہاں تک کہ مَیں نے یہ خواہش کی کاش میں نے اس دن ہی اسلام قبول کیا ہوتا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان مترجم جلد 1 صفحہ 88)

لیکن آجکل کے مولوی یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے احمدیوں کے دل چیر کے دیکھ لیے ہیں اس لیے احمدیوں کو شہید کرنا اور ان پہ ظلم کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے بھی سامان کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مِرداس کے اہل خانہ کو اس کی دیت دینے کا حکم دیا اور اس کا مال انہیں واپس کر دیا۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 6 صفحہ 193 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا گو یہ پہلے جنگ کر رہا تھا لیکن آپؐ نے فرمایا کیونکہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا اس لیے اس کے گھر والوں کو اس کی دیت دو اور اس کا مال جو تم نے لُوٹا ہے وہ بھی واپس کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”آپ ہمیشہ حکم دیتے تھے کہ شریعت کا نفاذ ظاہر پر ہونا چاہیے“ یعنی شریعت جو نافذ ہونی ہے وہ ظاہری حالت پہ ہو، دلوں کا حال ہم نہیں جانتے۔ ”ایک دفعہ ایک جنگ پر کچھ صحابہؓ گئے ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک مشرک انہیں ایسا ملا جو اِدھر اُدھر جنگل میں چھپا پھرتا تھا اور جب کبھی اسے کوئی اکیلا مسلمان مل جاتا تو اس پر حملہ کر کے وہ اسے مار ڈالتا۔ اسامہ بن زیدؓ نے اس کا تعاقب کیا اور ایک موقع پر جا کر اسے پکڑ لیا اور اسے مارنے کے لیے تلوار اٹھائی۔ جب اس نے دیکھا کہ اب میں قابو آ گیا ہوں تو اس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں مگر اسامہؓ نے اس کے اس قول کی پرواہ نہ کی اور اسے مار ڈالا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لڑائی کی خبر دینے کے لیے ایک شخص مدینہ پہنچا تو اس نے لڑائی کے سب احوال بیان کرتے کرتے یہ واقعہ بھی بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اس آدمی کو مار دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن کیا کرو گے جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تمہارے خلاف

گواہی دے گا" جیسا کہ میں نے پہلے کہا آجکل کے یہ مولوی اور اُن کے چیلے جو پاکستان میں ہیں جنت میں جانے کی باتیں کرتے ہیں کہ احمدیوں کو قتل کر دو تو جنت میں جاؤ گے لیکن انہیں پتہ نہیں کہ ان کے یہ عمل انہیں اللہ تعالیٰ کی سزا کا مورد بنا رہے ہیں۔ کبھی نہ کبھی تو ان پہ اللہ کی پکڑ آئے گی۔

بہرحال حضرت مصلح موعودؓ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال کیا جائے گا کہ جب اس شخص نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تھا تو پھر تم نے کیوں مارا؟ گو وہ قاتل تھا مگر توبہ کر چکا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے کئی دفعہ جواب میں کہا یا رسول اللہؐ! وہ تو ڈر کے مارے ایمان ظاہر کر رہا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے؟ اور پھر بار بار یہی کہتے چلے گئے کہ تم قیامت کے دن کیا جواب دو گے جب اس کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اسامہؓ کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں آج ہی اسلام لایا ہوتا اور یہ حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوئی ہوتی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 416-415)

پھر ایک سریہ حضرت بشیر بن سعدؓ ہے جو یُمن اور جبّار کی طرف ہے۔ یہ سریہ شوال 7/ ہجری میں ہوا۔ یُمن اور جبار فَدَک اور وادی القریٰ کے درمیان خیبر کے قریب بنو غَطَفَان کا علاقہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ غَطَفَان کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جمع ہو رہا ہے اور عُیَیْنَہ بن حِصْن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب جلد 3 صفحہ 310 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 403-402 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کا ذکر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کیا تو انہوں نے حضرت بشیر بن سعدؓ کو بھیجنے کا مشورہ دیا۔

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 330 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعدؓ کو بلایا اور ان کے لیے پرچم تیار کروایا اور ان کے ساتھ تین سو صحابہؓ کو روانہ فرمایا۔ یہ صحابہؓ رات بھر چلتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے اور بالآخر جَبَار مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں چرواہے اپنے جانور چرا رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ نکلے اور غطفانیوں کو جا کر خبر دی۔ وہ لوگ یہ خبر سن کر اپنے مال مویشی چھوڑ کر اپنی بستی کے بالائی حصوں کی طرف فرار ہو گئے۔ سب چھوڑ کے چلے گئے۔ ان میں سے صرف دو آدمی ہاتھ لگے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ صحابہؓ نے بھیڑ بکریاں اور اونٹ اپنے قبضے میں لے لیے اور قیدیوں سمیت واپس مدینہ آ گئے۔ یہاں وہ دونوں قیدی مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنے علاقے میں واپس جانے دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 264 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 514 دار السلام)

عُمْرَۃُ القَضَاء کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ جو ذوالقعدہ 7 ہجری میں کیا تھا جو فروری 629ء کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے لیے روانہ

ہوئے۔ یہ وہی مہینہ تھا جس میں پچھلے سال مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ نہ کرنے دیا تھا اور مقام حدیبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ اب اس عمرے کی قضاء کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر نے اس کے کئی نام بیان کیے ہیں۔ غزوۃُ القَضَاء، عُمرۃ القَضِیَّہ، عمرۂ صلح اور عُمرۃُ القِصَاص اور اس عمرہ کو غَزْوَۃُ الامن بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو عمرۃ القِصاص اس لیے کہتے ہیں کیونکہ مشرکین مکہ نے چھ ہجری میں حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا تو آپ پہلے عمرے کے قصاص میں تشریف لے گئے تھے اور ذوالقعدہ سات ہجری کو مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (البقرہ:195) کہ عزت والا مہینہ عزت والے مہینہ کا بدلہ ہے اور تمام حرمت والی چیزوں کی ہتک کا بدلہ لیا جائے گا۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُوَیف بن اَضْبَط دِیْلِی کو نائب مقرر کیا اور ابن سعد کے مطابق آپؐ نے حضرت ابورُھم غِفَارِیؓ کو نائب مقرر کیا۔

عمرہ کے لیے روانگی کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ اس عمرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار صحابہؓ تھے۔ روانگی کے وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے ان میں سے ہر شخص شامل ہو۔ حدیبیہ کے موقع پر موجود تمام صحابہؓ اس عمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سوائے ان کے جو غزوۂ خیبر کے موقع پر شہید ہو گئے تھے یا وفات پا گئے تھے۔ ان کے علاوہ آپؐ کے ساتھ کئی ایسے صحابہؓ بھی شامل تھے جو حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھے۔ آپؐ کے ساتھ قربانی کے ساٹھ اونٹ تھے۔ آپؐ نے ان سب جانوروں کے گلوں میں ہار ڈالے اور جانوروں کی نگرانی پر حضرت ناجیہ بن جُندُبؓ کو متعین فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچے جو مدینہ سے تقریباً چھ سات میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے تو سو گھڑ سواروں کو احتیاطی تدبیر کے طور پر اپنے آگے روانہ کیا۔ ان پر حضرت محمد بن مسلمہؓ کو امیر بنایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں خَود، ہتھیار، زرہیں اور نیزے بھی ساتھ لیے۔ آپؐ نے ہتھیار بھی آگے بھیج دیے اور ان پر حضرت بشیر بن سعدؓ کو نگران مقرر فرمایا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 717 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 2 صفحہ 92 جلد 3 صفحہ 403 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 838)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 636 آرام باغ کراچی)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 90 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 105 زوار اکیڈمی)

یہ سوال اٹھتا ہے کہ **عمرے پر جانے کے لیے ہتھیاروں کی کیا ضرورت تھی** جبکہ معاہدہ ہو چکا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ آپؐ نے ہتھیار ساتھ لے لیے ہیں حالانکہ قریش نے میانوں میں موجود تلواروں کے علاوہ ہتھیاروں سے منع کیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم

ہتھیار لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ کسی حملہ کی صورت میں وہ ہمارے قریب ایک جگہ پر ہوں گے۔ وہاں مکہ میں لے کے نہیں جارہے۔ ہم باہر رکھیں گے کیونکہ ان کا اعتبار کوئی نہیں کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ گھڑ سواروں کے ساتھ مَرُّالظہران پہنچے تو وہاں قریش کے کچھ لوگ ان سے ملے جن کو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل ان شاء اللہ اس مقام پر ہوں گے۔ وہ لوگ قریش کے پاس آئے اور انہیں اس کے متعلق بتایا تو وہ لوگ ڈر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرُّالظہران پہنچے تو تمام ہتھیار یَأْجَج مقام پر بھیج دیئے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے۔ جب کفار مکہ کو خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آرہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے چند آدمیوں کو صورتحال کی تحقیقات کے لیے مرالظہران تک بھیجا۔

مِکْرَزْ بن حَفْص جو نمائندہ بن کے گیا، کہا کہ اے **محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کبھی عہد شکنی** کرتے نہیں دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم صلح نامے کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے یہ سن کر کفار مطمئن ہو گئے اس پر مِکرز نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو نیکی اور وفا کی خوبیوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ کافر ہے اور وہ بھی یہ کہہ رہا ہے کہ ہم آپ کو نیکی اور وفا کی خوبیوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعدؓ کی ماتحتی میں چند صحابہؓ کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے متعین فرما دیا اور معاہدہ کی شرائط کے مطابق سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار نہ تھا۔ آپؐ صحابہ کرامؓ کے مجمع کے ساتھ تلبیہ کرتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ قربانی کے جانوروں کو ذی طُوٰی کی طرف بھیج دیا جو مسجد حرام سے نصف میل کے فاصلے پر مکہ کی ایک وادی ہے۔ آپؐ اپنی اونٹنی قَصوَاء پر سوار تھے۔ آپ حَجُون کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ حَجُون وادی مُحَصَّب کی طرف ایک پہاڑ ہے جو بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 91-90 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 100، 180 زوار اکیڈمی)

(دائرہ معارف سیرت جلد 8 صفحہ 485 تا 487 بزم اقبال لاہور)

(معجم البلدان صفحہ 357 الفیصل ناشران اردو بازار لاہور)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپؐ کے آگے چل رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے اے کفار کی اولاد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آج ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے ابن رَوَاحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں یہ شعر پڑھتے ہو؟ یہ تو غلط بات کر رہے ہو تم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ یہ ان میں تیروں سے زیادہ اثر کرنے والے ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی انشاد الشعر حدیث: 2847)

یہ ایک روایت ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو اشعار پڑھنے سے روکا تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمر! جو کچھ یہ کہہ رہا ہے مَیں سن رہا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے فرمایا۔ تم یہ جو پڑھ رہے ہو یہ تو اشتعال دلانے والی باتیں ہیں۔ یہ نہ کہو۔ تم یہ کہو کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَأَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو عزت بخشی اور اکیلے تمام گروہوں کو شکست دی۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 320 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ”جب آپ مر الظہران تک پہنچے جو مکہ سے ایک پڑاؤ پر ہے تو معاہدہ کے مطابق آپ نے تمام بھاری ہتھیار اور زِرہیں وہاں جمع کر دیں اور خود اپنے صحابہؓ سمیت معاہدہ کے مطابق صرف نیام بند تلواروں کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے۔ سات سالہ جلا وطنی کے بعد مہاجرین کا مکہ میں داخل ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ان کے دل ایک طرف ان لمبے مظالم کو یاد کر کے خون بہا رہے تھے جو مکہ میں ان پر کیے جاتے تھے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے اس فضل کو دیکھ کر کہ پھر خدا تعالیٰ نے انہیں کعبہ کے طواف کا موقع نصیب کیا ہے وہ خوش بھی ہو رہے تھے۔ مکہ کے لوگ مکہ سے نکل کر پہاڑ کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں کا دل چاہتا تھا کہ آج وہ ان پر ظاہر کر دیں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں پھر مکہ میں داخل ہونے کی توفیق بخشی یا نہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن رواحہؓ نے اس موقع پر جنگی گیت گانے شروع کیے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ ایسے شعر نہ پڑھو بلکہ یوں کہو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کی مدد کی اور مومنوں کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر اونچا کیا۔ صرف خدا ہی ہے جس نے دشمنوں کو ان کے سامنے سے بھگا دیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 329)

حضرت ابن ابی اَوْفٰیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم مشرکین کے نوجوانوں سے آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے، یعنی یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دے رہے تھے کہ مبادا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث: 4255)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے بیت اللہ کا طواف کرنے کا منظر نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے پہاڑوں پر چلے گئے مگر کچھ کفار دارالندوہ میں جمع ہو گئے۔ وہاں کھڑے ہو کر طواف کا نظارہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے، ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کمزور کر کے رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر اِضْطِبَاع کر لیا یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ طواف کے شروع کے تین چکروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ یہ ظاہر

کیا کہ تم کمزور سمجھ رہے ہو لیکن ہم کمزور نہیں ہیں۔

بخاری میں اس حوالے سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ آئے تو مشرکین نے کہا تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جنہیں مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں، اپنے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ تین چکر دوڑ کر لگائیں۔ اس کو عربی میں رَمَلْ کہتے ہیں۔ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع میں طواف کے تین پھیروں میں یہ رمل کرتا ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ پر شفقت کرتے ہوئے انہیں سارے چکروں میں دوڑنے کا ارشاد نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ کر چکر لگائے تا کہ آپؐ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مروہ کے قریب قربانی کی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہؓ کو یأجَجْ مقام پر اسلحہ پر متعین صحابہؓ کے پاس بھیجا تا کہ یہ ان کی جگہ ڈیوٹی دیں اور وہ بھی آ کر عمرہ اور قربانی وغیرہ کر لیں۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 322 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 717 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 163)

(صحیح البخاری کتاب الحج باب کیف کان بدء الرمل حدیث: 1602)

(صحیح البخاری کتاب الحج باب ما جاء فی السعی بین الصفاء والمروۃ حدیث: 1649)

جو پہلے وہاں اسلحے کی ڈیوٹی پہ بیٹھے تھے ان کو کہا کہ وہ آ جائیں عمرہ کر لیں اور یہ کچھ نئے آدمی وہاں بھیج دیئے کہ جا کے ان کی ڈیوٹی سنبھالیں۔

اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت میمونہؓ سے شادی بھی ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسی سفر میں آنحضورؐ نے میمونہ بنت حارث سے شادی کی۔ یہ شادی حضرت عباسؓ نے کروائی تھی۔ حضرت میمونہؓ نے اپنی شادی کا اختیار اپنی بہن حضرت اُمِّ فضلؓ کو دیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں اور حضرت اُمِ فضلؓ نے وہ اختیار حضرت عباسؓ کو دیا۔ حضرت عباسؓ نے ان کی شادی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا دی اور حضرت میمونہؓ کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 718 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 8 صفحہ 217 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس حوالے سے بیان کیا ہے کہ ”حضرت عباسؓ کی سالی میمونہ جو دیر سے بیوہ ہو چکی تھیں مکہ میں تھیں۔ حضرت عباسؓ نے خواہش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی کر لیں اور آپؐ نے اسے منظور فرما لیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 330-329)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تین روز رہے۔ جب تیسرا روز ہوا تو قریش نے حُوَیطِبِ بن عبد العُزّٰی کو قریش کے چند افراد کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق قریش

کا یہ وفد حضرت علیؓ کے پاس گیا تھا کہ اب تمہاری مدتِ اقامت پوری ہو چکی ہے لہٰذا اب چلے جاؤ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم ذرا اَور قیام کریں تو تمہارا کیا ہرج ہے؟ ہم یہاں شادی کر کے کھانا پکائیں گے۔ میری شادی ہو رہی ہے اور تمہاری بھی دعوت کریں گے۔ قریش نے کہا کہ ہمیں تمہاری دعوت نہیں چاہیے تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور اپنے غلام ابو رافع کو حضرت میمونہؓ کے پاس چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ حضرت میمونہؓ کو لے کر سَرف مقام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے جو تنعیم کے قریب مکہ سے قریباً چھ سات میل کے فاصلے پر ایک بڑی وادی تھی۔

حضرت میمونہؓ کا نام بَرَّہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام میمونہ رکھ دیا۔ حضرت میمونہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخر پر شادی ہوئی۔ 51ر ہجری میں سَرف مقام پر ہی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا رخصتانہ ہوا تھا حضرت میمونہؓ کی وفات ہوئی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث:4251)

(الاصابہ جلد8 صفحہ322، 324 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ718 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ147 زوار اکیڈمی)

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ”چوتھے دن مکہ والوں نے مطالبہ کیا کہ آپؐ حسبِ معاہدہ مکہ سے نکل جائیں اور آپؐ نے فوراً تمام صحابہؓ کو حکم دیا کہ فوراً مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مکہ والوں کے احساسات کا خیال کر کے نئی بیاہی ہوئی میمونہؓ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ بعد میں اسباب کی سواریوں کے ساتھ آجائیں اور خود اپنی سواری دوڑا کر حرم کی حدود سے باہر نکل گئے اور وہیں شام کے وقت آپؐ کی بیوی میمونہؓ کو پہنچایا گیا اور پہلی رات وہیں جنگل میں میمونہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئیں۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد20 صفحہ330)

حضرت میمونہؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مقدس رفاقت کی یہ جگہ بہت عزیز رہی۔ اسی لیے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میں جب فوت ہو جاؤں تو مجھے اسی مقام کی اسی جگہ پر دفن کیا جائے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ تھا۔ جہاں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ خدائی تقدیر کہ آپؓ حج کے لیے تشریف لائیں اور وہیں مکہ میں بیمار ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ مجھے مکہ سے باہر لے چلو کیونکہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہاری وفات مکہ میں نہیں ہو گی۔ چنانچہ لوگ انہیں مکہ سے لے کر روانہ ہوئے اور سَرف مقام پر پہنچے تھے کہ اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کی وفات ہو گئی۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق اسی مقام پر انہیں دفن کیا گیا تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر اسّی یا اکاسی سال تھی۔

(امتاع الاسماع جلد12 صفحہ212 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فتح الباری جلد9 صفحہ141 آرام باغ کراچی)(مستدرک علی الصحیحین جلد4 صفحہ398 حدیث 6936)

اس سفر میں حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے واقعہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت بَرَاءؓ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جانے لگے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی آپؐ کے پیچھے پکارتی ہوئی آئی کہ اے میرے چچا!

اے میرے چچا! اس پر حضرت علیؓ نے اسے لے لیا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہؓ سے کہا اپنے چچا کی بیٹی کو لے لیں۔ انہوں نے اس کو اپنی سواری میں سوار کر لیا تو حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ نے ان کی بابت جھگڑا کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا مَیں نے اس کو لیا ہے اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفرؓ نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اور حضرت زیدؓ نے کہا میرے بھائی کی بیٹی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں ہے۔

یہ بھی ایک مسئلہ حل ہو گیا جو قضاء میں بہت سارے جھگڑے ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا خالہ بمنزلہ ماں ہے۔ اس کو دے دیا اور حضرت علیؓ سے کہا تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں۔ ان کی دلجوئی فرمائی اور حضرت جعفرؓ سے کہا تم شکل اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو اور حضرت زیدؓ سے کہا تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا آپؐ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے شادی نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ اس سے اس طرح شادی نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے مہینے میں مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث:4251)

ایک **سَرِیَّہ اَخْرَمْ بن ابی عَوْجَاءؓ بطرف بَنُو سُلَیم** ہے۔ یہ سریہ ذوالحجہ 7 ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَخْرَمؓ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنو سُلَیم کی طرف بھیجا جو مدینہ کے قریب آباد تھے۔ بنو سُلَیم کا ایک جاسوس حضرت اَخْرَمؓ کے ساتھ تھا جس نے آگے جا کر اپنی قوم کو چوکنا کر دیا اور انہوں نے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا۔ جب حضرت اَخْرَمؓ ان کے پاس پہنچے تو بنو سُلَیم ان کے مقابلہ کے لیے تیار تھے۔ حضرت اخرمؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا تم ہمیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دونوں طرف سے کچھ دیر تیر اندازی ہوئی۔ اسی دوران بنو سُلَیم کے لیے مزید کمک آ گئی اور انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں نے بہت سخت جنگ لڑی یہاں تک کہ ان میں سے اکثر شہید ہو گئے اور حضرت اَخْرَمؓ بھی مقتولین کے ساتھ شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ پھر یکم صفر 8 ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 94 دار الکتب العلمیۃ 1990ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 155 زوار اکیڈمی)

پھر ایک **سَرِیَّہ حضرت غالبؓ بن عبداللہ لَیْثِی بطرف کَدِید** کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالبؓ بن عبداللہ لیثی کو صفر 8 ہجری میں بنو لَیْث کی شاخ بنو مُلَوِّح کی طرف روانہ کیا۔ بنو مُلَوِّح کَدِید میں رہتے تھے۔ کَدید مدینہ سے تقریباً دو سو آٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔

(غزوات و سرایا صفحہ 413 فریدیہ پبلشرز ساہیوال)

(ماخوذ از شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 332 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا سیرت النبی ﷺ صفحہ 188 زم زم پبلشرز)

صحیح بخاری میں ہے کہ کَدِید، عُسْفَان اور قُدَید کے درمیان ایک چشمہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا صام ایامًا من رمضان ثم سافر حدیث 1944)

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہؓ کو پندرہ افراد کے ساتھ روانہ فرمایا اور اس سریہ میں مسلمانوں کا شعار آمِت آمِت تھا۔ حضرت جُندب بن مکیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہؓ کو ایک سریہ پر روانہ فرمایا جس میں مَیں بھی شامل تھا۔ آپؐ نے کَدِید میں بنو مُلَوِّح پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور جب کدید پہنچے تو ابنِ بُرْصَاء حارِث بن مالک لَیْثِی ہمیں ملا جسے ہم نے گرفتار کر لیا۔ اس نے کہا میں اسلام قبول کرنے کے لیے نکلا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی جا رہا ہوں۔ ہم نے کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرنے کے ارادے سے نکلے ہو تو ایک دن اور ایک رات کا زادِ راہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی قید میں ہو جاؤ گے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اس کے علاوہ ارادہ ہے تو ہم اس کی تصدیق کر لیں گے تو پھر ہم نے اسے مضبوطی سے باندھ دیا اور اپنا ایک سیاہ فام ساتھی جس کا نام سُوَید بن مَنْجَر تھا اس پر نگران مقرر کر دیا۔ ہم چلے یہاں تک کہ غروبِ آفتاب کے وقت کَدِید پہنچ گئے۔ ہم وادی کے ایک کنارے پر تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھے جاسوس بنا کر بھیجا۔ میں ایک ٹیلے پر پہنچا جہاں سے مَیں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ مَیں اس پر چڑھا۔ اپنا سر اوپر کیا اور پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ وہاں ایک شخص نے اپنے خیمے سے نکل کر مجھے دیکھ لیا۔ اس نے ایک تیر مارا جو میرے پہلو پر لگا اور ایک روایت کے مطابق آپ کہتے تھے کہ وہ تیر میری آنکھوں کے درمیان ماتھے پہ لگا لیکن میں اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا تو وہ میرے کندھے پر لگا۔ مَیں نے وہ بھی نکال کر پھینک دیا اور اپنی جگہ پر قائم رہا۔ کوئی حرکت نہیں کی تا کہ اس کو شک نہ پڑے۔ پھر وہ خیمے میں داخل ہو گیا اور ہم نے انہیں کچھ مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ مطمئن ہو کر سو گئے تو صبح سحر کے وقت ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا اور اولاد کو قیدی بنا لیا اور جانوروں کو ہانک کر لے آئے۔ ان کا ایک پکارنے والا نکلا اور ہماری طرف ایک ایسا لشکر لے آیا جس کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں تھی۔ ان کا ایک بندہ جا کر بہت بڑا لشکر لے آیا۔ کہتے ہیں ہم جانوروں کو لے کر چلتے رہے، ہم نے کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور جب ابنِ بُرْصَاء اور اس کے ساتھی کے پاس سے گزرے تو ان دونوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ دشمن ہمارے قریب پہنچ گئے یہاں تک کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف کدید کی وادی ہی رہ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وادی میں سیلاب بھیج دیا جبکہ ہمیں کوئی بادل یا بارش بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز بھیج دی جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہ تھی اور کوئی اسے پار نہ کر سکا۔ دشمن کھڑا ہماری طرف دیکھتا رہا اور ہم ان کے جانوروں کو ہانک کر لیے جا رہے تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی ہماری طرف آنے کی توفیق نہ ملی اور ہم تیزی سے جانوروں کو ہانکتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا۔ پھر وہ یعنی دشمن پیچھے رہ گیا۔ پھر وہ ہمیں پکڑ نہ سکے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 333-332 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 137 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

بہرحال ابھی یہ واقعات چل رہے ہیں۔

اس وقت مَیں پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ خود پاکستانی

احمدی بھی اپنے لیے دعا کریں اور جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ درود کی طرف توجہ کریں اور وہ دو سو مرتبہ پڑھا کریں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اس وقت اس طرف جتنی توجہ کر سکتے ہیں وہ ہونی چاہیے۔ اگر ہم دعا کا حق ادا کرتے ہوئے دعاؤں کی طرف توجہ دیں گے تو پھر ہی کامیابی ہے۔ جتنی توجہ دینی چاہیے تھی وہ توجہ دی نہیں جا رہی۔ صرف یہ کہہ دینا اور جیسا کہ بعض لوگ مجھے بھی لکھ دیتے ہیں کہ صرف دعاؤں سے تو کچھ نہیں ہو گا کچھ اَور کرنا چاہیے۔ کچھ اَور کیا کرنا چاہیے؟ ہمارا ہتھیار تو صرف دعائیں ہیں۔ اس بارے میں کئی دفعہ میں بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات بیان کر چکا ہوں۔ یہ انتہائی غلط خیال ہے کہ دعاؤں سے کچھ نہیں ہونا۔ بہر حال دعائیں ہی ہیں جو ہماری کامیابی کا حل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی دے اور ہم دعا کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ اگر ہم صرف یہ کہہ دیں کہ دعاؤں سے کچھ نہیں ہونا اور ان کا حق ادا نہیں کرنا تو یہ غلط شکوہ ہے جو ہم اللہ تعالیٰ پر کریں گے۔ پس ہمیں استغفار بھی کرنی چاہیے۔

آج بھی ایک واقعہ کراچی میں ہوا ہے۔ بلوائیوں نے، دہشتگردوں نے، اسلام کے نام پہ جو ہیں تو دہشتگرد ہی، ہماری مسجد پہ حملہ کیا ہے اور ایک احمدی کو شہید بھی کر دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس کی تفصیل تو ابھی نہیں ملی۔ تفصیل آئے گی تو بیان بھی ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی پکڑ کے جلد سامان فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 / مئی 2025ء جلد 32 شمارہ 110 صفحہ 02 تا 07)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ اپریل 2025ء بمطابق 25/ شہادت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی مختلف مہمات کا ذکر ہو رہا ہے اس ضمن میں ایک سریہ، **سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ بطرف فدک کا ذکر بھی ملتا** ہے۔ حضرت بشیر بن سعدؓ شعبان سات ہجری میں تیس افراد کے ساتھ فدک میں بنو مُرَّۃ کی طرف گئے۔ بنو مُرَّۃ نے حضرت بشیر بن سعدؓ کے تمام ساتھیوں کو شہید کر دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 132 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت بشیر بن سعدؓ کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو تیار کیا اور فرمایا کہ جاؤ! یہاں تک کہ اس جگہ پہنچو جہاں حضرت بشیر بن سعدؓ کے ساتھی شہید ہوئے تھے اور اگر اللہ نے تمہیں فتح دے دی تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑنا۔ جو دشمن ہیں جنہوں نے ظلم کیا تھا، قتل کیا تھا، مسلمانوں کو شہید کیا تھا ان کو نہیں چھوڑنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ساتھ دو سو صحابہ کو تیار کیا اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 140 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کَدِید کے سریّہ سے فتح یاب ہو کر واپس تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ (یعنی تم نہ جاؤ) اور حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان دو سو صحابہ کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ چنانچہ حضرت غالبؓ جب دشمن کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے جاسوس بھیجے یعنی حضرت غالبؓ نے جاسوس بھیجے، انہوں نے حضرت عُلْبَہ بن زیدؓ کو دس افراد کے ساتھ دشمن کی قیام گاہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ایک جماعت دیکھی اور حضرت غالبؓ کے پاس واپس آ کر سارے حالات بیان کیے۔ حضرت غالبؓ آگے بڑھ کر دشمن کے اتنے قریب ہو گئے کہ انہیں دیکھ سکتے تھے۔ دشمن پُرسکون ہو کر سو گیا تھا۔ حضرت غالبؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یہ تقریر کی کہ میں تمہیں اللہ وَحدہٗ لا شریکَ لہٗ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کو کہا کہ میں تمہیں اللہ وَحدہٗ لا شریکَ لہٗ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم میری اطاعت کرو اور میری نافرمانی نہ کرو اور میرے کسی حکم کی مخالفت نہ کرو کیونکہ جو اطاعت نہیں کرتا اس کی کوئی رائے نہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں کہ تم میری نافرمانی نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی

نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی۔ پس اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو تم اپنے نبی کی نافرمانی کرو گے۔ پھر انہوں نے ان کے درمیان مواخات قائم کی اور کہا کہ اے فلاں! تم فلاں شخص کے ساتھ ہو اور اے فلاں! تم فلاں شخص کے ساتھ ہو۔ تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے الگ نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی میرے پاس آئے اور میں اس سے پوچھوں کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے تو تم کہو کہ میں نہیں جانتا۔ پھر آپؐ نے کہا کہ جب مَیں تکبیر کہوں تو میرے ساتھ تکبیر کہو۔ جب جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں نے دشمن کو گھیر لیا تو حضرت غالبؓ نے تکبیر کہی۔ دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی تکبیر کہی اور تلواریں سونت لیں۔ دشمن بھی جنگ کے لیے تیار ہو کے نکل آیا۔ کچھ دیر جنگ ہوتی رہی اور مسلمانوں نے جیسے چاہا انہیں قتل کیا۔ اس دن مسلمانوں کا شعار اَمِت اَمِت تھا۔ مسلمان کئی اونٹ اور بکریاں مال غنیمت کے طور پر ہانک کر لائے۔ ہر شخص کے حصہ میں دس اونٹ یا ایک اونٹ کے بدلے میں دس بکریاں آئیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک سریہ ہے سریہ حضرت شُجاع بن وَہبؓ جو سِیّ (Siyii) کی طرف ہوا۔ یہ سریہ ربیع الاول آٹھ ہجری میں حضرت شجاع بن وہبؓ کی قیادت میں سِیّ کی طرف ہوا۔ سِیّ مدینہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر مکہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 142 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 337 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت شجاعؓ کے والد کا نام وَہب بن رَبِیعَہ تھا۔ حضرت شجاعؓ کا شمار ان بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر مہاجرین حبشہ کے دوسرے قافلے میں شریک ہو کر حبشہ چلے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ افواہ سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں حضرت شجاعؓ حبشہ سے واپس مکہ آ گئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ ہجرت کرنے کا اذن دیا تو یہ اپنے بھائی عُقْبہ بن وَہب کے ساتھ ارضِ مکہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ چلے گئے۔ حضرت شجاعؓ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے اور چالیس برس سے کچھ زائد عمر پا کر جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 5 صفحہ 21 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 611 جلد 4 صفحہ 59 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال اس سریہ کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل اطلاعات مل رہی تھیں کہ سِیّ کے علاقے سے بنو ہَوَازِن دشمنانِ اسلام کی مدد کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے حلیف قبائل کے افراد کو لُوٹ کر جنگلات میں چھپتے ہیں۔

ماہ ربیع الاول سنہ آٹھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاعؓ کو چوبیس مجاہدین دے کر بنو ہَوَازِن کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ ان کو بنو عامر بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت شجاعؓ مجاہدین کے ساتھ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے یہاں تک کہ اچانک صبح کے وقت بنو عامر کے سر پر جا پہنچے اور ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت شجاعؓ نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب نہ کریں۔ انہیں بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں

جنہیں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے اور مالِ غنیمت بانٹ لیا۔ ان میں سے ہر شخص کے حصہ میں پندرہ اونٹ آئے۔ اس سریہ میں پندرہ دن صرف ہوئے۔

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 415 فریدیہ پبلشرز ساہیوال)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 267 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک ذکر **سریہ حضرت کعب بن عُمیرؓ بطرف ذات اَطلاح کا ملتا** ہے۔ یہ سریہ آٹھ ربیع الاول آٹھ ہجری میں ہوا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 06 صفحہ 143 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عُمیر غفاریؓ کو ذات اَطلاح کی طرف بھیجا جو سرزمین شام میں وادی القریٰ کی پشت پر تھا اور مُؤتہ کے نواح میں تھا جو مدینہ سے تقریباً چھ سو میل کے فاصلے پر تھا۔

حضرت کعبؓ کے ہمراہ پندرہ صحابہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ بنو قُضاعہ نے وادی القریٰ سے آگے ذات اَطلاح میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی جمعیت ترتیب دینے کی تیاری شروع کر رکھی ہے۔ (غزوہ مُؤتہ والسرایا والبعوث از بریک بن محمد صفحہ 219)

(غزوہ مؤتہ از ہاشمیل صفحہ 325 نفیس اکیڈمی کراچی)

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 416 فریدیہ پبلشرز ساہیوال)

ذات اَطلاح پہنچ کر حضرت کعب کو دشمن کا بہت بڑا لشکر ملا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت کعبؓ روانہ ہو کر جب ذات اَطلاح کے قریب پہنچے تو دشمن کے ایک جاسوس نے ان کو دیکھ لیا اور اس نے فوراً ہی اپنے آدمیوں کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع دے دی۔ انہوں نے تیاری کی اور بڑا لشکر تیار کر لیا۔ صحابہ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور انہوں نے صحابہ پر تیر اندازی شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ان کی اس حرکت کو دیکھا تو ان سے جانفشانی سے لڑائی کی یہاں تک کہ لڑتے لڑتے سب شہید ہو گئے۔ ان صحابہ میں سے ایک صحابی مقتولین میں زخمی حالت میں تھے وہ وہاں سے بچ نکلے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حضرت کعب بن عُمیرؓ خود تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 03 صفحہ 267 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 416 فریدیہ پبلشرز ساہیوال)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 06 صفحہ 143 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

بہرحال لکھا ہے کہ جب رات ٹھنڈی ہوئی تو وہ سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپؐ کو یہ خبر انتہائی گراں گزری۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 2 صفحہ 202 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ان کی طرف ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ وہ لوگ اس مقام سے ہٹ کر کہیں اور چلے گئے ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 03 صفحہ 267 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ مُؤتہ

یہ جُمادی الاُولیٰ آٹھ ہجری یا ستمبر 629ء میں ہوا۔ مُؤتہ شام کی حدود میں بَلقاء کی سرزمین پر ایک بستی ہے جو مدینہ سے تقریباً چھ سو میل کے فاصلے پر تھی۔ اسے غزوۂ جیش الامراء بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے روانہ ہونے سے قبل اس کے ایک سے زائد امیر مقرر کر دیے تھے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 740)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 144 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوہ احد از علامہ باشمیل صفحہ 325 نفیس اکیڈمی کراچی)

(انارۃ الدجی في مغازي خير الورى از حسن بن محمد المشاط صفحہ 558 دار المنہاج للنشر والتوزیع)

اس غزوہ کے اسباب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عُمیرؓ کو بُصریٰ کے حاکم کی طرف قاصد بنا کر اپنا خط دے کر روانہ فرمایا۔ جب وہ مُؤتہ کے مقام پر پہنچا تو شُرحبیل بن عَمرو غَسَّانی ان کے پاس آیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ شام جا رہا ہوں۔ شرحبیل نے پوچھا کہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد تو نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامبر ہوں۔ شرحبیل نے حکم دیا تو انہیں باندھ دیا گیا۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے کہا اِن کو باندھ دو۔ پھر شرحبیل نے انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو یہ بات آپ پر بہت گراں گزری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا اور انہیں حضرت حارث بن عمیرؓ کی شہادت اور ان کو شہید کرنے والوں کے متعلق بتایا۔ اسی سبب سے غزوۂ مُؤتہ ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 4 صفحہ 255 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ اس جنگ کے اسباب اور پس منظر کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: ”جب آپ زیارتِ کعبہ سے واپس آئے تو آپ کو اطلاعات ملنی شروع ہوئیں کہ شام کی سرحد پر عیسائی عرب قبائل یہودیوں اور کفار کے اکسانے پر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے پندرہ آدمیوں کی ایک پارٹی اس غرض کے لیے شام کی سرحد پر بھجوائی کہ وہ تحقیقات کریں کہ یہ افواہیں کہاں تک صحیح ہیں۔ جب یہ لوگ شامی سرحد پر پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک لشکر جمع ہو رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ واپس آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتے۔ تبلیغ کا جوش جو اس زمانہ میں مومن کی سچی علامت ہوا کرتا تھا ان پر غالب آگیا اور دلیری سے آگے بڑھ کر انہوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔ جو لوگ دشمنوں کے اکسائے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا چاہتے تھے وہ اِن لوگوں کی توحید کی تعلیم سے بھلا کہاں متاثر ہو سکتے تھے“۔ ان کو تو تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہونا تھا۔ ”جونہی اِن لوگوں نے ان کو اسلام کی تعلیم سنانی شروع کی چاروں طرف سے سپاہیوں نے“ دشمنوں نے ”کمانیں سنبھال لیں اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری تبلیغ کا جواب بجائے دلائل اور براہین پیش کرنے کے یہ لوگ تیر پھینک رہے ہیں تو وہ بھاگے نہیں اور اس سینکڑوں اور ہزاروں کے مجمع سے انہوں نے اپنی جانیں نہیں بچائیں بلکہ سچے مسلمانوں کے طور پر وہ پندرہ آدمی ان سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور سارے کے سارے وہیں مر کر ڈھیر ہو گئے“۔ آج یہ نام نہاد مسلمان احمدیوں کے

ساتھ بھی یہی سلوک کر رہے ہیں۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ایک اور لشکر بھیج کر ان لوگوں کو سزا دیں جنہوں نے ایسا ظالمانہ فعل کیا تھا۔ اتنے میں آپ کو اطلاع ملی کہ وہ لشکر جو وہاں جمع ہو رہے تھے پراگندہ ہو گئے ہیں“ اِدھر اُدھر ہو گیا ہے ”اور آپ نے کچھ مدت کے لیے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی دوران میں غسّان قبیلہ کے رئیس کو جو رومی حکومت کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا یا خود قیصر روما کو ایک خط لکھا۔ غالباً اس خط میں مذکورہ بالا واقعہ کی شکایت ہو گی کہ بعض شامی قبائل اسلامی علاقہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہ کہ انہوں نے بِلاوجہ پندرہ مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خط اَلحرث نامی ایک صحابی کے ہاتھ بھجوایا گیا تھا۔ وہ شام کی طرف جاتے ہوئے مُؤتہ نامی ایک مقام پر ٹھہرے جہاں غسّان قبیلہ کا ایک رئیس سرجیل نامی“ آپؓ نے سرجیل لکھا ہے ”جو قیصر کے مقرر کردہ حکام میں سے تھا انہیں ملا۔“ میرا خیال ہے سہو کتابت ہے۔ اصل نام شرحبیل ہے۔ ”اور اس نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ شاید تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبر ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے ان کو گرفتار کر لیا اور رسیوں سے باندھ کر مار مار کر انہیں مار دیا۔ گو تاریخ میں اس کی تشریح نہیں آئی لیکن یہ واقعہ بتاتا ہے کہ جس لشکر نے پہلے پندرہ صحابیوں کو مارا تھا یہ شخص اس کے لیڈروں میں سے ہو گا“ یہ شرحبیل جو ہے۔ ”چنانچہ اس کا یہ سوال کرنا کہ شاید تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبروں میں سے ہو بتاتا ہے کہ اس کو خوف تھا کہ محمد رسول اللہ قیصر کے پاس شکایت کریں گے کہ تمہارے علاقہ کے لوگ ہمارے علاقہ کے لوگوں پر حملہ کرتے ہیں اور وہ ڈرتا ہو گا کہ شاید بادشاہ اس کی وجہ سے ہم سے باز پرس نہ کرے۔ پس اس نے اپنی خیر اِسی میں سمجھی کہ پیغامبر کو مار دے تا کہ نہ پیغام پہنچے اور نہ کوئی تحقیقات ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ان بد ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حَرثؓ کے مارے جانے کی خبر کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گئی اور آپ نے اس پہلے واقعہ اور اس واقعہ کی سزا دینے کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے زید بن حارثہؓ (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے...) کی ماتحتی میں شام کی طرف بھجوایا“۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 331 تا 333)

اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا **لشکر کے امراء مقرر کرنے کا ذکر** اس طرح ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو تین ہزار افراد پر امیر لشکر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابو طالبؓ امیر ہوں گے اور اگر حضرت جعفر بن ابو طالبؓ شہید ہو جائیں تو حضرت عبد اللہ بن رَوَاحَہؓ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔

ایک یہودی نعمان نام کا وہاں موجود تھا اس نے کہا اے ابو القاسم! (یہودی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام سے پکارتے تھے) صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر آپؐ نبی ہیں تو آپؐ نے جن جن کا نام لیا ہے خواہ وہ تھوڑے ہیں یا زیادہ وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ پھر یہ کہنے لگا کہ انبیائے بنی اسرائیل جب کسی شخص کو قوم کا امیر مقرر کرتے اور پھر کہتے کہ اگر فلاں مارا گیا تو فلاں امیر ہو گا۔ اگر وہ سو آدمیوں کا بھی نام لیتے تو وہ سب کے سب مارے جاتے۔ پھر اسی یہودی نے حضرت زیدؓ سے کہا زید! وصیت کر لو۔ اگر محمد سچے نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر تم واپس لوٹ کر نہیں آسکو گے۔ حضرت زیدؓ نے جواب میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ

سچے اور پاکباز رسولؐ ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امراء مقرر کر رہے تھے تو اس وقت کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپؐ پر قربان۔ مجھے گمان نہ تھا کہ آپؐ مجھ پر حضرت زیدؓ کو امیر بنائیں گے۔ میرا خاندان تو اعلیٰ ہے مجھے نہیں مقرر کیا۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ بہتر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا حضرت زیدؓ کو دیا اور انہیں نصیحت کی کہ حضرت حارِث بن عُمَیرؓ کی شہادت کی جگہ پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے جنگ کریں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 06 صفحہ 145 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 340 تا 342 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ مُؤْتہ روایت 4261)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو الوداع کیا اور وصیت بھی کی۔ اس بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ لوگ تیار ہو کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر جُرُف مقام پر لشکر اکٹھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو وداع کرنے کے لیے ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع تک آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لیے **روانگی سے قبل اسلامی لشکر کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:** تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنے ساتھ کے مسلمانوں سے بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے منکرین سے مقابلہ کرو۔ نہ دھوکا دینا، نہ خیانت کرنا، نہ کسی شِیر خوار بچے کو قتل کرنا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی عمر رسیدہ کو قتل کرنا۔ نہ کسی کھجور کے درخت کو کاٹنا نہ کسی درخت کو کاٹنا بلکہ کسی بھی درخت کو نہیں کاٹنا اور نہ کسی عمارت کو گرانا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 342 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نیز آپؐ نے جو فوج کے سپہ سالار تھے، کمانڈر تھے ان کو فرمایا کہ تم جب کسی مشرک سے ملو تو اسے تین امور میں سے کسی ایک امر کی طرف دعوت دینا۔ جو بھی وہ مان لے اسے قبول کر لینا اور انہیں اذیت نہ دینا۔ انہیں دعوت دینا کہ وہ اپنے شہر سے مہاجرین کے شہر میں منتقل ہو جائیں۔ اگر وہ اس طرح کر گزریں تو انہیں بتانا کہ ان کے لیے وہی ہے جو مہاجرین کے لیے ہے اور ان پر وہی ہے جو مہاجرین پر ہے۔ اگر وہ انکار کر دیں تو انہیں کہنا کہ مسلمانوں میں سے اہلِ بادیہ کی طرف جائیں، جو گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کا وہی حکم ہو گا جو باقی مسلمانوں کے لیے ہو گا لیکن انہیں مالِ غنیمت اور مالِ فَے میں سے کچھ نہیں ملے گا یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے ہمراہ جہاد کریں۔ اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرنا۔ اگر وہ مان جائیں تو ان سے قبول کر لینا اور انہیں اذیت دینے سے رُک جانا۔ اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف مدد مانگنا اور ان کے خلاف جہاد کرنا۔ اگر تم کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کر لو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ مقرر کرنے کا ارادہ کریں تو ان کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ مقرر نہ کرنا یعنی ان کا واسطہ دے کے معاہدے نہ کرنا بلکہ اپنا اور اپنے آباء کا ذمہ مقرر کرنا۔ اگر تم اپنے عہد اور اپنے آباء کے عہد کو توڑو گے تو یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے عہد کو توڑنے سے زیادہ نرمی والی بات ہو گی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 146 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حکم دیا کہ زید بن حارثہؓ فوج کے کمانڈر ہوں گے اور اگر وہ مارے گئے تو جعفر بن ابی طالب کمانڈر ہوں گے اور اگر وہ مارے گئے تو عبداللہ بن رواحہؓ کمانڈر ہوں گے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے اپنا افسر بنالیں۔ اس وقت ایک یہودی آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا اے ابو القاسم !اگر آپ سچے ہیں تو یہ تینوں آدمی ضرور مارے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کو پورا کر دیا کرتا ہے۔ پھر وہ زیدؓ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی ہیں تو تم کبھی زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ زیدؓ نے جواب میں کہا مَیں واپس آؤں یا نہ آؤں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی ہیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت یہ لشکر روانہ ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اس کو چھوڑنے کے لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپؐ کی افسری کے بغیر اتنا بڑا لشکر کسی مسلمان جرنیل کے ماتحت کسی اہم کام کے لیے نہیں گیا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے تھے اور انہیں نصیحتیں کرتے جاتے تھے۔ آخر مدینہ کے باہر اس مقام پر جا کر جہاں سے آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تھے اور جس جگہ پر عام طور پر مدینہ والے اپنے مسافروں کو رخصت کیا کرتے تھے، آپؐ کھڑے ہو گئے اور کہا۔ میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں“۔ وہاں کھڑے ہو کے آپؐ نے لشکر والوں کو نصیحت کی کہ ”میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ جتنے مسلمان ہیں ان سے نیک سلوک کرنے کی۔ تم اللہ کا نام لے کر جنگ پر جاؤ اور تمہارے اور خدا کے دشمن جو شام میں ہیں ان سے جا کر لڑائی کرو“۔ تمہارے اور خدا کے دشمن جو شام میں ہیں ان سے جا کر لڑائی کرو۔ ”جب تم شام میں پہنچو گے تو وہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت گاہوں میں بیٹھ کر خدا کا نام لیتے ہیں تم ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا“ ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ”اور نہ انہیں تکلیف پہنچانا اور نہ دشمن کے ملک میں کسی عورت کو مارنا اور نہ کسی بچے کو مارنا اور نہ کسی اندھے کو مارنا اور نہ کسی بڈھے کو مارنا۔ نہ کوئی درخت کاٹنا نہ عمارت گرانا۔ یہ نصیحت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس لوٹے اور اسلامی لشکر شام کی طرف روانہ ہوا“۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 333-334)

ایک اور جگہ بھی اس کی تفصیل میں ساری بات بیان کرنے کے بعد آپؓ نے اسی طرح فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح پورا ہوا۔“ یعنی جو شہداء امراء کے بارے میں شہید ہونے کا آپ نے فرمایا تھا۔ ”پہلے حضرت زیدؓ شہید ہوئے اور ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی لیکن وہ بھی مارے گئے اور قریب تھا کہ لشکر میں انتشار پیدا ہو جاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بعض مسلمانوں کے کہنے سے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دی اور وہ خیریت سے لشکر کو واپس لے آئے“۔

(فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین۔ انوار العلوم جلد 18 صفحہ 406)

یہ ذکر ابھی مزید چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ چلے گا۔

اس وقت میں **ایک شہید اور بعض مرحومین کا ذکر** کرنا چاہتا ہوں اور ان کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ شہید کا جو ذکر ہے وہ یہ ہے کہ گذشتہ ہفتے کراچی میں **لئیق احمد چیمہ صاحب** شہید ہوئے تھے۔ یہ چودھری نذیر احمد چیمہ کے بیٹے تھے۔ ان کو 18/اپریل کو شہید کیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ہجوم نے ان پر حملہ کیا اور نہایت ظالمانہ طریق سے شہید کیا۔ مرحوم کی عمر سینتالیس سال تھی۔

تفصیلات کے مطابق وقوعہ کے روز یہ اطلاع ملی کہ مخالفین جلوس کی شکل میں احمدیہ ہال کے باہر جمع ہو کر ہنگامہ آرائی کر رہے ہیں۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ جس پر حالات کا جائزہ لینے کے لیے مکرم لئیق احمد چیمہ صاحب کو بھجوایا گیا۔ شہید مرحوم موقع پر پہنچے۔ مخالفین نے لئیق چیمہ صاحب کو پہچان لیا اور ان پر حملہ کر دیا اور گھسیٹتے ہوئے کچھ فاصلے پر چوک میں لے گئے۔ وہاں جا کر اینٹوں اور پتھروں سے مار مار کر انہیں ظالمانہ طریق سے شہید کر دیا۔ نزع کے عالم میں وہاں موجود ایک دکاندار نے انہیں پانی پلانے کی کوشش کی تو اسے بھی جبراً پانی پلانے سے روک دیا۔ وقوعہ کے نصف گھنٹہ سے زائد تاخیر کے بعد پولیس موقع پر پہنچی جس کے بعد میت کو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ان کی وفات کی تصدیق کر دی گئی۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم چودھری حاکم علی صاحب آف چشتیاں ضلع بہاول نگر کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے خلافت اولیٰ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ شہید مرحوم کی تعلیم تو زیادہ نہیں تھی لیکن اپنا ایک ورکشاپ انہوں نے کھولا ہوا تھا اور گاڑیوں کی اور موٹر سائیکلوں کی مرمت کا کام کرتے تھے اور ان کا ورکشاپ کا یہ کاروبار بہت وسیع ہو گیا تھا۔ ان کی نیک نامی اور اچھی شہرت کی وجہ سے مختلف سرکاری ادارے بھی اپنی گاڑیاں ان سے ہی ٹھیک کروایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے سماجی تعلقات بھی بڑے وسیع تھے۔ اللہ کے فضل سے شہید موصی تھے۔ جماعتی امور کی انجام دہی اور خدمت کے لیے ہمیشہ تیار رہتے۔ تہجد اور پنجگانہ نمازوں کے پابند تھے۔ بچوں کو باقاعدگی سے باجماعت نماز کے لیے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ ورکشاپ میں کام کرنے والے احمدی ورکرز اور گھر میں فیملی ممبران کی نمازوں کی ادائیگی کا جائزہ لیتے۔ کام میں مصروفیت کے باوجود کام چھوڑ کر نماز کی ادائیگی کو فوقیت دیتے۔ یہ نہیں کہ کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔ نہیں۔ عام طور پہ اس قسم کے کاروباری لوگ اور اس طرح مصروف نمازوں پہ توجہ نہیں دیتے لیکن انہوں نے کبھی نماز قضا نہیں کی۔ نہایت ملنسار اور محبت کرنے والے تھے۔ ہر ایک سے اپنائیت کا تعلق رکھا تھا۔ خلافت سے ایک خاص تعلق تھا۔ ایم ٹی اے کے پروگرامز بالخصوص میرا خطبہ جو ہے ایم ٹی اے پر آتا تھا وہ ضرور سنتے تھے۔ جماعتی مقدمات کی پیروی اور ڈیوٹی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ شہادت کے واقعہ سے دو روز پہلے بھی عدالت میں مخالفین کی طرف سے انتہائی جارحانہ رویہ اپناتے ہوئے انہیں دھمکیاں دی گئی تھیں۔ ان کو دھمکیاں پہلے بھی مل رہی تھیں۔ قرآن کریم سے ان کا والہانہ عشق تھا اور پہلے ان کو اس طرح اچھی طرح پڑھنا نہیں آتا تھا لیکن بڑی عمر میں انہوں نے قرآن کریم سیکھا اور پھر مستقل اس کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے اور ریکارڈنگ بھی سنا کرتے تھے۔ اپنی ورکشاپ میں قرآن کریم کی ریکارڈنگ لگائے رکھتے تھے۔

واقعہ شہادت سے قبل ایک دوست نے آپ سے اپنی بیماری کے پیش نظر خون کا انتظام کرنے کی درخواست کی اس پر شہید مرحوم نے جواباً کہا کہ نماز جمعہ کے بعد مَیں جا کے تمہیں اپنا خون دے دیتا ہوں مگر خدا کو کچھ اَور ہی منظور تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کا رتبہ دیا۔

ان کی دو بیویاں تھیں۔ ان کی اہلیہ اول مریم لئیق کہتی ہیں کہ میری ضروریات کا خیال رکھتے۔ بچوں کی احسن رنگ میں تربیت کرتے اور نماز کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دلاتے۔ دوسری اہلیہ بھی کہتی ہیں کہ دونوں کو انہوں نے اس طرح رکھا تھا کہ ہم دونوں بہنوں کی طرح رہتی تھیں۔ دنیاوی تعلیم کم تھی مگر جنرل نالج بہت زیادہ تھا۔ ان کی گفتگو کا موضوع اکثر انبیائے کرام ہوتے تھے۔ مختلف امور میں میری بھی تربیت کرتے رہے۔ یہ دوسری اہلیہ فرح لئیق جو ہیں وہ کہتی ہیں کہ میری بھی تربیت کرتے تھے۔ میرے والدین نے میری وہ تربیت نہیں کی جو میرے خاوند نے شادی کے بعد عرصہ دو سال میں میری تربیت کی ہے۔

شہید مرحوم کے بھائی موصوف نے کہا کہ بھائی بار بار شہادت ملنے کا تذکرہ کرتے تھے اور کہتے تھے یہ نعمت نصیب والوں کو ملتی ہے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میری قربانی کا وقت آیا تو سینے پر گولی کھاؤں گا۔ مزید کہتے ہیں کہ جیسے بھی مخالفانہ حالات ہوں وہ ہمیشہ اپنے بھائیوں کو بھی یہ کہا کرتے تھے کہ مسجد میں جا کے نماز ادا کرنی چاہیے کیونکہ یہی وقت حوصلہ دکھانے کا ہے۔

ان کا بیٹا حزقیل احمد بیچارہ ابھی بارہ سال کا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے باپ نے نصیحت کی تھی کہ گھبرانا نہیں ہے اس لیے میں اپنے والد کی شہادت پر بالکل نہیں گھبرایا۔ اور بڑی جرأت اور ہمت کا اس نے مظاہرہ کیا۔ بڑے صبر کا مظاہرہ کیا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی اسی طرح، اپنے باپ کی طرح بہادر ہوں اور سینے پر گولی کھانے کو تیار ہوں۔

انہوں نے پسماندگان میں دو بیگمات کے علاوہ سات بچے اور ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی چھوڑے ہیں۔ بڑی بیٹی کی عمر سترہ سال ہے جبکہ چھوٹی بچی کی عمر ڈیڑھ سال ہے۔ اور انہوں نے خواب کی بنا پر اپنی اہلیہ کو بتایا تھا کہ میں نے ایک اَور بچہ ہونے کی خواب دیکھی ہے تو دوسری اہلیہ کہتی ہیں جب میں نے ٹیسٹ کرایا تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نواز رہا ہے۔

مربی حلقہ سوسائٹی توصیف صاحب کہتے ہیں۔ مرحوم پنجوقتہ نماز باجماعت سینٹر میں ادا کرتے تھے۔ تہجد ادا کرنے والے، نفلی عبادات کی بجا آوری کرنے والے، خلافت کے مطیع و فرمانبردار، غریب پرور، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حتی الوسع کوشش کرنے والے، راہ چلتے ضرورت مندوں کو بھی اگر ضرورت ہوتی تو فوراً مدد کرتے۔ کسی کی گاڑی خراب دیکھتے تو راستے میں رک کے ان کی مدد کرتے۔ حاجت مندوں کی خاموشی سے مدد کرتے۔ نیکیوں پر مداومت اختیار کرنے والے، ہر لحاظ سے بے لوث خدمت کرنے والے تھے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھنے والے تھے۔ اپنے ہر کام اور کامیابی کو خدا تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ حالات کی تنگی اور مخالفت کے باوجود ہمیشہ نمازیں بروقت باجماعت سینٹر میں ادا کرتے تھے۔ نرم مزاج انسان تھے۔ کسی نے غصہ میں انہیں کچھ کہہ دیا ہوتا تو خاموش رہتے۔ کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیتے تھے بلکہ مسکرا کر اس مجلس سے چلے جاتے تھے۔

اسی طرح سیکرٹری مال نے یا صدر جماعت نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہمارا حساب غلط تھا۔ غلطی سے ہم نے ان کو کہہ دیا کہ کچھ چندہ بقایا ہے تو انہوں نے نہیں پوچھا کہ بقایا نہیں ہے اور وہ ادا کر دیا اور وہ ایک لاکھ روپے کی بڑی رقم تھی۔ بعد میں ان کو انہوں نے اطلاع کی کہ ہمارا حساب غلط تھا۔ آپ کا بقایا نہیں بلکہ یہ زائد رقم ہے تو انہوں نے کہا کوئی نہیں جو میں نے خدا کی راہ میں دے دیا اب اس کو واپس نہیں لوں گا۔ انہوں نے اہل و عیال کے ساتھ بیرون ملک منتقل ہونا تھا۔ تیاری پوری تھی تو روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ ایک روز پہلے انہوں نے مجھے کہا کہ ہم بیرون ملک منتقل ہونے والے ہیں جہاں مذہبی آزادی ہے۔ میری خواہش ہے کہ بچوں کو اذان اور تکبیر بلند آواز اور اچھی طرز پر سکھا دوں تا کہ جب وہاں جا کر گھر میں باجماعت نماز ادا کریں تو اہتمام کے ساتھ اذان دیں اور پھر نمازیں ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اہل و عیال کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔ دشمن کی پکڑ کے جلد سامان پیدا فرمائے۔

آج بھی ایک اطلاع ہے۔ قصور میں ایک قصبے میں ایک احمدی نوجوان کو شہید کیا گیا ہے۔ تفصیلات ابھی نہیں آئیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی جلد پکڑ کے سامان فرمائے۔ ان کے لیے تو اب یہی ہے: اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا۔

دوسرا ذکر ہے امۃ المصور نوری صاحبہ کا جو ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پوتی، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی نواسی اور مرزا داؤد احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ یہ میری چچا زاد ہمشیرہ بھی تھیں۔

ڈاکٹر مسعود الحسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا رشتہ خود کروایا تھا۔ حضورؒ نے نہ ان سے پوچھا اور نہ ان کے والدین سے اور میرے والد صاحب سے میرے بارے میں پوچھا کہ اس کی شادی کر دوں؟ اس موقع پر کرنل داؤد صاحب اور ان کی اہلیہ کو جب رشتہ حضرت خلیفہ ثالثؒ نے بتایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم کچھ دن تھوڑا استخارہ کر لیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ مَیں استخارہ کر چکا ہوں۔ اب مزید استخارے کی ضرورت نہیں ہے۔ شادی کرو۔ بہرحال شادی ہوئی۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکاون سالہ ازدواجی زندگی میں نہایت ہی محبت اور پیار اور اطاعت اور دوستی کا تعلق رہا۔ نمازوں اور عبادت کی پابند تھیں۔ غریب پرور اور مہمان نواز تھیں تو کل بہت زیادہ تھا اور کچھ سالوں سے تو ان کو قرآن کریم کی گہرائی میں پڑنے کا بڑا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ جماعت کے مختلف علماء سے اکثر سوالات کیا کرتی تھیں۔ مختلف مذاہب کے پڑھنے کا بھی شوق تھا۔

پھر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میرے وقف اور میری تعلیم کے حصول میں ان کا بہت بڑا کردار تھا۔ اگر کوئی خوشی کا موقع ہوتا یا کہیں سیر پہ جانا ہوتا اور مجھے ہسپتال کی ایمرجنسی ہوتی تو خود بھی قربانی دیتیں اور کہتیں میں بھی نہیں جاؤں گی۔ گذشتہ تین چار سال سے کافی بیمار تھیں۔ بڑے صبر سے اپنی بیماری کو اور تکلیف کو برداشت کیا، کبھی اظہار نہیں کیا۔

ان کے بیٹے ڈاکٹر خالد نوری امریکہ میں ہیں۔ فضل عمر ہسپتال میں یہ بھی وقفِ عارضی پہ آتے ہیں۔ کہتے

ہیں کہ میری والدہ جماعت کی ایک مخلص خادمہ تھیں۔ خلافت سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔ کبھی کسی لغو مشغلے جیسے جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ میں ملوث نہیں ہوتی تھیں۔ قرآن کریم کو مکمل مفہوم کے ساتھ پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی کرتی تھیں۔ تذکرے کو بڑے غور سے پڑھتی تھیں۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتی تھیں۔ تاریخی نوادرات جمع کرنے کا بھی ان کو شوق تھا اور عجائب گھروں کے کیوریٹرز اور محققین سے ان کے بارے میں گفتگو کرتی تھیں۔ اس شوق میں تو مجھے بھی انہوں نے شامل کیا ہوا تھا۔ ربوہ کے ارد گرد خاص طور پر دریا کے ساتھ پہاڑیوں میں انہوں نے بعض چیزیں دیکھیں، تلاش کیں، زمینیں کھدوائیں اور جب یہاں لندن آتی تھیں تو مجھ سے بھی یہی باتیں کرتی تھیں۔ مجھے دکھاتی تھیں وہ چیزیں۔ ان کے بیٹے مزید لکھتے ہیں کہ وہ کم وسائل رکھنے والے لوگوں کی شادیوں میں بھرپور مالی تعاون کرتیں اور تمام ملازمین کے بچوں کی دیکھ بھال کرتیں۔ لڑکیوں کو قرآن کریم پڑھاتیں۔ اس بات کو یقینی بناتیں کہ ان کی تمام ضروریات پوری ہوں اور لوگوں سے ملتے وقت ان کے چہرے پر مسکراہٹ رہتی۔

ان کی بیٹی مبارکہ کہتی ہیں۔ امی کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہوں یا عیسائیت کے بارے میں باتیں ہوں یا ہندوازم کے بارے میں کتابیں ہوں، مختلف موضوعات پر پڑھتی تھیں اور اس کا کافی علم حاصل کر لیا تھا۔ واقف زندگی کی بہت عزت کرنے والی تھیں۔ میرے باپ کو بھی ہمیشہ انہوں نے سپورٹ کیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے وقف کیا تو آ گئیں حالانکہ اس کے بعد بھی ان کو کافی دنیاوی مفاد والی نوکری مل سکتی تھی۔ کہتی ہیں کہ میرے والد کے غیر احمدی رشتہ دار بھی افسوس کرنے آئے تو وہ کہتے تھے کہ خاندان کو جوڑنے والی تھیں اور سب سے تعلق رکھتی تھیں۔ پھر کہتی ہیں مجھے بھی نصیحت کی کہ اپنے گھر کی باتیں کہیں باہر نہیں کرنی اور خلیفہ وقت کو لکھو جو بات تم نے لکھنی ہے اور جو وہ نصیحت کریں تو پھر اس پہ عمل ضرور کرنا ہے۔ اور یہ کہا کرتی تھیں کہ لڑائیوں جھگڑوں میں وقت ضائع نہ کیا کرو۔

جلال احمد خان طاہر ہارٹ کے ڈرائیور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت نیک، بااخلاق، ہمدرد اور غریب پرور تھیں۔ ہمیشہ سفر کے دوران ہمارا خیال بھی رکھتیں اور سفر کے دوران ترجمہ قرآن کریم کی سی ڈی لگوا لیتیں اور اسی کو سارا رستہ سنتیں۔ پھر کہتے ہیں میرے بیوی بچوں کا بہت خیال رکھا۔ پھر کہتے ہیں کہ بڑے شہروں میں جب ہم جاتے تھے تو دکاندار اور خاص طور پر پنڈی اسلام آباد کے دکاندار جو ان کو جانتے تھے کیونکہ آنا جانا تھا تو وہ پوچھا کرتے تھے کہ بڑے عرصے بعد آئی ہیں۔ شروع میں انہوں نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اب ہم ربوہ شفٹ ہو گئے ہیں جہاں جماعت کا ہسپتال ہے اور میرے خاوند وہاں کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں بغیر کسی خوف کے بتا دیا۔ ہم پریشان ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم حسن سانو غوا بوبکر صاحب کا جو برکینا فاسو میں لوکل مبلغ تھے**۔ گذشتہ دنوں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ رمضان المبارک میں روزانہ جولا زبان میں درس قرآن مجید دیتے تھے اور یہ درس ریڈیو اسلامک احمدیہ پر نشر ہوتا تھا۔ وفات سے ایک روز قبل بائیس مارچ کو بھی انہوں نے درس دیا۔ ابتدائی تعلیم بوبوجلاسو میں حاصل کی۔ یہ برکینا فاسو کا ایک شہر ہے اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے موریطانیہ چلے گئے جہاں پڑھنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے بعد جامعۃ الازہر مصر میں چلے گئے۔ عربی زبان میں اعلیٰ

تعلیم اور بول چال کی خوب مہارت حاصل کر کے واپس آئے۔ عربی زبان پر عبور حاصل کر لیا تھا اور عمدہ زبان بولتے تھے۔ الازہر سے واپس آکر آئیوری کوسٹ میں قیام پذیر ہوئے اور یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں سینکڑوں طلبہ تھے اور اپنی شعلہ بیانی اور عمدہ انداز بیان کی وجہ سے آئیوری کوسٹ میں مشہور ہو گئے، ابھی یہ احمدی نہیں ہوئے تھے۔ جب احمدی مبلغین نے اس علاقے میں تبلیغ کی تو مخالفین نے احمدیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ابو بکر صاحب کو پیش کیا۔ ان کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔ خود کہتے ہیں کہ جس دن بحث شروع ہوئی، مقابلہ تھا مَیں اس دن بڑا سا جبہ پہن کے بڑا اتراتا ہوا آیا کہ آج میں احمدیوں کو شکست دے کر بڑا مشہور ہو جاؤں گا اور بڑا مقام حاصل کر لوں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں نیکی رکھی تھی۔ ان کو بہت جلد احساس ہو گیا کہ صداقت احمدیوں کے ساتھ ہے اور دلائل ان کے پاس ہیں۔ انہیں ''القول الصریح'' دی گئی جس کا مطالعہ کرنے کے بعد آبی جان میں جماعت کے مبلغ عبدالرحمٰن کوناتے صاحب سے ان کا مباحثہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی اور جلد ہی انہوں نے جرأت کے ساتھ احمدیت قبول کر لی۔ ان کی بیعت کا واقعہ 1986ء کا ہے۔ اس وقت نوجوان ہی تھے۔ چوبیس پچیس سال ان کی عمر تھی۔

بیعت کے بعد اپنا مدرسہ اور اپنی جاہ و حشمت کو ترک کر دیا۔ اس زمانے میں آئیوری کوسٹ میں فرنچ احمدی طلبہ کے لیے ایک شارٹ کورس ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے اس میں داخلہ لیا اور زندگی وقف کر دی۔ بہت جلد جماعت کے بہترین مبلغ بن گئے۔ اپنی مادری زبان جُولا میں تقریر کا بہت ملکہ تھا۔ بلند آواز کے مالک اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ بہت جلد سامعین کو مسحور کر لیتے تھے۔ ادریس شاہد صاحب کی تقرری 1990ء میں برکینا فاسو میں ہوئی۔ انہوں نے آئیوری کوسٹ سے مکرم ابو بکر سانوغو صاحب کو بھی برکینا فاسو لانے کی منظوری لے لی۔ یہاں تبلیغ کے جہاد میں انہوں نے حصہ لیا اور بہت جلد جُولا بولنے والے علاقوں میں کامیابیاں ملنی شروع ہوئیں اور یہاں تبلیغ کے ذریعہ سے بہت ساری نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

1999ء میں برکینا فاسو کا علاقہ ہے ڈوری جہاں ہماری شہادتیں بھی ہوئی تھیں وہاں ان کو بھجوایا گیا۔ اس علاقے میں عربی بول چال عام ہے۔ یہاں کے علماء عربی دانی کو دکھا کر لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہاں انہوں نے بڑے بڑے علماء سے مناظرے کیے اور انہیں شکست دی۔ دور دراز دیہات میں تبلیغ کی یہاں تک کہ غیر احمدی علماء آپ کے سامنے آنے سے کتراتے اور مناظرہ کرنے سے گھبرانے لگے۔ آپ علاقے بھر میں بڑے شیخ اور عالم کے طور پر مشہور ہو گئے۔ بہت کثرت سے اس علاقے میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ اسی طرح 1991ء میں آپ کا رابطہ امام ابراہیم بدیگا صاحب شہید مہدی آباد اور ان کے ساتھیوں سے ہوا جنہوں نے جلد بیعتیں کر لیں اور بعد ازاں 2023ء میں مقامِ شہادت پا کر احمدیت کے چمکتے ستارے بن گئے۔

2002ء میں بوبو جلاسو میں عالمِ احمدیت کے پہلے ریڈیو کا قیام ہوا تو ابو بکر صاحب ریڈیو پر اول نمبر کے مقرر تھے۔ آپ بہت پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے لاکھوں لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچا اور ہزاروں لوگوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ کئی سال نیشنل مجلس عاملہ میں خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ وفات کے وقت بھی آپ سیکرٹری رشتہ ناطہ تھے۔ 2012ء میں ان کی تقرری مالی کے شہر سیکاسو میں ہوئی۔ یہاں آپ کو غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی۔ 2019ء میں جب بوبو جلاسو میں چند نوجوانوں نے نظام جماعت

کے خلاف شرارت کی تو پھر مَیں نے ان کو واپس بوبو جلاسو بھیج دیا، وہاں ان کا تقرر کیا اور یہاں ان کو صدر جماعت بھی مقرر کیا گیا۔ انہوں نے بڑی جرأت سے اور حکمت سے اور بڑی محنت سے اور دعا سے اس فتنے کو ختم کر دیا اور سب لوگوں نے تجدید بیعت کی۔

پسماندگان میں والدہ، اہلیہ، بھائی، تین بچے اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

ان کی اہلیہ عائشہ کولی بالی کہتی ہیں کہ آپ ہر وقت خدمت اسلام کے لیے تیار رہتے۔ صحت کی خرابی کے باوجود ہمیشہ جماعتی پروگرام اور تبلیغی دوروں کو ترجیح دیتے۔ بعض اوقات مَیں انہیں کہتی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کچھ آرام کر لیں تو کہتے میں نے زندگی وقف کی ہے اور اپنی آخری سانس تک خدمت دین کے لیے کوشاں رہوں گا۔ کہتی ہیں کہ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے میں نے دیکھا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں آیا کہ انہوں نے کہا ہو کہ آج میں بیماری کی وجہ سے تہجد ادا نہیں کر سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی جماعتی مسئلہ یا دینی خدمت کے لیے آتا تو آپ فوری اس کی مدد کرتے، بے شک بعد میں بیمار ہی کیوں نہ پڑ جائیں۔ ملنے والوں عزیز و اقارب، ہمسایوں سے بہت حسن سلوک کرتے۔ ہر فرد سے محبت سے ملتے۔ ایک مثالی شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن کریم سے بہت محبت کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔

یہ ہے نمونہ ایک واقف زندگی کا اور مربی کا جسے ہمارے مربیان کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ایسی وقف کی روح رکھنے والے جماعت کو عطا فرماتا رہے۔

ادریس شاہد صاحب سابق امیر جماعت برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ بہت محنت سے تبلیغ کا کام کیا انہوں نے اور خوب کیا۔ ہنستا چہرہ، علمی لحاظ سے ٹھوس دلائل اور ہر وقت خدمت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش میں رہتے۔ لوکل مبلغ درابوالحسن کہتے ہیں کہ استاد ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ ایک دن سورہ احزاب کی آیت اڑتیس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینبؓ سے شادی والے معاملے پر غیر احمدی مولویوں کے بے سروپا بیانات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسو آ گئے کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنی ناسمجھی اور بیہودہ قسم کے بیانات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں۔ اب یہ لوگ بھی باتیں کرتے ہیں تو یہ کوئی توہین رسالت نہیں ہے لیکن احمدی عزت بھی کریں تو وہ توہین رسالت کرتے ہیں۔ وہ نام بھی لیں تو توہین رسالت ہے۔ پھر کہتے ہیں یہ کہ دوروں کے دوران بھی تہجد کی بہت پابندی کرتے۔ خلافت سے وفا کا بہت تعلق رکھتے۔ اگر کوئی نظام جماعت کے خلاف بات کرتا تو ہمیشہ ننگی تلوار کی طرح نظام جماعت کے دفاع میں سامنے آ جاتے۔ کبھی کسی سے بغض اور کینہ نہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 / مئی 2025ء جلد 32 شمارہ 116 صفحہ 02 تا 07)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ مئی 2025ء بمطابق 02/ ہجرت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ موتہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل اس طرح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو الوداع کہا تو حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسی چیز کا حکم دیں جسے میں آپ کی طرف سے یاد کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کل تم ایسے شہر پہنچو گے جہاں سجود کم ہوتے ہیں وہاں سجود کثرت سے کرنا۔ اب یہ بہت بڑی نصیحت ہے۔ آجکل کے اس زمانے میں ہم جن ملکوں میں رہ رہے ہیں یہاں بھی یہی حال ہے اللہ تعالیٰ کو لوگ بھلا بیٹھے ہیں۔ اس وقت میں، اس دور میں احمدیوں کو کثرت سے اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

پھر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اَور وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ یہ ہر اس معاملے میں جسے تم چاہو تمہارا مددگار ہو گا۔ ذکر الٰہی بہت ضروری چیز ہے۔ جب حضرت عبداللہؓ جانے لگے تو واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا سوال کرتے جاؤ گے اے ابن رواحہؓ! اب بس کرو۔ جب تُو عاجز آ جائے اور اگر تُو نے دس آدمیوں سے برائی کی ہو تو ایک سے نیکی کرنے سے عاجز نہ آنا۔ یعنی اتنی برائیوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر اگر نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو گا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو بخشتا ہے اس کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ حتی الوسع اس کوشش میں رہو کہ نیکی کرنی ہے اور برائی سے بچنا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر دفعہ دس برائیاں کرو اور اس کے بعد کہو کہ ایک نیکی کر لی۔ نہیں۔ بلکہ حقیقی توبہ کرنے والا برائیاں کرنے کے بعد پھر برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور نیکی کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے والا بنے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ تُو ایک سے نیکی کرنے سے عاجز نہ آنا اس پر حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کے بعد آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 147-146 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء کو الوداع کہا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو الوداع کہا گیا تو وہ رونے لگے۔ **صحابہؓ نے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟** انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ ہی تم سے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے جس

میں آگ کا ذکر ہے کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (مریم: 72)۔ یعنی اور تم میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اس پر اترنے والا ہے۔ یہ تیرے رب پر ایک طے شدہ فیصلے کے طور پر فرض ہے۔ کہنے لگے کہ یہ حالات ہونے ہیں تو میں نہیں جانتا کہ وارد ہونے کے بعد میری واپسی کیسی ہو گی۔ اس پر مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہو اور وہ اسے تم لوگوں سے دور کرے یعنی برائیوں کو اور تم لوگ ہماری طرف صالح ہونے کی حالت میں آؤ۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 145 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الوداع کہنے والوں نے ساروں کو دعا دی۔ یہ خوف تھا ان میں ورنہ مومن کے لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مومن دوزخ کا حصہ اس دنیا میں کافروں کی تکالیف کی وجہ سے بھی پا لیتے ہیں اور مرنے کے بعد کی دوزخ ان سے بہت دور ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے اس بات کو سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ یہ دنیاوی تکلیف بھی اللہ تعالیٰ تم سے دور کرے اور تم ہماری طرف صالح ہونے کی حالت میں آؤ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے ساتھ ہو۔

لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نماز جمعہ کے بعد مدینہ سے گئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم میں موتہ کی طرف اصحاب کو بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی شامل تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مہم میں شامل باقی اصحاب تو روانہ ہو گئے۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ پیچھے رہ کر **جمعہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے میں ان سے جاملوں** گا۔ پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ تجھے کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے روک دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میری خواہش تھی کہ میں آپؐ کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کروں پھر ان سے جاملوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر تم وہ سب خرچ کر ڈالو تو جو لوگ مہم پر روانہ ہو گئے ہیں تم ان کے فضل کو نہیں پا سکتے۔

(جامع ترمذی ابواب الجمعۃ باب ما جاء فی السفر یوم الجمعۃ حدیث 527)

یعنی کہ جب میں نے مہم روانہ کر دی تو تمہارا فرض تھا کہ یہ نہ کہتے کہ میں جمعہ پڑھ لوں بلکہ فوراً روانہ ہو جانا چاہیے تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا پہلی بار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ مشہور شہسوار تھے۔ وہ بھی اس لشکر کے ایک عام سپاہی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس لشکر کو اکٹھا کیا تو حضرت خالدؓ کو اسلام میں داخل ہوئے ابھی تین ماہ ہی ہوئے تھے۔

(غزوہ موتہ از علامہ محمد ہاشمیل صفحہ 273 نفیس اکیڈمی کراچی)

جب مسلمان مدینہ سے کچھ دور پہنچے تو دشمن کو ان کی خبر ہو گئی اور وہ مقابلے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ منافقین مدینہ اور یہود نے مسلمانوں کے اکٹھا ہونے اور ان کے شام کی طرف مارچ کرنے کی خبر اڑا دی تھی تاکہ یہ جو مقابلے پہ عیسائی تھے وہ اپنا بچاؤ کا سامان کر لیں۔

شرحبیل بن عمرو جزیرہ عرب سے ملحق شام کے جنوبی علاقوں پر رومیوں کا گورنر تھا۔ اسے مدینہ کے رومی

جاسوسوں سے اس لشکر کے مارچ کرنے کی اطلاع ملی۔ اس نے رومیوں کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا کہ مسلمان شام کی طرف مارچ کر رہے ہیں۔ پھر وہ رومیوں کے دوست قبائل سے شام کے جنوب میں فوج اکٹھی کرنے لگا۔ پھر خود اس نے اسی وقت اپنے بھائی کو اپنے بعض آدمیوں کے ہمراہ ہراول دستے کے طور پر بھیجا کہ وہ اس کے لیے اسلامی فوج کی خبریں معلوم کریں۔

(غزوہ مؤتہ از علامہ ہاشمیل صفحہ 278-277 نفیس اکیڈمی کراچی)

یہ بھی لکھا ہے کہ دوسری طرف شرحبیل بن عمرو نے ایک لاکھ سے زائد افراد کا لشکر تیار کیا۔ جب مسلمان وادی القرٰی میں پہنچے تو شرحبیل نے اپنے بھائی سُدوس کو پچاس مشرکین کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔ سدوس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ خود بھی قتل ہو گیا۔ مسلمان بھی آگے بڑھے اور شام کے علاقہ مَعان میں پہنچے۔ یہ جگہ موتہ سے پہلے واقع ہے۔ یہاں صحابہؓ کو دشمن کی کثرت اور ان کے جمع ہونے کا علم ہوا اور ان کو خبر ملی کہ ہرقل ایک لاکھ رومیوں کے ساتھ بلقاء کے علاقہ مآب میں آیا ہوا ہے اور اس کے ساتھ مختلف قبائل سے ایک لاکھ عرب بھی مل گئے ہیں۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ ایک لاکھ کا لشکر وہی ہو جسے شرحبیل نے اکٹھا کیا تھا۔ مسلمانوں نے دو راتیں مُعان میں قیام کیا اور وہ اس معاملے پہ غور و فکر کرتے رہے۔ بعض نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر ساری خبر دے دیتے ہیں۔ آپؐ مزید لشکر بھیج کر ہماری مدد کریں یا کوئی اَور حکم فرمائیں گے جسے ہم کر گزریں گے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے انہیں آگے بڑھنے کے لیے ہمت دی اور کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم جس چیز کو تم اب ناپسند کر رہے ہو اسی کے حصول کے لیے تم نکلے تھے۔ تم شہادت کی آرزو لے کر نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے تعداد یا قوت سے جہاد نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا جو جہاد ہوتا ہے وہ تعداد کی وجہ سے نہیں ہوتا یا طاقت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس دینِ حق کے ساتھ ان سے جہاد کرتے ہیں جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی ہے۔ آگے بڑھو تمہیں دو بھلائیوں میں سے ایک نصیب ہو گی۔ غلبہ یا شہادت۔ یہ دونوں مقام برے نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے کہا بخدا! ابن رواحہؓ نے سچ کہا۔ صحابہ کرامؓ آگے روانہ ہو گئے۔ جب تُخوم البلقاء پہنچے تو انہیں ہرقل کے لشکر ملے جو اہل روم اور اہل عرب پر مشتمل تھے۔ یہ بستی بلقاء کی بستیوں میں سے ایک تھی جسے مشارِف کہا جاتا تھا۔ دشمن قریب ہوا تو مسلمان اس بستی کی طرف ہٹ گئے جسے موتہ کہا جاتا تھا۔ وہاں ہی یہ معرکہ حق و باطل ظہور پذیر ہوا۔ مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی۔ حضرت ابوہریرہؓ اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب دشمن ہمارے قریب ہوا تو ہم نے اتنی کثیر تعداد اور اتنی عمدہ تیاری، اسلحہ، گھوڑے، ریشم، دیباج اور سونا نہ دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ مجھے حضرت ثابتؓ بن اقرم نے کہا: ابوہریرہؓ! تم کثیر لشکر دیکھ رہے ہو؟ سوال کیا۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا تم نے ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی۔ ہم کثرت کی وجہ سے غالب نہیں آئے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی اور لشکر کے دائیں اور بائیں حصے پر نگران متعین کیے گئے۔

حضرت زیدؓ کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے۔ پھر لوگ باہم نبرد آزما ہو گئے انہوں نے سخت قتال کیا۔

حضرت زید بن حارثہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عَلَم کے ساتھ جہاد کیا یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے عَلَمِ اسلام تھاما اور جہاد کیا۔ جب قتال ان کی رکاوٹ بنا تو اپنے گھوڑے شقراء سے نیچے اتر آئے۔ اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر جہاد کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ **حضرت جعفرؓ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے راہ خدا میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں۔**

قبیلہ بنو مُرَّۃ بن عوف میں سے ایک شخص نے غزوۂ موتہ میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا گویا کہ مَیں اب بھی حضرت جعفرؓ کو دیکھ رہا ہوں جب وہ اپنے شقراء گھوڑے سے نیچے اترے، اس کی کونچیں کاٹیں پھر جہاد کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يَا حَبَّذَا الْجَنَّةُ وَاقْتِرَابُهَا طَيِّبَةً وَبَارِدًا شَرَابُهَا

وَالرُّوْمُ رُوْمٌ قَدْ دَنَا عَذَابُهَا كَافِرَةٌ بَعِيْدَةٌ أَنْسَابُهَا

عَلَيَّ إِذْ لَاقَيْتُهَا ضِرَابُهَا

یعنی جنت اور اس کے قرب کے کیا کہنے۔ اس کا پانی کتنا پاکیزہ اور ٹھنڈا ہے۔ رومی رومی ہیں ان کا عذاب قریب آ گیا ہے۔ وہ کافر ہیں۔ اُن کا نسب بہت زیادہ دور ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ جب میں ان سے جنگ کروں تو انہیں ضرب لگاؤں۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت ابوعامرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے ہتھیار زیب بدن کیا پھر مشرکین پر حملہ کر دیا۔ جب انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ وہ دشمن میں مل جائیں گے تو انہوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کیا اور نیزہ بازی کی حتی کہ شہید ہو گئے۔

ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھاما۔ وہ ہاتھ کٹ گیا پھر بائیں ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا۔ وہ بھی کٹ گیا۔ پھر اسے اپنی کہنیوں کے ساتھ سینے سے چمٹا لیا حتی کہ شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس سال تھی۔ ان بازوؤں کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پَر عطا کر دیے۔ وہ ان کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتے اڑتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک رومی نے ان پر ایک ضرب لگائی اور انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بخاریؒ اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اس غزوے میں شریک تھا۔ ہم نے حضرت جعفرؓ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر ساٹھ سے زائد نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم گنے۔ ان میں سے کوئی بھی زخم ان کی پیٹھ پر نہ تھا۔ سب سامنے تھے۔ جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو اسلام کا جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے تھام لیا تھا۔ لکھا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت جعفرؓ کے بعد کمانڈر بنے۔ ان کے نفس میں تردّد آیا، تھوڑا سا شک پیدا ہوا، خوف پیدا ہوا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نفس! میں نے قسم اٹھائی ہے کہ تو ضرور میدان جنگ میں اترے گا۔ خوشی سے اترے گا یا تجھے مجبور کیا جائے گا۔ اگر لوگ اکٹھے ہو جائیں اور کمانیں کَس لیں تو کیا ہے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تُو جنت کو پسند نہیں کر رہا۔ تجھے بڑا شک پڑ رہا ہے۔ پھر شعروں میں ہی انہوں نے کہا کہ طویل مدت سے تُو اس پر مطمئن تھا۔ تو ایک پرانے مشکیزے سے ٹپکنے والا ایک قطرہ ہے۔ بہرحال یہ پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھوڑے سے نیچے

اترے تو حضرت ابن عمرؓ ایک ہڈی والا گوشت لے کر آئے اور انہوں نے کہا اس سے اپنی کمر مضبوط کر لیں۔ ذرا تھوڑی سی طاقت پیدا ہو جائے گوشت کھانے سے۔ بھنا ہوا تھا۔ ان ایام میں آپ کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ انہوں نے وہ ہڈی والا گوشت لیا، اس سے کچھ حصہ توڑا پھر لوگوں میں ایک جانب ٹکراؤ کی آواز سنی۔ آواز سنی کہ جنگ شروع ہو چکی ہے اور تلواریں چل رہی ہیں تو اپنے نفس سے انہوں نے کہا کہ تُو ابھی بھی دنیا میں ہے۔ گوشت کھانے میں لگا ہوا ہے۔ لوگ تلواروں سے لڑ رہے ہیں۔ تو انہوں نے فوراً اس ہڈی کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور اپنی تلوار تھامی۔ آگے بڑھے اور لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے ہاتھ سے جھنڈا گر پڑا۔ مسلمان اور مشرکین باہم مل گئے۔ بعض افراد پسپا ہو گئے۔ اس پر حضرت قطبہ بن عامرؓ پکار پکار کر کہنے لگے۔ اے قوم! پیٹھ پھیر کر قتال کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر قتال کرنا زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے جوش دلایا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت زید، جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

حضرت ابوعامرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کو بری طرح ہزیمت اٹھانا پڑی۔ یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے دو افراد کو بھی اکٹھا نہ دیکھا۔ بالکل بکھر گئے تھے۔ ایک انصاری شخص نے جھنڈا اٹھا لیا۔ وہ دوڑ کر آیا، اس نے لوگوں کے آگے آ کے جھنڈا گاڑ دیا۔ پھر کہا اے لوگو! میری طرف آؤ۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جب جھنڈا آ گیا تو پھر مسلمان لوگ اکٹھے ہونے لگے۔ جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس گئے۔ حضرت خالدؓ نے اس انصاری سے کہا میں اسے تم سے نہیں لوں گا۔ تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ اس انصاری نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں نے اسے تمہارے لیے پکڑا ہے۔ میں نے تو پکڑا ہی آپ کے لیے ہے۔ بہرحال حضرت خالدؓ کی امارت، مشرکین کو شکست اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کا علم دینا اس بارے کی تفصیل بھی بیان ہوئی ہے۔

لکھا ہے کہ حضرت ابویُسر انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے تو میں نے اسلام کا جھنڈا حضرت ثابت بن اقرمؓ کو دیا۔ حضرت ثابتؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا: آپ فنونِ جنگ سے مجھ سے زیادہ آشنا ہیں۔ چنانچہ وہ جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کو دے دیا گیا۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا تھاما تو انہوں نے لوگوں کا دفاع کیا، انہیں سمیٹ کر اکٹھا کیا پھر اپنے لشکر کو ایک طرف ہٹا لیا اور دشمن بھی ان سے پیچھے ہٹ گیا اور وہ لوگوں کو بچا کر واپس لے آئے۔ ابن اسحاق کے مطابق یہ دور ہٹنا ہی دراصل رومیوں سے بچنا تھا کیونکہ مسلمان اس وقت دو لاکھ سے زائد رومیوں میں مل چکے تھے یعنی کہ بالکل آپس میں گتھم گتھا تھے جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ اس اعتبار سے اس سریہ کو فتح اور نصرت کہا گیا ہے کیونکہ دشمن نے مسلمانوں کو گھیر لیا تھا۔ وہ ان پر جمع ہو چکے تھے اور عموماً ایسے حالات میں سارے مسلمان شہید ہو سکتے تھے۔ احتمال بھی یہی تھا لیکن ایسا کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے خلاف تھا کہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا کر دے۔ مطلب یہی تھا کہ تم لوگ بچ تو جاؤ گے۔ فتح کے بھی کئی مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ اکثر سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کے ساتھ قتال کیا حتیٰ کہ انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔

حضرت ابوعامرؓ نے بیان کیا کہ جب حضرت خالدؓ نے جھنڈا تھام لیا تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو بری طرح شکست دی۔ ایسی شکست میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ حتی کہ مسلمانوں نے انہیں اس طرح قتل کیا جیسے انہوں نے چاہا۔

یہ بھی روایت ہے اور حضرت خالدؓ کی حکمت عملی کے بارے میں، جنگی حکمت عملی کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے، لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ نے موتہ میں فوج کی دوبارہ تنظیم کی اور شہسواروں کا ایک دستہ منتخب کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ رازداری سے راتوں رات جنوب میں جزیرۂ عرب کی جانب اسلامی فوج کے پیچھے ایسی جگہ پڑاؤ کریں جہاں رومی نہ دیکھ سکیں۔ حضرت خالدؓ نے انہیں حکم دیا کہ متعدد دستوں میں تقسیم ہو کر اسلامی لشکر کے پیچھے سے موتہ کی طرف آئیں اور انتہائی بلند آواز سے تکبیرات بلند کریں اور اپنے گھوڑوں کو مٹی والی جگہوں پر دوڑائیں تا کہ بہت غبار اٹھے۔ ان باتوں سے حضرت خالدؓ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے مزید کمک آ گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے لشکر کو از سر نو منظم کرتے ہوئے لشکر کے اگلے حصے کو پیچھے اور پچھلے حصے کو آگے کر دیا اور اس طرح دائیں حصے کو بائیں اور بائیں حصے کو دائیں کر دیا۔ دشمن یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید مسلمانوں کو مدد مل گئی ہے۔ مختلف لوگ سامنے آ گئے ہیں تو وہ مرعوب ہو گئے اور انہیں شکست ہو گئی۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کے شہید ہونے کا لوگوں کو بتایا اس سے پہلے کہ لوگوں کے پاس ان کی کوئی خبر آتی۔ آپؐ نے فرمایا: زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہؓ نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے اور آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ فرمایا یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک بلند فرمائی اور فرمایا: اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ تُو اس کی مدد فرما۔ اس روز سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ کہا جانے لگا، یعنی اللہ کی تلوار۔ ایک روایت کے مطابق یہ جنگ سات روز تک جاری رہی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 147 تا 151 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صاحب، صفحہ 279)

(صحیح البخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ مؤتہ من ارض الشام، 4260، 4262)

(فتح الباری از ابن حجر جلد 9 صفحہ 654 کتاب المغازی باب غزوۃ المؤتہ زیر حدیث 4262)

(ماخوذ از غزوہ موتہ از ہاشمیل صفحہ 328 نفیس اکیڈمی کراچی)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 343 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ ”**یہ پہلا لشکر تھا جو اسلام کی طرف سے عیسائیت کے مقابلہ کے لیے نکلا۔** جب یہ لشکر شام کی سرحد پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ قیصر بھی اِس طرف آیا ہوا ہے اور ایک لاکھ رومی سپاہی اس کے ساتھ ہیں اور ایک لاکھ کے قریب عرب کے عیسائی قبائل کے سپاہی بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اس پر مسلمانوں نے چاہا کہ وہ راستہ میں ڈیرہ ڈال دیں

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیں تا کہ اگر آپؐ نے کوئی اور مدد بھیجنی ہو تو بھیج دیں اور اگر کوئی حکم دینا ہو تو اس سے اطلاع دیں۔ جب یہ مشورہ ہو رہا تھا تو عبداللہ بن رواحہؓ جوش سے کھڑے ہو گئے اور کہا اے قوم! تم اپنے گھروں سے خدا کے راستہ میں شہید ہونے کے لیے نکلے تھے اور جس چیز کے لیے تم نکلے تھے اب اس سے گھبرا رہے ہو اور "پھر انہوں نے کہا کہ "ہم لوگوں سے اپنی تعداد اور اپنی قوت اور اپنی کثرت کی وجہ سے تو لڑائیاں نہیں کرتے رہے۔ ہم تو اس دین کی مدد کے لیے دشمنوں سے لڑتے رہے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے لیے نازل کیا ہے۔ اگر دشمن زیادہ ہے تو ہوا کرے۔ آخر دو نیکیوں میں سے ہم کو ایک ضرور ملے گی یا ہم غالب آ جائیں گے یا ہم خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں گے۔ لوگوں نے ان کی یہ بات سن کے کہا ابن رواحہؓ بالکل سچ کہتے ہیں اور فوراً کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ جب وہ آگے بڑھے تو رومی لشکر انہیں اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا تو مسلمانوں نے موتہ کے مقام پر اپنی فوج کی صف بندی کر لی اور لڑائی شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں زید بن حارثہؓ جو مسلمانوں کے کمانڈر تھے مارے گئے۔ تب اسلامی فوج کا جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی" تھے انہوں "نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فوج کی کمان سنبھال لی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی فوج کا ریلا بڑھتا چلا جاتا ہے اور مسلمان اپنی تعداد کی قلت کی وجہ سے ان کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکتے تو آپ جوش سے گھوڑے سے کود پڑے اور اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ جس کے معنی یہ تھے کہ کم سے کم میں تو اِس میدان سے بھاگنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں موت کو پسند کروں گا مگر بھاگنے کو پسند نہیں کروں گا۔ یہ ایک عربی رواج تھا۔ وہ گھوڑے کی ٹانگیں اِس لیے کاٹ دیتے تھے تا کہ وہ بغیر سوار کے اِدھر اُدھر بھاگ کر لشکر میں تباہی نہ مچائے "گھوڑا بھی تباہی نہ مچائے۔ اس لیے صرف اترتے نہیں تھے ان کی ٹانگیں بھی کاٹ دیتے تھے۔ "تھوڑی دیر کی لڑائی میں آپ کا دایاں بازو کاٹا گیا۔ تب آپ نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا۔ پھر آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ کے ٹنڈوں سے جھنڈے کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور میدان میں کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ تب عبداللہ بن رواحہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت جھنڈے کو پکڑ لیا اور وہ بھی دشمن سے لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے لیے کوئی موقع نہ تھا کہ وہ مشورہ کر کے کسی کو اپنا سردار مقرر کرتے اور قریب تھا کہ دشمن کے لشکر کی کثرت کی وجہ سے مسلمان میدان چھوڑ جاتے کہ خالد بن ولید نے ایک دوست کی تحریک پر جھنڈا پکڑ لیا اور شام تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔

دوسرے دن پھر خالد اپنے تھکے ہوئے اور زخم خوردہ لشکر کو لے کر دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلے اور انہوں نے یہ ہوشیاری کی کہ لشکر کے اگلے حصہ کو پیچھے کر دیا اور پچھلے حصہ کو آگے کر دیا اور دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں اور اس طرح نعرے لگائے کہ دشمن سمجھا کہ مسلمانوں کو اَور مدد پہنچ گئی ہے۔ اس پر دشمن پیچھے ہٹ گیا اور خالدؓ اسلامی لشکر کو بچا کر واپس لے آئے۔" دشمن خود ہی پیچھے چلا گیا۔ مسلمانوں نے پیچھا نہیں کیا۔ بہر حال یہ بھی نہیں کہ ان سے ڈر کے بلکہ دشمن خود ہی ہٹ کے پیچھے چلا گیا تھا۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی خبر اسی دن وحی کے ذریعہ سے دے دی اور آپ نے اعلان کر کے سب مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا۔ جب آپ ممبر پر چڑھے تو آپ کی آنکھوں سے

آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم کو اس جنگ میں جانے والے لشکر کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ وہ لشکر یہاں سے جا کر دشمن کے مقابل کھڑا ہوا اور لڑائی شروع ہونے پر پہلے زیدؓ مارے گئے۔ پس تم لوگ زیدؓ کے لیے دعا کرو۔" آپؐ نے فرمایا۔ "پھر جھنڈا جعفرؓ نے لے لیا اور دشمن پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے پس تم ان کے لیے بھی دعا کرو۔ پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا اور خوب دلیری سے لشکر کو لڑایا مگر آخر وہ بھی شہید ہو گئے پس تم ان کے لیے بھی دعا کرو۔ پھر جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے لیا۔ اس کو میں نے کمانڈر مقرر نہیں کیا تھا مگر اس نے خود ہی اپنے آپ کو کمانڈر مقرر کر لیا لیکن وہ خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔"

تفصیل اس کی لکھی ہے کہ دوست کی تحریک پر کس طرح یہ ہوا۔ لکھا ہے۔ "پس وہ خدا تعالیٰ کی مدد سے اسلامی لشکر کو بحفاظت واپس لے آئے۔ آپ کی اِس تقریر کی وجہ سے خالدؓ کا نام مسلمانوں میں سیف اللہ یعنی خدا کی تلوار مشہور ہو گیا۔ چونکہ خالد آخر میں ایمان لائے تھے۔" اس لیے "بعض صحابہ ان کو مذاقاً یا کسی جھگڑے کے موقع پر" اس کا "طعنہ دے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی ایسی ہی بات پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے ان کی تکرار ہو گئی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالد کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد! تم اِس شخص کو جو کہ بدر کے وقت سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے کیوں دکھ دیتے ہو؟ اگر تم احد کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو اِس کے برابر خدا تعالیٰ سے انعام حاصل نہیں کر سکتے۔ اِس پر خالدؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ مجھے طعنہ دیتے ہیں تو پھر میں بھی جواب دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ خالد کو تکلیف نہ دیا کرو۔" خالد کی بھی دلداری کی آپؐ نے۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو خدا تعالیٰ نے کفار کی ہلاکت کے لیے کھینچی ہے۔ یہ پیشگوئی چند سالوں بعد حرف بحرف پوری ہوئی۔ جب خالد اپنے لشکر کو واپس لائے تو مدینہ کے صحابہؓ جو ساتھ نہ گئے تھے انہوں نے اس کے لشکر کو بھگوڑے کہنا شروع کیا۔ مطلب یہ تھا کہ تم کو وہیں لڑ کر مر جانا چاہیے تھا۔ واپس نہیں آنا چاہیے تھا مگر **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھگوڑے نہیں۔ بار بار لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والے** سپاہی ہیں۔ اِس طرح آپ نے ان آئندہ جنگوں کی پیشگوئی فرمائی جو مسلمانوں کو شام کے ساتھ پیش آنے والی تھیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 334 تا 336)

اور پھر خالد بن ولیدؓ نے اپنے جوہر بھی دکھائے۔

جھنڈے کے ادب و احترام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "قوموں میں جھنڈے کا بڑا ادب اور احترام کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ دشمن سے اس کا جھنڈا چھیننے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کی جاتی ہیں اور بعض دفعہ اپنا جھنڈا بچانے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کی جاتی ہیں اور یہ شرک نہیں ہوتا بلکہ جیسے باپ کے سامنے اس کے بیٹے کا اوپر بیٹھنا سب لوگ ناجائز سمجھتے ہیں اس لیے کہ اس طرح تمثیلی زبان میں باپ کی ہتک ہوتی ہے۔ اسی طرح تمثیلی زبان میں چونکہ قوم کا جھنڈا چھینے جانے کے معنے اس کی عزت و آبرو کے خاک میں مل جانے کے ہیں اس لیے قومیں اپنی جانیں قربان کر دیتی ہیں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتیں کہ ان کا جھنڈا دشمن کے قبضہ میں چلا جائے..." اس لیے لوائے احمدیت، خدام الاحمدیہ وغیرہ نے بھی

اپنے جھنڈوں کی حفاظت کے لیے قاعدہ بنایا ہے کہ حفاظت کے لیے خدام مقرر ہوں۔ بہرحال آپ لکھتے ہیں کہ ”جب کسی قوم کے افراد کے دلوں میں اس کے جھنڈے کی عظمت قائم کر دی جاتی ہے تو وہ انہیں اس بات کے لیے تیار کر دیتی ہے کہ اگر اپنے جھنڈے کی حفاظت کے لیے انہیں اپنی جانیں بھی قربان کرنی پڑیں تو بلا دریغ جانیں قربان کر دیں کیونکہ اس وقت تھوڑی سی لکڑی اور کپڑے کا سوال نہیں ہوتا بلکہ قوم کی عزت کا سوال ہوتا ہے جو تمثیلی زبان میں ایک جھنڈے کی صورت میں ان کے سامنے موجود ہوتا ہے۔“ آپؓ نے لکھا ہے کہ ”مَیں نے کئی دفعہ پہلے بھی بیان کیا ہے کہ ہمیں صحابہؓ میں بھی اس قسم کی مثال نظر آتی ہے۔ ایک جنگ میں ایک مسلمان افسر کے پاس اسلامی جھنڈا تھا وہ لوگ شاندار جھنڈے نہیں بنایا کرتے تھے بلکہ ایک معمولی سی لکڑی پر کالا کپڑا باندھ لیتے تھے مگر چاہے وہ کالا کپڑا ہوتا، چاہے اس جھنڈے کی معمولی لکڑی ہوتی، اس وقت سوال قوم کی عزت کا ہوا کرتا تھا۔ یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کہ جھنڈا قیمتی ہے یا معمولی بلکہ وہاں صرف اس بات کو ملحوظ رکھا جاتا تھا کہ قوم کی عزت اس بات میں ہے کہ اس جھنڈے کی حفاظت کی جائے۔ بہرحال اس لڑائی میں عیسائیوں نے جن کے خلاف جنگ ہو رہی تھی خاص طور پر اس جگہ حملہ کیا جہاں مسلمانوں کا جھنڈا تھا۔ حضرت جعفرؓ کے پاس یہ جھنڈا تھا اور یہ جنگ جنگِ موتہ تھی۔ انہوں نے جب حملہ کیا تو حضرت جعفرؓ کا ایک ہاتھ کٹ گیا، انہوں نے جھٹ اس جھنڈے کو دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب دشمن نے دیکھا کہ جھنڈا پھر بھی نیچا نہیں ہوا تو اس نے دوبارہ حملہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا وہ دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا جس میں انہوں نے جھنڈا تھاما ہوا تھا۔ انہوں نے فوراً جھنڈے کو دونوں لاتوں سے پکڑ لیا“ یہ بھی روایت میں آتا ہے۔ ”چونکہ لاتوں سے زیادہ دیر تک جھنڈا پکڑا نہیں جا سکتا تھا اس لیے انہوں نے زور سے آواز دی کہ کوئی مسلمان آگے آئے اور اس جھنڈے کو پکڑے اور انہوں نے کہا مسلمانو! دیکھنا اسلام کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اب تھا وہ کپڑے کا یا معمولی لکڑی کا جھنڈا مگر اس کا نام انہوں نے اسلام کا جھنڈا رکھا کہ گو ہے تو وہ لکڑی کا، ہے تو وہ معمولی سے کپڑے کا مگر بہرحال اسلام کا جھنڈا ہے اس لیے اس کی حفاظت ضروری ہے۔ چنانچہ ایک اور افسر نے آگے بڑھ کر اس جھنڈے کو پکڑ لیا۔ میرا خیال ہے“ اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں ”کہ غالباً وہ حضرت خالد بن ولیدؓ تھے“ خالد بن ولید نہیں تھے ایک دوسرے صحابی نے پکڑا تھا جیسا کہ بیان ہوا ہے اور پھر وہ خالد بن ولید کو دیا گیا تھا۔

”تو دیکھو ایک کپڑے کی چیز ہے معمولی لکڑی کی چیز ہے اور اسلام کے نزدیک اس کپڑے یا لکڑی کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں مگر جس حد تک قومی اعزاز کا سوال ہے، اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔“ خالد بن ولید نے جنہوں نے وہ جھنڈا پکڑا کہا کہ ”یہ اسلام کا جھنڈا ہے۔ دیکھنا یہ گرنے نہ پائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس بات کو ناپسند نہیں کیا بلکہ بعض دفعہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چیزوں کی عظمت قائم کرنے کے لیے فرما دیا کرتے تھے کہ یہ جھنڈا کون شخص لے گا۔ چنانچہ بعض لڑائیوں میں آپ نے فرمایا کہ میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اس کی عزت کو قائم کرے گا اور صحابہؓ ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر اس جھنڈے کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اکتوبر 1942ء، خطبات محمود جلد 23 صفحہ 471 تا 473)

بہر حال یہ بیان ابھی جاری رہے گا۔

میں کہتا رہتا ہوں کہ دنیا کے عمومی حالات کے لیے دعائیں جاری رکھیں، خاص طور پر آج کل پاکستان اور ہندوستان کے جو حالات ہیں اس کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ظلم کا خاتمہ کرے۔ مظلوموں کی حفاظت فرمائے۔ حکومتوں کو عقل دے کہ جنگوں کی طرف بڑھنے کی بجائے صلح اور صفائی سے معاملات طے کریں۔ بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ بین الاقوامی تنظیموں کو بھی جہاں آجکل انصاف تو مشکل سے ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تنظیموں کو بھی توفیق دے اور دونوں طرف کے ہمدردوں اور دوستوں کو بھی توفیق دے کہ ان ملکوں کے آپس میں معاملات حل کروا سکیں۔

پاکستان کی طرف سے تو بہر حال یہ کہا جا رہا ہے اور اکثر ان کے وزیروں کے بیان آتے رہتے ہیں کہ کشمیر میں دہشت گردی کا جو واقعہ ہوا ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر تمہیں شک ہے تو یو این کے اداروں کے ذریعہ سے اس کی تحقیق کرواؤ جو ہونی چاہیے بجائے اس کے کہ ہم لڑیں۔ ہندوستان کی حکومت کو بھی اس پر مثبت رویہ دکھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ دونوں طرف کو عقل دے۔ جنگ ہوتی ہے تو دونوں طرف نقصان ہوتا ہے اور پھر صرف سپاہی نہیں بلکہ عوام اور مظلوم بھی بلاوجہ مارے جاتے ہیں۔ یہی ہم آجکل کی جنگوں میں دیکھ رہے ہیں۔ ہر جگہ یہی ہو رہا ہے بہر حال دنیا کے سب مظلوموں کے لیے دعا کریں۔ بظاہر تو دنیا تباہی کے دہانے پہ کھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اسے تباہی سے بچائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے اور ہمیں بھی دعاؤں کی توفیق دے۔

اب میں جمعہ کی نماز کے بعد ایک شہید کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ **محمد آصف صاحب ابن رفیق احمد صاحب** آف بھلیر ضلع قصور کو معاندین احمدیت نے 24/ اپریل کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بوقت شہادت مرحوم کی عمر انیس سال تھی۔ نوجوان لڑکے تھے۔

تفصیلات کے مطابق وقوعہ کے روز رات تقریباً پونے گیارہ بجے محمد آصف صاحب اپنے ایک احمدی ہمسائے اسنان احمد صاحب کے ہمراہ موٹر سائیکل پر گاؤں سے باہر ایک دکان سے بعض گھریلو ضروریات کی اشیاء خریدنے گئے۔ گاؤں کے دکانداروں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا اس لیے خرید و فروخت کے لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ گھر سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر راستے میں معاندین پہلے سے تاک میں موجود تھے۔ انہوں نے ان دونوں پر فائرنگ کر دی۔ محمد آصف صاحب کے دائیں کندھے پر کمر کی طرف گولی لگی جو آر پار ہو گئی جبکہ دوسرے خادم اسنان احمد صاحب کو بائیں ٹانگ میں گولی لگی۔ حملہ آور وقوعے کے بعد بھی خوف و ہراس پھیلانے کے لیے فائرنگ کرتے رہے۔ ہمارے ان دونوں خدام نے باوجود زخمی ہونے کے ہمت اور حوصلے سے کام لیا اور وہاں سے موٹر سائیکل پر ہی نکل آئے اور کچھ فاصلہ پر آ کر گر گئے۔ موٹر سائیکل اپنا چلاتے رہے۔ پولیس موقع پر تاخیر سے پہنچی۔ اس دوران حملہ آوروں کی طرف سے فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا جس کی وجہ سے ان دونوں کو فوری طور پر ہسپتال نہ لے جایا جا سکا۔ پولیس کے پہنچنے پر آصف صاحب کو ہسپتال لے جایا گیا تاہم اس دوران خون زیادہ بہنے کی وجہ سے محمد آصف صاحب ہسپتال پہنچتے ہی شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وقوعے کا مقدمہ متعلقہ پولیس اسٹیشن پھول نگر ضلع قصور میں درج ہوا ہے۔ اب ان کے مقدمے درج ہونے کے بعد حالات ایسے ہی رہتے ہیں۔ کرتے کچھ نہیں یہ۔ لیکن دیکھیں اب کیا کرتے ہیں۔ تین افراد کی گرفتاری عمل میں آئی ہے جبکہ اسنان احمد صاحب جن کے پاؤں میں گولی لگی تھی وہ ابتدائی طبی امداد کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہیں۔

بھلیر ضلع قصور میں گذشتہ تین سال سے شدید مخالفت کا ماحول ہے۔ متعدد مرتبہ احباب جماعت کے خلاف بے بنیاد الزامات کے تحت مقدمات درج کروائے گئے۔ کئی مرتبہ احمدی احباب کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ احمدیہ قبرستان میں احمدی مرحومین کی قبروں سے کلمہ طیبہ اور دیگر آیات مٹائی گئیں۔ گاؤں میں مکمل بائیکاٹ کی کیفیت ہے۔ دکانوں سے سودا سلف خریدنے کی پابندی کے علاوہ گاؤں کے مشترکہ واٹر فلٹریشن پلانٹ سے پانی لینے کی اجازت نہیں ہے۔ بچوں کو تعلیمی ادارہ جات میں آتے جاتے تنگ کیا جاتا ہے۔ یہ تو وہاں حالات ہیں۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم محمد دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے 1934ء میں خلافت ثانیہ کے بابرکت دور میں قادیان جا کر جلسہ سالانہ کے موقع پر بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم کے دادا کا نام محمد یعقوب صاحب تھا۔

شہید مرحوم اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ کم گو اور وسیع حوصلے کے مالک تھے۔ ہر کسی سے محبت اور ہمدردی کا تعلق تھا۔ پنجگانہ نمازوں کے پابند تھے۔ جماعتی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ جماعتی انتظام کے تحت ہونے والے ورزشی مقابلہ جات میں شمولیت کا بہت شوق تھا۔ حال ہی میں ضلع میں ہونے والے مقابلے میں انہوں نے پہلی پوزیشن بھی حاصل کی تھی۔ شہید مرحوم اپنی والدہ کی مکمل دیکھ بھال کرتے جو دل کی مریضہ ہیں۔ والدہ محترمہ نے بیان کیا کہ مرحوم نہایت اطاعت گزار بچہ تھا کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی اور پیار کرنے والے تھے۔

ان کی ہمشیرہ زاہدہ رفیق کہتی ہیں کہ میرا بھائی ہر ایک کا خیال رکھتا۔ بہت پیار کرنے والا اور ہمدرد بھائی تھا۔ شہادت کا اس کو بھی شوق تھا جو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ شہادت سے تین دن قبل انہوں نے خواب دیکھی کہ بھائی کو گولی لگی ہے۔ اگلے روز فون کر کے خیریت دریافت کی۔ شہادت والے دن بھی خیریت معلوم کی لیکن کہتے تھے میں مصروف ہوں تو مختصر سی بات ہوئی۔ پھر کہتی ہیں بھائی نے کہا کہ رات کو بات کریں گے مگر پوری طرح بات نہیں ہو سکی اور وہ اسی دن شہید ہوا اور اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔ پھر ان کی بہن کہتی ہیں کہ بھائی کی بابت خواب کی وجہ سے میں بہت پریشان تھی۔ دعا کے لیے مجھے خط بھی لکھ رہی تھیں۔ کہتی ہیں میں آپ کو خط لکھ رہی تھی۔ اور جب میں اس فقرے پہ پہنچی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گولی لگی ہے تو اسی وقت کہتی ہیں مجھے اطلاع ملی کہ بھائی کو تو شہادت کا رتبہ مل گیا ہے۔

بوقت شہادت شہید مرحوم خدام الاحمدیہ ضلع قصور کی مجلس عاملہ میں شامل تھے۔ ناظم تحریک جدید تھے۔ مقامی جماعت میں نائب قائد خدام الاحمدیہ اور ناظم اطفال کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو ہمشیرگان یادگار چھوڑی ہیں۔

نثار احمد صاحب صدر جماعت بھلیر کہتے ہیں کہ شہید مرحوم اعلیٰ خوبیوں کے مالک، بڑے خوش اخلاق

شخصیت کے مالک انسان تھے۔ خاکسار نے ان کو باکردار، خاموش طبع، خلافت سے محبت اور اطاعت کرنے والا خادم سلسلہ پایا۔ نمازوں اور چندوں میں باقاعدہ، وقار عمل، خدمت خلق، حفاظتی ڈیوٹی گویا ہر شعبہ میں مثالی کام کرنے والے اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ والدین کی خدمت کرنے والا اور ان کا ہر طرح خیال رکھنے والا تھا۔

طارق احمد صاحب معلم ہیں کہتے ہیں کہ شہید مرحوم اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کے گھر ٹیلی ویژن نہیں تھا مگر میرا خطبہ جو جمعہ کا ہے وہ بڑی باقاعدگی سے اپنے فون پہ سنا کرتے تھے یا پھر میرے پاس مشن ہاؤس میں، میرے گھر میں خطبہ سننے کے لیے آجاتے تھے۔ اور کہتے ہیں جب بھی کسی جماعتی کام کے لیے بلایا جاتا تو فوراً حاضر ہو جاتے۔ ہر کام بڑی ذمہ داری سے کرنے والے تھے۔ جماعتی مہمانوں کی بڑے شوق سے خدمت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

پاکستان میں ان دہشت گردی کرنے والوں اور جماعت کی مخالفت کرنے والوں کی جرأت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کی پکڑ کے سامان فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ مئی 2025ء جلد 32 شمارہ 122 صفحہ 02 تا 06)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09 رمئی 2025ء بمطابق 09 رہجرت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ مُؤتہ کی مزید تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ہمراہ سفر میں شامل ہوا جو حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ نکلے تھے۔ مجھے اہلِ یمن میں سے ایک شخص ملا۔ اس کے پاس صرف تلوار تھی۔ ایک مسلمان نے اونٹ ذبح کیا۔ اس شخص نے اس سے کچھ جلد مانگی۔ وہ اس نے اسے دے دی۔ اس کی کھال مانگی اور اسے اس نے ڈھال کی طرح بنا لیا۔ پھر کہتے ہیں ہم سفر پہ روانہ ہوئے۔ ہماری رومی لشکر سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص تھا جو بھورے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس پر سنہری زین اور سنہری اسلحہ تھا وہ رومی مسلمانوں کو للکارنے لگا۔ وہ یمنی شخص اس کی طرف چٹان کے پیچھے سے آیا۔ دشمن کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ جنگ ہوئی۔ رومی نیچے گر پڑا۔ وہ تلوار لے کر اس پر سوار ہو گیا اور اسے قتل کر دیا۔ مسلمان نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کا گھوڑا اور اسلحہ لے لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے کچھ سامان لے لیا یعنی اس شخص کو جس نے اس رومی کو مارا تھا یہ پیغام بھیجا کہ تم سامان جمع کراؤ۔ حضرت عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خالدؓ کے پاس آیا میں نے کہا کہ آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے سامان کے بارے میں کیا فیصلہ کیا تھا؟ خالد بن ولیدؓ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اس لیے ان کا خیال تھا کہ شاید ان کو پتہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے کیا فیصلہ کیا ہے کہ وہ قاتل کے لیے ہو گا یعنی جس نے دشمن کو مارا ہے اس دشمن کا سامان، مال غنیمت اسی کے پاس رہے۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ ہاں مجھے پتا ہے مگر میں نے اسے زیادہ سمجھا تھا۔ جو سامان اس نے لیا ہے وہ اس سے زیادہ تھا جو اس کو ملنا چاہیے تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں کہا کہ یہ سامان اس شخص کو واپس کر دیں ورنہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کروں گا۔ حضرت خالدؓ نے سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عوفؓ نے کہا کہ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں نے اس شخص کا واقعہ عرض کیا۔ حضرت خالدؓ کا رویہ بھی عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے کثیر مال سمجھا۔ میں نے زیادہ سمجھا اس لیے میں نے کچھ اس میں سے واپس لے لیا۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ اس سے لیا تھا اسے واپس کر دو۔ حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا خالد اب اس سے لو۔ یعنی اب تم یہ کس طرح لو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ واپس کرو۔ کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ یہ واپس کرو۔ بہر حال جب حضرت خالدؓ کو حضرت عوفؓ یہ کہہ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے سن لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہوا؟ کہتے ہیں میں نے پھر سارا واقعہ سنایا۔ پہلے یہ بات پوری نہیں بتائی تھی اب بتایا کہ میں نے ان کو کہا تھا یہ واپس کرو لیکن انہوں نے نہیں کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا خالد اسے سامان واپس نہ کرنا۔ آپ نے پہلے جو فرمایا تھا کہ واپس کر دو اب فرمایا کہ واپس نہ کرنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کے لیے فرمایا کہ کیا تم میرے امراء کو اس حالت میں چھوڑنا چاہتے ہو کہ تمہارے لیے معاملے کا نکھرا ہوا حصہ ہو اور ان کی گندگی ان پر ہو۔ کہ جب ایک امیر بن گیا تو پھر تم لوگوں کا یہ کہنا کہ تمہارا فیصلہ صحیح نہیں ہے اور اس طرح جو اس کی پاکیزگی ہے یا صفائی ہے وہ تمہارے پاس آ جائے اور اگر اس کا کوئی برا پہلو ہے تو وہ امراء کو مل جائے یہ تو غلط بات ہے۔ اب تم نے مجھے بات بتا دی ہے تو پھر اب میں یہ پہلا حکم واپس لے رہا ہوں اور جو خالد نے کیا وہ ٹھیک کیا۔

اب یہاں امیر کا وقار قائم کرنا تھا تو آپؐ نے فرمایا اس طرح تم امیر کو طعنہ دے رہے ہو کہ تم نے پہلے غلط کام کیا۔ اس لیے آپؐ نے پہلا فیصلہ واپس لیا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ مُؤتہ میں بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو مشرکین کا کچھ حصہ بطور مال غنیمت ملا۔ اس سامان میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ایک شخص نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ مَیں نے اسے کہا کہ وہ انگوٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا کر دی ہے۔ حضرت خُزَیمَہ بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مُؤتہ کی جنگ میں شرکت کی۔ رومیوں میں سے ایک شخص نے مجھے دعوتِ مبارزت دی۔ مَیں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے خَود پہن رکھا تھا جس میں یاقوت لگے ہوئے تھے۔ میرا ارادہ وہ یاقوت تھے۔ میں نے انہیں لیا۔ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا تو میں نے آپؐ کی خدمت میں یاقوت پیش کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں انہیں ایک سو دینار میں بیچا۔ میں نے ان سے ایک نخلستان خریدا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مال غنیمت بھی حاصل کیا تھا۔ صرف شکست نہیں کھائی تھی، مال غنیمت حاصل کیا تھا اور شکست کا کوئی سوال نہیں تھا۔ یہ تو ایک فوجی حکمت عملی تھی جو انہوں نے اختیار کی جس سے وہ واپس ہوئے تھے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سرداروں سے مال چھینا اور ان کے امیروں کو قتل کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بیان کرتے ہیں کہ **مُؤتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں** اور صرف ایک یمنی چوڑی تلوار ہی میرے ہاتھ میں رہ گئی۔

علامہ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کو خوب قتل کیا تھا ورنہ وہ مشرکین سے نجات نہ پا سکتے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جبکہ مشرکین کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ تنہا ہی مسلمانوں کی فوقیت کی ایک مستقل دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت قُطبَہ بن قتادہؓ مسلمانوں کے میمنہ کے امیر تھے انہوں نے مالک بن رَافِلَہ پر حملہ کیا وہ عیسائی بدوؤں کا امیر تھا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت قُطبہؓ اس پر فخر کرتے ہوئے عربی اشعار میں کہتے تھے کہ میں نے رافلہ بن اراش کے بیٹے کو ایسا نیزہ مارا جو اس کے اندر دور تک چلا گیا پھر

وہ نیزہ ٹوٹ گیا۔ جب میں نے اس کی گردن پر کاری ضرب لگائی تو وہ جھک گیا جیسے سلم درخت جو ایک کانٹے دار درخت ہے اس کی شاخ جھکتی ہے۔ ہم نے اس کے چچازادوں کی خواتین کو یوں ہانکا جیسے جانوروں کو ہانکا جاتا ہے۔ حضرت اَسماء بنتِ عُمَیسؓ نے بیان کیا کہ جس روز حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جعفر کے بیٹوں کو لے کر آؤ۔ میں نے انہیں آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ لگایا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپؐ پر نثار آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپؐ کو حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ علم ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں آج ان کے سروں پر شہادت کا تاج سج گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اٹھ کر رونے لگی۔ خواتین میرے پاس جمع ہو گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا: آلِ جعفر سے غافل نہ ہو جانا ان کے لیے کچھ کھانا بنانا۔ آج ان کے خاوند کی وفات نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔ یعنی لوگوں کو تلقین کی کہ آج ان کے گھر میں کھانا بھجوا دینا۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر تشریف لائے اور حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور ابنِ رَوَاحَہؓ کی شہادت کی خبر دی وہ اس روز ہی شہید ہوئے تھے حالانکہ ظاہری طور پر ان کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب حضرت زیدؓ نے اسلام کا جھنڈا اٹھالیا ہے۔ جب آپؐ بیان کر رہے تھے۔ وہ شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے اسلام کا جھنڈا اٹھالیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر اسلام کا جھنڈا حضرت عبداللہؓ نے تھام لیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے حتّٰی کہ اسلام کا جھنڈا اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یَعْلٰی بن اُمَیَّہؓ اہل مُؤتہ کی خبر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پسند کرو تو تم مجھے بتا دو۔ اور اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ان کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بھی اللہ نے خبر دے دی ہے۔ تم پہلے بتانا چاہتے ہو یا میں تمہیں بتاؤں کہ کیا ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے بتا دیں۔ **آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سارا واقعہ بتا دیا۔** انہوں نے عرض کی مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات میں ایک لفظ بھی نہیں چھوڑا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے میرے لیے زمین کو بلند کیا یہاں تک کہ مَیں نے ان کا معرکہ دیکھا۔ مَیں نے خواب میں انہیں دیکھا وہ سونے کے بستروں پر تھے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن رَوَاحَہؓ کا بستر دیکھا ان کے بستر میں ذرا ٹیڑھا پن تھا۔ میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ مجھے کہا گیا کہ یہ دونوں سیدھے گئے لیکن عبداللہ نے کچھ تردّد کیا تھا پھر آگے گئے۔ اس کے تردّد کا ذکر پچھلے خطبہ میں ہوا ہے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ مجھے پہلے خیال گزرا تھا کہ میں نہ لڑوں۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفرؓ، زیدؓ اور ابن رواحہؓ کو میرے سامنے

پیش کیا گیا، وہ موتیٰ کے خیمے میں تھے۔ میں نے حضرت زیدؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کو دیکھا ان کی گردنوں میں خم تھا لیکن حضرت جعفرؓ سیدھے تھے ان میں خم نہ تھا مجھے بتایا گیا کہ جب ان دونوں پر موت چھا گئی تو انہوں نے اس سے اعراض کیا گویا کہ اس سے روگردانی کی مگر حضرت جعفرؓ نے اس طرح نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بازوؤں کے بدلے دو پَر عطا کیے وہ ان کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت جعفرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کو سلام کرتے تو کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ۔ کہ اے دو پروں والے کے بیٹے! تم پر سلامتی ہو۔

(سبل الهدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 151 تا 154 دار الکتب العلمیة بیروت)

بعض مسائل بیان کرتے ہوئے ایک تفصیل میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جو مشکل مسائل ہوتے ہیں ان کو بعض لوگ سمجھتے ہیں اور بعض نہیں سمجھتے اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ جو باخبر ہیں انہیں وہ مسائل سمجھائیں خواہ اس وجہ سے کہ وہ خود غور نہیں کرتے“ اس لیے نہیں سمجھتے ”یا اس وجہ سے کہ ان کا دل کسی گناہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا فضل جذب کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ یہ مشکل مضامین بالعموم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک علمی مضامین جو باریک فلسفے پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً توحید ہے اس کا اتنا حصہ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا ایک ہے مگر آگے یہ صوفیانہ باریکیاں کہ کس طرح انسان کے ہر فعل پر خدا تعالیٰ کی توحید کا اثر پڑتا ہے اس کے لیے ایک عارف کی ضرورت ہو گی اور یہ مسائل دوسرے کو سمجھانے کے لیے کوئی عالم درکار ہو گا۔ ہر شخص یہ باریکیاں نہیں نکال سکتا لیکن اتنی بات ضرور سمجھ لے گا کہ قرآن دوسرے خدا کا قائل نہیں۔“ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے خدا ایک ہے۔

”دوسرے یہ مشکلات ایسے مطالب کے متعلق پیدا ہوتی ہیں جو علمی تو نہ ہوں مگر وہ اس زبان میں بیان کیے گئے ہوں جسے تشبیہ اور استعارہ کہتے ہیں...“ بعض علمی مسائل نہیں ہیں۔ بعض اہم فقرے اور محاورے ہوتے ہیں جن کو لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ وہ اگر بیان کیے جائیں تو بعض اس کا الٹ مطلب لے لیتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ”عوام الناس اس زبان کو نہ جاننے کی وجہ سے اس کے ایسے معنی کر لیتے ہیں جو حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے۔“ مثال دی ہے آپ نے کہ ”مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا جب شام کی جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو سالار لشکر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ اگر زیدؓ مارے جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ کمان لے لیں اور اگر جعفرؓ مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کمان لے لیں۔ تو جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا اور حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ تینوں شہید ہو گئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر کو اپنی کمان میں لے کر بحفاظت اسے واپس لے آئے۔ جس وقت مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو جن عورتوں کے خاوند مارے گئے تھے یا جن والدین کے بچے اس جنگ میں شہید ہوئے تھے انہوں نے جس حد تک کہ شریعت اجازت دیتی ہے رونا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اظہار افسوس کے لیے نہ اس لیے کہ عورتیں جمع ہو کر رونا شروع کر دیں فرمایا جعفرؓ پر تو کوئی رونے والا نہیں۔“ رشتہ دار تھے آپ کے۔ آپ نے افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ”میرے نزدیک اس فقرہ سے آپ کا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ کوئی جعفرؓ

کو روئے بلکہ مطلب یہ تھا کہ ہمارا بھائی بھی آخر اس جنگ میں مارا گیا ہے جب ہم نہیں روئے تو تمہیں بھی صبر کرنا چاہیے۔" یہ سمجھانا چاہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "کیونکہ حضرت جعفرؓ کے رشتہ دار وہاں یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے یا حضرت علیؓ تھے اور یہ جس پایہ کے آدمی تھے اس کے لحاظ سے ان کی چیخیں نہیں نکل سکتی تھیں۔" نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چیخیں نکل سکتی تھیں نہ حضرت علیؓ کی۔ ان کو پتہ تھا۔ صحیح ادراک تھا۔ "پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس بات کے اظہار کے لیے کہ میرا بھائی جعفرؓ بھی مارا گیا ہے مگر میں نہیں رویا۔ فرمایا جعفرؓ پر تو کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے جب یہ بات سنی تو چونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو پورا کرنے کا بے حد شوق رکھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنے اپنے گھر جا کر عورتوں سے کہنا شروع کیا کہ یہاں رونا دھونا چھوڑو اور جعفرؓ کے گھر چل کر روؤ۔ چنانچہ سب عورتیں حضرت جعفرؓ کے گھر میں اکٹھی ہو گئیں اور سب نے ایک کہرام مچا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آواز سنی تو فرمایا کیا ہوا؟ انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو فرمایا تھا کہ جعفرؓ پر کوئی رونے والا نہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی عورتیں حضرت جعفرؓ کے گھر بھیج دی ہیں اور وہ رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرا یہ مطلب تو نہیں تھا جاؤ انہیں منع کرو۔" میرا مطلب تو یہ تھا ہم نہیں روئے تم لوگ بھی صبر کرو۔" چنانچہ ایک شخص گیا اور اس نے انہیں منع کیا۔ وہ کہنے لگیں تم ہمیں کون روکنے والے ہو؟" اس شخص کو انہوں نے کہا۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آج افسوس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جعفرؓ کو رونے والا کوئی نہیں اور تُو ہمیں منع کرتا ہے۔ وہ یہ جواب سن کر پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ بعض لوگوں کو دوسروں کی ذرا ذرا سی بات پہنچانے کا شوق ہوتا ہے" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں انہوں نے یہ کہا تو فوری طور پر آ کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا "اور عرض کیا کہ وہ مانتی نہیں "بات میری۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے سروں پر مٹی ڈالو۔" یہ محاورہ ہے۔ "مطلب یہ تھا کہ چھوڑو اور انہیں کچھ نہ کہو۔ خود ہی رو دھو کر خاموش ہو جائیں گی۔ مگر اس کو خدا دے۔ اس نے اپنی چادر میں مٹی بھر لی" وہ ظاہری طور پر پورا کرنے لگ گیا" اور ان عورتوں کے سروں پر ڈالنی شروع کر دی۔ انہوں نے کہا پاگل! کیا کرتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مٹی ڈالو اس لیے میں تو ضرور ڈالوں گا۔" اب ایک تمثیلی زبان ہے اس کو اس نے عملاً پورا کرنا شروع کر دیا۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اسے ڈانٹا اور فرمایا تُو بات کو تو سمجھا ہی نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تو یہ تھا کہ ان کا ذکر چھوڑو اور جانے دو۔ وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔ یہ مطلب تو نہیں تھا کہ تم مٹی ڈالنا شروع کر دو۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک استعارۃً کلام تھا مگر وہ واقع میں مٹی ڈالنے لگ گیا۔ تو بعض دفعہ لوگ استعارہ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔" اب یہاں دیکھیں ایک مرد تو نہیں سمجھا کیونکہ اس میں اتنی عقل نہیں تھی لیکن حضرت عائشہؓ نے اس کو سمجھایا۔ "اور بعض دفعہ لفظی معنے ایسے لے لیتے ہیں جو حقیقت کے خلاف ہوتے ہیں اور اس طرح بات کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔"

(فضائل القرآن (6) انوار العلوم جلد 14 صفحہ 351 تا 353)

اس واقعہ سے صحابہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا اظہار بھی ہوتا ہے جس کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ ایک اَور جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جب صحابہؓ نے اپنی عورتوں کو رونے کے لیے حضرت جعفرؓ کے گھر بھیجا تو اس واقعہ سے صحابہؓ کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت تھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ کے الفاظ نے انہیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں بلکہ انہوں نے فوراً عورتوں سے کہہ دیا کہ اپنے غم کو بھلا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں شریک ہو جاؤ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا عشق تھا کہ وہ یہ فقرہ سن کر ہی کہ جعفرؓ کے گھر سے تو رونے کی کوئی آواز نہیں آ رہی یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کی شہادت پر رو کر غلطی کی اصل غم تو وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے مگر جذبات کے اظہار کے لیے اس سے بہتر واقعات بہت کم مل سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی خدمات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھیں۔ جن کی قربانیاں ہر لحہ اور ہر آن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوا کرتی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لوگ ایسی محبت رکھتے تھے کہ جس کی نظیر کسی دنیوی رشتہ میں نہیں مل سکتی۔ پس اگر دنیا کے لحاظ سے دیکھا جائے، اگر احساسات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے خیالات کی پاسداری زیادہ ہونی چاہیے تھی اور ہماری نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہونی چاہیے تھی۔ یعنی ہم جو اس زمانے کی، بعد کے زمانے کی پیداوار ہیں۔ ہمارے سے تو بہت کم ہونی چاہیے تھی وہ تو ہر وقت محبت کا اظہار کرنے والے تھے۔ آپؐ کے سامنے تھے لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر محدود محبت نے جہاں تک انسانی محبت غیر محدود ہو سکتی ہے یہ پسند نہ کیا کہ وہ تمہاری ہمتوں کو پست ہونے دیں۔ یعنی اس زمانے کے ہم لوگ جو ہیں ہماری ہمتوں کو بھی پست نہیں ہونے دیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ وہ درمیانی امت کی ہمت کو پست ہونے دیں۔ چنانچہ ایک مجلس میں آپ نے بعد میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے بھائی جو میرے بعد آنے والے ہیں وہ ایسے ہوں گے۔ صحابہؓ کو یہ سُن کر رشک پیدا ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ وہ بھائی ہوئے اور ہم نہ ہوئے ہم آپؐ کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں آپ نے بھائی نہیں کہا اور ان کو جو بعد میں آنے والے ہیں ان کو آپ اپنا بھائی کہہ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صحابہ ہو اور وہ میرے بھائی ہیں۔ تم میرے صحابی ہو وہ میرے بھائی ہیں۔ تمہیں کیا یہ کم نعمت حاصل ہے کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو اور میرے ساتھ رہ کر خدماتِ دینیہ بجالا رہے ہو؟ یہ بہت بڑی نعمت ہے جو تمہیں ملی ہوئی ہے اور وہ لوگ جو مجھے نہیں دیکھیں گے، بعد میں آنے والے ہیں اور وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے مجھے کوئی لفظ ان کے متعلق بھی تو بولنے دو۔ ان کے متعلق بھی تو مجھے کہنے دو۔ ان کے متعلق کیا لفظ استعمال کروں تا انہیں بھی تسلی ہو اور ان کے حوصلے بھی بلند ہوں۔ یہ اس طرح بعد میں آنے والوں کے حوصلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیے۔ چنانچہ دیکھ لو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے حوصلے کس قدر بڑھا دیے ہیں کہ آپؐ

نے فرمایا: میں نہیں جانتا میری امت کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ بہتر ہے۔

(ماخوذ از خطابات شوریٰ جلد دوم صفحہ 505 تا 507، اختتامی خطاب مجلس مشاورت 24 مارچ 1940ء)

شہدائے مُؤتہ کے بارے میں مزید اَور روایات ہیں۔ علامہ ابن کثیر کی کتاب بدایہ والنہایہ میں شہدائے مُؤتہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان شہداء کی تعداد بارہ تھی۔ بعض روایات میں شہداء کی تعداد زیادہ بھی بیان ہوئی ہے لیکن بہرحال یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ دو لشکر آمنے سامنے ہوں۔ ایک کی تعداد تین ہزار ہو جو خدا کی راہ میں لڑ رہا ہو۔ جبکہ دوسرے لشکر کی تعداد دو لاکھ ہو جو مخالف ہے۔ ایک لاکھ آدمی رومی اور ایک لاکھ عیسائی۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ معرکہ آزما ہوں۔ پھر بھی مسلمانوں کے صرف بارہ افراد شہید ہوئے ہیں یا بہت تھوڑی تعداد میں افراد شہید ہوئے اور مشرکین کی کثیر تعداد واصل جہنم ہو۔ حضرت خالدؓ تنہا کہتے ہیں کہ اس روز میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹیں ایک یمنی تلوار تھی جو میرے ہاتھوں میں ٹھہر سکی۔ ان ساری تلواروں سے کتنے مشرکین واصلِ جہنم ہوئے ہوں گے۔

مسلمانوں کے مدینہ واپس آنے کے بارے میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے بارے میں لکھا ہے کہ مسلمان واپسی میں ایک بستی کے پاس سے گزرے جس کا ایک قلعہ تھا۔ جاتے ہوئے یہاں کے باشندوں نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے سرداروں کو قتل کیا۔ جب مسلمان مُؤتہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے ان کا استقبال کیا۔ جب آپ واپس آ گئے تو بعض لوگ جو تھے ان کو بڑا غصہ تھا کہ یہ شہید ہو کے کیوں نہیں آئے، یہ تو کوئی فتح نہیں ہوئی اور بعض لوگ لشکر پر مٹی پھینکنے لگے اور کہنے لگے کہ اے راہ فرار اختیار کرنے والو! تم اللہ کی راہ سے بھاگ نکلے ہو۔ انہوں نے طعنہ دیا ان کو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ فرار ہونے والے نہیں بلکہ کَرَّار ہیں یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان مُؤتہ سے واپس آئے تو مَیں بھی واپس آ گیا۔ دوسری روایت میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم شرمندہ تھے کہ ہم نے راہِ فرار اختیار کی ہے۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ ہم وہاں چھوڑ کے آ گئے۔ حالانکہ دشمن تو وہاں سے خود ہی پیچھے ہٹ گیا تھا اور انہوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا بلکہ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور واپس آ گئے اور یہ حکمت عملی تھی اچھی لیکن اس کو بھی بعض لوگوں نے راہِ فرار سمجھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم شرمندہ تھے کہ ہم نے راہِ فرار اختیار کیا۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اگر ہم مدینہ گئے تو ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہم رات کے وقت مدینہ میں داخل ہو کر چھپ گئے۔ بعض اتنے شرمندہ تھے کہ رات کو داخل ہوئے اور چھپ گئے مگر کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ کاش! ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ آپؐ کی خدمت میں معذرت پیش کریں۔ اگر تو وہ توبہ قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ ہم چلے جائیں گے یعنی پھر جنگ کے لیے تیار ہو کر چلے جائیں گے یا وہاں سے چلے جائیں گے۔ ہم نماز فجر سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے دریافت کیا کون ہے؟ ہم نے جواب دیا راہ فرار اختیار کرنے والے۔ شرمندہ تھے خود ہی کہہ دیا ہم وہ ہیں جو وہاں سے دوڑ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ مَیں تمہارا گروہ ہوں یا فرمایا: میں ہر مسلمان کا گروہ

ہوں۔ اس پر ہم نے آپؐ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 154 تا 156 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(غزوات النبیؐ ازابوالکلام آزاد صفحہ 177 ناشر سٹی بک پوائنٹ کراچی)

بڑی شفقت کا سلوک فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

پھر ایک سریہ کا ذکر ہے۔ یہ **سریہ حضرت عمرو بن عاصؓ کہلاتا ہے**۔ یہ سریہ جُمَادی الثانی آٹھ ہجری میں ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ سات ہجری میں ہوا۔ ابن اسحاق کے علاوہ سب اس پر متفق ہیں کہ یہ سریہ غزوہ مُؤتہ کے بعد ہوا اور غزوہ مُؤتہ جُمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا۔

اس سریّہ کا سبب یہ بنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بنو قُضاعہ کا ایک گروہ مدینہ کے اطراف میں حملہ کرنے کے لیے اکٹھا ہو رہا ہے۔ بنو قُضاعہ، قحطانیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ سے دس دن کے فاصلے پر وادی القریٰ سے آگے آباد تھا۔

اس کے بارے میں مزید بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لیے حضرت عمرو بن عاصؓ کو روانہ فرمایا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ مکہ کے ایک سردار عاص بن وَائِل کے بیٹے تھے انہوں نے سات ہجری میں یا دوسری روایت کے مطابق آٹھ ہجری میں اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں اپنے کپڑے اور ہتھیار لے لوں اور فرمایا کہ اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجوں۔ اللہ تمہیں مال غنیمت بھی دے گا اور تمہاری حفاظت بھی کرے گا۔ حضرت عَمروؓ نے عرض کیا کہ مَیں نے مال کی غرض سے تو اسلام قبول نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک آدمی کے لیے حلال مال کا ہونا کیا ہی اچھا ہے۔ تم نے تو نہیں قبول کیا لیکن اللہ تعالیٰ دے تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ کی زیر قیادت مہاجرین اور انصار پر مشتمل تین سو افراد کا لشکر تیار کیا جن میں تیس گھڑ سوار تھے۔ آپؐ نے حضرت عمروؓ کے لیے ایک سفید رنگ کا جھنڈا باندھا اور ساتھ ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا بھی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ کو نصیحت فرمائی کہ رستے میں بنو بَلِیّ، عُذرَہ، بَلْقَیْن میں سے کوئی ان کے پاس سے گزرے تو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت عمروؓ جنگ میں خاص مہارت رکھتے تھے اور فنونِ حرب سے بھی آگاہی رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی جنگی مہارت کی وجہ سے امیر بنایا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 357 تا 359، 361 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 232 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 237 زیر لفظ قضاعہ)

حضرت عمروؓ کو اس سریہ پر بھیجنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ ان کی دادی کا تعلق قبیلہ بَلِیّ سے تھا۔ اس لیے بنو بَلِیّ سے اچھے تعلقات استوار کرنے کے لیے آپ ایک اچھا ذریعہ ہو سکتے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 879 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ یہ رات سفر کرتا تھا اور دن کے وقت چھپ جاتا تھا یہاں تک کہ وہ قبیلہ جُذَام کے

علاقے میں سَلَاسِلُ نام کے ایک چشمہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس چشمہ کی مناسبت سے اس سریہ کو سریہ ذات سَلَاسِلُ بھی کہا جاتا ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 167 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مدینہ سے مزید کمک منگوانے کا ذکر بھی ملتا ہے کہ چشمہ کے قریب پہنچنے پر مسلمانوں کو علم ہوا کہ دشمن کا لشکر بہت بڑا ہے۔ حضرت عمروؓ نے مزید امداد کے لیے حضرت رافع بن مَکِیثؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَّاحؓ کے لیے جھنڈا تیار کیا اور دو سو مہاجرین اور انصار کا لشکر ان کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو روانہ کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ پہنچنے کے بعد حضرت عمروؓ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ایک ہی لشکر بن جائیں اور باہم اختلاف نہ کریں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ دونوں اتفاق سے رہیں اور آپس میں اختلاف نہ ہو اور حضرت عمروؓ ہی کمانڈر رہوں گے۔

اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک دفعہ مسلمانوں نے آگ جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کیں تاکہ وہ سردی سے بچنے کے لیے آگ تاپ سکیں لیکن حضرت عمروؓ نے انہیں منع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمروؓ نے آگ جلانے سے منع کیا تو حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور ان کے پاس جانا چاہا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے انہیں روک دیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی جنگی مہارت کی وجہ سے ہی امیر بنایا ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 359 تا 361 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 168 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عمروؓ جب واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے آگ جلانا اس لیے ناپسند کیا کہ دشمن ہماری کم تعداد دیکھ کر مزید کمک منگوا کر ہم پر حملہ نہ کر دے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 269 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال تفصیل میں لکھا ہے کہ مسلمان وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دشمن کے علاقے میں پہنچ کر اسے روند ڈالا اور اس پر غالب آ گئے۔ یہاں تک کہ جب مسلمان اس جگہ پہنچے جہاں انہیں دشمن کے جمع ہونے کی خبر ملی تھی تو دشمن مسلمانوں کی خبر پا کر بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا تو دشمن کے ایک چھوٹے سے گروہ سے ان کا مقابلہ ہوا جس پر انہوں نے حملہ کر کے انہیں شکست دی اور باقی سب بھاگ گئے۔ مسلمان چند دن یہاں ٹھہرے رہے اور جہاں بھی دشمن کے کسی گروہ کے متعلق سنتے تو اس سے مقابلہ کے لیے گھڑ سوار بھیجتے جو ان سے مقابلہ کرتے اور بکریاں اور اونٹ لے کر واپس آتے۔ مسلمان واپس مدینہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت عمروؓ نے عوف بن مالک اشجعی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگے روانہ کیا تاکہ ان کی واپسی، سلامتی اور جنگ کے حالات کے متعلق آپؐ کو آگاہ کریں۔
(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 168 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک **سریہ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ** ہے۔ یہ سریہ رجب آٹھ ہجری میں ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی کتاب کے آخر میں مجوزہ عناوین درج کیے ہیں اس کے مطابق سریہ حضرت ابوعبیدہؓ رجب آٹھ ہجری بمطابق نومبر 629ء میں ہوا۔ (سیرت خاتم النبیینﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 840)
اس سریہ کے دیگر نام بھی ہیں۔ اس سریہ کو سریہ سیف البحر اور سریہ خَبَط بھی کہا جاتا ہے۔ سیف البحر کے

معنی ساحل سمندر کے ہیں۔ اس سریہ میں چونکہ صحابہ بحیرۂ احمر Red Sea کے ساحل پر جا کر ٹھہرے تھے اس لیے اسے سریہ سیف البحر کہا جاتا ہے۔ اسے سریہ خَبَط یعنی پتے کھانے والا لشکر اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سریہ کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ صحابہ درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

اس سریہ کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین سو مہاجرین اور انصار صحابہ کا ایک لشکر دے کر بنو جُہَیْنَہ کی ایک شاخ کی طرف بھیجا اس لشکر میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ بنو جُہَیْنَہ قبیلہ مقام پر آباد تھے۔ قبیلہ مدینہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر ساحل سمندر کے قریب ایک مقام ہے۔ اس سریہ کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قریش مکہ کا ایک قافلہ جو اناج لے کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ شام سے مکہ جا رہا تھا اس پر جُہَیْنَہ کے ایک قبیلہ کی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا۔ یہ صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا اور چونکہ جُہَیْنَہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے ایک حفاظتی دستہ بطور احتیاط ان کی طرف بھیج دیا تا کہ شام سے آنے والے قریشی قافلے سے تعرض نہ ہو اور قریش کو نقض معاہدہ کا بہانہ نہ مل جائے۔ ان کی حفاظت کے لیے یعنی قریش کے قافلے کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا تا کہ یہ کہیں اس قبیلہ پر جو وہاں رستے میں آباد ہے حملہ نہ کر دے کیونکہ صلح حدیبیہ ہو چکی تھی اور ان کی حفاظت بھی فرض تھا۔ آپ نے عہد کی پابندی کرنی تھی اس لیے آپؐ نے یہاں سے تین سو آدمیوں کا فوجی وفد بھیجا کہ ان کی حفاظت کریں تا کہ وہ یعنی قریش کا قافلہ آرام سے وہاں سے گزر جائیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصحاب کسی سے لڑنے کے لیے نہیں گئے تھے۔ اس لیے پندرہ دن سے زائد عرصہ کے قیام میں کسی لڑائی کا ذکر نہیں ملتا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 176 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(بخاری جلد 9 صفحہ 239، شائع کردہ نظارت اشاعت)

اس سریہ پر روانگی اور زادِ راہ کے ختم ہو جانے کے بارے میں ایک تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت جابرؓ اس سریہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا۔ ہم تین سو سوار تھے۔ ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ ہم نکلے اور ابھی کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ زادِ راہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ سب توشے اکٹھے کیے جائیں۔ جو جو تمہارے پاس کھانا سٹاک ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ اکٹھے کیے گئے تو وہ کل دو تھیلے کھجوروں کے بنے۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانے کے لیے دیتے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر ہمیں ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ ایک کھجور تمہاری کیا بھوک دور کرتی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ جب وہ بھی نہ رہی تو ہم نے اس وقت ایک کھجور کی عدم موجودگی محسوس کی۔ اس وقت جب بالکل کچھ نہ رہا تو ہمیں وہ ایک کھجور بھی غنیمت محسوس ہونے لگی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جابرؓ نے بتایا کہ ہم سارا دن اسی ایک کھجور کو چوستے رہتے اور پھر پانی پی لیتے۔ ہمارے لیے رات تک یہی کافی ہوتی تھی۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم قریش کے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نگرانی میں بیٹھ گئے۔ سمندر کے کنارے ہم آدھا مہینہ ٹھہرے رہے اور ہمیں سخت بھوک لگی یہاں تک کہ ہم نے پتے بھی کھائے۔ اسی لیے اس فوج کا نام جیش الخَبَط یعنی پتے کھانے والا لشکر رکھا گیا۔ کہتے ہیں ہماری اس خوراک کی وجہ

سے ہم بہت کمزور ہو چکے تھے اور ہمارے ہونٹ اور منہ کے اطراف زخمی ہو گئے تھے حتی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اس حالت میں ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو جاتا تو ہم اس مشقت کی وجہ سے جو ہمیں کرنی پڑتی اس کی طرف حرکت بھی نہ کر سکتے، کوئی مقابلہ نہ کر سکتے۔

خوراک کے لیے ایک جگہ یہاں اونٹوں کے ذبح کرنے کا ذکر بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ لشکر میں ایک شخص تھا جس نے لوگوں کے کھانے کے لیے تین دن تین تین اونٹ ذبح کیے۔ پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو روک دیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 176 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر..... روایت 4360، 4361، 4362)
(صحیح البخاری کتاب الشرکۃ باب فی الطعام... حدیث 2483)

کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت قیس بن سعدؓ تھے۔ حضرت قیس بن سعدؓ نے کہا کہ کون مجھ سے ایک اونٹ کے بدلے کھجوریں خریدے گا۔ اونٹ تو میں یہیں پر ذبح کر دوں گا لیکن اس کی قیمت مدینہ جا کر ادا کروں گا۔ یعنی صحابہ کی بھوک کی حالت دیکھ کر انہوں نے کہا کہ مَیں اونٹ خرید تا ہوں اور یہاں ذبح کر کے تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ موجود تھے انہوں نے کہا کہ اس لڑکے پر تعجب ہے کہ اپنے پاس مال تو کچھ ہے نہیں اور دوسرے کے مال میں تصرف کرتا ہے۔ گھر جا کے یہ کہاں سے دے گا؟ اپنا تو باغ کوئی نہیں۔ حضرت قیسؓ کو جُہَیْنہ کا ایک شخص ملا انہوں نے اس شخص سے کہا کہ مجھے اونٹ بیچو۔ وہاں جو قبیلہ تھا اس سے پھر انہوں نے اونٹ خریدے کہ مَیں اس کی قیمت تمہیں مدینہ میں کھجوروں کی صورت میں دے دوں گا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تو جانتا نہیں کہ تم کون ہو؟ حضرت قیسؓ نے کہا کہ میں قیس بن سعد بن عبادہ ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے اپنے نسب سے یعنی خاندانی تعارف سے مجھے کتنی پہچان کروا دی ہے۔ میرے اور یثرب کے سردار سعد کے درمیان تو دوستی ہے۔ ہم دونوں کے درمیان دوستی ہے۔ حضرت قیسؓ نے اس سے پانچ وسق کھجور کے بدلے پانچ اونٹ خرید لیے یعنی کُل تقریباً کوئی ساڑھے سات سو کلو کھجوریں تھیں۔ اس نے کہا کہ مجھے گواہ دے دو۔ کوئی ضامن بھی ہونا چاہیے۔ اس پر چند مہاجرین اور انصار صحابہ ان کے گواہ بن گئے۔ حضرت عمرؓ نے گواہ بننے سے انکار کر دیا کہ کھجوروں کی بات کر رہا ہے اور یہ مال تو اس کا ہے ہی نہیں بلکہ ان کے والد کا ہے۔ کھجوروں کے باغ تو اس کے والد کے ہیں یہ کہاں سے دے گا؟ بہرحال جب یہ لشکر مدینہ واپس آیا تو حضرت سعدؓ نے حضرت قیسؓ سے پوچھا کہ جب صحابہ کرامؓ بھوکے تھے تو تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے اونٹ ذبح کیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا پھر کیا کیا؟ حضرت قیسؓ نے کہا میں نے پھر اونٹ ذبح کیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا پھر کیا کیا؟ حضرت قیسؓ نے کہا میں نے پھر اونٹ ذبح کیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا پھر کیا کیا؟ حضرت قیسؓ نے کہا پھر مجھے منع کر دیا گیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا کس نے منع کیا تھا؟ حضرت قیسؓ نے بتایا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے۔ پھر پوچھا کہ کیوں منع کیا تھا؟ تو حضرت قیسؓ نے بتایا کہ ان کا کہنا تھا کہ میرا کوئی مال نہیں بلکہ میرے والد کا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں تمہیں چار باغ دیتا ہوں۔ اس پر ان کے والد خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا میں تمہیں چار باغ دیتا ہوں ان میں سے سب سے کم درجہ باغ جو ہے وہاں سے بھی تمہیں پچاس وسق کھجوریں ملیں گی۔ کافی بڑی تعداد ہے، کئی سو کلو ہیں۔ حضرت سعدؓ نے ایک تحریر لکھ دی اور حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ کو اس پر گواہ بنا دیا۔ بنو جُہَیْنہ کا شخص بھی حضرت قیسؓ

کے ساتھ مدینہ آیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے اسے کھجوریں دیں۔ اسے سواری دی اور پوشاک پہنائی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: سخاوت تو اس گھرانے کی جبلت میں شامل ہے۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 178-177 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648، جلد 4 صفحہ 487)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس واقعہ کے متعلق تشریح میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا شدت بھوک میں غایت درجہ صبر سے کام لینا اور کسی قافلے یا بستی سے خوراک کے لیے تعرض نہ کرنا دلیل ہے کہ غزوہ مذکور کا تعلق کسی جنگ سے نہ تھا اور نہ ان کے نفوس زکیہ چیرہ دستی جائز سمجھتے تھے یعنی پاک نفس جو تھے وہ کوئی ظلم اور زبردستی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد 9 صفحہ 240، شائع کردہ نظارت اشاعت)

بہرحال اللہ تعالیٰ نے بھی اس دوران میں اُن کی بھوک کو مٹانے کا یہاں ایک انتظام کیا۔

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ اس سریہ کے مزید حالات بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ہی بیان کیا ہے کہ سمندر نے ہمارے لیے ایک بڑے ٹیلے جیسی مچھلی جسے عنبر کہتے ہیں سمندر سے باہر پھینک دی۔ یہ عنبر بڑی مچھلی ہے۔ وہیل مچھلی کہہ لیں اس کو۔ علامہ ازہری کہتے ہیں کہ عنبر سمندر کی ایک بہت بڑی مچھلی ہے جس کی لمبائی پچاس گز تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم اس کا گوشت آدھا مہینہ اور دوسری روایت کے مطابق اٹھارہ دن یا ایک ماہ تک کھاتے رہے۔ وہاں رہنے اور واپس آنے تک کھاتے رہے اور اس کی چربی بدن پر ملا کرتے یہاں تک کہ ہمارے جسم پھر ویسے کے ویسے تازہ ہو گئے۔ بھوک کی وجہ سے جو کمزوری ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس مچھلی کی آنکھیں بڑے بڑے مٹکوں کی طرح تھیں۔ ہم نے اس سے کئی مٹکے تیل نکالا اور اس کے جسم کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لیے اور اس کا کچھ گوشت بازاروں میں جا کر بھی بیچا۔

(کتاب العظمۃ جزء 4 صفحہ 1398 روایت نمبر 914 از علامہ ابو الشیخ الاصبھانی)

اس مچھلی کی آنکھ میں بیٹھنے کے حوالے سے دو طرح کی روایات ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم کل چھ افراد مچھلی کی آنکھ میں بیٹھ گئے جبکہ ایک روایت میں تیرہ افراد کے بیٹھنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی اور ایک روایت کے مطابق دو پسلیاں لیں اور ان کو کھڑا کیا اور سب سے لمبے شخص حضرت قیسؓ کو سب سے اونچے اونٹ پر بٹھایا اور وہ دونوں اس کے درمیان سے گزر گئے اور ان پسلیوں کو چھوا تک نہیں۔

مدینہ واپسی کے بارے میں لکھا ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس مچھلی کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا جو رزق اللہ تعالیٰ نے نکالا ہو اسے تم کھاؤ اور اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو اس میں سے ہمیں بھی کھلاؤ۔ ان میں سے کسی نے آپؐ کو ایک حصہ دیا اور آپ نے اس کو کھایا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 178-177 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر روایت 4360، 4361، 4362) (نعمۃ الباری جلد 7 صفحہ 747 ضیاء القرآن پبلیکیشنز کراچی) (فتح الباری جلد 8 صفحہ 100 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 270 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کا یہ ذکر یہاں ختم ہوا۔

کوشش تو میری یہ تھی کہ یہ جلدی ختم ہو جائے تا کہ دوسرے مضامین بھی شروع ہوں لیکن کچھ جنازوں کا، شہداء کا ذکر آتا رہا اس لیے اس میں سے ابھی بھی کچھ حصہ رہتا ہے پھر آخر میں فتح مکہ کا بھی ذکر آئے گا۔ بہر حال یہ ذکر ابھی چل رہا ہے لیکن آج میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں، گذشتہ جمعہ بھی میں نے کہا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جو جنگ کی صورتحال ہے اس بارے میں بہت دعا کریں کہ آپس میں صلح اور امن کی فضا قائم ہو جائے کیونکہ جنگوں میں آجکل جو ہتھیار استعمال ہوتے ہیں اس سے شہری بھی مارے جاتے ہیں اور اب جو جنگ کی نئی صورت بن رہی ہے اس میں مارے جا رہے ہیں۔ پس دعا کرنی چاہیے کہ دونوں فریقین صلح پر راضی ہوں اور بڑے نقصان سے بچ جائیں۔ اس حوالے سے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آجکل سوشل میڈیا پر یا انٹرنیٹ کے اَور جو ذرائع ہیں، الیکٹرانک میڈیا جو بھی ہے، میسجز ہیں۔ اس پر ہر ایک بڑے آزادانہ تبصرے کر دیتا ہے اور اپنی مرضی سے جو چاہے وہ کہہ دیتا ہے جس سے فائدہ کم ہے اور نقصان زیادہ ہے۔ اپنی طرف سے بڑا اظہار ہو رہا ہوتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ احمدیوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اظہار جو ہے اس کا فائدہ کم ہے اور نقصان زیادہ ہے۔ اگر کسی کو پیغام دینے کی بہت زیادہ خواہش ہے تو امن اور سلامتی کا پیغام دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی زندگی کے آخر میں جو پیغام صلح تصنیف فرمائی تھی اس میں آپؑ نے یہی پیغام دیا تھا کہ امن اور صلح کا پیغام تھا۔ اس لیے اسے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معصوم جانوں کے نقصان سے بچائے۔ بعض بڑی طاقتیں بھی لگتا ہے اسے ہوا دینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ دونوں طاقتیں لڑیں اور کمزور ہوں اور ان کا اسلحہ بھی بکے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بھی بچائے۔

اسی طرح فلسطین کے عوام کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا کرے اور یہ امن سے اپنے ملک میں رہ سکیں لیکن بظاہر یہ لگتا ہے کہ امن کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ کوشش یہی ہے کہ ان کو کسی طرح یہاں سے نکالا جائے اور اس میں سب طاقتیں شامل ہو رہی ہیں۔ مسلم ممالک کو اللہ تعالیٰ عقل دے اور وہ ایک ہو جائیں۔ اگر وہ ایک ہو جائیں تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

اگر عالمی جنگ ہوئی تو بعض **لوگوں کا، بعض ملکوں کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ بچ جائیں گے۔ یہ سب کو اپنی** لپیٹ میں لے لے گی۔ پس اس غلط فہمی سے ہر ایک کو بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ بہر حال اس کا حل صرف اور صرف جیسا میں ہمیشہ کہتا ہوں یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکیں اور وہی ایک راستہ ہے جو ان کو بچا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30 / مئی 2025ء جلد 32 شمارہ 128 صفحہ 02 تا 07)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 رمئی 2025ء بمطابق 16 رہجرت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بھی میں سرایا کا ذکر کروں گا۔ جو میرے پاس مواد ہے اس میں فتح مکہ سے پہلے ان سرایا کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ مختصر سا ذکر ہے۔ اس کے بعد دوسرا مضمون بیان کروں گا۔

سریّہ ابو قتادہؓ انصاری کا ذکر ملتا ہے جو بطرف خَضِرَہ تھا۔ یہ سریّہ شعبان آٹھ ہجری میں ہوا۔ اس سریّہ کے امیر ابو قتادہؓ تھے۔ خَضِرَہ مدینہ منورہ کے شمال مشرق میں بنو مُحارِب کی سرزمین میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہ تِہامَہ کا علاقہ بھی تسلیم کیا جاتا تھا جو کہ نجد میں شامل ہے۔ یہاں بنو غَطفان کی ایک شاخ رہائش پذیر تھی۔ بنو غطفان اسلام دشمنی پر مسلسل مائل تھے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ نجد کے علاقے خَضِرَہ میں رہائش پذیر بنو غَطفان ریاست مدینہ کے خلاف شر انگیزی پھیلانے میں مصروف تھے۔

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید شاہ صفحہ 438 فرید یہ پبلیشرز ساہیوال)

حضرت عبد اللہ بن اَبِی حَدرَدْ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سُراقَہ بن حَارِثہؓ کی بیٹی سے شادی کی۔ یہ بدر کی جنگ میں شَہید ہو گئے تھے۔ مجھے دنیا سے جو بھی حاصل ہوا ان چیزوں میں وہ مجھے اس کے مرتبے سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ میں نے اس کا مہر دو سو درہم قرار دیا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو میں اسے دیتا۔ میں نے کہا اس مہر کی ادائیگی اللہ اور اس کا رسولؐ ہی کروائیں گے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کتنا مہر مقرر کیا ہے۔ میں نے کہا دو سو درہم۔ اے اللہ کے رسولؐ! اس کے مہر میں میری مدد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تو میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس سے میں تمہاری مدد کروں لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں ابو قتادہؓ کو کچھ آدمیوں کے ساتھ ایک سریّہ میں بھیجوں گا کیا تم اس میں نکلنا چاہتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری بیوی کا مہر بطور غنیمت عطا فرما دے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ہم نکلے اور ہم کل سولہ آدمی تھے۔ حضرت ابو قتادہؓ ہمارے امیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجد کی جانب قبیلہ غطفان کی طرف بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو چلنا اور دن کو چھپ جانا اور اچانک حملہ کرنا اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔ پھر ہم نکلے یہاں تک کہ غطفان کی ایک جانب پہنچ گئے۔

(ماخوذ از کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 224 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب اندھیرا چھا گیا تو ابو قتادہؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی اور دو دو آدمیوں کی جوڑیاں بنا دیں اور کہا کہ ہر آدمی اپنے ساتھی سے جدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ شہید کر دیا جائے یا

اس کی مجھے خبر دے اور کوئی ایسا آدمی میرے پاس نہ آئے کہ میں اس سے سوال کروں تو وہ کہے مجھے دوسرے کا علم نہیں ہے۔ ضرور ساتھ ساتھ رہنا ہے اور جب میں تکبیر کہوں تم بھی تکبیر کہو اور جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ کرو اور تعاقب کرنے میں دُور تک نہ جانا۔ زیادہ تعاقب نہیں کرنا اگر دشمن دوڑ جاتا ہے تو اس کو جانے دینا۔ چنانچہ ہم نے وہاں پر موجود لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت ابو قتادہؓ نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور تکبیر کہی اور ہم نے بھی اپنی تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور آپؓ کے ساتھ تکبیر کہی۔ چنانچہ ہم نے وہاں پر موجود لوگوں پر حملہ کیا۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 6 صفحہ 186-185 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

کہتے ہیں اچانک میں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک دراز قد آدمی ننگی تلوار سونتے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے مسلمان! آؤ جنت کی طرف۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ کافر تھا وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ جنت چاہیے ناں تمہیں تو آؤ جنت کی طرف۔ وہ جنت جنت کہہ کر ہمارا مذاق اڑا رہا تھا۔ میں جان گیا کہ وہ مڑ کر آئے گا۔ میں اس کے پیچھے نکل پڑا۔ میرا ساتھی کہنے لگا دُور مت جانا۔ ہمارے امیر نے ہمیں ڈھونڈنے کے لیے نکلنے سے منع کیا ہے۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں نے اسے پالیا اور اس کی ننگی کمر کی طرف تیر پھینک دیا۔ اس نے پھر طنزیہ انداز میں کہا: اے مسلمان! جنت کے قریب ہو۔ مَیں نے دوبارہ اس کی طرف تیر پھینکا اور اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کی تلوار لے لی۔ میرا دوست مجھے پکار رہا تھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ اللہ کی قسم! میں ابو قتادہؓ کی طرف گیا۔ انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں بتا دیا۔ میں نے کہا کیا امیر نے میرے بارے میں پوچھا؟ اس نے کہا ہاں اور وہ مجھ پر اور تم پر غصہ ہو رہے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ مسلمانوں نے اموالِ غنیمت جمع کر لیے ہیں اور ان کے سرکردہ لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت ابو قتادہؓ کے پاس آیا تو آپؓ نے مجھے ملامت کی۔ میں نے کہا میں نے ایک آدمی کو قتل کیا جس کا معاملہ یوں تھا اور وہ ایسے ایسے کہہ رہا تھا۔ پھر ہم نے جانوروں کو ہانکا اور عورتوں کو سوار کر لیا۔ ہماری تلواریں پالان کے ساتھ لٹکی ہوئی تھیں۔ صبح ہوئی تو میرے اونٹ سے قطرے بہ رہے تھے۔ ایک عورت نے جو ہرن کی طرح بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو دیکھ رہی ہوں۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو ہمیں تم سے بچا لیتا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ شاید وہی ہے جسے میں نے قتل کر دیا اور یہ اس کی تلوار ہے جو پالان کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! یہ اس کی تلوار کی نیام ہے۔ اس کے پاس اس کی تلوار کی نیام تھی۔ اس میں داخل کر کے دیکھ اگر تُو سچا ہے۔ میں نے داخل کی تو وہ پوری آ گئی۔ چنانچہ وہ عورت رونے لگی۔ پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اونٹ اور بکریاں لے کر آئے۔

(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 225-224 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت کے مطابق صحابہؓ اس مہم میں پندرہ راتیں باہر رہے اور دو سو اونٹ ایک ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی لائے۔ خمس الگ کیا گیا اور ہر ایک کے حصے میں بارہ اونٹ آئے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 06 صفحہ 187 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء)

ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق اس سریّہ میں دو سو

اونٹ، دو ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی غنیمت میں حاصل ہوئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 273 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 101 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک ذکر **سریہ حضرت ابو قتادہؓ بطرف وادی اِضَمْ** کا ہے۔ یہ رمضان آٹھ ہجری جنوری 630ء میں ہوا۔ اِضَمْ مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف نجد کے علاقے میں ایک وادی ہے جہاں غطفان کی ایک شاخ بنو اشجع آباد تھے۔

اس سریّہ کا سبب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے لیے مکہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہؓ کو وادی اِضَمْ کی طرف روانہ فرمایا جو مدینہ سے مشرق کی طرف ہے جبکہ مکہ جنوبی جانب ہے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی مکہ کی طرف نہیں بلکہ اِضَمْ کی جانب ہو گی۔ ایک روایت کے مطابق اس سریّہ کے قائد حضرت عبد اللہ ابن ابی حَدْرَدؓ تھے۔ حضرت ابو قتادہؓ کے ساتھ آٹھ صحابہؓ تھے جن میں سے ایک حضرت محلم بن جثامہ لیثیؓ بھی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی حدردؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی اِضَمْ پہنچے تو وہاں عامر بن اَضبط اَشجعی ہمارے پاس سے گزرا۔ اس شخص نے ان کے پاس آکر انہیں اسلامی طریق کے مطابق سلام کیا۔ اس پر مسلمانوں نے اس پر ہاتھ اٹھانے سے گریز کیا کیونکہ اسلامی طریقے سے سلام کیا اس لیے تعلیم تو یہی ہے منع ہو گئے مگر حضرت محلمؓ کا اس شخص کے ساتھ پہلے سے کوئی جھگڑا تھا اس لیے انہوں نے عامر بن اَضبَط پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور انہوں نے اس کا سامان اور اونٹ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس کے علاوہ کسی جتھے سے صحابہؓ کا سامنا نہ ہوا چونکہ انہیں صرف مشرکین کی توجہ بٹانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس لیے صحابہؓ وہاں سے واپس ہو لیے۔ اسی دوران میں انہیں خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی اسی طرف مڑ گئے یہاں تک کہ راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو لکھا ہے کہ، انہوں نے یہ جو قتل کیا تھا اس قتل کا سارا واقعہ آپؐ کو بتایا تو اس تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء:95)

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کر رہے ہو تو اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو اور جو تم پر سلام بھیجے اسے یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں ہے تم دنیاوی زندگی کے اموال چاہتے ہو تو اللہ کے پاس غنیمت کے کثیر سامان ہیں اس سے پہلے تم اسی طرح ہوا کرتے تھے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا۔ پس خوب چھان بین کر لیا کرو یقیناً اس سے جو تم کرتے ہو وہ بہت باخبر ہے۔

یعنی اس سے منع کیا گیا ہے کہ جو سلام کرے اس سے کوئی تعرض نہیں کرنا۔ اس سے کوئی سختی نہیں کرنی۔ اس کو قتل نہیں کرنا یا سزا نہیں دینی۔

یہ غزوہ جیسا کہ بیان ہوا ہے آٹھ ہجری میں ہوا ہے لیکن یہ آیت سورۂ نساء کی ہے اور یہ روایت سیرت ابن کثیر میں لکھی ہے اور سورۂ نساء کے بارے میں زیادہ اتفاق یہی ہے کہ یہ ہجرت کے تیسرے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی تھی۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 45 زوار اکیڈمی)
(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد نہم صفحہ 111 دار السلام)
(سیرت ابن کثیر، جزء 3 صفحہ 423)
(ترجمہ قرآن کریم از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 123)

یہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے پتا لگنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا ہو۔ بہر حال اس بات سے آپؐ نے ان کو اس آیت کے حوالے سے منع فرمایا۔

اس کے بعد اب آگے آئندہ ان شاء اللہ فتح مکہ کا امید ہے ذکر شروع ہو گا۔

اب میں جماعت کے ایک بزرگ اور جید عالم، خلافت کے فدائی، دین کے بے مثل خادم کا اس وقت ذکر کروں گا جن کی گذشتہ دنوں میں وفات ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک اَور فدائی مخلص احمدی کا جو اِن دنوں اسیر تھے وہیں ان کی وفات ہوئی اور جو شواہد ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ اس لحاظ سے ان کا شہادت کا ہی رتبہ ہے۔

بہر حال **پہلا ذکر مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب** کا ہے جو حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ یہ گذشتہ دنوں چھیانوے سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت اماں جان حضرت نصرت جہاں بیگمؓ کے بھتیجے تھے اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مریم صدیقہ صاحبہؓ کے داماد اور جیسا کہ پہلے بتایا ہے کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے بیٹے اور آپ کی والدہ کا نام صالحہ بیگم تھا۔ آپ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام صالحہ تھا جو حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی بیٹی تھیں جو حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کے صاحبزادے تھے۔

سید محمود احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ مارچ 1944ء میں اپنے والد حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی وفات والے دن زندگی وقف کی۔ ان کے بیٹے عزیزم محمد احمد نے بھی مجھے لکھا ہے کہ 17 مارچ کو یہ بڑا اہمیت کا دن کہا کرتے تھے تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ اہمیت کا دن کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا اس دن میرے والد کی وفات ہوئی تھی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا دن ہمارے گھر میں گزارا تھا بلکہ نمازیں بھی وہیں پڑھائی تھیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں ایک مختصر سی تقریر کی جس میں میر صاحب کی دینی خدمات اور ان کی وقف کی روح اور علمیت وغیرہ کا ذکر کیا۔ میر محمود احمد صاحب کہتے ہیں کہ یہ سن کر مَیں کھڑا ہوا اور وہیں حضرت خلیفہ ثانیؓ کو کہا کہ حضور میں وقف کرتا ہوں۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی جذباتی کیفیت ہو گئی۔ آپؓ نے اس کو بڑا سراہا۔ اس وقت سید میر محمود احمد صاحب کی عمر چودہ سال تھی اور پھر اس وعدے کو ایسا نبھایا کہ اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔

آپ کی جماعتی خدمات یوں ہیں۔ 1954ء تا 1957ء آپ یہاں انگلستان میں تھے۔ جہاں آپ نے بطور مبلغ کام کیا اور اسی دوران SOAS (سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز) میں حضرت مصلح موعودؓ کے

ارشاد پر تعلیم بھی حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی، اکٹھے دونوں پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ لندن مشن کے سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ 1957ء سے 1959ء تک وکالتِ دیوان میں بطور ریزرو مبلغ رہے۔ پھر 1960ء میں جامعہ میں بطور استاد مقرر ہوئے۔ 1978ء تک یہ فرائض انجام دیے۔ 78ء سے 82ء تک امریکہ میں مبلغ رہے۔ 82ء سے 86ء تک سپین میں خدمت کی توفیق ملی۔ 86ء سے 89ء تک بطور وکیل التصنیف کام کیا۔ 86ء سے 2010ء تک جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل کے طور پر خدمت کی۔ اس دوران 94ء تا جولائی 2001ء وکیل التعلیم بھی رہے۔ اسی طرح ریسرچ سیل کے انچارج تھے، واقعہ صلیب سیل کے انچارج تھے۔ 2005ء میں نور فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا تو اس کے صدر مقرر ہوئے اور آخر تک اسی خدمت پر مامور تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو 3 جون 1962ء کو مجلس افتاء کا ممبر مقرر فرمایا اور نومبر 1972ء تک آپ اس کے ممبر رہے۔ اس کے بعد دسمبر 1989ء میں دوبارہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو افتاء کا ممبر مقرر فرمایا اور تاحیات اس پر قائم رہے۔

خدام الاحمدیہ میں بھی ان کو مختلف حیثیتوں سے بطور مہتمم اور بطور نائب صدر خدمت کی توفیق ملی۔

علمی میدان میں بھی ان کی بڑی وسیع خدمات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جو ترجمہ قرآن کریم ہے اس کی تیاری میں بھی انہوں نے کافی معاونت کی جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ذکر فرمایا ہے اور اظہارِ تشکر فرمایا ہے اور ربوہ کے معاونین کا ذکر کرتے ہوئے جن میں صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب، سید عبدالحئی صاحب، مولانا دوست محمد صاحب، جمیل الرحمٰن رفیق صاحب وغیرہ کو خدمت کی توفیق ملی، آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میر محمود احمد صاحب بھی ان میں شامل تھے اور اللہ کے فضل سے یہ لوگ مسلسل میرے ساتھ شامل رہے اور آپؒ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

(ماخوذ از ترجمہ قرآن کریم از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، اظہار تشکر)

صحاح ستہ کا مکمل اردو ترجمہ کرنے کے بعد مسند احمد بن حنبل کا ترجمہ جاری تھا۔ اسی طرح صحیح مسلم کی شرح بھی جاری تھی۔ شمائل ترمذی کا ترجمہ بھی انہوں نے کیا۔ بائبل کے متعلق بیسیوں علمی مقالہ جات تحریر کیے جو مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے۔ بائبل میں سے استثناء اور اناجیل میں سے تین کی تفسیر لکھی۔ اسی طرح کفن مسیح، مرہم عیسیٰ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت کے متعلق بہت اعلیٰ پائے کے تحقیقی کام کیے۔

اس وقت ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب اور مواد یہ ہے: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ اس کے تین حصے ہیں۔ ایک ہے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے تین سو پینسٹھ دن۔ یہ نماز کے بعد روزانہ درس کے لیے انتخاب ہے۔ پھر ایک ہے فلسطین سے کشمیر تک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی رو سے سیرت النبیؐ۔ انہوں نے اس کا مواد اکٹھا کیا ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ صحیح بخاری سے انتخاب کیا۔ یہ بعض تربیتی عناوین ہیں۔ اسی طرح جب ایک دفعہ پرانے پوپ نے ایک سوال اٹھا دیا تھا تو اس کا بھی انہوں نے ردّ کیا۔

مسجد بشارت سپین کے سنگ بنیاد کے موقع پر جس بنیادی پتھر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دعا کروائی تھی وہ پتھر حضرت محترم میر صاحب نے اٹھایا ہوا تھا۔ اسی طرح مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر بھی ان کو اور ان کی اہلیہ کو خدمت کا موقع ملا جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ذکر بھی فرمایا تھا۔

(ماخوذ از خطبات طاہر جلد اول صفحہ 139 خطبہ بیان فرمودہ 10 ستمبر 1982ء)

1955ء میں جلسہ سالانہ کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نکاحوں کا اعلان فرمایا تھا۔ یہ آٹھ نکاح تھے۔ ان میں میر محمود احمد صاحب کا نکاح بھی تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی بیٹی امۃ المتین صاحبہ کے ساتھ پڑھا تھا اور اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ عام طریق کے مطابق تو نکاح 29 دسمبر کو ہوا کرتے تھے مگر ان نکاحوں میں کچھ مستثنیات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک نکاح میری اپنی لڑکی امۃ المتین کا ہے جو سید میر محمود احمد ابن میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے قرار پایا ہے۔ پھر اس پہ تفصیل بیان کی۔ پھر یہ بھی بیان فرمایا کہ محمود احمد اس وقت لندن میں بی اے میں پڑھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے خیریت رکھی تو ارادہ ہے کہ اگلے سال مئی میں وہ واپس آ جائیں۔ میں اپنے تینوں بچوں کو، آپؓ نے تینوں بچوں کا ذکر کیا، پھر خلیفہ ثانیؓ نے ان کے نام لیے کہ محمود احمد کو جو داماد ہے اور داؤد احمد کو جو داماد ہے۔ سید میر داؤد احمد صاحب کا ذکر ہے اور طاہر احمد کو جو ام طاہر مرحومہ کا لڑکا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذکر کیا وہاں چھوڑ آیا ہوں تا کہ وہ تعلیم پائیں اور آئندہ سلسلہ کی خدمت کریں۔ ان کو تاکید ہے کہ انگریزی میں لیاقت حاصل کریں۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ اگر انگریزی تعلیم اچھی طرح حاصل ہو جائے تو چونکہ یہ تینوں مولوی فاضل ہیں اور عربی تعلیم بھی ان کی نہایت اعلیٰ ہے۔ اگر انگریزی تعلیم بھی اعلیٰ ہو گئی تو قرآن شریف کا ترجمہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں کر کے وہ سلسلہ کی اشاعت میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ریویو آف ریلیجنز بھی اس بات کا محتاج ہے کہ اس کا کوئی اچھا اور لائق ایڈیٹر ہو اس غرض کے لیے میں اپنے بچوں کو وہاں چھوڑ آیا ہوں۔ گو اس بیماری اور کمزوری میں اتنے اخراجات برداشت کرنا کہ تین بیٹے، دو داماد اور ایک بیٹا وہاں پڑھیں، مشکل ہے مگر میں نے سمجھا کہ جماعت کی مشکل میری مشکل سے بڑی ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 3 صفحہ 672 تا 674، فرمودہ 26 دسمبر 1955ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ جماعت کی خاطر ہر قربانی کرنی ہے۔ اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کی۔ اپنا مال، وقت، اپنے بچوں کو قربان کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1982ء میں ان کے سب سے بڑے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔ اس میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی اولاد کا ذکر اور ان کی اولاد کے ذکر کے ضمن میں سید میر محمود احمد صاحب کا ذکر کیا۔ اس میں آپؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا یعنی حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی دعاؤں کو سنا اور اپنے ساتھ ان کے پیار کو دیکھ کر یعنی حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے پیار کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے تینوں بچوں کو وقف کرنے کی توفیق عطا کی۔ تینوں کی طبیعت ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہر انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے لیکن اس چیز میں جہاں تک میں نے غور کیا حضرت خلیفہ ثالثؒ فرماتے ہیں کہ جہاں تک مَیں نے غور کیا تینوں میں ایک ہی چیز پائی جاتی تھی یعنی جو کچھ خدا نے دیا جتنا دے دیا اس پر

انسان کو راضی رہنا ہی نہیں بلکہ خوش رہنا چاہیے۔ صرف راضی نہیں رہنا بلکہ خوشی سے راضی رہنا ہے۔ فرمایا کہ سید میر داؤد احمد صاحب اپنے رنگ کے تھے لیکن یہ چیز ان میں پائی جاتی تھی۔ میر مسعود احمد آجکل کافی عرصہ سے ڈنمارک میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں وہ اپنے رنگ کے ہیں لیکن یہ چیز ان میں بھی پائی جاتی ہے اور ان کے چھوٹے بھائی میر محمود احمد جن کے بچے کے نکاح کا میں اعلان کروں گا وہ اپنے رنگ کے واقف زندگی ہیں لیکن یہ چیز ان ساروں میں common ہے کہ خوشی سے رہنا اور جو جماعت دے اس کو قبول کرنا اور کسی قسم کا مطالبہ نہ کرنا۔ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ کا یہ ورثہ پوری نسل میں آگے چلا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ماموں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پر یعنی میر اسحٰق صاحبؓ کی اولاد پر بڑا فضل کیا ہے۔ اس واسطے جماعت کے لیے جو یہ نمونہ بھی قائم ہوا اور جماعت کے سامنے یہ ہر حالت میں ہنستے اور بشاش چہرے بھی آئے جو ہر وقت خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہوئے اس کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے اپنی زندگی کے دن گزارنے والے ہیں۔

(ماخوذ از خطبہ نکاح 10 مئی 1982ء، خطبات ناصر جلد 10 صفحہ 729-728)

پھر آپؒ نے آگے دعا دی کہ دعا کریں ان کی اگلی نسل بھی ان چیزوں کو حاصل کرنے والی ہو۔

شعر و شاعری سے بھی آپ کو شغف تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر اور کلام محمود کے شعر تو یاد تھے ہی اس کے علاوہ خود بھی نظمیں کہتے تھے۔

پھر ایک دفعہ انہوں نے مربیوں کو جو جامعہ میں آنا چاہتے ہیں اور مربی بننے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن ابھی آئے نہیں **ایک نصیحت کی اور ایک لائحہ عمل دیا** وہ بڑا اچھا لائحہ عمل ہے۔ مربیوں کو بلکہ ہر شخص کو جو جامعہ میں آنا چاہتا ہے اور جو آ چکا ہے ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔

پہلی بات یہ لکھی کہ روزانہ صبح تین بجے اٹھ کر وضو کر کے، پاکستان کے وقت کے مطابق تو وہی تہجد کا وقت بنتا ہے کہ تہجد ادا کریں۔ روزانہ پانچ وقت نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کریں اور وہاں ربوہ میں رہنے والوں کو نصیحت کی کہ مسجد مبارک میں کم از کم ایک نماز ادا کریں۔ پھر روزانہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کے لیے، خلافت کی محبت کے لیے دعا مانگیں۔ پھر پانچویں بات یہ کہ تسبیح، درود شریف، استغفار کو اپنا شعار بنائیں۔ چھٹی بات یہ کہ حضرت صاحب یا خلیفہ وقت کی خدمت میں محبت اور عقیدت کے جذبات کے ساتھ دعا کی درخواست کرتے ہوئے خط لکھا کریں۔ ساتویں بات یہ کہ اپنے موجودہ فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریق پر ادا کریں۔ آٹھویں بات یہ کہ اپنے والدین کی خدمت کریں اور اگر وہ دور ہیں تو انہیں دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نویں بات یہ کہ قرآن شریف کا ترجمہ لفظی اور بامحاورہ سیکھنے کی کوشش کریں۔ دسویں بات یہ کہ روحانی خزائن کا کم از کم تین دفعہ مطالعہ کریں۔ گیارہ یہ کہ روزانہ الفضل اور ایک عام اخبار پڑھیں۔ روزانہ خدمتِ خلق کا ایک کام کم از کم ضرور کریں۔

ان کے بیٹے سید غلام احمد فرخ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ چند باتیں پیش کرتا ہوں کہ ابا کو اللہ تعالیٰ سے جو **محبت تھی اس کا اظہار نمازوں اور ذکرِ الٰہی سے ہوتا** تھا۔ ان کی نمازوں کو تو مَیں نے بھی دیکھا ہے۔ مسجد میں

ایک طرف کونے میں لگے جس خشوع و خضوع سے پڑھا کرتے تھے۔ جو گھر میں نمازیں ہیں وہ تو ہوتی ہوں گی ان کو ہم نہیں جانتے لیکن باہر بھی ان کی نماز کے وقت ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ ایک ایسا فطری اور بے تکلف تعلق تھا جس کا لوگوں کے سامنے اظہار نہیں کرتے تھے لیکن پھر بھی بعض دفعہ اظہار ہو جاتا ہے لوگ خود ہی نوٹ کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پہ انہوں نے لکھا ہے کہ میں ابا کی نوٹ بک دیکھتا ہوں اس پر ہر روز اللہ لکھا ہوا نظر آتا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ جب بھی اپنے قلم میں روشنائی، سیاہی بھرتے تو پہلا لفظ اللہ لکھتے ہیں اور اس طرح بعض اوراق یا ڈائریوں پر کئی کئی لائنوں میں صرف اللہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے آخری سالوں میں اپنے کمرے میں ایک فقرہ لکھا تھا۔ **اے میرے اللہ تی آمو**۔ تو میں نے پوچھا اس کا مطلب کیا ہے؟ کہتے ہیں یہ اٹالین زبان کا لفظ ہے تی آمو کہ Iloveyou۔ اللہ تعالیٰ کو لکھا ہے انہوں نے۔ حمد باری تعالیٰ پر ان کی ایک نظم بھی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے کہ:

مجھ کو حاصل رہے مجھ کو دائم ملے
تیرا دیدار بھی تیری گفتار بھی

بیماری کے دنوں میں ان کا ایک دفعہ اپنڈیکس کا آپریشن ہوا تو السلام علیکم کی آواز آئی۔ صحت یاب ہو گئے۔ ان کی عبادت اور نمازوں کا فلسفہ بھی تعلق باللہ سے ہی وابستہ تھا۔ ان دو کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ کئی مرتبہ نماز تہجد میں اپنی دعا کا طریق بتایا کہ پہلے حمد باری اور تعلق باللہ کے لیے دعائیں کرتا ہوں۔ ایک دن کہتے ہیں مجھے بتایا کہ میں روزانہ تہجد میں اپنے چچا جان یعنی حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم کے اشعار پڑھتا ہوں جو چچا جان نے بعنوان ''تم'' لکھی تھی اس کا پہلا شعر یہ ہے کہ:

علاجِ دردِ دل تم ہو ہمارے دل رُبا تم ہو
تمہارا مدعا ہم ہیں ہمارا مدعا تم ہو

نماز تہجد میں دعا کا طریق بھی بتایا جو اختصار سے پیش کرتا ہوں۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ حمد باری اور درود شریف کے بعد حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کی آل اور خلفاء حضرت مسیح موعودؑ اور ان کی آل پر، حضرت مصلح موعودؓ اور آپؓ کی آل پر الگ سے، پھر اپنے دادا حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ سے شروع کرتے تھے اور درجہ بدرجہ نیچے آتے جاتے تھے۔ اپنی اولاد میں سب سے پہلے اپنی بیٹی کے لیے پھر بیٹوں کے لیے۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا اصل ذریعہ دعا کو ہی سمجھتے تھے۔ خلافت سے محبت چھلکتی تھی ہی لیکن سب سے بڑھ کر ان کی محبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ عشق تھا ایک۔ اتباعِ سنتِ رسولؐ کی کوشش کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے اس کا اظہار ہوتا تھا۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ اس طرح ہوا کہ آپ کسی بے آرام کرسی پہ بیٹھے ہوئے تھے اور میں کسی دوسری کرسی پہ آرام سے بیٹھا تھا۔ میں اٹھا اور ان کے لیے کرسی خالی کی لیکن وہ اس پر نہیں بیٹھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنے سے منع فرمایا ہوا ہے۔ بے شک تم میرے بیٹے ہو لیکن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے کہ دوسرے کی کرسی، بیٹھنے کی جگہ پہ قبضہ کیا جائے اس لیے میں نہیں بیٹھوں گا۔ اسی طرح راستہ میں آتے جاتے سلام کرنے میں پہل کرنے کی کوشش کرتے۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد

دعا کرنے میں مشغول رہتے اور اس بات کو ناپسند کرتے کہ اس دوران میں کوئی ان سے ملنے بھی آئے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ہم بچے بھی اس سے گریز کرتے تھے کہ ان کے پاس اس وقت میں جائیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت اور یوم وفات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم ولادت اور **یوم وفات پہ تاکیدی طور پر درود شریف کثرت سے پڑھنے کی نصیحت کرتے** تھے اور خود بھی اکثر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھتے رہتے۔ کہتے ہیں میں ایک دفعہ قادیان گیا تو مجھے یہ دعا لکھ کے دی کہ دارالمسیح کے ہر کمرے میں سب سے پہلے ایک دفعہ میری طرف سے یعنی میر صاحب کی طرف سے یہ دعا پڑھنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر بھی دعا کرنا۔ 1990ء میں آپ پر ایک مقدمہ قائم ہوا جو مجلس شوریٰ میں اظہار رائے پر تھا۔ مقدمہ 298C کا تھا لیکن جج نے آپ کو کہا کہ آپ نے تقریر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی توہین کی ہے۔ اس پر آپ نے بڑی سختی سے جج کے سامنے اس کا رڈ کیا اور مجھے بتاتے تھے کہ مجھے اس بات کی بڑی تکلیف تھی۔ جج نے آپ کو کہا کہ میر محمود احمد نے بحث کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس پر میر محمود احمد صاحب نے کہا کہ یہ مجھ پر الزام ہے! یہ سراسر جھوٹ ہے! جھوٹ ہے! جھوٹ ہے! میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی دل سے تعظیم کرتا ہوں اور ان کی رسالت پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں سید ہوں اور ان کی آل سے ہوں اور جھوٹ بولنے والے پہ لعنت بھیجتا ہوں۔ جج کے سامنے انہوں نے بڑی جرأت سے یہ بیان دیا۔

آخری بیماری کے دنوں میں تو خاص طور پر دعاؤں میں درود شریف بہت زیادہ پڑھتے تھے اور یہ الفاظ بڑے دہراتے تھے کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی محبت کا اظہار تھا اور یہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ 1989ء میں روزنامہ الفضل ربوہ نے جماعت کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر سلسلہ کے بزرگوں سے انٹرویو لیے۔ آپ نے صرف یہ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ انسان کا زندہ خدا سے دوبارہ تعلق جوڑ دیا۔ اس قسم کے الفاظ تھے ان کے۔

بیماری کے دنوں میں بعض دفعہ قادیان کی بھی تیاری ہوتی تھی لیکن نہیں جاسکتے تھے اور پروگرام کینسل ہوتے تھے لیکن ایک محبت تھی قادیان سے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پہ حاضری کا ایک شوق تھا جس سے پھر آخر وقت میں آپ تکلیف اٹھا کے چلے جایا کرتے تھے۔

مطالعہ کے بارے میں لکھا ہے۔ قرآن کریم، بخاری، روحانی خزائن کا مطالعہ آپ کی روزانہ زندگی کا معمول تھا اور ہمیں بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ جو لوگ ملنے آتے ان کو بھی مطالعہ کی تلقین کرتے۔ 1990ء میں ان پہ مقدمہ ہوا۔ ایک رات چنیوٹ کے حوالات میں بھی رہے۔ کہتے ہیں میں ملنے گیا تو انہوں نے کہا مجھے بالٹی اورنگ اور براہین احمدیہ لا دو تو میاں خورشید احمد صاحب ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ اتنی تنگ حوالات میں اتنی گرمی میں اتنی مشکل کتاب تم کس طرح پڑھو گے۔ انہوں نے کہا کوئی نہیں میرے لیے

مشکل نہیں ہے پہلے بھی اس کو پانچ دفعہ پڑھ چکا ہوں۔ بہرحال وہاں چھوٹی سی جگہ گرمی کے دن، ایک دن بھی بڑی تکلیف میں انہوں نے گزارا کیونکہ طبیعت نفیس تھی، نفاست تھی طبیعت میں اس لیے ان کے لحاظ سے یہ بہت بڑی تنگی تھی لیکن اس موقع پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پڑھنے کی فکر تھی۔ دینی علوم جن میں اسلام کے علاوہ یہودیت، عیسائیت وغیرہ کا بھی مطالعہ تھا اس پہ بہت دسترس تھی۔ موازنہ مذاہب میں آپ کو خاص مہارت تھی۔ روایتی فقہ سے نالاں تھے۔ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے تھے کہ قرآن کریم، سنتِ رسولؐ، صحیح احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے علم کلام سے راہنمائی حاصل کرو۔

دنیاوی علوم خاص طور پر، سائنسی علوم کا مطالعہ، تاریخ کا مطالعہ اور اسی طرح تفریح کے لیے ہائیکنگ کے علوم پر بھی کتابیں کثرت سے پڑھتے تھے۔ انگریزی شعراء کے کلام اور اسی طرح اردو شعراء کے کلام کو بھی پڑھا ہوا تھا اور بہت سے شعراء کے شعر یاد تھے۔ اپنے آئی پیڈ پر شعراء کے کلام کو سنتے بھی تھے۔ زبانیں سیکھنے کا ملکہ تھا۔ اردو، عربی، انگریزی کے علاوہ سپینش، اٹالین اور عبرانی پر خاصہ عبور ہو گیا تھا۔ اٹالین کے پروگرام تو ٹی وی اور آئی پیڈ پر باقاعدگی سے دیکھتے تھے۔ اس کے لیے وجہ یہ تھی کہ آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی زمانے میں اٹالین زبان سیکھنے کا کہا تھا اور اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ حضور ان کو اٹلی بھیجیں گے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ زبان سیکھو۔ میں سیکھ رہا ہوں اس حکم کو منسوخ تو نہیں کیا تھا اور آج تک میرے لیے یہ حکم جاری ہے تو اس لیے میں جاری رکھوں گا۔ مالی قربانی خاص جوش سے کرتے تھے۔ پھر اسی طرح جو بھی ان کے حصے میں ورثہ میں جائیداد آئی اس کا فوری طور پر حصہ جائیداد ادا کیا۔

مبشر ایاز صاحب جو آجکل جامعہ کے پرنسپل ہیں لکھتے ہیں کہ میر صاحب نے ایک نہایت معصومانہ اور پاکباز زندگی بسر کی۔ انتہائی نفیس لیکن عاجز اور منکسر المزاج، قناعت اور توکل کی ایک اعلیٰ مثال بن کر رہے۔ علم و عرفان کا ایک سمندر تھے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ باتیں سب ٹھیک ہیں۔ مفسر بھی تھے۔ محدث بھی تھے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے یہ پہلے خوش نصیب عالم ہیں جنہیں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ پوری صحاح ستہ کا اردو ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ میر صاحب کی زندگی عبارت تھی اس بات سے کہ کام، کام اور بس کام۔ چھٹی کا لفظ میر صاحب کی زندگی کی لغت میں نہ تھا۔ میر صاحب بلاشبہ خلافت نما وجود تھے جنہوں نے خلافت کی اطاعت اور خلافت سے محبت کر کے ہمیں دکھایا اور سمجھایا۔ اپنے عمل سے دکھایا کہ خلافت کا احترام اس کو کہتے ہیں۔ سائیکل پہ وقت پہ جایا کرتے تھے سات بیس پہ جامعہ لگتا تھا سات بیس پہ پہنچ جاتے تھے۔ دو تین دفعہ سائیکل سے بھی گرے۔ ایک دفعہ بیمار تھے، طبیعت خراب تھی تو ان کو مَیں نے کہا کہ آپ دس بجے تک انتظار کیا کریں دس بجے جامعہ جایا کریں اور اس کو بھی انہوں نے حکم سمجھا اور پھر دس بجے ہی دفتر جاتے تھے۔ بلکہ ایک دن مبشر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ باہر آ کے دس بجے سے پہلے برآمدے میں ٹہل رہے تھے تو میں نے تھوڑی دیر ان کا انتظار کیا پھر ان سے جا کے پوچھا کہ آپ باہر کیوں ٹہل رہے ہیں؟ اندر نہیں آتے۔ تو انہوں نے کہا ابھی دس نہیں بجے اور مجھے یہ حکم ہے خلیفہ وقت کا کہ دس بجے دفتر

جانا ہے اس لیے میں دس بجے دفتر جاؤں گا۔ ایک مثالی اطاعت تھی ان کی۔ ایک ماڈل تھے وہ لوگوں کے لیے۔ افسروں کے لیے بھی، ماتحتوں کے لیے بھی۔

تنویر ناصر صاحب مربی قادیان میں ہیں کہتے ہیں کہ ان کی ایک یاد جو ہمیشہ میرے دل میں رہتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن قادیان میں مسجد مبارک میں مَیں بیٹھا ہوا تھا تو میر صاحب مسجد کی پہلی صف میں ٹہل رہے تھے۔ مجھے ان کا یہ ٹہلنا اور زیرِ لب دعائیں کرنا بڑا اچھا معلوم ہوا اور میں بڑا لطف اٹھا رہا تھا۔ تو کچھ دیر کے بعد مجھے ہمت ہوئی میں نے آگے بڑھ کے عرض کیا کہ آپ مسجد کی پہلی صف میں ٹہل رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جگہ ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا اور میں بھی انہی کے خطوط اور نقش پر ٹہل رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ سے تو عجیب محبت تھی۔

فیروز عالم صاحب لکھتے ہیں کہ میرے زمانہ جامعہ کے دوسرے یا تیسرے سال میں یہ پرنسپل بن کے آئے۔ ہماری خوش نصیبی ہے انہوں نے تعلیم سے کہیں زیادہ اپنی مثالی شخصیت کے ذریعہ عالم باعمل ہونے کے لحاظ سے ہماری تربیت کی۔ میں ان کے دروس وغیرہ جہاں تک ممکن تھا سنتا اور ان پہ عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ انہوں نے ہمیں موازنہ مذاہب پڑھایا۔ اکثر ہمیں وہ دلائل لکھاتے اور سمجھاتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں پیش فرمائے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں ہمیں پڑھا رہے تھے۔ اچانک سوالیہ انداز میں فرمایا کہ کیا آج بھی معجزات رونما ہوتے ہیں؟ پھر اپنا ایک تجربہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ جلسہ کے دنوں میں کہیں ان کی ڈیوٹی کے دوران ایسا ہوا کہ کھانا بہت تھوڑا تھا اچانک کافی سارے مہمان آ گئے جو معمولی سا کھانا آیا اسے تقسیم کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ برکت دیتا گیا۔ سب نے کھایا اور کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

ان کے پوتے عزیزم حاشر احمد مربی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت تھی۔ ایک عجیب اثر چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہر ایک کے دل میں بڑوں میں چھوٹوں میں۔ تہجد میں باقاعدہ تھے۔ نمازوں میں باقاعدہ تھے۔ اب یہ مربی بن گئے ہیں ان کو بھی چاہیے کہ اپنے دادا کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم سے محبت ایسی تھی کہ ایسا عشق کبھی نہیں دیکھا۔ لمبی لمبی تلاوت کیا کرتے تھے فجر کے بعد۔ کہتے ہیں میں طفل تھا تو مجھے کچھ عرصہ ان کے گھر رہنے کا موقع ملا اور تہجد پڑھنے کے بعد نماز فجر کے لیے مجھے اٹھاتے۔ پھر لمبی تلاوت کرتے۔ بڑے غور اور محبت سے پڑھا کرتے تھے۔ مجھے اس کا بڑا اثر تھا اور کہتے ہیں میں جامعہ میں داخل ہوا، کینیڈا جامعہ میں داخل ہوئے تو جب وہاں جاتا تھا پوچھتے تھے قرآن کریم ترجمہ اور تفسیر الگ الگ پڑھاتے ہیں یا اکٹھے تو میں نے انہیں کہا الگ الگ۔ اس پر خوش تھے کہ ایسا ہونا چاہیے لوگوں کو تفسیر آ جاتی ہے اور ترجمہ نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کا ذکر انہوں نے اس طرح کیا ہے کہ روحانی خزائن کے دیوانے تھے۔ مجھے بہت مرتبہ یہ کہا کہ میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی کتب بہت مرتبہ پڑھی ہیں مگر ہر دفعہ نئے مضامین نکلتے چلے آتے ہیں۔ مجھے کہا کرتے تھے کہ روحانی خزائن پڑھ لو تو تمہیں قرآن، حدیث، سیرت سب کی سمجھ آئے گی۔ یہ بات تو مجھے بھی انہوں نے ایک دفعہ بتائی تھی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب تین دفعہ تو ضرور پڑھ لی ہیں اور بعض کتابیں تین سے

زائد مرتبہ بھی پڑھی ہوئی ہیں لیکن عاجزی کی انتہا تھی کبھی علمیت کا اظہار نہیں کیا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ گھر میں خطبہ سن رہے تھے کہ بجلی بند ہو گئی۔ ربوہ میں، پاکستان میں بجلی اکثر بند ہو جاتی ہے تو ٹی وی بند ہو گیا۔ میں چھوٹا تھا۔ میں اٹھ کے جانے لگا تو انہوں نے کہا کہ بیٹھو اور دعائیں پڑھتے رہو، جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس میں بھی بڑی برکت ہوتی ہے۔ تمہیں کیا پتا ہے کس وقت بجلی آجائے اور خلیفہ وقت کا خطبہ دوبارہ شروع ہو جائے اور تم اتنے الفاظ مِس کر دو۔ تو یہ برداشت نہیں تھا۔

ایک دفعہ کوئی فنکشن تھا جہاں میرا خطاب ہونا تھا۔ ان کو اطلاع نہیں ملی وہ سن نہیں سکے۔ ایم ٹی اے لگایا تو اس وقت ختم ہو چکا تھا۔ کسی خادم کو کہا اس نے آئی پیڈ پہ لگانے کی کوشش کی تو اس میں اَور زبان میں آرہا تھا لیکن وہ بھی سنتے رہے۔ پھر جب میں آیا تو میں نے ان کو اردو میں لگا کے دیا تو بڑے خوش تھے اور بڑی شکر گزاری تھی ان کے اندر کہ تم نے یہ میرے لیے لگا دیا۔ میری بہت مدد کی اور مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔ بچوں سے بھی شکر گزاری کے اظہار کرتے تھے۔

عامر سفیر صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے بھی اطاعتِ خلافت کا عجیب غیر معمولی نمونہ ان میں دیکھا ہے۔ کہتے ہیں میں اس شعبہ میں آیا تو انہوں نے آ کے مجھے کہا بلکہ میں نے خود ہی عامر صاحب کو کہا تھا کہ آپ علماء کو کہیں کہ ریویو کے لیے مضمون لکھا کریں اور مَیں نے چند علماء کے نام بتائے تھے ان میں مَیں نے میر محمود احمد صاحب کا بھی بتایا تھا۔ تو کہتے ہیں اس وقت وہ پاکستان میں تھے میں نے پتا کیا کہ اس وقت سو تو نہیں رہے ہوں گے۔ رات کے دس گیارہ بجے کا وقت تھا تو ان کے رشتہ داروں نے کہا کہ نہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے فون کیا۔ ان کی اہلیہ نے فون اٹھایا تو میں نے ان سے کہا کہ اس طرح بات کرنی ہے۔ انہوں نے کہا وہ تو سو رہے ہیں لیکن اس دوران میر صاحب کی آنکھ کھل گئی انہوں نے فون کی گھنٹی کی آواز سنی یا باتوں سے آنکھ کھل گئی تو انہوں نے بات کی تو میں نے کہا اس طرح خلیفۃ المسیح نے یہ کہا ہے کہ آپ ریویو کے لیے فلاں موضوع پہ لکھیں۔ کہتے ہیں اس وقت تو مجھے سمجھ نہیں آرہی صبح میں بتاؤں گا۔ بہرحال اگلے دن انہوں نے، میر صاحب نے پندرہ صفحے کا ایک مضمون لکھ کے مجھے بھجوا دیا تو میں نے عامر سفیر کو بھیجا کہ یہ مضمون ان کی طرف سے آیا ہے اور میر صاحب نے لکھا تھا کہ رات کو ایک لڑکے کا فون آیا تھا جس نے یہ بات کی تھی کہ خلیفۃ المسیح کا یہ ارشاد ہے کہ تم یہ مضمون لکھو تو میں نے یہ لکھ دیا ہے۔ پہلی قسط بھیج رہا ہوں پندرہ صفحہ کی اور آئندہ بھی بھیجتا رہوں گا تو اس حد تک وہ اطاعت کرنے والے تھے۔ وقت کی اطاعت میں نے پہلے بتا دیا کہ دفتر میں اندر نہیں آئے کہ دس بجیں گے تو اندر آؤں گا۔

پھر جب ان کا پروگرام کفنِ مسیح کے بارے میں ہوتا تھا اس بارے میں یہاں جلسہ پہ جو نمائش لگتی تھی اس میں بھی ہر سال شامل ہوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ سارا بیان دیا کرتے تھے اور عامر سفیر نے لکھا ہے کہ مربیان جب کسی علمی موضوع پر مطالعہ کرتے ہیں تو اصل یعنی جماعتی پہلوؤں کو چھوڑ کر دنیاوی حوالوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں لیکن ان کا طریق یہ تھا کہ سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور موقف مکمل طور پر سمجھتے اور پھر بعد میں غیر جماعتی یا سیکولر پہلوؤں کو دیکھتے نہ کہ اس کا الٹ۔ کہتے ہیں کہ میر صاحب بڑے اعتماد سے دنیا کے جو بڑے بڑے شراوڈ کے ماہرین ہیں ان

کے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ پیش کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے صلیب سے زندہ بچ جانے کا جو واقعہ ہے، اس پہ جو ریسرچ ہوئی تھی اس کا یہ واقعہ ہے کہ ریویو آف ریلیجنز کی ٹیم کافی عرصہ سے اس موضوع پر مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے کام کر رہی تھی۔ ان کی کوشش تھی کہ شراوڈ سے متعلق جملہ سائنسی تاریخی اور نظریاتی پہلو پیش کر کے جماعتی موقف کو تقویت دی جائے لیکن اس کے برعکس میر صاحب کی حکمتِ عملی اس سے مختلف تھی۔ ان کا یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرہم عیسیٰ پر زور دیا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان نکات کو بنیاد بنایا جائے اور باقی پہلوؤں کو اضافی حیثیت دی جائے۔ وہ بار بار یہی موقف پیش کرتے رہے اور مرہم عیسیٰ ہی وہ کڑی ہے جو واقعہ صلیب کو سمجھنے کی کلید ہے۔ ریویو کی ٹیم کی کاوشوں سے اگرچہ جماعت کا اخلاقی تاثر مضبوط ہوا اور ماہرین سے تعلق اچھے ہوئے مگر علمی سطح پر فیصلہ کن اثر نہ پڑ سکا لیکن کہتے ہیں میر صاحب کی اپروچ نے آخر کار اپنا اثر دکھایا۔ شراوڈ کے اس وقت کے سب سے مشہور ماہر اور فوٹو گرافر بیری شوارٹز (Barrie Schwortz) نے خود اعتراف کیا کہ اگر آپ واقعی مرہم عیسیٰ سے متعلق اپنا نکتہ ثابت کر دیں تو مجھے ماننا پڑے گا کہ عیسیٰ واقعی صلیب سے بچ گئے تھے۔

ان کے بے شمار واقعات لوگوں نے لکھے ہیں اَور بھی ہیں۔ ان کے بچوں کی طرف سے، ان کی اولادوں کی طرف سے اور لوگوں کی طرف سے، واقفین کی طرف سے، مربیان کی طرف سے جو بیان کرنے مشکل ہیں۔ ایک چیز ہے جو ہر مربی نے لکھی۔ اگر ہر ایک نے نہیں تو کم از کم بہت سارے ہیں جو کامن ہے اور وہ یہ کہ کہتے تھے ایک لفظ قبر پکڑ لو، اس پہ عمل کرو اور اس قبر کے معنی یہ بتاتے تھے کہ 'ق' سے قرآن، 'ب' سے بخاری حدیث کی کتاب اور 'ر' سے روحانی خزائن۔ کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے تم ماہر بن جاؤ، ان کو حاصل کر لو، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو، اس سے علم سیکھنے کی کوشش کرو، اس سے روحانیت سیکھنے کی کوشش کرو تو تم اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

ویسے بھی قبر کا لفظ خود بھی ایسا ہے کہ اگر انسان کو یاد رہے تو خدا تعالیٰ یاد رہتا ہے اور جب خدا تعالیٰ یاد رہے تو پھر انسان تقویٰ پر چلنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ بہرحال خلافت کے ایک عظیم معاون اور مددگار تھے، جاں نثار تھے حرف حرف پر عمل کرنے والے تھے۔ باوفا تھے۔ ایسے سلطان نصیر تھے جو کم کم ہی ملتے ہیں۔ عالم باعمل تھے۔ مجھے تو کم از کم ان جیسی کوئی مثال ابھی نظر نہیں آتی۔ اللہ کے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسی مثالیں اَور بھی پیدا ہو جائیں اور ایسے باوفا اور مخلص اور تقویٰ پہ چلنے والے مددگار اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو عطا فرماتا رہے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے باپ کی دعاؤں کا حصہ دار بنائے اور ان کے عمل پر ان کی نصیحتوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر جیسا کہ میں نے کہا ایک احمدی کا ہے جن کی گذشتہ دنوں میں اسیری میں وفات ہوئی۔ **ڈاکٹر طاہر محمود صاحب ابن غلام رسول صاحب کراچی کے** تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بوقت وفات ان کی عمر 70 سال تھی۔ تفصیلات کے مطابق مرحوم طاہر محمود صاحب صدر حلقہ ملیر کالونی کراچی اور دیگر دو احباب اعجاز حسین صاحب اور ایاز حسین صاحب کے خلاف ملیر کالونی کراچی میں اپنی مسجد کی طرز تعمیر اور وہاں

نماز جمعہ کی ادائیگی کو جواز بنا کر پولیس نے ان کے خلاف چارج کیا اور گرفتاری عمل میں لائی اور پہلے قبل از گرفتاری ضمانت کروائی گئی تھی لیکن بعد میں ان کی ضمانت منسوخ ہو گئی اور ان کو گرفتار کر لیا گیا اور اس دوران میں جب کہ وہ ضمانت کے لیے عدالت میں تھے مخالفین کے ہجوم نے اور مخالف وکلاء نے ان پر حملہ کیا۔ ان کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیں بلکہ یہاں تک کہ پولیس کے ایک اہلکار نے ہجوم کو کہا کہ ان کو گولی مار دو اور پولیس سٹیشن میں بھی ان پر تشدد کیا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے خلاف بدزبانی کرنے پر مجبور کیا گیا لیکن یہ ڈٹے رہے۔ استقامت دکھائی۔ اس کے بعد ان کو جوڈیشل کر کے جیل میں منتقل کیا گیا۔ جیل میں یہ دو ماہ رہے اور وفات سے چند دن قبل ان کے گردوں میں انفیکشن کی وجہ سے جیل میں طبیعت خراب ہوئی تو پھر ان کو وہاں سے ہسپتال بھیجا گیا لیکن چند دنوں بعد یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وفات کے وقت ہسپتال میں بھی ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور یہ جو ان کی وفات ہے یہ تشدّد کی وجہ سے بھی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے ان کو اندرونی چوٹیں بھی آئی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ سبب بھی یہی بنی ہو۔ اس لحاظ سے اسیری کی صعوبتیں برداشت کیں، مار کھائی، عدالت کے سامنے مار کھائی اور یہ ساری وجوہات، یہ شواہد ایسے ہیں کہ اس لحاظ سے ان کو شہادت کا مقام ہی ملتا ہے اور یہ شہیدوں کے زمرے میں ہی آئیں گے۔

نظامِ وصیت میں شامل تھے اور بطور صدر، سیکرٹری دعوت الی اللہ اور بہت ساری دوسری ذیلی تنظیموں میں خدمات کا بھی ان کو موقع ملا۔ ان کے تایا حکیم احمد دین صاحب کے ذریعہ ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی جنہوں نے حضرت مولوی امام دین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توسط سے 1920ء کی دہائی میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد ان کے والد نے بھی احمدیت قبول کی۔ غریبوں کی پردہ پوشی کرتے۔ ان کی مالی مدد کرتے تھے۔ کئی غریب بچیوں کی شادی کروائی۔ جیل میں بھی قیدی ساتھیوں کی مدد کرتے رہے۔ جب یہ جیل میں تھے تو دورانِ ملاقات ان سے جب پوچھا جاتا کہ جیل میں کوئی تکلیف تو نہیں تو کہتے کہ تکلیف کیسی! میں تو یہاں دین کی خاطر آیا ہوں۔ مجھے تو موقع مل رہا ہے تبلیغ کرنے کا۔ اس وقت بھی بے خوف اور نڈر ہو کے تبلیغ کرتے رہے۔

طاہر محمود صاحب کے خلاف 17 جنوری 1988ء کو پولیس سٹیشن ملیر کالونی کراچی میں ایک مقدمہ درج ہوا تھا اور مقدمہ یہ تھا کہ ایک مدعی نے کہا تھا کہ میرے چھوٹے بھائی کی انہوں نے بیعت کروائی ہے۔ اس وقت بھی یہ اسیر رہے تھے۔ یہ دوسری دفعہ ان کو اسیری کا شرف ملا تھا اور مخالفت کا سامنا بھی ان کو کرنا پڑا۔ تین دفعہ ان پہ حملے بھی ہوئے لیکن اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا اور انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک حملہ آور اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ گیا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص جو دشمنی کرنے والا تھا وہ اپنے کسی جھگڑے میں قتل ہو گیا اور اس صورتحال سے دوسرے جو دو تھے انہوں نے مرحوم کے گھر آ کے اپنے فعل پہ معافی مانگی اور انہوں نے فوراً معاف کر دیا۔ کوئی مقدمہ نہیں کیا۔

مرحوم کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے ساتھ ان کا رویہ مثالی تھا۔ جماعت کے لیے وقف تھے۔ رات کو

واپس آتے تو میں نے کبھی ان سے کوئی شکوہ نہیں کیا، روکا نہیں کیونکہ مجھے دلی اطمینان تھا کہ مرحوم خاوند کے اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غیب سے ہمارے کام کر رہا ہے۔ ان کے بچوں میں سے ایک واقفِ زندگی مربی سلسلہ بھی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ 1980ء کی دہائی میں اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اس موقع پر پولیس نے آپ پر بہت تشدد کیا تھا تو جب کوئی تشدد کا کہتا تھا کہ اب آپ احتیاط کیا کریں تو بڑے جذباتی انداز میں کہتے تھے کہ میں نے اب پولیس کی مار کھالی ہے۔ اس لیے اب مجھے کوئی ڈر اور خوف نہیں رہا۔ اب تو میں بے دھڑک ہو کے دعوت الی اللہ کرتا ہوں۔

پسماندگان میں ان کی اہلیہ محترمہ مبشرہ صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے شامل ہیں۔ بیٹے منیب محمود صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ پاکستان میں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز کے بعد نماز جنازہ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07 / جون 2025ء جلد 32 شمارہ 134 صفحہ 02 تا 07)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23 رمئی 2025ء بمطابق 23 رہجرت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے ایک مسلمان کا **ایک شخص کے سلام کہنے کے باوجود اسے قتل کرنے کا ذکر کیا** تھا اور اس حوالہ سے سورۂ نساء کی آیت 95 بھی پڑھی تھی جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر تمہیں کوئی سلام کہے تو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ اس کی مزید تفصیل وہاں بیان نہیں ہوئی تھی۔ تفصیل میں یہی ہے جیسا کہ میں نے ضمناً ذکر بھی کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روکا لیکن یہ بھی ذکر ہے کہ آپؐ نے انتہائی غصہ کا اظہار کیا اور اسے اپنے سے دور کر دیا بلکہ بعض روایات میں ہے کہ اس کے خلاف دعا کی۔ بہرحال آپ کو اس کا کافی رنج تھا۔ کیونکہ اس مقتول کے قصاص کا معاملہ لواحقین کی طرف سے غزوۂ حنین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تھا اس لیے اس کی تفصیل اس موقع پر بیان ہو گی۔ ان شاء اللہ۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑا گھناؤنا جرم قرار دیا تھا۔

کاش کہ پاکستان میں آجکل کے جو نام نہاد مُلّاں ہیں، دین کے ٹھیکیدار لوگ انہیں بھی سمجھ آ جائے اور وہ احمدیوں پر جو ظلم کر رہے ہیں اس سے باز آئیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچیں۔

بہرحال اب اسی حوالے سے غزوات کے جو ذکر ہو رہے ہیں تو **غزوۂ فتح مکہ** کا ذکر کروں گا جو 8 ہجری میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کو فتحِ عظیم بھی کہتے ہیں۔ یہ غزوہ رمضان 8 ہجری میں ہوا جیسا کہ میں نے کہا۔ یہ وہ عظیم الشان فتح ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے پہلے سے دے دی تھی اور اس کے نتیجہ میں جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (ماخوذ از شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 386 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 200 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتح مکہ کی بشارت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کی بشارت قرآن کریم کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل: 81) یعنی تو کہہ دے میرے رب! مجھے اس شہر یعنی مکہ میں نیک طور پر داخل کیجیو یعنی ہجرت کے بعد فتح اور غلبہ دے کر اور اس شہر سے خیریت سے ہی نکالیو یعنی ہجرت کے وقت اور خود اپنے پاس سے مجھے غلبہ اور مدد کے سامان بھجوائیو۔ یہ وہ آیت ہے جو ہجرت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں آپؐ پر نازل ہوئی تھی اور جس میں ہجرت اور پھر فتح مکہ کی خبر دی گئی تھی۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 346)

سورۂ فتح میں فتح مکہ کی بشارت یوں بیان ہوئی ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح:19) یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے وہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں تھا۔ پس اس نے ان پر سکینت اتاری اور ایک فتح عطا کی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **مکہ سے ہجرت کی اللہ تعالیٰ نے اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت دے دی** تھی کہ تو غم نہ کر ایک دن میں واپس تجھے اس جگہ لے کر آؤں گا۔

چنانچہ ہجرت کے دوران یہ آیت نازل ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (القصص:86) یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک وقت واپس آنے کی جگہ پر واپس لے آئے گا۔ امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں مَعَاد واپس آنے کی جگہ سے مراد مکہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد فتح کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی طرف واپس آنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے محبت کا اظہار کیا تو حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے وطن اور جائے پیدائش کی رغبت رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ تو جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۔ یقیناً وہ ذات جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔ یعنی قریش پر غلبہ عطا کر کے مکہ کی طرف لوٹائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں موجود تھے۔ پھر اسے چھوڑ دیا اور پھر وہاں لوٹ کر آئے اور یہ بات مکہ کے سوا کسی اَور جگہ پر موزوں نہیں ہو سکتی۔

محققین کے نزدیک قرآن کریم کی یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبر دی اور ویسا ہی رونما ہوا جیسا کہ آپؐ نے خبر دی تھی۔

(ماخوذ از التفسیر الکبیر رازی جلد 13 جزء 25 صفحہ 19 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قرآن کریم میں ایک اور جگہ بھی مکہ کے فتح ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مسلمانوں کو گویا ایک یاددہانی بھی کروائی گئی ہے کہ دیکھو! جہاں کہیں بھی جاؤ یہ نہ بھولنا کہ آخر مکہ فتح ہو گا اور تمہیں اس کے لیے کوشش محنت اور دعائیں بھی کرنی ہوں گی اور اس قرآنی پیشگوئی کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تک کی گویا تمام جنگوں اور عسکری مہمات کا ایک مقصد و محور مکہ کی فتح بھی تھا۔

چنانچہ اس عظیم قرآنی پیشگوئی وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ:150) جو سورہ بقرہ کی آیت ہے، کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ”وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ کے معنی مفسرین نے یہ کیے ہیں کہ تم جہاں کہیں بھی ہو ہر حالت میں اپنا قبلہ مسجد حرام کو ہی رکھو اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ پہلے حکم سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید یہ قبلہ صرف مدینہ والوں کے لیے ہی ہو باقی لوگوں کے لیے نہ ہو اس لیے خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم جہاں کہیں سے بھی نکلو اپنے منہ مسجد

حرام کی طرف پھیر دو۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواہ اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہو خواہ تمام مسلمانوں کو اس کے معنے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ہو ہی نہیں سکتے۔ اول تو اس لیے کہ وہ نمازیں جو کسی شہر یا گاؤں میں رہتے ہوئے ادا کی جاتی ہیں شہر سے نکلتے وقت کی نمازوں سے بالعموم زیادہ ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں حکم وہ دینا چاہیے تھا جس کا زیادہ نمازوں پر اطلاق ہو سکتا نہ کہ ایسا حکم دیا جاتا جس پر عمل کرنے کا امکان سفر کی حالت میں بہت ہی کم ہوتا ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص شہر سے دس بجے صبح نکلے یا عصر اور مغرب کے درمیان نکلے یا آدھی رات کے وقت نکلے اور یہ سارے کے سارے اوقات ایسے ہیں جن میں نماز کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ان حالات میں وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا حکم بے معنی بن جاتا ہے کیونکہ کسی شہر سے نکلتے وقت شاذ ہی نماز کا موقعہ ہوتا ہے۔ بالعموم یا تو انسان اس وقت نماز ادا کر چکا ہوتا ہے یا اگر ادا کرنی ہوتی ہے تو کچھ دیر کے بعد بھی وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ بہر حال خروج کے ساتھ نماز کا تعلق نہیں۔ پھر ان معنوں کو اس صورت میں بھی درست تسلیم کیا جا سکتا تھا جب کوئی نماز خروج کے وقت سے بھی خاص طور پر تعلق رکھتی لیکن سب لوگ جانتے ہیں کہ کوئی نماز خروج کے وقت سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایسی صورت میں اس آیت کو بارادہ سفر گھر سے نکلنے پر چسپاں کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ مزید دلیل اس بات کی کہ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ سے مراد نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا نہیں یہ ہے کہ سفر کی حالت میں تو بعض دفعہ جہت کا سوال بھی اڑ جاتا ہے اور جدھر منہ ہو ادھر ہی نماز جائز ہو جاتی ہے۔ مثلاً جب انسان سواری سے اتر نہ سکے تو قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہی ثابت ہے کہ اس وقت اس کا جدھر منہ ہو جائے ادھر ہی نماز جائز ہے۔" سفر میں اگر نماز پڑھ رہا ہے تو جدھر منہ ہے ادھر نماز جائز ہے۔ "چاہے قبلہ کی طرف منہ ہو یا کسی اَور طرف۔ اس وقت جہت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب سب ایک جیسے ہوتے ہیں صرف قلبی توجہ خانہ کعبہ کی طرف ہونی ضروری ہے....." نماز پڑھتے ہوئے صرف یہ خیال ہو کہ میری توجہ خانہ کعبہ کی طرف ہے۔ "آجکل جب انسان ریل گاڑی میں بیٹھا ہوتا ہے تو اس وقت بھی جہت کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی کیونکہ گاڑی کبھی شمال کی طرف کبھی جنوب کی طرف کبھی مشرق کی طرف اور کبھی مغرب کی طرف مڑتی اور چکر کھاتی رہتی ہے۔" اسی طرح جہازوں کے سفر میں جو لمبے سفر ہیں وہ بھی ہم دیکھتے ہیں۔ "لیکن اس کے باوجود جو شخص اس میں بیٹھا نماز پڑھ رہا ہوتا ہے اس کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اگر مفسرین کے معنوں کو درست سمجھا جائے تو اس حکم پر نہ سوار عمل کر سکتا ہے اور نہ ریل گاڑی پر بیٹھنے والا عمل کر سکتا ہے۔ پس جب خروج میں جہت کی تخصیص بھی قائم نہیں رہتی تو پھر اس آیت سے یہ مراد لینا کہ جہاں کہیں سے بھی تم نکلو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو کیسے درست ہو سکتا ہے؟

پھر یہ معنی اس لیے بھی درست نہیں کہ اس آیت کے لفظی معنی یہ بنتے ہیں کہ تم جہاں سے بھی نکلو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کر لو یا جہاں سے بھی تُو نکلے تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لے۔ اب یہ تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ چلتے وقت نماز نہیں پڑھی جا سکتی بلکہ نماز ٹھہر کر ہی پڑھی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر اس آیت کے یہ الفاظ ہوتے کہ حَيْثُ مَا كُنْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تُو جہاں کہیں بھی ہو اپنا

منہ مسجد حرام کی طرف کر لے تب تو یہ معنی صحیح ہو سکتے تھے۔" تُو جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لے تب تو یہ معنی صحیح ہو سکتے تھے "لیکن یہاں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ یعنی اے محمد رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یا اے مسلمانو! جہاں سے بھی تم نکلو تم اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کر لو۔ اب یہ صاف بات ہے کہ نماز نکلتے وقت نہیں پڑھی جاتی بلکہ کسی جگہ ہوتے ہوئے نماز پڑھی جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں نماز پڑھنے کے معنی کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اگر نماز اور خروج کا کوئی تعلق تسلیم نہ کیا جائے تو پھر تکرار لازم آتا ہے حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ انہیں قرآن مجید میں تکرار صرف اس لیے نظر آتا ہے کہ وہ قرآن کریم کے صحیح مطالب اور مضامین کے باہمی ربط کو نہیں سمجھ سکے۔ انہیں جہاں بھی کوئی اعتراض نظر آتا ہے فوراً ناسخ و منسوخ کی بحث شروع کر دیتے ہیں اور ایک آیت کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دے کر اعتراض سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں حالانکہ قرآن کریم کے جو حقائق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو بتائے ہیں اگر ان کو مد نظر رکھا جائے تو نہ قرآن کریم میں کوئی تکرار نظر آ سکتا ہے اور نہ کسی آیت کو منسوخ قرار دینا پڑتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ مکرمہ سے نکالا گیا اس وقت دشمنانِ اسلام کو یہ اعتراض کرنے کا موقعہ ملا کہ جب آپؐ دعائے ابراہیمی کے موعود تھے اور خانہ کعبہ کے ساتھ آپؐ کا تعلق تھا تو" سوال یہ ہے کہ "آپؐ کو مکہ سے کیوں نکال دیا گیا۔ جب آپؐ کو مکہ سے نکال دیا گیا ہے تو آپؐ دعائے ابراہیمی کے کس طرح مصداق ہو سکتے ہیں؟ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارا مکہ سے یہ نکلنا عارضی ہے۔ ہم تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ تمہیں یہ موقعہ دیں گے اور تم مکہ پر قابض ہو جاؤ گے لیکن جہاں اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندوں سے یہ وعدے ہوتے ہیں وہاں وہ ان سے یہ بھی امید کرتا ہے کہ وہ اس وعدے کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ نہیں کہ خدا ان سے وعدہ کرے اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور وہ اس وعدہ کو پورا کرنے کی کوشش نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ جب خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے تو وہ اسے خود پورا کرے۔ ہمیں اس کے پورا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" لوگ یہ سوچنے لگ جائیں۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ اسے کنعان کا ملک دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ جب وہ ملک سامنے آ گیا تو آپ نے اپنی قوم سے کہا جاؤ اور لڑائی کر کے اس ملک پر قبضہ کر لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے غلطی سے یہ خیال کر لیا کہ خدا تعالیٰ نے یہ ملک ہمیں دینے کا وعدہ کیا ہے اس لیے وہ خود ہی اس وعدے کو پورا کرے گا اور یہ ملک ہمارے قبضہ میں دے دے گا۔ ہم نے اگر اس ملک کو فتح کیا تو پھر وعدے کا کیا فائدہ ہوا۔ وعدہ تو خدا نے کیا ہے اس لیے وہ اسے خود پورا کرے۔ ہمیں اس کے لیے کسی قسم کی کوشش کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ... اے موسیٰ! تُو ہم سے کہا کرتا تھا کہ یہ ملک خدا تعالیٰ تمہیں دے دے گا۔ اب تمام ذمہ داری تجھ پر ہے یا تیرے خدا پر۔ ہم نے اگر ملک فتح کیا تو پھر تیرے اور تیرے خدا کے وعدوں کا کیا فائدہ؟ چونکہ تو ہمیں بتایا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ یہ ملک ہمیں ضرور ملے گا اس لیے اب تُو

اور تیرا رب دونو جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھیں گے۔ ”ہم کچھ نہیں کریں گے۔ ”جب تم ملک فتح کر کے ہمیں دے دو گے تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اب بظاہر ان کا کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں تمہیں فلاں چیز دوں گا اور وہ اس سے آ کر وہ چیز مانگے اور وہ آگے سے کہہ دے کہ جاؤ بازار سے خرید لو تو سارے لوگ یہی کہیں گے کہ اگر اس نے وہ چیز بازار سے ہی خریدنی تھی تو پھر اس کے ساتھ وعدہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس بظاہر یہ بات معقول نظر آتی ہے لیکن الٰہی سلسلوں میں یہ اول درجے کی غیر معقول بات ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تعریف نہیں کی اس نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں لڑنے کی ضرورت نہیں یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم یہ ملک لے کر تمہیں دیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم نے ہماری ہتک کی ہے اس لیے تمہیں اس ملک سے محروم کیا جاتا ہے جاؤ چالیس سال تک جنگلوں میں بھٹکتے پھرو۔ تم اس ملک کے وارث نہیں بن سکتے۔ تمہاری نئی نسل اس ملک کی وارث ہو گی... کیونکہ تم نے ہماری ہتک کی ہے۔ تو دیکھو یہ چیز انسانی لحاظ سے تو درست اور معقول کہلا سکتی ہے لیکن الٰہی سلسلہ کے لحاظ سے نہایت ہی غیر معقول ہے اور انسان کو عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرتا ہے تو اسے تغیرات سماوی اور تغیرات ارضی پر اختیار نہیں ہوتا ”یعنی آسمانی اور زمینی تغیرات جو ہیں ان پہ اختیار نہیں ہوتا ”اس لیے جب بھی وہ وعدہ کرتا ہے تو ایسی چیز کا کرتا ہے جو اس کے اختیار میں ہوتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے جو وعدہ ہو گا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اگرچہ اس چیز کا حصول تمہارے لیے ناممکن ہے مگر یہ تمہیں ہماری مدد سے حاصل ہو جائے گی۔

وہ قوم جو فرعون کی سینکڑوں سال تک غلام رہی۔ اس کے لیے اینٹیں بناتی رہی۔ لکڑیاں کاٹتی رہی اور ذلیل سے ذلیل کام کرتی رہی وہ اتنے بڑے عظیم الشان ملک پر جس پر عاد قوم حکمران تھی کیسے قبضہ کر سکتی تھی؟ اسے یہ ملک مل جانا آسان نہیں تھا لیکن خدا نے کہا کہ گو یہ ملک حاصل کرنا تمہیں ناممکن نظر آتا ہے لیکن ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم یہ ملک تمہیں دیں گے اور تم یہ ملک ہماری مدد سے حاصل کر لو گے۔ پس خدا تعالیٰ کے وعدے کے یہ معنے نہیں ہوا کرتے کہ چونکہ اس نے وعدہ کر دیا ہے اس لیے بندے کو کوشش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تم اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے تدبیر اختیار کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے وعدے اور رنگ کے ہوتے ہیں اور بندے کے وعدے اَور رنگ کے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے وہ وعدے جن میں تدبیر شامل ہوتی ہے بندے کو ان میں دخل دینا پڑتا ہے اور ان کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر بندہ ان میں دخل نہیں دے گا اور ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ سزا کا مستحق ہو گا لیکن بندے کے وعدہ میں یہ نہیں ہوتا۔ بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارے لیے خدا تعالیٰ کی تقدیر بدل دوں گا کیونکہ وہ اس کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اگر وہ ایسا کہے گا تو ”اللہ تعالیٰ کہتا ہے ”ہم اس سے پوچھیں گے کہ تم تقدیر کو بدلنے والے کون ہو؟ لیکن خدا تعالیٰ یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے ”اگر میرے حکم کے مطابق تدبیر کرو گے ”تو میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنی تقدیر کو بدل دوں گا کیونکہ تقدیر ایسی چیز ہے جو اس کے قبضہ میں ہے اور وہ جب چاہے اسے بدل سکتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کا وعدہ دیا گیا تو ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ کہا گیا

کہ اے مسلمانو! تم موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ خدا نے مکہ دے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ خود اسے پورا کرے گا۔ ہمیں اس کے لیے تدبیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تمہیں بھی اس کے پورا کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔

خدائی وعدے کے یہ معنی ہیں کہ تم کمزور ہو۔ اگر تم کمزور نہ ہوتے تو تم مکہ کو چھوڑ کر کیوں آتے۔ مکہ کو چھوڑنے کے معنے ہی یہ تھے کہ تم کمزور ہو اور تمہارا دشمن مضبوط ہے اور طاقتور ہے لیکن خدا تعالیٰ تمہیں طاقت دے گا اور تم دشمن سے مکہ چھین لو گے۔ پس وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں سے بھی نکلو یا جس جگہ سے بھی نکلو تمہارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم نے مکہ فتح کرنا ہے پھر خروج کے معنی... لشکر کشی کے بھی ہوتے ہیں۔ اس صورت میں آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ تم جہاں بھی لشکر کشی کرو، کسی جگہ بھی لڑائی کے لیے جاؤ۔ چاہے تم مشرق کی طرف نکلو یا جنوب کی طرف نکلو۔ مغرب کی طرف نکلو یا شمال کی طرف نکلو۔ تمہارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ تمہارا یہ خروج فتح مکہ کی بنیاد قائم کرنے والا ہو۔ مثلاً تم اگر جنوب کی طرف دشمن پر حملہ کرنا چاہو لیکن تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس ملک کے مغرب کی طرف اس کے دوست موجود ہیں اور اس کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دیں اور تم پہلے مغرب کی طرف حملہ کر کے ان کو صاف کر لو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ مغرب کی طرف حملہ اصل میں جنوب کے حملے کا پیش خیمہ ہے۔ اسی طرح اگر اس قوم کے ساتھی شمال میں بستے ہوں اور پہلے تم ان پر حملہ کرو تو تمہارا یہ حملہ اصل میں جنوب پر ہی ہو گا کیونکہ اصل مقصد تمہارا جنوب کے دشمن پر حملہ کرنا ہو گا۔ اسی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم کسی قوم، کسی ملک اور کسی علاقے پر چڑھائی کرو تمہارا رخ مکہ کی طرف ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں پر فتح کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں یہ رنگ نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اور آپ کی سب لڑائیوں کا مقصد اعلیٰ فتح مکہ ہی تھا۔ جس جنگ میں آپ یہ مقصد فوت ہوتا دیکھتے یا جس قوم کے متعلق آپ محسوس فرماتے کہ اس سے جنگ کرنے کے نتیجہ میں فتح مکہ میں تاخیر ہو جائے گی وہاں باوجود اکسائے جانے کے آپ خاموشی اور چشم پوشی اختیار فرماتے۔ چنانچہ کئی قومیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لیے اٹھیں اور انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی کی مگر آپ ہمیشہ اِغماض سے کام لیتے رہے لیکن جب کوئی ایسی قوم کھڑی ہوئی جس کو شکست دینے سے فتح مکہ قریب ہو سکتی تھی تو اس کے ساتھ آپؐ نے ضرور جنگ کی۔ اگر تمام اسلامی غزوات پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ اپنے اندر ایک حکیمانہ رنگ رکھتی تھیں۔ بالخصوص **فتح مکہ سے پہلے جس قدر جنگیں ہوئیں ان سب کا مقصد صرف یہی تھا کہ فتح مکہ کا راستہ صاف کیا جائے۔**

اگر اس آیت کے یہ معنی ہوتے کہ تم جہاں سے بھی نکلو قبلہ کی طرف اپنا منہ کرو تو جیسا کہ بتایا جا چکا ہے مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ کے الفاظ اس آیت میں نہ ہوتے بلکہ ان الفاظ کے بجائے یہ الفاظ ہوتے کہ تم جہاں کہیں ہو قبلہ کی طرف اپنا منہ رکھو۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے کے لیے جہاں کہیں کے الفاظ ہونے چاہیے تھے نہ یہ کہ تم جہاں سے بھی نکلو قبلہ کی طرف اپنا منہ پھیر دو کیونکہ لوگ کہیں سے نکلتے وقت نمازیں نہیں پڑھا کرتے۔

نکلتے وقت تو لوگ چلا کرتے تھے۔ پس اس آیت کا نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ تم جہاں سے بھی نکلو چاہے تم اس مقام سے نکلو جس کا منہ مشرق کی طرف ہو۔ چاہے اس مقام سے نکلو جس کا منہ مغرب کی طرف ہو۔ چاہے اس مقام سے نکلو جس کا منہ شمال کی طرف ہو۔ چاہے اس مقام سے نکلو جس کا منہ جنوب کی طرف ہو بہر حال تمہارا منہ مکہ کی طرف ہونا چاہیے یعنی تمہاری توجہ اور تمہارا خیال اور تمہارا ذہن صرف اسی بات کی طرف رہنا چاہیے کہ تم نے مکہ فتح کرنا ہے اور وہاں اسلام کو قائم کر کے سارے عرب کو زیر اثر لانا ہے۔

وُجُوْہ کے معنی توجہات کے بھی ہوتے ہیں... پس اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا ایک ہی مقصد ہونا چاہیے **کہ تم نے خانہ کعبہ کو فتح کر کے اسے اسلام کا مرکز بنانا ہے** کیونکہ جب تک مکہ میں اسلام پھیل نہیں جاتا، جب تک مکہ مسلمانوں کے ماتحت نہیں آ جاتا اس وقت تک باقی تمام عرب مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہ پروگرام تھا جو مسلمانوں کا مقرر کیا گیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ پروگرام ان کی طاقت سے بہت بالا تھا۔ بیشک عرب کی حکومت کوئی منظم حکومت نہ تھی مگر وہ طوائف الملوکی بھی نہیں تھی۔ مختلف بادشاہ اس کے ساتھ تعلق رکھتے اور معاہدات وغیرہ کرتے تھے۔ اسی طرح مکہ گو پوری طرح منظم نہ ہو مگر بہر حال وہ ایک ایسے ملک کا دارالحکومت تھا جس کی آبادی پندرہ بیس لاکھ تھی۔ اردگرد کے تمام قبائل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھتی تھیں اور وہ اس کے فیصلوں اور حکموں کو واجب الاطاعت سمجھتے تھے۔ پھر اس زمانے کے لحاظ سے وہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ پندرہ سولہ ہزار اس کی آبادی تھی اور نہ صرف اس کی تمام کی تمام آبادی بلکہ ملک بھر کے پندرہ بیس لاکھ آدمی سب کے سب سپاہی تھے۔ فنونِ جنگ میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔ جنگجو بہادر اور لڑاکے تھے اور مسلمانوں کے لیے ان کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جس وقت یہ آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں میں صرف چار پانچ سو سپاہی تھے زیادہ سے زیادہ ہزار سمجھ لو اور عورتوں اور بچوں وغیرہ کو ملا کر ان کی کل تعداد گیارہ بارہ ہزار ہو گی اس سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد نہیں تھی اور ان کی جنگی طاقت تو بہر حال ناقابل ذکر تھی مگر ایسی حالت میں جب کہ مسلمان سخت کمزور تھے، جب ان کی تعداد کفار کے مقابلے میں کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی تھی، جب ان کے پاس لڑائی کا کوئی سامان نہ تھا اور جب ان کی جنگی طاقت کفار کے مقابلہ میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی تھی اللہ تعالیٰ تمام کفار کو چیلنج دیتا ہے کہ یہ مسلمان گو تمہیں تھوڑے دکھائی دیتے ہیں تمہیں کمزور اور ناطاقت نظر آتے ہیں مگر یہی مسلمان ایک دن تمہارے ملک کو فتح کریں گے، تمہارے دارالحکومت پر قابض ہوں گے اور وہاں ان کو اس قدر غلبہ میسر آ جائے گا کہ یہ اسلام کے احکام کو وہاں جاری کریں گے اور کفر کو عرب کی سرزمین سے بالکل مٹا دیں گے۔ یہ دعویٰ مسلمانوں کی حالت کے لحاظ سے ایک مجنونانہ دعویٰ تھا اور پھر یہ دعویٰ ایسا تھا جو کسی خاص علاقہ سے مخصوص نہیں تھا بلکہ اس دعویٰ کا اثر وسیع سے وسیع تر تھا کیونکہ نہ صرف اس میں مکہ کو فتح کرنے کی پیشگوئی کی گئی تھی، نہ صرف عرب پر غالب آ جانے کا اعلان کیا گیا تھا بلکہ عیسائیت کو بھی چیلنج دیا گیا تھا، یہودیت کو بھی چیلنج دیا گیا تھا، مجوسیت کو بھی چیلنج دیا گیا تھا اور بڑے زور سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ان تمام مذاہب کو شکست دے کر اسلام ساری دنیا پر غالب آ جائے گا۔ یہ دعویٰ ایک مجنونانہ دعویٰ تھا۔ اسی وجہ سے کفار رسول کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو" نعوذ باللہ "پاگل کہا کرتے تھے اور صحابہؓ کو بھی وہ پاگل سمجھتے تھے کیونکہ وہ ایک ایسا دعویٰ کر رہے تھے جس کے پورا ہونے کے اس مادی دنیا میں انہیں کوئی اسباب نظر نہیں آتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک غیر معمولی کاموں کے لیے ہر انسان کے اندر وہ حالت پیدا نہ ہو جائے جسے بعض حالتوں میں طب میں مانو مینیا [Monomania] کہا جاتا ہے" یعنی صرف اور صرف ایک چیز کی طرف توجہ کرنا "جب تک وہ اَور تمام مقاصد کو بھول نہ جائے، جب تک اس کے اندر ہر وقت ایک خلش اور بے تابی نہ پائی جائے اور جب تک غیر معمولی کاموں کے لیے اس کے اندر جنون کا سا رنگ پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک ان کاموں میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اسی کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں توجہ دلائی ہے کہ تم باقی تمام مقاصد کو بھول جاؤ اور صرف اس مقصد کو اپنے سامنے رکھو کہ ہم نے مکہ کو اسلام کے لیے فتح کرنا ہے۔ جب تک یہ مرکز اور یہ قلعہ تمہیں حاصل نہیں ہو گا سارے عرب اور پھر ساری دنیا پر تمہیں غلبہ میسر نہیں آ سکے گا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں کہا کہ تم جس جگہ سے بھی نکلو اپنی توجہ مسجد حرام کی طرف رکھو۔ یہ کیوں نہیں کہا کہ تم جس طرف بھی حملہ کرو اپنی توجہ مسجد حرام کی طرف رکھو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خروج کے وقت ہی یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ہمارا اس حملہ سے کیا مقصد ہے؟ یہ نہیں ہوتا کہ انسان لڑائی تو پہلے شروع کر دے اور اس کا مقصد بعد میں سوچے۔ پس چونکہ یہاں فتح مکہ کے مقصد کو سامنے رکھنے کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا اس لیے فرمایا کہ تم نکلتے وقت یہ دیکھ لیا کرو کہ ہماری اس جنگ کا اثر فتح مکہ پر کیا پڑے گا؟ اگر وہ جنگ فتح مکہ میں ممد نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو جارحانہ جنگ کی اجازت دیتا ہے کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان آیات کے نزول سے پہلے ہی کفار سے جنگیں شروع ہو چکی تھیں۔ یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس رنگ میں فتح مکہ کی ضرورت باقی نہیں رہنی تھی کیونکہ آپؐ کے بعد مکہ پر کوئی حملہ نہیں ہونا تھا بلکہ اس نے کامل طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں ہی رہنا تھا۔ گویا اس میں آئندہ کے لیے یہ پیشگوئی کر دی کہ مکہ مکرمہ کی دوبارہ جسمانی فتح نہیں ہو گی کیونکہ مکہ کی عظمت قائم کرنے والی ایک فعال جماعت پیدا کر دی جائے گی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 11 تا 18 ایڈیشن 2022ء)

یہ تفسیر اور تمہید اس لیے ضروری تھی کہ آئندہ آگے فتح مکہ کے واقعات کا جو ذکر آنا ہے اس میں بھی اس بیک گراؤنڈ سے اس پس منظر سے سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں ایک شہید کا ذکر بھی کروں گا اور نماز کے بعد ان کا جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو **مکرم ڈاکٹر شیخ محمد محمود صاحب ابن شیخ مبشر احمد صاحب دہلوی ہیں**۔ سرگودھا کے تھے۔ ان کو معاند احمدیت نے 16 مئی کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات میں لکھا ہے کہ وقوعہ کے روز ڈاکٹر صاحب نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنی فیملی کے ہمراہ فاطمہ ہسپتال سرگودھا جہاں وہ پریکٹس کرتے تھے پہنچے۔ ہسپتال میں داخل ہو کر main استقبال کی جگہ سے گزرتے

ہوئے ایمرجنسی کے سامنے کوریڈور میں پہنچ کر اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے کہ وہاں پہلے سے موجود ایک نامعلوم شخص جو آپ کے پیچھے پیچھے آیا اس نے شاپنگ بیگ سے پستول نکال کر پشت سے فائرنگ کر دی۔ انہیں دو گولیاں لگیں جو آر پار ہو گئیں۔ فوری طور پر سول (civil) ہسپتال لے جایا گیا لیکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مکرم ڈاکٹر صاحب شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وقوعہ کے بعد حملہ آور اسلحہ لہراتے ہوئے ہسپتال کے باہر کھڑے اپنے ساتھی کے ہمراہ موٹر سائیکل پر فرار ہو گیا۔ شہادت کے وقت مرحوم کی عمر 59 سال تھی۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم بابو اعجاز حسین صاحب کے بھائی حضرت سرفراز حسین صاحب دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ بعد میں شہید مرحوم کے پڑدادا مکرم بابو اعجاز حسین صاحب دہلوی نے اپنے بھائی کی وساطت سے بیعت کر لی۔ شہید مرحوم کے پڑدادا بابو اعجاز حسین صاحب اور دادا مکرم بابو نذیر احمد صاحب دونوں کو یکے بعد دیگرے بحیثیت امیر جماعت احمدیہ دہلی خدمت کی توفیق ملی۔

شہید مرحوم نے ایف سی کالج لاہور سے ایف ایس سی کیا۔ پھر راولپنڈی میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے 1990ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور ایم بی بی ایس کے بعد پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کیا۔ چار سال سروسز ہسپتال اور جناح ہسپتال لاہور میں جاب کیا۔ 1998ء میں ان کو یہاں سے رائل کالج آف فزیشنز یوکے کی ممبر شپ اور 2021ء میں فیلو شپ کا اعزاز ملا۔ شہید مرحوم 2001ء میں سرگودھا شفٹ ہوئے۔ سرگودھا شفٹ ہونے کے پس منظر میں انسانیت کی خدمت کا پہلو نمایاں تھا۔ آپ ضلع سرگودھا کے پہلے ماہر امراض جگر و معدہ تھے۔ سرگودھا میں ایک پرائیویٹ ہسپتال کو جوائن کر لیا جس کے مالک کے ڈاکٹر صاحب سے بڑے اچھے تعلقات تھے لیکن اس کی سیاسی بیک گراؤنڈ تھی۔ 2018ء میں قومی اسمبلی کے انتخاب میں اس نے حصہ لینا تھا۔ سیاسی آدمی تھا۔ اس کو مولویوں نے دھمکیاں دیں کہ ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے تو اس نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ آپ ہسپتال چھوڑ دیں یہ میری مجبوری ہے اب آپ میرے ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب نے وہاں سے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے دوسرا ہسپتال جوائن کر لیا۔

2001ء میں جب سے یہ سرگودھا شفٹ ہوئے تھے باقاعدگی کے ساتھ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بھی وزٹنگ ڈاکٹر کے طور پر وقت دے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ کثیر تعداد میں مریض ان سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ دنیاوی علم کے علاوہ ان کو دینی علم بھی بہت تھا قرآن کریم کی تفسیر، تذکرہ، روحانی خزائن سمیت دیگر جماعتی کتب اور اختلافی امور پر مشتمل کتب کا وسیع مطالعہ تھا۔ شہید مرحوم کو بحیثیت نائب امیر ضلع سرگودھا بھی خدمت کی توفیق ملی۔ میڈیکل ایسوسی ایشن کے قیام کے بعد سے اس کے ممبر تھے اور 2024ء میں یہ نائب صدر ایسوسی ایشن مقرر ہوئے اور سرگودھا چیپٹر کے یہ صدر بھی تھے۔ گذشتہ تین سال سے ان کو کینسر کی تکلیف بھی تھی۔ اس کے باوجود ہمیشہ اپنی بیماری پر دوسروں کی بیماری کو

ترجیح دی اور ہر وقت خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ مریضوں سے ہمدردی، محبت اور ضرورتمندوں کا فری علاج نمایاں وصف تھا۔ ضرورتمند مریضوں کو فری علاج کے علاوہ واپسی کے لیے کرایہ بھی دے دیتے تھے بلکہ بعض ٹیسٹ مفت کراتے تھے اور اس کے پیسے دیتے تھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے ضلع سرگودھا کے پہلے ماہر امراض جگر و معدہ تھے۔

مالی لحاظ سے کمزور بچیوں کی شادیوں پر پردہ پوشی کرتے ہوئے ان کی بڑی نمایاں مدد کیا کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک ضرورتمند کی عرصہ دراز سے باقاعدگی سے مالی معاونت کر رہے تھے۔ پہلے تو وہ شخص مہینے میں ایک دو بار آتا تھا۔ پھر اس نے ہر دوسرے دن یا تیسرے دن آنا شروع کر دیا لیکن پھر بھی آپ اس کی معاونت کرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب عام طور پہ ناراض نہیں ہوتے تھے۔ بڑے نرم دل تھے۔ ایک دن اس نے کسی بات پر کوئی زیادہ ضد کی ہو گی تو کوئی سخت بات ان کے منہ سے نکل گئی لیکن طبیعت کی نرمی اور نیکی تھی کہ ساری رات بے چین رہے اور پریشان رہے کہ میں نے اس کو سخت بات کیوں کہہ دی۔ اگلے روز اسے بلایا اور اس سے معذرت کی اور پھر اسے مالی معاونت کی کافی رقم دے دی۔

بزرگانِ سلسلہ سے عقیدت کا تعلق تھا۔ ضرورت پڑنے پر ربوہ جا کر خصوصی طور پر مریضوں کا معائنہ کرتے اور علاج تجویز کرتے تھے۔

شہید مرحوم کی والدہ محترمہ امۃ الحئی صاحبہ کہتی ہیں کہ مرحوم والدین کا بے حد احترام کرنے والے تھے۔ کوئی ایسی ضرورت نہ تھی کہ جو بغیر مطالبے کے پوری نہ کی ہو۔ کبھی ہم نے مطالبہ نہیں کیا لیکن وہ پوری کرتے تھے۔ بچپن سے ہی بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ اپنے کام سے کام رکھنے والے، خلافت سے بے حد عشق تھا۔ غریبوں اور مریضوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ مالی معاملات لین دین کا مکمل حساب رکھتے تھے۔ خاندان کے سب افراد کو باہمی جوڑ کر رکھا ہوا تھا۔

ان کی اہلیہ امۃ النور صاحبہ کہتی ہیں۔ نظام جماعت سے جوڑنے کی ہمیشہ بچوں کو تلقین کرتے۔ خلافت سے والہانہ عقیدت تھی اور خطبات باقاعدہ سنتے تھے اور پوائنٹس اپنی ڈائری میں نوٹ کیا کرتے تھے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس طرح کرتے ہیں بلکہ واقفین زندگی بھی ایسے نہیں کرتے۔ خطبات کے پوائنٹس نوٹ کرتے تھے تاکہ کام آئیں۔ چندہ جات کی ادائیگی بھی مثالی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کے چندہ وصیت 2025ء کا تمام حساب صاف تھا۔

ان کے چار بچے ہیں، دو بیٹے دو بیٹیاں۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر بصیر ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیشہ ہمیں خلافت سے تعلق رکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹی صائمہ ہیں وہ کہتی ہیں بے حد شفیق باپ۔ میری شادی کے موقع پر مجھے ایک نصیحت یہ کی تھی کہ بیٹا! اپنے سسرال جا کر ہمیشہ نظام جماعت سے منسلک رہنا۔ اگر کبھی کسی حوالے سے جماعتی خدمت کا اعزاز ملے تو کبھی انکار نہ کرنا۔ عمومی طور پر کہتی ہیں کہ والد صاحب عمومی سرگرمیوں میں بھی جماعتی خدمت کا پہلو نکال لیا کرتے تھے۔

ان کی ایک بہو ہیں، کہتی ہیں کہ توکل علی اللہ پر بہت زور دیتے تھے۔ جب بھی کسی معاملے میں راہنمائی کی درخواست کی تو انہوں نے اپنی بات دعا سے شروع کر کے دعا پر ہی ختم کی۔

ان کی ہمشیرہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ جماعت کی مخالفانہ سرگرمیوں کے حوالے سے بہت پریشان تھے۔ راتوں کو اٹھ کر نفل پڑھنا اور تہجد روز کا معمول تھا۔

امیر ضلع سرگودھا خالد محمود صاحب کہتے ہیں کہ غریبوں کے مسیحا اور عظیم انسان تھے۔ نافع الناس ہونے کے علاوہ عاجزی اور انکساری کا وصف نمایاں تھا۔ اکثر غریب مریضوں کو فیس واپس کر دیا کرتے تھے۔ جماعتی قربانی کا وصف بھی نمایاں تھا۔ چندہ جات کی وعدہ جات کے مطابق ادائیگی کے علاوہ اضافی چندے کے حوالے سے بھی خصوصی معاونت کیا کرتے تھے۔ عہدیداران جماعت کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔

زبیر صاحب وہاں سرگودھا کے مربی سلسلہ ہیں، کہتے ہیں کہ ہمارا انتہائی محبوب، انسانیت کا خادم، رحم و شفقت کا پیکر، لاکھوں افراد کا مسیحا، خلافت کا شیدائی، مجسم فرشتہ انسان ہم سے جدا ہو گیا۔ شہید مرحوم درویش انسان تھے۔ زندگی کا ہر پہلو مثالی تھا۔ جب بھی کوئی عہدیدار یا وقف زندگی ان کے پاس جاتا تو کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور رخصت کے وقت بھی دروازے پر چھوڑ کر آتے۔ کہتے ہیں جب ان کی توجہ اس طرف کرائی کہ حالات خراب ہیں اپنے ساتھ کوئی سیکیورٹی گارڈ رکھیں یا خادم رکھا کریں تا کہ احتیاط کے تقاضے پورے ہوں تو اس پر ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں کوئی گارڈ یا خادم اپنے ساتھ سیکیورٹی کے لیے رکھ تو لوں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ خدانخواستہ کوئی مجھے مارنے آئے تو میری وجہ سے کسی دوسرے کی جان چلی جائے۔ حالانکہ مخالفین نے ان کے خلاف ضلع بھر میں اشتہار بھی تقسیم کیے تھے کہ قتل کیا جائے اور سزا یہ ہے اور وہ ہے لیکن اس کے باوجود کبھی انہوں نے پروا نہیں کی اور مخالفین نے احمدیوں کی، احمدی ڈاکٹروں کی جو لسٹ بنائی تھی اس میں ڈاکٹر صاحب کا نام سرفہرست تھا جن کو مولویوں نے ٹارگٹ کرنا تھا بلکہ وہاں ایک مولوی اکرم طوفانی ہے اس نے تو ان کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا ہوا تھا اور پھر اس فتوے کو تقسیم بھی کیا تھا لیکن حکومت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

فاطمہ ہسپتال جو کہ سچن ہسپتال ہے اس کے ایڈمنسٹریٹر ہیں جو پادری بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسانیت کا خادم ایک انسان ہم سے جدا ہو گیا۔ ہمارے دل شدت غم سے نڈھال ہیں بلکہ یہ موصوف جو عیسائی ہیں اور جو ہسپتال کے ایڈمنسٹریٹر ہیں، یہ اپنے دیگر ساتھیوں اور انتظامی عملہ کے ہمراہ مرحوم کے جنازہ پہ ربوہ بھی آئے تھے۔

سوشل اور پرنٹ میڈیا نے بھی ڈاکٹر صاحب کی شہادت کو کور (cover) کیا۔ ایک اسسٹنٹ کمشنر ہیں انہوں نے اپنی پوسٹ میں لکھا لیکن یہ لوگ لکھ ہی سکتے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے کیونکہ مولوی کے سامنے کھڑے ہونے کی یا اس کے خلاف فیصلہ لینے کی جرأت نہیں ہے لیکن بہرحال یہ بھی ان کی جرأت ہے کہ عورت ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی پوسٹ میں لکھا ہے کہ شیخ محمود غریبوں کے مسیحا سے کم نہ تھے۔ بہترین میڈیکل سپیشلسٹ تھے۔ بعض دفعہ تو مہنگے ٹیسٹ بھی غریبوں کو فری کر دیا کرتے تھے۔ ضلع بھر میں شاید ہی کوئی گھرانہ ہو جنہوں نے ڈاکٹر صاحب سے علاج نہ کروایا ہو۔ یہ غیر از جماعت ہیں لیکن تعریف کر رہی ہیں۔ کہتی ہیں کہ اکثر فری علاج کرتے تھے اور یہ بہت بڑا کام ہے۔ مجھے اس کا اس لیے بھی ادراک ہے کیونکہ میں خود بھی ڈاکٹر ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کہیں اَور بھی، کسی ملک میں بھی جاتے تو بہت پیسے کما سکتے تھے اور آسائش کی زندگی گزار سکتے تھے مگر انہوں نے یہاں سرگودھا میں انسانیت کی خدمت کو ترجیح دی۔ کہتی ہیں کہ

آج پہلی دفعہ کسی انسان کے جانے پر آنسوؤں سے روئی ہوں جس سے میرا کوئی ذاتی رشتہ نہ تھا صرف انسانیت کا رشتہ تھا۔ اس شخص کے اللہ کے بندوں پر بہت احسان تھے۔ آپ پوچھیں گے کہ ان کا جرم کیا تھا تو عرض ہے کہ ان کا جرم احمدی ہونا تھا۔

ایک اَور ڈاکٹر ہیں انہوں نے لکھا کہ ڈاکٹر صاحب سرگودھا کے پہلے ای آر سی پی (ERCP) کرنے والے میڈیکل سپیشلسٹ تھے۔ اتنے قابل اور سینئر ہونے کے باوجود آج بھی سرگودھا میں سب سے کم ریٹ پر پروسیجر کرتے تھے۔ عقیدہ مختلف ہونے کی بنا پر قتل کر دیا گیا۔ کیا اس ملک میں کوئی قانون ہے؟

ایک نجی چینل کے اینکر صحافی نے لکھا کہ انتہائی دکھ اور قابل مذمت درندگی کے اس فعل پر میرے پاس مذمت کے الفاظ نہیں ہیں۔

ایک صحافی نے لکھا کہ اب بہت ہو چکا۔ پاکستان کو بچانے کے لیے انتہاپسندوں کے گروپس اور تنظیموں کو روکنا ہو گا۔ بنیادی انسانی حقوق اور احمدیوں کے خلاف اس نوعیت کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے انتہا پسند تنظیموں کو ban کرنا ضروری ہے لیکن نام نہاد مذہبی ٹھیکیداروں کا خوف اس قدر ہے کہ حکومت بھی بے بس ہے۔ حتّٰی کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی بے بس ہیں اور عدالتیں بھی بے بس ہیں۔

اللہ تعالیٰ جلد اب ان کی پکڑ کے سامان کرے اور ملک کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان نام نہاد مذہبی لوگوں سے جو حقیقت میں دہشت گرد ہیں اور مذہب کے نام پر دہشت گردی کر رہے ہیں اب چھٹکارا حاصل کیا جائے کیونکہ یہ لوگ تو ملک کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ ہر ایک جو اِن کے خلاف ہے اس پر حملہ کرتے ہیں۔ بہرحال ہماری فریادیں تو اللہ تعالیٰ کے آگے ہیں اور اس کا پورا حق ہمیں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ان کی والدہ بڑی عمر کی ہیں۔ ان کے غم کو بھی ہلکا کرے۔ ان کی بیوی اور ان کے بچے اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 / جون 2025ء جلد 32 شمارہ 139 صفحہ 02 تا 06)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30 رمئی 2025ء بمطابق 30 رہجرت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ (النور:54تا57)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے **جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قائم ہوئے** ایک سو سترہ سال گزر چکے ہیں۔ 1908ء میں یہ نظام قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق یہ قائم ہوا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جماعت احمدیہ پر کہ ہم ایک ایسے نظام کا حصہ ہیں جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ مسیح و مہدی کی آمد کے بعد ایک ایسا دور شروع ہو گا جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دور ہے اور پھر اسی نظام میں خلافت کا دور بھی شروع ہو گا جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح طور پر پیشگوئی فرمائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی۔ جب یہ دور ختم ہو گا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 حدیث 18596 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

پس یہ پیشگوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ایک نیا دور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا شروع ہوا اور آپؑ کے وصال کے بعد خلافت کا دور بھی شروع ہوا۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی

پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق اطاعت کرو۔ یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے اور اس رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان میں سے ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

پس ان آیتوں سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے **مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ تم میں نظام خلافت** قائم ہو گا۔ خلفائے راشدین کا زمانہ تیس سال تک رہا۔ اب تیس سال کے لیے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک مکمل وعدہ تھا اور اس کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دی جیسا کہ میں نے حدیث پڑھی ہے کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت تھی۔ پھر بادشاہت تھی۔ پھر جابر بادشاہت تھی۔ پھر خلافت علی منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ مسیح موعود کے زمانے میں قائم ہو گی۔ پس اس بات کو ہم احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کا ایک عہد کیا ہے اور اس عہد کی ایک شرط یہ ہے کہ ہم ہمیشہ خلافت کے ساتھ جڑے رہیں گے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے بلکہ تلقین فرمائی ہے اور اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پس جب تک ہم خلافت سے جڑے رہیں گے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے لیکن اس کے لیے بھی شرائط ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیات میں بھی فرمایا ہے۔ پس ان شرائط کو پورا کرنا بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

ان کی وضاحت سے **پہلے خلافت کے جاری رہنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا** جو ارشاد ہے وہ بھی میں پڑھتا ہوں۔ آپ نے رسالہ الوصیت میں فرمایا خدا تعالیٰ ”دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد

ہو گئے۔" یعنی ان پڑھ اور جاہل لوگ جو تھے، گاؤں کے رہنے والے مرتد ہو گئے۔ "اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔(النور:56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اِس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا..."

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔"

یہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی حدیث کے مطابق ایک دائمی قدرت کی نشاندہی فرمادی ہے۔ "جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی۔" آپؑ نے فرمایا اور دوسری قدرت نہیں آ سکتی۔ "جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے، پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304 تا 306)

اب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور ہر ملک میں صالحین کی جماعت اکٹھی ہو کر دعائیں کرے۔ اس وقت جب آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا تھا انڈیا میں یا ہندوستان میں جماعت احمدیہ تھی اور چند ایک لوگ باہر ہوں گے لیکن یہ پیشگوئی بھی آپؑ نے ایک رنگ میں فرمادی کہ ہر ملک میں یہ دعا کرتے رہیں گویا کہ آئندہ زمانہ ایسا آئے گا کہ جب دنیا میں

ہر جگہ جماعت احمدیہ پھیل جائے گی اور آج ہم وہ زمانہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں جماعت احمدیہ پھیلی ہوئی ہے اور ہر جگہ خلافت سے وفا اور پیار اور محبت کا تعلق ہمیں نظر آتا ہے جو دُور دراز کے ملکوں میں رہنے والوں میں بھی ہے اور خلافت خامسہ کے انتخاب میں بھی آپ نے دیکھا کس طرح دنیا میں پھیلے ہوئے لوگوں نے اکٹھے ہو کر نظامِ خلافت کے ساتھ جڑنے کا عہد کیا اور بیعت کی اور یہ بیعت ان شاء اللہ آئندہ بھی قائم رہے گی لوگ کرتے رہیں گے اور آئندہ ہمیشہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے ہمیں نوازتا چلا جائے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ہمیں اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خوشخبری کا پیغام ہے۔

پس ہمیں چاہیے کہ خلافت کے ساتھ جڑے رہیں اور خلافت کے نظام کے قائم کرنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے رہیں گے تو تا قیامت ہم خلافت سے وابستہ رہیں گے۔ نسلیں ہماری وابستہ رہیں گی اور اس کے فیض سے فیض پاتے رہیں گے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاید جماعت احمدیہ میں بھی خلافت ملوکیت میں بدل جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور جو حدیث میں نے پڑھی آپؐ نے اس میں جو فرمایا ہے وہ بھی یہی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا وہ بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی جو خلافت ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ روحانی خلافت رہے گی اور اس کا سلسلہ قیامت تک رہے گا اور کوئی اس میں ایسا دَور نہیں آئے گا جب کہا جائے کہ شاید کوئی ملوکیت آ گئی۔ بعض فتنہ پرداز لوگ یہ باتیں کہنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں ملوکیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ روحانی خلافت قائم رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تمہارے اندر بھی اسی طرح خلافت قائم ہو گی جس طرح کہ پہلے لوگوں میں خلافت قائم تھی اور وہ خلافت ملوکیت کی خلافت نہیں تھی بلکہ روحانیت کی خلافت تھی جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ قرآن کریم میں مذکور انبیاء کی تاریخ سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ خلافت کا نظام تھا جو اللہ تعالیٰ براہ راست دیتا تھا لیکن ایک دوسرا نظام بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے جو خلفائے راشدین کے دور سے شروع ہوا اور وہ اب آگے چل رہا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس عنوان پر ایک مضمون لکھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید ایک زمانہ آئے کہ ملوکیت کا نظام آ جائے۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پتہ لگا تو آپؓ **نے بڑی سختی سے اس کا رد فرمایا، بڑی تردید فرمائی** اور آپؓ نے فرمایا کہ ملوکیت جماعت احمدیہ میں نہیں آئے گی جب تک روحانیت اور تقویٰ قائم ہے۔ (ماخوذ از الفضل 3 اپریل 1952ء صفحہ 3)

اور یہ ان شاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے فرمائے ہیں جیسا کہ آپؑ نے خود فرمایا ہے کہ جب تک وہ وعدے پورے نہیں ہوتے کوئی ایسا نظام جماعت احمدیہ میں نہیں آئے گا جو آپ کی خلافت کو گزند پہنچانے والا ہو، نقصان پہنچانے والا ہو۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ خلافت کے مقام کا ادراک رکھنے والے اور کامل وفا سے خلافت کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اس لیے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ اس کے بعد کوئی اپنی رائے رکھتے۔ بلکہ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں

کسی معاملے میں کوئی رائے رکھتا ہوں اور خلیفۃ المسیح اس کے خلاف فیصلہ فرما دیں، اور ان کی رائے مختلف ہو تو میرے دل میں کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ میری کوئی اپنی رائے بھی ہے۔ یہ تھی وفا، کامل وفا۔ بہرحال اس لحاظ سے بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقینِ کامل ہونا چاہیے کہ نظام خلافت اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق قائم ہوا اور اس کے مطابق چلتا رہے گا نہ کہ کسی قسم کی دنیاوی بادشاہت اس میں آئے گی۔ خلیفۂ وقت تو راتوں کو اٹھ کر اپنی نمازوں میں افراد جماعت کے لیے دعا کرتا ہے۔ کیا کوئی بادشاہ ایسا ہے جو یہ عمل کرتا ہو؟

پس اس بات کو ہم اگر یاد رکھیں اور اس کے مطابق عمل بھی کریں تو پھر ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ یہ ان لوگوں کو ملے گا جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے۔ پس جب تک ہم میں سے وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرتے رہیں گے تو وہ لوگ بھی حصہ پاتے رہیں گے اور ہم بھی اس وعدے سے حصہ پاتے رہیں گے۔ اگر نہیں تو ایسے لوگ تو علیحدہ ہو جائیں گے لیکن خدائی وعدہ ان شاء اللہ کبھی نہیں ٹلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا کہ اگر تم اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور ہدایت پاتے رہو گے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کہ اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کے ساتھ یہ وعدہ ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے۔ ایمان اور عمل صالح کا معیار جو ہے وہ پہلی آیت میں بیان فرما دیا۔ کامل اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھو تب ہی حقیقی مومن کہلاؤ گے۔ تبھی نیک اعمال بجالانے کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور اس میں بڑھتے چلے جانے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ جب یہ معیار حاصل ہو جائے گا تو پھر خلافت کی نعمت سے ہم فیض پاتے چلے جائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے خلافت کو جاری رکھنے کے لیے اور اس سے فیض پانے کے لیے ہم لوگوں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ جو اس خلافت سے منسلک ہوں گے وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں اور اس کے حکموں پر عمل کریں۔

مسلمانوں میں اب دیکھ لیں، تاریخ ہمیں بتاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہے اس کے مطابق یہی ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں حقیقی خلافت، خلافتِ راشدہ اس وقت تک قائم رہی جب تک وہ لوگ اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھے رہے۔ جب اطاعت سے باہر نکلے تو خلافت سے بھی محروم ہو گئے۔ پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جماعت احمدیہ سے منسلک ہو کر اگر اس سے فیض پانا ہے تو خلافت کے ساتھ جڑنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے اور خلافت کی کامل اطاعت کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے اور خلیفہ وقت کے حکموں پر عمل کرنا اور اس سے وفا کا تعلق رکھنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔ تبھی وہ ہدایت یافتہ بھی ہو گا، تبھی وہ اس سے فیضیاب بھی ہوتا رہے گا جو ایک ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے جو حقیقی مومن ہے اور خلافت سے جڑنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خلافت کا یہ جو نظام ہے یہ ایسا نظام ہے کہ اللہ تعالیٰ خود دلوں کو پھیرتا ہے۔ یہی تائید الٰہی ہے اور ہمیشہ ہر خلافت کے زمانے میں ہم نے یہ دیکھا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ جب آپؓ خلیفہ کے مقام پر فائز ہوئے تو آپؓ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات تھیں اور لوگوں نے آپؓ کی بیعت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں بھی ہم نے دیکھا کہ

باوجود فتنہ و فساد کے اللہ تعالیٰ کی تائیدات آپؑ کے ساتھ تھیں اور یہ تائیدات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وعدوں کو پورا کرنے والی تھیں اور پھر جماعت احمدیہ ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو گئی اور جو لوگ خلافت کے نظام کے خلاف تھے یا آئندہ خلافت جاری رکھنے کے خلاف تھے وہ علیحدہ ہو گئے اور ان کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ پھر خلافت ثالثہ میں بھی ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک ہاتھ پر لوگ جمع ہوئے۔ پھر خلافت رابعہ میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح لوگ جمع ہوئے اور کسی قسم کے شر نے ان کو بکھرنے نہیں دیا اور پھر خلافت خامسہ میں بھی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے کس طرح لوگ جمع ہوئے۔ یہ ایک مثال ہے اور ایک ایسی مثال ہے جس کی اَور کوئی مثال نہیں اور دُور دراز ملکوں کے لوگ اکٹھے ہوئے اور ایسی وفا کا تعلق انہوں نے ظاہر کیا کہ اس کی بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اب دنیا میں آج آپ دیکھ لیں کہ جماعت احمدیہ ہی ہے جو ایک نظام میں پروئی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے **فضل سے جماعت سے وابستہ، خلافت سے وابستہ رہنے کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کے بہت فضل ہیں۔** یہ ٹھیک ہے کہ دشمنوں کی طرف سے جماعت احمدیہ پر بے شمار ظلموں کی بھرمار کی جا رہی ہے خاص طور پر پاکستان میں اور بعض اَور ملکوں میں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب اپنے ایمان پر قائم ہیں اور اس کے باوجود اس بات پر قائم ہیں کہ یہ تکلیفیں ہمیں ہمارے دین سے نہیں ہٹا سکتیں اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہم پر اور ہماری نسلوں پر جو انعامات کی بارش کر رہا ہے اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ پاکستان میں دیکھ لیں 1974ء میں جماعت کے خلاف جو فساد ہوا اس کے باوجود جماعت ترقی کرتی چلی گئی اور دنیا میں پھیل گئی۔ 1984ء میں جماعت کے خلاف جو قانون پاس ہوئے اس سے جماعت کی ترقی میں کوئی روک پیدا نہیں ہوئی۔ خلیفۂ وقت کو گو پاکستان ربوہ سے، مرکز ربوہ سے نکلنا پڑا لیکن جماعت کی ترقی میں کوئی روک پیدا نہیں ہوئی بلکہ باہر نکل کر ایک نئی شان سے خلافت پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم نے دیکھا اور خلافت کے زیر سایہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برساتے ہوئے ایک نیا دور شروع ہوا۔ اور پھر خلافت رابعہ میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح جماعت ترقی کر گئی اور اس طرح اب بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جماعت ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ باوجود اس کے کہ دشمن نے ظلموں کی انتہا کر دی ہے۔ آجکل خاص طور پر 2010ء کے بعد جب مخالفین نے بڑے وسیع پیمانے پر ہماری مسجدوں پر حملہ کر کے احمدیوں کو شہید کیا اور اس کے بعد پھر وقتاً فوقتاً شہادتیں ہو رہی ہیں بعض دفعہ زیادہ کبھی کم اور خلافت خامسہ کے دور میں تو بے شمار شہادتیں ہوئی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باوجود لوگوں کے ایمانوں کو متزلزل نہیں کر رہا۔ اللہ کا فضل ہے کہ لوگوں کے ایمان میں ترقی ہو رہی ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنے ایمان پر قائم ہیں بلکہ ایمان میں مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے بعض لوگ کمزور ایمان ہوتے ہیں، کچھ پیچھے بھی ہٹے ہوں گے لیکن اکثریت اپنے ایمانوں پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو نواز بھی رہا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اَور اَور ذریعوں سے نوازا ہے۔ ان کو باہر نکلنے کا موقع مل گیا اور اس طرح ان کو دنیاوی ترقیات سے بھی اللہ تعالیٰ نے نوازا۔

اسی طرح باہر کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اَور ملکوں میں جماعت احمدیہ کثرت سے پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت کے ساتھ تھا جس کے نتیجے یہ ظاہر ہو رہے ہیں کہ آج ہم دو سو تیرہ، چودہ ملکوں میں

جماعت احمدیہ کے نظام کو قائم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی جماعت قائم ہو رہی ہے اور دُور دراز رہنے والے لوگ بھی ایسے ہیں جو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح خلافت سے ان کا تعلق ہے۔ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں، بہت سارے واقعات بیان کرتا رہتا ہوں کہ کس طرح دور دراز کے افریقہ کے لوگ، گاؤں کے رہنے والے لوگ خلافت سے تعلق رکھنے والے ہیں اور باوجود نقصانات کے اپنے ایمان پر قائم ہیں۔

اب برکینا فاسو میں ڈوری کے مقام پر جہاں آٹھ، نو احمدیوں کی شہادتیں ہوئیں اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ ان کی نسلیں اور ان کی اولادیں ایمان پر قائم ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح ہمارے ان شہیدوں نے ایمان رکھا اور اپنی جانیں قربان کیں اور ہم بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اور ہم خلافت کے لیے اور خلافت کے نظام کو قائم کرنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔ اور ایسے ایسے محبت کے پیغام وہ مجھے بھیجتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان دُور بیٹھے ہوئے لوگوں کو جن کو ہم بعض دفعہ اَن پڑھ سمجھتے ہیں ان میں بھی ایمان کی ایسی حرارت ہے کہ ان کے الفاظ اور ان کا جذبہ اور ان کا عشق اور خلافت سے محبت اور پیار ایک ناقابل بیان اور ناقابلِ مثال چیز ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ خلافت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ دائمی ہو گی وہ اس دائمی نظام کو قائم رکھنے کے لیے لوگوں کے دلوں کو بھی ایمان سے بھر رہا ہے اور بھرتا چلا جا رہا ہے۔ افریقہ کے ایک ملک میں مَیں گیا۔ ایک شخص جس کے بازو بھی صحیح طرح کام نہیں کر رہے تھے، معذور تھا۔ اس نے مجھ سے سلام کیا اور اس زور سے جکڑا کہ لگتا تھا کہ میرا ہاتھ کسی شکنجے میں آگیا ہے اور اتنی محبت کا اظہار کیا کہ حیرت ہوتی تھی کہ اس کو کتنی محبت ہے۔ کبھی کوئی **جان پہچان پہلے نہیں۔ صرف خلافت کی محبت تھی۔** دیکھ کے لوگ آنسوؤں سے رونے لگ جاتے تھے۔ کبھی پہلے ملے نہیں، کوئی واقفیت نہیں لیکن اس طرح گلے لگ کے روتے کہ حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خلافت کے لیے محبت پیدا کر دی ہے اور یہ عہد کرتے تھے کہ ہم خلافت احمدیہ کو قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔ یہ ہمارا عہد ہی نہیں بلکہ ہم اس کو پورا کر کے دکھانے والے ہیں۔ بے شمار لوگ ہر سال مجھے خط لکھتے ہیں اور بے شمار خطوط ایسے ہیں جن میں چھوٹے بچوں سے لے کر عورتوں اور جوانوں اور بوڑھوں تک کے خطوط میں محبت کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے اور ایسی ایسی محبت کے نظارے ہیں جسے دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خلافت کے لیے اور جماعت کے لیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے محبت پیدا کر دی ہے اور اسلام کی ترقی کے لیے کتنا درد ان کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔ پس یہ چیز ہے جو خلافت احمدیہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے اور اس کو جاری رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کہ تم لوگ اس پر قائم رہو گے، اگر نیکیوں پر قائم رہو گے، اپنے عمل نیک رکھو گے تو پھر اس سے فیض بھی پاتے رہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی آیات میں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ایمان میں ترقی کرنے والے ایسے ہیں جو کبھی شرک نہیں کرتے۔

پس ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ ہر قسم کے شرک سے بچیں۔ گذشتہ دنوں میں نے یو کے کی شوریٰ میں جو ایک خطاب کیا تھا اس میں بھی میں نے یہی کہا تھا اور حضرت مصلح موعودؓ کے مختلف حوالوں سے یہ بات بیان کی تھی کہ اگر ہمارے اندر، کسی عہدیدار کے اندر اور صرف عہدیدار ہی مخاطب نہیں بلکہ ہر احمدی مخاطب ہے کسی شخص کے اندر بھی اَنا ہے، ہمارے اندر تکبر ہے تو ہمارے اندر شرک کی ملاوٹ ہے۔

پس اگر ہم نے خلافت کے فیض سے حقیقی فیض پانا ہے اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہے تو پھر ہمیں ہر قسم کے شرک سے، اپنی اناؤں سے اور تکبر سے اپنے آپ کو نجات دلانی ہو گی اور اس سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہو گا اور ایسے عہدیدار بھی اور ایسے کام کرنے والے بھی تبھی جماعت کے لیے مفید اور کارآمد وجود بن سکیں گے جب ان کی انائیں ختم ہو جائیں گی، جب ان کے تکبر ختم ہو جائیں گے اور خالصۃً للہ، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کام کرنے والے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو نماز کا قیام کرنے والے ہیں، جو زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کرنے والے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے یہ انعام کا سلسلہ، خلافت کے انعام کا سلسلہ شروع فرمایا ہے اس سے فیض پانے کے لیے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا وعدہ خلافت کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے یا خلافت سے فیض پانے کے لیے کامل اطاعت کرنے والوں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کیونکہ اللہ کی کامل اطاعت کرنے والے وہی ہیں جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں اور اس کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اور عبادت کے لیے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار اس بات کا حکم دیا ہے کہ نمازوں کو قائم کرو۔ پس نمازوں کا قیام انتہائی اہم چیز ہے۔ اس کے لیے ہر احمدی کو جو اپنے آپ کو خلافت سے منسلک سمجھتا ہے اور منسلک کرنا چاہتا ہے اور اس سے فیض پانا چاہتا ہے اس کو یہ بات سامنے رکھنی ہو گی کہ ہم نے نمازوں کے قیام کی طرف بھرپور توجہ دینی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازوں کے قیام کی تشریح کرتے ہوئے ایک جگہ بڑے عمدہ رنگ میں یہ فرمایا کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں امام خطبہ پڑھتا ہے اور نصائح کرتا ہے اور خلیفۂ وقت دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف قوموں کی وقتاً فوقتاً اٹھتی ہوئی اور پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر نصائح کرتا ہے جس سے قومی وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 575، ایڈیشن 2022ء)

خلیفۂ وقت سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل تصویر ہمارے سامنے ہے۔ پس آج تو ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے وہ نظام قائم کر دیا ہے جبکہ خلیفہ وقت کا خطبہ دنیا کے ہر ملک میں، ہر علاقے میں، ہر شہر میں، ہر گاؤں میں سنا اور دیکھا جاتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ جو باتیں خلیفۂ وقت کر رہا ہے وہ صرف سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے لیے ہوتی ہیں بلکہ بہت سے خطوط مجھے افریقہ سے، ترکی سے، روس کے ممالک سے آتے ہیں کہ آپ جو باتیں کر رہے ہیں وہ یوں لگتا ہے کہ ہمارے حالات کے مطابق

ہیں اور ہمیں یہ سن کر اپنی اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ واقعی خلافت کا نظام ایک ایسا نظام ہے جس نے ہمیں ایک اکائی میں پرویا ہے۔

پس یہ خیال کہ جو باتیں ہو رہی ہیں صرف پاکستانی ذہن رکھنے والوں کے لیے ہو رہی ہیں یا یورپ میں بعض لوگوں کے لیے ہو رہی ہیں یہ نہیں ہے بلکہ مجھے خطوط سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دنیا کے ہر کونے میں، ہر ملک میں جو روایات ہیں ان میں کچھ نہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو قدرِ مشترک ہیں اور اس کی وجہ سے لوگوں کو اپنی اصلاح کا موقع مل جاتا ہے۔ آجکل مَیں اسلامی تاریخ پر باتیں کر رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق باتیں کر رہا ہوں تو اس میں بھی کئی باتیں ایسی آجاتی ہیں جو ہمارے لیے نصائح ہیں اور لوگ اس سے بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

علاوہ اس کے ان کو تاریخ اسلام کا بھی پتہ لگ رہا ہے۔ اسلام کی بنیادی باتوں کا پتہ لگ رہا ہے اور اسی ضمن میں صحابہؓ کی سیرت کا بھی ان کو علم ہوا ہے۔ اور اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف مواقع پر جو اسوۂ حسنہ ہے اس کا بھی پتہ لگ رہا ہے۔ اور اس میں بھی بعض باتیں ایسی ہیں جو ان کی ذاتی اصلاح کے لیے بھی ان کو فائدہ مند ہیں اور اس سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس کا اظہار بھی لوگ کرتے ہیں۔

پس یہ خلافت ہی وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم میں پیدا کیا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے ایک اکائی جماعت احمدیہ میں پیدا ہو گئی ہے اور دنیا کے دو سو پندرہ ممالک میں رہنے والا ہر احمدی ایک اکائی بن کر اس نظام سے جڑا ہوا ہے اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ بھی تزکیہ اموال کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مالوں کو پاک کرو۔ اس میں باقی مالی قربانیاں بھی شامل ہیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ صرف جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے ہی یہ مالی نظام جاری ہے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت میں دنیا میں چندہ دینے کے ذریعہ سے افراد جماعت اور جماعتوں کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

ایک ملک میں اگر کمی ہے تو دوسرے ملک کے ذریعہ سے وہ کمی پوری ہو رہی ہے۔ افریقہ میں گو لوگ بڑی قربانیاں کرتے ہیں لیکن ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان کے اخراجات ان کی آمد سے بہت زیادہ ہیں اس لیے باہر کے ملکوں سے وہاں رقم بھیجنی پڑتی ہے اور وہاں اس کے ذریعہ سے سکولوں اور ہسپتالوں اور مشن ہاؤسز اور مساجد کا نظام چل رہا ہے اور وہاں کے لوگ بھی اس کے بہت شکر گزار ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک نظام میں رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ مخالفین ان ملکوں میں پہنچتے ہیں اور بعض جگہ ایسی ہیں جہاں جا کے وہ کہتے ہیں کہ تم قادیانیت کو چھوڑ دو۔ مرزائیت یا احمدیت کو چھوڑ دو۔ یہ احمدی لوگ اسلام کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے والے نہیں لیکن لوگ ان غیر احمدیوں کو جو ان کے پاس آتے ہیں یہی جواب دیتے ہیں کہ اب تک تو تم نے ہمیں کچھ سکھایا نہیں۔ آج جماعت احمدیہ آئی ہے اور انہوں نے ہمارے گاؤں میں، ہمارے قصبوں میں ہمارے شہروں میں مساجد بھی بنائی ہیں۔ ہماری تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ ہمیں سکولوں کی سہولتیں بھی مہیا کی ہیں۔ ہمیں ہسپتال بھی بنا کر دیے ہیں اور ہمیں دین بھی سکھا رہے ہیں۔ قرآن کریم ہمیں پڑھا رہے ہیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ ہمیں پڑھا رہے ہیں۔ تم نے تو اب تک کچھ کیا نہیں

اور آج تم ان کی مخالفت میں آ گئے ہو اور یہ کہنے کے لیے کہ یہ مسلمان نہیں ہیں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ اگر یہ مسلمان نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی دنیا میں مسلمان نہیں ہے۔ یہ جواب ہوتا ہے ان نومبائعین کا۔ پس یہ بھی خلافت کا جاری نظام ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں مالی قربانی کی روح پیدا کی اور چندہ جات اور زکوٰۃ کے ذریعہ سے، پھر نظام خلافت کے ذریعہ سے اس کا جو جائز مصرف ہے اور جو حقیقی مصرف ہے وہ ہو رہا ہے اور غریبوں کی پرورش بھی ہو رہی ہے۔ ضرورتمندوں کی ضرورتیں بھی پوری ہو رہی ہیں اور اسلام کی اشاعت کا کام بھی ہو رہا ہے۔

بہرحال جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا تھا بعض ایسے حالات ہیں جس کی وجہ سے بعض جگہوں پر بعض سختیاں بھی آ رہی ہیں۔ بنگلہ دیش ہے، بعض عرب ممالک ہیں، افریقہ میں ملک ہیں، پاکستان ہے اور بعض اَور جگہیں بھی ہیں، فلسطین میں بھی آجکل جہاں کوئی تھوڑے بہت احمدی ہیں بڑی مشکل میں ہیں۔

عمومی طور پر تو وہاں فلسطینیوں کی پوری قوم ہی مشکل میں گرفتار ہے اور ان پر انتہائی ظالمانہ طور پر، بہیمانہ طور پر ظلم کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ظلم سے نجات دے جو فلسطینیوں پر روا رکھا جا رہا ہے اور ان ظالموں کی کوشش تو یہ ہے کہ ان کی مکمل طور پر نسل کشی کر دی جائے اور یہ ایسا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔ لیکن بہرحال جو احمدی ہیں وہ ان تمام مصائب کو دیکھنے کے باوجود اس بات پر اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ ہمارے اندر نظام خلافت قائم ہے جو ہمیں تسلی بھی دیتا ہے اور ہماری ضروریات کو بھی پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے۔ بعض تو قدرتی آفات کے حادثے ہیں۔ کچھ انسانوں کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے اور اپنی اناؤں کی وجہ سے ایک فتنہ اور فساد میں دنیا پڑی ہوئی ہے جس کی وجہ سے جنگیں ہو رہی ہیں اور فساد پیدا ہوئے ہوئے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے اب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نہ کی تو پھر ایک تباہی دنیا پر آنے والی ہے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی مرتبہ پیشگوئی فرمائی ہے۔

پس نظامِ خلافت سے جڑنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیں کہ ہم نے دنیا کو بھی تباہی سے بچانا ہے اور جب دنیا کو تباہی سے بچانے کا عہد کریں گے تو پھر اس کے لیے کوشش بھی کریں گے اور کوشش یہ ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف لانے کی پوری کوشش کریں اور پیغام کو پہنچانے کے لیے اپنے حتی الوسع وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اس کے لیے جان، مال، وقت قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں اور اسی طرح خود بھی اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس طرح بڑھائیں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل ہر احمدی پر ہوں اور وہ ان فضلوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہو اور جب قرب پانے والا ہو گا تو پھر جہاں دنیا کو بچانے والا ہو گا وہاں وہ اپنی نسلوں کو بچانے والا بھی ہو گا اور اپنے آپ کو بھی آفات سے بچانے والا ہو گا کیونکہ یہ آفات اور تباہیاں جو ہیں یہ اس قدر گھمبیر شکل اختیار کرتی چلی جا رہی ہیں اور آئندہ پتہ نہیں کیا شکل اختیار کریں جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ جڑنے سے ہی اب دنیا کی بقا ہے اور خلافت احمدیہ اس نظام

کا تسلسل ہے، اس وعدے کا تسلسل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا اور جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جو مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جاری ہونا تھا۔ پس خلافت احمدیہ کی یہ جو کڑی ہے اللہ تعالیٰ تک لے کر جاتی ہے اور یہ اس کے نظام کو قائم کرنے کے لیے ایک کڑی ہے۔ اس کے لیے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے اور جب ہم یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضلوں کا بھی وارث بنائے گا اور وہ فضل ایسے ہوں گے کہ دنیا میں کسی اور پر ایسے فضل نازل نہیں ہو سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس میں اب آخر میں پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔" مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے "اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوی بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لیے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔" (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پس اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیا کے ہر کونے میں، ہر ملک میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو، خلافت احمدیہ کو ایسے لوگ مہیا فرما دیے ہیں جو اپنی قربانیوں کے معیاروں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے فرمائے ہیں ان کو ہم پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ یہ دنیا کا خاتمہ نہیں ہو گا جب تک اللہ تعالیٰ میرے سب وعدے پورے نہ کر دے کچھ میری زندگی میں اور کچھ میرے بعد یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور کچھ بعد میں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ آج تک پورا کرتا چلا جا رہا ہے اور نظامِ خلافت کے ساتھ جڑے رہنے والے اس کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتے چلے جائیں گے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر خوشخبریاں ہمیں دی ہیں ان سے حصہ پانے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے فیض کے وعدے سے فیض اٹھانے کے لیے خدا کی عظمت دلوں میں، اپنے دلوں میں بھی اور دنیا کے دلوں میں بھی اور اپنی نسلوں کے دلوں میں بھی بٹھانے والے بنیں اور عملی طور پر خدا تعالیٰ کی توحید کا اظہار کرنے والے ہوں۔ بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کرنے والے ہوں دلوں کو بغض اور کینوں سے پاک کرنے

والے ہوں۔ ہر ایک نیکی کی راہ پر قدم مارنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ کامل اطاعت کا نمونہ دکھانے والے ہوں اور ایمان میں ترقی کرتے چلے جانے والے ہوں تا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے قدم صدق کے قدم شمار ہوں اور ہم اس کے وعدوں سے فیض پانے والے بنیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم میں سے ہر فرد خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہے اور ہم مختلف وقتوں میں جو عہد کرتے ہیں، ذیلی تنظیموں میں بھی ہے، ان کے ممبران بھی عہد کرتے ہیں وہ اسے پورا کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں ایسا زمانہ لے کر آئے کہ جب ہم دیکھیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جھنڈا ہر جگہ لہرا رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبرداروں میں سے بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جب یہ ہو گا تو تب ہی وہ دن ہو گا جو ہمارے لیے خوشی کا دن ہو گا۔ وہی دن ہے جو ہمارے لیے ایسا بابرکت دن ہو گا جب ہم کہیں گے کہ خلافت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اس کی برکات سے آج ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور یہی دن ہیں جو دنیا کو تباہی سے بچانے والے دن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کے بعد میں دو جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا ذکر مکرم کرنل ڈاکٹر پیر محمد منیر صاحب کا ہے۔ یہ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے ایڈمنسٹریٹر بھی رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں پچاسی سال کی عمر میں یہ وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1963ء میں ڈاکٹر صاحب نے خود بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد 1967ء میں آپ نے وصیت کی اور وصیت کے نظام میں شامل ہوئے۔ 1991ء میں آپ کے عمل کو دیکھ کر آپ کے والدین نے بھی بیعت کی سعادت پائی۔ کرنل پیر محمد منیر صاحب نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بطور نائب امیر ضلع ملتان بھی خدمت کی توفیق پائی۔ 2004ء میں ربوہ شفٹ ہو گئے اور پھر وقف بعد از ریٹائرمنٹ کیا۔ فضل عمر ہسپتال میں ان کو لگایا گیا۔ جنرل فزیشن کے طور پر خدمات کیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کو فضل عمر ہسپتال کا ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا۔ اس عہدے پر بھی آپ نے بارہ سال تک بڑے اخلاص، محنت اور ہمدردی سے خدمت کی، اپنے فرائض سرانجام دیے اور 2017ء میں صحت کی کمزوری کی وجہ سے ایڈمنسٹریٹر سے ان کو سبکدوش کیا گیا لیکن بطور ڈاکٹر یہ پھر بھی ہسپتال میں خدمت کرتے رہے اور ای این ٹی کے شعبہ میں انہوں نے کام کیا۔ جماعت کے لیے آپ کی بطور واقف زندگی خدمات بھی انیس سال کی ہیں۔ آپ کی اہلیہ امۃ المالک صاحبہ جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی نواسی ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ نہایت شفیق باپ، مہربان شوہر اور پورے خاندان سے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ جماعت اور خلافت سے بہت تعلق تھا۔ اپنے وقف کو نہایت دیانتداری سے پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ کہتی ہیں ساٹھ سال کا میرا ان کا ساتھ تھا۔ بہت ہی نرم مزاج اور سب کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ میرے والدین کا اور میرے بہن بھائیوں کا اور اپنے والدین کا خیال برابر رکھا۔ انسانیت کو سب چیزوں پر مقدم رکھا ہوا تھا۔ ڈیوٹی سے دیر سے گھر آتے تھے تو جب کبھی بھی ان سے پوچھو تو کہا کرتے تھے کہ لوگوں کے کام

فائلوں کے ساتھ ہیں جب مرضی فائلیں بند کر دیں لیکن میرا کام انسانوں کے ساتھ ہے۔ میں ان سے ڈیل کرتا ہوں اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔ ایک دن کہتی ہیں کہ گھر بہت لیٹ آئے پوچھا کہ آج لیٹ کیوں آئے ہیں تو انہوں نے کہا کسی ہسپتال کا ایک صفائی کرنے والا خاکروب تھا۔ اپنے ہسپتال کا بھی نہیں۔ اس کی سرجری تھی اور اس کا دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا تو میں اس کے پاس بیٹھا رہا تا کہ اس کی دیکھ بھال کروں۔ تہجد گزار، صوم و صلوٰۃ اور نوافل کے پابند تھے۔ باقاعدگی سے روزے رکھتے تھے۔ ہر جمعرات کو روزہ رکھنے والے تھے۔ اور جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا ان کے عمل کو دیکھ کر ہی ان کے والدین نے 1991ء میں بیعت کی۔

ان کی والدہ کہا کرتی تھیں کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ احمدی نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور صرف مرزا صاحب کو ہی مانتے ہیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں تھی لیکن جب میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا تہجد گزار بھی ہے اور نمازوں کا پابند بھی ہے تو میں نے سوچا کہ احمدی غلط نہیں ہو سکتے۔ اس طرح ان کا اپنا عمل ان کے والدین کی جماعت میں شمولیت کا باعث بنا۔ بیعت کیونکہ انہوں نے خود تحقیق کر کے کی تھی اس لیے بڑے باعمل احمدی تھے۔ خلافت سے محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے باندھ کر رکھا اور ہمیشہ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی تلقین کرتے رہتے تھے کہ کسی بھی مشکل وقت میں خلیفہ وقت کو لکھو۔ اور خدمت کے لیے ان کو عہدے کی کوئی خواہش نہیں تھی بلکہ مجھے انہوں نے یہی لکھا تھا کہ جہاں بھی آپ لگائیں، جس خدمت پر بھی لگائیں میں تیار ہوں۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹے شامل ہیں۔ پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرمہ سلیمہ زاہد صاحبہ کا ہے جو سمیع اللہ زاہد صاحب مربی سلسلہ حال کینیڈا کی اہلیہ تھیں۔ یہ گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے عطاء المومن زاہد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور استاد جامعہ احمدیہ یوکے ہیں۔

مومن زاہد صاحب کے والد نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ بلامبالغہ ساٹھ ستر بچوں کو قرآن شریف پڑھاتی تھیں اور ان کی وفات کے بعد مرحومہ نے جن کا میں ذکر کر رہا ہوں انہوں نے بھی اس کام کو جاری رکھا اور قرآن کریم پڑھاتی رہیں بلکہ بہت سارے اہل حدیث اور اہل سنت لوگ برملا اس کا اقرار کرتے تھے کہ ہمارے بچوں کو انہوں نے ہی قرآن کریم پڑھایا۔ لکھتے ہیں کہ سعادت مند، سادہ مزاج، وفا شعار اور خدمت گزار خاتون تھیں۔ ہمیشہ دوسروں کی خدمت کرتیں۔ ضرورت مندوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

ان کے بیٹے عطاء المومن زاہد کہتے ہیں کہ تنگی کے حالات میں بھی اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے ضرورت مندوں کی مدد کرنے کو ترجیح دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/جون 2025ء جلد 32 شمارہ 145 صفحہ 02 تا 08)

23

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 06/ جون 2025ء بمطابق 06/ احسان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل جہاں سوشل میڈیا کا فائدہ ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہاں بعض ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو تکلیف دہ ہوتی ہیں اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج کل مخالفین جماعت احمدیہ کے خلاف انتہائی بیہودہ گوئی بھی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف وہ جھوٹ اور غلاظت بکتے ہیں کہ احمدی کا دل چھلنی ہوتا ہے۔ جنہیں سن کے اور پھر رد عمل میں بعض احمدی بھی ان کے جواب غلط رنگ میں دے دیتے ہیں۔ نیت چاہے ان کی صاف بھی ہو تب بھی بعض دفعہ ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن کو غلط معنی پہنائے جاسکتے ہیں۔ یہ ہمارا طریق نہیں ہے۔ اس سے ایک احمدی کو بچنا چاہیے۔

ہمارا کام یہ نہیں کہ غلط زبان استعمال کریں یا اسے اس رنگ میں جواب دیں جس سے نادانستگی میں ہمارے منہ سے ایسے الفاظ نکل جائیں جو کسی بھی رنگ میں کسی کی بھی ہتک کا موجب بنیں اور اس سے فائدہ اٹھا کر مخالفین یہ کہتے رہیں کہ ہم نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا صحابہ رضوان اللہ علیہم کی توہین کرنے والے ہیں جبکہ ہمارے دلوں میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہؓ کا جو مقام ہے اس کا تو کروڑواں حصہ بھی ان لوگوں کو فہم و ادراک نہیں ہے۔

ہمارا تو سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے۔ آپؐ ہی وہ خاتم الانبیاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے اور آخری نبی ہیں اور آپؐ کے ساتھی جو ہیں، صحابہؓ جو ہیں ان کے بارے میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شمار جگہ وہ کلمات فرمائے ہیں، وہ باتیں کی ہیں کہ جو ہمارے مخالفین کی سوچ سے بھی بالا ہیں جو بات وہ کرتے ہیں۔

پس ہمارے دلوں میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہی نہیں۔ یہ تو ہے ہی۔ اس تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا، **آپؐ کے صحابہؓ کا بھی ہمارے دل میں بڑا مقام ہے۔** اور اس بات کو ہر احمدی کو سامنے رکھنا چاہیے اور ایسی باتیں کرنے سے ہر احمدی کو بچنا چاہیے جس سے غلط تاثر پیدا ہو یا غلط تاثر پیدا ہونے کا کسی بھی رنگ میں اندیشہ ہو۔

بعض احمدی سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ جواب دے کے بڑی غیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جب ان سے پوچھو تو یہی ان کا جواب ہوتا ہے جبکہ یہ نام نہاد غیرت جہالت ہے اور اگر کوئی احمدی ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے جس سے کسی بھی طرح غلط مطلب نکلتا ہو تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کو بدنام کرنے والا

ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم نے صبر کرنا ہے اور ہمیشہ صبر دکھانا ہے۔ ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: ”یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں لیکن میں ان کی گالیوں کی پروا نہیں کرتا اور نہ ان پر افسوس کرتا ہوں کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گالیاں دیں۔“ یہ کمینہ پن اور اوچھے ہتھیار استعمال کر رہے ہیں اس لیے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی جواب نہیں ہے تو یہ لوگ صرف گالیاں دینا چاہتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”کفر کے فتوے لگائیں، جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افتراء اور بہتان لگائیں۔ وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لا کر میرا مقابلہ کر لیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔“ جو کوشش کرنی ہے تم نے کر لو لیکن اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے آخری فیصلہ تو نظر آ جائے گا کس کے ساتھ ہے۔ فرمایا کہ ”میں ان کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے مجھے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے۔ اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو مناسب ہے کہ ان کی گالیاں سن کر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔ وہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں۔

یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصّہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 180 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ وہ سبق ہے جسے ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے اور **یہ جو خود ساختہ بعض لوگ عالم بن جاتے ہیں** اور سوشل میڈیا پر غیر احمدیوں کے جو نام نہاد مُلّاں ہیں جواب دینا شروع کر دیتے ہیں، جو جو لوگ اعتراض کرتے ہیں ان کے اعتراضوں کے جواب دینے لگتے ہیں ان کو اس چیز سے بچنا چاہیے اور اگر جواب تلاش کرنے ہیں تو علماء سے جماعت کے، گہرا علم رکھنے والے جماعتی لٹریچر سے ان سے پوچھا جائے اور ان کے جواب ایسے دیے جائیں جو واقعی ٹھوس ہوں اور ان کی دلیلوں کو ان کے الزاموں کو ردّ کرنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تعلیم ہے جو حقیقت میں صحیح اسلامی تعلیم ہے اس پر عمل کریں ورنہ آپ لوگ جماعت میں رہ کر پھر جماعت کو بدنام کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریروں کے شر سے بچائے اور ان لوگوں کو بھی عقل دے جو جھوٹی غیرت دکھانے والے ہیں اور بعض دفعہ بلاوجہ بعض الفاظ استعمال کر کے فتنہ و فساد کو پھیلانے کا موجب بن جاتے ہیں۔

اگر ہم سوشل میڈیا پر ان جوابوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں۔ اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ اپنے سجدوں میں وہ درد پیدا کریں کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی غیرت جلد جوش میں آئے تو ہم بہت جلد اس سے بہت بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں جو نتائج یہ لوگ اپنے جواب دینے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس لیے ہر احمدی کو اس چیز سے بچنا چاہیے کہ کبھی ایسی باتیں نہ کریں جو دشمن کو بلاوجہ یہ موقع دے کہ احمدی نے یہ کہہ دیا اور وہ کہہ دیا۔ ہمارے اخلاق بہت بلند اور بہت بالا ہونے چاہئیں اور جس کے اخلاق بلند نہیں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا نہیں کیا۔

پس ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ ہر ایک اپنا جائزہ لے۔ سوچیں اور بجائے غلط قسم کے جوابوں کے دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین کے شر ان پر الٹائے اور ان سے بچائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/جون 2025ء جلد 32 شمارہ 151 صفحہ 03-02)

24

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 13 / جون 2025ء بمطابق 13 / احسان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

چند جمعے پہلے فتح مکہ کے حوالے سے ابتدائی ذکر کیا تھا آج اس حوالے سے مزید تفصیل بیان کروں گا۔

اس غزوہ کے سبب کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اس غزوہ کا فوری سبب یہ ہوا کہ قریش نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو حدیبیہ میں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو بڑے تکبرانہ انداز میں کہہ دیا کہ ہم معاہدہ ختم کرتے ہیں اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے مکہ کا رخ کیا۔ ان کی عہد شکنی کی۔ تفصیل یوں ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائلِ عرب میں سے جو چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لے اور جو چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ چنانچہ بنو بکر اور بنو خُزاعہ جو حرم کے ارد گرد آباد تھے ان میں سے بنو خُزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور ان کے حریف قبیلے بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور دونوں قبائل آپسی لڑائی سے محفوظ ہو گئے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 661 آرام باغ کراچی) (فتح مکہ از باشمیل صفحہ 90، 111 نفیس اکیڈمی کراچی) (غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 445 فرید یہ پبلیشرز ساہیوال)

دورِ جاہلیت میں بنو خُزاعہ اور بنو بکر کی لڑائی تھی جس میں بنو بکر نے ایک خُزاعی شخص کو قتل کیا اور بنو خُزاعہ نے بنو بکر کے تین آدمی حدودِ حرم میں قتل کیے تھے۔ بنو بکر اور بنو خُزاعہ اسی حالت میں تھے یعنی ان کی آپسی لڑائیاں چل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپؐ نے دعویٰ فرمایا تو لوگ اسلام کے بارے میں مصروف ہو گئے۔ نئی چیز ان کے سامنے آ گئی تو اس کے بارے میں باتیں ہونے لگیں اور ایک دوسرے سے رک گئے مگر وہ دلوں میں غیض و غضب چھپائے ہوئے تھے۔

جب شعبان آٹھ ہجری کا مہینہ آیا اور صلح حدیبیہ کو بائیس ماہ گزر چکے تھے تو بنو بکر کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کی یعنی توہین آمیز شعر کہے۔ بنو خُزاعہ کے ایک نوجوان نے اس کو گاتے سنا تو اس نے اس شخص کو مارا اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ اس واقعہ پر دونوں قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا جبکہ پہلے سے ہی قبائلی دشمنی چلی آ رہی تھی اور عارضی طور پر بند تھی۔ بنو بکر کے جس شخص نے یہ توہین آمیز شعر لکھے تھے وہ بنو بکر کے خاندان بنو نُفَاثَہ کا فرد تھا۔ جب اس شاعر کو بنو خُزاعہ کے نوجوان نے زخمی کر دیا تو بنو بکر میں سے بنو نُفَاثَہ نے قریش سے بنو خُزاعہ کے خلاف افراد اور اسلحہ کی مدد کی درخواست کی۔

قریش نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھر لی سوائے ابوسفیان کے۔ اس سے نہ یہ مشورہ کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے اس کا علم تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مشورہ کیا گیا تھا مگر اس نے اس کا انکار کر دیا یعنی کہ لڑائی کا انکار کر دیا لیکن اس کے باوجود قریش نے اسلحہ، گھوڑوں اور آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ ان سب نے رازداری کے ساتھ حملہ کیا تا کہ بنو خُزاعہ اپنا دفاع نہ کر سکیں۔ بنو خُزاعہ معاہدے کی وجہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے تھے اور غافل تھے۔ قریش، بنو بکر اور بنونُفَاثَہ نے وَتِیر کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ یہ مکہ مکرمہ کا نشیبی علاقہ تھا جو مکہ کے جنوب مغرب میں حدودِ حرم پر مکہ سے سولہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ بنو خُزاعہ کے گھر اسی جگہ تھے۔ یہ لوگ جو مخالفین تھے مقررہ وقت پر وہاں ملے۔ قریش کے رؤساء نے بھیس بدلے ہوئے تھے اور نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ ان میں صَفْوَان بن اُمَیَّہ، عِکْرِمہ بن ابی جہل، حُوَیْطِب بن عبد العُزّٰی، شَیْبَہ بن عثمان اور مِکْرَز بن حَفْص تھے۔ ان سب کے ہمراہ ان کے غلام بھی تھے اور بنو بکر کا رئیس نوفل بن معاویہ بھی ساتھ تھا۔ بنو خُزاعہ غافل اور مطمئن ہو کر رات کو سوئے ہوئے تھے۔ ان میں زیادہ تر بچے اور خواتین اور کمزور لوگ تھے۔ قریش اور بنونُفَاثَہ نے ان پر حملہ کیا اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بھاگ کر حدودِ حرم میں پہنچ گئے اور بنو خُزاعہ نے بنو بکر کے قائد نوفل بن معاویہ سے کہا: اے نوفل! اب تو ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں تمہیں تمہارے معبود کا واسطہ ہے۔ تو نوفل نے بڑے تکبر سے کہا آج کوئی معبود نہیں اور حرم میں بھی انہوں نے قتل و غارت جاری رکھی۔ بنو بکر نے اس دن بنو خُزاعہ کے بیس آدمی قتل کیے۔ بہر حال بعد میں قریش اپنے اس فعل پر شرمندہ بھی ہوئے، پریشان ہوئے۔ انہیں علم تھا کہ ان کے اس فعل سے وہ معاہدہ ٹوٹ گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مابین تھا۔ سُہَیل بن عمرو نے نوفل سے کہا ہم نے تمہارے ساتھ اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جو لوگوں کو قتل کیا ہے تُو اسے خوب جانتا ہے۔ تُو نے ان کا قتل عام کیا ہے اور بقیہ لوگوں کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے لیکن ہم اس پر تیری اتباع نہیں کریں گے۔ انہیں چھوڑ دے۔ چنانچہ نوفل نے انہیں چھوڑ دیا اور وہ چلے گئے۔ حَارِث بن ہِشام اور عبد اللہ بن ابی رَبِیعہ دونوں مل کر صَفْوَان بن اُمَیَّہ، سُہَیل بن عمرو اور عِکْرِمَہ بن ابی جہل کے پاس گئے اور انہیں بنو خُزَاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کرنے پر سخت ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ تمہارا تو معاہدہ تھا۔ اور بتایا کہ تم نے جو کام کیا ہے وہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان معاہدے کو توڑنے والا ہے۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 201-200 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(معجم المعالم الجغرافیۃ فی السیرۃ النبویۃ صفحہ 331 دار مکۃ للنشر والتوزیع 1982ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 102 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 103 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از ہاشمیل صفحہ 98 نفیس اکیڈمی کراچی)

(غزوات النبیؐ از محمد عبد الاحد صفحہ 430 مطبوعہ زاویہ پبلیشرز لاہور)

(غزوات و سرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 446 فرید یہ پبلیشرز ساہیوال)

حارث بن ہشام ابوسفیان کے پاس آیا اور بتایا کہ قوم نے کیا حرکت کی۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا کہ یہ ایسا واقعہ ہے کہ میں اس میں شریک بھی نہیں ہوں لیکن اس سے بے تعلق بھی نہیں ہوں۔ یہ بہت ہی بُرا ہوا

ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب یقیناً ہم سے جنگ کریں گے۔ ابوسفیان نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے میری بیوی ہند نے بتایا ہے کہ اس نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے۔ اس نے دیکھا کہ حَجُوْن جو کہ وادی مُحَصَّب کی طرف بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے اس کی طرف سے خون کا ایک دریا بہتا ہوا آیا اور خَنْدَمَہ تک پہنچ گیا۔ خَنْدَمَہ منیٰ کے راستے میں مکہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ اور لوگوں نے اس کو ناپسند کیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 103 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 100، 116 زوار اکیڈمی کراچی)

یعنی وہ خون بہتا آرہا ہے اس سے وہ لوگ بڑے ڈر گئے۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس **واقعہ کا جو بنو خُزاعہ پر حملہ ہوا تھا کشفی طور پر علم اللہ تعالیٰ نے دیا۔**

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس رات بسر کی۔ آپؐ نماز کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھے۔ آپؐ وضو کی جگہ پر تھے کہ مَیں نے سنا کہ آپؐ نے تین بار لَبَّیْك، لَبَّیْك، لَبَّیْك کہا یعنی مَیں حاضر ہوں، مَیں حاضر ہوں، مَیں حاضر ہوں۔ اور پھر تین بار ہی نُصِرْتَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ بھی کہا یعنی تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی۔ جب آپؐ وضو کر کے تشریف لائے تو کہتی ہیں کہ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے سنا کہ آپؐ نے تین بار لَبَّیْك کہا اور تین بار ہی نُصِرْتَ کہا۔ کیا آپ کے پاس کوئی شخص تھا جس سے آپؐ باتیں کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: بنو کعب بنو خُزَاعہ کی ایک شاخ کا ایک شخص تھا جو بنو بکر کے خلاف رجزیہ شعر کہتے ہوئے مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ یہ کشفی رنگ تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر بن وائل کی مدد کی ہے۔ حضرت میمونہؓ بیان کرتی ہیں کہ تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُّحَمَّدًا
حِلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْہِ الْاَ تْلَدَا

اے میرے ربّ! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے قدیم آباء اور ان کے آباء کے درمیان ہوا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس رات کی صبح کو جس رات بنو نُفَاثَہ اور بنو خُزَاعہ کا واقعہ وَتِیر مقام پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اے عائشہ! خُزاعہ میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا قریش اس عہد کو توڑنے کی جرأت کریں گے جو آپؐ اور ان کے مابین ہے جبکہ جنگوں نے انہیں پہلے ہی فنا کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے وہ عہد اس امر کے لیے توڑا ہے جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ! کیا اس میں بھلائی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اس میں بھلائی ہے۔ یعنی یہ تو اللہ کی مرضی تھی وہ عہد توڑیں اور پھر آگے ان کو اس کی سزا ملے۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 202-201 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 381-380 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہر حال اسی واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا ہے۔ اپنے انداز میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میری باری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں سو رہے تھے۔ جب آپؐ تہجد کے لیے اٹھے تو آپ وضو فرماتے ہوئے بولے اور مجھے آواز آئی کہ آپؐ فرما رہے ہیں لَبَّیْك، لَبَّیْك، لَبَّیْك۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: نُصِرْتَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ۔ وہ کہتی ہیں جب آپؐ باہر تشریف لائے تو مَیں نے کہا کہ یارسول اللہؐ! کیا کوئی آدمی آیا تھا جس سے آپؐ باتیں کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں میرے سامنے کشفی طور پر خُزاعہ کا ایک وفد پیش ہوا اور وہ شور مچاتے چلے جا رہے تھے کہ ہم محمدؐ کو اس کے خدا کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ اور تیرے باپ دادوں کے ساتھ ہم نے معاہدے کیے تھے اور ہم تیری مدد کرتے چلے آئے ہیں مگر قریش نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی اور رات کے وقت ہم پر حملہ کر کے جبکہ ہم میں سے کوئی سجدے میں تھا اور کوئی رکوع میں ہم کو قتل کر دیا اب ہم تیری مدد حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔ غرض مَیں نے دیکھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا کہ خُزاعہ کا آدمی کھڑا ہے۔ جب کشفی طور پر وہ آدمی مجھے نظر آیا تو میں نے کہا لَبَّیْك، لَبَّیْك، لَبَّیْك۔ یعنی میں تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں۔ تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا نُصِرْتَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ یعنی تمہاری مدد کی جائے گی۔ یہ بھی تین دفعہ کہا۔ پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی دن صبح کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا: خُزاعہ کے ساتھ ایک خطرناک واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ خُزاعہ کے ساتھ خطرناک واقعہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ مکہ کی سرحد پر ہیں اور مکہ والے جن کا بنو بکر کے ساتھ معاہدہ ہے وہ خُزاعہ پر حملہ کر دیں۔ میں نے کہا: یارسول اللہؐ! کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی قسموں کے بعد قریش معاہدہ توڑ دیں اور وہ خُزاعہ پر حملہ کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت وہ اس معاہدہ کو توڑ رہے ہیں۔ اور وہ حکمت یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حملے کی اجازت نہیں تھی اور معاہدہ ٹوٹنے سے اجازت مل گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہؐ! کیا اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ نتیجہ اچھا ہی نکلے گا۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 251-252)

اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ بنو بکر اور قریش کی اس ظالمانہ کارروائی کے بعد عَمرو بن سالم بنو خُزاعہ کے چالیس سواروں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے کے لیے نکلا۔ خُزاعہ قبیلے کا رئیس بُدَیل بن وَرْقَاء خُزَاعِی بھی اس جماعت کے ساتھ تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل بتائی کہ انہیں کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور قریش نے کس طرح ان کے خلاف اسلحہ، آدمی اور گھوڑوں سے بنو بکر کی مدد کی ہے اور کس طرح صفوان، عکرمہ اور قریش کے دیگر رؤساء نے اس قتلِ عام میں شرکت کی ہے۔ اس وقت آپؐ مسجد میں صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو عمرو بن سالم خُزاعہ کا سردار کھڑا ہوا تو اس نے چند اشعار پڑھ کر مدد طلب کی جن میں سے ایک شعر یہ بھی تھا کہ:

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُّحَمَّدًا
حِلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَ تْلَدَا

اے میرے ربّ! مَیں محمد کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے آباء اور ان کے آباء کے درمیان ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن سالم تیری مدد کی جائے گی۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 203-202 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 103 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 56 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب بنو خُزاعہ کا کارواں آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے ان سے پوچھا: تمہارے خیال میں یہ ظلم کس نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بنو بکر نے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا سارے بنو بکر نے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بنو نُفَاثَہ نے جن کا سردار نَوفل بن معاویہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ بنو بکر کا ہی ایک قبیلہ ہے۔ چنانچہ بنو خُزاعہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری باتیں بتا دیں تو آپؐ نے فرمایا علیحدہ علیحدہ ہو کر واپس چلے جاؤ۔ اب تمہاری واپسی ہے تو قافلے کی صورت میں اکٹھے نہ جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ جانا۔ آپؐ نے یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آپؐ سے ملاقات کر کے آ رہے ہیں۔ اس معاملے کو خفیہ رکھا۔ چنانچہ بنو خُزاعہ علیحدہ علیحدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ راستے میں ساحلِ سمندر کی طرف ہو لیے اور بُدَیل بن وَرْقَاء سمیت بعض لوگ عام راستے سے گئے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ بنو کعب یعنی خُزاعہ کے معاملے کی وجہ سے بہت غصہ میں آ گئے۔ میں نے آپؐ کو اتنے شدید غصہ میں کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ کو خُزاعہ کے واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مَیں ان کی ہر اس چیز سے حفاظت کروں گا جس سے میں اپنے اہل اور گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوں۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 204-203 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 104 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس غزوے کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ اپنے انداز میں فرماتے ہیں کہ ”آٹھویں سنہ ہجری کے رمضان کے مہینہ ... میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری جنگ کے لیے روانہ ہوئے جس نے عرب میں اسلام کو قائم کر دیا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ عرب قبائل میں سے جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور جو چاہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائیں اور یہ کہ دس سال تک دونوں فریق کو ایک دوسرے کے خلاف جنگ کی اجازت نہیں ہو گی سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کر کے معاہدہ کو توڑ دے۔ اس معاہدہ کے ماتحت عرب کا قبیلہ بنو بکر مکہ والوں کے ساتھ ملا تھا اور خُزاعہ قبیلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ“ مل گیا۔ ”کفار عرب معاہدہ کی پابندی کا خیال کم ہی رکھتے تھے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ چنانچہ بنو بکر کو چونکہ قبیلہ خُزاعہ کے ساتھ پرانا اختلاف تھا، صلح حدیبیہ پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے مکہ والوں سے مشورہ کیا کہ خُزاعہ تو معاہدہ کی وجہ سے بالکل مطمئن ہیں۔ اب موقع ہے کہ ہم لوگ ان سے بدلہ لیں۔ چنانچہ مکہ کے قریش اور بنو بکر نے مل کر رات کو بنی خُزاعہ پر چھاپا مارا اور ان کے بہت سے آدمی مار دیے۔ خُزاعہ کو جب معلوم ہوا کہ قریش نے بنو بکر سے مل کر یہ حملہ کیا ہے تو انہوں نے اس عہد شکنی کی اطلاع دینے کے لیے چالیس آدمی تیز اونٹوں پر

فوراً مدینہ کو روانہ کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ باہمی معاہدہ کی رو سے اب آپؐ کا فرض ہے کہ ہمارا بدلہ لیں اور مکہ پر چڑھائی کریں۔ جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ میں اپنے معاہدہ پر قائم ہوں" اور فرمایا کہ "یہ بادل جو سامنے برس رہا ہے۔ (اس وقت بارش ہو رہی تھی) جس طرح اس میں سے بارش ہو رہی ہے اسی طرح جلدی ہی تمہاری مدد کے لیے اسلامی فوجیں پہنچ جائیں گی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 337-336)

ایک روایت کے مطابق آپؐ نے حضرت ضمرہؓ کو قریش کے پاس بھیجا اور تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا کہ یا تو وہ بنو خُزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں یا بنو نُفَاثَہ سے لاتعلقی کا اظہار کر دیں یا حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دیں۔

یہ تین باتیں ہیں۔ حضرت ضمرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے طور پر ان کے پاس گئے۔ مسجد حرام کے دروازے کے پاس اونٹنی بٹھائی اور اندر چلے گئے۔ قریش اپنی اپنی جگہوں پر تھے۔ حضرت ضمرہؓ نے انہیں بتایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔ قَرَظَہ بن عَبْدِ عَمْرو نے کہا کہ اگر ہم بنو خُزَاعہ کے مقتولوں کی دیت دے دیں گے تو ہمارے پاس نہ اناج رہے گا اور نہ ہی مویشی رہیں گے کیونکہ اتنے لوگوں کی دیت ادا کرنا ایک بھاری رقم کو چاہتا ہے۔ جہاں تک بنو نُفَاثَہ سے لاتعلقی کا تعلق ہے تو اہلِ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں جو ان کی طرح بیت اللہ کی تعظیم کرتا ہو۔ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ ہم ان کی دوستی سے براءت کا اعلان نہیں کریں گے۔ ہم اس سے علیحدہ نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے پاس کچھ موجود ہے۔ ہاں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔ اس نے کہہ دیا ہم جنگ کریں گے۔ اس لیے ہم معاہدے ہی کو ختم کر دیتے ہیں یعنی حدیبیہ کا معاہدہ۔ حضرت ضمرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور قریش کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا۔ بہرحال بعد میں قریش کو اپنے کیے پر پچھتاوا ہوا اور انہوں نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 205-204 دار الکتب العلمیہ بیروت)

(فتح مکہ از ہاشمیل صفحہ 111 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس کے آنے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بتا دیا تھا کہ ابوسفیان آ رہا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے مطابق لوگوں کو بتایا تھا۔

چنانچہ ابوسفیان کی تجدید صلح کے لیے آمد ہوئی۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے مدینہ آنے سے پہلے صحابہؓ سے فرمایا: ابوسفیان تمہارے پاس آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے معاہدہ کی تجدید کر دو اور صلح میں اضافہ کر دو لیکن وہ ناراضگی لے کر واپس جائے گا۔ اس کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ ابوسفیان کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ اس امر میں صلح کرنا ناگزیر ہے۔ اگر یہ معاملہ حل نہ ہوا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سمیت تم پر حملہ

آور ہوں گے۔ چنانچہ ابوسفیان اور اس کا غلام دو اونٹنیوں پر روانہ ہوئے۔ وہ جلدی جلدی چلا اور مدینہ پہنچا۔ وہ سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس آیا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ابوسفیان نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھے مگر حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: اے میری بیٹی! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں؟ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ آپ ایک مشرک اور ناپاک شخص ہیں۔ میں پسند نہیں کرتی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔ اس نے کہا کہ اے میری بیٹی!۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے میری بیٹی! میرے بعد تمہیں شر نے آلیا ہے۔ ام حبیبہؓ نے کہا نہیں بلکہ اللہ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے اور اے میرے باپ! آپ قریش کے رئیس اور سردار ہیں۔ آپ سے قبول اسلام میں تاخیر کیسے ہو سکتی ہے؟ انہوں نے ان کو تبلیغ کی۔ آپ بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔

ابوسفیان وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ آپؐ اس وقت مسجد میں تھے۔ اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا۔ آپؐ اس معاہدہ کی تجدید کر دیں اور ہمارے لیے مدت کو بڑھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابوسفیان! کیا تُو صرف اس لیے آیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری طرف سے کوئی بات ہوئی ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی پناہ! ہم اپنی صلح حدیبیہ کے معاہدے پر برقرار ہیں۔ غلط بیانی کی اس نے۔ ہم نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی اپنے معاہدہ اور صلح پر برقرار ہیں۔ ہم نے بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ہمارا معاہدہ ہوا تھا ٹھیک ہے۔ ہم نے بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ابوسفیان اپنی بات دہراتا رہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو یا اپنی طرف سے لوگوں میں پناہ کا اعلان کر دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میری پناہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ ابوسفیان پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اسی طرح گفتگو کی جس طرح کی گفتگو حضرت ابوبکرؓ سے کی تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے پاس گیا۔ ان سے کہا: لوگوں میں تم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ صلح کی مدت میں اضافہ کر دو اور معاہدے کی تجدید کر دو۔ تمہارا ساتھی تمہاری بات کو نہیں ٹالے گا۔ انہوں نے کہا میری پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ پھر وہ وہاں سے ناکام ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس گیا اور کہا: اے علیؓ! تم رشتہ داری میں میرے سب سے قریبی ہو۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں لیکن خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہتا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میری سفارش کرو۔ انہوں نے کہا ابوسفیان تیرے لیے ہلاکت۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا تیرے لیے ہلاکت۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا عزم کر لیں تو ہم میں استطاعت نہیں کہ ہم آپؐ سے اس پر گفتگو کر سکیں۔ پھر ہماری کوئی طاقت نہیں۔ اس نے حضرت علیؓ سے کہا: اے علی! معاملات مجھ پر شدت اختیار کر گئے ہیں مجھے کوئی مشورہ دو۔ حضرت علیؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو تجھے فائدہ دے سکے لیکن تم بنوکِنَانَہ کے رئیس ہو۔ اٹھو اور لوگوں کے مابین پناہ کا اعلان کرو۔ پھر اپنے شہر لَوٹ جاؤ۔ ابوسفیان مسجد نبوی میں گیا اور کہا: اے لوگو! میں نے لوگوں میں امن کا اعلان کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے تم میرے عہد کو نہیں

توڑو گے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمدؐ! میں نے لوگوں کے درمیان امن کا اعلان کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوحَنْظَلَہ! یہ صرف تُو ہی کہہ رہا ہے یعنی ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے۔ یہ تیرا یکطرفہ اعلان ہے۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس چلا گیا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 205 تا 207 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت کے مطابق اس نے حضرت فاطمہؓ سے بھی بات کی تھی کہ وہ سفارش کر دیں لیکن انہوں نے بھی معذرت کر لی۔

(منتخب سیرت مصطفیٰ ﷺ، از پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز بن ابراہیم العمری، صفحہ 392 دار السلام)

اور یوں ابوسفیان کسی بھی نئے عہد و پیمان یا اتفاق رائے کی کوشش میں ناکام و نامراد واپس لَوٹ آیا۔ جب ابوسفیان واپس اپنی قوم میں آیا اور ساری بات انہیں بتائی تو انہوں نے بھی ابوسفیان کو برا بھلا کہا کہ کوئی بھی بھلائی کی بات تم لے کر نہیں آئے۔

(خاتم النبیین ﷺ، جلد 3 صفحہ 1190، از ابوزُہرۃ، دار التراث بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تاریخی لحاظ سے اس کو بیان فرمایا ہے۔ اس طرح لکھا ہے کہ مکہ والوں نے ”ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو حملے سے باز رکھے۔ ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دینا شروع کیا کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے وقت مَیں موجود نہ تھا اس لیے نئے سرے سے معاہدہ کیا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ جواب دینے سے راز ظاہر ہو جاتا تھا۔ ابوسفیان نے مایوسی کی حالت میں گھبرا کر مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو! میں مکہ والوں کی طرف سے نئے سرے سے آپ لوگوں کے لیے امن کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ بات سن کر مسلمان اس کی بیوقوفی پر ہنس پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوسفیان! یہ بات تم یکطرفہ کہہ رہے ہو ہم نے کوئی ایسا معاہدہ تم سے نہیں کیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 337)

ہمارے ریسرچ سیل والے اس بارے میں ایک نوٹ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا۔ ان کے نزدیک یہ محل نظر ہے یا بعض لوگوں نے لکھا بھی ہو اس لیے انہوں نے اس نکتہ کو اٹھا لیا۔ عام سمجھنے والے کے لیے تو یہ ضروری نہیں ہے لیکن جو لوگ تاریخی معاملات میں گہرائی میں جانا چاہتے ہیں وہ شاید یہ سوال اٹھائیں کہ یہ کہنا کہ میں موجود نہیں تھا محل نظر ہے کیونکہ تاریخ و سیرت کی کچھ کتب میں اس موقع پر یعنی مدینہ آمد پر ابوسفیان کا یہ کہنا موجود ہے کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا لیکن اکثر کتب خاموش ہیں۔ اور مؤرخین کی اکثریت نے ابوسفیان کی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کیا واقعی ابوسفیان موجود نہ تھا۔ واقدی کی کتاب المغازی، سیرت حلبیہ اور چند ایک اَور کتب میں یہ بیان ہے کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھا لیکن تاریخ و سیرت کی اکثر کتب میں یہ بیان ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا تھا تا کہ وہ ابوسفیان اور دیگر قریشی سرداروں کو بتائیں کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان اس وقت موجود تھا۔ البتہ یہ قابل غور امر ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر وہ نہ تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے آیا اور نہ ہی معاہدہ کرنے کے لیے خود آیا حالانکہ قریش کا سردار وہ خود تھا اور نہ ہی اس معاہدے پر اس کے دستخط یا گواہی موجود ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ مدینہ میں جو اس نے یہ کہا کہ میں صلح حدیبیہ کے وقت موجود نہ تھا اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ صلح نامہ کے موقع پر میں موجود نہ تھا یا واقعی میں وہاں موجود نہ تھا اور یہ بھی مدینہ میں آکر کہا ہو۔ اور اسی بات کو اس نے دہرایا ہو کہ کیونکہ میرے دستخط نہیں۔

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا یہ ریسرچ سیل والوں کا خیال ہے لیکن خود ہی یہ ساری تفصیل جو وہ بیان کر رہے ہیں اس کو، اپنے اس خیال کو ردّ بھی کر رہے ہیں کہ وہ معاہدہ میں شامل نہیں تھا کیونکہ معاہدے پر اس کے دستخط باوجود سردار ہونے کے نہیں ہیں۔ یہ لکھ رہے ہیں یہ۔ تو ابوسفیان نے اسی کو جواز بنایا ہو گا۔ اس لیے کسی شک میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ اس نے مدینہ آکر یہ کہا کہ میں معاہدہ میں شامل نہیں تھا۔ یہ اس نے کہا تو ٹھیک کہا تھا۔ ہاں شامل ہونے اور موجود ہونے کے الفاظ کے بیان میں راوی کی غلطی ہو سکتی ہے لیکن واقعات اس بات کو زیادہ صحیح بتاتے ہیں کہ اس نے اپنے معاہدے کا حصہ نہ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ یہی بات سامنے آتی ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ اس نے یہ کہا اور آپؓ نے اس کو مانا ہے اور یہی صحیح لگتا ہے کہ وہ معاہدے میں شامل نہیں تھا اور اس کو ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ میں موجود نہیں تھا۔ بہرحال یہ تو ایک تاریخی مسئلہ تھا اس کو میں نے بیان کر دیا۔ اس لیے اس میں کوئی ابہام کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ کوئی ایسا سوال اٹھتا ہے۔ یہ بات بڑی واضح ہے۔

بہرحال اس مہم پر جانے کی تفصیل کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری کے ساتھ سفر کی تیاری کرنا شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں جانا ہو گا۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا سفر کے لیے میرا سامان تیار کر دو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کو تیار کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی غزوے کے لیے جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ شاید رومیوں کی طرف جانے کا ارادہ ہو یا شاید اہلِ نجد کی طرف جانے کا ارادہ ہو یا شاید قریش کی طرف نکلنے کا ارادہ ہو لیکن ان کے ساتھ تو معاہدے کی میعاد ابھی باقی ہے۔ حضرت عائشہؓ ان کے ہر سوال پر خاموش رہیں اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کہیں نکلنے کا ارادہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ کیا آپؐ کا بنو اصفر یعنی رومیوں کی طرف جانے کا ارادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپؐ کا اہلِ نجد کی طرف جانے کا ارادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ شاید آپؐ کا قریش کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ کے اور ان کے درمیان معاہدہ نہیں؟ یعنی صلح حدیبیہ۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں پتہ نہیں چلا کہ انہوں نے بنی کعب یعنی خُزاعہ قبیلے کے ساتھ کیا کیا ہے۔

(مغازی سیدنا محمد ﷺ از موسیٰ بن عقبہ، جلد 3 صفحہ 119 تا 121)

اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ ؐ! کیا آپؐ نے سفر کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ تو پھر میں بھی تیاری کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ! آپؐ نے کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: قریش کے مقابلے کا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ابو بکر اس بات کو ابھی پوشیدہ ہی رکھنا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے بے خبر رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات اور ارد گرد کے مسلمانوں کو پیغامات بھجوائے اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینے میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق قبائل عرب مدینہ آنے شروع ہو گئے۔ جو قبائل مدینہ پہنچے ان میں بنو اسلم، بنو غفار، بنو مزینہ، بنو اشجع اور بنو جہینہ تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 108-107 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت کے مطابق **نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکرؓ کو بلا کر مشورہ کیا۔** پھر حضرت عمرؓ کو بلا کر مشورہ کیا اور پھر تمام مسلمانوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 208 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یوں لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامان سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میرے لیے ستّو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کر دانوں سے نکالنی شروع کی۔ دانے صاف کرنے شروع کیے۔ حضرت ابو بکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سفر کی تیاری ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری کے لیے کہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامان سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ہم تو سامان تیار کر رہے ہیں۔ کہاں جانا ہے کس لیے جانا ہے؟ ہمیں تو نہیں پتہ۔ دو تین دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو تمہیں پتہ ہے خُزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلے کے لیے تیار نہ ہوں۔ بہر حال ہم نے وہاں جانا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: یارسول اللہؐ! آپؐ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپؐ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کیا آپؐ اپنی قوم کو ماریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت

عمرؓ سے پوچھا۔ حضرت عمرؓ کا تو اپنا مزاج تھا انہوں نے کہا: بسم اللہ۔ میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قول صادق عمر کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔ صحیح بات تو عمر نے کی ہے۔ فرمایا کہ تیاری کرو۔ پھر آپؐ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔

(ماخوذ از سیر روحانی (7) انوار العلوم جلد 24 صفحہ 260 تا 261)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کو پوشیدہ رکھنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے سفر سے پہلے آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک پارٹی کو حضرت اَبُو قَتَادہ بن رِبْعِیؓ کی قیادت میں وادی اِضَم کی طرف، مکہ کی مخالف سمت بھیجا تا کہ گمان کرنے والا گمان کرے کہ آپؐ اس سمت جانے کا عزم کر رہے ہیں اور خبر نہ پھیل سکے۔ اِضم مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف نجد میں ایک وادی ہے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد نہم صفحہ 111 دار السلام)

(فرہنگ سیرت صفحہ 45 زوار اکیڈمی کراچی)

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس کچھ آدمی روانہ کر دیے اور ان سب کی ڈیوٹی یہ تھی کہ کوئی بھی اجنبی شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو تو اس کو واپس لَوٹا دیا جائے۔ اس سارے کام کی نگرانی کے لیے حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا جو بطور نگران چکر لگاتے رہے۔ یہ ساری تدابیر اختیار کرنے کے بعد **آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے** اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ خُذْ عَلٰی أَسْمَاعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ فَلَا یَرَوْنَا اِلَّا بَغْتَۃً، وَلَا یَسْمَعُوْنَ بِنَا اِلَّا فَجْأَۃً۔ اے اللہ! قریش کے کانوں اور ان کی آنکھوں کو روک لے یعنی ان کے جاسوسوں اور مخبروں کو روک لے کہ وہ ہمیں نہ دیکھ سکیں مگر یہ کہ اچانک ہم ان تک جا پہنچیں اور نہ ہی وہ ہمارے متعلق کوئی خبر معلوم کریں سوائے اس کے کہ اچانک انہیں ہماری خبر پہنچے۔

(سیرت النبی ﷺ از ڈاکٹر صلابی، مترجم، جلد 3 صفحہ 385-384)

(دائرہ معارف جلد 9 صفحہ 72 بزم اقبال لاہور)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اَور دعا بھی ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ خُذِ الْعُیُوْنَ وَالْاَخْبَارَ عَنْ قُرَیْشٍ حَتّٰی نَبْغَتَھَا فِیْ بِلَادِھَا۔ اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو اور ان کے مخبروں کو روکے رکھ یہاں تک کہ ہم لوگوں کو ان کے علاقوں میں اچانک پالیں۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 155 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کے بعد آپؐ نے سفر شروع فرمایا۔ یہ مزید تفصیل ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی چلے گی۔

اس وقت دنیا کے عمومی حالات کے لیے بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں۔ اکثر کہتا ہوں دعائیں کرتے رہیں۔ جنگ کے پھیلنے کے امکانات بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی تباہ کاری سے ہمیں محفوظ رکھے کیونکہ اب تو ایران پر اسرائیل نے حملہ کر دیا ہے اور یہ جنگ کی حالت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اسرائیل کی حکومت کے یہ لوگ تو اب یہی چاہیں گے کہ ایک ایک کر کے تمام

مسلمان ممالک کو نقصان پہنچائیں لیکن مسلمان ملک سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنی ترقی اور اپنی دوسری ترجیحات جو ہیں انہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ کیا ہونا ہے۔

مسلمانوں کے نہ تو عمل رہے ہیں نہ ان کی دعا کی طرف توجہ ہے اور ایسی حالت میں پھر جو نقصان پہنچے گا اس کا یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور یہ اس طرف توجہ کریں اور اپنی اکائی قائم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نہیں کہ فلاں فرقہ ہے، فلاں فرقہ ہے تو ہم اس کی مدد نہیں کر رہے۔ سب ملک خطرے میں ہیں کیونکہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃ ہو چکا ہے، کفار سب ایک ملّتِ واحدہ بن گئے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اُمّتِ واحدہ بننا پڑے گا تبھی ان کی بچت ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر معصوم کو، ہر مظلوم کو بڑے نقصان سے بچائے۔ اور ہمیں دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04 / جولائی 2025ء جلد 32 شمارہ 157 صفحہ 02 تا 07)

25

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 20/ جون 2025ء بمطابق 20/ احسان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ مکہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس کے لیے روانہ ہونے سے پہلے ایک واقعہ کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک صحابی نے اپنی ناسمجھی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی اطلاع مکہ والوں کو دینے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کی اطلاع دے دی اور یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصوبے کی کافروں کو خبر نہ پہنچ سکی۔

اس کی تفصیل میں لکھا ہے: مدینہ میں جب مکہ جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں تو ایک بدری صحابیؓ جو کہ مدینہ میں موجود تھے۔ **حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعہؓ ان کا نام تھا۔ انہوں نے قریش کی طرف ایک خط لکھا** جس میں انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف روانگی کا پروگرام بنایا ہے۔ انہوں نے وہ خط ایک عورت کے سپرد کیا جس کا تعلق مُزَیْنَہ سے تھا۔ اس عورت کا نام کَنُود یا سارہ تھا۔ یہ بنو عبد المُطَّلِب میں سے ایک شخص کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کے لیے اجرت مقرر کی کہ وہ یہ خط اہل مکہ تک پہنچا دے اور کہا کہ جہاں تک ممکن ہو اس خط کو مخفی رکھے اور عام راستے پر جانے سے منع کیا کیونکہ وہاں پہرہ تھا۔ اس عورت نے خط کو سر کی چوٹی میں رکھا اور مینڈھیاں بنا دیں۔ پھر خط کو لے کر نکلی۔ اس خط میں یہ درج تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف ایک ایسا لشکر لے کر آ رہے ہیں جو رات کی مانند ہے۔ یعنی بہت بڑا لشکر ہے اور تند سیلاب کی طرح تیزی سے چلا آ رہا ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اکیلے بھی تمہاری طرف نکل پڑے تو تمہارے خلاف اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا اور وہ خدا اپنا وعدہ پورا کر کے چھوڑے گا جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا ہے اس لیے تم اپنا انتظام کر لو۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر لے کر نکلنے والے ہیں تمہاری طرف یا تم لوگوں کے علاوہ کسی اور طرف۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال تم لوگ اپنی پوری احتیاط کر لو اور میں نے چاہا کہ اس خبر کی وجہ سے میرا تم پر ایک احسان رہے۔

(السیرۃ النبویۃ بروایۃ الامام البخاری، الدکتور ریاض ہاشم ہادی صفحہ 136 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فتح الباری جلد 7 صفحہ 663 کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح زیر حدیث 4274 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 109 از شاملہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)(الروض الانف ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر... جلد 4 صفحہ 151-150 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(غزوات النبیؐ از علی بن برہان الدین حلبی صفحہ 549 دار الاشاعت کراچی)

ایک روایت کے مطابق انہوں نے یہ خط صَفْوَان بن اُمَیَّہ، سُہَیل بن عمرو اور عِکْرِمہ بن ابوجہل کی طرف لکھا تھا۔ (امتاع الاسماع غزوۃ الفتح، خبر حاطب جلد اول صفحہ 352 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس خط کی بابت آپؐ کو اطلاع دے دی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علیؓ خود یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابو مَرْثَد غَنَوِی اور زبیر کو بھیجا اور ہم سب گھڑ سوار تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ تم روضۂ خَاخ، ایک جگہ ہے وہاں پہنچو۔ یہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔ وہاں مشرکوں میں سے ایک عورت ہو گی۔ اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکوں کے نام ایک خط ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کو اسی مقام پر پالیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ اپنے اونٹ پر جا رہی تھی۔ ہم نے کہا خط نکال۔ کہنے لگی میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا دیا اور تلاشی لی مگر ہمیں کوئی خط نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا۔ تمہیں وہ خط نکالنا ہو گا ورنہ ہم تمہیں ننگا کریں گے۔ تمہاری جامہ تلاشی لیں گے۔ جب اس نے سختی دیکھی تو اپنی کمر کی طرف جھکی۔ وہ اپنی کمر کے گرد ایک چادر باندھے ہوئے تھی اس میں سے اس نے اس کو نکال کر دے دیا۔ بخاری کی ہی ایک دوسری روایت کے مطابق اس نے اپنے سر کے بالوں کے اندر سے اس کو نکالا (دو روایتیں ہیں)۔ ہم اس عورت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس یعنی حاطب جو صحابی تھے جنہوں نے خط لکھا تھا انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت فرمائیں میں اس کی گردن ماروں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب سے پوچھا کس بات نے تم کو اس پر آمادہ کیا ہے جو تم نے کی ہے۔ یہ خط کیوں لکھا ہے؟ حاطب نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے کیا تھا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا نہ ہوتا یعنی میں تو ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یہ کوئی بغاوت نہیں ہے۔ کہنے لگے وجہ یہ تھی کہ میں نے چاہا کہ ان یعنی قریش کے لوگوں پر میرا احسان ہو جس کے ذریعہ اللہ میرے بال بچوں اور جائیداد کی حفاظت کرتا اور آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے کنبے کا وہاں کوئی ایسا شخص نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے اللہ اس کے بال بچوں اور اس کی جائیداد کی حفاظت کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اور تم بھی اس کی نسبت بھلی بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ ٹھیک کہا ہے اس نے۔ سچا ہے معصومیت میں بات کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ کیا جنگِ بدر میں یہ شریک نہیں تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بیشک اللہ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا تم جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی۔ یا فرمایا میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث 3983، حدیث 3007)

(عمدۃ القاری جلد 7 صفحہ 137 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 136 زوار اکیڈمی کراچی)

اس واقعہ کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تاریخوں کی مختلف کتابوں کے حوالوں سے کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابیؓ نے اپنے رشتہ داروں کو مکہ پر مسلمانوں کے حملہ

کرنے کی خبر پوشیدہ طور پر پہنچانی چاہی تا کہ اس ہمدردی کے اظہار کی وجہ سے وہ اس کے رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام کے ذریعہ یہ بات بتا دی گئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور چند ایک اور صحابہؓ کو بھیجا کہ فلاں جگہ ایک عورت ہے اس سے جا کر کاغذ لے آؤ۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر اس عورت سے کاغذ مانگا تو اس نے انکار کر دیا۔ بعض صحابہؓ نے کہا کہ شاید رسول کریمؐ کو غلطی لگی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا نہیں آپؐ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔" یہ ایمان تھا۔ "جب تک اس سے وہ کاغذ نہ ملے میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ انہوں نے اس عورت کو ڈانٹا تو اس نے وہ کاغذ نکال کر دے دیا۔"

(خطبات محمود جلد 4 صفحہ 183-182)

ایک اَور جگہ آپؓ نے مزید تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ایک کمزور صحابیؓ نے مکہ والوں کو خط لکھ دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر نکلے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں آپؐ کہاں جا رہے ہیں لیکن میں قیاس کرتا ہوں کہ غالباً وہ مکہ کی طرف آ رہے ہیں۔ میرے مکہ میں بعض عزیز اور رشتہ دار ہیں میں امید کرتا ہوں کہ تم اس مشکل گھڑی میں ان کی مدد کرو گے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دو گے۔ یہ خط ابھی مکہ نہیں پہنچا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا تم فلاں جگہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہاں ایک عورت اونٹنی پر سوار تم کو ملے گی اس کے پاس ایک خط ہو گا جو وہ مکہ والوں کی طرف لے جا رہی ہے تم وہ خط اس عورت سے لے لینا اور فوراً میرے پاس آ جانا۔ جب وہ جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا۔ دیکھنا وہ عورت ہے اس پر سختی نہ کرنا۔" ابتدائی طور پر سختی نہیں کرنی۔ "اصرار کرنا اور زور دینا کہ تمہارے پاس خط ہے لیکن اگر پھر بھی وہ نہ مانے اور منتیں سماجتیں بھی کام نہ آئیں" تو پھر یہ ایسا معاملہ ہے کہ "تو پھر تم سختی بھی کر سکتے ہو اور اگر اسے قتل کرنا پڑے تو قتل بھی کر سکتے ہو لیکن خط نہیں جانے دینا۔" خط بہت ضروری ہے اس کو روکا جائے۔ "چنانچہ حضرت علیؓ وہاں پہنچ گئے۔ عورت موجود تھی۔ وہ رونے لگ گئی اور قسمیں کھانے لگ گئی کہ کیا میں غدار ہوں دھوکے باز ہوں آخر کیا ہے تم تلاشی لے لو۔ چنانچہ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اس کی جیبیں ٹٹولیں، سامان دیکھا مگر خط نہ ملا۔ صحابہؓ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے خط اِس کے پاس نہیں۔ حضرت علیؓ کو جوش آ گیا۔ آپؓ نے "حضرت علیؓ نے "کہا تم چپ رہو اور بڑے جوش سے کہا کہ خدا کی قسم! رسولؐ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ تیرے پاس خط ہے اور خدا کی قسم! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ پھر آپؓ نے تلوار نکالی اور کہا۔ یا تو سیدھی طرح خط نکال کر دے دے ورنہ یاد رکھ اگر تجھے ننگا کر کے بھی تلاشی لینی پڑی تو میں تجھے ننگا کرونگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولا ہے اور تو جھوٹ بول رہی ہے۔ چنانچہ وہ ڈر گئی اور جب اسے ننگا کرنے کی دھمکی دی گئی تو اس نے جھٹ اپنی مینڈھیاں کھولیں ان مینڈھیوں میں اس نے خط رکھا ہوا تھا جو اس نے نکال کر دے دیا۔"

(سیر روحانی (7) انوار العلوم جلد 24 صفحہ 263-262)

سر کے بالوں میں چھپایا ہوا تھا۔

بہر حال اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے

روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابورُھم بن حُصَین غِفَارِیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ ابن اسحاقؒ کے مطابق آپؐ مہاجرین، انصار اور عرب کے گروہوں کے ساتھ روانہ ہوئے جبکہ رمضان کے دس روز گزر چکے تھے لیکن مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق آپؐ 2 رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے 2 رمضان والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ بہر حال اس سفر میں کچھ لوگ گھوڑوں پہ اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے۔

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 4 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 212 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق صفحہ 670 المکتبۃ العصریہ بیروت)

جب مدینہ سے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکردگی میں فوج روانہ ہوئی تو اس میں تقریباً سات ہزار** چار سو جانباز شامل تھے۔ اس تعداد میں مختلف قبائل بنو اسد اور سُلَیم وغیرہ کے شامل ہونے سے اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مکہ کے راستے پر چلتے چلتے اس کی تعداد دس ہزار تک ہو گئی۔ آپؐ صُلْصُل مقام پر پہنچے جو ذوالحلیفہ سے آگے چڑھائی پر مقام بَیْدَاء کے پاس ایک پہاڑ تھا تو آپؐ نے حضرت زبیر بن عَوَّامؓ کو دو سو سواروں کے ساتھ آگے بھیج دیا۔

بعض کتب میں اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار بھی بیان ہوئی ہے لیکن زیادہ تر روایت دس ہزار کی بیان ہوئی ہے اور وہی زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 110 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 146-145 نفیس اکیڈمی کراچی)(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 102 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگِ سیرت صفحہ 174 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی دوران میں چاروں طرف مسلمان قبائل کی طرف پیغامبر بھجوا دیئے اور جب یہ اطلاعیں آچکیں کہ مسلمان قبائل تیار ہو چکے ہیں اور مکہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے راستہ میں ملتے جائیں گے تو آپؐ نے مدینہ کے لوگوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا۔ جنوری 630ء کی پہلی تاریخ ”یعنی دس رمضان آٹھ ہجری“ کو یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور راستہ میں چاروں طرف مسلمان قبائل آآ کر لشکر میں شامل ہوتے گئے۔“ حضرت مصلح موعودؓ نے دس رمضان ہی لکھا ہے۔ ”چند ہی منزلیں طے کرنے کے بعد جب یہ لشکر فاران کے جنگل میں داخل ہوا تو اِس کی تعداد سلیمان نبی کی پیشگوئی کے مطابق دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 337)

(کتاب التوفیقات الالھامیہ صفحہ 40 المؤسسۃ العربیۃ الدراسات)

اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ بعض روایات کے مطابق ام المومنین حضرت میمونہؓ بھی ساتھ تھیں۔

(مقالاتِ سیرت ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی جلد 3 صفحہ 259)

(کتاب المغازی از واقدی جلد 2 صفحہ 289 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری کی ایک روایت میں آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا بھی ذکر ملتا ہے کہ وہ بھی ساتھ تھیں۔
(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ حدیث 357)

یہ سفر رمضان کے مہینے میں ہوا تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کے ابتدائی چند دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا لیکن پھر آپؐ نے روزہ نہیں رکھا بلکہ دوسرے صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں غزوہ فتح کے لیے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے یہاں تک کہ جب آپؐ کَدِید چشمہ پر پہنچے جو قُدَید اور عُسْفَان کے درمیان ہے اور مکہ سے بیالیس میل کے فاصلے پر ہے تو آپؐ نے روزہ افطار کر لیا پھر آپؐ نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ وہ مہینہ گزر گیا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان حدیث: 4275)
(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 3 صفحہ 332 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری میں یہ روایت ہے۔

بخاری ہی کی ایک اور روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مدینہ سے نکلے اور آپؐ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا اور یہ مدینہ میں آپؐ کی آمد سے ساڑھے آٹھ سال کے سر پر ہوا اور آپؐ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ اور مسلمانوں میں سے جو آپؐ کے ساتھ تھے آپؐ روزہ رکھتے اور وہ بھی روزہ رکھتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کَدِید میں پہنچے اور وہ ایک چشمہ ہے عُسفان اور قُدَید کے درمیان۔ وہاں آپؐ نے روزہ افطار کیا اور لوگوں نے بھی روزہ افطار کیا۔
(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان حدیث: 4276)

اس بارے میں شارح بخاری علامہ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دن مدینہ سے روانہ ہوئے اسی دن آپؐ نے روزہ افطار کیا تھا یہ درست نہیں ہے کیونکہ مدینہ اور کَدِید کے درمیان کئی دن کی مسافت تھی۔
(فتح الباری جلد 4 صفحہ 227 کتاب الصوم باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ مل کر روزہ کس مقام پر افطار کیا؟

اس بارے میں روایات میں متعدد مقامات کا تذکرہ ملتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قُدَید میں افطار کیا۔ اس کی مزید تفصیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کے دوران روزہ کہاں افطار کیا تھا؟ اس کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔ علامہ عینی کے نزدیک بعض نے کَدِید کی جگہ عُسْفَان لکھا ہے۔ بعض نے کُراع الغَمِیم کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے قدید لکھا ہے۔ قاضی عیاض اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ روایات میں اس جگہ کے بارے میں اختلاف ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کیا تھا تاہم ان تمام روایات میں ایک ہی واقعہ بیان ہوا ہے اور وہ تمام جگہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور یہ سب جگہیں عُسفان کے علاقے میں ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد 11 صفحہ 68 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عَرج سے روانہ ہوئے تو راستے میں آپؐ نے ایک کتیا دیکھی۔ اس کے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے۔ جانوروں سے ہمدردی کا واقعہ بھی اس میں آجاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جُعَیل بن سُرَاقہؓ کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ جہاں یہ بیٹھی ہے وہاں کھڑے ہو جائیں تا کہ لشکر میں سے کوئی اس کے ساتھ یا اس کے بچوں کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرے۔ ان کو ڈسٹرب نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کو پکڑنے کے لیے گھڑ سواروں کا دستہ مسلمانوں کے آگے آگے روانہ کیا ہوا تھا اور بنو خُزَاعَہ بھی راستے پر کسی راہ گیر کو جانے نہیں دیتے تھے۔ دوسرا قبیلہ جو تھا انہوں نے بھی روکا ہوا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا دستہ ہَوَازِن کا ایک جاسوس گرفتار کر کے لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہَوَازِن آپ کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ اس جاسوس کو روکے رکھیں تا کہ وہ آگے جا کر لوگوں کو خبردار نہ کر دے۔ جب آپؐ قُدَید پہنچے تو وہاں بنو سُلَیم جو ایک ہزار کی تعداد میں تھے آپؐ کے ساتھ شامل ہوئے۔ یہاں آپؐ نے جھنڈے اور پرچم باندھے اور انہیں قبائل میں تقسیم کیا۔ قُدَید کے میدان میں لشکر نبوی کی تیاری قبائلی بنیاد پر ہوئی۔ ہر قبیلہ کی فوج پر اسی قبیلے کا آدمی افسر مقرر کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو خاندانی بنیاد پر بارہ دستوں میں تقسیم کیا۔ چھ دستے اوس کے اور چھ خزرج کے۔ مہاجرین کے تین جھنڈے حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس تھے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 212 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 167 تا 175 نفیس اکیڈمی کراچی)

(دائرہ معارف محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 79 بزم اقبال لاہور)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 133 دار السلام)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 8 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

اس مہم کے دوران ایک واقعہ کا ذکر آتا ہے جو کہ ابوسفیان بن حارث (یہ ابوسفیان اَور ہیں۔ یہ ابوسفیان بن حرب نہیں ہیں) اور عبداللہ بن ابی اُمَیَّہ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور رضاعی بھائی ابوسُفیان بن حارِث یہ چچازاد بھائی بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے اپنے بیٹے جعفر اور عبداللہ بن ابی اُمَیَّہ بن مُغِیرہ کے ساتھ مکہ سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ اور مدینہ کے درمیان ثَنِیَّۃُ الْعُقَاب نامی مقام پر ملے۔ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمن تھے۔ اس لیے انہیں ہمت نہیں ہوئی کہ براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ جو کہ حضرت عبداللہ بن ابی امیہؓ کی بہن تھیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے چچازاد یعنی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد اور صِہْرِی رشتہ دار یعنی عبداللہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نہیں ملنا چاہتا۔ آپؐ نے فرمایا میرے چچازاد نے تو میری ہتک کی ہے۔ یہ شاعر تھے اور آپؐ کی ہجو کیا کرتے تھے اور عبداللہ نے مجھے مکہ میں کیا کیا نہیں کہا۔ دشمنی کی انتہا کی تھی۔ میں کس طرح ان سے ملوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

یہ بات جب ابوسفیان بن حارث کو پہنچی تو اس نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی نہیں ہوتے اور ملنے کی اجازت نہیں دیتے تو میں اپنے اس بیٹے کو جس کو ساتھ لے کر آئے تھے ساتھ لے کر صحراؤں کی طرف نکل جاؤں گا یہاں تک کہ بھوک اور پیاس سے مر جاؤں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا اور شرف ملاقات بخشا۔ فوراً آپؐ کا دل نرم ہو گیا۔ دونوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ان کا اسلام بہت ہی اچھا رہا۔

ابوسُفیان بن حارث کا تعارف یہ ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے بتایا کہ یہ ابوسفیان اَور ہیں۔ تاریخ اسلام میں ابوسفیان نام کے دو افراد زیادہ معروف ہیں۔ ایک ابوسفیان جو قریش مکہ کا سردار تھا اور ہند جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا اس کا خاوند تھا۔ یہ ابوسفیان بن حرب کے نام سے معروف ہے اور دوسرے یہ ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

مؤرخین بعض اوقات ناموں کی مشابہت کی وجہ سے غلطی کھا جاتے ہیں اور ابوسفیان بن حارث کی بجائے ابوسفیان بن حرب بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے جنگ حنین میں جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی تو لکھا ہے کہ ابوسفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر کی لگام یا رکاب تھامے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا۔ بعض مؤرخین نے ابوسفیان بن حرب مراد لیا ہے جبکہ تاریخ دان یہی کہتے ہیں کہ وہ ابوسفیان بن حرب نہیں تھا بلکہ ابوسفیان بن حارث تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے کیونکہ حلیمہ سعدیہ نے ان کو بھی دودھ پلایا تھا۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ سخت معاند اور مخالف ہو گئے۔ یہ مکہ کے بڑے شعراء میں شمار ہوتے تھے اور اس مخالفت کی وجہ سے انہوں نے حضور کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بہت ہجو یہ کلام بھی کہا ہے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ ان کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے اور ان کے کلام میں جہاں یہ آتا کہ ابوسفیان کو یہ بات پہنچا دو تو اس سے مراد بھی عموماً ابوسفیان بن حارث ہوتا تھا۔

تاریخ الخمیس میں ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ۔ یہ سورت یوسف کی آیت نمبر 92 ہے کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں اللہ کی قسم ہے اللہ نے آپؐ کو ہم پر یقیناً فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطاکار تھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے فرمایا۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف:93) اب تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہو گی اور اللہ بھی تمہیں بخش دے گا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے ابوسفیان کو کہا تھا کہ تم اس طرح یہ فقرہ کہتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لو۔ روایت میں آتا ہے کہ اس وقت شرم و حیا کی وجہ سے ابوسفیان اپنا سر اوپر نہیں اٹھا رہا تھا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ بہرحال ابوسفیان بن حارث جو کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اب اسلام لانے کے بعد ان کی شاعری ساری کی ساری رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سے بھرپور تھی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت جن چند لوگوں سے ملتی تھی ان میں حضرت ابوسفیان بن حارثؓ بھی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ ان کا شمار افضل صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ ان کا اسلام بہت اچھا رہا۔ وفات سے تین دن پہلے خود انہوں نے اپنی قبر کھودی اور جب وفات کا وقت آیا تو کہنے لگے مجھ پر رونا مت کیونکہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں نے اپنے دامن کو کسی گناہ سے آلودہ نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انہوں نے ایک دردناک مرثیہ کہہ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جس کے کچھ اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ میں بہت بے چین ہوں اس وجہ سے کہ میری رات ختم نہیں ہو رہی اور مصیبت زدہ آدمی کی رات تو لمبی ہوتی ہے اور رونے نے مجھے راحت دی ہے اور یہ رونا اس تکلیف کے مقابلے میں جو مسلمانوں کو پہنچی ہے کچھ بھی نہیں۔ جس شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس شام ہماری مصیبت اور بھی بڑی اور زیادہ ہو گئی۔ قریب ہے کہ ہماری سرزمین اس مصیبت کی وجہ سے جو اس پر آئی ہے ہمارے سمیت الٹ جائے۔ پھر لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے وحی ختم ہو گئی اور قرآن جسے جبرئیلؑ صبح شام لایا کرتے تھے اترنا بند ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک شعر میں کہا کہ اے فاطمہؓ! اگر تُو اس موقع پر روئے تو تیرا رونا درست ہے اور اگر نہ روئے تو یہی اصل طریق ہے۔ پس تُو صبر میں پناہ لے کیونکہ اس میں خدا کی طرف سے ثواب ہے جو بہت بڑا فضل ہے اور تُو اپنے والد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کر اور تعریف کرنے سے نہ تھک کیونکہ آپ کی جو تعریف بھی کی جائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو بیان نہیں کر سکتی۔ اس قصیدے میں وہ کہتے ہیں عربی شعر ہے:

فَقَبْرُ أَبِيْكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ
وَفِيْهِ سَيِّدُ النَّاسِ الرَّسُوْلُ

اے فاطمہ! تیرے باپ کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے کیونکہ اس میں رسول کریمؐ دفن ہیں جو تمام انسانوں کے سردار ہیں۔ حضرت ابوسفیانؓ کی وفات پندرہ ہجری یا بیس ہجری میں ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

عبداللہ بن ابو امیہ جو دوسرے تھے ان کا مختصر تعارف یہ ہے۔ ان کا نام حذیفہ آتا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ کے بیٹے تھے۔ اس نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھی تھے اور ام المومنین حضرت ام سَلَمہؓ کے بھائی تھے۔ جب آپؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالف ہو گئے اور مخالفت کرنے والوں میں بہت بڑھ گئے تھے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (بنی اسرائیل:91) اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ہرگز تیری کوئی بات نہیں مانیں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والے یہی عبداللہ بن ابو امیہ تھے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے بڑی جانفشانی سے

جنگِ حنین میں حصہ لیا اور غزوۂ طائف میں ایک تیر لگنے سے شہادت پائی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 141 تا 143 جلد 3 صفحہ 176 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 474 دار صادر بیروت)(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 868 دار الجیل بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 399 تا 401 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین... حدیث 4317)

اس مہم میں حضرت عباسؓ کی لشکر اسلام میں شمولیت کے بارے میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف سفر شروع کیا تو حضرت عباسؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے مکہ سے رختِ سفر باندھا۔ حضرت عباسؓ جُحفَہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ جُحفَہ مکہ سے چھہتر میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت عباسؓ نے اپنے سامان کو مدینہ بھیج دیا اور خود واپس مکہ کی طرف آپ کے ساتھ سفر شروع کر دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 214-213 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الروض المعطار في خبر الأقطار صفحہ 156 مکتبہ لبنان 1984ء)

حضرت عباس بن عبد المطّلبؓ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ اپنے بیٹے فضل بن عباس کی وجہ سے ابو الفضل کی کنیت سے مشہور تھے۔ حضرت ابو طالبؓ کے بعد 'سِقَایَا' یعنی حاجیوں کو پانی پلانا ان کے ذمہ تھا۔ عَقَبَہ کے مقام پر جب انصار کی بیعت ہوئی تو حضرت عباسؓ آپؐ کے ہمراہ تھے اور جنگِ حنین میں آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ بتیس یا تینتیس ہجری کو ان کی وفات ہوئی۔

حضرت عباسؓ کے قبول اسلام کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض کے نزدیک انہوں نے ہجرت سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ بعض کے نزدیک جنگِ بدر سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور بعض کے نزدیک جنگِ خیبر کے قریب اسلام قبول کیا اور بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحقیق کے مطابق بیعتِ عَقَبَہ ثانیہ تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ چنانچہ آپؓ بیعتِ عَقَبَہ ثانیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپ سے محبت رکھتے تھے۔ زیادہ غالب امکان ہے کہ حضرت عباسؓ نے جنگِ بدر سے پہلے تک اسلام قبول کر لیا ہو گا۔ البتہ اس بات پر تمام مؤرخین اور سیرت نگار متفق ہیں کہ مکہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا تا کہ مکہ اور اہل مکہ کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی رہیں اور یہ بھی روایت میں ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ آپؓ کا مکہ میں ٹھہرے رہنا زیادہ مفید ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 810 تا 812، 817)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 164-163 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحابہ کرام و تابعین کی زندگیوں کا تعارف تالیف محمد ناصر الدین صفحہ 588)

(منتخب سیرت مصطفیٰ ﷺ، از پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز بن ابراہیم العمری صفحہ 393)

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 228)

فتح مکہ کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خواب بھی تھا جس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور میں نے خواب میں آپؐ کو دیکھا کہ ہم مکہ کے قریب ہو گئے ہیں۔ ایک کتیا بھونکتے ہوئے ہماری طرف آئی۔ پھر جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مکہ والوں کا شر دُور ہو گیا اور نفع قریب ہو گیا۔ آپؐ نے یہ تعبیر فرمائی۔ وہ تمہاری قرابت داری کا واسطہ دے کر تمہاری پناہ میں آئیں گے اور تم ان میں سے بعض سے ملنے والے ہو۔ پھر آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو فرمایا کہ تم ابوسفیان کو پاؤ تو اسے قتل نہ کرنا۔ یہ دوسرے ابوسفیان ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 5 صفحہ 48 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال آپؐ کے لشکر کا سفر جاری رہا اور مَرّ الظہران میں آپؐ نے پڑاؤ فرمایا۔ لکھا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین فوجی حکمتِ عملی اور دعاؤں کے سبب اتنا بڑا معجزہ رونما ہوتا ہے کہ مدینہ سے چلنے والا دس ہزار کا لشکر تقریباً چار سو کلو میٹر کا سفر کرتا ہوا مکہ کے عین پانچ میل کے فاصلے پر ڈیرے لگا چکا ہے لیکن ابھی تک مکہ والوں کو کانوں کان خبر بھی نہیں پہنچی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے وقت مَرُّ الظَّہران میں پڑاؤ کیا جو مکہ اور عُسفان کے درمیان مکہ سے پانچ میل کے فاصلے پہ ایک مقام ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا تو انہوں نے دس ہزار آگیں روشن کیں۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو لشکر کی نگہداشت کے لیے مقرر کیا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 214-213 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا سیرت النبیؐ صفحہ 188 دار السلام)

(معجم البلدان جلد 5 صفحہ 123 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ اسلامی لشکر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح اسلامی لشکر کے بغیر کسی کو خبر ہوئے مکہ پہنچنے کے سامان ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ”احزاب کی تاریخ کے سوا اتنا بڑا لشکر عرب کی تاریخ میں تیار نہیں ہوا۔ احزاب میں دس بارہ ہزار آدمی تھا گویا عرب کی تاریخ میں اتنے بڑے لشکر کی یہ دوسری مثال تھی۔“ جو مسلمانوں کا تھا ”لیکن مدینہ سے اتنا بڑا لشکر نکلتا ہے اور کسی کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی اور پھر اللہ تعالیٰ معجزانہ طور پر یہ دکھاتا ہے کہ میں اس نوبت خانہ کو بجاتا ہوں جو میرا ہے اور اس نوبت خانہ کو توڑ رہا ہوں جو ان کا ہے۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپؐ نے فرمایا اے میرے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مکہ والوں کے کانوں کو بہرہ کر دے اور ان کے جاسوسوں کو اندھا کر دے۔ نہ وہ ہمیں دیکھیں اور نہ ان کے کانوں تک ہماری کوئی بات پہنچے۔ چنانچہ آپؐ نکلے۔ مدینہ میں سینکڑوں منافق موجود تھا لیکن دس ہزار کا لشکر مدینہ سے نکلتا ہے اور کوئی اطلاع مکہ میں نہیں پہنچتی۔“

(سیر روحانی (7) انوار العلوم جلد 24 صفحہ 262)

وہاں گو سات ہزار ہی تھے لیکن پھر بھی بہت بڑی تعداد تھی اور رستے میں شامل ہوتے گئے لیکن مدینہ والوں کو، منافقوں کو پھر بھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ خبر پہنچا سکیں۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ ابھی تک قریش یا اہل مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی بلکہ مکہ کے قریب تک آجانے کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ وہ اس بات

سے فکر مند ضرور تھے کہ آپ ان پر حملہ آور ہوں گے لیکن انہیں امید نہیں تھی کہ مسلمان ان پر حملہ کر سکتے ہیں البتہ اہل مکہ کسی قدر چوکنے ضرور ہو گئے تھے اور وہ رات کے وقت بھی ارد گرد کا احوال دیکھنے کے لیے گشت کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح ایک رات ابوسفیان مکہ کے دو سرداروں حکیم بن حِزَام اور بُدَیل بن وَرْقَاء کے ساتھ گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے لشکر، خیمے اور آگ دیکھی گویا کہ وہ عرفات کی آگ ہو۔ اب وہ آپس میں اندازے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بنو کعب یعنی خُزَاعَہ ہوں گے۔ انہیں ابھی تازہ ہونے والی جنگ نے مشتعل کر دیا ہے۔ پھر خود ہی کہنے لگے۔ اندازے لگا رہے تھے ناں۔ کہ ان کی تعداد اس قدر نہیں ہے۔ وہ نہیں ہو سکتے۔ پھر کہنے لگے کہ بنو ہَوَازِن ہوں گے۔ پھر خود ہی نفی کر دی کہ وہ بھی نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اندازے لگا رہے تھے کہ انہوں نے گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کی آوازیں سنیں۔ اس سب نے انہیں شدید خوفزدہ کر دیا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 214-213 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 199 نفیس اکیڈمی کراچی)

ابھی یہ باتیں کر رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس جو ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے انہوں نے ان کو پکڑ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے گئے۔ **ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کشفی طور پر ابوسفیان کے قریب آنے کی** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی۔ چنانچہ حضرت ابولَیلیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم مر الظہران کے مقام پر آپؐ کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان اَرَاک میں ہے جو مکہ کے قریب ایک وادی ہے اسے پکڑ لاؤ۔ ہم وہاں گئے اور اسے پکڑ لیا۔ ابن عُقْبَہ نے لکھا ہے کہ ابوسفیان، حکیم بن حِزَام اور بُدَیل بن وَرْقَاء کو علم تک نہ ہوا یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کے اس گروہ نے انہیں جا پکڑا جن کو آپؐ نے جاسوس کے طور پر بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے اونٹوں کی نکیلیں پکڑ لیں۔ ابوسفیان وغیرہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اتنا بڑا لشکر کسی قوم کے درمیان اترا ہو لیکن وہ اسے جانتے نہ ہوں۔ بغیر اطلاع کے اتنا بڑا لشکر کس طرح آ گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران پہنچے تو حضرت عباسؓ کا دل اہلِ مکہ کے لیے نرم ہوا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید شَہْبَاء نامی خچر پر سوار ہو کر مقام اَراک تک آئے اور دل میں سوچا کہ شاید کوئی آدمی مل جائے جو مکہ والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دے دے اور ان سے کہے کہ وہ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن کی درخواست کریں قبل اس کے کہ آپؐ بزور طاقت مکہ میں داخل ہوں۔ وہ ابھی یہ بات سوچ ہی رہے تھے کہ انہوں نے ابوسفیان، حکیم بن حِزَام اور بُدَیل بن وَرْقَاء کی آواز سنی۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا میں نے آج تک نہ کبھی ایسی آگ دیکھی ہے نہ فوج اور بُدَیل کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! یہ خُزَاعَہ والوں کی آگ ہے۔ جنگ کی خواہش نے ان کے جذبات کو بھڑکا دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اللہ کی قسم! خُزَاعَہ والے کمزور اور تعداد میں کم ہیں۔ یہ ان کی آگ اور فوج نہیں ہو سکتی۔ حضرت عباسؓ نے ان کی آوازیں سن لیں اور ان کو پہچان لیا اور ابوسفیان نے بھی انہیں پہچان لیا۔

حضرت عباسؓ ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور ان کے دونوں ساتھی واپس چلے گئے۔ اکیلے ابوسفیان کو لے گئے دوسرے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ انہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 214 تا 216 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(معجم البلدان مترجم ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ 37 الفیصل ناشران لاہور)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ ”اِدھر تو“ مسلمانوں کا ”یہ لشکر مکہ کی طرف مارچ کرتا چلا جارہا تھا اور ادھر مکہ والے اِس خاموشی کی وجہ سے جو فضا پر طاری تھی زیادہ سے زیادہ خوف زدہ ہوتے جاتے تھے۔ آخر انہوں نے مشورہ کر کے ابوسفیان کو پھر اِس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مکہ سے باہر نکل کر پتہ تو لے کہ مسلمان کیا کرنا چاہتے ہیں۔ مکہ سے ایک منزل باہر نکلنے پر ہی ابوسفیان نے رات کے وقت جنگل کو آگ سے روشن پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ تمام خیموں کے آگے آگ جلائی جائے۔ جنگل میں دس ہزار اشخاص کے لیے خیموں کے آگے بھڑکتی ہوئی آگ ایک ہیبت ناک نظارہ پیش کر رہی تھی۔ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ کیا آسمان سے کوئی لشکر اترا ہے؟ کیونکہ عرب کی کسی قوم کا لشکر اتنا بڑا نہیں ہے۔ اس کے ساتھیوں نے مختلف قبائل کے نام لیے لیکن اس نے کہا نہیں نہیں۔ عرب کے قبائل میں سے کسی قوم کا لشکر بھی اتنا بڑا کہاں ہو سکتا ہے۔ وہ یہ بات کر ہی رہا تھا کہ اندھیرے میں سے آواز آئی۔ ابوحَنْظَلَہ! (یہ ابوسفیان کی کنیت تھی) ابوسفیان نے کہا عباس! تم یہاں کہاں؟ انہوں نے جواب دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر سامنے ہے اور اگر تم لوگوں نے جلد جلد کوئی تدبیر نہ کر لی تو شکست اور ذلت تمہارے لیے بالکل تیار ہے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 338-337)

یعنی یہی ہے کہ اب صلح کی طرف آجاؤ۔

بہرحال اس کے آگے تفصیل میں مزید بھی ہے۔ کافی لمبی اس کی تفصیلیں ہیں ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا اور جیسا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں دعاؤں کی طرف توجہ دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو فسادوں سے بچائے اور ابھی اوپر نیچے جو صورتحال ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ بہتر کرے کہ یہ بہتری کی طرف چلی جائے۔ مزید تباہی کی طرف نہ جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 / جولائی 2025ء جلد 32 شمارہ 163 صفحہ 02 تا 06)

26

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 27/ جون 2025ء بمطابق 27/ احسان 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کے ساتھ خاموشی سے **مکّہ کے قریب پہنچنے اور پڑاؤ ڈالنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپؐ نے دس ہزار جگہ آگ روشن کروائی۔** ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے اس چیز کو دیکھا تو سخت گھبرا گئے۔ اس کی کچھ تفصیل پہلے بیان ہوئی تھی۔ اس ضمن میں مزید تفصیل بیان کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ تفصیل ایک جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”چونکہ عباسؓ ابوسفیان کے پرانے دوست تھے اس لیے ... انہوں نے ابوسفیان سے اصرار کیا کہ وہ ان کے ساتھ سواری پر بیٹھ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اونٹ پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اونٹ کو ایڑی لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت عباسؓ ڈرتے تھے کہ حضرت عمرؓ جو ان کے ساتھ پہرہ پر مقرر تھے کہیں اس کو قتل نہ کر دیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے کہ اگر ابوسفیان تم میں سے کسی کو ملے تو اسے قتل نہ کرنا۔ یہ سارا نظارہ ابوسفیان کے دل میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر چکا تھا۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ چند ہی سال پہلے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک ساتھی کے ساتھ مکّہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ابھی سات ہی سال گزرے ہیں کہ وہ دس ہزار قدوسیوں سمیت مکّہ پر بِلا ظلم اور بِلا تعدّی کے جائز طور پر حملہ آور ہوا ہے اور مکّہ والوں میں طاقت نہیں کہ اِس کو روک سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک پہنچتے پہنچتے کچھ ان خیالات کی وجہ سے اور کچھ دہشت اور خوف کی وجہ سے ابوسفیان مبہوت سا ہو چکا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ حالت دیکھی تو حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور رات اپنے پاس رکھو۔ صبح اِسے میرے پاس لانا۔ چنانچہ رات ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ رہا۔ جب صبح اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو فجر کی نماز کا وقت تھا۔ مکّہ کے لوگ صبح اٹھ کر نماز پڑھنے کو کیا جانتے تھے۔ اس نے اِدھر ادھر مسلمانوں کو پانی کے بھرے ہوئے لوٹے لے کر آتے جاتے دیکھا اور اسے نظر آیا کہ کوئی وضو کر رہا ہے، کوئی صف بندی کر رہا ہے تو ابوسفیان نے سمجھا کہ شاید میرے لیے کوئی نئی قسم کا عذاب تجویز ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے گھبرا کر حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ یہ لوگ صبح صبح یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا تمہارے لیے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں اور جب آپؐ رکوع کرتے

ہیں تو سب کے سب رکوع کرتے ہیں اور جب آپؐ سجدہ کرتے ہیں تو سب کے سب سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ چونکہ پہرہ پر ہونے کی وجہ سے نماز میں شامل نہیں ہوئے تھے، ابوسفیان نے ان سے پوچھا اب یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں وہی یہ لوگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ عباسؓ نے کہا تم کن خیالات میں پڑے ہو۔ یہ تو نماز ادا ہو رہی ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان کو حکم دیں کہ کھانا پینا چھوڑ دو تو یہ لوگ کھانا اور پینا بھی چھوڑ دیں۔

ابوسفیان نے کہا مَیں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے لیکن ان کی قوموں کو ان کا اتنا فدائی نہیں دیکھا جتنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت اس کی فدائی ہے۔ پھر عباسؓ نے کہا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج یہ درخواست کرو کہ آپ اپنی قوم سے عفو کا معاملہ کریں؟ جب نماز ختم ہو چکی تو حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھ پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نہایت ہی حلیم، نہایت ہی شریف اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ میں اب یہ بات تو سمجھ چکا ہوں کہ اگر خدا کے سوا کوئی اَور معبود ہوتا تو کچھ تو ہماری مدد کرتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابوسفیان نے کہا" پھر اس نے یہی کہا کہ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اِس بارہ میں ابھی میرے دل میں کچھ شبہات ہیں۔ مگر ابوسفیان کے تردّد کے باوجود اس کے دونوں ساتھی جو اس کے ساتھ ہی مکّہ سے باہر مسلمانوں کے لشکر کی خبر لینے کے لیے آئے تھے اور جن میں سے ایک حکیم بن حزام تھے وہ مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد ابوسفیان بھی اسلام لے آیا، مگر اس کا دل غالباً فتح مکّہ کے بعد پوری طرح کھلا۔ ایمان لانے کے بعد حکیم بن حزام نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! کیا یہ لشکر آپ اپنی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے اٹھا لائے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں نے ظلم کیا، اِن لوگوں نے گناہ کیا اور تم لوگوں نے حدیبیہ میں باندھے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور خُزَاعہ کے خلاف ظالمانہ جنگ کی۔ اس مقدس مقام پر جنگ کی جس کو خدا نے عطا فرمایا ہوا تھا۔ حکیم نے کہا یا رسول اللہؐ! ٹھیک ہے آپ کی قوم نے بیشک ایسا ہی کیا ہے لیکن آپ کو تو چاہیے تھا کہ بجائے مکّہ پر حملہ کرنے کے ہَوازِن قوم پر حملہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم بھی ظالم ہے لیکن میں خدا تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مکّہ کی فتح اور اسلام کا غلبہ اور ہَوازِن کی شکست یہ ساری باتیں میرے ہی ہاتھ پر پوری کرے گا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! اگر مکّہ کے لوگ تلوار نہ اٹھائیں تو کیا وہ امن میں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔

حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری عزت کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن

دیا جائے گا۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 338 تا 340)

یہ ساری تفصیل دیباچہ تفسیر القرآن میں آپؓ نے درج فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوسفیان ایک بڑا ضعیف القلب اور کم فراست والا آدمی تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ پر فتح پائی تو اسے کہا کہ کیا تُو اب بھی نہیں سمجھتا؟ تجھے اب تک پتہ نہیں لگا کہ یہ انسانی ہاتھ کا کام نہیں ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ اب سمجھ آگئی ہے کہ تیرا خدا سچا ہے اگر ان بتوں میں کچھ ہوتا تو یہ ہماری اس وقت مدد کرتے۔ پھر جب اسے کہا گیا کہ تُو میری نبوت پر ایمان لاتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، اس سے سوال کیا تو اس نے تردّد ظاہر کیا اور اس کی سمجھ میں توحید آئی اور نبوت نہ آئی۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ بعض مادے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں فراست کم ہوتی ہے جو توحید کی دلیل تھی وہی نبوت کی دلیل تھی مگر ابوسفیان اس میں تفریق کرتا رہا۔ اس نے توحید اور نبوت کو علیحدہ کر دیا تو آپؑ فرماتے ہیں کہ سب ایک طبقہ کے انسان نہیں ہوتے۔ کوئی اول جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان جیسے ہوتے ہیں کوئی اوسط درجہ کے اور کوئی آخر درجہ کے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 414، ایڈیشن 2022ء)

ابن عُقبہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان اور حکیم بن حزام واپس جا رہے تھے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! مجھے ابوسفیان کے اسلام کے بارے میں خدشہ ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ اسے واپس بلا لیں یہاں تک کہ وہ اسلام کو سمجھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کے لشکروں کو دیکھ لے۔ ابن ابی شَیبہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جانے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ ابوسفیان کے بارے میں حکم دیں تو اس کو راستہ میں روک لیا جائے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا ابوسفیان کو وادی کی گھاٹی میں روک لو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو جا کر روک لیا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے بنی ہاشم! کیا تم دھوکہ دیتے ہو؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا اہلِ نبوت دھوکا نہیں دیتے۔ ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے کہا ہم ہرگز دھوکا دینے والے نہیں البتہ تُو صبح تک انتظار کر یہاں تک کہ تُو اللہ کے لشکر کو دیکھے اور اس کو دیکھے جو اللہ نے مشرکوں کے لیے تیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اس گھاٹی میں روکے رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 218 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مختلف قبائل ایک ایک دستہ ہو کر ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ جب ایک دستہ گزرا تو اس نے کہا اے عباس! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ غِفَار ہیں۔ غِفَار قبیلے کے۔ اس نے کہا مجھے غِفَار سے کیا سروکار۔ پھر جُہَیْنَہ گزرے تو اس نے ویسے ہی کہا۔ پھر سعد بن ھُذیم گزرے تو اس نے ویسے ہی کہا کہ مجھے ان لوگوں سے کیا لینا۔ پھر سُلَیم گزرے تو اس نے پھر ویسے ہی کہا یہاں تک کہ ایک دستہ ایسا آیا کہ اس جیسا اس نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا یہ انصار ہیں ان کے سردار حضرت سعد بن عُبَادہؓ ہیں

جن کے پاس جھنڈا ہے۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ نے جوش سے کہا اے ابوسفیان آج کا روز لڑائی کا روز ہے۔ آج کعبہ کی حرمت نہیں رہے گی۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا۔ عباس! بربادی کا یہ دن کیا خوب ہو گا اگر مقابلے کا موقع مل جاتا۔ کہتے ہیں لڑتے تو پھر تو ٹھیک تھا اب تو ہم لڑ بھی نہیں سکتے۔ پھر ایک دستہ آیا اور وہ تمام دستوں سے چھوٹا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپؐ کے صحابہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبیؐ الرایۃ یوم الفتح؟ حدیث 4280)

ایک دوسری روایت میں یہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کے قتلِ عام کا حکم دے دیا ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ سعد بن عُبَادہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ اس اس طرح کہہ رہا تھا میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز، صلہ رحمی کرنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد نے غلط کہا۔ آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کعبہ کو عظمت عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ قریش کو حقیقی عزت عطا فرمائے گا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ نے جو کہا تھا وہ مہاجرین میں سے کسی نے سن لیا۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ تھے جنہوں نے سنا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم امن میں نہیں۔ شاید حضرت سعدؓ قریش پر حملہ کر دیں۔ دوسری روایت کے مطابق یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ نے کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے جھنڈا لیا اور ان کے بیٹے حضرت قیسؓ کو عطا کر دیا۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 222-221 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تاریخوں کی کتابوں سے لے کے بیان فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ”جس وقت یہ لشکر ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا انصار کے کمانڈر سعد بن عُبَادہؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا آج خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے مکّہ میں داخل ہونا تلوار کے زور سے حلال کر دیا ہے۔ آج قریشی قوم ذلیل کر دی جائے گی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے بلند آواز سے کہا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کے قتل کی اجازت دے دی ہے؟ ابھی ابھی انصار کے سردار سعدؓ اور ان کے ساتھی ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔ انہوں نے بلند آواز یہ کہا ہے کہ آج لڑائی ہو گی اور مکّہ کی حرمت آج ہم کو لڑائی سے باز نہیں رکھ سکے گی اور قریش کو ہم ذلیل کر کے چھوڑیں گے۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ تو دنیا میں سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ رحیم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ کیا آج اپنی قوم کے ظلموں کو بھول نہ جائیں گے؟ ابوسفیان کی یہ شکایت و التجاء سن کر وہ مہاجرین بھی جن کو مکّہ کی گلیوں میں پیٹا اور مارا جاتا تھا، جن کو گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کیا جاتا تھا تڑپ گئے اور ان کے دلوں میں بھی مکّہ کے لوگوں کی نسبت رحم پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! انصار نے مکّہ والوں کے مظالم کے

جو واقعات سنے ہوئے ہیں آج ان کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ وہ قریش کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان! سعدؓ نے غلط کہا ہے آج رحم کا دن ہے۔** آج اللہ تعالیٰ قریش اور خانہ کعبہ کو عزت بخشنے والا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک آدمی کو سعدؓ کی طرف بھجوایا اور فرمایا اپنا جھنڈا اپنے بیٹے قیسؓ کو دے دو کہ وہ تمہاری جگہ انصار کے لشکر کا کمانڈر ہو گا۔ اس طرح آپؐ نے مکّہ والوں کا دل بھی رکھ لیا اور انصار کے دلوں کو بھی صدمہ پہنچنے سے محفوظ رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیسؓ پر پورا اعتبار بھی تھا کیونکہ قیسؓ نہایت ہی شریف طبیعت کے نوجوان تھے۔ ایسے شریف کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات کے قریب جب بعض لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے اور بعض نہ آئے تو انہوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض جو میرے واقف ہیں میری عیادت کے لیے نہیں آئے۔ ان کے دوستوں نے کہا آپ بڑے مخیر آدمی ہیں۔ آپ ہر شخص کو اس کی تکلیف کے وقت قرضہ دے دیتے ہیں۔ شہر کے بہت سے لوگ آپ کے مقروض ہیں اور وہ اس لیے آپؓ کی عیادت کے لیے نہیں آئے کہ شاید آپؓ کو ضرورت ہو اور آپ ان سے روپیہ مانگ بیٹھیں۔ آپؓ نے فرمایا اوہو! میرے دوستوں کو بِلاوجہ تکلیف ہوئی۔ میری طرف سے تمام شہر میں منادی کر دو کہ ہر شخص جس پر قیس کا قرضہ ہے وہ اسے معاف ہے۔ اِس پر اِس قدر لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے کہ ان کے مکان کی سیڑھیاں ٹوٹ گئیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 343-342)

ابن ابی شَیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھے اجازت دیں تو میں اہل مکّہ کے پاس جاؤں اور انہیں دعوت دوں اور آپؐ انہیں امن عطا کر دیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید شَہبَاء نامی خچر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ وہ مکّہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا اے اہلِ مکّہ! اسلام لے آؤ نجات پا جاؤ گے۔ تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر آیا ہے کہ جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ (ماخوذ از سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 223 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "جب لشکر گزر چکا تو عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا۔" یہ دیکھ رہا تھا جیسے بیان ہوا ہے کہ سامنے سے لشکر گزر رہا تھا۔ ابوسفیان سے کہا کہ "اب اپنی سواری دوڑا کر مکّہ پہنچو اور ان لوگوں کو اطلاع دے دو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں اور انہوں نے اِس اِس شکل میں مکّہ کے لوگوں کو امان دی ہے۔ جبکہ ابوسفیان اپنے دل میں خوش تھا کہ مَیں نے مکّہ کے لوگوں کی نجات کا رستہ نکال لیا ہے۔ اس کی بیوی ہندہ نے جو ابتدائے اسلام سے مسلمانوں سے بغض اور کینہ رکھنے کی لوگوں کو تعلیم دیتی چلی آئی تھی اور باوجود کافر ہونے کے فی الحقیقت ایک بہادر عورت تھی آگے بڑھ کر اپنے خاوند کی داڑھی پکڑی اور مکّہ والوں کو آوازیں دینی شروع کیں کہ آؤ اور اِس بڈھے احمق کو قتل کر دو کہ بجائے اِس کے کہ تم کو یہ نصیحت کرتا کہ جاؤ اور اپنی جانوں اور اپنے شہر کی عزت کے لیے لڑتے ہوئے مارے جاؤ یہ تم میں امن کا اعلان کر رہا ہے۔ ابوسفیان نے اس کی حرکت کو دیکھ کر کہا بے وقوف! یہ اِن باتوں کا وقت نہیں جا اور اپنے گھر میں چھپ جا۔ میں اس لشکر کو دیکھ کر آیا ہوں جس لشکر کے مقابلہ کی طاقت سارے عرب میں نہیں ہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 344-343)

اسلامی لشکر کے مکّہ میں داخل ہونے کا واقعہ لکھا ہے۔ بخاری میں حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ مکّہ کے بالائی حصہ کَدَاء سے داخل ہوں۔ وہ اپنا جھنڈا حَجُون میں گاڑ دیں اور آپؐ کے آنے تک جگہ نہ چھوڑیں۔ حجون وادی مُحَصَّب کی طرف ایک پہاڑ ہے جو بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر کے دائیں طرف، دائیں حصہ پر مقرر تھے۔ ان کے دستے میں اَسلم، سُلَیم، غِفار، مُزَینہ اور جُہَینہ کے قبائل شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ مکّہ مکرمہ کے نشیبی علاقے لِیط سے داخل ہوں۔ آپ نے انہیں قریبی گھروں کے پاس جھنڈا گاڑ دینے کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَّاحؓ کا تقرر پیادہ دستے پر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امراء کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ لڑائی سے اپنے ہاتھ روکے رکھیں۔ لڑائی نہیں کرنی۔ صرف اس کے ساتھ قتال کریں جو ان کے ساتھ قتال کرے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ **صَفْوَان، عِکْرِمَہ اور سُہَیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کے لیے لوگوں کو بلایا۔** انہوں نے لوگوں کو خَنْدَمہ میں جمع کیا جو منیٰ کے راستے میں مکّہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ قریش، بنو بکر اور ھُذَیل کے لوگ ان کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ وہ اللہ کی قسمیں کھا رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی طاقت سے مکّہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

بنو دِیل یعنی بنو بکر کے ایک شخص حِمَاشْ بن قَیس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ اپنے ہتھیار درست کرنے لگا۔ اس کی بیوی نے اسے کہا کہ یہ تیاری کس لیے ہو رہی ہے؟ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے لیے۔ اس عورت نے کہا بخدا! آج محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ عقل مند عورت تھی۔ حِمَاش بن قیس نے نہایت تکبر سے اور تمسخرانہ انداز میں کہا مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو تیری خدمت میں پیش کر دوں گا یعنی مسلمان کو غلام بنا کر لاؤں گا۔ تمہیں ایک شخص کی ضرورت ہے جو تمہاری خدمت کرے تو تمہارے لیے غلام لے کے آؤں گا۔ اس عورت نے کہا تیرے لیے بربادی ہو ایسا نہ کرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال نہ کرو۔ بخدا! تمہاری رائے درست نہیں ہے۔ کاش تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لیا ہوتا۔ حِمَاش نے کہا تم عنقریب دیکھ لو گی۔ پھر وہ صفوان، عکرمہ اور سُہیل کے ساتھ خندمہ چلا گیا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں سے اس طرح داخل ہوئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا تو انہوں نے ایک جتھہ دیکھا جنہوں نے انہیں داخل ہونے سے روکا اور ان کے لیے ہتھیار لہرائے اور ان پر تیر اندازی کی۔ انہوں نے کہا تم طاقت کے ذریعہ یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور مشرکین کے ساتھ جنگ ہوئی۔ بنو بکر کے بیس اور ھُذَیل کے تین یا چار افراد مارے گئے۔ ابن اسحاق کے مطابق مشرکین کے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے۔ انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ وہ ہر طرف بکھر گئے۔ ایک گروہ پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ حِمَاش بن قیس جو بڑے فخر سے اپنی بیوی کو جواب دے رہا تھا وہ وہاں سے بھاگا اور اپنے گھر پہنچ کر بیوی سے کہا دروازہ بند کر دو۔ بیوی نے اپنے خاوند سے پوچھا کہ وہ تمہارے دعوے کہاں گئے؟ تم نے تو ابھی کہا تھا میں غلام لے کے آؤں گا تو اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں جواب دیا اور کچھ شعر

پڑھے، پڑھ کر سنائے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اگر تو خندمہ کی جنگ خود دیکھ لیتی جب صفوان بھی بھاگ کھڑا ہوا اور عکرمہ بھی۔ ان سب کا استقبال تلواروں نے کیا۔ تلواریں ہر کلائی اور ہر کھوپڑی پر پڑ کر اس کو کاٹ رہی تھیں اور بجز شور کے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ ہمارے پیچھے ان کی دھاڑیں اور سینے سے اٹھنے والے غل و غصہ ابلتا ہوا سنائی دے رہا تھا۔ لہٰذا تو اپنی زبان سے ملامت کا چھوٹا سا کلمہ بھی نہ نکال۔

بخاری میں ہے کہ حضرت خالدؓ کے گھڑ سواروں میں سے دو شخص مارے گئے۔ حضرت حُبَیْش بن اَشعرؓ اور حضرت کُرز بن جَابِر فِہْرِیؓ۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبیؐ الرایۃ یوم الفتح حدیث:4280)(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 228-227 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 149 تا 152 دار السلام)(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 416 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فتح الباری جلد 8 صفحہ 13 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)(فرہنگ سیرت صفحہ 100، 116 زوار اکیڈمی)

مکّہ والوں کے لیے امن کے اعلان کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو امان دی اور حکیم بن حزام کو امان دی اور فرمایا کہ مکّہ جا کر اعلان کر دیں کہ جو ہتھیار پھینک دے گا وہ امن میں ہو گا۔ جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان پائے گا۔ جو خانہ کعبہ کے صحن میں چلا جائے گا وہ امان پائے گا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان پائے گا اور جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امان پائے گا۔

اب جب مکّہ والے امان حاصل کر رہے تھے ایسے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار عشاق، وفادار ساتھیوں کو نہیں بھولے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً چند سال پہلے مکّہ کی گلیوں میں کیے جانے والے ظلم و ستم بھی یاد آ رہے ہوں گے۔ وہ بلال بھی جس کو رسیوں سے باندھ کر یہاں انہیں پتھریلی گلیوں میں گھسیٹا جایا کرتا تھا۔ آج وہ بلال اس فاتح فوج میں شامل تھا۔ ان کے دل و دماغ میں بھی ظلم و ستم کے سارے مناظر تازہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتقام لینا بھی ضروری سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر خوبصورت انتقام لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ”اس کے بعد ابی رُوَیحَہؓ جن کو آپ نے بلالؓ حبشی غلام کا بھائی بنایا ہوا تھا ان کے متعلق آپؐ نے فرمایا ہم اِس وقت ابی رُوَیحَہؓ کو اپنا جھنڈا دیتے ہیں جو شخص ابی رُوَیحَہؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا ہم اس کو بھی کچھ نہ کہیں گے۔ اور بلالؓ سے کہا تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابی رُوَیحَہؓ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔

اِس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی۔ مکّہ کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے۔ مکّہ کی گلیاں، مکّہ کے میدان بلالؓ کے لیے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ بلالؓ کا دل آج انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہو گا۔ اِس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی نہایت ضروری ہے۔ مگر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا انتقام اسلام کی شان کے مطابق ہو۔ پس آپؐ نے بلالؓ کا انتقام اِس طرح نہ لیا کہ تلوار کے ساتھ اس کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں بلکہ اس کے بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا اور بلالؓ کو اِس غرض کے لیے مقرر

کر دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے آکر کھڑا ہو گا اسے امن دیا جائے گا۔ کیسا شاندار یہ انتقام تھا۔ کیسا حسین یہ انتقام تھا۔ جب بلالؓ بلند آواز سے یہ اعلان کرتا ہو گا کہ اے مکّہ والو! آؤ میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ تمہیں امن دیا جائے گا تو اس کا دل خود ہی انتقام کے جذبات سے خالی ہوتا جاتا ہو گا اور اس نے محسوس کر لیا ہو گا کہ جو انتقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تجویز کیا ہے اس سے زیادہ شاندار اور اس سے زیادہ حسین انتقام میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 341-340)

ایک اور جگہ آپؓ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "**اِس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا۔" یعنی اس کے بھائی کا جھنڈا یہاں اس سے یہی مراد ہے۔ "اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابو بکرؓ تھے مگر ابو بکرؓ کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمرؓ کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علیؓ کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبد الرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہو گا لیکن عبد الرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر عباسؓ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤساء اور چوٹی کے آدمی موجود تھے، خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا خود بڑا نامور انسان تھا موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا اِسی طرح اور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اِس کی کیا وجہ تھی؟ اِس کی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جب حملہ ہونے لگا تھا ابو بکرؓ دیکھ رہا تھا کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اس کے بھائی بند ہیں اور اس نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا اپنے بھائیوں کو ماریں گے۔ وہ ظلموں کو بھول چکا تھا اور جانتا تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ عمرؓ بھی کہتے تو یہی تھے کہ یا رسول اللہؐ! اِن کافروں کو ماریئے مگر پھر بھی جب آپؐ ان کو معاف کرنے پر آئے تو وہ اپنے دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہمارے بھائی بخشے گئے۔ عثمانؓ اور علیؓ بھی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی بخشے گئے۔ اِنہوں نے ہمارے ساتھ سختیاں کر لیں تو کیا ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو معاف کرتے وقت یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان میں میرے چچا بھی تھے، بھائی بھی تھے، اِن میں میرے داماد، عزیز اور رشتہ دار بھی تھے اگر میں نے اِن کو معاف کر دیا تو اچھا ہی ہوا میرے اپنے رشتہ دار بچ گئے۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکّہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی، جس کی مکّہ میں کوئی طاقت نہ تھی، جس کا مکّہ میں کوئی ساتھی نہ تھا اور اس کی بیکسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابو بکرؓ پر ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر بھی نہیں ہوا۔ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بلالؓ ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ تم دیکھو! ننگے پاؤں بھی مئی اور جون میں نہیں چل سکتے۔'' یہاں تو گرمی کم ہے لیکن گرم ممالک میں ننگے پاؤں بھی نہیں چل سکتے مئی جون کے مہینے میں تو وہاں بھی گرمی میں ننگے پاؤں نہیں چل سکتے۔ ''اس کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا، پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان اس کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہو! خدا کے سوا اور معبود ہیں۔ کہو محمدؐ رسول اللہ جھوٹا ہے اور بلالؓ آگے سے اپنی حبشی زبان میں جب وہ بہت مارتے تھے کہتے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتا تھا کہ تم مجھ پر کتنا بھی ظلم کرو میں نے جب دیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتہ ہے کہ محمد رسول اللہؐ خدا کے سچے رسول ہیں تو میں انہیں جھوٹا کس طرح کہہ دوں۔ اس پر وہ اور مارنا شروع کر دیتے تھے۔ مہینوں گرمیوں کے موسم میں اس کے ساتھ یہی حال ہوتا تھا۔ اِسی طرح سردیوں میں وہ یہ کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں رسی ڈال کر انہیں مکّہ کی پتھروں والی گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔ چمڑا ان کا زخمی ہو جاتا تھا۔ وہ گھسیٹتے تھے اور کہتے تھے کہو! جھوٹا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو خدا کے سوا اور معبود ہیں۔ تو وہ کہتے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اب جبکہ اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں داخل ہونے کے لیے آیا۔ بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا۔ آج ان ماروں کا معاوضہ مجھے ملے گا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ معاف، جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ معاف، جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے وہ معاف، جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے وہ معاف۔ تو بلالؓ کے دل میں خیال آتا ہو گا کہ یہ تو اپنے سارے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اور اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ تو رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آج صرف ایک شخص ہے جس کو میرے معاف کرنے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور وہ بلالؓ ہے کہ جن کو میں معاف کر رہا ہوں وہ اس کے بھائی نہیں۔ جو اس کو دکھ دیا گیا ہے وہ اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کا بدلہ لونگا اور اِس طرح لونگا کہ میری نبوت کی بھی شان باقی رہے اور بلالؓ کا دل بھی خوش ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور ان مکّہ کے سرداروں کو جو جوتیاں لے کر اس کے سینہ پر ناچا کرتے تھے، جو اس کے پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا کرتے تھے، جو اسے تپتی ریتوں پر لٹایا کرتے تھے کہہ دو کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہوا ہے اور اس کو طاقت ملی ہے اِس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔

جب بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا ہو گا، جب عرب کے وہ رؤساء جو اس کو پیروں سے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے بولتا ہے کہ نہیں کہ محمد رسول اللہؐ جھوٹا ہے جب وہ دوڑ دوڑ کر اور اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اور لا لا کر بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے لاتے ہونگے کہ ہماری جان بچ جائے تو اس وقت بلالؓ کا دل اور اس کی جان کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور ہو رہی ہو گی۔ وہ کہتا ہو گا میں نے تو خبر نہیں اِن کفار سے بدلہ لینا تھا یا نہیں یا لے سکتا تھا کہ نہیں۔ اب وہ بدلہ لیا گیا ہے کہ ہر شخص

جس کی جوتیاں میرے سینہ پر پڑتی تھیں اس کے سر کو میری جوتی پر جھکا دیا گیا ہے۔

یہ وہ بدلہ تھا جو یوسفؑ کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا اِس لیے کہ یوسفؑ نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا۔ بھلا یوسفؑ کا بدلہ اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔" (سیر روحانی(7)، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 270 تا 273)

ایک کمزور شخص جس کا بچپن اور جوانی سرداران قریش کی غلامی میں گزری اس کی ایسی دلجوئی اور ایسی عزت افزائی آپؐ نے کی ہے جس کی مثال جیسا کہ بیان ہوا ہے تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گی۔ پس یہ ہے ہمارے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ لینے کا اسوہ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ فتح مکّہ میں مہاجرین کا شعار یَا بَنِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰن تھا۔ یعنی اے عبدالرحمٰن کے بیٹو۔ خزرج کا شعار یَا بَنِیْ عَبْدِاللّٰہ تھا یعنی اے عبداللہ کے بیٹو اور اوس کا شعار یَا بَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہ تھا یعنی اے عبید اللہ کے بیٹو۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 742 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَذَاخِر کے پہاڑی راستے پر آئے جو کَدَاء کا دوسرا نام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے روز یہیں سے مکّہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے تلواروں کی چمک دیکھی تو فرمایا کہ میں نے تمہیں قتال سے منع نہیں کیا تھا؟ کہا گیا کہ خالد سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے بھی شمشیر زنی کی۔ پہلے دشمن نے حملہ کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 103 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 34، 242 زوار اکیڈمی)

یعنی اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتا تھا، کافروں کو دکھانا چاہتا تھا کہ آج تم طاقت کے زور پر مسلمانوں کو مکّہ میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک اٹل فیصلہ ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یہ تھی مکّہ میں داخل ہونے کی ابتدائی تاریخ جو بیان کی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی اس کا بیان ہو گا۔

اس وقت میں ایک مرحومہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ یہ ہیں مکرمہ امینہ شہناز صاحبہ اہلیہ مکرم انعام اللہ صاحب لاہور جو گذشتہ دنوں ستاون سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مکرم محمد دین صاحب کے ذریعہ آئی جنہوں نے 1934ء میں پندرہ سال کی عمر میں قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے بیٹے مکرم وجیہ اللہ صاحب سینیگال میں مبلغ ہیں اور وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔

ان کے بیٹے وجیہ اللہ صاحب جو مربی ہیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ خاکسار کی والدہ ایک انتہائی نیک سیرت خاتون تھیں۔ نماز روزہ کی پابند، قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتی تھیں۔ بچوں کی بھی پوری نگرانی کرتی تھیں۔

خلافت احمدیہ سے بہت محبت کرنے والی تھیں۔ کوئی بھی پریشانی یا خوشی کا علم ہوتا تو مجھے کہا کرتی تھیں کہ خلیفہ وقت کو خط لکھو۔ مہمانوں کی دلجوئی کرنے والی اور اپنی حیثیت سے زیادہ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ غیر احمدی ہمسایوں کے ساتھ بھی محبت کا سلوک تھا۔ باوجود اس کے کہ بعض ہمسائے مخالفت بھی کرتے تھے لیکن آپ ہمیشہ ان کا، ہمسائے کا حق ادا کرتی تھیں۔

ان کے میاں انعام اللہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے ساتھ بہترین زندگی گزاری۔ ساری زندگی جتنی جماعتی خدمت کی توفیق ملی اس میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ اگر جماعتی کام کی وجہ سے سارا دن یا رات بھی گھر سے باہر رہنا پڑتا تو کبھی شکایت نہیں کی۔ بڑی مہمان نواز تھیں۔ وفات سے ایک ماہ قبل بھی تقریباً بائیس جماعتی مہمانوں کے لیے خود کھانا بنایا۔ غرباء کی ہر ممکن مدد کرتی تھیں۔ چندہ جات کی ادائیگی میں اپنے مرحومین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتی تھیں۔ اولاد کی تربیت بھی بہترین رنگ میں کرنے کی کوشش کی۔ لمبا عرصہ اپنے حلقہ میں سیکرٹری مال کی خدمت انجام دی اور وفات کے وقت بھی اسی خدمت پر مامور تھیں۔

ان کے بڑے بھائی کہتے ہیں کہ میری بہن محبت کرنے والی اور ہر ایک سے شفقت کرنے والی تھیں۔ پنجوقتہ نمازیں بچپن سے پڑھنے والی، تہجد گزار اور خلافت سے والہانہ محبت کرنے والی، باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی، بچوں اور خاندان کے دوسرے جو بھی بچے تھے ان کے گھر جاتے تھے ان کو بھی نماز کی پابندی اور تلاوت کرنے کی تلقین کرتیں۔

غیر از جماعت کے ساتھ بھی اچھا تعلق تھا۔ ایک غیر احمدی ہمسائی کہتی ہے کہ میرے ساتھ ان کا بیس سال کا تعلق تھا اور مجھ سے بہنوں جیسا سلوک کیا کرتی تھیں۔ میرے بچوں سے ماں جیسا سلوک تھا۔ میرے بچے بھی ان کو امی جی ہی کہا کرتے تھے۔ ہر کام میں مجھے ہمیشہ بہترین مشورہ دیتی تھیں۔ شریف غیر از جماعت بھی ہیں جو تعلق بھی رکھتے ہیں اور پھر قدر بھی کرتے ہیں۔

صدر لجنہ رچنا ٹاؤن کہتی ہیں کہ مرحومہ کی وفات سے ہماری مجلس کی ایک انتہائی مخلص اور جماعتی نظام سے وفا شعار لجنہ چلی گئی۔ تقریباً بیس سال سے سیکرٹری مال کا کام سرانجام دے رہی تھیں اور بہت اخلاص سے کام کر رہی تھیں۔ جماعتی تحریکات میں خود بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ حالات کیسے بھی ہوں کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتی تھیں۔ ہر گرمیوں میں یہ کہتی ہیں باقی بچیوں نے بھی بیٹیوں نے بھی لکھا ہے کہ ہر ہفتے جمعرات کے روز روزہ رکھا کرتی تھیں۔ ان کے گھر میں کوئی پروگرام رکھا جاتا تھا تو کھلے دل سے اسے قبول کرتیں۔ اس کی مہمان نوازی بھی کرتیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ایک بیٹا جو مربی ہے جو میں نے ذکر کیا ہے میدان عمل میں ہے اور وہاں ہونے کی وجہ سے جنازے میں شامل بھی نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان سب بچوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ جولائی 2025ء جلد 32 شمارہ 169 صفحہ 02 تا 06)

27

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 04/ جولائی 2025ء بمطابق 04/ وفا 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں فتح مکّہ کے ضمن میں مکّہ میں داخل ہونے کے حالات کا ذکر ہوا تھا۔ اس کی مزید تفصیل اس طرح ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب ابوسفیان خدا تعالیٰ کے لشکروں کا جو اس کے پاس سے گزرے تھے مشاہدہ کر کے مکّہ پہنچا اور اس وقت مسلمان ذی طُویٰ پہنچ چکے تھے جو مسجد حرام سے نصف میل کے فاصلے پر مکّہ کی ایک وادی ہے اور صحابہؓ وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے حتّٰی کہ سارے صحابہ وہیں جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سبز پوش دستے کے ساتھ آئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپؐ اپنی اونٹنی قَصواء پر حضرت ابو بکرؓ اور اُسید بن حضیرؓ کے درمیان تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مُغَفَّلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فتح مکّہ کے روز آپؐ اپنی اونٹنی پر تھے اور آپؐ سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ یہ روایت بخاری میں ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپؐ کی زیارت کے لیے آئے۔ عاجزی کی وجہ سے آپؐ کا سر کجاوے کو چھو رہا تھا۔ یعنی جو اونٹ کی سیٹ تھی، جہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کے اگلے حصے کو چھو رہا تھا۔ جب آپؐ مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپؐ کا جھنڈا بھی سیاہ تھا اور پرچم بھی سیاہ تھا۔ بعض روایات کے مطابق چھوٹا جھنڈا یعنی لواء سفید رنگ کا تھا۔ آپؐ ذِی طُویٰ جگہ پر کھڑے ہوئے۔ آپؐ لوگوں کے درمیان تھے۔ فتح اور مسلمانوں کی کثرت دیکھ کر آپؐ کی ریش مبارک عاجزی کی وجہ سے کجاوے کو چھو رہی تھی یا قریب تھا کہ وہ چھو لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْآخِرَۃِ۔ کہ اے اللہ! یقیناً اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

عدل و انصاف اور انکسار و تواضع کا ایک اَور پہلو یہ تھا کہ آپؐ نے اپنے پیچھے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے بیٹے اسامہؓ کو سوار فرمایا ہوا تھا حالانکہ قریش کے رؤساء اور بنو ہاشم کے بیٹے بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس رمضان المبارک کو مکّہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت سورج کچھ بلند ہو چکا تھا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 226 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبیؐ الرایۃ یوم الفتح حدیث: 4281)(فرہنگ سیرت صفحہ نمبر 180 زوار اکیڈمی کراچی)
(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 104-103 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(امتاع الاسماع جلد 8 صفحہ 384 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 84،77 از مکتبۃ الشاملہ)
(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 122 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سنن الترمذی ابواب الجہاد باب ما جاء فی الالویہ حدیث 1679)(ماخوذ از زرقانی جلد 3 صفحہ 414 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”یہ علوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علوّ استکبار سے ملا ہوا تھا۔ دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح پر اُن مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکّہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپؐ نے سجدہ کیا۔“

(ملفوظات جلد 3 حاشیہ صفحہ 260، ایڈیشن 2022ء)

اس بارے میں کہ فتح مکّہ کے روز آپؐ کا قیام کہاں ہوا تھا؟ لکھا ہے کہ مکّہ کے قریب پہنچ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مکّہ میں قیام کہاں ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکّہ میں عقیل نے کوئی گھر ہمارے لیے چھوڑا بھی ہے! عقیل حضرت ابو طالبؓ کے بیٹے تھے اور یہ حدیبیہ سے کچھ پہلے اسلام لائے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے ساری جائیداد وغیرہ فروخت کر دی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا قیام خَیف بنی کِنَانہ میں ہو گا جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔ اور تمام صحابہؓ کو حکم ہوا کہ وہیں جمع ہوں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس روز مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو آپؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ فتح مکّہ کے دن میں آپؐ کے ساتھ ہی داخل ہوا اور جب مکّہ کے گھر دیکھے تو آپؐ رک گئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ آپؐ نے اپنے خیمے کی جگہ کو دیکھا اور فرمایا اے جابر! یہ ہمارے قیام کی جگہ ہے۔ اسی جگہ قریش نے ہمارے خلاف کفر کی حالت میں قسمیں کھائی تھیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں اس پر مجھے وہ بات یاد آ گئی جسے میں نے مدینہ میں آپؐ سے سنا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب ہم مکّہ فتح کریں گے تو ہمارا قیام خَیف بنی کِنَانہ میں ہو گا جہاں کفر کی حالت میں انہوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ بنو ہاشم سے خرید و فروخت نہیں کریں گے اور نہ ان سے نکاح کریں گے اور نہ انہیں پناہ دیں گے اور انہیں ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر کے طور پر اب یہاں قیام کرنے کا فیصلہ فرمایا ہو گا۔ کیونکہ یہ بعض کا خیال ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ مکّہ میں اپنے گھر کے علاوہ کسی اَور گھر قیام فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں دوسرے گھروں میں داخل نہیں ہوں گا۔ حضرت ابو رافعؓ نے حَجُون کے مقام پر آپؐ کا خیمہ لگایا تھا۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپؐ کی ازواج میں سے حضرت اُمِّ سَلَمَہؓ اور میمونہؓ تھیں۔ آپؐ ہر نماز کے لیے حَجُون سے مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 231-230 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 18-17 آرام باغ کراچی)

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 61 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف جلد 9 صفحہ 100-99 بزم اقبال لاہور)

(اللؤلؤ المکنون جلد 4 صفحہ 49 دار الصمیعی للنشر والتوزیع)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ کی کتب سے لے کر بیان کرتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں داخل ہوئے آپؐ سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اپنے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیا عقیل نے (یہ آپؐ کے چچازاد بھائی تھے) ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ یعنی میری ہجرت کے بعد میرے رشتہ داروں نے میری ساری جائیداد بیچ باچ کر کھالی ہے۔ اب مکّہ میں میرے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا ہم حیف بنی کِنَانہ میں ٹھہریں گے۔ یہ مکّہ کا ایک میدان تھا جہاں قریش اور کِنَانہ قبیلہ نے مل کر قسمیں کھائی تھیں کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر ہمارے حوالہ نہ کر دیں اور ان کا ساتھ نہ چھوڑ دیں ہم ان سے نہ شادی بیاہ کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے۔ اس عہد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے چچا ابوطالب اور آپؐ کی جماعت کے تمام افراد وادی ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے تھے اور تین سال کی شدید تکلیفوں کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں نجات دلائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب کیسا لطیف تھا۔ مکّہ والوں نے اِسی مقام پر قسمیں کھائی تھیں کہ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سپرد نہ کر دیے جائیں ہم آپ کے قبیلہ سے صلح نہیں کریں گے۔ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میدان میں جا کر اترے اور گویا مکّہ والوں سے کہا کہ جہاں تم چاہتے تھے میں وہاں آگیا ہوں مگر بتاؤ تو سہی کیا تم میں طاقت ہے کہ آج مجھے اپنے ظلموں کا نشانہ بنا سکو!! وہی مقام جہاں تم مجھے ذلیل اور مقہور شکل دیکھنا چاہتے تھے اور خواہش رکھتے تھے کہ میری قوم مجھے پکڑ کر اِس جگہ تمہارے سپرد کر دے وہاں میں ایسی شکل میں آیا ہوں کہ میری قوم ہی نہیں سارا عرب بھی میرے ساتھ ہے اور میری قوم نے مجھے تمہارے سپرد نہیں کیا بلکہ میری قوم نے تمہیں میرے سپرد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ دن بھی پیر کا دن تھا۔ وہی دن جس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور سے نکل کر صرف ابوبکرؓ کی معیت میں مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ وہی دن جس میں آپؐ نے حسرت کے ساتھ ثور کی پہاڑی پر سے مکّہ کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ اے مکہ! تُو مجھے دنیا کی ساری بستیوں سے زیادہ پیارا ہے لیکن تیرے باشندے مجھے اس جگہ پر رہنے نہیں دیتے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 345-344)

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 215 ایڈیشن اوّل)

حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے بالائی حصہ میں پڑاؤ فرمایا تو بنو مَخزوم میں سے میرے دو سسرالی رشتہ دار بھاگ کر میرے پاس آ گئے۔ میرا بھائی حضرت علیؓ میرے پاس آیا اور اس نے کہا خدا کی قسم! میں ان دونوں کو قتل کر دوں گا۔ میں نے ان دونوں کے لیے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکّہ کے بالائی حصہ میں آئی۔ میں نے آپؐ کو پانی کے ایک برتن میں سے غسل کرتے پایا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کے نشانات موجود تھے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آپؐ کے لیے پردہ کیے ہوئے تھی۔ غسل کے بعد آپؐ نے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔ پھر چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ام ہانی! خوش آمدید۔ تمہارا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے ان دونوں آدمیوں

اور حضرت علیؓ کے متعلق سارا معاملہ بتایا کہ اس طرح حضرت علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اور میں ان کو اپنے گھر میں چھپا کر آئی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کو تم نے پناہ دی انہیں ہم نے پناہ دی اور جن کو تم نے امان دی ان کو ہم نے امان دی۔ پس وہ ان دونوں کو قتل نہ کرے یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؓ ان کو قتل نہیں کریں گے یہ دو افراد حضرت ام ہانیؓ کے سسرالی رشتہ دار حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 744-743 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفًا بہ حدیث 357)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 250-249 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں۔ ہم سے کسی نے بیان نہیں کیا کہ **اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا سوائے ام ہانیؓ کے۔** یعنی صرف یہ روایت ام ہانیؓ کی ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے اور اس کا کوئی اَور گواہ نہیں ملا۔ حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے دن ان کے گھر میں تشریف لائے اور آپؐ نے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپؐ پوری طرح رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ (صحیح البخاری ابواب التطوع باب صلاۃ الضحیٰ فی السفر حدیث 1176)

آٹھ رکعت نماز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی۔ اس کے بارہ میں علماء نے مختلف آرا کا اظہار کیا ہے کہ یہ کون سی نماز تھی؟ بعض نے کہا کہ یہ چاشت تھی یا اشراق۔ کسی نے اس نماز کو اشراق کہا ہے اور کسی نے کہا کہ چاشت کی نماز تھی۔ بعض کے نزدیک یہ نماز، نماز فتح تھی جو کسی شہر یا قلعہ وغیرہ فتح کرنے کے بعد شکرانے کے طور پر پڑھی گئی اور اسی سنت کے طور پر بعد میں امرائے اسلام نے فتوحات کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کرنی شروع کی تھی۔ (اللؤلؤ المکنون جلد 4 صفحہ 52 دار الصمیعی للنشر والتوزیع)

ایک رائے یہ بھی ہے کہ فتح مکّہ کی رات چونکہ بعض انتہائی اہم امور پیش نظر تھے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مصروف رہے کہ تہجد کی نماز پڑھنے کا وقت نہیں ملا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ادا کی یعنی صبح کے وقت۔ اور شاید اسی وجہ سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے تہجد کی نماز رہ جائے تو صبح سورج نکلنے کے بعد آٹھ رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم کسی دن تہجد نہ پڑھ سکو تو اشراق ہی پڑھ لو۔“ (خطبات محمود جلد 22 صفحہ 477، خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 1941ء)

یہ بھی بعض روایات میں ملتا ہے کہ اگر کبھی نہ پڑھ سکے ہوں تو آپؐ اس طرح تہجد کی نماز کی جگہ اشراق پڑھ لیا کرتے تھے۔

میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام ایک مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ آپؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ”اس عاجز نے پہلے لکھ دیا تھا کہ آپ اپنے تمام اَوْرَادِ معمولہ کو“ یعنی جو ورد آپ کرتے ہیں معمول میں ”بدستور لازم اوقات رکھیں۔ صرف ایسے طریقوں سے پرہیز چاہئے جن میں

کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو۔" اس سے پرہیز کریں۔ "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اشراق پر مداومت ثابت نہیں۔" یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپؐ باقاعدہ اشراق پڑھا کرتے تھے۔ "تہجد کے فوت ہونے پر یا سفر سے واپس آکر پڑھنا ثابت ہے لیکن تعہد میں کوشش کرنا اور کریم کے دروازہ پر پڑے رہنا عین سنت ہے۔"
(مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ 528 مکتوب نمبر 15)

یعنی عبادت اور بندگی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پڑے رہنا یہی تو اصل سنت ہے۔

مسجد حرام میں داخلے کا اور طواف کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کا کچھ حصہ اپنے خیمے میں تشریف فرما رہے۔ پھر آپؐ نے اپنی اونٹنی قَصواء کو منگوایا۔ اسے آپؐ کے خیمہ کے دروازہ کے قریب کر دیا گیا۔ آپؐ ہتھیار لینے اور سر پر خَود پہننے کے لیے چلے گئے۔ صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ خَنْدَمَہ سے لے کر حَجُون تک گھوڑوں کی بل کھاتی قطار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ آپ ان کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے موقع پر کَداء پہاڑ کی جانب سے مکّہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے منہ پر اپنے دوپٹے مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو بکر! حسّان بن ثابتؓ نے کیا کہا ہے؟ یعنی حسّان بن ثابتؓ نے کوئی شعر کہے تھے۔ ان کے بارے میں پوچھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اپنی پیاری بیٹی کو کھو دوں اگر تم ایسے لشکروں کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو جن کے وعدوں کی جگہ کَداء پہاڑ ہے۔ وہ تیز رفتار گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے ہیں۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی ہیں۔ یہ نقشہ کھینچا انہوں نے گھوڑوں کا اور وہی اس وقت وہاں واقعہ ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فتح مکّہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے جنہیں سیسے کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہُبَل سب سے بڑا بت تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے سامنے تھا۔ اِسَاف اور نائلہ اس جگہ تھے جہاں لوگ اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپؐ نے کمان کو کنارے سے پکڑا۔ جب بھی آپؐ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ بت کی آنکھ میں مارتے اور فرماتے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:82) کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل بھاگ جانے والا ہی ہے۔

آپؐ خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے اور اسے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھے اور اپنے عصا کے ساتھ حجر اسود کو چھوا اور اللہ اکبر! کہا۔ مسلمانوں نے بھی جواباً تکبیر کہی۔ وہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ مکّہ اللہ اکبر! کے نعروں سے گونج اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پہاڑوں پر مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے

چھوا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپؐ نے طواف مکمل کر لیا تو اپنی سواری سے نیچے اتر آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے مسجد میں اونٹنی کو بٹھانے کی جگہ نہ پائی تو آپؐ لوگوں کی ہتھیلیوں پر اترے یعنی لوگوں نے اپنے ہاتھ آگے کیے۔ آپؐ اس پہ کھڑے کھڑے اونٹ سے نیچے اتر گئے۔ اونٹنی کو باہر لے جایا گیا۔ حضرت معمر بن عبداللہؓ آئے اور اونٹنی کو لے کر وادی میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فتح مکّہ کے وقت حکم دیا کہ جب وہ بطحاء میں تھے کہ وہ خانہ کعبہ کے اندر جائیں اور اس میں موجود ہر تصویر کو مٹا دیں جب تک اس میں موجود ہر تصویر مٹا نہیں دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل نہیں ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی نکالی گئیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں فال نکالنے والے تیر تھے۔ ان کی بھی وہاں تصویریں بنائی گئی تھیں یا بت بنائے گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصاویر کو دیکھا تو فرمایا: اللہ ان بت پرستوں کو ہلاک کرے۔ ان بت پرستوں کو علم ہے کہ یہ جو ہاتھ میں پکڑائے ہوئے تیر ہیں، ان دونوں نے یعنی حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے ان کے ذریعہ سے کبھی فال نہیں نکالی۔ یہ جھوٹی کہانی بنائی ہوئی ہے۔ کبھی انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیمؑ پر آئے، آپؐ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ آپ نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر آپؐ زَم زَم کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ یا حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ نے ایک ڈول آپؐ کے لیے نکالا۔ آپؐ نے اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔ صحابہؓ جلدی جلدی آپؐ کے وضو کا پانی حاصل کرنے لگے اور اسے اپنے چہروں پر ڈالنے لگے۔ مشرکین ان کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ متعجب تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنے بڑے بادشاہ کے بارے میں نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے۔ مکّہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل بت کے بارے میں حکم دیا۔ چنانچہ وہ گرا دیا گیا اور آپؐ اس کے پاس کھڑے تھے۔ اس پر حضرت زبیر بن عوامؓ نے ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان! ہبل کو گرا دیا گیا حالانکہ تو غزوۂ احد کے دن اس کے متعلق بہت غرور میں تھا جب تو نے اعلان کیا تھا کہ اس نے تم لوگوں پر انعام کیا ہے یعنی ہبل نے انعام کیا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے عوام کے بیٹے! ان باتوں کو اب جانے دو کیونکہ میں جان چکا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو جو آج ہوا وہ نہ ہوتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے۔

(سنن ابو داؤد کتاب اللباس باب فی الصور حدیث:4156)(فتح مکّہ از ہاشمیل صفحہ 271-270 نفیس اکیڈمی کراچی)(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 227، 235-234 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(صحیح بخاری مترجم کتاب المغازی جلد 9 صفحہ 129 حدیث:4288)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے دن تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکرؓ تلوار سونتے آپؐ کی حفاظت کے لیے آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد 6 صفحہ 187 روایت 10252 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے سال اُسامہ بن زیدؓ کی اونٹنی پر آئے پھر عثمانؓ بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا: میرے پاس چابی لاؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو اس نے انہیں خانہ

کعبہ کی چابی دینے سے انکار کیا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تمہیں ضرور یہ چابی دینی ہو گی۔ اپنی والدہ کو یہ کہا یا پھر یہ تلوار میری پیٹھ سے پار ہو گی۔ یعنی پھر اس کے لیے مجھ پر سختی ہو گی اور وہ سختی تمہارے پہ بھی ہو گی اور آخر کار دینی پڑے گی۔ راوی کہتے ہیں تب اس نے انہیں چابی دے دی۔ وہ اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے چابی انہیں واپس کر دی اور انہوں نے دروازہ کھولا۔

(صحیح مسلم (مترجم) جلد 6، کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبہ للحاج صفحہ 278 حدیث 2345)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ بن زیدؓ اور بِلال بن رَبَاحؓ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ کعبہ کا کلید بردار عثمان بن طلحہؓ بھی ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور دیر تک اس کے اندر رہے اور دو رکعت نماز وہاں ادا کی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جو کہ باہر دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو میں جلدی سے اندر گیا اور میں نے حضرت بِلالؓ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تھا یہاں جب آئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ستون کو اپنے بائیں طرف اور ایک ستون کو دائیں طرف اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے رکھا۔ بیت اللہ میں اس وقت چھ ستون تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نماز پڑھی کہ دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ آگے جو پہلے ستون تھے اور پیچھے تین ستون تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ نے دو ستون اپنے بائیں اور ایک ستون اپنے دائیں اور تین ستون پیچھے رکھے۔ یعنی جو پہلے اگلے ستون تھے ان میں سے اس طرح تقسیم کیا کہ دو ایک طرف ہو گئے ایک ایک طرف اور پیچھے تین ستون تھے۔ بہر حال آپؐ نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ صحیح مسلم کی یہ روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ حدیث: 504، 505)

(صحیح مسلم (مترجم) جلد 6 کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبہ للحاج..... صفحہ 276 حدیث 2344)

(اللؤلؤ المکنون جلد 4 صفحہ 59-58 دار الصمیعی للنشر والتوزیع)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ”مکّہ میں داخل ہوتے وقت حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی اونٹنی کی رکاب پکڑے ہوئے آپؐ کے ساتھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے اور سورۂ فتح جس میں فتح مکّہ کی خبر دی گئی تھی وہ بھی پڑھتے جاتے تھے۔ آپؐ سیدھے خانہ کعبہ کی طرف آئے اور اونٹنی پر چڑھے چڑھے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ خانہ کعبہ کے گرد جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ نے خدائے واحد کی پرستش کے لیے بنایا تھا جسے بعد کو ان کی گمراہ اولاد نے بتوں کا مخزن بنا کر رکھ دیا تھا گھومے اور وہ تین سو ساٹھ بت جو اس جگہ پر رکھے ہوئے تھے ان میں سے ایک ایک بت پر آپؐ چھڑی مارتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ یہ وہ آیت ہے جو ہجرت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں آپؐ پر نازل ہوئی تھی اور جس میں ہجرت اور پھر فتح مکّہ کی خبر دی گئی تھی۔ یورپین مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ہجرت سے پہلے کی سورہ ہے۔ اس سورہ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل: 82-81) یعنی تُو کہہ دے میرے رب! مجھے اس شہر یعنی مکّہ میں نیک طور پر داخل کیجیو یعنی ہجرت کے بعد فتح اور غلبہ دے کر۔ اور اِس شہر

سے خیریت سے ہی نکالیو یعنی ہجرت کے وقت۔ اور خود اپنے پاس سے مجھے غلبہ اور مدد کے سامان بھجوائیو۔ اور یہ بھی کہو کہ حق آ گیا ہے اور باطل یعنی شرک شکست کھا کے بھاگ گیا ہے اور باطل یعنی شرک کے لیے شکست کھا کر بھاگنا تو ہمیشہ کے لیے مقدر تھا۔ اس پیشگوئی کے لفظاً لفظاً پورا ہونے اور حضرت ابو بکرؓ کے اِس کو تلاوت کرتے وقت مسلمانوں اور کفار کے دلوں میں جو جذبات پیدا ہوئے ہوں گے وہ لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتے۔ غرض اس دن ابراہیمؑ کا مقام پھر خدائے واحد کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیا گیا اور بت ہمیشہ کے لیے توڑے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل نامی بت کے اوپر اپنی چھڑی ماری اور وہ اپنے مقام سے گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا ابوسفیان! یاد ہے اُحد کے دن جب مسلمان زخموں سے چُور ایک طرف کھڑے ہوئے تھے تم نے اپنے غرور میں یہ اعلان کیا تھا اُعْلُ هُبَلْ۔ اُعْلُ هُبَلْ۔ هُبَلْ کی شان بلند ہو۔ هُبَلْ کی شان بلند ہو۔ اور یہ کہ ہبل نے ہی تم کو اُحد کے دن مسلمانوں پر فتح دی تھی۔ آج دیکھتے ہو وہ سامنے ہبل کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا زبیرؓ! یہ باتیں جانے بھی دو۔ آج ہم کو اچھی طرح نظر آ رہا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اَور خدا بھی ہوتا تو آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس طرح کبھی نہ ہوتا۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر جو تصویریں حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کی بنی ہوئی تھیں ان کے مٹانے کا حکم دیا اور خانہ کعبہ میں خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کے شکریہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ خانہ کعبہ کی تصویروں کو مٹانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ہم بھی نبی مانتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی تصویر کو نہ مٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تصویر کو قائم دیکھا تو فرمایا عمر! تم نے یہ کیا کیا؟ کیا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران: 68) یعنی ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا کامل فرمانبردار اور خدا تعالیٰ کی ساری صداقتوں کو ماننے والا اور خدا کا مؤحد بندہ تھا۔ چنانچہ آپؐ کے حکم سے یہ تصویر بھی مٹا دی گئی۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر مسلمانوں کے دل اس دن ایمان سے اتنے پُر ہو رہے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ان کا یقین اِس طرح بڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمزم کے چشمہ سے (جو اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کے لیے خدا تعالیٰ نے بطور نشان پھاڑا تھا) پانی پینے کے لیے منگوایا اور اس میں سے کچھ پانی پی کے باقی پانی سے آپؐ نے وضو فرمایا تو آپؐ کے جسم میں سے کوئی قطرہ زمین پر نہیں گر سکا۔ مسلمان فوراً اس کو اچک لے جاتے اور تبرک کے طور پر اپنے جسم پر مل لیتے تھے اور مشرک کہہ رہے تھے ہم نے کوئی بادشاہ دنیا میں ایسا نہیں دیکھا جس کے ساتھ اس کے لوگوں کو اتنی محبت ہو۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 345 تا 347)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں "یہ بات بحضورِ دل یاد رکھو کہ جیسے بیت اللہ میں حجرِ اسود پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔" مثال دے رہے ہیں آپ حجرِ اسود کی انسان کے دل سے جو ہمارے سینے میں ہے۔ فرمایا کہ "بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ آیا ہوا تھا کہ کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے۔

ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔ قلبِ انسانی بھی حجرِ اسود کی طرح ہے اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ ماسوی اللہ کے خیالات وہ بت ہیں جو اس کعبہ میں رکھے گئے ہیں۔" یعنی دل میں جو بھی خیالات اللہ کے سوا آتے ہیں وہ سارے بت ہیں۔ "مکّہ معظمہ کے بتوں کا قلع و قمع اس وقت ہوا تھا جب کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے اور مکّہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل:51) اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکمِ انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لیے ضروری ہے کہ ان پر اسی طرح سے چڑھائی کی جاوے۔ یہ لشکر تزکیۂ نفس سے طیار ہوتا ہے اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (الشمس:10) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جاوے تو کُل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور یہ کیسی سچی بات ہے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں وہ دراصل قلب کے ہی فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے پھر وہ جس اعضاء کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لیے طیار ہو جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 173-172 ایڈیشن 2022ء)

آپؑ نے اس طرح یہ مثال فرمائی کہ اپنے دلوں کے بتوں کو بھی دور کرو تبھی تم حقیقی مومن بن سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں خطاب بھی فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو اور اس شہر مکّہ کو اللہ نے حَرم قرار دیا ہے اس دن سے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ تو یہ روز قیامت تک اللہ کی حرمت سے حرم ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں جنگ جائز نہیں ہوئی اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے ہی جائز ہوئی ہے۔ تو یہ شہر قیامت کے روز تک اللہ تعالیٰ کی حرمت سے حرم ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور اس کا شکاری جانور نہ بدکایا جائے یعنی اس کو ڈرایا نہ جائے۔ کوئی اس کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر وہی جو اسے شناخت کرائے اور اس کا گھاس نہ کاٹا جائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! اِذخر کو مستثنیٰ کریں۔ اِذخر بھی گھاس کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ یہ ان کے کاریگروں کے کام آتی ہے اور وہ ان کے گھروں کے لیے درکار ہے۔ فرمایا سوائے اِذخر کے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اِذخر کو کاٹ سکتے ہو اپنے مقاصد کے لیے۔

(صحیح البخاری کتاب الجزیہ والموادعہ باب اثم الغادر للبر والفاجر حدیث 3189)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکّہ فتح کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا یقیناً اللہ نے مکّہ کو ہاتھی والوں سے محفوظ رکھا اور اس نے اپنے رسول کو اور مومنوں کو اس پر غلبہ دے دیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے وہ جائز نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی جائز کیا گیا اور میرے بعد کسی کے

لیے جائز نہ ہو گا یعنی فتح مکّہ میں کسی دن کی لڑائی ہے تو وہ میرے لیے صرف تھوڑے وقت کے لیے جائز کی گئی ہے اس کے بعد کسی کو جائز نہیں۔ تو نہ اس کا شکار بھگایا جائے نہ اس کے کانٹے توڑے جائیں اور نہ اس کی گری پڑی چیز جائز ہو گی سوائے اعلان کرنے والے کے اور جس کا کوئی قتل کیا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے یا اس کو فدیہ دیا جائے یا قصاص لے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا سوائے اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور اپنے گھروں میں استعمال کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اذخر گھاس کے۔ ٹھیک ہے اس کو کاٹ سکتے ہو۔ ابوشاہ جو اہل یمن میں سے ایک شخص تھا وہ کھڑا ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے لکھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کے لیے لکھ دیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے اَوزاعی سے پوچھا کہ اس کی اس بات کا کیا مطلب تھا کہ میرے لیے لکھ دیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے لکھ دیں۔ اس کا مطلب کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ خطبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو اس نے ابھی سنا ہے اِس کو اُس کو لکھ کے دے دیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو لکھوا دیا۔ (صحیح البخاری کتاب فی اللقطة باب کیف تعرف لقطة اهل مكة حدیث 2434)

سیرت ابن ہشام میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ اے لوگو! تمام فخر، تمام انتقام اور تمام خون بہا وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں مگر خانہ کعبہ کی کلید برداری اور زمزم سے پانی پلانے کی خدمت انہی کو ملے گی جن کے پاس پہلے سے یہ خدمت ہے۔ اے لوگو! جو شخص غلطی سے مارا جائے لکڑی یا کوڑے وغیرہ سے اس میں پورا خون بہا یعنی دیت سو اونٹ ہیں۔ اے قریش! خداوند تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور فخر کو دور کر دیا جو باپ دادا کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ یہ فخر کوئی نہیں رہا اب۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:14) اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قریش! تم کیا خیال کرتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟ قریش نے کہا جو مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ آپ جو کچھ کریں گے بہتر کریں گے۔ آپ معزز بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو پھر جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 744 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا: أَقُوْلُ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 9 صفحہ 200 حدیث 18275 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

میں وہی کہوں گا جو یوسف نے کہا تھا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے گا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لوگ عام معافی کا اعلان سن کر اس طرح نکلے گویا کہ

ابھی ابھی قبروں سے نکلے ہوں اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ بات سن کر انہوں نے فوراً اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ اہل مکّہ کو معاف کرنے کے حوالے سے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”جب آپ ان باتوں سے فارغ ہوئے اور مکّہ والے آپ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا اے مکّہ کے لوگو! تم نے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کے نشانات کس طرح لفظ بلفظ پورے ہوئے ہیں۔ اب بتاؤ کہ تمہارے ان ظلموں اور ان شرارتوں کا کیا بدلہ دیا جائے جو تم نے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے غریب بندوں پر کیے تھے؟ مکّہ کے لوگوں نے کہا ہم آپؐ سے اسی سلوک کی امید رکھتے ہیں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ یہ خدا کی قدرت تھی کہ مکّہ والوں کے منہ سے وہی الفاظ نکلے جن کی پیشگوئی خدا تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں پہلے سے کر رکھی تھی اور فتح مکّہ سے دس سال پہلے بتا دیا تھا کہ تُو مکّہ والوں سے ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ پس جب مکّہ والوں کے منہ سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسفؑ کے مثیل تھے اور یوسفؑ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بھائیوں پر فتح دی تھی تو آپؐ نے بھی اعلان فرما دیا کہ تَاللّٰہِ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ خدا کی قسم! آج تمہیں کسی قسم کا عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش کی جائے گی۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 348-347)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ فتح کر لیا تو تمام کفار گرفتار کر کے آپؐ کے سامنے پیش کیے گئے تو کفار نے خود اپنے منہ سے اس وقت اقرار کیا کہ ہم بباعث اپنے سخت جرائم کے واجب القتل ہیں اور اپنے تئیں آپؐ کے رحم کے سپرد کرتے ہیں تو آپؐ نے سب کو بخش دیا اور اس موقع پر معافی کے لیے اسلام کی بھی شرط نہ لگائی لیکن وہ لوگ یہ اخلاقِ کریمانہ دیکھ کر خود بہ خود مسلمان ہو گئے۔“ (چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 235)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اس وقت ذہن میں آ سکتا ہے جب کہ اس زمانے کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں اور اس کے بالمقابل آپؐ نے ایسی حالت میں جبکہ آپؐ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا ان سے جو کچھ سلوک کیا وہ آپؐ کی علوّ شان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دوسرے رفیقوں نے کون سی تکلیف تھی جو آپؐ کو اور آپؐ کے جانثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمان عورتوں کو اونٹوں سے باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا اور وہ چیری جاتی تھیں۔“ دو حصے ہو جاتے تھے۔ ”محض اس گناہ پر کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر کیوں قائل ہوئیں مگر آپؐ نے اس کے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا اور جبکہ مکّہ فتح ہوا تو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (یوسف:93) کہہ کر معاف فرمایا۔ یہ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2022ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ”مکّہ میں جن لوگوں نے دکھ دیے تھے جب آپؐ نے مکّہ کو فتح کیا تو آپؐ چاہتے تو

سب کو ذبح کر دیتے مگر آپؐ نے رحم کیا اور لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف:93) کہہ دیا۔ آپؐ کا بخشا تھا کہ سب مسلمان ہو گئے۔ اب اس قسم کے عظیم الشان اخلاق فاضلہ کیا کسی نبی میں پائے جاتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کی ذات خاص اور عزیزوں اور صحابہؓ کو سخت تکلیفیں دی تھیں اور ناقابل عفو ایذائیں پہنچائی تھیں آپؐ نے سزا دینے کی قوت اور اقتدار کو پا کر فی الفور ان کو بخش دیا۔ حالانکہ اگر ان کو سزا دی جاتی تو یہ بالکل انصاف اور عدل تھا مگر آپؐ نے اس وقت اپنے عفو اور کرم کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ امور تھے کہ علاوہ معجزات کے صحابہؓ پر مؤثر ہوئے تھے۔ اس لیے آپؐ اسم با مسمّٰی محمد ہو گئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور زمین پر آپؐ کی حمد ہوتی تھی اور اسی طرح آسمان پر بھی آپؐ کی تعریف ہوتی تھی اور آسمان پر بھی آپ محمد تھے۔ یہ نام آپؐ کا اللہ تعالیٰ نے بطور نمونہ کے دنیا کو دیا ہے۔ جب تک انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "جب تک انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرز عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بنالے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 426-425 ایڈیشن 2022ء)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ باقی قصے بعد میں آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت **دو مرحومین کا ذکر** بھی کرنا چاہتا ہوں اور بعد میں ان کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ پہلا ہے **سیدہ لبنیٰ احمد صاحبہ**، سید مولود احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں اکہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرکزی طور پر تو نہیں لیکن اپنے محلے اور حلقے کے طور پر ان کو لجنہ میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ ان کی شادی سید مولود احمد صاحب سے ہوئی تھی جو صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بیٹے تھے۔ ان کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا تھا۔ کیونکہ اس میں کچھ نصائح بھی ہیں اس لیے میں اس نکاح کے بھی بعض الفاظ پڑھ دیتا ہوں۔ یہ آجکل کے رشتوں کے لیے بھی فائدہ مند ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ ازدواجی رشتے درخت کے پیوند کی مانند ہوتے ہیں جنہیں شروع میں بڑا سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اس پیوند کو قول سدید کے دھاگوں سے باندھنا پڑتا ہے تب جا کر اس کی حفاظت ہوتی ہے اور اس کی ذمہ داری نہ صرف ہر دو میاں اور بیوی پر بلکہ ان کے خاندانوں پر، ان کے ماحول پر بلکہ ان کے دوستوں پر بھی عائد ہوتی ہے کیونکہ بہت سی خرابیاں بدظنیوں کے نتیجہ میں یا چغلیوں کے نتیجہ میں یا بے صبری کے نتیجہ میں یا طیش کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کو روکنے کے لیے قول سدید ایک بہت ہی مضبوط دھاگا ہے۔

پھر آپؒ نے فرمایا تھا کہ خدا کرے کہ جس نکاح کا میں اس وقت اعلان کر رہا ہوں وہ ہر دو خاندانوں کے لیے بہت بابرکت ہو۔ جماعت کے لیے بھی بابرکت ہو اور انسانیت کے لیے بھی بابرکت ہو اور خادم دین نسل اس سے چلے اور کہہ سکتے ہیں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کیونکہ رشتہ داری بھی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ان الفاظ کو محترمہ لبنیٰ صاحبہ نے اپنے رشتوں کے حق میں نبھانے کی، سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ آج میں جن کا نکاح کر رہا ہوں یہ میری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحکیم صاحبہ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بیٹے سید مولود احمد ہیں اور بیٹی جو ہے، بچی جو ہے ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب کی بیٹی ہے۔ پھر ڈاکٹر

صاحب کیونکہ واقف زندگی ڈاکٹر تھے۔ افریقہ میں رہے۔ شروع میں جب نصرت جہاں کا اعلان ہوا اس وقت ابتدائی واقفین ڈاکٹروں میں سے تھے۔ ان کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب ان ابتدائی ڈاکٹروں میں سے ہیں جنہوں نے مغربی افریقہ میں بطور وقف ڈاکٹر کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا۔ ان کے ہاتھ میں بہت شفا بخشی اور بڑے کامیاب سرجن کے طور پر وہ غانا میں کام کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد نائیجیریا میں بھی کام کیا۔ (ماخوذ از خطباتِ ناصر جلد 10 صفحہ 772-771، خطبہ نکاح 25 نومبر 1977ء)

سیدہ لبنیٰ صاحبہ کے بیٹے سید سعود احمد واقف زندگی ہیں اور آجکل فضل عمر ہسپتال میں ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ وہ اپنی والدہ کے حالات کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب میرے نانا نصرت جہاں سکیم کے تحت اوسوکورے گھانا گئے تو پوری فیملی گئی تھی، ان کی والدہ لبنیٰ صاحبہ بھی ساتھ تھیں۔ چھوٹی تھیں لبنیٰ صاحبہ کی شادی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ کہتے ہیں اس وقت کیونکہ وہاں سامان کچھ نہیں ہوتا تھا تو اس وقت بعض دفعہ پٹیاں کاٹ کاٹ کر دیا کرتی تھیں۔ روشنی نہیں ہوتی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب آپریشن کیا کرتے تھے اور یہ بچی بھی ٹارچ لے کر وہاں کھڑی رہتی تھیں تاکہ ڈاکٹر صاحب اس روشنی میں آپریشن کر سکیں۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ بہت پیار کرنے والی تھیں۔ اپنی تکلیف بھول کر دوسروں کی خدمت کرتی تھیں۔ اپنے خاوند، والدین، ساس، سسر سب کے حقوق عمدہ طور پر ادا کیے اور واقعی ادا کیے۔ 1986ء میں سیڑھیوں سے گر گئی تھیں۔ کمر کی تکلیف تھی۔ پھر اس کے بعد کینسر بھی ہو گیا۔ شوگر کی تکلیف بھی تھی لیکن کبھی تکلیف کا اظہار نہیں کیا اور بڑے صبر سے اپنی بیماری کاٹتی رہیں اور اس طرح ہی چلتی پھرتی رہیں جس طرح صحت مند ہوں۔ اپنے بچوں کو، پوتوں، نواسوں کو بھی دعائیں سکھاتی رہتی تھیں۔ خاص طور پر روزانہ اپنے پوتا پوتی کو جو ان کے ساتھ رہتے تھے سکھاتیں اور خیال رکھتیں۔ نظر بھی ان کی کمزور ہو گئی تھی۔ جب تلاوت نہیں کر سکیں تو پھر آن لائن تلاوت قرآن کریم سنا کرتی تھیں۔ اجلاسوں میں باقاعدہ جاتی تھیں۔ کسی نے ایک دفعہ کہا بھی کہ آپ بیمار ہیں اجلاس پہ کیوں آتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ اجلاس ہو رہا ہو اور میں نہ جاؤں؟ جماعتی نظام ہے اس کے ساتھ مجھے پابندی کرنی چاہیے۔ جماعت کی پابندی کا بڑا احساس تھا۔ کیونکہ یہ میری اہلیہ کی بھابھی بھی تھیں اس لحاظ سے میں نے بھی دیکھا ہے کہ سادہ مزاج اور ہر قسم کے حالات میں رہنے والی اور اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے والی تھیں۔ سسرال کا تعلق بھی انہوں نے خوب نبھایا۔ اچھی طرح نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی ایک بیٹی اور بیٹا ہے۔ بیٹا واقف زندگی ہے جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی اپنے ماں باپ کے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ ناز مون بی بی زبیر صاحبہ کا ہے۔ یہ محمد شفیع زبیر صاحب جرمنی کی اہلیہ ہیں۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ ماریشس کی تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا محمد حنیف سدھن صاحب کے ذریعہ سے آئی۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ بیٹے ان کے اطہر زبیر صاحب ہیں جو چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ جرمنی ہیں۔

اطہر زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ آپ غیر متزلزل ایمان اور گہری عاجزی کا نمونہ تھیں۔ وہ کہتے ہیں جس طرح انہوں نے مجھے پالا اور جو باتیں ہمیں سکھائیں ان کا ایمان بڑا مضبوط تھا۔ میں اس بات کو پورے یقین

سے کہہ سکتا ہوں کہ کبھی ان کو کسی قسم کا شکوہ اور شکایت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ جب وہ شدید بیمار ہوئیں تو کہتے ہیں اس وقت تو خاص طور پر ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور جب بھی ہوش میں آتیں تو اپنی نمازوں کے بارے میں پوچھتیں۔ نمازوں کی ان کو بڑی پابندی تھی۔ بے پناہ صبر اور تحمل کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہونے والی۔ پھر کہتے ہیں لوگوں کے کام بڑے آیا کرتی تھیں اور راز بڑا رکھا کرتی تھیں۔ ایک واقعہ ہے کہ کسی میاں بیوی کا کوئی معاملہ تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میاں سے پوچھو کہ کیا باتیں ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے بتائیں کہ بیوی نے کیا باتیں کی ہیں؟ کہتی ہیں نہیں اس نے تو مجھ پر اعتماد کر کے باتیں بتائی ہیں میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ وہ خود اگر بتانا چاہیں گے تو بتا دیں گے تمہیں لیکن کوشش کرو کہ آپس میں ان کی صلح صفائی ہو جائے۔

خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا اور خطبات بڑے غور سے سنتی تھیں بلکہ ان کے پوتے نے لکھا ہے کہ دو تین دفعہ سنتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ پہلی دفعہ سمجھ نہیں آتی اور اچھی طرح نہ سنو تو پھر فائدہ کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑا پختہ تعلق تھا۔ صاحب رؤیا تھیں۔ کئی ان کی خوابیں ہیں جو سچی ثابت ہوئیں۔ اب یہی آخری بیماری کے دنوں میں ہی زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے کینسر تو نہیں؟ سی ٹی سکین ہوا تو پتا لگا کہ واقعی مثانے کا کینسر تھا تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح پتا لگا؟ انہوں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ ان کی ایک وفات یافتہ عزیزہ تھیں وہ آئی ہیں انہوں نے کہا تمہارا بیٹا شاید تمہیں نہ بتائے کہ تم فکر مند نہ ہو جاؤ لیکن میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تمہیں کینسر ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی بیماری کا بھی پہلے بتا دیا تھا۔

ان کی بہوئیں جرمن ہیں اور ان کے ساتھ بھی انہوں نے ایسے ہی تعلق رکھا اور تربیت کی ہے کہ وہ دونوں باوجود جرمن ہونے کے ہر معاملے میں ان سے مشورہ لینے والی اور ان کی طرح ہر قسم کی قربانی کرنے والی ہیں۔ ایک بہو ان کی سوزن زبیر کہتی ہیں ساس کی حیثیت سے وہ شفقت اور رحمدلی کی روشن مثال تھیں۔ جو بھی ان کے پاس تھا وہ ہمیشہ اس پر شکر گزار رہتی تھیں۔ بہوؤں سے اپنی بیٹی کی طرح برتاؤ کرتی تھیں۔ بڑا پیار کرتیں۔ ہماری اصلاح بھی بڑے پیار سے کرتیں اور ہمیشہ ہمارے لیے دعا بھی کرتی تھیں۔ دوسری بہو ہیں ماریہ زبیر۔ وہ بھی کہتی ہیں کہ جب میں نے شادی کی تو مجھے کھانا پکانا اور مہمانوں کی مہمان نوازی کا طریقہ سکھایا اور بغیر کسی دباؤ یا تنقید کے مجھے یہ باتیں سکھائیں اور انہوں نے میری پڑھائی کے دوران بھی بڑا کام کیا۔ بعد میں انہوں نے، اس بہو نے میڈیسن کیا تھا اور کہتی ہیں جماعتی سرگرمیوں میں بھی میرا پورا ساتھ دیا۔ میری اور بچوں کی دیکھ بھال کی۔ ہمیشہ حوصلہ دلایا کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل سالانہ نمبر بعنوان ”یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو.... الٰہی سلسلوں کی مخالفت اور مومنین کی ذمہ داریاں“ مورخہ 21 تا 26 جولائی 2025ء جلد 32 شمارہ 176 صفحہ 07 تا 13)

28

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 11 / جولائی 2025ء بمطابق 11 / وفا 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کعبہ کی کنجی

جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں بیان ہوا تھا کہ **فتح مکہ سے پہلے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ** کے پاس تھی۔ جب فتح مکہ ہوئی تو اس وقت حضرت علیؓ نے سقایہ یعنی پانی پلانے کے اعزاز کے ساتھ کلید برداری کا اعزاز بھی حاصل کرنے کی درخواست کی یعنی کہ اب چابی ان کو دے دی جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے نکلتے ہوئے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور اس کو چابی واپس کر دی اور فرمایا: اَلْیَوْمُ یَوْمُ بِرٍّ وَ وَفَاءٍ کہ آج نیکی اور ایفائے عہد کا دن ہے۔ اس وقت عثمان بن طلحہ مسلمان ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں کہا؟ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ایک مرتبہ عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی چابی مانگی تھی تو اس نے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور نہایت غلیظ زبان استعمال کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نہایت تحمل سے کام لیا اور فرمایا یَا عُثْمَانُ لَعَلَّكَ سَتَرٰی هٰذَا الْمِفْتَاحَ یَوْمًا بِیَدِیْ أَضَعُهٗ حَیْثُ شِئْتُ کہ اے عثمان! یاد رکھو یہ چابی کسی نہ کسی دن میرے ہاتھ میں آئے گی اور میں اسے اپنی مرضی سے جسے چاہوں گا دوں گا۔ عثمان نے اس وقت تو یہ جواب دیا تھا کہ اگر ایسا وقت آیا تو وہ قریش کی ہلاکت اور ذلّت کا وقت ہو گا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بَلْ عَمَرَتْ وَعُزَّتْ یَوْمَئِذٍ۔ ایسا نہیں بلکہ اس وقت تو قریش کی آبادی اور عزت و تکریم ہو گی۔

یہ ساری زیادتیاں جو آپؐ سے کی گئی تھیں اس وقت آپؐ کو یاد تھیں لیکن باوجود اس کے آپ نے ان لوگوں پر رحمت اور شفقت فرمائی۔ ایک دوسری روایت میں عثمان بن طلحہ خود بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں سوموار اور جمعرات والے دن ہم خانہ کعبہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کچھ لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر جانا چاہا۔ اس پر میں آپ سے سخت کلامی سے پیش آیا لیکن آپ نے بہت نرمی سے کلام کیا اور فرمایا اے عثمان! ایک دن یہ چابی تم میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور میں جس کو چاہوں گا یہ دوں گا۔

آج وہ دن تھا۔ یہ ساری باتیں عثمان کو بھی یاد آ رہی ہوں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ دن نہیں بھولے ہوں گے لیکن آپؐ نے اسے فرمایا اے عثمان! اپنی چابی سنبھالو۔ اس کے باوجود آپ نے اسے یہی کہا کہ لو چابی مَیں تمہیں دیتا ہوں آج۔ آج نیکی اور ایفائے عہد کا دن ہے۔ یہ چابی ہمیشہ کے لیے لے لو تم سے

صرف ظالم ہی اسے چھینے گا۔

(سیرت النبی ﷺ از ڈاکٹر صلابی جلد 3 صفحہ 416-415، دار السلام)

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 482، 488-487 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اب یہ تمہارے خاندان میں رہے گی۔ چنانچہ آج تک خانہ کعبہ کی چابی اسی خاندان میں نسل در نسل چلی آ رہی ہے۔

روایت ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز بنو خُزاعہ نے بنوہُذیل کے ایک مشرک آدمی کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے بعد خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کعبہ کے ساتھ لگائے ہوئے تھے، وہاں ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت ہے کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس روز سے حرم بنایا ہے جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی اور جس روز اس نے سورج اور چاند کو بنایا اور یہ دو پہاڑ صفا اور مروہ نصب کیے۔ اسے لوگوں نے حرم نہیں بنایا۔ آپ نے فرمایا اسے لوگوں نے حرم نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ یہ قیامت کے دن تک حرم ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے اور نہ اس کا درخت کاٹے۔ یہ نہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے یہ گھڑی بھر کے لیے حلال ہوا تھا پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل تھی۔ تم میں سے حاضر غائب تک پہنچا دے جو تمہیں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قتال کیا تھا تو اسے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول کے لیے حلال کیا تھا اور اس نے تمہارے لیے حلال نہیں کیا۔ اے لوگو! لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ جرأت کرنے والا وہ شخص ہے جس نے حرم میں قتل کیا یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اَور کو قتل کیا یا زمانہ جاہلیت کے خون کے بدلے کی وجہ سے قتل کیا۔

اے بنو خُزاعہ! قتل سے ہاتھ روک لو۔ تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ میں اس کی دیت ادا کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: میں دوں گا اب اس کی دیت، معاہدہ ہے۔ جو میری ضمانت کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو اس کے اہل کو دو اختیار ہوں گے اگر وہ چاہیں تو دیت لے لیں اور اگر چاہیں تو اسے قتل کر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی دیت ایک سو اونٹ دے دی جسے بنو خُزاعہ نے قتل کیا تھا۔ ان کی طرف سے آپ نے دیت عطا فرمائی۔ (سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 256-257 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

انہی دنوں میں فَضَالہ بن عمیر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بھی ظاہر ہوا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن وہ بے بس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے کچھ دلیر نوجوانوں جیسے عکرمہ وغیرہ نے باقاعدہ ایک پلٹن بنا کر ایک جگہ کھڑے ہو کر مسلح مزاحمت بھی کی تھی۔ اسی طرح کی سوچ رکھنے والوں میں سے ایک شخص فَضالہ بن عُمیر بھی تھا۔ یہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو میں بھی اس بھیڑ میں شامل ہو گیا اور سوچا کہ جونہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں گا تو چپکے سے اپنے خنجر

سے وار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دوں گا۔ وہ اس ارادے سے آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جونہی وہ آپ کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کے فرمایا کہ تم فَضالہ ہو؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس نے جھوٹ بولا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اللہ سے استغفار کرو۔ تم جو کہہ رہے ہو وہ تم نہیں کر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب آئے اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔

فَضالہ بیان کرتے ہیں کہ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے سے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ محبوب مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی لگنے لگے اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹ آیا۔

(سبل الھدیٰ (مترجم)، جلد 5 صفحہ 232، زاویہ پبلیشرز لاہور)(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 487 دار الکتب العلمیة بیروت)(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 170 بزم اقبال لاہور)
(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 242-241 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس ارادے سے گیا تھا لیکن اس کے بعد اس کی کایا پلٹ گئی۔

انہی دنوں **میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ماجد کے قبول اسلام کے واقعے** کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے والد فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم اس عمر رسیدہ شخص کو گھر ہی میں رہنے دیتے۔ اتنی بڑی عمر کے آدمی کو میرے پاس لے آئے ہو۔ میں خود ان کے پاس آ جاتا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ یہ کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اسلام لے آئیں۔ آپ سلامتی میں آ جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے (حضرت ابو بکرؓ کے والد نے) اسلام قبول کر لیا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 375-374 دار الکتب العلمیة بیروت)
(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 233-232 دار الکتب العلمیة بیروت)

ایک ذکر حضرت اُمّ ہانیؓ کے گھر آپؐ کے کھانا تناول فرمانے کا ملتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز حضرت ام ہانیؓ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھانا ہے جسے ہم کھائیں؟ انہوں نے عرض کی: سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور مجھے حیا آتی ہے کہ میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ہی لے آؤ۔ آپ نے انہیں پانی میں بھگویا۔ وہ نمک ساتھ لے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا شوربہ ہے کوئی؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میرے پاس سرکہ کے علاوہ اَور کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ سرکہ لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے پر انڈیلا اور اس میں سے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر فرمایا سرکہ کیا ہی عمدہ سالن ہے۔ اے ام ہانی جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 235 دار الکتب العلمیة بیروت)

شکر گزاری کی بھی انتہا ہے اور ام ہانی کی دلجوئی بھی کر دی۔ یہ فاتح مکہ کا حال ہے جبکہ ہر گھر سے سب کچھ میسر آ سکتا تھا لیکن آپ نے ان چھوٹے سوکھے روٹی کے ٹکڑوں پر اس وقت گزارا کیا۔

آپؐ کے مکہ پہنچنے اور وہاں ہر چیز خاص طور پر خانہ کعبہ کو محبت سے دیکھنے سے انصار کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں آپؐ یہیں نہ رہ جائیں۔ مثل مشہور ہے کہ عشق است و ہزار بد گمانی۔ کہ ایک محبت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہزار بد گمانیاں اور وسوسے ہوتے ہیں۔ محبت کرنے والا ہر وقت اپنے محبوب کے بارے میں فکر مند رہتا ہے۔ عشق و محبت اور حسن و وفا کے بہت سے منظر فتح مکہ کے موقع پر دیکھے گئے۔ ان میں سے ایک بہت ہی پاکیزہ اور پُر لطف نظارہ مدینہ کے انصار کی جانب سے دیکھنے میں آیا۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود کی طرف آئے اور اسے اِستلام کیا یعنی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر صفا پر چڑھے جہاں سے آپؐ بیت اللہ کو دیکھ رہے تھے اور آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ عزوجلّ کا ذکر کرنے لگے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپؐ اس کا ذکر کریں اور اس سے دعا مانگتے رہے۔ انصار آپؐ سے نیچے تھے۔ آپؐ نے دعا کی اور اللہ کی حمد کی اور دعا کی جتنا اس نے چاہا کہ دعا کریں۔

(سنن ابو داؤد کتاب المناسک باب فی رفع الیدا ذا رأی البیت حدیث 1872)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیات اور اہالیان مکہ سے حسن سلوک کے ناقابل یقین مناظر دیکھتے ہوئے **انصار اپنی ہی سوچوں میں گم ہو گئے**۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے وطن کی محبت اور اپنے قبیلے کی محبت غالب آ گئی ہے اور شاید اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں اپنی بستی میں اپنے عزیز رشتہ داروں میں رہ جائیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا سوچتے ہی وہ غمزدہ ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں جب انصار کی یہ حالت تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس دوران میں وحی نازل ہوئی اور جب وحی آتی تھی تو ہم پر مخفی نہ رہتی تھی۔ پس جب وہ آتی تو ہم میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر نہ اٹھاتا تھا یہاں تک کہ وحی ختم ہو گئی اور جب وحی ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہِ انصار! انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! حاضر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم یہ سوچ رہے ہو کہ اس شخص پر وطن کی محبت غالب آ گئی ہے؟ انہوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر ایسا ہوا تو میرا نام کیا ہو گا۔ میں محمد ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی خاطر تمہاری طرف ہجرت کی تھی۔ اب میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہی ہے۔ اس پر وہ بے اختیار روتے ہوئے آپ کی طرف بڑھے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے جو بھی کہا وہ اللہ اور اس کے رسول کی شدید محبت اور آپ سے جدائی کے ڈر کی وجہ سے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ اور اس کا رسول تمہاری اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم (مترجم) کتاب الجھاد والسیر باب فتح مکہ جلد 9 صفحہ 185 تا 189 حدیث 3318-3317)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیارتِ کعبہ کی متعلقہ عبادتوں میں مصروف تھے اور اپنی قوم کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ کر رہے تھے

تو انصار کے دل اندر ہی اندر بیٹھے جا رہے تھے اور وہ ایک دوسرے سے اشاروں میں کہہ رہے تھے شاید آج ہم خدا کے رسول کو اپنے سے جدا کر رہے ہیں کیونکہ ان کا شہر خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح کر دیا ہے اور ان کا قبیلہ ان پر ایمان لے آیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے انصار کے ان شبہات کی خبر دے دی۔ آپؐ نے سر اٹھایا، انصار کی طرف دیکھا اور فرمایا اے انصار! تم سمجھتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر کی محبت ستاتی ہو گی اور اپنی قوم کی محبت اس کے دل میں گدگدیاں لیتی ہو گی۔ انصار نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ درست ہے ہمارے دل میں ایسا خیال گزرا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں پتہ ہے میرا نام کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہلاتا ہوں۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کو جنہوں نے دین اسلام کی کمزوری کے وقت میں اپنی جانیں قربان کیں چھوڑ کر کسی اَور جگہ چلا جاؤں۔ پھر فرمایا اے انصار! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مَیں نے خدا کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا تھا اور اس کے بعد اب میں اپنے وطن میں واپس نہیں آ سکتا۔ میری زندگی تمہاری زندگی سے ہے اور میری موت تمہاری موت سے وابستہ ہے۔ مدینہ کے لوگ آپ کی یہ باتیں سن کر اور آپؐ کی محبت اور آپؐ کی وفا کو دیکھ کر روتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم! ہم نے خدا اور اس کے رسول پر بدظنی کی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے دل اس خیال کو برداشت نہیں کر سکتے کہ خدا کا رسول ہمیں اور ہمارے شہر کو چھوڑ کر کہیں اَور چلا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول تم لوگوں کو بَری سمجھتے ہیں اور تمہارے اخلاص کی تصدیق کرتے ہیں۔

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے لوگوں میں یہ پیار اور محبت کی باتیں ہو رہی ہوں گی اگر مکہ کے لوگوں کی آنکھوں نے آنسو نہیں بہائے ہوں گے تو ان کے دل یقیناً آنسو بہا رہے ہوں گے کہ وہ قیمتی ہیرا جس سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز اِس دنیا میں پیدا نہیں ہوئی خدا نے ان کو دیا تھا مگر انہوں نے اس کو اپنے گھروں سے نکال کر پھینک دیا اور اب کے وہ خدا کے فضل اور اس کی مدد کے ساتھ دوبارہ مکہ میں آیا تھا وہ اپنے وفائے عہد کی وجہ سے اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ واپس جا رہا ہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 349-348)

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ ابوسفیان نے آپ کو دیکھا۔ آپ چل رہے تھے اور صحابہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ **اس نے دل میں کہا کہ کاش میں ان کے ساتھ پھر قتال کر سکتا** اور ان کے لیے لشکر جمع کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا تب پھر اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے گا۔ تم یہ سوچ رہے ہو کہ قتال کرتے تو پھر رسوا ہو جاتے۔ انہوں نے کہا میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور جو کچھ میں نے کہا اللہ سے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ کہتے ہیں میں تو اپنے دل میں یہ بات سوچ رہا تھا۔ میں نے تو کسی کو بتائی ہی نہیں تھی اور آپؐ نے وہ بات مجھ پر ظاہر کر دی۔

(اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المأمونؐ، جلد 4 صفحہ 63، ریاض 2013ء)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 246 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خانہ کعبہ کی چھت پر سے ظہر کی اذان دی گئی۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔

(سبل الھدٰی جلد 5 صفحہ 248 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن تمام نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ بالعموم ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے لیکن آج جب صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی وضو کے ساتھ نمازیں پڑھتے دیکھا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے آج وہ کیا ہے جو آپ نہیں کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر میں نے دانستہ ایسا کیا ہے۔ علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے وقت ایسا کرنے کی سہولت کی خاطر یہ نمونہ دیا تھا۔

(اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المأمونؐ جلد 4 صفحہ 65-64، ریاض 2013ء)

اس دوران آپؐ نے عام بیعت بھی لی جس کی تفصیل میں لکھا ہے حضرت اسود بن خَلَفؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے روز آپؐ کو دیکھا۔ آپ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ آپ قَرْنِ مَنْفَلَہ کے پاس بیٹھ گئے جو مکہ کے نچلی جانب ایک چٹان ہے اور اسلام پر لوگوں سے بیعت لی۔ چھوٹے بڑے، مرد اور خواتین آپ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ نے ان سے ایمان باللہ اور اس شہادت پر بیعت لی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اِبن جریر طبری بیان کرتے ہیں کہ لوگ مکہ میں جمع ہو گئے تا کہ اسلام پر آپ کی بیعت کریں۔ آپ کوہ صفا پر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نیچے تھے۔ آپ اس بات پر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے کہ وہ حتی الاستطاعت اللہ اور اس کے رسول کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی بیعت لی۔ ان خواتین میں ابوسفیان کی بیوی ہِند بھی تھی جس نے نقاب کر رکھا تھا۔ اسے خوف تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلوک کے بارے میں پوچھیں گے جو اس نے حضرت حمزہؓ سے کیا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اس کی وجہ سے اس کی گرفت نہ ہو جائے۔ جب وہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا اس امر پر میری بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی اس پر کہ تم چوری نہیں کرو گی۔ ہِند نے کہا اللہ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے بعض اوقات کچھ لے لیتی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ یہ میرے لیے حلال ہے یا حرام۔ ابوسفیان وہاں موجود سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا تم نے جو گذشتہ مال لیا وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ تم سے درگذر کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہِند کو پہچانتے ہوئے فرمایا تم ہِند بنت عُتبہ ہو۔ اس نے کہا جی ہاں لیکن جو پہلے ہو چکا اس کو معاف فرما دیں۔ مطلب یہ کہ اسلام اور آپ کی ذات مبارک کے خلاف جو کچھ میں نے کیا اس سے درگزر فرمائیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم بدکاری نہیں کرو گی۔ ہِند نے کہا کیا آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ ہِند نے کہا ہم نے بچپن میں انہیں پالا لیکن بڑے ہوئے تو آپؐ نے انہیں بدر کے موقع پر قتل کر دیا۔ آپ جانیں یا وہ۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ ہنس پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا بہتان نہیں لگاؤ گی جسے تم نے اپنے سامنے گھڑا ہو۔ ہِند

نے کہا بہتان لگانا بہت برا فعل ہے اور بعض گناہ اس سے بھی برے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم امر معروف میں میری نافرمانی نہیں کرو گی۔ (اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المأمونؐ جلد 4 صفحہ 79-78، ریاض 2013ء)

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 248-247، 295 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہند بنت عتبہ کو سمجھ آگئی کہ وہ گمراہی پر تھی تو اپنے خاوند ابوسفیان کو کہنے لگی کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ ابوسفیان نے حیران ہوتے ہوئے کہا کہ آج تک تو تم انکار ہی کرتی چلی آئی ہو۔ یہ اچانک اتنی بڑی تبدیلی کیسے آگئی؟ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں نے فتح مکہ والے دن مسلمانوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ساری رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی خانہ کعبہ میں اس طرح عبادت کرتے رہے کہ کوئی قیام کی حالت میں تھا کوئی رکوع کی اور کوئی سجدے کی حالت میں۔ اس طرح عبادت کرتے ہوئے مَیں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ ابوسفیان نے کہا کہ اپنی قوم کے کسی آدمی کے ساتھ جانا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ہے تو اپنی قوم کے کسی آدمی کے پاس جانا۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئی اور ان کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ گھر گئی اور جو بت اس کے گھر میں پڑا تھا اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہنے لگی کہ تیری وجہ سے ہم دھوکے میں پڑے رہے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 8 صفحہ 347 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از محمد باشمیل صفحہ 311 نفیس اکیڈمی کراچی)

ایک دوسری روایت میں ہے ہند اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اس دین کو غالب کیا جو اس نے اپنے لیے پسند کیا۔ کیا آپ کی رحمت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل سکے گا؟ یا رسول اللہؐ! میں وہ عورت ہوں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئی ہے اور اس کی تصدیق کرنے والی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو۔ ہند نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں روئے زمین کے اہلِ خیمہ میں سے کسی کے بارے میں یہ نہ چاہتی تھی کہ وہ آپؐ کے خیمے سے زیادہ رسوا ہو لیکن اب مجھے روئے زمین کے سارے اہل خیمہ کی عزتوں سے آپؐ کی عزت زیادہ عزیز ہے۔

حضرت ہندؓ نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت و اخلاص کا اظہار اس طرح کیا کہ دو کم عمر بکرے بھون کر آپ کی خدمت میں لونڈی کے ہاتھ بھجوائے۔ لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری مالکن نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ گوشت بھون کے بھیجا ہے اور وہ عذر کرتے ہوئے کہہ رہی ہیں، معذرت کر رہی ہیں کہ آجکل ہماری بکریوں کے بچے کم ہیں۔ اس لیے میں صرف دو بھیج رہی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بکریوں اور ان کی اولاد میں برکت ڈالے۔ بعد میں یہ لونڈی کہتی تھی کہ بخدا کہ میں نے بکریوں اور ان کے بچوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھی جو پہلے نہیں دیکھی تھی۔ حضرت ہندؓ کہتی تھیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے طفیل ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 255 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد 3 صفحہ 139 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ ابوسفیان کی بیوی ہند کی بیعت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ”یہ وہی عورت ہے

جس نے حضرت حمزہؓ کا مُثلہ کروایا تھا۔ آپؐ نے مناسب سمجھا کہ اسے اس ظالمانہ فعل اور خلافِ انسانیت حرکت کی سزا دی جائے۔ اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ جب عورتیں بیعت کے لیے آئیں تو ہندہ بھی چادر اوڑھ کر ساتھ آگئی اور اس نے بیعت کر لی۔ جب وہ اس فقرہ پر پہنچی کہ ہم شرک نہیں کریں گی تو چونکہ وہ بڑی تیز طبیعت تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم اب بھی شرک کریں گی؟ آپؐ اکیلے تھے اور ہم نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ اگر ہمارے خدا سچے ہوتے تو آپ کیوں کامیاب ہوتے۔ وہ بالکل بیکار ثابت ہوئے اور ہم ہار گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہندہ ہے؟ آپؐ اس کی آواز کو پہچانتے تھے، آخر رشتہ دار ہی تھی۔ ہندہ نے کہا یا رسول اللہؐ! اب میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ اب آپ کو مجھے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا ہاں اب تم پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ غرض وہ قوم جو سمجھتی تھی کہ آپؐ نے سب خداؤں کو کُوٹ کر ایک خدا بنا لیا ہے ان میں اتنا تغیر پیدا ہو گیا کہ ہندہ جیسی عورت نے کہا کہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا ایک نہیں۔"

(اپنے فرائض کی ادائیگی میں رات دن منہمک رہو، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 1514-15)

بیعت کے انہی دنوں کا ایک واقعہ ملتا ہے۔ ایک شخص بیعت کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور جلال سے وہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ڈرو نہیں اور عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ مَیں تو اس عورت کا بیٹا ہوں جو مکہ میں خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

(اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المأمون، جلد 4 صفحہ 83، ریاض 2013ء)

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب القدید حدیث 3312)

وہ مجرم جن کے قتل کا حکم صادر ہوا، ان کے بارے میں لکھا ہے۔ تفصیل بیان کرتا ہوں گو کہ اس بارے میں بعض لوگوں کے تحفظات بھی ہیں اور واقعات بھی یہی بتاتے ہیں کیونکہ جن وجوہات کی بنا پر قتل کے حکم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے یہ صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور طبیعت کے خلاف ہے۔ بہرحال پہلے یہ بیان کر دیتا ہوں کہ کون لوگ تھے۔ تاریخ میں بعض جگہ ذکر ہوا ہے اور بعد میں اس کے ردّ میں بھی بیان کر دوں گا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ افراد جن کے جرائم کی بابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہاں بھی نظر آئیں ان کو قتل کر دیا جائے وہ آٹھ مرد اور چھ عورتیں تھیں۔ یہ فتح الباری میں لکھا ہے۔ سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ یہ کل گیارہ افراد تھے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ یہ کل دس افراد تھے جن میں چھ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں۔ (فتح الباری جلد 8 صفحہ 14 کتاب المغازی حدیث نمبر 4280 آرام باغ کراچی)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 117 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(کتاب المغازی واقدی جلد 2 صفحہ 258 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری کی شرح فتح الباری میں ان چودہ افراد کے نام بھی لکھے ہیں جن میں عبد العُزّٰی بن خَطَل، عبد اللہ بن سعد بن ابی سَرح، عِکرِمہ بن ابی جہل، مِقیَسُ بن صُبابَہ، ھَبّار بن اسود وغیرہ شامل ہیں۔

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 13 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ سب کو امان دے دی۔ آپ نے فرمایا انہیں قتل کر دو، چاہے وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہوں۔

(سنن النسائی کتاب المحاربہ (تحریم الدم) باب الحکم فی المرتد حدیث: 4072)

ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ان چار افراد کے علاوہ سب کو امان دے دی تھی۔ جن میں عبد العزیٰ بن خَطَل، مقیس بن صُبابہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اور اُمِّ سَارَہ تھیں۔

(البدایہ والنہایۃ جلد 6 صفحہ 562 مکتبہ دار ھجر بیروت)

ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ جن لوگوں کے قتل کو مباح قرار دیا گیا تھا یعنی جائز قرار دیا گیا تھا ان میں سے اکثر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا تھا اور صرف چند ہی لوگ قتل ہوئے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام معافی سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا تھا۔

(فتح مکہ از باشمیل صفحہ 262-261 نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس حوالے سے اپنی رائے جو لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ”صرف گیارہ مرد اور چار عورتیں ایسی تھیں جن کی نسبت شدید ظالمانہ قتل اور فساد ثابت تھے، وہ گویا جنگی مجرم تھے اور ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ قتل کر دیے جائیں کیونکہ وہ صرف کفر یا لڑائی کے مجرم نہیں تھے بلکہ جنگی مجرم ہیں...“ لیکن ”ان میں سے اکثر کو مسلمانوں کی سفارش پر آپؐ نے چھوڑ دیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 344، 349)

تو اکثر ان میں سے چھوڑ دیے گئے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں** کہ ”حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلّی فتح پا کر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا اور صرف انہی چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لیے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا“ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا تھا ”اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا۔“

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 287-286 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

جن افراد کو قتل کیا گیا تھا تاریخ میں ان کی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں جو کہ بیان تو کر دیتا ہوں لیکن بہرحال تسلی بخش وجوہات نہیں ہیں۔ جو پہلا نام لکھا ہے عبد العزیٰ بن خَطَل کا ہے۔ اس نے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبد اللہ رکھا تھا اور اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ نے اسے زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے ہمراہ بنو خُزَاعہ میں سے ایک شخص تھا جو اس کے لیے کھانا بناتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا۔ ان دونوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں لوگ اکٹھے ہو کر زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ ابن خَطَل نے خُزَاعی شخص کو حکم دیا کہ وہ کھانا تیار کرے اور خود دوپہر کے وقت سو گیا۔ جب جاگا تو خُزَاعی شخص سو رہا تھا۔ اس نے کچھ تیار نہیں کیا تھا۔ ابن خَطَل نے تلوار کے ساتھ اسے قتل کر دیا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ یہ اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کرتا تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے سر پر خَود تھا۔ آپ نے اسے اتارا۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا ابن خَطَل خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا

ہے۔ آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

دوسرا ہے مِقْیَس بن صُبَابہ۔ اس نے ایک انصاری صحابیؓ کو شہید کرنے کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔ انصاری صحابی نے ایک غزوے میں مِقْیَس کے بھائی کو دشمن سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ مِقْیَس نے بھائی کی دیت بھی لی اور انصاری صحابی کو شہید بھی کر دیا۔ پھر اسلام ترک کر کے مکہ واپس چلا گیا۔ حضرت نُمَیلَہ بن عبداللہؓ نے فتح مکہ کے روز اس کو قتل کیا۔

حُوَیْرَث بن نُقَیذ ہے۔ یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم نامہ جاری فرمایا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔ ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ حویرث بن نُقَیذ کے قتل کی یہی وجہ ملتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا لیکن اس کے قتل کا سبب اس کے علاوہ کوئی اَور ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے۔

پھر ہے حُوَیْرَثْ بن طَلَاطِل خُزاعی۔ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اسے بھی حضرت علیؓ نے قتل کیا۔

پھر ابن خَطَل کی لونڈی قرینہ تھی۔ اسے اَرنب بھی کہتے تھے۔ یہ آپؐ کے بارے میں ہجویہ اشعار گاتی تھی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 223 تا 225 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 399 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از ہاشمیل صفحہ 265-264 نفیس اکیڈمی کراچی)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 157 دار السلام)

گو یہ تعداد جن کو قتل کیا گیا تھا چودہ پندرہ تک ملتی ہے لیکن تحقیق پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعداد درست نہیں ہے کیونکہ جن جرائم کی وجہ سے ان کو قتل کرنے کا ذکر ملتا ہے وہ جرائم خود بتاتے ہیں کہ مؤرخین کو غلطی لگی ہے۔ اکثریت کے جرائم یہ بیان ہوئے ہیں کہ وہ مرتد ہو گئے تھے یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ اور تکلیف پہنچایا کرتے تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے۔ یہ فرد جرم بتاتی ہے کہ یہ بعد کے زمانے کی سوچ ہے کیونکہ جب قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف کرتے ہوئے یہ سوچ پیدا ہوئی کہ مرتد کی سزا قتل ہے یا توہین رسالت کی سزا قتل ہے تو یہ بعد کی سوچیں ہیں۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ جب قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔ جب قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے، آپ کو اذیت پہنچانے اور آپ کے ہجو کرنے کی سزا قتل نہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جس جس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا یقینی طور پر ان کا جرم کوئی اور ہونا چاہیے تھا۔ جنگی جرم جیسے حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ وہ جنگی مجرم تھے یا وہ قاتل تھے اور وہ تو تھے ہی لیکن یہ کہ ہجو کر دی یا توہین کی یہ غلط ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر قتل کیے جانے کی ان روایات پر جرح کرتے ہوئے برصغیر کے ایک معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ارباب سِیَر کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گو اہل مکہ

کو امن عطا کیا تھا تاہم دس شخصوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں۔ ان میں سے بعض مثلاً عبداللہ بن خَطَل، مِقْیَس بن صُبَابہ خونی مجرم تھے اور قصاص میں قتل کیے گئے۔ اگر ان کو مانا بھی جائے تو یہ دو قاتل تھے اس لیے قتل کیے گئے لیکن متعدد دوسرے جو ہیں ایسے تھے کہ ان کا صرف یہ جرم تھا کہ وہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا کرتے تھے یا آپ کے ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ آپ کو ستاتے تھے یا ہجو یہ اشعار کہتے تھے۔ ان میں سے ایک عورت اس جرم میں قتل کی گئی کہ وہ آپؐ کے ہجو یہ اشعار گایا کرتی تھی۔ یہ کہا جاتا ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ محدثانہ تنقید کی رو سے یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا۔ اگر یہی بات لی جائے کہ ہتک کیا کرتے تھے اور ہجو یہ اشعار کہتے تھے تو یہ تو سارا مکہ یہی کرتا تھا پھر تو ساروں کو قتل کرنا چاہیے تھا۔ قریش میں سے بجز دو چار کے کون تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں۔ بایں ہمہ انہی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ کہ تم لوگ آزاد ہو۔ جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت صحاح ستہ میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ خیبر میں جس یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا اس کی نسبت لوگوں نے دریافت بھی کیا کہ اس کے قتل کا حکم ہو گا ارشاد ہوا کہ نہیں۔ خیبر کے کفرستان میں ایک یہودیہ زہر دے کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جانبر ہو سکتی ہے تو حرم میں اس سے کم درجہ کے مجرم عفوِ نبوی سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں۔ اگر درایت پر قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ بالکل ناقابل اعتبار رہ جاتا ہے۔ عقل سے جائزہ نہ بھی لیں تو تب بھی روایت غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری میں صرف ابن خَطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا تھا۔ مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا باقی جن لوگوں کی نسبت حکمِ قتل کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا کرتے تھے وہ روایتیں صرف ابن اسحاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اصولِ حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے جو قابلِ اعتبار نہیں۔ سب سے زیادہ معتبر روایت جو اس بارے میں پیش کی جاسکتی ہے وہ ابوداؤد کی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی۔ ابوداؤد کی ان روایات کے متعلق دوسری کتب میں بھی لکھا ہے کہ وہ کمزور ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض سردارانِ قریش جو مخالفینِ اسلام کے پیشرو تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سن کر مکہ سے بھاگ گئے لیکن یہ صرف ابن اسحاق کا قیاس ہے کہ وہ اس وجہ سے بھاگ گئے تھے کہ ان کے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔

(ماخوذ از سیرت النبی ﷺ از شبلی جلد اول صفحہ 351-350 مکتبہ اسلامیہ)

الغرض فتح مکہ کے وقت صرف چند ایک افراد کے قتل ہونے کا فیصلہ ہوا تھا اور وہ وہی تھے جن کے بارہ میں حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ”صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لیے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا“ یعنی وہ تین چار آدمی تھے

”اور بجز اِن ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا۔“

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 287 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

تو یہ ہے اس کی حقیقت۔ اس لیے یہ کہنا کہ اتنے آدمی جو قتل کیے گئے تھے وہ ہجو کرتے تھے۔ توہین رسالت تھی۔ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

دنیا کے حالات تو آپ لوگوں پر واضح ہیں۔ دعائیں کرتے رہیں۔ اس کے لیے پہلے بھی میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں، کہتا رہتا ہوں۔ ہنگامی حالات کے لیے جو بھی میں یاددہانی کرواتا رہتا تھا پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہنگامی حالات کے لیے لوگوں کو کچھ مہینوں کا راشن گھروں میں رکھنا چاہیے جو رکھ سکتے ہیں۔ اب تو بعض حکومتوں نے بھی اپنے لوگوں کو کہا ہے کہ تین مہینے کا راشن رکھیں۔ اللہ تعالیٰ بہرحال دنیا پر رحم کرے اور جنگ کے خطرناک، خوفناک حالات سے بچائے۔

اب میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا۔ ان کا جنازہ نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ ان میں **پہلی ہیں امۃ النصیر نگہت صاحبہ** راجہ عبدالمالک صاحب کی اہلیہ ہیں۔ ان کی گذشتہ دنوں ستر سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی تھیں۔ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نواسی تھیں۔ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ امریکہ میں بھی انہوں نے لمبا عرصہ گزارا ہے۔ وہاں دس سال کے قریب ان کو لجنہ کی بطور سیکرٹری مال اور سیکرٹری ضیافت خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی بیٹی آمنہ کہتی ہیں کہ صدقہ دینے میں بہت باقاعدہ تھیں خاموشی سے دیا کرتی تھیں اور تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد یہ خاص طور پہ بکرا صدقہ دے کر غریبوں میں بانٹا کرتی تھیں۔ مالی مدد بھی کیا کرتی تھیں۔ گھر بھی بنا کے دیا غریبوں کو۔

کہتی ہیں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اپنی چوڑیاں اتار کے اپنی خالہ کو دے رہی ہیں تو انہوں نے فوراً وہ سونے کی چوڑیاں ان کو غریبوں کو دینے کے لیے دے دیں۔ بہت مہمان نواز تھیں۔ مستحقین کی بھی بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ بڑا ہمدردی کا جذبہ تھا۔ یہ کہتی ہیں کہ مزاحیہ طبیعت تھی اس لیے لوگ جانتے نہیں ہیں لیکن میں نے ان کو دیکھا ہے کہ راتوں میں شدت سے دعا کرتی تھیں کہ ہمارے گھر کا فرش بھی ہلنے لگ جاتا تھا اور مہمان نوازی تو خاص طور پہ ان کی صفت تھی۔ کہتی ہیں ہم نے ذکر الٰہی کا طریقہ امی سے سیکھا ہے۔ درود شریف ہر وقت پڑھتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظموں کے شعر پڑھتی رہتی تھیں۔ ہم نے اتنی دفعہ سنے ہیں کہ ہمیں زبانی یاد ہو گئے ہیں۔ ہمسایوں، رشتہ داروں سے بڑا حسن سلوک کرنے والی تھیں۔ یہ ان کی بیٹی عائشہ نے لکھا ہے۔

ان کے بھانجے نے لکھا ہے کہ خاموشی سے مدد کیا کرتی تھیں اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو بعض دفعہ کسی شخص کے بارے میں مدد کے لیے اطلاع کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ خواب میں آپ کو بتایا گیا کہ ایک واقفِ زندگی کی بیٹی کی شادی ہے اس کی مدد کرو تو فوری طور پر اس کو ایک لاکھ روپیہ بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ جس کا ذکر ہے مکرم الحاج یعقوب احمد بن ابو بکر صاحب ہیں۔ یہ احمدیہ سینئر ہائی سکول کے سابق ہیڈ ماسٹر ہیں اور نیشنل سیکرٹری تبلیغ گھانا تھے۔ ایک حادثہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں ان کی گذشتہ دنوں وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ منکسم (Mankessim) وہاں ایک شہر ہے وہاں جاتے ہوئے ایک ٹرالر سے ان کی گاڑی ٹکرا گئی اور وہاں دماغی چوٹ لگی اس کی وجہ سے یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پسماندگان میں دو بیویاں، چار بچے، والدہ، ایک بہن اور ایک بھائی شامل ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد احمد یہ مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پونڈ میں داخلہ لیا اور وہاں سے فارغ ہو کر پھر وہ مختلف جگہوں پر جماعتی خدمت پر متعین ہوئے۔ پھر ان کو جماعت کی طرف سے ہی یونیورسٹی آف گھانا میں داخل کروایا گیا جہاں بزنس ایڈمنسٹریشن میں انہوں نے ڈگری لی اور وہاں سے ڈگری لینے کے بعد ان کو گورنمنٹ سروس کی آفر ہوئی لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ کیونکہ یہ واقف زندگی تھے اور وقف کی روح کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ کام کیا ہے باوجود اس کے کہ حکومت کے سکول میں چلے گئے۔ حکومت ایڈ کرتی تھی لیکن سکول جماعت کا ہی تھا۔ بعد میں تعلیم حاصل کر کے وہاں ہیڈ ماسٹر لگ گئے۔ سلاگا (Salaga) اور کماسی (Kumasi) کے احمد یہ سکولوں میں یہ ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور وہاں کے لوگ انتظامیہ بھی اور حکومت کے افسران بھی اور طلبہ بھی ہمیشہ ان کو یاد رکھتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ نیشنل سیکرٹری تبلیغ تھے اور انصار اللہ میں قائد تربیت کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ علمی شخصیت تھے۔ ان کو تعلیم کے محکمے میں بعض جو بڑی کمیٹیاں ہوتی ہیں ان میں ان کے ممبر بننے کی توفیق ملی۔ CHASS کے پریذیڈنٹ تھے یعنی کانفرنس آف ہیڈز آف اسسٹڈ (Assisted) سیکنڈری سکول گھانا کے پریذیڈنٹ تھے۔ کونسل ممبر تھے نسٹ KNUST کے یعنی KwameNkrumah یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے کونسل ممبر تھے۔ بورڈ ممبر تھے جی ٹی ای سی (GTEC) گھانا ٹیریٹری (Ter-tiary) ایجوکیشن کمیشن کے۔ بورڈ ممبر تھے ڈبلیو اے ای سی (WAEC) یعنی ویسٹ افریقن ایگزامینیشن کونسل کے۔ سیکرٹری جنرل تھے اے سی پی (ACP) کے جو کہ افریقن کانفیڈریشن آف پرنسپلز ہے اس کے سیکرٹری جنرل تھے۔

ان کی وفات پر ساؤتھ افریقہ کی Eswatini پرنسپل ایسوسی ایشن (EPA) جو ہے انہوں نے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور یہ لکھا کہ بڑے اصول پسند تھے اور ان کی قیادت بڑی اعلیٰ تھی۔

ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ میری کامیابیوں کا مرکز دین سے وابستگی اور خلافت احمدیہ سے تعلق ہے۔ ایک شفیق شوہر، باپ اور خاندان کے لیے ایمان، نظم و ضبط اور شفقت کی علامت تھے۔ رمضان میں کئی بار قرآن کریم کا دور مکمل کرتے تھے۔ گھر والوں کو ہمیشہ عبادت کی طرف توجہ دلاتے۔ ان کی طبیعت میں جہاں اعلیٰ رنگ کی قائدانہ صلاحیت تھی لیکن وہاں انکساری بھی ساتھ تھی اور بڑی دیانتداری سے خدمت کرتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی نے احمدیت قبول کی تھی اس کے بعد ان کے خاندان میں احمدیت آئی۔ ان کے بھائی ابو بکر سعید لکھتے ہیں۔ ان کو ان کے والد نے مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پونڈ بھجوایا جہاں سے انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ پھر لوکل مشنری بنے۔ پھر آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے انہوں نے اپنی فیلڈ میں جو بھی جماعتی اور حکومتی

طور پر اچھا مقام تھا وہ حاصل کیا۔

میرے ساتھ گھانا میں قیام کے دوران میں ان کا بہت قریبی تعلق تھا۔ بڑا دوستی کا تعلق تھا۔ بڑا پیار کا تعلق تھا اور جو بھی اہم کام ہوتے تھے اور ایسے کام جن میں اعتماد کی ضرورت ہو وہ میں انہی سے کروایا کرتا تھا۔ بڑی قابل اعتماد شخصیت تھے اور خلافت کے بعد تو ان کا مجھ سے ایسا تعلق تھا جو اعلیٰ اخلاص کے معیاروں کو چھو رہا تھا۔ جماعت اور خلافت کے لیے بڑی غیرت رکھنے والی شخصیت تھے۔

ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بڑا فرمانبردار بیٹا تھا۔ بچپن سے ہی ہمیشہ میری دیکھ بھال کرتا اور حج کرنے کا اپنا ارادہ کیا لیکن اس سے پہلے اس نے کہا کہ آپ حج کریں اور والدہ کو پہلے حج کرایا پھر خود حج پہ گئے۔ کہتی ہیں کبھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔

اہلیہ کہتی ہیں کہ محبت کرنے والے اور ذمہ دار شوہر تھے۔ بچوں کے لیے شفیق باپ تھے اور ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے کہ جماعت کے لیے قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ ہمیشہ ہمارے ایمان اور احمدیت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ انہوں نے مذہب سے وابستگی کی اہمیت سکھائی اور ہر قدم پر راہنمائی دی اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان ہمارے پورے خاندان کے لیے مشعل راہ ہے۔ نماز فجر، تہجد کے لیے بھی ہمیں اٹھاتے اور رمضان میں تو خاص طور پہ اس کا خیال رکھتے اور ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ کہتے ہیں ان کا دل بڑا اور عاجزی سے بھرا ہوا تھا۔ ہر شخص سے عزت سے پیش آتے چاہے وہ ان کا ماتحت ہی کیوں نہ ہو۔ بڑے ہنس مکھ انسان تھے۔ ان کے بھائی سعید بن ابو بکر کہتے ہیں کہ والد کی وفات کے بعد انہوں نے میری سرپرستی کی اور ایک حقیقی والد کی طرح انہوں نے مجھے پالا، میرا خیال رکھا، میری تربیت کی۔ نمازوں کی طرف توجہ دلائی اور ہر طرح میری ضروریات کو پورا کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان جیسا وفا شعار اور نیکیوں میں بڑھنے والا بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 / جولائی تا ہفتہ 02 / اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 177 تا 182 صفحہ 02 تا 07)

29

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 18 / جولائی 2025ء بمطابق 18 / وفا 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بھی فتح مکّہ کے واقعات کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں قیام کی مدت کے بارے میں تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ تشریف لانے اور فتح مکہ کے بعد مکہ میں چند دن ٹھہرے تھے لیکن جو قیام ہے اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں انیس دن ٹھہرے۔ آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے یعنی قصر کرتے تھے اور بعض روایات میں اٹھارہ یا سترہ اور پندرہ روز کا تذکرہ بھی ہے۔ علامہ ابن حجر نے انیس دن والی روایت کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ اکثر روایات میں انیس دن کا ذکر ہے اور باقی روایات کو اس طرح سے جمع کیا گیا ہے کہ انیس دن والی روایت میں مکہ میں داخل ہونے اور روانہ ہونے کے دن بھی شامل ہیں اور جنہوں نے سترہ دن بیان کیے ہیں انہوں نے آمد و رفت کے دونوں دن شامل نہیں کیے۔ جن راویوں نے اٹھارہ دن کی روایت بیان کی ہے انہوں نے ان میں سے کوئی ایک دن شمار کیا ہے جبکہ پندرہ دن والی روایت کے راویوں نے سترہ دن والی روایت کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے کہ یہ اصل ہے اور پھر اس میں سے داخلے اور کوچ کا دن نکال کر پندرہ دن کا ذکر کیا ہے۔ (سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 261 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 2 صفحہ 715 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بعض مستشرقین نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ پہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ولیم میور ایک بڑا مشہور مستشرق ہے۔ اس کا تعلق سکاٹ لینڈ سے تھا۔ فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اپنی کتاب The Life of Muhammad میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ماضی کے تمام پرانے قصوروں کو معاف کرنا یعنی لوگوں کے تمام قصوروں کو معاف کرنا اور ان کی تمام چھوٹی بڑی تکلیفوں کو فراموش کر دینا دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فائدے کے لیے تھا۔ یہ لکھنے کے بعد مجبور ہے کہ بہرحال حقیقت کو تسلیم بھی کرے۔ کہتا ہے لیکن اس کے لیے ایک بڑے اور گداز دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ گو آپ ہی کو پہنچا کہ آپ کے آبائی شہر کے سب لوگ آپ سے وابستہ ہونے لگے اور آپ کے مقصد کو پوری خوش دلی اور نمایاں عقیدت کے ساتھ اپنا لیا اور چند ہفتوں کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے دو ہزار افراد آپ کے پہلو میں کھڑے بڑی وفاداری کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔

(The Life of Mahomet by Sir William Muir Pg 425-426 Chapter xxiv London Smith, Elder & CO, 15 Waterloo Place 1878)

اسی طرح William Montgomery Watt نے بھی لکھا ہے۔ یہ بھی ایک سکاٹش مستشرق گزرا ہے جس نے اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی کتب میں بہت سخت باتیں کی ہیں لیکن اس کی ایک کتاب ہے Muhammad at Madina۔ اس میں لکھا ہے۔ مَیں اس کا ترجمہ پڑھتا ہوں۔ پہلے بھی میں نے ترجمہ ہی پڑھا تھا کہ مکہ کے رؤساء کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ یہ تسلیم کر رہا ہے۔ یہ رؤساء اور دیگر بہت سے دوسرے لوگ کفر پر ہی قائم رہے۔ سب سے بڑھ کر وہ مہارت جس کے ساتھ انہوں نے اپنی سربراہی میں موجود یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سربراہی میں موجود اتحاد کو سنبھالا اور تقریباً تمام افراد کو یہ احساس دلایا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جا رہا ہے۔ اس چیز نے اسلامی معاشرے میں ہم آہنگی، اطمینان اور جوش کے جذبات کو نمایاں کر دیا جو دوسری جگہ پر موجود بے چینی کے برعکس تھا۔ یہ بات یقیناً بہت لوگوں پر واضح ہوئی ہو گی اور اس نے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کیا ہو گا۔ اس سب میں ایک بات ضرور متاثر کن ہے اور وہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مقصد، اپنی بصیرت اور اپنی دوراندیش حکمت پر ایمان۔ جب ان کی جماعت ابھی چھوٹی تھی اور اپنے تمام وسائل دشمنوں سے بچنے کے لیے صرف کر رہی تھی تو انہوں نے ایک متحدہ عرب کے تصور کو جنم دیا تھا جو بیرونی سمت میں ترقی کرے گا اور جس میں مکہ کے لوگ اپنے پرانے تجارتی کردار سے بھی اہم نیا کردار ادا کریں گے اور اب تقریباً تمام لوگ حتیٰ کہ سب سے بڑے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر چکے تھے۔ خاطر خواہ مشکلات کے باوجود اکثر تنگ حالات میں مگر تقریباً ہمیشہ مکمل اعتماد کے ساتھ وہ اپنے مقصد کی جانب بڑھتے گئے۔ اگر ہمیں ان تاریخی واقعات کی حقیقت پر یقین نہ ہوتا تو کم ہی کوئی یہ مانتا کہ ایک حقیر سمجھا جانے والا مکہ کا نبی اپنے شہر میں فاتح کے طور پر واپس آ سکتا ہے۔

(Muhammad at Medina by W. Montgomery Watt Chapter The Winning of the Meccans Ameena Saiyid, Oxford University Press Karachi 2006. Pg 67-68,70)

پھر ایک مستشرق ہے Arthur Gilman۔ یہ بھی ایک مشہور مستشرق گزرا ہے۔ اس کا تعلق امریکہ سے تھا۔ فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اپنی کتاب The Saracenes میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام معافی، اسوۂ حسنہ اور رواداری کو مثالی کردار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسی اونٹ پر بیٹھے جس نے بڑی ہی وفاداری کے ساتھ کئی دوسرے مواقع پر بھی آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا اور آپ سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے تو شکر کے جذبات سے آپ کا دل بھر آیا کیونکہ آپ نے سڑکوں کو خالی دیکھا اور یہ جان لیا کہ آپ کا استقبال امن سے ہو گا۔ آپ کی یہ بات بے حد تعریف کے لائق ہے کہ جس موقع پر ماضی کے مکہ کے مکینوں کے مظالم کی یاد آپ کو انتقام لینے پر اکسا سکتی تھی وہاں آپ نے اپنی فوج کو کسی بھی قسم کی خونریزی سے منع فرمایا اور عاجزی اور خدا تعالیٰ کے شکر کا ہر ممکن اظہار کیا۔ یہ بات درست ہے، یہ لکھتا ہے وہ جیسا کہ پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ کہتا ہے یہ بات درست ہے کہ ایک جگہ خالد نے طاقت کا مقابلہ طاقت سے کیا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو سخت ناپسند کیا۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا کام کیا وہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا تھا اور اس کے بعد آپ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا کہ کعبہ کی بلندی سے نماز کے لیے صدا بلند کرو اور ایک منادی کرنے والے کو بھیجا کہ ہر

شخص اپنے پاس پڑے ہوئے بت توڑ ڈالے۔ پھر لکھتا ہے کہ دس یا بارہ لوگ جنہوں نے پہلے مختلف مواقع پر نہایت وحشیانہ رویے کا مظاہرہ کیا تھا ان کو سزا دینے کا حکم ہوا اور ان میں سے چار لوگوں کو قتل کی سزا دی گئی لیکن اس رویے کو دیگر فاتحین کے رویے کے مقابلے پر ہمیں بہت ہی زیادہ انسانیت سے پُر قرار دینا چاہیے۔ لکھتا ہے کہ صلیبیوں کے مظالم کے مقابلے میں جنہوں نے 1099ء میں ستر ہزار مسلمان مردوں، عورتوں اور بے یارومددگار بچوں کو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیا جب یروشلم ان کے قبضہ میں آیا یا انگریز فوج کی درشتی کے مقابلے میں کہ وہ بھی صلیب کے سائے میں ہی لڑے تھے جنہوں نے 1874ء کے یادگار سال میں، جنگ کے دوران افریقہ میں گولڈ کوسٹ پر موجود (یہ گھانا کا پرانا نام ہے۔) ایک دارالحکومت جلا ڈالا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح حقیقت میں مذہب کی فتح تھی نہ کہ سیاست کی۔ آپ نے ہر طرح کی ذاتی تکریم کی باتوں کو ردّ کر دیا اور شاہانہ تسلط کے تمام طریقوں سے گریز کیا اور جب مکہ کے تمام متکبر سردار آپ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میرے ہاتھوں سے آج کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اے ہمارے سخی بھائی! رحم کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تو پھر ایسا ہی ہو۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(The Saracenes by Arthur Gilman, Fourth Edition, T. Fisher Unwain, London, 1887, Pg. 184-185)

پھر ایک مستشرق ہے Ruth Cranston اس کا تعلق بھی امریکہ سے تھا۔ فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ عورت ہے یہ اپنی کتاب World Faith میں لکھتی ہے کہ سال 630ء کے آغاز میں ایک دن وہ شخص جسے صرف دس سال پہلے اس شہر سے پتھر مار کر نکال دیا گیا تھا اور جسے مذاق کا نشانہ بنایا گیا تھا اب اپنے دس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ مکہ شہر میں داخل ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ شہریوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے لیکن مکہ والوں کے تمام وعدوں اور یقین دہانیوں کے باوجود ان کے سپاہیوں پر حملہ کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سپہ سالار خالد جو اب ان کی افواج کے کمانڈر تھے کو سخت جوابی کارروائی سے روکنے میں مشکل پیش آئی۔

بہرحال اس نے اس بات میں یہ تو مبالغہ کر دیا ہے۔ کوئی یقین دہانیاں نہیں تھیں۔ وہاں حملہ پہلے انہوں نے، مکہ والوں نے کیا تھا۔ بہرحال جو تعصب ہے وہ تو کہیں نہ کہیں ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ پھر لکھتی ہے کہ دو مسلمان اور اٹھائیس مکہ والے مارے گئے۔ ایسے وقت اور ایسے موقع پر اگر کوئی اور راہنما کمان میں ہوتا تو تصور کریں کتنا قتل و غارت ہوتا۔ یہاں پھر حقیقت بیان کرنے پر مجبور ہے۔ جب مسلمان فوج نے شہر پر قابو پا لیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لباس تبدیل کر کے سفید احرام پہن لیا۔ آپ نے حج کے مقررہ مناسک ادا کیے۔ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر آپؐ نے اپنے باقی بچ جانے والے ساتھیوں کو بلایا۔ وہ ساتھی جنہوں نے بار بار اپنی جان خطرے میں ڈال کر آپ کے مقصد کے لیے قربانیاں دی تھیں کہ وہ اس عظیم دن اور آپ کی زندگی کے سب سے اہم موقع پر آپ کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ایک ایک کر کے تین سو ساٹھ پتھر کے بتوں بشمول ہبل کے ہر بت کو کعبہ سے نکالا گیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ ہر بت کو توڑتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے فرما رہے تھے۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔

(World Faith By Ruth Cranston page 216-217 Skeffington Stratford Place London 1953)

Karen Armstrong یہ بھی ایک اچھی مستشرق ہیں اور عموماً بڑے انصاف سے لکھنے والی ہیں۔ 1944ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ انگلستان کی ایک معروف سکالر اور مصنفہ ہیں جو موازنہ مذاہب کے متعلق اپنی تحریرات کے باعث شہرت بھی رکھتی ہیں۔ اس نے اپنی کتاب Muhammad A Biography of the Prophet میں فتح مکہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خونریز انتقام لینے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسا لگتا ہے کہ کسی پر کوئی دباؤ ڈالا گیا ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مجبور کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کے درمیان صلح اور مصالحت قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اس لیے نہیں آئے تھے کہ قریش کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں بلکہ اس لیے آئے تھے کہ اس مذہب کو ختم کر دیں جو ان کے لیے ناکام ثابت ہوا تھا۔ مکہ کی فتح کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اپنے دعوے کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ یہ فتح بغیر کسی قسم کی خونریزی کے حاصل ہوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پر امن پالیسی کامیاب رہی۔ چند ہی سالوں میں مکہ میں بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا اور عِکرمہ اور سُہیل جیسے سخت ترین مخالفین مخلص اور پُرجوش مسلمان بن گئے۔

(Muhammad A Biography of the Prophet by Karen Armstrong, page 243 and 245, Book Readers international Quetta)

بہر حال ان میں سے بعض مستشرقین ایسے ہیں جنہوں نے باوجود شدید مخالف ہونے کے یہ حق بیان کیا ہے اور اس پر وہ بیچارے مجبور تھے۔ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔

عبداللہ بن ابی سرح کی توبہ

فتح مکّہ کے حوالے سے کچھ مزید واقعات بھی ہیں۔ ان میں ایک **عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح کی توبہ** کا واقعہ ہے۔ لکھا ہے کہ اس نے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور کاتب وحی بھی تھا۔ پھر مرتد ہو کر واپس چلا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو بھی قتل کی سزا دی گئی تھی۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاں چھپ گیا۔ یہ ان کا رضاعی بھائی تھا۔ حضرت عثمانؓ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے اور عرض کی: یارسول اللہؐ! عبداللہ کی بیعت قبول فرمائیں۔ آپؐ نے دیر تک خاموشی اختیار فرمائی اور پھر اس کی بیعت لے لی۔ جب عبداللہ بن ابی سَرح واپس چلا گیا تو لکھنے والے راوی یہاں لکھتے ہیں کہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ میں اس لیے کچھ دیر تک خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی اٹھے اور اس کو جلدی سے قتل کر دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ نے ہمیں اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی قتل کے لیے اشارے نہیں کیا کرتا۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کا مرتکب ہو۔ (السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق صفحہ 530-529 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 742 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الاکتفاء جلد 2 صفحہ 225 عالم الکتب بیروت)

بہر حال یہ روایت اور اس طرح کی ملتی جلتی روایتیں کیونکہ بعض تاریخ کی کتب میں موجود ہیں اس لیے بیان بھی کر رہا ہوں لیکن ہیں یہ سب مشکوک اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ تھا اور جو تحمل تھا وہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سب روایات بعد میں گھڑ لی گئی ہیں۔

بہر حال حدیث کی ایک کتاب سنن نسائی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر عبداللہ بن

سعد حضرت عثمانؓ کے گھر چھپ گیا۔ پھر جب عام بیعت کا اعلان ہوا تو حضرت عثمانؓ عبداللہ کو لے کر آئے اور عرض کیا کہ عبداللہ کی بیعت قبول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا اور تین مرتبہ ایسا کیا اور انکار فرمادیا اور تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد اس کی بیعت لی اور اس کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم میں سے کوئی دانا آدمی نہ تھا کہ جب مجھے دیکھا کہ میں بیعت نہیں لے رہا تو اٹھ کر اس کو قتل کر دیتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ہمیں کیسے علم ہوتا کہ آپؐ کے دل میں کیا ہے؟ آپؐ نے اپنی آنکھ سے ہمیں اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرے۔

(نسائی کتاب تحریم الدم باب الحکم فی المرتد حدیث 4067)

یہ نسائی کی روایت ہے لیکن اس میں بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کو صحیح یقین کیا جائے۔

یہ روایت سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد حدیث 4359)

البتہ سنن ابوداؤد میں اس کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی موجود ہے لیکن اس روایت میں قتل وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ اس روایت میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ اسے شیطان نے بہکا دیا۔ وہ کفار سے مل گیا۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کے لیے پناہ طلب کی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پناہ دے دی۔

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد حدیث 4358)

یہاں عبداللہ بن سعد کے متعلق اس طرح کی روایات کی بابت واضح ہونا چاہیے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا ہے کہ یہ روایت حدیث کی جن کتب میں آئی ہے اس کی سند کی بابت جرح کی گئی ہے کہ یہ سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔ یہ کہنا کہ اشارہ کیوں نہیں کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چپ رہا۔ جبکہ آپ بادشاہ تھے اور واضح طور پہ کہہ سکتے تھے۔ بہرحال دوسری اہم بات یہ قابل غور ہے کہ اسلام میں ارتداد کی کوئی سزا نہیں ہے۔ اس لیے عبداللہ بن سعد کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اس لیے اس کے قتل کی سزا سنائی گئی۔ یہ درست نہیں ہو سکتا۔

اور علاوہ ازیں یہ بھی قابل غور ہے کہ اس واقعہ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے بھی منافی نظر آتی ہے جیسا کہ پہلے میں کہہ چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دن اللہ تعالیٰ کی صفت غفار اور ستار اور رحیم و کریم کے مظہر اتم نظر آتے تھے۔ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس نے معافی مانگی ہو اور آپ نے معاف نہ فرمایا ہو اگرچہ اس کے قتل کا حکم ہی کیوں نہ صادر کیا گیا ہو۔ پھر یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی موجود نہیں ہے۔ مزید برآں یہ روایت درایت کے بھی خلاف نظر آتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح سربراہ کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ اگر کسی کے قتل کا حکم ضروری تھا تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اشارے یا کنائے کی کیا ضرورت تھی۔ جب حضرت عثمانؓ عبداللہ کو لے کر آئے تو آپؐ صاف فرما دیتے کہ نہیں اس کے جرائم ایسے ہیں کہ اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انہی دنوں میں بنو مخزوم کی ایک عورت کی چوری کا مقدمہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اس کی

سفارشیں بھی بہت بڑی بڑی کروائی گئی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے سفارش کی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ان تمام سفارشات کو ردّ فرماتے ہوئے ہاتھ کاٹنے کی سزا برقرار رکھی۔ تو اگر عبداللہ بن سعد کا جرم اتنا سنگین تھا تو واضح فرما دیا جاتا کہ اس کی معافی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کی بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسا فعل منسوب کرنا جو عام اخلاقی آداب اور روایات کے بھی منافی ہو وہ ناقابل قبول ہے۔ یعنی جب وہ بیعت کرنے کے لیے آ گیا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کہ اس اثناء میں جلدی سے کوئی اس کو قتل کر دے اور جب صحابہؓ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے گویا ان سے باز پرس کی کہ کیوں قتل نہ کیا اور جب صحابہ نے کہا کہ آپؐ آنکھ سے اشارہ کر دیتے تو یہ فرمایا کہ نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی۔ اس لیے آنکھ سے اشارہ نہیں کیا۔ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دل میں تو یہی خواہش تھی۔ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تو یہی خواہش تھی کہ کاش کوئی قتل کر دے لیکن اشارہ نہیں کیا۔ اس روایت کی بناوٹ ہی اس واقعہ کو ردّ کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند اور اعلیٰ اور ارفع ہے کہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدود کے قیام کے لیے چٹان کی طرح مضبوط تھے اور کسی کی کوئی پروا نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ عفو اور رحمت کے وقت ریشم کی طرح نرم و ملائم تھے۔ انہیں کسی قسم کا کوئی قلق اور خلش نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے عبداللہ بن سعد کی بیعت کے حوالے سے اس طرح کی روایات محل نظر ہیں اور بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں نے بھی ان کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر پندرہ کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کا تذکرہ یوں کرتے ہیں کہ ”اس آیت کے ساتھ ایک تاریخی واقعہ بھی وابستہ ہے جس کا یہاں بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔“ لکھتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب وحی تھا جس کا نام عبداللہ بن ابی سَرح تھا۔ آپ پر جب کوئی وحی نازل ہوتی تو اسے بلوا کر لکھوا دیتے۔ ایک دن آپ یہی آیتیں اسے لکھوا رہے تھے۔ جب آپ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پر پہنچے تو اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وحی ہے اس کو لکھ لو۔ اس بدبخت کو یہ خیال نہ آیا کہ پچھلی آیتوں کے نتیجہ میں یہ آیت طبعی طور پر آپ ہی بن جاتی ہے۔ اس نے سمجھا کہ جس طرح میرے منہ سے یہ آیت نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وحی قرار دے دیا ہے اسی طرح آپ نعوذ باللہ خود سارا قرآن بنا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مرتد ہو گیا اور مکہ چلا گیا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جن لوگوں کو قتل کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پناہ دے دی اور وہ آپ کے گھر میں تین دن چھپا رہا۔ ایک دن جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی سرح کو بھی آپؐ کی خدمت میں لے گئے اور اس کی بیعت قبول کرنے کی درخواست کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو کچھ دیر تامل فرمایا مگر پھر آپؐ نے اس کی بیعت لے لی۔ اور اس طرح دوبارہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 139 ایڈیشن 2004ء)

عبداللہ بن ابی سَرَح کے متعلق آتا ہے کہ یہ بعد میں نمایاں اسلامی خدمات سرانجام دینے والے صحابہ میں شمار ہوئے۔ مصر کے گورنر بھی رہے۔ افریقہ کے ایک علاقے کو فتح کرنے والے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ فتنوں سے الگ تھلگ ہو گئے حالانکہ یہ ان کے رضاعی بھائی تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ ان کا آخری عمل نماز ہو۔ چنانچہ ایک دن صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز مکمل کرتے ہوئے دائیں جانب سلام کہا اور بائیں جانب سلام کہنے ہی لگے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ چھتیس یا سینتیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 261-260 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر عِکرمہ بن ابی جہل کے قبول اسلام کا ذکر ہے۔ عکرمہ بن ابو جہل ان لوگوں میں سے تھا جن کے قتل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر حکم دیا ہوا تھا۔ عکرمہ اور اس کا باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتا تھا اور وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ سختی کرتا تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بہانے کا حکم دیا ہے تو وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ باوجود اس کے کہ اسلام دشمنی میں اس نے اپنے باپ ابوجہل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا اور ممکن ہے کہ اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہو البتہ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مکہ کے وہ رئیس اور سردار جو اسلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے اور آئے دن اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منصوبے بناتے رہتے تھے فتح مکہ کے بعد انہوں نے خود ہی یہ سوچ لیا ہو کہ ان کے اعمال ایسے ہیں کہ کسی صورت میں ان کی معافی ممکن نہیں ہو سکتی اور ہو نہ ہو ان کو قتل ہی کیا جائے گا تو وہ یہ سوچ کر خود وہاں سے بھاگ گئے اور دراصل انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ کی رحمت اور عفو اور درگذر کی توقع ہی نہ تھی اور نہ ہی اندازہ تھا۔ اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ جان بچا کر بھاگ جانا ہی بہتر ہے۔ لیکن جوں جوں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حد سے بڑھے ہوئے عفو و درگزر کا پتہ چلتا گیا تو وہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس کھچے چلے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے۔ بہرحال عکرمہ ان سرکردہ مخالفین میں سے ایک تھے کہ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر بھی اسلامی لشکر کی بھرپور مزاحمت کی۔ اپنے ساتھ ایک جتھہ اکٹھا کیا جس میں مکہ کے بہادر نوجوان شامل تھے جن میں سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ وغیرہ شامل تھے اور تلواریں نکال لیں کہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے دستہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اپنے بیس سے زائد جوانوں کے قتل ہونے کے بعد یہ سب لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور سُہَیل اور صَفْوَان اور عِکْرِمہ تینوں مکہ سے ہی بھاگ گئے۔ تاریخی روایت کے مطابق عکرمہ نے سمندری راستے سے یمن جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام جو قریشی سردار کی بیٹی تھی اس نے ہند بنت عتبہ اور مکہ کی دیگر معزز عورتوں کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اکٹھے بیعت کی تھی۔ اس کو جب اپنے شوہر عکرمہ کا قتل کے ڈر سے یمن کی طرف فرار ہونے کا علم ہوا تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ عکرمہ کو خدشہ ہے کہ آپ اس کو قتل کروا دیں گے آپ اس کو امان دے دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ امان میں ہے۔ وہ اپنے غلام کو لے کر جدہ کی طرف روانہ ہوئی اور اس نے عکرمہ کو سمندر کے ساحل پر

پایا جب وہ کشتی پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ ایک قول کے مطابق اس نے عکرمہ کو تب پایا جبکہ وہ کشتی میں سوار ہو چکا تھا۔ اس نے عکرمہ کو یہ کہتے ہوئے روکا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! مَیں تمہارے پاس اس انسان کی طرف سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑنے والا اور لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور لوگوں میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ تُو اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈال کیونکہ میں تمہارے لیے امان طلب کر چکی ہوں۔ اس پر وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا اسلام بہت خوبصورت رہا۔

روایت میں آتا ہے کہ جب عکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دی ہے یعنی کفر کی حالت میں ہی مکہ میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمان ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تُو نے سچ کہا ہے۔ یقیناً تُو امن میں ہے۔ اس پر عکرمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے عکرمہ! آج تُو مجھ سے جو بھی چیز مانگے گا اگر میں اس کی طاقت رکھتا ہوں گا تو ضرور تجھے دوں گا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ میری ہر اس عداوت کے لیے بخشش کی دعا کر دیں جو میں نے آپ سے روا رکھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عکرمہ کی ہر وہ عداوت اس کو بخش دے جو اس نے مجھ سے روا رکھی یا ہر وہ بری بات بخش دے جو اس نے کی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے سرشار ہو کے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور فرمایا خوش آمدید اس شخص کو جو ایمان لانے کی حالت میں اور ہجرت کرنے کی حالت میں ہمارے پاس آیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 132 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 228-227 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 13 قدیمی کتب خانہ کراچی)

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 67 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از باشمیل 307، 328-327 نفیس اکیڈمی کراچی)

عکرمہ کے ایمان لانے سے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ ”عکرمہ کے ایمان لانے سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو سالہا سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمائی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں جنت میں ہوں۔ وہاں میں نے انگور کا ایک خوشہ دیکھا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کے لیے ہے؟ تو کسی جواب دینے والے نے کہا ابوجہل کے لیے۔ یہ بات مجھے عجیب معلوم ہوئی اور میں نے کہا جنت میں تو سوائے مؤمن کے اور کوئی داخل نہیں ہوتا۔ پھر جنت میں ابوجہل کے لیے انگور کیسے مہیا کیے گئے ہیں؟ جب عکرمہ ایمان لایا تو آپ نے فرمایا وہ خوشہ عکرمہ کا تھا۔ خدا نے بیٹے کی جگہ باپ کا نام ظاہر کیا جیسا کہ خوابوں میں اکثر ہو جایا کرتا ہے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 350)

پھر ھَبَّارُ بن اَسْوَد کا بھاگ جانا اور پھر اسلام قبول کرنا اس بارے میں لکھا ہے کہ جاہلیت میں یہ بڑا فصیح اللسان تھا اور لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف متحد کیا کرتا تھا۔ نیز بڑا بد خلق شخص تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت وہ حاملہ تھیں۔ ھَبَّارْ بن اَسْوَد نے اونٹ کو بدکایا جس سے آپ اونٹ سے نیچے گر گئیں۔ اس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور اسی وجہ سے وہ آخری وقت تک بیمار رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا کہ جہاں بھی نظر آئے اس کو قتل کر دیا جائے۔ فتح مکہ کے وقت یہ اسی ڈر سے مکہ سے بھاگ گیا اور جنگلوں میں چھپتا چھپاتا رہا۔ فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے گئے تو پھر یہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ نے اس کو دیکھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ ھَبَّارْ آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کو کچھ نہ کہا جائے۔ ھَبَّارْ نے قریب آ کر کہا یا رسول اللہؐ! آپ پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ سے بھاگ کر تمام علاقے میں پھرا ہوں اور میں نے عجمیوں سے بھی ملنا چاہا۔ پھر میں نے آپ کے فضل و کرم اور نیکی اور درگزر کو یاد کیا جو آپ زیادتی کرنے والوں سے روا رکھتے ہیں۔ یا رسول اللہؐ! ہم مشرک تھے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔ میری زیادتیوں اور ان تکالیف کو معاف فرما دیجئے جو میری طرف سے آپ کو پہنچتی رہی ہیں۔ میں اپنے برے سلوک اور گناہوں کا معترف ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا۔ آپ ھَبَّارْ کی معذرت پر حیا کے باعث سر جھکائے بیٹھے رہے اور فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ اسلام ما قبل کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

(کتاب المغازی از واقدی جلد 2 صفحہ 282 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فتح مکہ از محمد ہاشمیل صفحہ 331 تا 333 نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے کہ وہ لوگ جن کے قتل کا حکم دیا گیا تھا ان میں وہ شخص بھی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہلاکت کا موجب ہوا تھا۔ اس شخص کا نام ھَبَّارْ تھا۔ اس نے حضرت زینبؓ کے اونٹ کا تنگ جو زِین کے کسنے کا جو چوڑا تسمہ ہوتا ہے وہ کاٹ دیا تھا اور حضرت زینبؓ اونٹ سے نیچے جا پڑی تھیں جس کی وجہ سے ان کا حمل ضائع ہو گیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گئیں۔ علاوہ اور جرائم کے یہ جرم بھی اس کو قتل کا مستحق بناتا تھا۔ یہ شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! میں آپ سے بھاگ کر ایران کی طرف چلا گیا تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ سے ہمارے شرک کے خیالات کو دور کیا ہے اور ہمیں روحانی ہلاکت سے بچایا ہے۔ میں غیر لوگوں میں جانے کی بجائے کیوں نہ اس کے پاس جاؤں اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی مانگوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ھَبَّارْ! جب خدا نے تمہارے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی ہے تو میں تمہارے گناہوں کو کیوں نہ معاف کروں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔ اسلام نے تمہارے سب پہلے قصور مٹا دیئے ہیں۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 351-350)

(فیروز اللغات اردو صفحہ 385 فیروز سنز)

اس کو تو بخش دیا لیکن عبداللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ کیوں نہ اشارہ کیا؟ ضرورت نہیں تھی بہر حال۔

پھر کعب بن زُہَیر بن ابی سُلمٰی ہیں۔ یہ بھی ایک شخص تھا۔ سات ہجری میں کعب اور اس کا بھائی بُجَیر یہ دونوں اَبْرَق مقام پر آئے جو بصرہ سے مدینہ کے راستہ پر بنو اسد کا ایک کنواں تھا۔ بُجَیر یہاں سے مدینہ گیا اور وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا جس پر کعب بہت ناراض ہوا اور ہجو یہ اشعار لکھے۔ اگرچہ عام روایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہجو یہ اشعار کی وجہ سے کعب کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا مگر بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل بات صرف اتنی ہی نہ تھی بلکہ کعب اور بُجَیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے یا قتل کرنے کی کوئی سازش کی تھی اور اسی مقصد کے تحت کعب مدینہ سے دور ٹھہر گیا اور بھائی کو مدینہ بھیجا لیکن بُجَیر نے اسلام قبول کر لیا۔

جب کعب کو بھائی کے اسلام کی خبر ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹ رہے تھے تو بُجَیر نے اپنے بھائی کعب بن زُہَیر کو خط لکھا کہ وہ بھی توبہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کو معاف فرما دیتے ہیں جو توبہ کرتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہو جاتا ہے۔ آخر کعب کو اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ کعب نے ایک قصیدہ لکھا۔ اس قصیدے کا پہلا مصرع یہ ہے۔

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ

سُعَاد مجھ سے جدا ہو گئی اور شدت غم سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اس کے بعد کعب بن زُہَیر روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر اپنے ایک جاننے والے کے ہاں ٹھہرے۔ اگلے روز وہ شخص کعب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کعب سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کھڑے ہو کر آپ سے امان طلب کرو۔ وہ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے سامنے بیٹھ کر اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پاس موجود صحابہ میں سے کسی نے کعب بن زُہَیر کو نہیں پہچانا۔ کعب نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کعب بن زُہَیر آپ کے پاس اپنی جان کی امان پانے اور توبہ کر کے مسلمان ہونے کے لیے آنا چاہتا ہے۔ اگر میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آؤں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی توبہ قبول فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تب کعب نے عرض کیا کہ میں ہی کعب بن زُہَیر ہوں۔ یہ سنتے ہی ایک انصاری مسلمان کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس خدا کے دشمن کو میرے حوالے فرمائیے تا کہ میں اس کی گردن مار دوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے جانے دو۔ یہ شخص توبہ کرنے اور ندامت کے اظہار کے لیے آیا ہے۔ جب کعب نے قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ پڑھا اور اس میں اس شعر پر پہنچے۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا نور ہیں جس سے حق کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی

تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی برہنہ ہندی تلوار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر حضرت کعبؓ پر ڈال دی جو اس وقت آپ کے جسم مبارک پر تھی۔ اس چادر کی وجہ سے ہی **یہ قصیدہ، قصیدہ بُردہ کے نام** سے مشہور ہو گیا یعنی چادر والا قصیدہ۔ بُردہ کے معنی چادر کے ہیں۔ اس کو قصیدہ بَانَتْ سُعَادْ بھی کہا جاتا ہے اور قصیدہ بُردہ بھی۔ بعد میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بڑی رقم کے عوض حضرت کعبؓ سے یہ چادر خریدنے کی کوشش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس متبرک کپڑے کو جدا نہیں کروں گا۔ مگر پھر جب حضرت کعبؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے کعب کے وارثوں سے یہ چادر خرید لی۔ اس کے بعد یہ چادر بنو امیہ کے حکمرانوں کو وراثت کے طور پر منتقل ہوتی رہی اور ان کی حکومت کے زوال کے وقت ضائع ہو گئی۔

(کعب بن زُھَیر اور قصیدہ بانت سعاد صفحہ 7-6 مکتبہ اسحاقیہ کراچی)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 302-301 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 393 دار السلام)

(منتھی السؤل علی وسائل الوصول إلی شمائل الرسول ﷺ جلد 3 صفحہ 166 دار المنھاج)

(فرہنگ سیرت صفحہ 24 زوار اکیڈمی کراچی)

یہ لکھا ہے کہ عوام الناس میں قصیدہ بُردہ کے نام سے ایک اَور قصیدہ بھی زیادہ معروف ہے۔ وہ امام شرف الدین بُوصیری کا قصیدہ ہے۔ اس کو بھی قصیدہ بُردہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ قصیدہ لکھا تو انہیں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اوڑھائی جو ان کی بیداری کے وقت بھی ان کے شانے پر موجود تھی۔ کہا جاتا ہے کہ امام بُوصِیری مفلوج تھے اور اس چادر کی برکت سے شفایاب ہو گئے۔

(دیوان امام بوصیری صفحہ 33-32 دار السلام پرنٹنگ پریس لاہور)

بہر حال یہ ایک کہانی ہے جو بیان کی جاتی ہے۔ ایسی کہانیاں بھی آ جاتی ہیں۔ بہر حال کچھ اَور شدید مخالفین کے قبول اسلام کا بھی ذکر ہے اور کس طرح ان کو معافی ملی، وہ ذکر بھی آئندہ کروں گا۔

اگلے جمعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ اس کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے جلسے کو بابرکت فرمائے اور ہر پروگرام کو اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شریر اور نقصان پہنچانے والے اور یا کسی بھی نقصان پہنچانے کی نیت رکھنے والے کے شر سے بچائے۔ جو مہمان اندرون ملک سے آ رہے ہیں یا بیرون ملک سے آ رہے ہیں انہیں خیریت سے اللہ تعالیٰ لائے اور یہاں انہیں ہر طرح سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ لوگوں کے جو ذاتی مہمان جلسہ کے لیے آ رہے ہیں یا جماعتی انتظام کے تحت مہمان نوازی کے شعبہ کے تحت ان کا انتظام ہو گا ان کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ ہر میزبان کو توفیق عطا فرمائے۔ کارکنان جو بڑے شوق اور جذبے سے اپنے آپ کو جلسہ کی ڈیوٹیوں کے لیے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بے لوث ہو کر اپنے اپنے شعبہ میں خدمت کی توفیق دے اور نہایت عزت و احترام اور نرمی اور خوش مزاجی سے وہ مہمانوں کی خدمت کریں۔

بعض دفعہ کام کی زیادتی اور نیند کی کمی کی وجہ سے بعض کارکنوں کی خوش مزاجی متاثر ہو جاتی ہے لیکن ہر

کارکن کو جس کی کسی بھی شعبہ میں ڈیوٹی ہے، یہ سوچ کر یہ دن گزارنے چاہئیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کی توفیق دی ہے اس کا موقع دیا ہے۔ اس لیے اس کے لیے ہم ہر قربانی کرتے ہوئے اپنے خدمت کے جذبے کو قائم رکھیں گے اور کسی قسم کی بدمزاجی نہیں دکھائیں گے اور ہمیشہ ہمارے چہروں پر مسکراہٹ رہے گی۔ نوجوان بچیاں ہیں یا عورتیں ہیں یا نوجوان لڑکے ہیں یا بڑی عمر کے مرد ہیں۔ افسر ہیں یا معاون ہیں۔ کھانا پکانے اور لنگر کا انتظام چلانے والے کارکن ہیں یا کھانا کھلانے والے ہیں۔ سیکیورٹی والے ہیں یا پارکنگ والے ہیں۔ صفائی اور ہائی جین کے کارکن ہیں یا اندرونی اور بیرونی ڈسپلن قائم کرنے والے ہیں یا گیٹ کی انٹری کے اوپر جو لوگ متعین ہیں، بچوں کی مارکی میں ڈیوٹی دینے والی بچیاں ہیں یا مین جلسہ گاہ میں ڈیوٹی دینے والی لڑکیاں اور لڑکے اور مرد ہیں، عورتیں ہیں۔ سب کو ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کام سرانجام دینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔ لیکن ساتھ ہی گہری نظر بھی ہر ایک پہ رکھنی چاہیے تاکہ کسی کو بھی کوئی شر پھیلانے کی جرأت پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سب کارکنوں کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 187 صفحہ 02 تا 06)

30

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 25/ جولائی 2025ء بمطابق 25/ وفا 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جلسہ کی اہمیت

آج شام سے ان شاء اللہ جلسہ سالانہ برطانیہ کی کارروائی باقاعدہ شروع ہو گی۔ یہ جلسہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں جماعت کی علمی، اخلاقی اور روحانی حالت کی بہتری کے لیے پروگرام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب شامل ہونے والوں کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس وقت مَیں جلسہ میں ڈیوٹی دینے والوں اور شامل ہونے والوں سے کچھ باتیں کروں گا۔ اسلام میں مہمانوں کی عزت و تکریم کی بہت تاکید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہمان کو جائز حق دو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار و الضیف ... حدیث 47)

اور یہ جائز حق حالات کے مطابق کچھ دن کی مہمان نوازی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی نصیحت کا اثر تھا کہ صحابہؓ قربانی کر کے بھی مہمان نوازی کرتے تھے۔ اس وقت ابتدائی زمانے میں صحابہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ کشائش ہو اور آرام سے دو وقت کا کھانا بھی میسر ہو۔ صحابہؓ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر، اپنا حق چھوڑ کر مہمان نوازی کیا کرتے تھے اور اس حوالے سے صحابہ کی مہمان نوازی کی ایک مشہور روایت ہے کہ ایک صحابی کے گھر مہمان آیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے ساتھ بھیجا تھا اور انہوں نے جب پتہ کیا تو ان کی بیوی نے بتایا کہ گھر میں صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا ہی کھانا ہے لیکن انہوں نے مہمانوں کی خاطر بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیا اور مہمان گھر لے آئے۔ خود بھی چراغ بجھا کر کھانا نہیں کھایا بلکہ مہمان کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ جیسے خود بھی کھا رہے ہیں۔ خود بھی بھوکے سو گئے اور بچے بھی بھوکے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر اس فعل کو اس قدر سراہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی اطلاع دی۔ جب اگلے دن صبح وہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ تم نے جو رات کو مہمان کو کھانا کھلایا اور اس کے کھلانے کی جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا اور بڑا ہنسا تو یہ مہمان نوازی کا مقام ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ حدیث نمبر 2054)

پس آجکل ان دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو مہمان جلسہ سننے آرہے ہیں ان کی

ہر طرح سے خدمت اور مہمان نوازی کرنا ہر کارکن، ہر ڈیوٹی دینے والے اور ہر اس افسر کا فرض ہے جو کسی بھی محکمے یا شعبہ میں کام کر رہا ہے۔ ان دنوں میں خاص طور پر محنت، صبر اور دعا سے کام لیں۔

مہمانوں کی طرف سے اگر کبھی کوئی سخت بات بھی سنیں تو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے صَرفِ نظر کریں۔ یہاں مختلف شعبہ جات ہیں۔ مَیں نے پچھلے خطبہ میں بھی مختصراً بیان کیا تھا کہ ہر شعبہ کا افسر اور اس کے معاونین اپنے فرائض خوش اسلوبی اور خوش خلقی سے ادا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی اس بارے میں بے شمار واقعات ہیں۔ آپ خاص طور پر یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ مہمانوں سے حسن سلوک کس طرح کرنا ہے۔ آپؑ کے ارشادات اور واقعات آپ کی سیرت کی کتب میں مختلف پیرایوں میں مختلف جگہوں پر بیان ہوئے ہیں۔ آسام سے آئے ہوئے مہمانوں کی مہمان نوازی کا بھی ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے کس طرح ان کی خاطر داری کی۔ یہ واقعہ ہم سنتے ہیں اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا خیال رکھا لیکن یہ تمام کارکنوں، تمام ڈیوٹی دینے والوں اور ان تمام لوگوں کے لیے ایک سبق ہے جو **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔**

واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ آسام سے کچھ مہمان آئے اور جب لنگر خانے میں اپنی سواری سے اترے اور ان کو کہا کہ سامان اتارو تو لنگر خانہ کا جو عملہ تھا ان کا رویہ کوئی مناسب نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے وہ ناراض ہو گئے اور اسی ٹانگے پر بیٹھ کر واپس روانہ ہو گئے جس پر وہ آئے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہوا تو آپؑ بہت ناراض ہوئے کہ ایسی صورت کیوں پیدا ہوئی کہ مہمان ناراض ہو کر چلا گیا۔ آپ فوری طور پر اس طرح گھر سے نکلے کہ جلدی میں ٹھیک طرح سے جوتے پہننا بھی مشکل تھا اور ان کے پیچھے تیز تیز قدموں سے چل پڑے۔ حالانکہ مہمان ٹانگے پر سوار تھے گھوڑا گاڑی جسے کہتے ہیں اور کافی دور نکل چکے تھے لیکن آپ پیدل ہی بڑی تیز رفتاری سے ان کے پیچھے گئے۔ روایت میں آتا ہے کہ قادیان کے قریب سے گزرنے والی نہر پر پہنچ کر آپ ان تک پہنچ گئے اور انہیں روک لیا۔ پھر آپ انہیں واپس لے کر آئے۔ آپ جس انداز سے انہیں واپس لائے اس میں بھی مہمان کی عزت اور تکریم کا ایک عجیب اظہار تھا۔ آپ نے مہمانوں سے فرمایا کہ آپ اپنی سواری پر بیٹھے رہیں، ٹانگے پر بیٹھے رہیں اور میں پیدل آپ کے ساتھ چلوں گا۔ بہرحال آپؑ کے اس خلق کو دیکھ کر مہمان بھی شرمندہ ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم ٹانگے پر بیٹھ کر سفر نہیں کر سکتے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ پیدل چلتے ہیں۔ بار بار یہی کہتے رہے کہ حضور ہم نہیں بیٹھیں گے۔ ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ بہرحال قادیان واپس آ گئے۔ لنگر میں آ کے آپ نے خود مہمانوں کا سامان اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن چونکہ کارکنان کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا اور وہ بہت زیادہ شرمندہ تھے انہوں نے فوری طور پر آگے بڑھ کر سامان اتارنا شروع کر دیا۔ پھر ان لوگوں کی خوراک کے بارے میں بھی کیونکہ وہ آسام کے لوگ تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے خاص خوراک کا انتظام فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے حصہ چہارم صفحہ 57-56 روایت 1069)

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ لنگر خانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو یہ ارشاد ہے

کہ ایسے مہمانوں کی مہمان نوازی کرو وہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ جلسہ کے دوران ایک ہی طرح کا کھانا پکا کرے جو تمام مہمانوں کو کھلایا جائے کیونکہ وہ لوگ کافی تعداد میں ہوتے ہیں اس لیے مختلف انتظام مشکل ہوتا ہے۔
(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 149)

اسی طرح مہمان نوازی کی ایک اَور مثال حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ غالباً 1897ء یا 1898ء کا واقعہ ہو گا۔ مجھے حضرت صاحب نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو اس وقت ایک بہت چھوٹی سی جگہ تھی۔ بعد میں اس کی Extension ہوئی تو مسجد تھوڑی سی بڑی ہوئی تھی۔ اسے وسیع کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ یہاں بیٹھیں میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ آپ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد جب کھڑکی کھلی جو مسجد اور آپ کے گھر کے درمیان میں دیوار تھی اس میں کھڑکی تھی۔ کھڑکی کی طرح کا چھوٹا دروازہ تھا۔ تو وہ کہتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے ہاتھ میں کھانے کی طشتری یا ٹرے اٹھائے ہوئے میرے لیے کھانا لے کر آئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیں میں ابھی پانی لے کر آتا ہوں۔ کہتے ہیں اس وقت بے اختیار رِقّت سے میرے آنسو نکل گئے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہمارے لیے یہ خدمت بجالاتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیے۔
(ماخوذ از ذکرِ حبیب از مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ 327)

یہ ایک اسوہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں ہمیں مہمان نوازی کے ایسے بہت سارے واقعات ملتے ہیں۔ آپؑ نے لوگوں کو ایک دفعہ ”فرمایا: میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس لیے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے دل ٹوٹ جاتا ہے۔“
(ملفوظات جلد 5 صفحہ 111 ایڈیشن 2022ء)

پھر **آپؑ نے فرمایا کہ بعض مہمان بہت جذباتی ہوتے ہیں**۔ خاص طور پر جیسا کہ میں نے ابھی آسام کے لوگوں کی مثال دی ہے۔ مختلف قوموں کے اپنے اپنے طریقے اور حالتیں ہوتی ہیں۔ بعض بہت جلد جذباتی ہو جاتے ہیں۔ غصہ میں بھی آ جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ نہ سمجھو کہ وہ جذباتی کیوں ہوئے اور غصہ میں کیوں آئے۔ مہمان کا دل تو شیشے کی طرح ہے ایک آئینے کی طرح ہے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے اس سے پہلے کہ اسے ٹھیس پہنچے اور وہ ٹوٹے تم اس کی حفاظت کا سامان کرو۔

پس یہ ہے وہ اسوہ اور نصیحت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا و مطاع کی پیروی میں مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے ہمیں فرمائی ہے۔ ایک واقعہ بیان ہوتا ہے کہ ایک دفعہ بہت سارے مہمان آئے ہوئے تھے۔ آپ نے لنگر خانے کے انچارج میاں نجم الدین سے فرمایا ”دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں۔“ بعضوں کو جانتے ہو بعضوں کو نہیں۔ ”اس لیے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 353 ایڈیشن 2022ء)
سب کی عزت و اکرام کرنا ضروری ہے۔ یہ نہیں دیکھنا کہ کوئی غریب ہے یا امیر ہے۔ کوئی امریکہ سے آیا

ہوا ہے یا کوئی پاکستان سے آیا ہے۔ کوئی افریقہ سے آیا ہے یا کسی اَور ملک سے یا یہیں کا رہنے والا ہے۔ آجکل یہ خیال رکھنا چاہیے کہ سب مہمان ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر جلسہ سننے کے لیے آئے ہوئے ہیں، اس لیے ان کی عزت اور اکرام کرنا، ان کی تواضع اور مہمان نوازی کرنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

تو دیکھیں آپ نے کس طرح مہمانوں کی خدمت کی نصیحت فرمائی۔ آپ نے اپنے کارکنوں سے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تم پر حسنِ ظن ہے کہ تم مہمانوں کی صحیح طرح خاطر داری کر رہے ہو گے اور ان کی خدمت کرتے رہو گے۔ پس ہر کارکن کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ جس جگہ اور جس شعبہ میں بھی اس کی ڈیوٹی ہے وہاں وہ مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے خواہ وہ کھانا کھلانے کی مار کی میں ہوں یا دیگر دوسری جگہوں پر۔ انہیں بھرپور کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں مختلف شعبہ جات ہیں۔ ٹکٹ بنانے سے لے کر جلسہ گاہ تک آنے کے جتنے شعبے ہیں ان سے مہمانوں کا کارکنوں سے واسطہ پڑتا ہے وہاں ہر ایک کارکن کو اپنی خوش اخلاقی اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کھانا پکانے اور کھانا کھلانے کے شعبے ہیں ان شعبوں کو بھی مہمان نوازی کا حق ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ بڑا اہم حصہ ہے مہمان نوازی کا۔ کوشش یہ ہو کہ مہمانوں کو ایک تو یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے اور عزت سے کھلایا جائے، لنگر خانے میں کام کرنے والوں کو عمدہ قسم کا کھانا پکانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ کے فضل سے وہ کوشش کرتے بھی ہیں اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ضرورت کے مطابق کھانا میسر ہو اور کم نہ پڑ جائے۔

صفائی ستھرائی کے شعبہ میں بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ صفائی بھی ایمان کا حصہ ہے۔ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب فضل الوضوء حدیث 223)

اس لیے اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ اس چیز میں ماحول کی صفائی بھی شامل ہے اور ہمارے دوسرے جو انتظامات ہیں، غسل خانے وغیرہ ہیں ان کی صفائی بھی شامل ہے۔

جلسہ گاہ میں پھر مختلف پروگراموں کے لیے لوگوں کو لاتے ہوئے جو کارکن ہیں وہ نرمی اور پیار سے توجہ دلائیں۔ بعض لوگوں کو صحیح ادراک نہیں ہوتا اور وہ پوری طرح جلسہ نہیں سنتے۔ یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں، ڈسپلن والے ہیں ان کو بھی عورتوں میں بھی مردوں میں بھی چاہیے کہ کوشش کریں کہ ان کو پیار اور نرمی سے سمجھائیں۔ تربیت کا شعبہ بھی اس لیے کام کر رہا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو جلسہ گاہ میں بٹھا کر جلسہ سنائیں۔ اس وقت بازار بھی بند ہوں گے اور ہونے چاہئیں۔ بہرحال ہر جگہ اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ کارکن ان دنوں میں خوش اخلاقی کا ایک خاص نمونہ دکھائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حسن ظن فرمایا ہے اس پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔

اسی طرح مَیں بعض باتیں مہمانوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ گو چند ایک غیر از جماعت مہمان بھی یہاں آتے ہیں لیکن ان کے لیے تو ایک خاص شعبہ علیحدہ قائم ہے اور ان کی خاص طور پر مہمان نوازی کی جاتی ہے کیونکہ یہ غیر ہیں لیکن ان چند ایک کے علاوہ تمام مہمان جن کی اکثریت جو ہے وہ احمدی احباب کی ہے۔ آپ

لوگ یہاں جلسہ سننے کے لیے آئے ہیں اس لیے اس بات کو اہمیت نہ دیں کہ انتظام آپ کے لیے صحیح ہوا ہے یا نہیں ہوا۔ آپ کی مہمان نوازی صحیح ہوئی ہے یا نہیں ہوئی یا کسی کارکن نے کیسا رویہ اختیار کیا ہے۔ اصل مقصد تو روحانی مائدے کو حاصل کرنا ہے اور آپ لوگوں کو اسی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ گو میزبانی کرنے والوں کو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے اور وہ کرتے ہیں لیکن اسی طرح شامل ہونے والوں کا بھی یہ کام ہے کہ اگر کارکنان میں کوئی کمزوریاں یا کوتاہیاں یا کمیاں رہ گئی ہوں تو اُن سے صَرفِ نظر کریں۔ ان میں سے جو کوئی صفائی کے محکمے میں کام کر رہے ہیں وہ کوئی تربیت یافتہ لوگ تو نہیں ہیں یا ڈسپلن کے محکمے میں جو کام کر رہے ہیں وہ پولیس کے کارکن تو نہیں ہیں یا گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے جو ہیں وہ trained تو نہیں ہیں یا ٹریفک کنٹرول کرنے والے ہیں وہ بھی کوئی ٹرینڈ پولیس والے تو نہیں ہیں جو ٹریفک کنٹرول کر رہے ہیں۔ یہ سب لوگ والنٹیئر ہیں مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو انہوں نے پیش کیا ہے۔ ان میں سے بعض سیکنڈری سکول کے بچے ہیں۔ بعض یونیورسٹیوں کے نوجوان طالب علم ہیں۔ کچھ دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں اور اچھے خاصے پیشوں میں کام کرنے والے اور اچھی پوزیشنوں والے لوگ ہیں۔ یہ سب ایک جذبے سے خدمت کر رہے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کرنی ہے۔

پس! ان کے جذبے کو سراہتے ہوئے ان سے بھرپور تعاون کریں اور ان کی کمزوریوں سے صَرفِ نظر کریں۔ جب آپ ایسا کریں گے تو آپ اس مقصد کو پالیں گے، اس مقصد کو پانے والے ہوں گے جس کے لیے آپ لوگ یہاں آئے ہیں اور اس سے آپس کے تعلقات میں مزید نکھار بھی پیدا ہو گا۔

سب مہمانوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور وہ مقصد اعلیٰ اخلاق اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔

کھانے کی مارکی میں ہر مہمان کا فرض ہے کہ کھانا کھانے کے بعد جلدی سے مارکی خالی کر دیں تاکہ دوسرے لوگ بھی آکر کھانا کھا سکیں۔ بعض دفعہ جگہ کم اور مہمان زیادہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے باری باری یا شفٹوں میں کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ تو اس بات کا خیال رکھیں کہ کھانا کھانے کے فوراً بعد مارکی سے نکلنے کی کوشش کریں نہ کہ وہیں کھڑے ہو کر گفتگو میں یا باتوں میں وقت گزاریں۔ باہر آکر آپ نے باتیں کرنی ہیں تو کریں اور اپنا وقت گزاریں۔ اسی طرح کارکن پلیٹوں میں کھانا ڈال کر دیتے ہیں۔ آپ اگر مطالبہ کریں گے تو جیسا کہ ان کو بھی کہا ہوا ہے وہ آپ کو کھانا دیں گے آپ کے مطالبے پہ۔ لیکن کھانا ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ رزق کی ہمیشہ قدر کرنی چاہیے۔ بعض لوگ ذرا سی بھی روٹی جلی ہوئی ہو یا کچی ہو تو اسے نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اگر وہ کھانے کے قابل ہے تو کھالی جائے سوائے اس کے کہ کوئی بہت بیمار ہو اور اس کے لیے وہ تکلیف کا باعث بنے۔ عمومی طور پر تو مشینوں سے روٹی اچھی پک کر آ رہی ہوتی ہے، میں نے چیک بھی کی ہے لیکن بعض دفعہ خراب روٹیاں بھی آ جاتی ہیں جب تک روٹی بہت زیادہ جلی ہوئی یا بہت کچی نہ ہو اسے ضائع کرنے سے بچیں۔ اسی طرح سالن کو بھی ضائع ہونے سے بچائیں ضائع کرنے سے بچائیں۔ ایک تو یہ رزق کا ضیاع ہے جو کہ نہیں ہونا چاہیے دوسرے وہی کھانا اَور کسی دوسرے کے کام آ سکتا ہے۔

دوسرے یہ بھی ایک مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کھانا پلیٹوں میں بہت زیادہ بچ جاتا ہے اس کو کوڑے میں پھینکنا، اس کا ڈسپوزل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے صفائی کے شعبہ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا ہے اور انہیں بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے مہمانوں کو چاہیے کہ جلسہ سالانہ کے ان دنوں میں کھانے کو برکت سمجھ کر کھائیں اور اسے ضائع نہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال یہ تھی کہ ایک دفعہ آپ کے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا اور انتظام کرنے والے بھول گئے اور آپ بھی مصروف تھے۔ آپ نے جب اپنے کھانے کے بارے میں پوچھا تو سب پریشان تھے۔ کھانا ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ دستر خوان پر جہاں لوگوں نے کھانا کھایا ہے وہاں اگر روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے اور سالن ہے تو وہی لے آؤ میں وہی کھا لوں گا۔ چنانچہ آپ نے وہ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے جو لوگ چھوڑ کر گئے تھے وہی کھا لیے۔

(ماخوذ از سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 322)

یہ آپؑ کا اسوہ حسنہ ہے جو آپ نے ہمارے لیے قائم فرمایا۔ پس ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم نے رزق کو ضائع ہونے سے بچانا ہے اور اس طرح کام سمیٹنے والوں کے لیے بھی آسانی پیدا کرنی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانے کو ضائع مت کرو۔

(ماخوذ از جامع ترمذی کتاب الاطعمة باب ما جاء فی اللقمة تسقط حدیث 1803)

(ماخوذ از سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمة باب نهی عن القاء الطعام حدیث 3353)

کھانے کی قدر کرتے ہوئے اسے کھاؤ اور جو پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھاؤ۔ بیشک آپ کا یہ فرمان جو ہے وہ مہمانوں کے لیے خاص طور پر ہے۔ اس لیے کہ وہ ان مہمانوں کے لیے ہے جو اس پر عمل کرتے ہیں اور اپنے ساتھ برکتیں لے کر آتے ہیں لیکن اس کو ثابت کرنے کے لیے ہر مہمان کو بھی اس کا نمونہ بننا چاہیے۔ ایسا مہمان جو برکتیں لانے والا ہو وہ مہمان بنیں اور ایسے مہمان نہ ہوں جو گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث ہوں بلکہ ان کو پریشانی سے نکالنے والے ہوں۔

ہم یہاں آئے ہیں تو جلسے کے تحت ایک انتظام ہے اور ڈیوٹیاں دینے والے ڈیوٹیاں دے رہے ہیں لیکن شامل ہونے والے اور کام کرنے والے سب احمدی ہیں اور ہم سب کا مقصد ایک ہے کہ ہم نے یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنی اخلاقی، روحانی اور علمی اصلاح کرنی ہے۔ چاہے وہ ڈیوٹی دینے والے ہوں یا مہمان سب کا یہی کام ہے کہ وہ اس کے لیے کوشش کریں۔ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کھانے میں کمی ہو جاتی ہے۔ کارکنوں اور لنگر خانے کی کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ کھانے میں کسی قسم کی کمی نہ ہو لیکن بعض اوقات بڑے مجمع میں اندازے غلط ہو جاتے ہیں اور کمی ہو بھی سکتی ہے۔ اس بارے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربة باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل... حدیث 2058)

ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے اور دو کا چار کے لیے اور چار کا آٹھ

کے لیے کافی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربة باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل..... حدیث 2059)

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

ایک بات جو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں وہ یہ کہ ڈیوٹی دینے والوں کے لیے بھی آسانیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ کھانے کی مار کی اور دیگر جگہوں پر بھی صفائی کا خیال رکھیں۔ صفائی کے حوالے سے بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ آسانی پیدا کرنی ہے۔ سڑکوں اور رستوں پر گند نہ پھینکیں اس میں بھی اس بات کا خیال رکھیں۔ بعض لوگ بازار سے اشیاء خرید کر کھاتے ہیں، جہاں بیٹھیں وہاں کھانے پینے کے بعد اس کے جو خالی پیکٹ ہیں اور لفافے ہیں ادھر ادھر پھینکنے کی بجائے ڈسٹ بن میں ڈالیں تا کہ کام سمیٹنے والوں کے لیے بھی آسانی پیدا ہو اور کم وقت میں زیادہ کام کر کے انتظام کو زیادہ صحیح طور پر چلایا جا سکے۔ پھر یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہر طرف سے ہونا چاہیے۔ میں نے کارکنوں کو بھی کہا ہے اور مہمانوں کو بھی چاہیے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف... حدیث 47)

پس کبھی ناراضگی کی ایسی صورت پیدا بھی ہو تو بجائے غصے کے اظہار کے، بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے کے، خاموشی اختیار کریں اور استغفار کریں اور دعائیں پڑھیں۔

اسی طرح بچوں کے کھانے کے بارے میں بھی بتا دوں اس میں بھی یہ خیال رکھنا چاہیے۔ بعض دفعہ لوگ بچوں کو پلیٹ بھر کر کھانا دے دیتے ہیں اور بچے اتنا کھا نہیں سکتے جس سے کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ تو یہاں بھی جیسا میں پہلے کہہ آیا ہوں کھانا ضائع ہونے سے بچائیں اور بچوں کو تھوڑا تھوڑا ڈال کر دیں چاہے بار بار ڈال کر دینا پڑے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ جلسہ کے مقصد کو آپ نے پورا کرنا ہے اور ان برکات کو سمیٹنے اور ان سے اپنی جھولیاں بھرنے کی کوشش کرنی ہے جو برکات اس جلسہ کی ہیں اور جن کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کا اجرا فرمایا تھا۔

آپ نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ جلسہ میں بیٹھ کر آرام سے جلسہ سنو اور صرف تقریروں وغیرہ اور اچھائی یا برائی کو نہ دیکھو بلکہ اس بات کو دیکھو کہ جو بات بیان کی جا رہی ہے وہ اللہ اور رسول کے حکموں کے مطابق ہے اور اس پر ہم نے عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے نہ یہ کہ کون بیان کر رہا ہے اور کس طرح بیان کر رہا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لیے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض و غایت آ کر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کے لیے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 360 ایڈیشن 2022ء)

اور فرمایا کہ مسلمانوں میں گراوٹ کی وجہ یہی بنی ہے کہ وہ بڑی بڑی کانفرنسیں اور انجمنیں کرتے ہیں۔ مجلسیں ہوتی ہیں اور بڑے بڑے بولنے والے لسّان لیکچررز اپنے لیکچر پڑھتے ہیں۔ شاعر اپنی قوم کے بارے

میں شعر کہتے ہیں اور ان باتوں پر وہ نعرے لگا لیتے ہیں لیکن بعد میں کوئی اثر نہیں ہوتا اور قوم پھر صرف ان نعروں کی وجہ سے ہی تنزل کا شکار ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 362 ایڈیشن 2022ء)

پس یہ وہ تعلیم ہے اور اخلاص کا یہ معیار ہے جسے ہر شخص اور ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ صرف ہم نے نعرے لگانے کے لیے یا پسند کے لیے باتیں نہیں سننی بلکہ اللہ اور رسول کے واسطے ان پر عمل کرنے کے لیے باتیں سننی ہیں اور اسی مقصد کے لیے ہر احمدی کو یہاں آنا چاہیے اور آپ آئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اسی مقصد کے لیے آئے ہوں گے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کام ہو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔ ہر ایک کو اس اصول کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اس بارے میں بھی یاد رکھیں کہ ہمیں اپنے دن ذکر الٰہی میں گزارنے چاہئیں۔

جلسہ سنتے ہوئے بھی اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔ بعد میں چلتے پھرتے ملتے جلتے بھی لوگوں سے جب باتیں کر رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی خالصۃً دینی باتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی باتیں ہوں۔ قرآن و حدیث اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاصد کو پورا کرنے والی باتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دین کے لیے دعائیں کرنے کی طرف توجہ ہو۔ ذکر الٰہی ہی ہے جو انسان کے خیالات کو بھی پاک کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے افضال کا وارث بنا دیتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ذکر الٰہی کرو اور خاص طور پر جب مجلسیں لگی ہوں تو ان میں ذکر الٰہی کرو تو اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بتایا ہے۔ اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ۔ کہ اگر تم ذکر الٰہی کرو گے تو خدا تمہارا ذکر کرنا شروع کر دے گا۔ پس جس بندے کا خدا ذکر کر رہا ہو اس سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہو سکتا ہے جس کا آقا اسے یاد کرے اور بلائے۔ ذکر الٰہی تو بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہیں خواہ کوئی انعام ملے یا نہ ملے تم ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے گا اور پھر تمہیں یاد رکھے گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 4 صفحہ 258 خطبہ جمعہ فرمودہ 25 دسمبر 1914ء)

اور جب اللہ تعالیٰ یاد رکھتا ہے تو پھر یہ نہیں کہ وہ بغیر انعاموں کے چھوڑ دیتا ہے وہ انعامات سے بھی نوازتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچنے کے لیے ان خاص دنوں میں ان باتوں کو خاص طور پر یاد رکھیں اور توجہ دیں۔ شامل ہونے والے اور ہر کام کرنے والے سب لوگ ان باتوں کی طرف توجہ دیں کہ ہم نے اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھنا ہے اور جب یہ ہو گا تو پھر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا جو یقیناً وہ ماحول ہے جس کی خاطر یہ جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ”سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہیے اور پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے۔ اس میں غفلت، سستی اور عدم توجہ بہت برے نتیجے پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے تو غور سے اس کو نہیں سنتے ہیں۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں، دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے

توجہ اور بڑی غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا ہے وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 479 ایڈیشن 2022ء)

ان **تین دنوں میں فائدہ تبھی پہنچ سکتا ہے** جب ہم ان باتوں کو غور سے سنیں اور پھر ان پر عمل کرنے کا عہد بھی کریں اور اس کے لیے اپنے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کی خاطر ذکر الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر بھی رکھیں۔ جلسہ میں بیٹھ کر بھی ذکر الٰہی کرتے رہیں۔ دعائیں کرتے رہیں۔ درود پڑھتے رہیں اور پھر جب تقریریں سنیں اس کا خاص اثر بھی آپ پر ہو گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں بڑی فکر کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر تم جلسہ کی کارروائی توجہ سے نہیں سنتے تو تمہارے یہاں جلسہ پر آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس بات کو خاص طور پر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا مقصد اپنی اصلاح کرنا ہے۔ اپنے دینی علم کو بڑھانا ہے۔ اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنا ہے اور اس کے لیے ہم نے بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اخلاقی طور پر اپنی حالت کو بہتر کرنا ہے۔

اپنے دوستوں اور بھائیوں کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور دل کی رنجشوں کو دور کرنا ہے یہ بھی ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ یہ جو ماحول پیدا ہوا ہے جس میں اتنے ہزار لوگ جمع ہیں یہ بھی ایک ایسا ماحول ہے کہ اگر اس میں ایک دوسرے سے بھائی چارے اور محبت کا سلوک کریں گے تو وہ حالات اور ماحول پیدا ہو گا جس میں محبت، پیار، اخوت اور بھائی چارہ ہو گا جو اسلامی تعلیم کا خاصہ ہے اور اسی پر عمل کر کے ہی انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخرو اور اس کے فضلوں کو حاصل کرنے والا ہو سکتا ہے۔ آپؑ نے اپنی بہت ساری تقریروں میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جلسہ پر آنے کا ایک مقصد اعلیٰ اخلاق کا حصول ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہر طرف سے ہونا چاہیے۔

بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رنجشیں اور لڑائیاں پیدا ہو جاتی ہیں حتّٰی کہ بعض دفعہ کارکنوں میں بھی لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ پس اس طرف کارکن بھی اور مہمان بھی دونوں توجہ دیں کہ ہمارے اخلاق ہمیشہ اعلیٰ ہوں اور ہر شر سے بچنے کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

اسی طرح جلسہ کے بارے میں بعض اَور باتیں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جلسہ کے دنوں میں آپ لوگ جہاں کہیں بھی قیام کریں۔ جب مسجدوں میں جاتے ہیں خاص طور پر لندن میں بیت الفتوح میں یا مسجد فضل میں، اسلام آباد ہے یا یہاں ہے تو اپنے ہمسایوں کا بھی خیال رکھیں اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ سڑکوں کے قوانین کی پابندی کریں۔ رش کی وجہ سے بعض دفعہ ٹریفک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے لوگوں کے گھروں کے سامنے کسی قسم کا گند نہ ڈالیں۔ بچوں والی خواتین کے لیے علیحدہ مارکیاں بنائی گئی ہیں۔ عورتوں کے لیے بھی کہہ دوں کہ عورتوں کو بغیر ضد کیے انہی بچوں والی مارکیوں میں رہنا چاہیے اور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہاں شور نہ مچائیں کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بچے تو کم شور مچاتے ہیں لیکن عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ چونکہ وہ اس مارکی میں آ گئی ہیں اس لیے ان کے لیے یہ باتیں کرنا جائز ہو گیا ہے۔ انہیں باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور تقریروں کی طرف توجہ دینی چاہیے اور جو پروگرام ہو اسے غور سے سننا چاہیے۔ اور جب

وہ خود اپنا نمونہ دکھائیں گی تو بچے بھی خاموشی سے سنیں گے۔ بعض مائیں تو ماشاء اللہ ایسی ہیں جو بچوں کی اس طرح تربیت کرتی ہیں یا ان کی توجہ بٹانے کے لیے ان کے ہاتھ میں کوئی چیز دے دیتی ہیں جس سے بچے اس میں مصروف رہتے ہیں اور مائیں آرام سے پروگرام بھی سن لیتی ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جو آپس میں باتیں کرتی رہتی ہیں اس کی انتظامیہ شکایت کرتی ہے۔ تو یہ شکوہ کبھی پیدا نہ ہونے دیں۔ اور جب انہیں روکا جاتا ہے تو پھر آگے سے ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ قصور دونوں طرف سے ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر کسی کارکن نے سختی سے بات کی ہے تو مہمان نے بھی سختی سے جواب دے کر معاملے کو مزید بگاڑا ہے۔ اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ کسی بھی طرف سے بگاڑ پیدا نہ ہو بلکہ محبت اور پیار کی فضا قائم ہو۔

اسی طرح پارکنگ اور گیٹ سمیت تمام انتظامات ہیں، مہمانوں کو کارکنان سے تعاون کرنا چاہیے تاکہ سارے انتظامات بڑے آرام سے اور رواں طریقے سے چل سکیں۔ اسی طرح مہمانوں کو اپنے ارد گرد کے ماحول پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ اگر کوئی مشکوک چیز دیکھیں تو فوراً اطلاع دیں۔ ایک دوسرے پر نظر رکھنے سے کوئی شریر شرارت کا ارادہ رکھنے والا بھی ہو تو باز آجاتا ہے یا محتاط ہو جاتا ہے اور اسے شرارت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

اس لیے ہر آنے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس نے بھی ماحول کو محفوظ رکھنے اور اس کی حفاظت کے لیے اپنے ارد گرد نظر رکھنی ہے۔ اسی طرح ڈسپلن قائم کرنے والی انتظامیہ ہے اس سے بھی لوگوں کو بھرپور تعاون کرنا چاہیے۔ اپنے کارڈ ہمیشہ اپنے پاس رکھیں اور چیک کروائیں۔ جو لوگ قیام گاہوں میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ کوشش کریں کہ اپنی کوئی قیمتی چیز وہاں چھوڑ کر نہ آئیں۔ یہاں حفاظت کا انتظام بیشک ہے لیکن پھر بھی اپنی قیمتی اشیاء مثلاً رقم وغیرہ جو ہے اپنے ساتھ ہی لے کر آئیں تاکہ کسی قسم کے نقصان کا احتمال نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ سب لوگ اس جلسہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ اس کی برکات سے فائدہ اٹھانے والے ہوں اور جب یہاں سے واپس جائیں تو اپنی جھولیاں بھر کر واپس جائیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہوئے آپ لوٹیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندگی میں آپ پر اور آپ کی نسلوں پر فضل فرماتا رہے۔ ہمیشہ احمدیت کا ایک کارآمد وجود بن کر دنیا میں آپ زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ آپ کی نسلیں بھی اس طرح ایک پاک اور کارآمد وجود بن کر دنیا میں زندگی گزارنے والی ہوں اور اللہ کرے کہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے۔

آخر میں یہ بھی بتا دوں کہ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مختلف شعبوں کی نمائشیں ہیں اور اچھی معلوماتی اور علم میں اضافہ کا ذریعہ ہیں، دلچسپ ہیں۔ انہیں بھی دیکھنے کی کوشش کریں۔

ایک جگہ ساری نمائشیں جمع ہیں۔ اسی طرح بک سٹال پر نئی کتب بھی آئی ہوئی ہیں وہاں بھی ضرور جائیں۔ وقفہ میں صرف بازاروں میں ہی نہ پھرتے رہیں یا وہیں کی، بازاروں کی خرید و فروخت نہ کریں بلکہ اس روحانی مائدے سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 / اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 193 صفحہ 02 تا 06)

31

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 01/ اگست 2025ء بمطابق 01/ ظہور 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ اتوار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ یوکے اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔ یہ تین دن بڑی برکتوں **والے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دکھانے والے دن تھے۔** اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان تین دنوں میں اپنے بے شمار فضلوں سے نوازا اور جلسے کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمایا اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موسم بھی اچھا رہا اور تمام پروگرام بڑی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئے۔ جلسے کی بنیادی کارروائی یعنی تقریروں اور دیگر پروگراموں کے علاوہ تبلیغی اور معلوماتی لحاظ سے مختلف شعبہ جات نے نمائشوں کی جو ترتیب دی ہوئی تھی اس کا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیروں پر بہت اچھا اثر ہوا اور اکثر لوگوں کو، احمدیوں کو بھی اپنی معلومات میں مزید اضافہ کی توفیق ملی۔ اسی طرح ایم ٹی اے نے بھی جلسہ کی کارروائی کے درمیانی وقفوں میں مختلف معلوماتی پروگرام دکھائے اور معلومات دیں جن کا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ دوسرے ممالک میں بیٹھے ہوئے احمدیوں نے بھی اسے بڑا پسند کیا کہ ہمیں بھی بہت سی نئی باتیں پتہ لگیں اور اسی طرح ایم ٹی اے نے اس دفعہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی جلسے کے آخری دن اعلان کیا تھا کہ دنیا کے تقریباً چھپن ممالک میں ایک سو انیس مراکز کے ساتھ جلسہ کو جوڑا۔

اس رابطے کے ذریعہ دونوں طرف سے لوگ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے ہم یہاں سے انہیں دیکھ سکتے تھے اور وہ وہاں سے براہ راست ہمیں دیکھ رہے تھے۔ محض ٹی وی کی نشریات نہیں تھیں جو وہ سن رہے تھے بلکہ براہ راست رابطہ بھی تھا جس کا بہت گہرا اور اچھا اثر ہوا۔ اس اثر کو صرف یہاں موجود لوگوں نے ہی محسوس نہیں کیا۔ یہاں بھی لوگوں نے اس کو بڑا پسند کیا بلکہ مختلف ممالک میں بیٹھے جلسہ سننے والوں کے جذبات اور احساسات بھی یہی تھے کہ گویا وہ جلسہ گاہ کی مارکی میں بیٹھے جلسہ سن رہے ہیں۔ ہزاروں میل دور بیٹھے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے انہیں یوں جلسہ سننے کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ خود کو وہیں حاضر محسوس کر رہے تھے۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل ہے جو اس نے جماعت احمدیہ پر فرمایا ہے کہ ان نئی ایجادات کے ذریعہ تمام دنیا کے احمدیوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اُمّت واحدہ بننے کا یہ نظارہ دنیا میں اَور کہیں نظر نہیں آتا۔

اس دفعہ عمومی طور پر انتظامات بھی گذشتہ سالوں کی نسبت بہت بہتر تھے اور اکثر نے اس کا اظہار کیا ہے۔ یہاں شامل ہونے والوں نے بھی اور ٹی وی پر مختلف ممالک میں پروگرام دیکھنے والوں نے بھی یہ کہا

ہے۔ ایک خاص ماحول تھا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے جو ہر ایک کو غیر معمولی طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ جلسہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص برکات نازل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس کے شکر گزار بندے بنو اور جب تم شکر گزاری کرو گے تو میں تمہیں اپنے فضلوں سے اور زیادہ نوازوں گا اور زیادہ فضل تم پر برساؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم:8) کہ اگر تم شکر ادا کرو گے، شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اَور بھی زیادہ دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مزید وارث بننے کے لیے شکر گزاری کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ:159) کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت قدر دان اور جاننے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لیے شکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہ قدر دانی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کی قدر کرتا ہے اور اس قدر کے نتیجہ میں پھر اللہ تعالیٰ ان کو اَور نوازتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو مالک ہے اس نے بندوں کا شکریہ تو ادا نہیں کرنا بلکہ اس کا قدر کرنا ہی اس شکر گزاری کی قدر کرنا ہے جو بندے کر رہے ہیں۔ پس وہ علم بھی رکھتا ہے اور اسے پتہ ہے کہ کون حقیقی شکر گزار ہے۔ اگر شکر گزاری حقیقی ہو گی تو وہ مزید نوازتا چلا جائے گا۔ یہ صرف باتیں نہیں ہونی چاہئیں بلکہ شکر گزاری کا ایک جذبہ ہونا چاہیے اور یہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت میں بہت پیدا کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا چلا جائے۔

یہاں یہ بات بھی سب شامل ہونے والوں کو یاد رکھنی چاہیے کہ جہاں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں وہاں کام کرنے والے کارکنان کا بھی شکریہ ادا کریں۔ اس بات کا شکر کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کام کرنے والوں کے کاموں میں آسانیاں پیدا کیں۔ ان کی مشکلات کو دُور کیا، ان کے ہر کام میں بہتری پیدا کرنے کی اور انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خدمت کرنے کی توفیق دی اور اس طرح شاملین کے لیے سہولت کے زیادہ سامان میسر ہوئے، بہتر سامان میسر ہوئے۔

اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ پہلے میں نے گذشتہ جلسہ کے آخری دن بتایا تھا کہ چھیالیس ہزار سے اوپر حاضری تھی بلکہ لجنہ کی بعد کی جو رپورٹ ہے اس کے اندازے کے مطابق ان کی گنتی صحیح طرح شمار نہیں ہوئی اور انہوں نے بعد میں اپنی گنتی کی جو رپورٹ بھیجی ہے اس کو شامل کیا جائے تو مردوں اور عورتوں کو ملا کر کل تعداد پچاس ہزار بن جاتی ہے کیونکہ وہ کہتی ہیں ہم پچیس ہزار تھیں۔ پس ان پچاس ہزار شامل ہونے والے لوگوں کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کام کرنے والوں کے ذریعہ ان کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ انہیں ٹرانسپورٹ کے معاملے میں دقت پیدا نہیں ہوئی۔ کھانے کے معاملے میں دقت پیدا نہیں ہوئی اور جلسہ کے پروگرام سننے کے معاملے میں کوئی دقت پیدا نہیں ہوئی اور ان کی دیگر مختلف ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ رہائش کا بھی انتظام تھا اور کافی مناسب تھا۔ چنانچہ جو مہمان جماعتی رہائش گاہوں میں ٹھہرے ان کے لیے بہتر انتظام ہوا۔ پس یہ سارے کام جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئے اس پر ہمارا کوئی کمال نہیں بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جہاں کام کرنے والے شکر گزار ہوں وہ بھی یہ شکر گزاری کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی اور ہمارے کاموں کے بہتر نتائج عطا فرمائے وہاں شامل ہونے والوں کو بھی

شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کس طرح سامان مہیا فرمائے کہ بے شمار لوگوں نے جو مختلف طبقوں اور مختلف تعلیمی معیاروں سے تعلق رکھتے تھے سب نے رات دن ایک کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رضاکارانہ طور پر اپنی ڈیوٹیاں دیں۔

مختلف شعبوں میں جیسا کہ میں نے کہا مردانہ جلسہ گاہ میں بھی اور زنانہ جلسہ گاہ میں بھی کارکنان میں ہزاروں بچے بچیاں، لڑکیاں لڑکے، عورتیں مرد شامل ہیں۔ سب لوگوں نے بے نفس ہو کر خدمت کرنے کی توفیق پائی اور یہ سب لوگ شامل ہونے والوں کی شکر گزاری کے مستحق ہیں۔

اسی طرح کینیڈا اور آسٹریلیا سے بھی خدام بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے انہوں نے جلسہ سے پہلے بھی جلسہ کے کام میں مدد کی، جلسہ کے دوران میں بھی اور بعد میں بھی وائنڈ اپ میں مدد کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب کو بھی جزا دے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فرمایا کہ میرے فلاں بندے نے تم پر احسان کیا تھا اور تم نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا تو بندہ کہے گا اے اللہ! احسان تو تُو نے مجھ پر کیا تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا ہے اور کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا نہیں میں نے اس بندے کے ذریعہ سے تم پر احسان کیا تھا اور تمہارے کام ہوئے تھے۔ اس لیے اس بندے کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

(ماخوذ از مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 234 کتاب البر والصلة باب شکر المعروف... حدیث 13635 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

پس اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے ان کاموں کی جو اس کی خاطر کیے جا رہے ہوں اس قدر قدر کرتا ہے کہ **فرماتا ہے ان کا شکریہ ادا کرو اور ہم سے** بھی یہی چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے شکر گزار بنیں تا کہ پھر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جو مکمل طور پر شکر گزاری کا ماحول ہو جس میں ہر طرف سے شکر گزاری ہو رہی ہو اور یہی چیز ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔ یہ سب کام کرنے والے لوگ جیسا کہ میں نے کہا شکر گزاری کے مستحق ہیں۔ غیروں پر بھی اس کا بہت اثر ہے۔ ان کے جذبے کو دیکھ کر ان پر اثر ہوتا ہے۔ حیران ہو رہے ہوتے ہیں کہ کس طرح بچے بھی ڈیوٹیاں دے رہے ہیں، پانی پلا رہے ہیں۔ روٹی پکانے، مہمان نوازی اور مختلف جگہوں پر صفائی وغیرہ پر کس طرح خوشی سے کام کر رہے ہیں۔ یہاں آئے ہوئے مہمانوں کے جو تاثرات ملے ہیں ایک نہیں بلکہ کئی تاثرات ایسے ہیں کہ ہم نے مختلف کام کرنے والوں سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ ہمارا خیال تھا کہ جس طرح وہ کام کر رہے ہیں وہ شاید کوئی مزدوری وغیرہ کرتے ہوں گے۔ کسی نے بتایا کہ میں ایک فرم میں ایک افسر ہوں۔ کسی نے بتایا کہ میں پڑھاتا ہوں۔ کسی نے کہا میں پی ایچ ڈی کا طالبعلم ہوں۔ کسی نے پی ایچ ڈی کی کوئی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے، تو اس طرح کا جذبہ رکھنے والے موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔

پس یہ بات اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ سب شامل ہونے والے ان لوگوں کے شکر گزار ہوں اور کارکنوں کو بھی اس بات پر شکر گزار ہونا چاہیے کہ اگرچہ سارا سال انہیں تبلیغ یا جماعت کا پیغام پہنچانے کا اس طرح موقع نہیں ملتا جو اس کا حق ہے لیکن یہاں جلسے پر ڈیوٹیاں دیتے ہوئے ان کی ملاقات مختلف لوگوں سے

ہوتی ہے۔ یہاں غیر بھی آتے ہیں۔ مختلف ممالک سے ایسے لوگ آتے ہیں جن کا جماعت سے ابتدائی تعارف ہوتا ہے اور وہ یہ دیکھنے آرہے ہوتے ہیں کہ کیا واقعی یہ لوگ وہی ہیں جو یہ کہتے ہیں اور جب وہ ان کارکنوں کو جو مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں اس طرح کام کرتے دیکھتے ہیں اور ہر ایک عام مزدوروں والا کام کر رہا ہوتا ہے تو ان کو دیکھ کر ان پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ایک خاموش تبلیغ ہے جس کا وہ اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ اس اظہار کے چند نمونے پیش کروں گا کیونکہ بے شمار نمونے ہیں۔ بے شمار لوگ مجھے اپنی رائے بھیج رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالتا ہے۔ جہاں وہ جلسے کی تقریروں سے متاثر ہو رہے ہوتے ہیں وہاں ہمارے کارکنوں کے کاموں اور بچوں کے رویوں سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس یہ خاموش تبلیغ اور اسلام کا حقیقی پیغام ہے جو جماعت احمدیہ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔

اسی طرح جو نئے آنے والے یعنی جماعت میں شامل ہونے والے ہیں یا وہ پہلی دفعہ یہاں آتے ہیں تو ان کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح عزت و احترام سے ان کی مہمان نوازی کی جارہی ہے ؟ کس طرح ان لوگوں سے یہاں کے لوگ پیش آرہے ہیں؟ پس یہ بہت اہم چیز ہے اور اس پر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

بعض آراجیسا کہ میں نے کہا پیش کرتا ہوں۔ روڈریگز آئی لینڈ کی پولیس فورس کے اسسٹنٹ کمشنر یہاں آئے ہوئے تھے مسٹر منوج لوچن صاحب کہتے ہیں: میں نے پولیس کمشنر اور ڈویژنل کمانڈر کی حیثیت سے بہت سی سرکاری اور سماجی تقریبات میں حصہ لیا ہے لیکن جلسے کے دنوں میں جو میں نے دیکھا ہے وہ ایک واقعی مثالی چیز تھی۔ تنظیم اور نظم و ضبط کا ایک انمول سبق تھا۔ دس ہزار رضاکاروں کی موجودگی ایک عجیب معجزہ تھا۔ ہر کسی نے بے مثال لگن کے ساتھ شانہ بشانہ خدمت کی۔ میں نے ایک رضاکار کو دیکھا۔ اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ اگرچہ پٹی میں لپٹا ہوا ہاتھ تھا لیکن مسکراہٹ کے ساتھ دوسروں کی خدمت کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں ڈاکٹروں، آئی ٹی پروفیشنلز، بزنس مین، پی ایچ ڈی ہولڈرز سے ملا سبھی عاجزی اور عزم کے ساتھ خدمت کے کام سرانجام دے رہے تھے۔ وہ ڈرائیور جو ہمیں جلسہ سالانہ لے کر گیا جب میں نے اس سے اس کا پیشہ پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے بائیو کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ اس کا مجھ پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ کمیونٹی کے مقصد کے لیے ایسی عقیدت اور عاجزی میں نے اپنی زندگی میں کبھی تجربہ نہیں کی۔ پھر کہتے ہیں: پروگرام بہت اچھا تھا۔ سیکیورٹی کا انتظام بہت اچھا تھا۔ بہرحال ہر چیز نے میرے پہ ایک گہرا اور دیرپا اثر چھوڑا ہے اور میں واپس اپنے ملک لوٹ رہا ہوں لیکن میرے پاس اپنے ساتھی پولیس اہلکاروں اور خاندان کے افراد میں بانٹنے کے لیے بہت کچھ ہے جو یہاں سے میں یادیں لے کے جارہا ہوں۔

بیلجیم کے ایک مہمان HansNoot صاحب جو کہ انسانی حقوق کی تنظیم ایچ آر ڈبلیو ایف (HRWF) کے نمائندے ہیں جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ غیر معمولی اجتماع کا حصہ بننا میرے لیے حقیقی خوشی تھی۔ یہ محض ایک یادگار تجربہ ہی نہیں بلکہ آپ کی گرمجوشی اور عمدہ مہمان نوازی کے باعث یہ گہرے اثرات چھوڑنے والا تجربہ بن گیا ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر ایک اجتماع کا انتظام جس میں ہزاروں افراد کئی دنوں تک شریک رہے یقیناً ایک غیر معمولی کامیابی ہے۔ رضاکاروں سے گفتگو کے دوران مجھے معلوم ہوا کس طرح ہر

شعبہ کئی مہینے قبل سے تیاری کا آغاز کرتا ہے۔ ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں اور افراد کو نہایت واضح طریقے سے تربیت دی جاتی ہے۔ مجھے صرف انتظامی مہارت نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود اخلاقی بنیاد بھی متاثر کن لگی۔ تربیت دینے والے صرف ضوابط کی وضاحت نہیں کرتے بلکہ اللہ اور انسانیت کی خدمت عاجزی اور ہر مہمان کی عزت و تکریم جیسی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ اقدار ہر ذمہ داری میں نمایاں تھیں۔ کار پارک میں راہنمائی کرنے والے، ٹائلٹس صاف کرنے والے، کھانا پیش کرنے والے، رجسٹریشن کرنے والے یا سیکیورٹی پر بیگز چیک کرنے والے ہر فرد نے اپنی ذمہ داری کو وقار اور شفقت سے ادا کیا۔ ایک غیر جماعتی مہمان کے طور پر میں نے انتہائی مربوط نظام دیکھا اور نہ ہی کسی بڑے مسئلے یا تصادم کا مشاہدہ یا ذکر سنا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی جماعت نے امن اور عدم تشدد کی عملی تربیت کو گہرائی سے اپنا لیا ہے۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ جو نمایاں پہلو میں نے دیکھا وہ تعلیم اور فکری ترقی کے لیے آپ کی جماعت کی سنجیدگی ہے۔ جلسے کے دوران نمایاں کارکردگی کرنے والے طلبہ کے اعلان ہوئے اور یہ اقدام ذاتی ترقی اور علم کے احترام کی عکاسی کرتا ہے۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ جلسہ کے دوران میں نے بارہا حقیقی ہمدردی کے مظاہرے دیکھے۔ والدین کی اپنے بچوں سے شفقت، گروپ لیڈروں کا اپنی ٹیم کی خبر گیری، رضاکاروں کا ازخود مدد کے لیے آگے بڑھنا، مہمانوں سے چاہے اجنبی ہی کیوں نہ ہوں پوچھنا کہ آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ اور عمومی طور پر لوگ اپنی ذمہ داریوں سے بڑھ کر خدمت کرتے نظر آئے اور پھر یہ کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا کہ آپ کی جماعت روحانی تجدید اور فکری وسعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ آج بھی انسانوں سے کلام فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کو چھوڑ نہیں دیا بلکہ صالح قیادت اور الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کام جاری رکھا ہوا ہے۔

برازیل سے صوبائی پارلیمنٹ کے ممبر یوری مورا (Yuri Moura) ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے جلسہ پر اسلام کی پُر حکمت تعلیمات جان کر دلی مسرت ہوئی۔ نمازوں کا نظارہ انتہائی روح پرور تھا۔ اسی طرح جو نظمیں پڑھی گئیں وہ دل میں اترتی چلی گئیں۔ یہ میرے لیے ایک ناقابل فراموش تجربہ تھا اور مہمان نوازی پر خلیفۂ وقت کا خطاب جو تھا اس نے بھی مجھ پر اثر کیا اور یہ حیرانی ہوئی کہ عارضی انتظام تھا اور چھیالیس ہزار لوگ یہاں جمع ہوئے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے چھوٹے بچوں کو دیکھا وہ خود اس خواہش کا اظہار کر رہے تھے کہ لوگوں کو پانی پیش کرنے کی خدمت سرانجام دیں۔ خدمت خلق اور قربانی کا یہ جذبہ تربیت یافتہ دلوں میں ہی ہو سکتا ہے اور پھر اس سے بھی متاثر ہوا کہ احمدی واقعۃً محبت کرنے والے باادب اور مخلص لوگ ہیں اور یہ ایک ایسی جماعت ہے جو انسانوں، قوموں اور مذہب کے درمیان دوریاں پیدا کرنے کی بجائے محبت اور پیار سے دلوں کو جوڑنے کا درس دیتی ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جماعت احمدیہ جو تعلیم دیتی ہے اس پر عمل کرتی ہے جو کہ دنیا کے لیے ایک مثال ہے اور کہتے ہیں مجھے بھی یہ باتیں دیکھ کر میرے دل کو بڑی تقویت پہنچی ہے اور میرے خیالات بھی انسانیت کے لیے مزید بہتر ہوئے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ آپ کا مذہب میرے مذہب سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن یہ بہرحال ایک ایسا دین ہے جو انسانوں کو الگ نہیں کرتا بلکہ جوڑتا ہے اور میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ اس روشنی کے مینار بنے رہیں۔ جماعت احمدیہ برازیل میں اور دنیا بھر میں سلامت رہے

اور ترقی کرتی رہے۔ میں لوگوں کو خاص طور پر براز یلین افراد کو کہنا چاہوں گا کہ وہ جماعت احمدیہ کو آ کر دیکھیں کہ احمدی دنیا بھر میں روحانی، مذہبی، علمی اور انسانی میدانوں میں کس طرح اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

پھر روستیو کارٹس صاحبہ ہیں۔ یہ چِلّی سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیتھولک یونیورسٹی میں تھیولوجی اور انٹرفیتھ ڈائیلاگ کی پروفیسر ہیں۔ مختلف بین المذاہب تقریبات میں شامل ہوتی رہتی ہیں۔ اس سال جلسہ میں شامل ہوئیں۔ کہتی ہیں جلسہ جیسی تقریب جس میں اس عمدگی کے ساتھ گہرائی میں ہر پہلو کا انتظام کیا گیا ہے یہ ایک بے مثال تقریب ہے۔ موصوفہ نے بیان کیا کہ پہلے دن ان کی کوشش تھی کہ جس حد تک ممکن ہو کم سے کم کھایا اور پیا جائے تا کہ واش روم جانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ موصوفہ کا خیال تھا کہ اس قدر بڑے مجمع کے پیش نظر جس طرح دنیاوی میلوں میں ہوتا ہے، یہی حال اس جلسہ میں ہو گا۔ واش روم وغیرہ گندے ہوں گے اور قابل استعمال نہیں ہوں گے، مشکل پیش آئے گی۔ بہرحال جب موصوفہ کو ضرورت محسوس ہوئی تو کہتی ہیں ان کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے بعد میں ہمارے نمائندے کو کہا جس کے ساتھ وہ تھیں کہ آپ لوگوں کی صفائی کا معیار بے مثال ہے اور واش رومز ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا کوئی انہیں استعمال ہی نہیں کرتا۔ بعض لوگوں نے شکایت بھی کی ہے کہ غسل خانے گندے تھے لیکن ہمارے احمدی لوگ ہیں جو شکایت کرنے والے ہیں حالانکہ احمدیوں کو تو میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ وہ خود مدد کر دیا کریں صفائی کرنے والوں کی اور خود جب استعمال کرتے ہیں تو اس کے بعد اچھی طرح صفائی کر کے آیا کریں۔ اگر ہر احمدی خود اس طرف توجہ دے تو یہ معیار اَور بہتر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح موصوفہ نے جماعت کی باہمی اخوت اور وحدانیت کے بارے میں ذکر کیا کہ ہم Latin امریکہ سے آئے ہوئے غیر از جماعت مہمان بھی آپ لوگوں کے رنگ میں رنگین ہو گئے ہیں۔ آپ کے جلسہ کے ماحول کے زیر اثر ہم میں بھی یہی روح قائم ہو گئی ہے۔ جلسہ سے پہلے ہم ایک دوسرے کو جانتے نہ تھے اور جلسے کے طفیل اب ایسے محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم ایک فیملی ہیں۔

بینن سے ایک مہمان خاتون چابی آدم تارو (Chabi Adam Taro) صاحبہ آئی تھیں۔ منسٹر برائے سوشل افیئرز رہ چکی ہیں۔ اس وقت نیشنل اسمبلی کی پریذیڈنٹ کی پولیٹیکل ٹیکنیکل ایڈوائزر کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ کہتی ہیں میرا پہلا تجربہ ہے کہ میں جلسہ سالانہ میں شرکت کر رہی ہوں۔ میں اس روحانی اجتماع میں شرکت کرنے پر بہت شکر گزار ہوں جسے احمدیہ مسلم جماعت نے نہایت عمدہ طریقے سے منظم کیا ہے۔ میرا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا، استقبال کیا گیا۔ بڑا نظم و ضبط تھا۔ ساری ٹیموں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا اور خلیفۂ وقت کے پیغامات نے اس تقریب کو مزید بلند کر دیا اور میں بہت کچھ یہاں سے سیکھ کے جا رہی ہوں۔ یہاں جلسہ سالانہ اتحاد کا بھی مظہر ہے۔ یہاں مختلف زبانوں اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے بھائی اور بہنیں اکٹھے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم کے ایک ہی پیغام میں جڑے رہتے ہیں۔ اور پھر کہتی ہیں کہ میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور قومی اسمبلی کے صدر اور بینن کی عوام کی طرف سے بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اتنی گرمجوشی سے میرا انتظام کیا، استقبال کیا اور سلوک کیا۔

ایک مہمان گاستن اکمفو (Gaston Ocampo) ارجنٹائن سے تعلق رکھتے ہیں۔ پرتگال میں اس وقت

رہائش رکھتے ہیں۔ آئی پی ڈی اے ایل (IPDAL) ایک معروف تھنک ٹینک ہے اس کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ کیتھولک ہیں لیکن اسلام میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسے کے دوران مجھے آپ کی جماعت کی بہت سی خوبیاں دیکھنے کا موقع ملا جن میں مجھے سب سے بڑھ کر یہ پہلو پسند آیا کہ آپ کے نوجوان اپنے دین سے وابستہ ہیں اور اپنی تعلیمات پر پختگی سے عمل پیرا ہیں۔ کہنے لگے کہ ہمارے معاشرے میں اکثر رسمی عیسائی ہیں اور اپنی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ اسی طرح ہماری کیتھولک تقریبات میں اکثریت بڑی عمر کے طبقہ کی ہوتی ہے جبکہ آپ کے جلسہ میں نہ صرف شاملین بلکہ اہم خدمات بھی نوجوانوں کے سپرد کی گئی ہیں۔ کہتے ہیں مجھے ایک طرف تو یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا اور ساتھ ہی بحیثیت کیتھولک شرم بھی آئی کہ ہم میں وہ ڈسپلن کا معیار قائم نہیں جو آپ لوگوں میں ہے۔ اور آپ کے خلیفہ کی یہ لوگ جو عزت کرتے ہیں اور جس طرح احترام کرتے ہیں، جس طرح ان سے تعلق کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی ایک مثالی ہے۔

اٹلی سے ایک مہمان جارجیا کیوئلے (Giorgia Lacuele) صاحبہ ہیں۔ یورپین پارلیمنٹ کی اٹلی میں سرکاری پریس ایجنسی کی ڈائریکٹر ہیں۔ کہتی ہیں میں نے سوچا کہ یہ محض ایک مذہبی اجتماع ہو گا لیکن میں غلط تھی۔ جلسہ سالانہ ایک حقیقی جذباتی تجربہ ہے جو روح پر گہرا نقش چھوڑتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ایک ایسی دنیا میں داخل ہو گئی ہوں جہاں ایمان، بھائی چارہ اور روحانیت ایک محسوس ہونے لگے جو آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کے مختلف کونوں سے آئے ہوئے ہزاروں لوگوں کا ایک ہی مقصد کے لیے جمع دیکھنا، اللہ اور انسانیت سے تعلق مضبوط کرنا میرے لیے نہایت متاثر کن تجربہ تھا۔ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ شاندار تنظیم تھی اور یہ کہ سب کچھ رضاکاروں کے ذریعہ انجام پا رہا تھا جن میں بچے نوجوان مرد اور خواتین سب شامل تھے اور سب نہایت مہربان اور خوش اخلاق تھے۔ یہ سب جماعت احمدیہ کے اصل پیغام امن خدمت اور بے لوث محبت کی عملی تصویر ہے اور پھر کہتی ہیں ایک چیز جو ہمیشہ میرے دل میں نقش رہے گی وہ دعا کا ایسا لمحہ ہے جس میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ خاموشی گہرے معانی اور تعلق سے بھرپور تھی۔ کہتی ہیں میرے لیے جلسہ سالانہ صرف ایک تقریب نہیں بلکہ یہ خود احتسابی اور دوسروں سے سلوک کے بارے میں سوچنے کی دعوت تھی۔ غیروں پر بھی اس طرح اس کا اثر ہوتا ہے۔

کیپ ورڈے آئی لینڈ (Cape Verde Island) کے دارالحکومت "پرایا" کے وائس میئر فرنینڈو پینتو (Fernanda Jorge Taraves Pinto) صاحب جلسے پہ آئے۔ کہتے ہیں جلسہ کے متعلق اپنے جذبات کا الفاظ سے اظہار نہیں کر سکتا۔ میری پینسٹھ سال عمر ہے اور میں نے دنیا میں بڑی بڑی کانفرنسیں attend کی ہیں مگر جلسے جیسی بڑی اور منظم کانفرنس کہیں نہیں attend کی جہاں چھیالیس ہزار سے زائد لوگ شامل ہوئے اور ہر ایک فرد ایک دوسرے سے پیار اور محبت سے مل رہا تھا اور سب لوگ ایک فیملی کا حصہ لگ رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں امن کے لیے خدا کی ضرورت ہے۔ میری خواہش ہے کہ جماعت احمدیہ کا پیغام ہمارے ملک میں پھیلے۔ ہمارے لیڈرز تک بھی یہ پیغام پہنچے۔ ہمارے ملک میں بھی جماعت احمدیہ کے مشن کھلیں۔ اور کہتے ہیں میں نے امام جماعت کی تمام تقریریں سنی ہیں۔ میرے دل کو انہوں نے چھوا ہے اور یہ پیغام دنیا کے سب لیڈروں کو بھی سننا چاہیے تا کہ ان کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔

بیلیز سے نومبائع ایتھن ماریانو صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسہ میں شامل ہو کے اور خلیفہ وقت سے مل کر میرا یقین بہت بڑھ گیا۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ میں خلیفہ وقت کا اپنی آخری سانس تک وفادار رہوں گا اور میں خلافت سے محبت کرتا ہوں۔ پھر کہتے ہیں کہ مغربی معاشرہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی آپ کے لیے کچھ کر رہا ہے تو بس کرنے دو۔ مگر یہاں ہر شخص اس کوشش میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدمت کرے تا کہ زیادہ برکت حاصل ہو۔ ہر کوئی اپنی حد سے بڑھ کر مدد کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ عمر یا نسل کی کوئی پروا نہیں۔ سب ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں سے بات چیت کے دوران یہ بات واضح ہوئی کہ یہاں لوگ خدمت خلق کو اپنے پیشوں سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ اپنی ملازمتیں چھوڑ کر ان برکتوں کو حاصل کرنا زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسہ کے بعد میری زندگی میں جو تبدیلی آئی وہ حیرت انگیز ہے۔ خلافت کی قدر نہ جاننے سے لے کر اپنے دل میں خلیفہ وقت کے لیے شدید محبت ہونے تک کا سفر واقعی قابل ذکر ہے۔ مجھے پہلے قدر نہیں تھی خلافت کی لیکن اب بڑی محبت ہے مجھے خلافت سے۔ کہتے ہیں بیلیز میں تو ذرا سے چند لوگ اکٹھے ہوں تو جھگڑا ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے شہر کی آبادی پچاس ہزار ہے اور یہاں بھی اس کے قریب لوگ شامل تھے لیکن بالکل امن تھا۔ کہتے ہیں بڑا منظم انتظام۔ بڑی باریکی سے سوچا گیا ہر انتظام۔ بچوں کا پانی پیش کرنا، نوجوانوں کا پارکنگ میں گاڑیوں کی قطاریں لگوانا، کھانے کی تقسیم اور صفائی، ہر شخص پوری لگن اور محبت سے کام کر رہا ہے۔ یہ سب دیکھنا بہت متاثر کن ہے۔ اعلیٰ پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی بغیر کسی اَنا کے خدمت میں مصروف ہیں صرف اس لیے کہ وہ خدمت کرنا چاہتے ہیں اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ نوجوانوں سے بات کر کے یہ بات بھی سامنے آئی کہ سب تعلیم پر بہت توجہ دے رہے ہیں۔

چیک ریپبلک سے ایک سینیئر پروفیسر پیٹر پیلیکان (Petr Pelikan) جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ چیک ریپبلک میں اسلامیات اور علم الفقہ کے ماہر ہیں۔ حکومتی سطح پر مختلف شعبوں پر فائز ہیں۔ مختلف مضامین میگزینز اور اخبارات میں لکھتے ہیں اور بنیادی طور پر یہ سنی مسلمان ہیں۔ کہتے ہیں اس دفعہ میرا دوسرا جلسہ ہے۔ پہلے میں جرمنی کے جلسہ میں شامل ہوا تھا اور یہاں بھی وہی اعلیٰ معیار میں نے دیکھا جو پہلے میں نے دیکھا تھا لیکن یہاں ایک زائد چیز تھی جو خلیفہ وقت کی موجودگی تھی جس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ کہتے ہیں میں نے دنیا میں بہت سے اجتماعات اور نمائشیں دیکھی ہیں لیکن اس درجے کی یکجہتی، محبت اور پُرامن فضا پہلی بار دیکھی ہے۔ یہاں ہر فرد کے چہرے پر مسکراہٹ اور خدمت کا جذبہ نمایاں تھا جو کہ احمدیہ جماعت کی اعلیٰ تربیت کا مظہر ہے۔ کہتے ہیں جو پہلا خطاب تھا خلیفہ وقت کا وہ بھی میرے لیے غیر متوقع اور حیرت انگیز تجربہ تھا۔ انہوں نے بڑی حقیقت پسندی سے ساری باتیں کیں اور مہمانوں کے بارے میں بتایا کہ کس طرح ان کا خیال رکھنا ہے۔ ان کا دل شیشے کی طرح ہوتا ہے ان کا خیال رکھنا ہے اور پھر لوگوں نے اس طرف توجہ بھی دی اور واقعی خیال رکھا۔ پھر کہتے ہیں سیکیورٹی کے انتظامات بھی اچھے تھے اور ہر جگہ بڑے منظم طریقے سے کام ہوئے اور حیران کن تھا کہ بغیر کسی رکاوٹ کے یہ سارا کام smoothly چل رہا ہے۔ کہتے ہیں میرے خیال میں دوسروں کو بھی یہاں ضرور آنا چاہیے تا کہ خود آ کر اس بھائی چارے کے ماحول کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور

محسوس کر سکیں کہ کس طرح محبت، اخوت اور امن یہاں کی فضا میں رچا بسا ہے۔ یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو ہر شخص کو کم از کم ایک بار ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ یہ تجربہ مجھے اس بات پر قائل کرتا ہے کہ احمدیہ جماعت کا مستقبل روشن ہے۔ اس جلسہ نے میرے دل میں اسلام کے متعلق مزید گہرائی اور وسعت پیدا کی ہے۔ اگرچہ میں خود سنی مسلمان ہوں مگر میں نے کبھی احمدی بھائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا۔ یہاں مجھے مختلف زبانوں میں احمدی علماء اور بھائیوں سے روبرو گفتگو کا موقع ملا جنہوں نے نہایت خلوص سے مجھے جماعت کے عقائد اور نظریات سے آگاہ کیا۔ یہ میرے لیے نہ صرف ایک مسلمان کے طور پر بلکہ چیک ریپبلک میں پروفیسر ہونے کی حیثیت سے بھی بہت اہم ہے۔ کہتے ہیں رضاکاروں سے بھی مجھے بات کرنے کا موقع ملا جن میں بڑی عمر کے بھی تھے، جوان بھی تھے اور ان سب سے میں نے پوچھا کہ کیوں یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟ تو ہر ایک کا جواب کم و بیش ایک ہی تھا کہ ہم یہ خدمت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خاطر اور اپنی روحانی ترقی اور اصلاح کے لیے انجام دیتے ہیں۔ ایک خادم نے بتایا کہ وہ گذشتہ پندرہ سال سے اس شعبہ میں خدمت کر رہا ہے اور جب سے وہ طفل تھا تب سے ہر سال جلسہ کے ایام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے وقف کرتا آیا ہے۔ یہ سب خدمات وہ بغیر کسی دنیوی معاوضے یا صلے کے انجام دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہی وہ اعلیٰ روحانی تربیت ہے جو خلافت نے ان کے دلوں میں راسخ کر دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر کارکن اخلاص، ایثار اور محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ میرے دل میں ان مخلص رضاکاروں کے لیے بے حد احترام اور عقیدت ہے جو ہر موسم، ہر حالت میں بے لوث ہو کر اپنی توانائیاں پیش کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بطور پروفیسر میرے لیے یہ امر بھی خوشگوار اور حیرت انگیز تھا کہ جماعت احمدیہ تعلیم و تدریس کو کس قدر اہمیت دیتی ہے۔ بک سٹالز پر کئی گھنٹوں تک میں نے وقت گزارا۔ مختلف کتب کا بغور مطالعہ کیا۔ ان کے معیار، مواد اور علمی انداز کو نہایت عمدہ اور قابل ستائش پایا۔ یہ ایک حیرت انگیز اور متاثر کن علمی خدمت ہے اور اسی طرح کے ان کے پاس احساسات و خیالات ہیں۔

فرنچ گیانا سے نومبائعہ امینہ مالا سنگھ (AminaMalaSingh) کہتی ہیں جلسہ کے دوران سب سے زیادہ دل کو چھو لینے والی بات لوگوں کا اخلاق اور ان کی مہمان نوازی تھی۔ اگر آپ تھکے ہوئے ہوں اور بیٹھنے کی جگہ درکار ہو تو وہ لوگ جو پہلے سے بیٹھے ہوتے تھے فوراً اٹھ کر اپنی جگہ دے دیتے۔ ایک عجیب سا سکون اور آزادی کا احساس تھا۔ ایک روحانی فضا جو بیان سے باہر ہے اور سب سے زیادہ مؤثر لمحہ وہ تھا جب میں نے خلیفہ وقت کو دیکھا اور ملاقات کی۔ بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ابتدا میں ہی خلافت سے تعلق اور وفا کا اظہار، یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی پیدا کی ہوئی ہیں کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا۔

بلغاریہ سے بھی ایک نومبائعہ ایولینا (Ivelina) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میں اپنے گھر میں اکیلی احمدی ہوں۔ میں نے احمدیت کو بہت گہرائی سے پڑھا اور تین سال کی تحقیق کے بعد قبول کیا۔ یہ میرا یوکے کا پہلا جلسہ ہے۔ یہ ایک نہایت روحانی جلسہ تھا۔ اگرچہ میں طویل عرصہ سے اس موقع کا انتظار کر رہی تھی کہ یوکے کا جلسہ خود دیکھوں جو یہاں کا سب سے بڑا جلسہ ہے کیونکہ خلیفۃ المسیح اس میں شامل ہوتے ہیں اور خطاب بھی

کرتے ہیں۔ کہتی ہیں کہ ان بابرکت دنوں کے دوران میں نے ایک بے مثال روحانی فضا کو محسوس کیا اور اس کا حصہ بننے کی توفیق پائی۔ خدا کے فدائیوں کے درمیان رہ کر میرا اپنا تعلق بھی خدا تعالیٰ سے اَور زیادہ مضبوط ہوا۔ بھائی چارے کا جذبہ اور اعلیٰ اخلاق اور روحانی معیار جو ہر پہلو میں نظر آیا میرے دل پر گہرا اثر چھوڑ گیا۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام کارکنان، رضاکاروں اور منتظمین کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے اس عظیم الشان جلسہ کے انعقاد کے لیے انتھک محنت کی۔ میرا تجربہ نہایت شاندار رہا اور بڑا متاثر کن تھا کہ کس قدر باریک بینی سے مہمانوں کی سہولت اور آرام کا خیال رکھا گیا۔ کہتی ہیں اس بابرکت جلسہ کے اختتام پر میں گھر واپس ایسے ایمان کے ساتھ لوٹوں گی جو پہلے سے زیادہ مضبوط ہے اور ایسے علم کے ساتھ جو زیادہ صحیح ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ میرا تعلق اب حقیقی اسلام سے ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ اثر انگیز لمحہ وہ تھا جب خلیفۃ المسیح کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بارے میں خطاب ہوا جس کا وعدہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اگرچہ میں اس موضوع پر پہلے بھی غور کر چکی تھی لیکن خلیفہ وقت کے الفاظ نے مجھے نئی بصیرت دی ہے اور مجھے نئے زاویے دکھائے ہیں جو پہلے میرے سامنے نہیں آئے تھے۔ اور کہتی ہیں یہ خطاب ان الزامات اور شکوک و شبہات کا بھرپور اور مدلل جواب تھا جو بعض مخالفین کی طرف سے خاتم النبیین کے بعد کسی کے آنے کے امکان پر کیے جاتے ہیں۔ یہ تقریر میرے فہم کو وسعت دینے والی، میری بصیرت کو گہرا کرنے والی اور میرے نقطہ نظر کو مزید جامع کرنے والی بنی ہے اور پھر کہتی ہیں کہ ایک اَور تقریر جس نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا ہے وہ ہے قرآن مجید کے خدا کی طرف سے ہونے کے دلائل۔ یہ سن کر کہ موجودہ دَور کے اعتراضات کو کس قدر منطقی مدلل اور واضح انداز میں ردّ کیا گیا ہے مجھے نہ صرف دلی سکون ملا بلکہ ایک نیا اعتماد بھی حاصل ہوا کہ جب بھی کسی محفل میں قرآن کریم کی سچائی پر حملہ کیا جائے تو میں بھی اب ان الزامات کا دفاع کر سکوں۔ تو یہ نیا جذبہ ہے جو ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

برازیل سے ایک مہمان ایگور لوکاس (Igor Lucas) ایک صحافی ہیں اور ممبر صوبائی پارلیمنٹ کے سیکرٹری ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسے کے پروگراموں میں وقت کی پابندی قابل تعریف تھی۔ یہ بہت خوبی کی بات ہے۔ جماعت احمدیہ کے افراد کی مہمان نوازی اور خلوص دل انتہائی متاثر کن ہے۔ کھانے سے لے کر باتھ رومز کے استعمال تک، آمد و رفت سے لے کر جلسہ گاہ کے داخلی و خارجی راستوں تک مہمانوں کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی۔ یہ ماحول انسان کو یکجہتی اور ایثار کا سبق دیتا ہے۔ اور پھر یہ کہتے ہیں اس بات نے بھی مجھے متاثر کیا کہ کھانے کے ضیاع سے بچنے کی سنجیدگی سے کوشش کی جاتی ہے لیکن خوراک بہت فراخدلی سے ہر فرد تک پہنچائی جاتی ہے۔

انڈونیشیا کے ایک مہمان گومار گلتوم ہیں۔ یہ پادری ہیں۔ کمیونین آف چرچز انڈونیشیا کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔ کہتے ہیں میں احمدیت کو جانتا تھا لیکن اس جلسے کے ذریعہ میں نے بہتر طریقے سے سمجھا کہ احمدیت ایک روحانی تحریک ہے جو قادیان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے شروع ہوئی تھی اور اب یہ ایک عالمی روحانی تحریک بن چکی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کیسے مختلف ممالک سے احمدی احباب اللہ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ایک ہی جذبے کے ساتھ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں متاثر کن بات یہ تھی کہ انسان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو گہرا

بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے بہت سے لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن یہاں یہ بنیادی چیزیں بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح کے ان کے تاثرات ہیں۔

آئس لینڈ سے ایک مہمان نند کیسورو (Nandkisore) صاحب یونیورسل پیس فیڈریشن کے چیئرمین ہیں۔ کہتے ہیں متی 7:16 میں لکھا ہے کہ تم ان کے پھلوں سے انہیں پہچان لو گے۔ یہ الفاظ میرے لیے جلسہ سالانہ 2025ء کے دوران نہایت مؤثر اور زندہ حقیقت بن کر سامنے آئے۔ شاملین جلسہ کے چمکتے اور خوشی سے بھرپور چہروں کو دیکھ کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ میری نظر میں یہ اس بات کی واضح علامت تھی کہ خداوند ان بندوں کی اکائی دیکھ کر خوش ہے جو اس کی رضا کی تلاش میں جمع ہوئے ہیں۔ ہیومینٹی فرسٹ کے ایک کارکن نے جو افریقہ میں انسانی ہمدردی کی خدمت سرانجام دے رہے تھے بتایا کہ یہ خدمت نہ صرف دوسروں کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ اسے اللہ کے قریب بھی لے جاتی ہے۔ یہ ایمان کو عملی طور پر ظاہر کرنے کی ایک طاقتور یاددہانی ہے۔ اور اس طرح کے ان کے بہت سے تاثرات ہیں۔

قازقستان سے ایک غیر از جماعت مہمان صالح (Sauley) صاحبہ کہتی ہیں کہ میرا تعلق قازقستان سے ہے۔ مجھے پہلی مرتبہ جلسہ میں شمولیت کا موقع ملا۔ مجھے بہت سی دنیاوی تقریبات اور کانفرنسوں میں شرکت کا موقع ملا ہے لیکن یہاں شاملین کی تعداد نے مجھے بہت متاثر کیا۔ پھر یہ بھی کہ اس قدر زیادہ لوگ جو مختلف ممالک سے محض خیر و بھلائی کے لیے آئے تھے۔ ان کا مقصد ہی صرف بھلائی کے الفاظ سننا تھا اور یہ کہ دنیا میں لوگ امن اور آشتی کے ساتھ کیسے رہیں نیز یہ کہ نفرت کے جذبات کو دنیا سے کیسے دور کیا جائے اور کیسے دنیا میں پیار و محبت کا بول بالا ہو۔ پھر یہ کہتی ہیں خلیفۃ المسیح کے الفاظ عورتوں کے مقام کو بلند کرنے کے حوالے سے انتہائی شاندار تھے۔ اس جلسے کا نعرہ ”محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں“ اور لوگوں کا اتحاد اس امر کی طرف راہنمائی کر رہا تھا کہ ہم ایک ہو کر رہیں۔ میں نے اس طرح کے الفاظ کبھی نہیں سنے اور یہ سب کچھ روح میں سرایت کرتا جاتا تھا۔ یہ عورت غیر احمدی تھیں۔ کہتی ہیں میری باس ایک احمدی تھی۔ مَیں پہلے تو اس کے خلاف تھی لیکن اب مَیں یہ سارا ماحول دیکھ کے کم از کم مخالفت چھوڑ دوں گی بلکہ اس کی حمایت کروں گی۔

آسٹریا سے مُشتاغ ظہیر نیزا (Moshtagh Zaherinezah) صاحب آئے تھے۔ یہ آسٹریا میں اسلامیات کے استاد ہیں اور کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں مَیں نے ہر طرف مومنین کو دیکھا۔ ہر کوئی بہت دوستانہ تھا اور اسلام کی خدمت کے لیے خاص جذبہ رکھتا تھا اور خلیفہ وقت کے الفاظ سے میں بہت متاثر ہوا۔ کہتے ہیں اس وقت تو مین سٹریم مسلمانوں میں علماء جو ہیں صرف داڑھی کو لمبا کرنا اور خاص لباس پہننا ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور نام کے مسلمان ہیں لیکن جماعت احمدیہ واحد جماعت ہے جو سچے دل سے اسلام کی خدمت کر رہی ہے اور کہتے ہیں شاید دو سو سال کے عرصہ میں یہ دنیا پر غالب آ جائے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک سنی مسلمان ہوں لیکن یقین رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے بانی واقعی ایک مقدس شخصیت تھے اور اس وقت مجھے لگتا ہے کہ وہ وقت کے مجدد تھے۔ یہاں تک تو اس نے مانا ہے۔ کہتے ہیں لیکن ابھی میں یہ سوچ رہا ہوں۔ اس پہ غور کر رہا ہوں۔ مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود ماننے پہ ابھی ذرا تھوڑا تھوڑا انقباض ہے بہرحال ریسرچ میں کر رہا ہوں۔ بہرحال ان کی ایک سوچ ہے۔ اس طرف ان کا دھارا آیا ہے۔ کم از کم سعید فطرت ہیں۔ انہوں نے یہ

تو کہہ دیا کہ میں سوچ رہا ہوں اور ڈھٹائی نہیں دکھائی کہ میں سوچوں گا بھی نہیں۔

بلغاریہ سے ایک نومبائعہ ہیں الستا روڈی (Elista Rudy Demange) صاحبہ۔ عیسائیت سے اسلام قبول کیا ہے۔ کہتی ہیں جلسہ میں شامل ہونے سے قبل میرے دل میں یہ خدشہ تھا کہ شاید میں خود کو ہر وقت اس ماحول کا حصہ محسوس نہ کر سکوں کیونکہ میں نئی ہوں اور میرا کلچر اور زبان مختلف ہے لیکن جو وحدت اور محبت میں نے یہاں دیکھی وہ دنیا میں کہیں اور نہیں دیکھی۔ میں نے دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کی مگر وہ سب ایک ہی خاندان کا حصہ محسوس ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کو نہ جانتے ہوئے بھی مسکرا کر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ کبھی کبھی انسان کے ایمان اور تقویٰ پر شکوک و شبہات یا غفلت کی گرد جم جاتی ہے جلسہ سالانہ میں شرکت ایسی ہوتی ہے جیسے دل و روح کو پھر سے پاکیزگی مل جائے اور انسان ایک نئی روحانی زندگی کا آغاز کرے۔ یہ تجربہ روح کو تازگی بخشتا ہے اور دل کو اطمینان و سکون سے بھر دیتا ہے۔

جارجیا سے رولانڈ شاوادزے (Rolannd Shavadze) کہتے ہیں کہ جلسے کا پُرامن ماحول تقاریر اور خلیفہ کے خطابات روحانیت میں آگے بڑھانے میں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں اور یہ جمعہ کا جو خطبہ تھا مجھے بڑا اچھا لگا جس میں مہمان نوازی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے حوالے سے بتایا گیا اور اسی طرح خلیفہ وقت کا عورتوں کا خطاب جو تھا یہ بھی مجھے بہت اچھا لگا۔ میرے پر اس کا بڑا اثر ہوا اور کہتے ہیں کہ میں ایک جارجین مسلمان ہوں اور یونیورسٹی میں لیکچرر بھی ہوں۔ دو سال قبل مجھے جارجیا کے بیسٹ ٹیچر کا ایوارڈ ملا ہے اور میری فیلڈ بھی ایجوکیشن کی ہے اور مجھے خاص طور پر اچھا لگا کہ کس طرح آپ کی جماعت عورتوں اور مردوں کی تعلیم کے حوالے سے حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ کہتے ہیں کیونکہ مجھے اس سال اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگریزی سے جارجین زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی ہے۔ ترجمہ کرتے وقت مجھے بہت لطف آیا اور خلیفۃ المسیح نے اتوار کے روز جو اختتامی خطاب میں اس بات کا ذکر کیا کہ دوسرے مسلمان جو آپ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے جھوٹے الزام کا ردّ اسلام کی خوبصورت تعلیم کے ساتھ دیا گیا ہے یہ مجھے بڑا اچھا لگا اور پھر بیعت کا نظارہ اس نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ کہتے ہیں آجکل اسلام کے بارے میں منفی تصویر پیش کی جاتی ہے۔ جس نے بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم دیکھنی ہے تو وہ جلسہ پر آئے اور محبت، بھائی چارہ اور امن کی فضا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مشاہدہ کرے۔

اسی طرح جیسیکا گارسیا کوہل (JessicaGarciaKohlLiccardo) کانگریس مین سیم لیکارڈو (Sam Liccardo) کی اہلیہ ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ میں ڈومیسٹک وائلینس (Domestic violance) کے خلاف ایک شعبہ میں کام کرتی ہوں اور یہ جان کر میں حیران رہ گئی کہ خلیفہ نے نہ صرف عورتوں کے خلاف جسمانی تشدد کا ذکر کیا بلکہ خواتین کے خلاف جذباتی تشدد کا بھی اپنی تقریر میں ذکر کیا۔ ایک سوال کا جواب ان کے لیے ادھورا تھا۔ کہتی ہیں وہ مجھے نہیں ملا تھا کہ اگر کسی خاتون کے ساتھ کچھ ہو جائے تو وہ کہاں مدد حاصل کر سکتی ہے؟ پھر کہتی ہیں میرے سے انہوں نے سوال بھی کیا تھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ وہ جماعت کا نظام ہے۔ خلیفہ وقت کے پاس بھی آتی ہیں۔ جماعت کے نظام کے پاس آتی ہیں۔ پھر جماعت ان کی مدد بھی کرتی ہے اور دوسرے ذرائع بھی اختیار کر سکتی ہے۔ بہرحال کہتی ہیں یہ سب باتیں سن کر مجھے تسلی ہوئی اور اس بات

سے بھی تسلی ہوئی کہ خلیفہ وقت کا جماعت کے لوگوں کے ساتھ ذاتی تعلق ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بعض باتیں آپ نے کیں جن پر اعتراض اٹھتے ہیں۔ خاص طور پہ مارنے کا جہاں سوال تھا تو اس کی ایک وضاحت تو لمبی ہے اور وہ ایک علیحدہ مضمون ہے اور شرائط بھی پوری نہیں ہوتیں اور اگر ان شرائط کو پورا کیا جائے تو جہاں تک عورت کو مارنے کا سوال ہے تو ان شرائط کے پورا ہونے تک تو ویسے ہی حالات ایسے ہو جاتے ہیں کہ مارنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اس لیے ایک بہت دُور کا امکان ہے جس کی بہر حال اسلام نے تعلیم دی ہے۔

ایک عرب لجنہ سویڈن سے یہاں آئی ہیں۔ کہتی ہیں جلسہ سالانہ ایک وسیع گھر کی مانند ہے جو کہ پوری فیملی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ سویڈن میں بہت ہی محدود عرب احمدی ہیں جبکہ جلسہ سالانہ پر جب عرب ٹینٹ کا نام سنتے ہیں تو ایک عجیب سکون اور اپنائیت کا احساس ہوتا ہے اور پھر دیگر عرب بہنوں اور بھائیوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور اس نے مجھ پر بڑا اثر ڈالا۔ خلیفہ وقت سے ملاقات ہوئی اس کا بھی اچھا اثر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سب مہمانوں کے جو شامل ہوئے ہیں مزید سینے کھولے اور وہ احمدیت اور حقیقی اسلام کو سمجھنے والے اور زمانے کے امام کو ماننے والے بھی بنیں۔ نومبائعین کو بھی ایمان اور اخلاص میں بڑھاتا رہے۔ اسی طرح ہر احمدی کو بھی توفیق دے کہ جلسے پر جو انہوں نے پروگرام دیکھے، سنے اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور یہ جذبہ ہمیشہ قائم رہے۔ جلسہ کی برکات سے ہر احمدی ہمیشہ حصہ لیتا رہے۔ اور اپنے نفس اور اپنے ماحول کی اصلاح کے لیے بھی بھرپور کوشش کرنے والے ہوں۔

اس بارے میں پریس والوں کی رپورٹ بھی مختصر دے دوں۔ اٹلی کی پریس کوریج میں رپورٹیں شائع ہوئی ہیں اور کہتے ہیں کہ اس جلسہ سالانہ کی بعض اہم نشستوں کو یورو کمیونیکیشن (Eurocomunicazione) نیوز ایجنسی جو یورپی پارلیمنٹ کی سرکاری پریس ایجنسی ہے، نے براہ راست نشر کیا ہے اور مختلف انٹرویوز کو نشر کیا ہے اور شائع کیا ہے۔ اب تک ساٹھ اخبارات اور دیگر اخباری ایجنسیوں میں جلسے کے بارے میں خبر اور رپورٹس شائع ہوئی ہیں اور اس میں آن لائن انفلوئنسرز نے ایک پیغام بھی میرا دیا ہے۔ اٹلی سے آنے والے دو صحافیوں نے جن کے سوشل میڈیا پر تقریباً آدھے ملین فالوورز ہیں، جماعت کی مثبت انداز میں رپورٹ دی ہے۔

جماعتی پریس اینڈ میڈیا سیکشن نے جو کام کیا ہے اس کے تحت بھی آن لائن ویب سائٹ پر تقریباً پچاس ملین لوگوں نے دیکھا۔ انچاس کے قریب ویب سائٹس ہیں۔ پرنٹ میڈیا جو ہے، اخبارات ہیں ان میں سترہ آرٹیکل شائع ہوئے۔ بیس ملین لوگوں نے دیکھا پڑھا۔ ریڈیو پر پچیس پروگرام ہوئے اور ان پچیس پروگراموں میں جلسے کو کور (cover) کیا اور سننے والوں کی تعداد بیس ملین تھی۔ ٹی وی پر جلسہ کو کوریج دی گئی۔ ٹی وی چینلز کو پانچ ملین کے قریب دیکھنے والے ہیں۔ اسی طرح میڈیا آؤٹ لٹس جرنلسٹ اور پبلک فگرز نے سوشل میڈیا پر اس حوالے سے بہت کچھ لکھا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ سے چودہ ملین تک یہ خبر گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کو ملایا جائے تو سو ملین کے قریب لوگوں تک یہ خبر پہنچی۔ مشہور میڈیا آؤٹ لٹس میں آئی ٹی وی ہے۔ ایل بی سی ہے۔ دی ٹائمز ہے۔ دی گارڈین۔ ٹیلیگراف۔ ڈیلی میل۔ انڈیپنڈنٹ۔ بی بی سی۔ العربی ٹونٹی ون۔ ڈیلی ایکسپریس۔ لنڈن ایوننگ سٹینڈرڈ۔ دی نیو عرب شامل ہیں اور اس طرح بہت

سارے دوسرے میڈیا بھی ہیں جن تک خبر پہنچی ہے۔

ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ سے مختلف چینلز پہ میرے خطابات نشر ہوتے رہے اور پچاس سے زائد احباب نے جلسہ سالانہ کی نشریات دیکھنے کے بعد بیعت بھی کی۔ جلسہ سالانہ کی نشریات بائیس نیشنل اور ریجنل ٹی وی چینلز پر ہوئیں۔ تین سو چار گھنٹے کی نشریات ہوئیں۔ پینسٹھ ملین لوگوں تک پیغام پہنچا۔ جلسہ سے متعلق ریڈیو سٹیشن پر اکانوے مختلف رپورٹس نشر ہوئیں۔ سولہ ملین تک اس ذریعہ سے پیغام پہنچا اور کہتے ہیں مختلف دوسرے میڈیا آؤٹ لٹس کے ذریعہ سے سینتالیس رپورٹس نشر ہوئیں اور اس پر ایک سو پچاس ملین تک پیغام پہنچا۔

ایم ٹی اے افریقہ کے تاثرات یہ ہیں مالی کے علاقے کے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ جلسہ کے تیسرے دن ایک روح پرور نظارہ دیکھنے میں آیا۔ کہتے ہیں صبح کے وقت سے بارش ہو رہی تھی اور شدید بارش تھی۔ لگتا تھا کہ آج مسجد کوئی نہیں آئے گا لیکن کہتے ہیں عالمی بیعت سے کچھ دیر قبل چند احباب جن میں کچھ نومبائعین بھی تھے بارش میں پیدل یا سائیکل پر مسجد پہنچے۔ مکمل طور پر بھیگے ہوئے تھے۔ تو مبلغ نے ان سے کہا کہ آپ گھر بیٹھ کے ریڈیو پر بھی یہ سارا سن سکتے تھے۔ بارش میں آئے ہیں تو ایک نومبائع نے جواب دیا۔ ہم گھر بیٹھ کر سن سکتے تھے لیکن خلیفہ وقت کو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے اور جو خوشی اس میں ہے وہ کسی اَور چیز میں نہیں ہے اور عالمی بیعت کا نور اور برکتیں مَیں کھونا نہیں چاہتا تھا اس لیے بارش میں بھیگتے ہوئے بھی مَیں مسجد آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ایمان اور یقین میں اضافہ کرتا چلا جائے۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ یہ **مکرم عبدالکریم جمال جودہ صاحب، غزہ کا ہے۔** گذشتہ دنوں اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے یہ شہید ہو گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے بھائی کہتے ہیں کہ ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔ شادی شدہ تھے۔ چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے کی عمر سولہ سال ہے۔ سب سے چھوٹے بچے کی عمر اڑھائی سال ہے۔ غزہ کی پٹی میں جبالیہ کے علاقے میں رہتے تھے۔ قدامت پسند مسلمان خاندان میں پروان چڑھے۔ گیارھویں جماعت کے بعد گھر کے اخراجات میں والد کی مدد کے لیے اپنے والد کے ساتھ بلڈنگ کے کام میں شامل ہو گئے۔ گیارہ بہن بھائی تھے جن میں یہ دوسرے نمبر پر تھے اور پھر انہوں نے ایک دھات کی ورکشاپ بھی کھولی جس کو اسرائیلی حملے نے مسمار کر دیا۔ 2013ء میں ان کا اپنے بھائی کے ذریعہ سے جماعت سے تعارف ہوا تھا۔ اس دوران انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ جماعت کے ساتھ مستقل رابطے میں تھے۔ بہت فعال اور سچے انسان تھے۔ جماعت سے تعلق کی وجہ سے غزہ سیکیورٹی اداروں نے کئی بار ان سے پوچھ گچھ کی اور کئی قسم کی تحقیقات کا انہیں سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے اپنے خیالات نہیں بدلے۔ جماعت سے پیچھے نہیں ہٹے۔ مسلسل جماعت کے ساتھ رابطہ اور تعلق جاری رکھا۔

2025ء میں قابض فوج نے ان کا گھر مسمار کر دیا۔ اس کے بعد کرائے کے مکان میں رہنے لگے۔ پھر غزہ کی پٹی میں حالیہ قحط کے بعد مرحوم امدادی سامان کی تقسیم کے مقام پر گئے۔ وہاں فوج نے آٹے وغیرہ پر مشتمل امدادی سامان کو داخل ہونے کی اجازت دی تھی تو ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اور وہ اسرائیل کی فوج کے بہت سے قریبی علاقوں تک پہنچ گئے۔ نہتے لوگوں کے اس ہجوم پر اسرائیلی فوج نے شدید فائرنگ کی جس سے کہتے ہیں میرے بھائی کے قریب ایک شخص زخمی ہو گیا اور میرے بھائی نے اس کی مدد کی کوشش کی تو اسی دوران

ایک گولی میرے بھائی کے سینے میں لگی جس سے وہ موقع پہ شہید ہو گیا۔ کہتے ہیں میرا بھائی جس زخمی شخص کی مدد کرتے ہوئے خود شہید ہو گیا اس نے بتایا کہ میرے بھائی نے شہادت سے قبل تین بار کلمہ پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کی سنت پر وفات پائی۔ ہمیں اس بات کی تسلی ہے کہ اس کی وفات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور امام مہدیؑ کی بیعت پر قائم رہتے ہوئے ہوئی۔ وہ اللہ کے فضل سے مخلص اور سچے لوگوں میں سے تھا۔

ڈاکٹر حفیظ صاحب ہیومینٹی فرسٹ یوکے کے انچارج ہیں۔ کہتے ہیں کہ نومبر 2021ء میں جماعت کی زیارت کے سلسلہ میں ہیومینٹی فرسٹ کے دورے کے تحت جب غزہ گیا تو وہاں عبدالکریم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں نہایت مخلص اور فدائی احمدی مسلمان دیکھا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 / اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 199 صفحہ 02 تا 08)

32

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 08/ اگست 2025ء بمطابق 08/ ظہور 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

وحشی کا قبول اسلام

جلسہ سے پہلے فتح مکہ کے واقعات کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے بعض شدید مخالفین اسلام اور ان کے قبول اسلام کا ذکر کیا تھا۔ ان میں سے چند ایک اَور بھی ہیں۔ **ایک وحشی بن حرب ہے۔** غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو اسی نے شہید کیا تھا اور فتح مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کیا تو یہ بھی آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ (سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 225 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری کی روایت میں وحشی کے قبول اسلام کا ذکر اس طرح ہے جو خود اس نے بیان کیا ہے۔ کہتا ہے میں مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب اس میں اسلام پھیلا تو پھر میں طائف کی طرف نکل گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی بھیجے اور مجھے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایلچیوں سے تعرّض نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا میں ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا بات یہی ہے جو آپ کو پہنچی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو؟ کہتے ہیں اس کے بعد میں وہاں سے نکل گیا۔ یعنی آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھاؤ تا کہ مجھے دوبارہ خیال نہ آ جائے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا تا کہ میں اسے قتل کروں اور اس کے ذریعہ حضرت حمزہؓ کا بدلہ ادا کر سکوں۔ انہوں نے کہا میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا۔ پھر اس کا حال ہوا جو ہوا یعنی اس کو قتل کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے ایک شگاف میں کھڑا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گندمی رنگ کا ایک اونٹ ہے۔ سر کے بال پراگندہ ہیں۔ یہ مسیلمہ کذاب تھا جس کو انہوں نے وہاں کھڑا دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی برچھی ماری اور اسے اس کی چھاتیوں کے درمیان مارا یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ انصار میں سے ایک شخص اُس کی طرف لپکا اور اس کی کھوپڑی پر تلوار کی ضرب لگائی۔ اس طرح وہ قتل کیا گیا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ بن عبد المطلبؓ حدیث 4072)

اسی طرح ایک عمرو بن ہاشم کی لونڈی سارہ تھی۔ یہ مُغَنِّیَہ تھی۔ فتح مکہ سے قبل آپؐ کی خدمت میں حاضر

ہوئی اور آپؐ سے کچھ مانگا اور محتاجی کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری نغمہ سرائی کو کیا ہوا تم تو بڑی گانا گایا کرتی تھی، پیسے کماتی تھی؟ اس نے کہا جب سے مشرکین کے سردار غزوہ بدر میں مارے گئے ہیں انہوں نے گانے سننے بند کر دیئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک اونٹ غلہ عطا فرمایا پھر وہ قریش کے پاس آ گئی۔ ابن خَطَل اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہجویہ شعر بتاتا تھا اور یہ ان ہجویہ شعروں کو گاتی تھی۔ یہ انعام لینے کے باوجود بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی اور یہ وہی تھی جس کے پاس حضرت حاطبؓ کا خط ملا تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور حضرت عمرؓ کی خلافت تک زندہ رہی۔

اسی طرح ایک ابن خَطَل کی لونڈی فَرْتَنٰی تھی۔ یہ بھی آپؐ کے بارے میں ہجویہ اشعار گاتی تھی۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 226-225 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت حارث بن ہشامؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ مکہ کا ایک ہر دلعزیز رئیس تھا اور ابوجہل کا باپ کی طرف سے بھائی تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی بہن اس کی بیوی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانیؓ کے گھر داخل ہو گئے کیونکہ حضرت علیؓ ان کے پیچھے ان کو قتل کرنے کے لیے آ رہے تھے۔ حضرت ام ہانیؓ نے ان دونوں کو اپنے گھر میں چھپا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ان کو پناہ دی ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانیؓ سے فرمایا۔ جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے پناہ دی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 134-133 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حارث بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ہم دو دن اس گھر میں ٹھہرے رہے پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ ہم صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کوئی ہم سے تعرّض نہیں کرتا تھا۔ ہمیں حضرت عمرؓ سے ڈر لگتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بخدا مَیں چادر اوڑھے اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا تو اچانک حضرت عمرؓ آ گئے۔ ان کے ساتھ کچھ مسلمان تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور گزر گئے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے شرم آتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر جگہ مشرکین کے ہمراہ دیکھا تھا۔ پھر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی، رحمت اور صلہ رحمی یاد آ گئی۔ میں نے آپؐ سے ملاقات کی۔ اس وقت آپؐ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ آپؐ نے میرے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ تم جیسا انسان اسلام سے کیسے دور رہ سکتا تھا۔ حارث نے کہا بخدا! میں نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام سے دور نہیں رہا جا سکتا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 134-133، 146 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 389 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 250 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 645-644 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی طرح سُہَیل بن عمرو کا قبول اسلام ہے۔ یہ بھی مکہ کا رئیس تھا اور یہ وہی تھا جو معاہدہ حدیبیہ کرنے کے لیے قریش کی طرف سے بطور نمائندہ آیا تھا۔ سُہیل بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور غلبہ پا لیا تو میں اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے

بیٹے حضرت عبداللہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے پناہ طلب کرے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد آپؐ سے امان طلب کر رہے ہیں۔ اہالیانِ مکہ کو تو عام معافی اور امان دی جا چکی تھی۔ دراصل یہ وہ ائمۃ الکفر تھے اور اتنے شدید مخالف رہ چکے تھے کہ انہیں تسلی نہیں ہوتی تھی اور سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ وہ امان میں رہیں گے اور اپنی جاہلانہ سوچ کے مطابق ان کو ایک دھڑکا لگا رہتا تھا کہ ان سے انتقام لیا جائے گا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے بیٹے کو پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ امن میں ہے۔ وہ سامنے آئے یعنی آزادانہ باہر گھوما پھرا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ سے فرمایا تم میں سے جو سُہیل سے ملے تو اسے تیز نظروں سے نہ دیکھے۔ سُہیل جیسا صاحبِ عقل و شرف زیادہ دیر اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ اس نے دیکھ لیا ہے کہ جس امر میں وہ تھا یعنی کفر کی جو حالت ہے وہ اس کے لیے نفع بخش نہیں ہے۔ حضرت عبداللہؓ اپنے باپ کے پاس گئے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بارے میں بتایا تو سُہیل نے کہا بخدا! آپ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی احسان کرنے والے تھے اور اس عمر میں بھی احسان کرنے والے ہیں۔

حضرت سُہیلؓ امن سے آتے جاتے رہے۔ غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ مشرک ہونے کی حالت میں شامل ہوئے تھے۔ غزوہ حنین میں شامل ہوئے لیکن اس وقت اسلام نہیں لائے تھے۔ غزوۂ حنین سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر اسلام قبول کر لیا جو مکہ سے ستائیس کلو میٹر کے فاصلے پر بتایا جاتا ہے طائف کے راستے میں ایک کنواں ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 146 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(امتاع الاسماع جلد 13 صفحہ 386 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(فرہنگ سیرت صفحہ 88 زوار اکیڈمی)

اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں حیرت انگیز روحانی انقلاب پیدا ہوا۔ لکھا گیا ہے کہ فتح مکہ پر سرداران قریش میں سے اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے زیادہ نماز روزے کے پابند اور صدقہ دینے میں سُہَیل سے بڑھ کر اَور کوئی نہ تھا۔ کثرت سے گریہ و بکا کرنے والے تھے۔ قرآن پڑھتے وقت اکثر رویا کرتے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 586 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں دیکھا کہ سُہَیل بن عمرو ذبح کرنے کی جگہ پر کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کیا۔ پھر سر مونڈھنے والے کو بلایا اور اپنے بال منڈھوائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے سُہَیل کو دیکھا کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ جو بال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹوائے تھے** وہ سُہیل کے ہاتھ میں آئے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ کہتے ہیں اس وقت مجھے یاد آ گیا کہ یہی سُہیل صلح حدیبیہ کے وقت آپؐ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے روک رہا تھا جو معاہدے پہ لکھی جانی تھی اور لفظ محمد کے ساتھ رسول لکھنے پر بھی معترض تھا اور جب تک رسول اللہ کا لفظ مٹایا نہیں گیا اس نے معاہدہ لکھنا شروع نہیں کیا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس نے سُہیل کو اسلام کی طرف ہدایت دی اور پھر جب ہدایت دی تو پھر اخلاص و وفا میں بے انتہا بڑھے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 64 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سہیل بن عمرو کا ایک اَور کارنامہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں سُہیل قریش کے زبردست خطیب بھی تھے۔ یہ غزوۂ بدر میں کافر ہونے کی حالت میں مسلمانوں کے قیدی بنے۔ انہوں نے اپنے ہونٹوں پر نشان بنا رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اس کے سامنے والے دو دانت نکلوا دیں جہاں اس نے نشان بنائے ہوئے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کبھی بھی خطاب کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ اس کے دانت نکال دیں منہ میں دانت نہیں ہوں گے تو ٹھیک طرح بولا نہیں جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ قریب ہے کہ یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی تعریف کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس کو سزا دلوانا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا نہیں کچھ نہیں کہنا۔ ایک موقع آئے گا جب یہ اس مقام پر کھڑا ہو گا اور ایسی باتیں کرے گا کہ تم اس کی تعریف کرو گے۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ یہ مقام اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ والے متزلزل ہو گئے۔ جب قریش نے اہلِ مکہ کو مرتد ہوتے دیکھا اور ایسی خراب حالت ہو گئی کہ حضرت عَتّاب بن اسید اُمویؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل مکہ پر امیر مقرر تھے وہ چھپ گئے، تو اس وقت حضرت سُہیل بن عمروؓ خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا اے قریش کے گروہ! تم آخر میں اسلام لائے ہو۔ آخر میں اسلام لا کر سب سے پہلے ارتداد اختیار کرنے والے نہ بننا۔ خدا کی قسم! یہ دین اسی طرح پھیلے گا جس طرح کہ چاند اور سورج طلوع سے غروب تک پھیلتے ہیں۔ اس طرح آپ نے یعنی سُہَیل نے ایک طویل خطاب کیا۔ چنانچہ اس خطاب نے مکہ والوں کے دلوں پر اثر کیا اور وہ رک گئے۔ حضرت عَتّاب بن اَسیدؓ جو چھپ گئے تھے وہ بھی بلائے گئے اور قریش اسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 585 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت عُتبہؓ اور مُعتّبؓ کا قبول اسلام ہے۔ اس بارے میں لکھا ہے۔ یہ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے دن آپؐ مکہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تمہارے بھتیجے ابولہب کے بیٹے عتبہ اور مُعتب کہاں ہیں؟ مَیں نے انہیں نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ وہ کہاں ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا وہ دیگر مشرکین کی طرح کنارہ کش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔ حضرت عباسؓ سوار ہو کر عُرَنَہ گئے جو عرفات کے قریب ایک وادی ہے اور انہیں لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور دونوں نے بیعت کر لی۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے ان کے ہاتھ پکڑے اور انہیں مُلتزم پر لے آئے جو حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ہے جس سے لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے اور یہ دعا کی قبولیت کا خاص مقام ہے اور کچھ دیر دعا مانگی پھر واپس تشریف لے آئے۔ خوشی آپ کے چہرے

پر دیکھی جا سکتی تھی۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کو خوش رکھے۔ میں آپؐ کے چہرے پر خوشی کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے چچا کے ان دو بیٹوں کو اپنے رب سے مانگا تھا تو اس نے مجھے یہ عنایت کر دیے۔ (سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 250 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(فرہنگ سیرت صفحہ 59، 284 زوار اکیڈمی)

پھر صَفْوَان بن اُمَیَّہ کا قبول اسلام ہے۔ صَفْوَان بن امیہ مکہ کے رئیس امیہ بن خَلَف کا بیٹا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے اشراف میں سے تھا اور قریش کے سب سے فصیح البیان لوگوں میں سے ایک تھا اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ مسلمانوں کو مکہ میں تکلیف اور اذیت دینے والوں میں سے ایک تھا۔ غزوہ بدر کے بعد اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش بھی کی تھی اور عُمَیر بن وہب کو اس کام کے لیے تیار کیا تھا۔

ہر چند کہ اس کا نام ان لوگوں میں شامل نہ تھا جن کے قتل کا حکم ہوا تھا لیکن یہ خود اس خوف اور اندیشے سے مکہ سے بھاگ گیا تھا کہ اس کو مار دیا جائے گا۔ یہ بحیرۂ احمر کی طرف جدہ کی طرف بھاگ گیا۔ عُمَیر بن وہب جو اس کا دوست تھا اور اسلام قبول کر چکا تھا۔ یہ وہی عُمَیر تھا جس کو صَفْوَان نے یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا تھا کہ تم ان کو قتل کر دو تو تمہارے بال بچوں کی کفالت و حضانت میرے سپرد ہو گی لیکن عُمَیر جب مدینہ پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سارے منصوبے کا علم ہو گیا اور یہ معجزہ دیکھ کر عُمَیر اسی وقت اسلام لے آئے۔ اب فتح مکہ کے موقع پر عُمَیر اپنے دوست صَفْوَان کے اسلام لانے کے آرزومند تھے اور متفکر تھے۔ حضرت عُمَیر بن وہبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفوان میری قوم کا سردار ہے۔ وہ آپؐ کے خوف سے بھاگ گیا ہے۔ آپؐ اسے امان عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے امان ہے۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے اپنی کوئی نشانی عطا فرمائیں جو میں اسے آپ کی طرف سے امان کے طور پر دکھا سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ جو پہنا ہوا تھا اتارا اور اس کو دے دیا۔ حضرت عُمَیرؓ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ صفوان کو جا لیا جو کہ کشتی میں سوار ہونے والا تھا۔ حضرت عُمَیرؓ نے اسے کہا میں اس ذات کے پاس سے آیا ہوں جو سارے لوگوں سے زیادہ پاک باز ہے۔ سارے لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو میں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امان لے کر آیا ہوں۔ صفوان نے کہا میں تمہارے ساتھ واپس نہیں جاؤں گا حتّٰی کہ تم مجھے ان کی کوئی نشانی دکھاؤ جسے میں جانتا ہوں۔ اس پر انہوں نے آپؐ کا دیا ہوا عمامہ دکھایا۔ صفوان حضرت عُمَیرؓ کے ساتھ آ گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ اس وقت مسجد میں صحابہؓ کو نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو صفوان نے بلند آواز سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! عُمَیر میرے پاس آپ کی چادر لے کر آیا ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں میں ابھی اسلام قبول کرنا نہیں چاہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار مہینے دیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ تم اسلام قبول کر لو گے۔ چنانچہ صفوان مشرک ہونے کی حالت میں ہی مکہ میں رہنے لگا۔ جب آپ ہَوازن تشریف لے گئے اور غزوہ طائف اور حنین کے بعد مال غنیمت تقسیم فرمایا تو آپ نے صفوان کو دیکھا۔ وہ اس گھاٹی کو دیکھ رہا تھا جو

بھیڑ بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ لگاتار انہیں دیکھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوان کو دیکھ رہے تھے کہ وہ گھاٹی کو دیکھ رہا ہے جہاں مال بھرا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس گھاٹی نے تمہیں تعجب میں ڈال دیا ہے کہ کتنا مال اس گھاٹی میں ہے؟ صفوان نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گھاٹی اور اس میں جو کچھ ہے سب کچھ تمہارا ہے۔ لے جاؤ اسے۔ صفوان نے ان کے سارے اموال پر قبضہ کر لیا اور کہا جس عمدہ طریقے پر نبی کا نفس سخاوت کرتا ہے اس طرح کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔

صفوان نے مکہ میں بیالیس ہجری میں حضرت معاویہؓ کی خلافت میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامے کے وقت شہید ہوئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 254-253 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 135 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فتح مکہ از محمد ہاشمیل صفحہ 321 تا 325 نفیس اکیڈمی کراچی) (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 25-24 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 297) (ابن ھشام صفحہ 449 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے ان رؤسائے مکہ کی اکثریت نے بعد میں اپنی زندگیوں میں **ایک زبردست روحانی انقلاب پیدا کیا تھا۔**

حضرت مصلح موعودؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ اپنے زمانہ خلافت میں مکہ تشریف لائے تو شہر کے بڑے بڑے رؤساء جو مشہور خاندانوں میں سے تھے ان کے ملنے کے لیے آئے۔ انہیں خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمرؓ ہمارے خاندانوں سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے اب جبکہ وہ خود بادشاہ ہیں ہمارے خاندانوں کا بھی پوری طرح اعزاز کریں گے اور ہم پھر اپنی گم گشتہ عزت کو حاصل کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے آپ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں شروع کر دیں۔ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں حضرت بلالؓ آ گئے۔ تھوڑی دیر گزری تو حضرت خبابؓ آ گئے اور اس طرح یکے بعد دیگرے اول الایمان غلام آتے چلے گئے یعنی شروع میں جو ایمان لانے والے غلام تھے وہ سارے ایک کے بعد ایک کر کے چلے آئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ان رؤساء یا ان کے آباء کے غلام رہ چکے تھے۔ بہرحال رؤساء بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سارے آنے والے ان کے آباء واجداد کے غلام تھے جیسا کہ میں نے بتایا اور جب وہ غلام تھے تو اس وقت اپنی طاقت کے زمانے میں یہ لوگ ان پر شدید ترین ظلم کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ہر غلام کی آمد پر اس کا استقبال کیا۔ یعنی وہ جو غلام تھے، ماضی کے غلام اور آج کے معزز لوگ تھے ان کا معزز کے طور پر استقبال کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہر غلام کی آمد پر اس کا اس طرح استقبال کیا جیسے رؤساء ہوں اور رؤساء سے کہا کہ آپ ذرا پیچھے ہو جائیں۔ رؤساء مجلس میں آگے بیٹھے ہوتے تھے۔ جب یہ پرانے ایمان لانے والے آتے تھے تو آپ ان رؤساء کو جو مکہ کے رؤساء تھے کہتے ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ان کو آگے بیٹھنے دو حتّٰی کہ وہ نوجوان رؤساء جو حضرت عمرؓ سے ملنے آئے تھے وہ ہٹتے ہٹتے دروازے تک پہنچ گئے۔ اس زمانے میں کوئی بڑے بڑے ہال تو ہوتے نہیں تھے ایک چھوٹا سا کمرہ ہو گا اور چونکہ وہ سب

اس میں سما نہیں سکتے تھے اس لیے پیچھے ہٹتے ہٹتے رؤساء کو جوتیوں میں بیٹھنا پڑا۔ جب مکہ کے وہ رؤساء جوتیوں میں جا پہنچے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح ایک کے بعد ایک مسلمان غلام آیا اور اس کو آگے بٹھانے کے لیے ان لوگوں کو یا رؤساء کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا گیا تو ان کے دل کو سخت چوٹ لگی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بھی اس وقت کچھ ایسے سامان پیدا کر دیے کہ یکے بعد دیگرے کئی ایسے مسلمان آ گئے جو کسی زمانے میں کفار کے غلام رہ چکے تھے۔ اگر ایک بار ہی وہ رؤساء پیچھے ہٹتے تو ان کو احساس بھی نہ ہوتا مگر چونکہ بار بار ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اس لیے وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور اٹھ کر باہر چلے گئے۔ باہر نکل کر وہ ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے کہ دیکھو آج ہماری کیسی ذلّت اور رسوائی ہوئی ہے۔ ایک ایک غلام کے آنے پر ہم کو پیچھے ہٹایا گیا ہے یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں جا پہنچے۔ اس پر ان میں سے ایک نوجوان بولا اس میں کس کا قصور ہے؟ عمر کا ہے یا ہمارے باپ دادا کا ہے؟ اگر تم سوچو تو معلوم ہو گا کہ اس میں حضرت عمرؓ کا تو کوئی قصور نہیں۔ یہ ہمارے باپ دادا کا قصور تھا جس کی آج ہمیں سزا ملی کیونکہ خدا نے جب اپنا رسول مبعوث فرمایا تو ہمارے باپ دادا نے مخالفت کی مگر ان غلاموں نے اس کو قبول کیا اور ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کیا۔ اس لیے آج اگر ہمیں مجلس میں ذلیل ہونا پڑا ہے تو اس میں عمر کا کوئی قصور نہیں ہمارا اپنا قصور ہے۔ اس کی یہ بات سن کر دوسرے کہنے لگے کہ ہم نے یہ تو مان لیا کہ یہ ہمارے باپ دادا کے قصور کا نتیجہ ہے مگر کیا اس ذلّت کے داغ کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ بھی ہے یا کوئی نہیں؟ اس پر سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی۔ چلو حضرت عمرؓ سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ اس کا کیا علاج ہے۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے اس کو آپ بھی خوب جانتے ہیں اور ہم بھی خوب جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ معاف کرنا میں مجبور تھا کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں معزز تھے۔ شاید تمہارے غلام ہوں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ لوگ معزز تھے۔ اس لیے میرا بھی فرض تھا کہ میں ان کی عزت کرتا۔ انہوں نے کہا ہم جانتے ہیں۔ یہ ہمارے ہی قصور کا نتیجہ ہے لیکن آیا اس عار کو مٹانے کا بھی کوئی ذریعہ ہے؟ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تو اس زمانے میں آجکل جو ہم یہاں بیٹھے ہیں اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ آجکل اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ وہ لوگ جو مکہ کے رؤساء تھے انہیں مکہ میں کس قدر اثر و رسوخ حاصل تھا لیکن حضرت عمرؓ اُن کے خاندانی حالات کو بخوبی جانتے تھے۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے تھے اور مکہ میں بڑے ہوئے تھے۔ اس لیے حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان نوجوانوں کے باپ دادا کس قدر عزت رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ انہیں کس قدر رعب اور دبدبہ حاصل تھا۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت عمرؓ کے سامنے ایک ایک کر کے یہ تمام واقعات آ گئے اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اس وقت آپ غلبۂ رِقّت کی وجہ سے بول بھی نہ سکے صرف آپ نے ہاتھ اٹھایا اور شمال کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ شمال میں یعنی شام میں بعض اسلامی جنگیں ہو رہی ہیں۔ اگر تم ان جنگوں میں شامل ہو جاؤ تو ممکن ہے کہ اس کا کفارہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ وہاں سے اٹھے اور جلد ہی ان جنگوں میں شامل ہونے کے لیے چل پڑے۔ تاریخ بتاتی ہے

کہ وہ رئیس زادے جتنے تھے ان میں سے ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا سب اسی جگہ شہید ہو گئے اور اس طرح انہوں نے اپنے خاندانوں کے نام پر سے داغِ ذلت کو مٹا دیا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 11 صفحہ 97 تا 99)

بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ یرموک میں ان رؤساء نے قابل تعریف جرأت اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں نے خاص طور پر عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو تلاش کیا تو کیا دیکھا کہ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی ہیں ان میں ایک عکرمہؓ بھی تھے۔ ایک مسلمان سپاہی ان کے پاس آیا اور عکرمہؓ کی حالت دیکھی۔ بڑی خراب تھی۔ اس نے کہا: اے عکرمہؓ! میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ عکرمہؓ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت فضلؓ زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ عکرمہؓ نے اس مسلمان سے کہا کہ میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب میں آپ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا ایک نیا جذبہ ان میں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے پہلے انہیں یعنی حضرت فضل بن عباسؓ کو پانی پلا لو اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔ وہ مسلمان حضرت فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے پہلے اسے پانی پلاؤ۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کے پاس بھیج دیتا اور کوئی نہ پیتا۔ جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ وہ واپس دوسرے کی طرف آیا یہاں تک کہ عکرمہؓ تک پہنچا مگر وہ سب فوت ہو چکے تھے۔

(ماخوذ از ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 231-230)

دعوت الی اللہ کے لیے اور بعض بڑے بتوں کے انہدام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دستے مقرر فرمائے تھے۔ ان کو روانہ فرمایا۔ اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات کی طرف دستے بھیجے۔ بنیادی طور پر یہ جنگ و قتال کے لیے نہیں تھے۔ ان کا مقصد دعوت الی اللہ کا پیغام پہنچانا تھا اور بعض جگہوں پر نصب کیے ہوئے بتوں کو گرانا تھا جو توحید پر ایمان لانے میں ایک روک تھی۔ جس کا فرضی اور مصنوعی خوف لوگوں کے دلوں میں سمایا ہوا تھا اور ان کا یہ تصور خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لانے میں روک بنا ہوا تھا۔ اہل عرب کی اکثریت کے دلوں میں تین بتوں یا دیویوں کی بہت عظمت تھی۔ ان کے نام یہ ہیں لات، منات اور عُزّٰی۔

لات: یہ دیوی طائف میں تھی تمام عرب میں اس کی عظمت اور توقیر تھی۔ لوگ اس کا نام لے کر قسم کھایا کرتے تھے اور اس پر چڑھاوے چڑھایا کرتے تھے۔ عمرو بن لحیّ جو عربوں میں بت پرستی کا بانی سمجھا جاتا ہے اس نے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ موسم سرما میں طائف میں لات کے پاس اور گرمیوں کا موسم عُزّٰی کے پاس گزارتا ہے۔

منات: یہ عربوں کا قدیم ترین بت تھا۔ یہ سمندر کے کنارے قُدید میں مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ اہل عرب اس کی تعظیم کرتے اور اس پر قربانیاں کرتے تھے۔ اوس اور خزرج خاص طور پر اس کی اس قدر تعظیم

کرتے تھے کہ وہ منات کے نام پر احرام باندھتے تھے۔ اس کی عظمت و تعظیم کے پیش نظر صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرتے تھے۔ جب حج کرتے تو اپنے سروں کو نہ منڈواتے بلکہ واپسی پر منات کے پاس آتے اور یہاں سر منڈواتے، قیام کرتے اور اس کے بغیر اپنا حج مکمل نہ سمجھتے تھے۔

عُزّٰی: یہ قریش کا سب سے بڑا بت تھا جو نخلہ کے قریب نصب تھا۔ انہوں نے اس کے لیے ایک قربان گاہ بھی بنائی ہوئی تھی جس میں وہ اپنی قربانیاں کرتے تھے۔ اس کے نام پر اپنے لوگوں کے نام رکھتے اور اس کی قسم کھایا کرتے تھے۔ عَمرو بن لحیّ جو عربوں میں بت پرستی کا بانی سمجھا جاتا ہے اس نے لوگوں کے دلوں میں بتوں کے بارے میں جو غلط خیالات شدید طور پر پیدا کر دیے تھے اس سے لوگ ان بتوں سے بہت خوفزدہ بھی تھے اور بڑا احترام کرتے تھے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ مختلف موسم ان بتوں کے پاس گزارتا تھا۔ بہرحال اس طرح کے تصورات نے عُزّٰی دیوی کی عظمت اس قدر لوگوں میں پیدا کر دی کہ جس طرح کعبہ کی طرف ہدیہ اور نذرانے لائے جاتے تھے اسی طرح وہ عُزّٰی کی طرف لے جانے لگے۔ یہ وہی بت ہے کہ جنگ احد کے موقع پر ابوسفیان نے فتح کی خوشی میں اس کا نام لیتے ہوئے کہا تھا۔ إِنَّ لَنَا الْعُزّٰي وَلَا عُزّٰي لَكُمْ۔ کہ ہمارے لیے عُزّٰی ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں۔

یوں تو اہل عرب عموماً ان تینوں بتوں کی تعظیم کرتے تھے البتہ عُزّٰی قریش کے لیے مخصوص تھا۔ لات بنو ثقیف اور منات اوس اور خزرج کے لیے خاص تھا۔ اہل عرب کے تصور کے مطابق یہ تینوں مؤنث تھے یعنی دیویاں تھیں۔ (اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 203-202، 207 دار السلام)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 1 صفحہ 346 دار السلام)(تصورات عرب قبل از اسلام از عبید اللہ قدسی صفحہ 52 تا 55)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 77 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(صحیح البخاری کتاب الجھاد باب ما یکرہ من التنازع ... حدیث 3039)

قرآن کریم نے ان تینوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى۔ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى۔ (النجم: 20 تا 24)

تم بھی ذرا لات اور عُزّٰی کا حال سناؤ۔ کیا ان کی بھی یہی شان ہے اور تیسرے منات کا بھی جو ان کے علاوہ ہے۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور خدا کے لیے لڑکیاں۔ یہ تو نہایت ہی ناقص تقسیم ہے۔ یہ تو کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں ورنہ ان میں حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اللہ نے ان بتوں کے لیے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ وہ صرف ایک وہم کی اور خواہش نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے مگر پھر بھی نہیں سمجھتے۔

بہرحال جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ فتح مکہ کے فوراً بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے ان ٹھکانوں کو مسمار کرنے کا ارشاد فرمایا تا کہ لوگوں کے دلوں سے ان کے فرضی خوف اور عظمت کا خیال جاتا رہے اور یہ پُرحکمت فیصلہ بہت بابرکت ثابت ہوا کیونکہ ان کے انہدام سے لوگوں کے دلوں میں ان کا جھوٹا خوف اور رعب جاتا رہا اور ان کو یقین ہونے لگا کہ اس خدائے واحد و یگانہ کا تصور ہی صحیح ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔

ان بتوں کو کس طرح گرایا گیا کس طرح یہ جگہیں مسمار کی گئیں اور اس کا پھر ردّ عمل کیا ہوا۔ ابتدا میں کوئی مخالفت ہوئی کہ نہیں، اس کے کچھ تھوڑے سے واقعات جو ہیں یہ ان شاء اللہ آئندہ آگے بیان کروں گا۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جن میں سے ایک ہیں **مکرم چودھری عبدالغفور صاحب** ابن چودھری غلام قادر صاحب جو جام شورو حیدرآباد کے ہیں۔ گذشتہ دنوں بانوے سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ زمیندار خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ بڈھا کوٹ سے 1900ء کے اوائل میں کوٹ احمدیاں شفٹ ہوئے۔ آپ کے والد نے سلسلہ اور خلافت سے محبت کے باعث آپ کو اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم کے لیے 1942ء میں قادیان بھجوایا جہاں چودھری صاحب نے ہجرت پاکستان تک تعلیم حاصل کی اور وہاں بزرگان اور صحابہ کی نیک صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ یہاں آنے کے بعد پھر بقیہ تعلیم چودھری غفور صاحب نے چنیوٹ اور ربوہ میں حاصل کی۔ پھر بعد میں کراچی سے مکینیکل انجنیئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور 1993ء میں ان کی ریٹائرمنٹ ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے زندگی وقف کی۔ یوگنڈا میں دو سال تک ایک پراجیکٹ پر خدمت کی توفیق پائی۔ احمدیت کے بڑے دلیر سپوت تھے۔ خدمت خلق کرنے والے، بہت وسیع القلب تھے۔ بلا امتیاز سب کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشاں رہتے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے۔ قائد علاقہ رہے ہیں۔ انصار اللہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔ لمبا عرصہ تک سیکرٹری امور عامہ حیدر آباد بھی رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو امیر ضلع نوابشاہ اور نوشہرو فیروز مقرر فرمایا تھا جس کی ذمہ داری آپ نے بڑی محنت سے ادا کی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔

ان کی ایک بیٹی حمیرہ صاحبہ کہتی ہیں کہ خدمت خلق کو یہ اپنا بینک بیلنس کہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ یقین رکھتے تھے۔ بے شمار احمدی اور غیر احمدی ایسے ہیں کہ آپ کے ذریعہ ان کی حاجات پوری ہوئیں۔ بلا امتیاز مسافروں، مریضوں، لاچاروں کی مالی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور بڑی بڑی رقمیں بھی دے دیا کرتے تھے۔ سلسلہ کی خاطر مالی قربانی کا جذبہ بھی غالب تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے صد سالہ جوبلی منانے کے لیے مالی تحریک فرمائی تو فوراً لبیک کہتے ہوئے اگلے روز ہی ربوہ میں اپنے مکان کو فروخت کر کے اس کی ساری رقم اس مدّ میں دے دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خلافت کے بعد 1966ء میں جب سندھ کا دورہ کیا تو حیدرآباد سے ان کے گھر کوٹ احمدیاں میں بھی گئے۔ 1981ء میں قصرِ خلافت کی ربوہ میں جب تعمیر ہو رہی تھی اور اس وقت ان کو حکومت کی طرف سے کسی پراجیکٹ کے لیے افریقہ بھیجا جا رہا تھا اور وہ ان کے لیے بڑا اچھا موقع تھا۔ جب یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں مشورے کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ وہاں نہیں جانا۔ اس کو چھوڑو، یہاں میرا قصر خلافت بن رہا ہے اس کی چھتیں وغیرہ پڑ رہی ہیں اس کی نگرانی کرو۔ چنانچہ اگلے روز ہی انہوں نے کام سنبھال لیا اور وہیں رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی پھر ان کو نوازا۔ اس کے بعد جب وہ وہاں رخصت کو پورا کر کے واپس گئے تو گورنمنٹ کی طرف سے وہی کنٹریکٹ ان کو دوبارہ مل گیا اور کہتے تھے یہ محض خلافت کی برکت سے ہوا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور رابعؒ سے بھی بڑا تعلق تھا۔ وہ بھی ان کے ہاں آتے تھے۔ گھر میں بھی

رہے۔ اسی طرح جب میں وہاں پاکستان میں تھا تو مجھے بھی ان کے گھر جانے کا موقع ملا اور ان کے گھر ٹھہرنے کا بھی موقع ملا۔ بڑی مہمان نوازی کرنے والے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ تو مجھے رات کے وقت سفر کرنا پڑا۔ سندھ میں حالات بھی ٹھیک نہیں تھے تو انہوں نے کہا مَیں تمہیں رات کو لے کر جاؤں گا، بارش بھی ہو رہی تھی۔ طوفانی بارش تھی۔ سڑکیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن بہر حال یہ لے گئے۔ ہم رات کو منزل پہ پہنچے جہاں میں نے پہنچنا تھا۔ اس کے بعد میں نے انہیں کہا آپ رات یہیں گزاریں۔ صبح چلے جائیں۔ اکیلے نہ جائیں تو کہتے ہیں نہیں۔ اور اسی وقت اپنی گاڑی میں بیٹھے اور رات کو ہی روانہ ہو گئے۔ بڑے دلیر اور بہادر انسان تھے۔

اسیر انِ راہ مولیٰ کے لیے بھی آپ کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ جیلوں میں جا کے انتظامیہ سے رابطہ کر کے ان کے لیے سہولیات کا انتظام کیا کرتے تھے۔

انسانیت کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر ان میں بھرا ہوا تھا۔ عزیز رشتہ داروں کا، غریبوں محتاجوں کا خیال رکھتے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں بڑی خدمت کرتے۔ نظام خلافت سے گہری محبت رکھتے تھے۔ خلیفہ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والے تھے اور ان کی روزانہ کی گفتگو کا حصہ ہی خلافت ہوتی تھی۔ ان کے جو غیر احمدی ملنے والے ہیں وہ بھی ان کی نیکیوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ان پر بھی انہوں نے ایک اچھا اثر، نیک اثر چھوڑا ہوا تھا۔ حلقہ احباب ان کا بہت وسیع تھا اور ہر جگہ ایک احمدی کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ گورنمنٹ کے افسران، سندھ کے جتنے بڑے بڑے سیاسی خاندان تھے ان سے ان کے اچھے تعلقات تھے اور ان کو اکثر وہ جماعت کا چھپا ہوا قرآن کریم پیش کیا کرتے تھے اور کھل کر جماعت کا تعارف کراتے بلکہ ممکن ہوتا تو ان کو ربوہ بھی لے کر آتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر **مکرم محمد علی صاحب** چک 275 کرتار پور فیصل آباد کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں ستر سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے بھی تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے ان کے لوساکا زیمبیا میں مبلغ سلسلہ ہیں جو آجکل یہاں جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے والد کے جنازہ میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔

یہی طاہر احمد سیفی صاحب (مبلغ سلسلہ) کہتے ہیں کہ والد صاحب کے خاندان میں احمدیت کا آغاز خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام میں ہوا جب آپ کے دادا موسیٰ صاحب نے احمدیت قبول کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خوش مزاج، خاموش طبع، ملنسار، خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار، خندہ پیشانی سے پیش آنے والے نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت سے بے انتہا عشق تھا۔ ہر کام کے لیے پہلے خلیفہ وقت کو خط لکھ کر دعا کے لیے کہتے۔ جماعتی اور دینی امور میں خاموشی سے حصہ لیتے اور جہاں تک ممکن ہوتا حتی الوسع اپنی حیثیت کے مطابق مالی قربانی میں بھی حصہ لیتے۔ جب ایم ٹی اے کا آغاز ہوا ہے اس وقت ان کے گھر ٹی وی نہیں تھا تو ایم ٹی اے کا آغاز ہوتے ہی فوری طور پر ٹی وی گھر میں لے آئے کہ خلیفہ وقت کی آواز کو براہِ راست سننا ہے۔ کہتے ہیں مجھے نہیں یاد پڑتا کہ خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی ایسی تحریک ہو جس میں والد صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو۔ غیروں سے بھی ان کا بڑا شفقت کا سلوک تھا۔

فیکٹری میں جہاں یہ ملازمت کرتے تھے وہاں بہت سارے غیر احمدیوں کو انہوں نے فیکٹری میں ملازمت دلوائی لیکن جیسا کہ عادت ہے غیر احمدیوں کی بعضوں کا اتنا ظرف نہیں ہوتا تو اس کے باوجود کہ انہوں نے ان سے نیکی کی انہوں نے لوگوں کی باتوں میں آکر مالکان سے شکایت کی اور زور دیا کہ ان کو نوکری سے نکالا جائے۔ بہرحال ان کو نوکری سے نکال دیا گیا لیکن انہوں نے کوئی شور شرابہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی فریاد کی اور کچھ عرصہ بعد فیکٹری کے مالک نے دوبارہ ان کو بلایا اور وہیں اسی پوزیشن پہ دوبارہ ان کو بحال کر دیا لیکن جنہوں نے ایسا سلوک کیا تھا انہوں نے ان سے بدتہذیبی کا نہیں بلکہ ان سے بھی نیک سلوک کیا اور ان کے پھر بھی کام کرتے رہے۔ کہتے ہیں تبلیغ سے زیادہ ان کا حسن سلوک تھا جس کی وجہ سے فیصل آباد شہر کے آٹھ افراد نے احمدیت قبول کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29/ اگست 2025ء جلد 32 شمارہ 205 صفحہ 02 تا 06)

33

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 15 / اگست 2025ء بمطابق 15 / ظہور 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ جمعہ مَیں نے تین بڑے بتوں کو مسمار کرنے کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کی مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ **ایک سریہ حضرت سعد بن زید اَشْھَلیؓ کا تھا** جو رمضان آٹھ ہجری میں مَناۃ کی طرف بھیجا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس رمضان کو حضرت سعد بن زیدؓ کو مناۃ بت کے انہدام کے لیے بھیجا تھا۔ اسے بحیرہ احمر کے ساحل پر قُدید کے قریب مُشَلَّلْ کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو سریہ مُشَلَّلْ بھی کہا جاتا ہے۔ (شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 491-490 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب التفسیر، باب ومناۃ الثالثۃ الاخری حدیث 4861)

(من معارک الإسلام الفاصلۃ از باشمیل جلد 9 صفحہ 12 المکتبۃ الشاملۃ)

حضرت سعد بن زید اَشْھَلیؓ بیس سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک مجاور بھی تھا۔ مجاور نے حضرت سعدؓ سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مَناۃ کا گرانا۔ اس نے کہا کہ تم اور یہ کام؟ یعنی یہ ناممکن ہے کہ یہ تمہارے سے ہو سکے۔ حضرت سعدؓ اس بت کی طرف بڑھے۔ پتہ نہیں حقیقت ہے یا بعض دفعہ رنگ دینے کے لیے بیان کر دیتے ہیں۔ بہرحال راوی نے بیان کیا ہے کہ اس وقت ایک برہنہ سیاہ رنگ اور پراگندہ بالوں والی عورت کمرے سے باہر نکلی اور مجاور نے اپنے بت کو کہا کہ اے مناۃ! اپنا غضب بھیج۔ کہتے ہیں حضرت سعد بن اَشْھَلیؓ نے اسے یعنی اس مجاور کو قتل کر دیا۔ اگر یہ قتل کی روایت صحیح ہے تو ممکن ہے مجاور نے مقابلہ کی کوشش کی ہو اور مقابلہ میں مارا گیا۔ صرف بددعا دینے پر قتل کرنا یہ تو اسلامی تعلیم ہی نہیں ہے۔ صحیح بھی نہیں لگتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی ہدایات کے بھی خلاف ہے۔ بہرحال پھر آپ اور آپ کے ساتھی بت کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے توڑ دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(الطبقات الکبری جلد 2 صفحہ 112-111 سریۃ سعد بن زید الاشھلی الی مناۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 491-490 باب ھدم مناۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناۃ کی طرف ابوسفیان بن حرب کو روانہ کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کام حضرت علیؓ نے کیا تھا۔ البتہ واقدی اور ابن سعد کی رائے کے مطابق حضرت سعد بن زیدؓ نے اس کو مسمار کیا تھا۔

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 208 دار السلام)

اور باقی روایت بھی اگر واقدی کی ہے تو ہو سکتا ہے اس نے بعض باتیں زائد بھی کر دی ہوں۔

سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف نخلہ

یہ پچیس رمضان 8ر ہجری / جنوری 629ء میں ہوا۔ پچیس رمضان المبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس افراد پر مشتمل ایک دستہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں نخلہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہاں قریش کا معروف بت جس کا نام عُزّٰی تھا اس کو گرا دیا جائے۔ نخلہ وادی مکہ کے مشرق کی جانب ایک دن کی مسافت پر مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔

یہ نخلہ کے مقام پر ایک گھر تھا جس کے نگران و نگہبان بنو شیبان تھے۔ یہ بنو ہاشم کے حلیف تھے۔ یہاں عُزّٰی قریش کا سب سے بڑا بت تھا۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ اس کا گھر تین کیکر کے درختوں پر مشتمل تھا۔ یعنی ارد گرد اس کے کیکر کے درخت لگے ہوئے تھے، بیچ میں گھر تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب عُزّٰی کے مجاور کو حضرت خالدؓ کی آمد کا علم ہوا تو وہ بت پر تلوار لٹکا کر خود پہاڑ پر چڑھ گیا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے عُزّٰی! خالد پر ایسا شدید حملہ کر جو کچھ بھی باقی نہ چھوڑے۔ جنگی نقاب پہن اور آستین چڑھا۔ اے عُزّٰی! اگر تم اس شخص خالد کو قتل نہ بھی کرو تو اسے جلد واقع ہونے والے گناہ کا مستحق بناؤ یا اس سے اس کا انتقام لو۔ حضرت خالدؓ نے نخلہ پہنچتے ہی کیکر کے درختوں کو کاٹا اور اس گھر کو مسمار کیا جس میں عُزّٰی بت تھا۔ پھر واپس مکہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رپورٹ پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نے وہاں کوئی خاص چیز دیکھی تھی۔ حضرت خالدؓ نے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تو تم نے عُزّٰی کو ختم نہیں کیا۔ واپس جاؤ اور اس کا قلع قمع کر کے آؤ۔ اس حکم کے سنتے ہی حضرت خالدؓ تعمیلِ حکم کے لیے فوراً پلٹے۔ جب نگرانوں نے دوبارہ حضرت خالدؓ کو دیکھا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اے عُزّٰی! انہیں ہلاک کر دے۔ اس بت خانے میں سے ایک بکھرے بالوں والی سیاہ رنگ (یہاں بھی انہوں نے عورتیں رکھی ہوں گی) وہ نکلی اور حضرت خالدؓ اس وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ وہ شعر عربی میں یہ تھا۔

يَا عُزَّ كُفْرَانَكَ لَا سُبْحَانَكْ

إِنِّي رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَكْ

اے عُزّٰی! میں تیرا انکار کرتا ہوں۔ تیری پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ نے تجھے رسوا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے واپس پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ روئیداد پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نَعَمْ، تِلْكَ الْعُزّٰى، وَ قَدْ يَئِسَتْ أَنْ تُعْبَدَ بِبِلَادِكُمْ أَبَدًا۔ ہاں یہ وہ عُزّٰی ہے جو مایوس ہو گئی ہے کہ تمہارے شہروں میں اس کی اب کوئی بھی پرستش نہ ہو گی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 761-760 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 299 زوار اکیڈمی کراچی)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 487 تا 489 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 203 تا 207 دار السلام)

پھر **سریہ حضرت عمرو بن عاصؓ بطرف سُوَاع** کا ذکر ہے۔ یہ بھی رمضان آٹھ ہجری میں ہوا۔ عُزّٰی بت کے انہدام کی مہم کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو سُوَاع بت کے قلع قمع

کی خاطر بھجوایا۔ آپؓ کے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے مگر ان کی تعداد مذکور نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد سریة عمرو بن العاص الی سُواع، جلد 2 صفحہ 111 دار الکتب العلمیة بیروت)

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة جلد 3 صفحہ 490 دار الکتب العلمیة بیروت)

سُوَاع مدینہ سے مغربی جانب ساحل سمندر پر رُھاط میں بنی ھُذَیل کا بت تھا اور یہ جگہ مکہ سے تین میل کی مسافت پر تھی۔ اس بت کی شکل ایک عورت کی تھی اور لوگ اس کی تعظیم کے ساتھ ساتھ اس کا طواف بھی کرتے تھے۔ اس کے مجاور بَنُو لَحْیان تھے جو ھُذَیل ہی کی ایک شاخ ہے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 136 زوار اکیڈمی کراچی)

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة جلد 3 صفحہ 490 دار الکتب العلمیة بیروت)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 210 دار السلام)

قرآن کریم میں کچھ بتوں کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے اس میں اس بت کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ سورت نوح میں آتا ہے: وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (نوح:24) اور انہوں نے کہا ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ وَدّ کو چھوڑو اور نہ سُوَاع کو اور نہ ہی یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ **وہ بت جو کہ قومِ نوح میں تھے وہ بعد میں عربوں میں آ گئے** اور وَدّ جو بت تھا وہ کَلب قبیلہ کا تھا جو دُومۃ الجندل میں آباد تھا اور جو سُوَاع تھا وہ ھُذیل قبیلہ کا تھا اور یَغُوث مُراد قبیلے کا تھا۔ پھر وہ بنو غُطَیْف کا ہو گیا جو سَبَا شہر کے پاس جُرُف میں رہتا تھا اور جو یَعُوق تھا وہ ہمدان قبیلے کا تھا اور جو نسر تھا وہ حِمْیَر کا تھا جو ذِی الْکَلَاع کی اولاد تھی۔ دراصل یہ سب ان چند نیک آدمیوں کے نام ہیں جو حضرت نوحؑ کی قوم میں سے تھے۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ ڈالا کہ ان جگہوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے بت کھڑے کر دو اور ان کے ناموں پر ان کے نام رکھو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان آدمیوں کو نہیں پوجا جاتا تھا مگر جب وہ ہلاک ہو گئے اور اصل معلومات نہ رہیں تو ان بتوں کو پوجنا شروع کر دیا یا ان کے نمونے بنا کے، ان کے نام بنا کے پوجنا شروع کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وَدًّا وَلَا سُوَاعًا... حدیث 4920، مترجم حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، جلد 12، صفحہ 294-293)

حضرت عمرو بن عاصؓ جب رُھاط کے مقام پر سُوَاع کے پاس پہنچے تو وہاں انہیں اس کا مجاور ملا۔ آپؓ نے اسے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس بت کو توڑنے کے لیے آئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تم اسے توڑنے پر ہرگز قادر نہیں ہو گے۔ آپؓ نے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ تم بہرحال روک دیے جاؤ گے۔ آپؓ نے کہا تم پر افسوس۔ کیا یہ سن سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے؟ پھر آپؓ نے آگے بڑھ کر اسے توڑ دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اس کو ٹھڑی کو بھی مسمار کر دیں جو اس کے ساتھ بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے بھی مسمار کر دیا۔ پھر آپؓ نے اس مجاور سے پوچھا اب بتاؤ؟ اس نے اپنے معبود کا یہ حال دیکھا تو فوراً بول اٹھا۔ میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں اور اسلام قبول کرتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 111 باب سریہ عمرو بن العاص الی سُواع دار احیاء التراث العربی بیروت)

(شرح العلامة الزرقانی جلد 3 صفحہ 490 باب ھدم مناۃ دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 210 دار السلام)

اس حوالے سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ پہلے مجاور کو یا کسی کو قتل کرنے کا جو قصہ بیان ہوا ہے وہ بہر حال محل نظر ہے۔

سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف بنو جَذِیمہ

یہ بھی شوال 8 ہجری کا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت خالد بن ولیدؓ عُزّیٰ بت کو گرا کر واپس تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو جَذِیمہ کی طرف بھیجا۔ یہ قبیلہ بنو کنانہ کی شاخ تھا جو مکہ کے قریب یَلَمْلَمْ کی جانب آباد تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو فرمایا: اس قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ان سے جنگ نہیں کرنی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصولی ارشاد ہمیشہ سے تھا اور یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جنگ نہیں کرنی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ مہاجرین و انصار اور بنو سُلیم کے تین سو پچاس آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 112 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب حضرت خالدؓ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں جیسا کہ حملہ آور ہوں۔ حضرت خالدؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ ہتھیار رکھ دو۔ لوگ تو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ خالد کی یہ بات سن کر ان میں سے ایک شخص جَحْدَم نام کا کھڑا ہوا اور اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے بنو جَذِیمہ! ہتھیار نہ رکھنا۔ یہ خالد ہے۔ ہتھیار رکھنے کے بعد تم لوگوں کو گرفتاری اور موت کا سامنا کرنا ہو گا اس لیے میں تو ہتھیار نہیں رکھوں گا۔ اس پر باقی لوگوں نے جَحْدَم کو سمجھایا کہ کیوں تم ہمارا خون کروانے پر تلے ہوئے ہو۔ ہتھیار رکھ دو۔ اور لوگ اس کو سمجھاتے رہے یہاں تک کہ اس سے ہتھیار لے لیے۔ ہتھیار پھینک دینے کے بعد ان لوگوں کو قید کر لیا گیا۔ یہ بھی روایت میں ہے۔ اور ہر مسلمان کو ایک ایک دو دو قیدی دیے گئے اور رات بھر یہ قید میں رہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 755 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 215 دار السلام)

شاید اس لیے قید کیا کہ انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے اور ان کی نیت کا پتہ نہیں تھا۔ بہر حال ایک روایت کے مطابق جب حضرت خالدؓ وہاں پہنچے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے یہ کہنا شروع کیا کہ صَبَأْنَا صَبَأْنَا کہ ہم نے دین چھوڑ دیا۔ ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت خالدؓ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ تو مسلمان نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب بعث النبیؐ خالد بن الولید ... روایت 4339)

یہ تاویل پیش کی جاتی ہے۔

ابن سعد نے بیان کیا کہ جب خالدؓ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم کس دین پر ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں، نماز پڑھتے ہیں وغیرہ۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ پھر تم نے ہتھیار کیوں اٹھا رکھے ہیں؟ وہ بولے کہ ہمارے اور عرب کی ایک قوم کے درمیان دشمنی چلی آ رہی ہے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ وہی دشمن قوم ہے اس لیے ہتھیار پکڑ لیے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 112 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اگر اس کی کوئی توجیہ دینی بھی ہے تو اس کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ محتاط ہو گئے اور ان کے دل میں ان کے متعلق کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ بہر حال روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیدی نماز بھی پڑھتے تھے اور مسلمان بھی دکھائی دیتے تھے لیکن عین ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے کچھ قیدی ایسے ہوں گے جیسے خود جَحْدَم اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے جو سرکشی کا مظاہرہ کرنے والے تھے اور حضرت خالدؓ ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہو رہے تھے اور کچھ صَبَأْنَا صَبَأْنَا کہنے نے حضرت خالدؓ کو چوکنا کر دیا۔ اس لیے انہوں نے ایک رات کے آخری پہر میں یہ فتویٰ دے دیا کہ ان قیدیوں کو قتل کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس پر کچھ مسلمانوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا لیکن مہاجرین اور انصار کے گروہ نے جو پرانے مسلمان تھے انہوں نے خالدؓ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا اور اپنے قیدیوں کو قتل نہیں کیا۔ انصار کے سردار ابو اُسَید ساعدی حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ یہ مسلمان ہیں۔ ان کو قتل کرنا درست نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ نے بھی حضرت خالدؓ کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو اپنے اپنے قیدی قتل کرنے سے منع کیا۔ ان رہا ہونے والے قیدیوں میں سے ایک قیدی نے مدینہ پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صورتحال بیان کی تو آپ نے پوچھا کہ کسی نے خالد کی بات سے اختلاف نہیں کیا یا روکا نہیں؟ اس نے بتایا کہ ایک سفید رنگت والا درمیانی قد کا شخص تھا اور ایک لمبے قد کا شخص تھا اور ان دونوں نے خالد سے بات کی تھی اور ایک نے ذرا تیز لہجے میں بات کی تھی۔ حضرت عمرؓ اس وقت مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ایک تو میرا بیٹا عبد اللہ تھا یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ لمبے قد کے اور دوسرا سالم مولیٰ ابو حذیفہ تھا۔

(ماخوذ از اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 215 تا 217 دار السلام)

(ما خوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 756 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس سارے واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خالد کو انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے تو صرف انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے کا کہا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دو مرتبہ خدا کے حضور عرض کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِد کہ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اسی طرح آپؐ نے خالد بن ولید سے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ کیوں اتنی جلد بازی سے کام لیا گیا۔ اچھی طرح تحقیق کرنی چاہیے تھی۔ (ماخوذ از اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 217 دار السلام)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث النبیؐ خالد... حدیث: 4339)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بنو جَذِیمہ کی طرف ان کے مقتولین کی دیت ادا کرنے اور سارے معاملے کی تحقیق کرنے کے لیے بھیجا۔ **حضرت علیؓ نے وہاں جا کر تمام مقتولین کے ورثاء کو خون بہا ادا کیا** اور ان کے جو اموال مسلمانوں نے لیے تھے وہ سب انہیں واپس دیے یہاں تک کہ لکڑی کا وہ برتن بھی واپس کیا جس میں کتا پانی پیتا تھا۔ سب کو دیت وغیرہ کی رقوم دینے کے بعد حضرت علیؓ کے پاس کچھ مال بچ گیا تو آپ نے بنو جذیمہ کے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص رہ گیا ہو جس کے کسی نقصان کا ازالہ نہ ہوا ہو۔ سب

نے کہا کہ نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے اس پر بچا ہوا مال بھی انہی لوگوں کو دے دیا اور کہا کہ میں یہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور احتیاط دے رہا ہوں تا کہ اس ممکنہ نقصان کا بھی ازالہ ہو جائے جسے نہ اللہ کا رسول جانتا ہے اور نہ تم جانتے ہو۔ حضرت علیؓ واپس تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ساری رپورٹ پیش کی اور یہ بھی بتایا کہ ان کی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کو لوٹا دی گئی ہے اور باقی بچا ہوا مال بھی ان کو دے دیا ہے تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا: أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ۔ تو نے بالکل ٹھیک کیا اور بہت اچھا کیا۔ اس واقعہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب بھی دیکھا تھا جس کا سیرت ابن ہشام میں ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے حَیس جو کھجور، پنیر اور گھی سے ملا ہوا ایک کھانا ہے۔ اس کا ایک لقمہ لیا تو مجھے اس کا ذائقہ لذیذ لگا لیکن جب میں نے اس کو نگلا تو اس کا کچھ حصہ میرے حلق میں پھنس گیا۔ پھر علیؓ نے ہاتھ ڈال کر اس کو نکالا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کے بھیجے ہوئے سرایا میں سے ایک سریہ ہے جسے آپؐ روانہ کریں گے۔ اس کی کچھ چیزیں تو آپ کو پسند آئیں گی اور کچھ قابل اعتراض ہوں گی۔ پھر آپ علیؓ کو روانہ کریں گے اور وہ اس میں آسانی کر دیں گے یعنی معاملہ کو درست کر دیں گے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 756 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح مسلم مترجم از وحید الزمان جلد 3 صفحہ 152)

چنانچہ اس سریہ کے واقعہ سے یہ خواب پورا ہو گیا۔ بخاری کے شارح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو جماعت کے معروف بزرگ بھی ہیں۔ انہوں نے بخاری کی شرح لکھی ہے۔ اس سارے واقعہ **اور روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں** کہ طبقات ابن سعد اور سیرت ابن ہشام دونوں میں اس مہم کا ذکر ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں کچھ دستے بھیجے تا کہ متعدد قبائل کی طرف سے ان کی اسلام کی طرف رغبت معلوم کی جائے۔ یہ نہیں کہ زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو جَذِیْمَہ کی طرف بھجوانا بھی اسی غرض سے تھا۔ طبقات ابن سعد میں اس امر کی ان الفاظ سے صراحت ہے کہ بَعَثَهٗ اِلٰی بَنِیْ جَذِیْمَة دَاعِیًا اِلَی الْاِسْلَامِ وَلَمْ یَبْعَثْهُ مُقَاتِلًا کہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کو شوال آٹھ ہجری میں بنو کِنَانہ کے قبیلہ بنو جذیمہ کے پاس بھیجا جو مکہ کے قریب یَلَمْلَم کے اطراف میں آباد تھا اور انہیں وہاں لڑنے کے لیے نہیں بلکہ دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا تھا۔ یہ قبیلہ اسلام کی طرف راغب تھا۔ اس مہم کا نام یوم الغُمَیْصَاء بھی ہے۔ غُمَیصَاء سے مراد چشمہ سے نکلنے والا پانی ہے۔ مکہ مکرمہ کے قریب بادیہ میں یہ ایک مقام تھا جہاں بنو جذیمہ رہتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جو اس روایت کے راوی ہیں اس مہم میں موجود تھے۔ ان کے بیان میں اختصار ہے۔ ابن اسحاق نے واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو جذیمہ کے ایک مخصوص حصے نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور اکثر مسلمان ہو چکے تھے۔ منکرین اسلام مسلح ہو کر لڑنے لگے جس کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا مقابلہ کیا اور شکست ہونے پر وہ قید کیے گئے۔ ان میں سے بعض اپنے آپ کو نرغے میں دیکھ کر صَبَأْنَا صَبَأْنَا کے الفاظ سے اپنے اسلام کا

اظہار کرنے لگے۔ صَبَأْنَا کے معنی ہیں ہم صابی ہو گئے یعنی اپنا دین تبدیل کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں لفظ صابی سے طنزاً پکارے جاتے تھے اور لوگوں کو اس لفظ سے نفرت دلائی جاتی تھی کہ انہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے۔ بہر حال لڑنے والوں نے واضح طور پر اور انشراح سے اسلام قبول کرنے کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ وہ صَبَأْنَا کا لفظ استعمال کرنے لگے۔ اس فقرے سے وہ اپنے آپ کو لڑائی میں قتل سے بچا نہ سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پیغام پر اپنے قیدی قتل نہیں کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا جس پر آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور حضرت خالد بن ولیدؓ سے بیزاری اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ابن اسحاق اور ابن سعد کے بیان میں ہے کہ مجاہدین میں بنو سُلیم اور مُدلج قبیلے کے جنگجو بھی شامل تھے جو بنو جذیمہ کی طرح بنو کِنانہ کی ایک شاخ تھے اور جذیمہ کو اس سے پہلے کسی جنگ میں نقصان پہنچا چکے تھے۔ جب بنو جذیمہ نے بنو سُلیم اور مُدلج کو مجاہدین اسلام کے لشکر کے ساتھ دیکھا تو وہ ان سے مقابلہ کرنے کے لیے مسلح ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا کہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو یہ لڑائی کس لیے؟ ہتھیار ڈال دو۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جَحدم نامی سردار نے انہیں مشورہ دیا کہ ہتھیار نہ ڈالنا ورنہ قتل و قید ہو گے۔ قوم کے بعض لوگوں نے اسے روکا اور کہا کہ خونریزی کیوں کراتے ہو۔ لوگ تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ ان قبائل بنی کنانہ کے درمیان بعض خونریزیوں کے انتقام کا سوال بھی تھا جس کی وجہ سے بعض لڑے اور مارے اور قید کیے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنو سُلَیم کے جنگجو لوگوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے فتویٰ پر اپنے بعض قیدی کسی دیرینہ انتقام میں قتل کر دیے اور ان کے اظہار اسلام کو نفاق پر محمول کیا لیکن مہاجرین اور انصار نے خالد کا یہ فتویٰ قبول نہیں کیا اور اپنے قیدی مذکورہ بالا الفاظ سے اظہارِ اسلام پر آزاد کر دیے۔ انہوں نے قتل کرنے کی بجائے انہیں آزاد کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ واضح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیان مندرجہ روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اسیروں کے قتل کرنے کے متعلق حضرت خالد بن ولیدؓ کا حکم نہ تھا بلکہ ایک فتویٰ تھا جس سے صحابہ کرامؓ کی اکثریت نے اتفاق نہیں کیا۔ اگر حکم ہوتا تو سب اس کو مانتے اور کوئی اس سے اختلاف نہ کرتا لیکن فتویٰ دینے میں حضرت خالدؓ سے بعض وجوہ سے غلطی ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلافی کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا جنہوں نے جا کر ایک ایک بچے کا خون بہا ادا کیا یہاں تک کہ جن کے کتے بھی مارے گئے تھے ان کے کتوں کا بھی خون بہا دیا گیا۔ سیرت ابن ہشام میں یہ لکھا ہے اور علاوہ واجبی دیت کے ان کو مزید رقم بھی دی۔ امام باقرؒ نے بھی حضرت علیؓ کے ذریعہ تلافی نقصان کرنے کا ذکر کیا ہے کہ حضرت خالدؓ لڑائی میں انہیں قتل اور قید کرنے لگے۔ اس سے مراد یہ نہیں تھی کہ ہتھیار ڈالنے پر بھی انہیں قتل کرنے لگے۔ ابن سعد نے اس تعلق میں جو روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک روایت بحوالہ ابن اسحاق حضرت ابنِ ابی حَدْرَدْ اسلمیؓ کی ہے وہ اس رسالے میں، اس فوج میں موجود تھے۔ ابن سعد کے بیان سے ظاہر ہے کہ بعض نے لڑائی کی اور یہ ذکر بھی ہے کہ بنو جذیمہ کو مسلح دیکھ کر حضرت خالدؓ نے ان سے دریافت کیا۔ مَا بَالُ السِّلَاحِ عَلَيْكُمْ ؟ کیا بات ہے تم ہتھیار اٹھائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان اور بعض عرب قبائل کے درمیان پرانی دشمنی ہے سو ہم اس بات سے

ڈرے کہ تم وہی لوگ ہو اس لیے ہم ہتھیار بند ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے انہیں قید کرنے کے لیے حکم دیا۔ ان کے بازو جکڑے گئے اور انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

امام ابن حجر نے یہ حوالہ نقل کر کے لکھا ہے کہ لڑنے والوں نے لڑائی کے بعد اپنے آپ کو سپرد کیا۔ امام بخاری کی روایت میں اختصار ہے اور کتاب مغازی کی روایت میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں بھی واضح ارتباط نہیں ہے البتہ اس سے مجملاً معلوم ہوتا ہے کہ جو جھڑپ اس تبلیغی مہم کے دوران ہوئی ہے اس میں زمانہ جاہلیت کی کسی خونریزی کا دخل ضرور تھا۔ محض لفظ صَبَأْنَا سے متعلق اختلاف رائے پر بعض قیدیوں کو قتل کیا جانا بعید از عقل ہے خصوصاً جب مہاجرین و انصار برملا فتویٰ مذکورہ بالا کے خلاف تھے۔ خطابی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فقرے سے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ ظاہر ہے کہ آپؐ نے فیصلہ میں حضرت خالدؓ کی جلد بازی اور لفظ صَبَأْنَا سے متعلق عدم تحقیق کو برا منایا۔ حضرت خالدؓ کا فرض تھا کہ وہ پوری طرح معلوم کر لیتے کہ لفظ صَبَأْنَا کہنے والوں کی اس سے کیا مراد ہے۔

امام باقر کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جائیں اور جاہلیت کی بات اپنے قدموں میں مسل دیں۔ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے ایک ایک کی دیت دی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ دیرینہ کینہ و بغض و انتقام واقعہ قتال کے پیچھے کار فرما تھا جو آپ نے کہا کہ ماضی کی باتوں کو مسل دو تو آپ کو پتہ لگ گیا تھا کہ کوئی پرانا کینہ ہے ان کے دلوں میں اور وہی قتل کی وجہ بنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی مہم روانہ فرمائی اسے یہی ہدایت فرمائی کہ لڑائی میں جلدی نہ کرنا۔ آہستگی اور نرمی اختیار کی جائے اور مقابلہ کرنے سے قبل دعوت اسلام ہو۔ اس کے احکام واضح کیے جائیں تا حجت پوری ہو اور جہاں سے اذان سنائی دے وہاں حملہ نہ ہو۔

مذکورہ بالا واقعہ میں خود قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف سے اسلام قبول کرنے کا پیغام پہنچا تھا جس پر مذکورہ بالا مہم اس صراحت کے ساتھ روانہ کی گئی کہ اس سے مقصود دعوت اسلام ہے لڑائی نہیں۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ بنو جذیمہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا مسلمان۔ ہم نماز پڑھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانا ہے۔ اپنے آنگنوں میں مسجدیں بنائی ہیں اور ان میں اذانیں دی ہیں۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا۔ پھر یہ ہتھیار کیسے؟ انہوں نے کہا ہمارے اور عربوں کی ایک اَور قوم کے درمیان عداوت ہے ہمیں اندیشہ ہوا کہ تم لوگ وہی نہ ہو۔ مذکورہ بالا وضاحت کے بعد ان کے ساتھ جنگ کسی صورت میں جائز نہیں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یَلَمْلَم کے اطراف میں قیام کے اثناء قدیمی عداوت کی چنگاری سلگی ہے جس سے ایک فریق کے ساتھ لڑائی کی صورت پیدا ہوئی اور اس کے بعد جنگجو افراد کی طرف سے صَبَأْنَا سے اظہار اسلام کرنے پر ان کی جان بخشی نہیں ہوئی اور حضرت خالد بن ولیدؓ امیر جیش (جو امیر لشکر تھے) ہونے کی وجہ سے زیر عتاب آئے۔ ابن ہشام نے حضرت خالدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے اختلاف اور آپس کی ناراضگی کا بھی ذکر کیا ہے جو اس موقع پر دونوں کے درمیان ہوئی۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے ان سے کہا۔ عَمِلْتَ بِاَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ فِی الْاِسْلَامِ کہ آپ نے اسلام میں جاہلیت والی بات کی ہے تو

حضرت خالدؓ نے انہیں جواب دیا۔ إِنَّمَا ثَأَرْتَ بِأَبِيكَ۔ تُو نے مجھے یہ بات کہہ کے اپنے باپ کا انتقام لیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا یہ درست نہیں کیونکہ میں اپنے باپ کے قاتل کو مار کر بدلہ لے چکا ہوں لیکن آپ نے اپنے چچا فاکہہ بن مُغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ اس جھگڑے سے دونوں ایک دوسرے سے بگڑے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ناراضگی کا علم ہوا تو آپ نے خالدؓ سے فرمایا: میرے صحابہ سے متعلق ایسا خیال نہ کرو۔ بخدا! (یہ جو ابتدائی صحابہؓ تھے) اگر اُحد جتنا سونا بھی تمہیں مل جاتا اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو بھی میرے صحابہؓ میں کسی شخص کا مقام نہیں پا سکتے جو انہیں صبح و شام ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کی یہ روایت بھی موجود ہے اور اس میں ذکر ہے کہ فَاکہہ بن مغیرہ مخزومی، عوف بن عبد عوف زُہری اور عَفَّان بن ابی العاص یمن کی طرف تجارت کی غرض سے گئے اور واپسی پر ایک جَذیمی شخص کا مال جو یمن میں مر گیا تھا لائے تا اس کے وارثوں کو دیا جائے۔ بنو جذیمہ کا ایک شخص خالد بن ہشام راستے میں ان سے ملا اور جب اسے جذیمی شخص کی موت کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ وہ اس مال کا حقدار ہے۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ اس پر آپس میں لڑائی ہو گئی اور لڑائی میں عوف بن عبد عوف اور فَاکہہ بن مغیرہ دونوں مارے گئے اور عفان بن ابی العاص اور ان کا بیٹا عثمان بچ نکلے اور انہوں نے فَاکہہ بن مغیرہ اور عوف بن عبد عوف کا مال لے لیا اور عبدالرحمٰن بن عوف نے موقع پا کر خالد بن ہشام کو قتل کر کے اپنے باپ عوف کا انتقام لے لیا۔ قریش بھی اس واقعہ سے سخت طیش میں تھے اور انہوں نے قبیلہ بنو جذیمہ پر حملہ کر کے اپنے مقتولین اور مالی نقصان کا بدلہ لینا چاہا تو بنو جذیمہ نے کہا کہ تمہارے آدمیوں کا قتل ایک انفرادی واقعہ ہے۔ اس میں ہمارے ارادے کا دخل نہیں اور ہمیں ان کا علم نہیں تھا۔ ہم مقتولین اور مالی نقصان کا معاوضہ دے دیں گے۔ قریش نے ان کی معذرت اور تجویز قبول کر لی۔ یہ سیرت ابن ہشام میں مروی ہے۔

بہرحال یہ واقعات ہیں جو پس منظر ہے بعض چیزوں کا کہ کیوں دشمنیاں تھیں۔ دشمنیوں کی وجہ بننے میں یہ بھی ایک واقعہ اس میں لکھا ہے اور واقعہ کا یہ پس منظر ہے جس کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ محل اعتراض بنے اور صحابہ اسی وجہ سے حضرت خالدؓ کے فیصلہ کے متعلق مطمئن نہ تھے۔ بہرحال حضرت خالدؓ کی طرف سے کسی قسم کا عذر بنایا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ صرف دعوت اسلام کی غرض سے بھیجے گئے تھے جس میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں تھا اور صحابہ کرام کی اکثریت نے انہیں نیک مشورہ دیا تھا اور جو قبول نہیں ہوا اور بنو سُلیم کو راتوں رات اپنے قیدی قتل کرنے کا موقع مل گیا۔

ابن اسحاق کی ایک روایت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا یہ عذر نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں لوگوں کا انکار دیکھ کر حضرت عبداللہ بن حُذافہ سَہمیؓ کے مشورہ پر ان سے جنگ کی۔ اس بارے میں ابن اسحاق کے یہ الفاظ ہیں کہ بعض لوگ جو حضرت خالدؓ کو اس قتل کرنے سے معذور ٹھہراتے ہیں ان کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حُذافہ سَہمی نے آپ سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اگر یہ اسلام سے باز رہیں۔ یہ عذر درست نہیں کیونکہ امیر خالد تھے نہ کہ عبداللہ بن حذافہ سہمی۔ خواہ یہ غلطی عمداً ہوئی ہے یا تاویلاً بہرحال امیر لشکر اس غلطی کا ذمہ دار تھا خصوصاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے بعد خالد پر شدید ناراضگی اور ان سے اپنی بیزاری کا اعلان فرمایا تو

بہر حال اب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا چاہیے اور یہ واقعہ معمولی نہ تھا کہ فیصلہ نبوی کے بعد اس کے لیے عذر تلاش کیے جائیں کہ خالد نے ٹھیک کیا یا غلط کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے غلط کیا اور بیزاری کا اظہار کیا۔ بس اتنا کافی ہے ہمارے لیے۔ بہر حال عذر تلاش کریں گے تو اس سے آزادی مذہب سے متعلق اسلام کی جو اصولی تعلیم ہے اس پہ زد آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو لڑنے والوں سے جنگ کی اجازت دی ہے اور تبلیغ اسلام میں نرمی برتنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد متعدد مہمیں دعوت اسلام کی غرض سے قبائل عرب کی طرف روانہ فرمائیں اور ان کے امیروں کو صریح ہدایت کی گئی کہ اس میں لڑائی سے بچا جائے۔ کتب مغازی و تاریخ میں صراحت ہے کہ یہ وفود تو دعوت اسلام ہی کے لیے بھیجے گئے تھے۔ سیرت ابن ہشام اور طبقات ابن سعد کا بیان اس بارہ میں گزر چکا ہے۔ علامہ طبری نے بھی بایں الفاظ تشریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے اطراف میں سرایا روانہ فرمائے تا وہ لوگوں کو صنم پرستی، بت پرستی سے ہٹائیں اور اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے انہیں بلائیں اور ان سرایا کو لڑائی کرنے کا قطعاً حکم نہیں دیا تھا۔

بہر حال آجکل جو شدت پسند مولوی ہیں وہ انہی چیزوں کو دلیل بنا کے قتل کرنے کا اور لڑنے کا جواز نکالتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی واضح تعلیم ہے کہ کوئی جو سامنے سے جنگ نہ کرے اس سے **تم نے جنگ نہیں کرنی اور یہ جرم ہے۔**

امام بخاری کی مندرجہ بالا روایت سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ دعوت اسلام ہی کے لیے بنو جَذِیمہ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ اور انہوں نے تعمیلِ حکم میں انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح یوں نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے۔ گھبراہٹ میں کہنے لگے ہم نے اپنا دین بدل ڈالا۔ اس فقرے کا تعلق سارے قبیلہ سے نہیں تھا کیونکہ ان میں سے اکثر پہلے مسلمان ہو چکے تھے بلکہ صرف ایک خاص خاندان سے تھا جن کو اندیشہ تھا کہ ان سے انتقام لیا جائے گا اس لیے وہ مسلح ہو کر لڑنے لگے۔ لڑائی میں اپنی شکست دیکھ کر صَبَأْنَا سے اسلام کا اظہار کیا۔ امام بخاری کی روایت میں غایت درجہ اختصار ہے اور انہوں نے وہی روایت قبول کی ہے جو ان کے معیار صحت پر ہے۔ جَحدم نے اپنے لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ ہتھیار نہ ڈالو بلکہ مقابلہ کرو۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے سابقہ خونریزی کی وجہ سے اندیشہ تھا۔ ابن اسحاق کی پہلی روایت میں اس کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ اے بنو جذیمہ! یاد رہے یہ خالد ہے۔ ہتھیار ڈالنے کے بعد قید و بند ہو گا اور اس کے بعد گردن زنی۔ اس کی قوم کے بعض لوگوں نے اسے پکڑا اور کہا کہ تم خونریزی چاہتے ہو۔ لوگ تو مسلمان ہو چکے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ جنگ ختم ہے اور امن ہے۔ لوگ اسے سمجھاتے رہے اور اس سے ہتھیار لے لیے اور حضرت خالدؓ کے کہنے پر باقی لوگوں نے بھی ہتھیار اتار دیے۔ سیرت ابن ہشام میں اس طرح ذکر ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ جَحدم کے خدشات بلا وجہ نہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام قبیلے کے نو مسلمین کو دینِ اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے وہاں کچھ عرصہ ٹھہرے ہیں۔ جیسا کہ روایت کے الفاظ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ سے پایا جاتا ہے اور دوران قیام ناگوار صورت پیدا ہوئی ہے جس سے قبیلہ

کے بعض لوگوں سے جنگ ہوئی اور شکست کھانے پر وہ قید ہوئے اور جب قیدی مجاہدین کے سپرد کیے گئے تو بعید نہیں کہ بعض افراد کو اپنا پرانا کینہ نکالنے کا موقع مل گیا ہو اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن ہشام نے اس تعلق میں ابراہیم بن جعفر محمودی کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب اور حضرت ابو بکرؓ کی تعبیر کا بھی ذکر کیا ہے جو پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ آپ نے کھجور، ستو اور گھی کے مالیدہ سے چند لقمے لیے جو مزیدار تھے لیکن آخر ایک لقمہ حلق میں اٹک گیا اور حضرت علیؓ نے ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ تعبیر کی کہ اس کا تعلق تبلیغی وفد سے ہے اور مشورہ دیا کہ حضرت علیؓ کو بھیجا جائے تا خالد کی غلطی کا تدارک ہو۔ اس خواب سے بھی ظاہر ہے کہ واقعہ کا تعلق قبیلہ جذیمہ کے ایک محدود حصہ سے ہے اور مخصوص قیدیوں سے تھا۔ یہ نہیں کہ سارے قیدی محض صَبَأْنَا کہنے سے قتل کیے گئے۔ دراصل یہ لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور سابقہ انتقام کا خوف و ہراس ان کے ذہنوں پر اتنا غالب تھا کہ وہ اپنے بچاؤ کی خاطر لڑنے لگے۔ سُلیم بن منصور اور مُدلج بن مُرّہ کے بعض افراد کی طرف سے جو حضرت خالدؓ کے لشکر میں شامل تھے انہیں انتقام لیے جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ سُلیم قبیلے کے افراد ہی تھے جنہوں نے اپنے قیدی رات کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لیا۔ مہاجرین و انصار میں سے کسی نے اپنے قیدی قتل نہیں کیے بلکہ انہیں آزاد کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل کیا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری، ترجمہ و شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، جلد 9 صفحہ 193 تا 199)

یہ تشریح بخاری کی حضرت ولی اللہ شاہ صاحب نے لکھی ہے اور مزید آپ نے یہ بڑا عالمانہ نوٹ بھی لکھا ہے۔ جس سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی کوئی بدنیتی شامل نہ تھی۔

ان سے ایک اجتہادی غلطی ہوئی اور جلد بازی میں انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور بعد میں بطور امیر لشکر کے جو صورتحال ہوئی اس کی ذمہ داری ان کی بنتی تھی۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ سے ناراض بھی ہوئے اور خدا کے حضور اپنی بیزاری کا اظہار بھی فرمایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے معاملہ کی تحقیق فرمائی تو یہی ثابت ہوا کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ قتل ہوئے ہیں تبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کی بجائے دیت دیے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی گزارشات اور معذرت پیش کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو نہ صرف معاف فرما دیا۔ (یہ کہنا کہ ان کو سزا دی تھی۔ بددعا کی تھی۔ اس لیے بہت ناراضگی رہی۔ درست نہیں۔) انہوں نے خالد کو معاف فرما دیا بلکہ چند ہی دنوں بعد غزوہ حنین کے لیے تیار کیے جانے والے لشکر کے ہراول دستے اور گھڑ سواروں کے دستے کا نگران اور سالار حضرت خالدؓ کو مقرر فرمایا۔

(ماخوذ از اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 224-223 دار السلام)

(غزوہ حنین از محمد احمد باشمیل صفحہ 48 نفیس اکیڈمی کراچی)

اگر ناراضگی اتنی تھی تو دوسرے دستے کا نگران نہ مقرر فرماتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نگران مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ دو اَور سرایا کا بھی مختصر ذکر ملتا ہے۔

سَرِیّہ یَلَمْلَم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہشام بن عاصؓ کی قیادت میں دو سو افراد پر مشتمل یہ سریہ مکہ

کے جنوب مشرق میں واقع یلملم کی طرف بھیجا جو مکہ اور طائف کے درمیان دو راتوں کے فاصلے پر واقع ہے۔

سریہ عُرنہ

یہ عرفات کے سامنے ایک وادی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو تین سو افراد کے لشکر کا امیر بنا کر اس طرف بھیجا تھا۔ بہر حال اس سریا کا ذکر محمد بن عمر واقدی نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور معروف سیرت نگار نے اسے بیان نہیں کیا۔ اس لیے محل نظر ہے کہ یہ صحیح بھی ہے کہ نہیں اور نہ ہی مزید کوئی تفصیل اس کی ملتی ہے البتہ ایک سیرت نگار نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق کسی مؤرخ نے اس فوجی دستے کی کارروائیوں کی تفاصیل کا ذکر نہیں کیا جس کی قیادت خالد بن سعید بن عاص نے عُرنہ تک کی تھی۔ ہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اسے ھُذَیل قبیلہ کی طرف بھیجا گیا تھا جو عُرنہ میں قیام پذیر تھے۔

(ماخوذ از اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 224 دار السلام)

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 35 تا 37 نفیس اکیڈمی کراچی)

بہر حال اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے کہ کہیں بھی آپؐ نے سختی نہیں کی اور یہ الزام بھی جو دشمنان اسلام لگاتے ہیں غلط ہے کہ جنگوں میں آپؐ نے قتل کروایا۔ آپؐ نے تو جہاں غلطی سے بھی کچھ ہوا ہے بڑی ناراضگیوں کا اظہار فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی غزوات اور سریا کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ ستمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 211 صفحہ 02 تا 06)

34

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 22/ اگست 2025ء بمطابق 22/ ظہور 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگوں کے یا غزوات کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے ذکر ہو رہا تھا۔ **اسی ضمن میں آج غزوۂ حنین کا ذکر بھی کروں گا۔** یہ غزوہ شوال آٹھ ہجری میں پیش آیا۔ اس کو غزوہ حنین کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لیے کہ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک بستی کا نام ہے جو مکہ سے قریباً چھبیس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ غزوہ اسی جگہ پر ہوا تھا اس لیے اس کو غزوۂ حنین کہا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں شامل بڑا قبیلہ ہَوازن تھا اس لیے اس کو غزوۂ ہَوازن بھی کہا جاتا ہے۔

بعض نے اس کو غزوۂ اَوطاس بھی کہا ہے کیونکہ دشمن کی فوج کا ایک حصہ حنین سے بھاگ کر اوطاس نامی وادی میں چلا گیا تھا اور مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر دشمن کو شکست دی تھی۔ اس لیے بعض نے یہ نام دیا ہے جبکہ اکثر مصنفین نے سریّہ اوطاس کا الگ ذکر کیا ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 151 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (غزوات النبی ﷺ از علامہ برہان الدین حلبی، مترجم اردو صفحہ 623) (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 221 بزم اقبال لاہور)
(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 114 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوہ حنین کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (التوبۃ: 25 تا 27)

یقیناً اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور خاص طور پر حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں تکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔ پس وہ تمہارے کسی کام نہ آ سکی اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور کافروں کی ایسی ہی جزا ہوا کرتی ہے۔ پھر اس کے بعد بھی اللہ جس پر چاہے گا توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب مکہ فتح ہو گیا اور اس وقت تک عرب کے بڑے بڑے قبائل یا اسلام لے آئے

یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں چلے آئے لیکن مکہ کے قریب ہی بسنے والے بنو ہَوازن اور بنو ثقیف جو کہ نہایت سرکش اور جنگجو قبائل تھے انہوں نے نہ صرف یہ کہ اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان کے سردار جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ سمیت عرب کے قبائل کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا ہے۔ اب وہ یقیناً ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ قبل اس کے کہ وہ ہماری طرف بڑھیں ہم خود ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ خود انہوں نے تصور کر لیا اور یہ بھی کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ابھی تک اناڑی لوگوں سے پڑا ہے ہمارے ساتھ ابھی تک ان کا واسطہ نہیں پڑا۔ بنو ہَوَازِن کے ساتھ قبیلہ ثقیف، نَصر اور جُشَم کے تمام جنگجو افراد جمع ہو گئے۔ قبیلہ سعد بن بکر اور بنو ہِلَال میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے۔ (ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 310 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہَوازن نے دراصل اس سے بہت پہلے ہی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کر دی تھی کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آہستہ یہود سمیت دوسرے قبائل کو اپنے تابع کرتے چلے جا رہے ہیں تو ان کو فکر لاحق ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ بت پرستی ختم ہو جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت سب پر غالب آ جائیں اس لیے ضروری ہے کہ ان کا راستہ روکا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے تیاری شروع کر دی اور عروہ بن مسعود کی قیادت میں ایک وفد اُردن کے شہر جُرَش کی طرف بھیجا تا کہ وہاں سے اسلحہ اور جنگی ہتھیار وغیرہ لے کر آئے اور بنو ہَوازن کی ان تیاریوں کا علم اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے لیے مدینہ سے مکہ کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہراول دستے کے طور پر کچھ لوگوں کو لشکر کے آگے آگے روانہ کر دیا۔ اس ہراول دستے نے ہَوازن کے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا جو کہ ایک جاسوس تھا اور ہَوازن کی طرف سے مسلمانوں پر نظر رکھنے کے لیے پھر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سے پوچھا اور اچھی طرح پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ بنو ہَوازن نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور بنو ثقیف کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اور بھاری ہتھیار اور اسلحہ کے لیے جُرَش کی طرف وفد بھیجا ہے۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 167-166 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 356 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از غزوہ حنین از باشمیل صفحہ 83 تا 85 نفیس اکیڈمی کراچی) (ماخوذ از اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 240 دار السلام)

بنو ہَوازن انہی تیاریوں میں تھے کہ مکہ بغیر کسی خاص مزاحمت کے بآسانی فتح ہو گیا جس کی وجہ سے ہَوازن نے اپنی طاقت کے غرور میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے مقابلہ کے لیے نکلیں اور جیسا کہ ان کا زعم تھا کہ ہم ہیں جو مسلمانوں کو مغلوب کر کے ان کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ ان سب قبائل نے قبیلہ ہَوازن کے سردار تیس سالہ جوان مالک بن عوف کو اپنا سپہ سالار اور سردار بنایا اور بیس ہزار کا لشکر تیار ہو کر حنین کی طرف بڑھنے لگا۔ بنو ہَوازن کے سردار مالک بن عوف نے اس جنگ کی تیاری کے لیے ایک ایسا قدم اٹھایا جو عرب کی تاریخ میں شاید ہی پہلے کسی نے اٹھایا ہو اور وہ یہ کہ سپہ سالار نے ہر قبیلے کے ہر فرد کو یہ حکم دیا کہ وہ لڑائی کے لیے اپنے گھر سے اکیلے نہیں نکلے گا بلکہ اپنے بیوی بچے یہاں تک کہ اپنے مال مویشی سب کچھ ساتھ لے کر نکلے اور اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے لشکر کا ہر سپاہی جان توڑ کر مردانہ

وار جنگ کرے گا۔ اس کے ذہن میں یہ ہو گا کہ اس کے لیے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ اس کے بیوی بچے مال مویشی سب اس کے ساتھ ہیں۔

اس جنگ میں ایک بوڑھے سردار دُرَید بن صِمَّہ کے لڑائی سے روکنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ ہَوازن کے ساتھ تھا۔ لکھا ہے کہ بنو جُشَم میں ایک شخص دُرَید بن صِمَّہ تھا جس کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ وہ بوڑھا شخص تھا جس کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ اس میں لڑائی کی قوت نہ تھی مگر تجربہ کار تھا اور جنگی مہارت سے خوب واقف تھا۔ کسی زمانے میں بہادری اور شہسواری میں اس کی شہرت ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے اس کو بھی ساتھ لے لیا تا کہ اس کے تجربے اور مہارت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ جب مالک بن عوف نے لوگوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلنے پر اتفاق کر لیا اور لوگ اپنے اموال، اپنی عورتوں، اپنے بیٹوں کو لے کر نکلے یہاں تک کہ وہ اوطاس کی وادی میں پہنچ گئے اور وہاں خیمہ زن ہو گئے۔ بوڑھے دُرَید بن صمہ نے نیچے اتر کر زمین کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور کہا تم کس وادی میں ہو؟ تو انہوں نے کہا وادیٔ اَوطاس میں۔ اس نے کہا یہ سختی کے لحاظ سے گھوڑوں کے چلنے کے لیے اچھی جگہ ہے۔ کوئی ہرج نہیں ہے۔ اتنی نرم نہیں کہ سُم دھنس جائیں مگر یہ بچوں کے رونے کی آوازیں، اونٹوں، گدھوں، بکریوں اور گائیوں کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ مالک بن عوف کے حکم پر سب بچوں، عورتوں اور مال مویشی کو ساتھ لایا گیا ہے تو دُرَید نے مالک سے کہا تو اپنی قوم کا سردار ہے آج کے دن کا اثر بقیہ دنوں پر ہے۔ یہ بچوں، اونٹوں، گدھوں، بکریوں اور گائیوں کو ساتھ کیوں لایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں ہر انسان کے پیچھے اس کے اہل و عیال کو کھڑا کر دوں تا کہ وہ دشمن کے ساتھ بے جگری سے لڑے۔ دُرَید نے کہا یہ نہایت غلط رائے ہے۔ اللہ کی قسم! تم محض بھیڑوں کو چرانا جانتے ہو یعنی اس نے کہا تمہیں لڑائی نہیں آتی۔ تمہیں لڑائی کا کچھ معلوم نہیں۔ پھر کہا کیا شکست خوردہ جماعت کو کوئی چیز واپس مل سکتی ہے۔ سنو لڑائی میں تمہارے نفع کے لیے صرف یہی بات ہے کہ آدمی کا نیزہ اور اس کی تلوار کام آئے گی اور اگر لڑائی کا فیصلہ تمہارے خلاف ہوا تو تم اپنے بیوی، بچوں اور مال سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اے مالک! تُو نے ہَوازن کی جماعت اور گھوڑوں کو آگے کیوں نہ کیا۔ اموال، عورتوں اور بچوں کو قوم کے قلعوں میں بھیج دو۔ پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر ان سے لڑو اور پیادہ فوج گھوڑوں کے درمیان ہو گی۔ اگر تم کو کامیابی ہوئی تو یہ لوگ، بچے اور مال مویشی تم سے آملیں گے۔ اور اگر تم ناکام رہے تو تم ان کے پاس چلے جانا۔ اس طرح تیرے اہل و عیال اور تمام مویشی بچ جائیں گے۔ مالک بن عوف نے کہا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنا فیصلہ تبدیل کروں گا۔ تم بوڑھے ہو گئے ہو تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ دُرَید نے کہا اے ہَوازن کے گروہ! اللہ کی قسم! یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ یہ شخص تمہاری عورتوں کو بے عزت کر دے گا اور یہ شخص تم کو دشمن کے حوالے کر کے خود ثقیف کے قلعوں میں جا کر چھپ جائے گا۔ پس تم واپس لَوٹ جاؤ اور اس کو چھوڑ دو۔ یوں اس نے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر مالک نے جو سردار بنایا گیا تھا اپنی تلوار نکالی اور کہا اے ہَوازن کے گروہ! اللہ کی قسم! تمہیں میری اطاعت کرنی پڑے گی ورنہ میں اپنا سارا بوجھ اس تلوار پر ڈال کر اس کو اپنے سینے سے پار کر دوں گا یعنی خودکشی کر لوں گا۔ بنو ہَوازن نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا اللہ کی قسم! اگر ہم نے مالک کی نافرمانی کی تو وہ اپنے آپ کو مار دے

گا حالانکہ وہ نوجوان ہے اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی تو پھر ہم دُرَید کے ساتھ باقی رہ جائیں گے اور وہ بوڑھا ہے اس کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی جا سکتی۔ تم مالک کے ساتھ اتفاق کر لو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ مالک نے دُرَید سے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ کوئی اَور بھی رائے ہے تو دُرَید نے کہا کہ ہاں کمین گاہوں میں اپنے افراد کو چھپا دو جو تمہارے مددگار ثابت ہوں۔ اگر دشمن نے تم پر حملہ کر دیا تو یہ ان کے پیچھے سے حملہ کر دیں گے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر سکو گے۔ اگر تم نے حملہ کیا تو پھر ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔ اس وقت مالک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں میں چھپ جائیں۔ پہلا حملہ ہی یکبارگی سے کر دیں تا کہ اسلامی لشکر کو شکست دے سکیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 762-761 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 152-151 دار الکتب العلمیۃ، بیروت)(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 509-508 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 312-311 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 78 نفیس اکیڈمی کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو ہَوازن کی تیاری کی خبر بھی ملی۔ پہلے بھی کچھ بیان ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ان واقعات کی خبر پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل ہَوازن کے لشکر کے حالات کے جائزہ کے لیے حضرت عبداللہ بن ابو حَدرد اسلمی کو بھجوایا تھا۔ ایک تو اس جاسوس نے کچھ خبر دی تھی کہ اسلحہ اکٹھا ہو رہا ہے۔ اب جب یہ تیاری ہو گئی تو پھر اس کے لیے آپؐ نے اپنا ایک آدمی بھجوایا کہ خبر لاؤ جو عبداللہ بن ابو حدرد اسلمی تھے۔ وہ ان ہَوازن کے لوگوں کے لشکر میں داخل ہو گئے اور ان میں چل پھر کر ہر قسم کی معلومات جمع کیں۔ وہ ایک یا دو دن ان میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ انہوں نے مالک کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا جو اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے پہلے کسی ایسی قوم سے قتال نہیں کیا جو جنگی فنون سے آشنا ہو۔ انہوں نے ایسی قوم کے جوانوں سے لڑائی کی ہے جن کو لڑائی کا علم نہیں ہے تو وہ ان پر غالب آ گئے ہیں۔ پس جب صبح ہو گی تو تم اپنے مویشیوں اور اپنی عورتوں کی صفیں اپنے پیچھے بنا لو پھر ایک دفعہ ہی حملہ کر دینا اور تم اپنی تلواروں کی نیام توڑ دینا اور بے نیام بیس ہزار تلواروں سے لڑو اور ایک مرد کے حملے کی طرح حملہ کرو اور تم جان لو کہ غلبہ وہی پائے گا جو پہلے حملہ کر لے گا۔ پھر عبداللہ بن ابو حدرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو ساری خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً مقابلے کی تیاریاں کیں۔

(شرح العلامۃ الزرقانی جزء 3 صفحہ 501-500 غزوہ حنین دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سیرت النبیؐ از شبلی جلد اوّل صفحہ 355 دار الاشاعت کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہَوازن سے مقابلے کے لیے مکہ سے روانگی سے قبل جائزہ لیا تو متوقع جنگ کے لحاظ سے اسلامی فوج کے پاس سامان جنگ بہت کم تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مالدار رئیس صفوان بن اُمیّہ جو اس وقت تک ابھی مشرک ہی تھا اس سے کچھ ہتھیار بطور قرض مانگے۔ تو اس نے آپؐ سے کہا: کیا آپ میرا مال عاریتاً لینا چاہتے ہیں یا غصب کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہم تو یہ عاریۃً مانگ رہے ہیں اور ان کی واپسی کے لیے ضمانت ہے۔ اس پر وہ دینے کے

لیے تیار ہو گیا اور اس نے ایک سو زرہیں دیں جن کے ساتھ خَود اور ڈھالیں وغیرہ بھی تھیں۔ بعض روایات کے مطابق اس اسلحہ کو منتقل کرنے کے لیے اس نے اونٹ بھی ساتھ دیے۔ جنگ کے بعد صفوان کی زرہیں واپس کرنے کے لیے اکٹھی کی گئیں تو ان میں سے کچھ زرہیں کم تھیں۔ چونکہ زرہیں واپس کرنے کی ضمانت دی گئی تھی اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے بات کی کہ ان کی قیمت لے لو لیکن اب صفوان وہ صفوان نہیں رہا تھا جو زرہیں دیتے وقت تھا۔ صفوان جنگ حنین میں ساتھ تھا گو کہ وہ اس وقت بھی مشرک ہی تھا اور حنین کے واقعہ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا تھا یعنی جنگ میں شامل تو ہوا تھا لیکن مشرک تھا لیکن حنین کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہوں کی قیمت دیے جانے کا فرمایا تو صفوان کہنے لگا: لَا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لِأَنَّ فِی قَلْبِی الْیَوْمَ مَالَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ۔ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیونکہ میرے دل کی کیفیت جو آج ہے وہ اس دن نہیں تھی۔ اور زائد لینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح آپ نے اپنے چچازاد بھائی نَوفَل بن حارث سے بھی تین ہزار نیزے مستعار لیے اور فرمایا: میں تیرے ان نیزوں کو دشمن کی پشت میں دھنستا ہوا دیکھتا ہوں۔ آپ کے اس فرمان میں یہ خبر تھی کہ دشمن شکست کھا کر بھاگے گا اور بھاری جانی نقصان اٹھائے گا۔ اسی طرح ابن ابی ربیعہ سے بھی کچھ اسلحہ مستعار لیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کی جھلک قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تھا اب یہ ایک مفتوح قوم تھی اور جنگی دستور اور رواج کے مطابق فاتح ہی مفتوح قوم کے اموال کا مالک ہوا کرتا ہے لیکن اب جب جنگ کے لیے ہتھیاروں کی ضرورت پڑی تو ایک ایک ہتھیار ادھار لیا گیا اور اس وعدے کے ساتھ کہ ہم جتنے ہتھیار لے رہے ہیں اتنے ہی واپس کریں گے۔

اسی طرح ابوجہل کے سوتیلے بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس چالیس ہزار درہم قرض لیے۔ روایت میں ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے۔

ایک روایت کے مطابق **آپؐ نے قریش کے تین افراد سے قرض لیا۔** آپؐ نے صَفوان بن اُمیّہ سے پچاس ہزار درہم، عبداللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار درہم اور حُوَیطِب بن عبدالعُزّٰی سے چالیس ہزار درہم قرض لیا۔ یہ کل ایک لاکھ تیس ہزار درہم بنتے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق نقد قرض آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ضرورتمند صحابہ کی مدد کے لیے لیا تھا جو آپ نے ان کے درمیان تقسیم کیا تھا اور ہر ایک شخص کو کم و بیش پچاس درہم دیے گئے تھے اور ایک روایت کے مطابق بنو جَذِیمہ کے مقتولین کی دیت کا معاوضہ وغیرہ ادا کرنے کے لیے یہ رقم قرض کے طور پر لی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ضروریات کے لیے یہ رقم قرض کے طور پر لی ہو جس میں مالی معاونت اور دیتوں کی ادائیگی شامل ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (دائرہ معارف سیرت محمد ﷺ جلد 9 صفحہ 236 تا 238 بزم اقبال لاہور)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 153 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سنن ابو داؤد کتاب البیوع باب فی تضمین العاریۃ حدیث 3563) (مسند الامام احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 614-615 حدیث 16524 عالم الکتب بیروت) (الاستیعاب جلد 3 صفحہ 897-896 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 258 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(غزوہ حنین، از باشمیل صفحہ 43 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس کی باقی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ایک **مکرم خواجہ مختار احمد صاحب بٹ** کا ہے جو خواجہ عبدالرحمٰن صاحب سیالکوٹ کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں یہ بانوے سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ایئر فورس میں چلے گئے۔ وہاں رسالپور سے انہوں نے ایئر فورس میں ٹریننگ لی اور 1974ء تک پاک فضائیہ میں بطور قانونی افسر نمایاں خدمات بجالاتے رہے۔ اسی سال دیگر احمدی افسران کے ساتھ ان کو بھی ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔

1974ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات کے نہایت نازک دور میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیر راہنمائی جماعت کے قانونی کمیشن میں خدمت کی اور جماعت کی کوششوں کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے سے ملاقات بھی کی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گہرا تعلق تھا اور Essence of Islam کی پہلی جلد کی تیاری میں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی معاونت کا بھی ان کو موقع ملا۔ مرکزی سطح پر آپ بطور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن اور کافی سال دارالقضاء ربوہ میں بطور قاضی بھی خدمت بجالاتے رہے۔

قضاء میں ان کے ساتھ میں نے بھی کچھ عرصہ کام کیا ہے۔ بڑے صائب الرائے تھے اور بڑے عاجز انسان تھے اور خلافت سے ان کا تعلق تو ہمیشہ سے تھا اور بعد میں تو میرے ساتھ بھی بڑا تعلق رہا۔

2002ء میں یہ کینیڈا منتقل ہو گئے تھے۔ وہاں ریجنل امیر کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ نمازوں اور تلاوت قرآن کریم کے پابند، مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مخلص فدائی احمدی تھے۔ آپ کی زندگی خلافت کے ساتھ وفاداری، عاجزی اور اخلاص کا اعلیٰ نمونہ تھی۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں اور نواسے نواسیاں، پوتے پوتیاں ہیں۔

ان کی اہلیہ امۃ القیوم صاحبہ غلام احمد اختر صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں۔ یہ غلام احمد اختر صاحب ریلوے میں تھے۔ ڈائریکٹر کے بڑے عہدے پہ تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں یہ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ ناظر اعلیٰ بھی رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ سٹیج پر تقریروں میں سیکیورٹی کی ڈیوٹی بھی دیتے رہے۔ بہرحال خدمت کرنے والا خاندان تھا۔ یہ خواجہ مختار صاحب ڈاکٹر زاہد خان صاحب جو صدر قضاء بورڈ یو کے ہیں ان کے سسر تھے۔

خواجہ صاحب کی بیٹی عائشہ خان لکھتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ انہیں خلافت کا اطاعت گزار پایا۔ تینوں بہن بھائیوں کی تربیت اسی نہج پر کی۔ یہ ہمیں کہا کہ جماعت اور خلافت کی اطاعت کے علاوہ ہماری زندگی کا اَور کوئی مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے 1974ء میں ایئر فورس کی نوکری کے اچانک ختم ہو جانے اور پھر وکالت کی پرائیویٹ پریکٹس میں کچھ اتنی کامیابی نہ ملنے پر بھی کبھی صبر اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل نہیں چھوڑا۔ کسی انسان کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا اور اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے حضور ہی پیش کرتے رہے۔ کہتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ان کو عبادت گزار ہی دیکھا ہے اور نیکی کے سب کاموں میں حصہ لیتے ہی پایا ہے۔ چندہ ہمیشہ مہینے کے شروع میں دے دیا کرتے تھے اور اگر پیسے ہوتے تو پیشگی چندہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ تعلقات نبھانے

میں بہت بڑھ کر تھے۔ خلافت سے وفا کا تعلق تو تھا ہی جیسا کہ میں نے کہا۔ غیر معمولی تعلق تھا۔ نظام جماعت کے بھی انتہائی پابند تھے بلکہ ان کے باقی بھائی بھی نظام جماعت اور خلافت سے انتہائی اخلاص کا تعلق رکھنے والے ہیں کیونکہ ان کے والد صاحب نے ان کی تربیت کی۔ تو یہ پورا خاندان ہی اللہ کے فضل سے انتہائی وفا کا تعلق رکھنے والا ہے۔

ان کی اہلیہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا اختر صاحب کی بیٹی ہیں یہ بھی خدمت گزار خاندان ہے۔ بہر حال ان دونوں میاں بیوی کی تربیت کی وجہ سے بچے بھی جماعت سے اخلاص کا تعلق رکھنے والے ہیں اور خدمت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو، بچوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی بھی توفیق دے اور مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے، ذکر ہے **سعیدہ بیگم صاحبہ** اہلیہ نذیر احمد صاحب۔ یہ انڈیا کی ہیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں پچھتر سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے شامل ہیں۔ طاہر احمد طارق صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد قادیان کی والدہ تھیں۔ بطور جماعتی نمائندہ یہ طاہر احمد صاحب یہاں انگلستان میں آئے ہوئے تھے۔ پیچھے سے ان کی والدہ کی وفات ہو گئی۔ اس لیے یہ ان کے جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ یہ بھی خدمت کرنے والا خاندان ہے۔ ان کے چھوٹے بیٹے، طاہر صاحب کے بھائی شبیر احمد صاحب بھی سلسلہ کے معلم ہیں اور اسی طرح ان کی بیٹی بھی مبلغ سلسلہ جبار صاحب کی اہلیہ ہیں۔ باقی دو بیٹے جو ہیں وہ بھی جماعت کی خدمت کرنے والے ہیں۔ کافی خدمت گزار خاندان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

طاہر احمد طارق صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ پچیس سال سے سانس کی تکلیف میں مبتلا تھیں اور بڑے صبر اور وقار سے اپنا بیماری کا عرصہ گزارا۔ کبھی شکوہ شکایت نہیں تھا۔ ان کا تعلق چار کوٹ راجوری، جموں کشمیر سے تھا۔ خاندان میں احمدیت کا نفوذ حضرت قاضی محمد اکبر بھٹی صاحبؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا۔ پھر ان کے خاندان میں احمدیت پھیلی۔ بہت دیندار اور نماز اور روزہ کی پابند تھیں۔ معمولی پڑھی ہوئی تھیں لیکن بچپن میں ہمیں جب شام ہوتی تو قرآنی دعائیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں، احادیث اور انبیاء کے واقعات سناتیں۔ طبیعت کے اندر نفاست کا بہت زیادہ عنصر تھا۔ ملنسار اور اپنے تمام عزیز و اقارب سے محبت و شفقت کا سلوک کرنے والی تھیں۔ خلافت اور نظام سلسلہ سے بہت محبت تھی اور خود اپنے شوق سے ہمیں وقف کیا اور وقف کو نبھانے کی ہمیشہ تلقین کرتی رہیں۔ اور ہمیں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے روزانہ تیار کر کے بھجواتیں اور اسی طرح دنیاوی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی۔ ساری اولاد کو اچھی تعلیم دلوائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/ ستمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 217 صفحہ 02 تا 05)

35

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 29 / اگست 2025ء بمطابق 29 / ظہور 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگ حنین کے تعلق میں آج کچھ مزید تفصیل بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت عتّاب بن اَسیدؓ کو مکہ کا امیر بنایا۔ یہ مکہ کے پہلے امیر تھے جو مقرر کیے گئے۔ اس وقت حضرت عتابؓ کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ حضرت مُعاذ بن جبلؓ کو اہلِ مکہ کو دین کی تعلیم سکھانے کی ذمہ داری سونپی۔

حضرت عتّابؓ کا تعارف یہ ہے کہ ان کے والد کا نام اَسید بن ابو العِیص بن اُمیہ تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹا قریش خاندان کے سرکردہ فرد تھے اور اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ان کی والدہ کا نام زینب تھا۔ عتاب کے والد فتح مکہ سے پہلے وفات پا چکے تھے اور عتاب کی اسلام سے نفرت اور دوری کا یہ عالم تھا کہ فتح مکہ کے روز جب حضرت بلالؓ نے خانہ کعبہ میں اذان دی تو عتاب اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرا باپ یہ اذان سننے سے پہلے ہی دنیا سے چلا گیا۔ بہرحال عتاب نے اس کے بعد فتح مکہ کے دن اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رؤیا میں ان کے والد اَسید بن ابو العِیص کو اسلام کی حالت میں مکہ پر عامل کے طور پر دیکھا تھا۔ وہ تو کفر کی حالت میں مر گیا اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کی تعبیر اس کے بیٹے حضرت عتابؓ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ عتّابؓ جنت کے دروازے پر آئے اور بڑے زور سے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ آخر دروازہ کھولا گیا اور وہ اس میں داخل ہو گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عتاب کے والد اَسید کو جو کہ کافر تھے اور کفر کی حالت میں فوت ہوئے جنت میں دیکھا اور خیال کیا کہ اَسید کیسے جنت میں داخل ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن عتاب بن اَسید سامنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسی کو جنت میں دیکھا تھا۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔ انہیں آپؐ کے سامنے لایا گیا اور آپؐ نے انہیں مکہ کا امیر مقرر فرما دیا اور فرمایا: اے عتاب! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کن لوگوں پر تمہیں امیر بنایا ہے۔ میں نے تمہیں اہل اللہ یعنی اللہ کے گھر والوں پر امیر بنایا ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ نیک معاملہ کرنا۔ آپؐ نے انہیں یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک مکہ پر عامل رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ عہد ابو بکرؓ میں بھی مکہ کے عامل تھے اور ان کی وفات اسی روز ہوئی جس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تھی اور ایک روایت کے مطابق یہ حضرت عمرؓ کے دَور خلافت تک زندہ رہے۔

مکہ سے حنین کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لیے چھ شوّال کو ہفتہ کے دن روانہ ہوئے اور دس شوّال کو مقام حنین پر پہنچے۔ ابن کثیر کے نزدیک پانچ شوال کو روانگی ہوئی تھی۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف چلے تو آپؐ کی دو ازواج مطہرات یعنی حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ام سلمہؓ اور میمونہؓ ساتھ تھیں لیکن معتبر روایات کے مطابق حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 499-498 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 150-149، 139، 165 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت النبویہ لابن ہشام صفحہ 745 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 251 دار السلام)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 549 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 6 صفحہ 5 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 5 دار ھجر)

(تاریخ الخمیس جزء 2 صفحہ 528 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ غزوہ حنین میں اسلامی لشکر کی تعداد اگرچہ مخالفین کی نسبت کم تھی لیکن ابھی تک کے تمام سابقہ غزوات کی نسبت زیادہ تعداد تھی۔ نہ صرف عددی لحاظ سے بلکہ ہتھیاروں کے لحاظ سے بھی۔

ائمہ مغازی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ دس ہزار صحابہؓ جو مدینہ سے فتح مکہ کے لیے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آئے تھے۔ اہل مکہ میں سے دو ہزار لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ بعض نے چودہ ہزار بھی بیان کیا ہے لیکن زیادہ تر بارہ ہزار کی تعداد کی روایت ہی ملتی ہے۔ دو ہزار مکہ کے نَو مسلم شامل ہوئے تھے۔ جو چودہ ہزار بتاتے ہیں انہوں نے مدینہ سے آنے والوں کی تعداد دس کے بجائے بارہ ہزار بتائی ہے لیکن مکہ سے شامل ہونے والے دو ہزار ہی بتائے ہیں۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 233 تا 235 بزم اقبال لاہور)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 11 دار ھجر)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 763 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 498 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حنین کے راستے میں ذَاتِ اَنْوَاط نام کا ایک بیری کا بڑا درخت تھا جس کا مشرکین بہت احترام کرتے تھے اور فتح کے شگون کے طور پر اپنے ہتھیار اس پر لٹکاتے تھے اور یہاں اعتکاف بھی کرتے تھے اور بہت عقیدت و احترام کا اظہار کرتے تھے۔ جب قافلہ اس درخت کے قریب سے گزرا تو مکہ کے چند نَو مسلموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی اسی طرح کا کوئی درخت مقرر کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! تم نے وہی بات کی ہے جو موسیٰ کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔ (الاعراف:139) اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ویسا ہی

معبود بنا دے جیسے ان کے معبود ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یقیناً تم ایک بڑی جاہل قوم ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی حرکتیں جو تم کر رہے ہو۔ ان سے تم بھی ضرور بالضرور پہلے لوگوں کی طرح چلو گے۔

(جامع ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم حدیث 2180)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 153 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 241 بزم اقبال لاہور)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حنین کی جنگ کے لیے دو ہزار وہ نَو مسلم نوجوان بھی شامل ہوئے جن کے دلوں میں اسلام اور ایمان ابھی راسخ بھی نہیں ہوا تھا اور جنگی مہارت بھی کوئی خاص نہ تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہتھیاروں کا بھی خاص اہتمام نہ کیا۔ اور یہی وہ لوگ تھے کہ جن کی وجہ سے حنین میں بھگدڑ مچی جو وقتی پریشانی اور پسپائی کا باعث بنی۔ اسی طرح مکہ سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جو مسلمان نہیں تھے۔ کچھ سوار اور کچھ پیدل۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی ساتھ چل پڑیں جو بس یہ دیکھنے کے لیے ساتھ ہوئی تھیں کہ جنگ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو مال غنیمت مل جائے گا اور انہیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ کو کوئی صدمہ یا تکلیف پہنچے۔ ان کا ایک حصہ محض تماش بین کے طور پر ساتھ شامل ہوا تھا اور ان میں کچھ مشرکین بھی تھے جو مشرک ہونے کی حالت میں ہی ساتھ شامل تھے۔

ان مشرکین کی تعداد اسّی کے قریب بیان کی جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ وہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے بھی مدد لی جبکہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کسی بھی مشرک کو جنگ میں شامل نہ فرماتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ إِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ۔ کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں چاہتے۔ لیکن ان کے مطابق **جنگ حنین میں آپؐ نے پہلی مرتبہ مشرکین کو بھی شامل کیا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپؐ نے مدد** نہیں لی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ بدر میں بھی کسی مشرک کی مدد قبول کرنے سے انکار فرما دیا تھا جب ایک ایک آدمی کی بہت ضرورت تھی اور اہمیت تھی تو اب تو مسلمانوں کی اس قدر کثرت تھی کہ قرآن کے مطابق ان کی کثرت نے ان کو عُجب میں مبتلا کر دیا تھا تو بھلا اب مٹھی بھر مشرکین کی مدد کی کیوں ضرورت پڑتی؟ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی بھی مشرک کو نہ شامل فرمایا اور نہ ہی کسی مشرک کو جنگ میں شامل ہونے کے لیے کہا بلکہ سیرت کی کتب کی تفصیلات جو ہیں ان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مکہ سے بہت سے لوگ از خود محض جنگ کا نظارہ کرنے کے لیے اور مالِ غنیمت کے لالچ میں لشکر میں شامل ہو گئے جن کی حیثیت محض یہ تھی کہ مسلمانوں کو فتح تو ہونی ہی ہے چلیں! تماشا دیکھیں گے اور مال غنیمت لوٹیں گے۔ ہاں! کچھ مشرکین بدنیت بھی تھے۔ جو اس نیت سے بھی شامل ہو گئے کہ انہیں مکہ کی فتح کی ذلت اور ندامت بھول نہیں رہی تھی اور جس طرح ایسے لوگوں نے مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی وہ یہاں بھی چلے آئے کہ اگر دشمن نہ مار سکا تو شاید ہمیں انتقام لینے کا موقع مل جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے اپنا بدلہ لے کر سینہ ٹھنڈا کر سکیں۔ بہرحال بارہ ہزار کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا

اور تین دن کے سفر اور بعض کے نزدیک پانچ دن کے سفر کے بعد یہ حنین کی وادی میں پہنچا۔ راستے میں جب بھی کوئی ڈھال یا تلوار یا صحابہؓ کا کوئی سامان گر پڑتا تو ابوسفیان بن حرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیتے کہ یہ سامان مجھے دے دیا جائے۔ مَیں اس کو اٹھالیتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کا اونٹ سامان سے بھر گیا۔

حضرت سَہل بن حنظلیہؓ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن چل رہے تھے۔ انہوں نے بہت لمبا سفر کیا یہاں تک کہ شام ہو گئی تو مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوا۔ اتنے میں ایک سوار آیا اس نے کہا: یارسول اللہؐ! مَیں آپ لوگوں کے آگے آگے گیا یہاں تک کہ فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو دیکھا کہ ھوازن کے لوگ اپنی عورتوں، اپنے اونٹوں اور اپنی بکریوں اور جانوروں کو لے کر جمع ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا: کل ان شاء اللہ یہ مسلمانوں کا مال غنیمت ہو گا۔ پھر فرمایا: آج رات کو کون ہمارا پہرہ دے گا؟ انس بن ابی مرثدؓ نے کہا: مَیں دوں گا یارسول اللہؐ!۔ فرمایا: پھر سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس گھاٹی میں جاؤ۔ یہ پہرہ آپؐ کا نہیں تھا بلکہ آپؐ نے ارد گرد کے علاقے کی خبر لینے کے لیے، اس کے پہرے کے لیے بات کی تھی اور اس کے اونچے حصہ میں چلے جاؤ اور ہم تمہاری وجہ سے رات کو دھوکا نہ کھائیں یعنی یہ نہ ہو کہ تم غافل ہو جاؤ اور دشمن دھوکا دے جائے۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی جگہ کے لیے نکلے۔ آپؐ نے دو رکعت فجر کی سنت پڑھیں۔ نماز کے لیے تکبیر کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے لگے۔ آپؐ کا رخ گھاٹی کی طرف تھا۔ جب آپؐ نے نماز پڑھالی اور سلام پھیرا تو فرمایا: خوش ہو جاؤ، تمہیں بشارت ہو کہ تمہارا سوار آ گیا ہے۔ یعنی جسے ڈیوٹی پر متعین کیا گیا تھا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم گھاٹی میں درختوں میں دیکھنے لگے یہاں تک کہ وہ آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سلام کیا اور کہا: میں چلتا گیا یہاں تک کہ اس وادی کی اونچی جگہ پر چلا گیا جہاں جانے کا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو مَیں دونوں وادیوں میں چڑھا۔ میں نے دیکھا مگر مجھے کوئی نظر نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو تم نیچے اترے ہو؟ اس نے کہا نہیں سوائے نماز کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی۔ تم نے اچھی ڈیوٹی دی۔

مشرکین کے جاسوسوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس شوّال منگل کی عشاء کے وقت حنین پہنچ گئے تھے۔ مالک بن عوف نے ھوازن کے تین آدمیوں کو بطور جاسوس بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں پھر کر جائزہ لیں اور ساری تفصیل آ کر بتائیں۔ لیکن یہ تینوں جب واپس آئے تو وہ حواس باختہ تھے۔ مالک نے کہا کہ تمہارا برا ہو تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر جنگ ہو گئی تو ہم اس حالت پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم زمین والوں سے قتال نہیں کر سکتے تو ہم آسمان والوں سے کیسے جنگ کریں گے؟ اگر تُو ہماری بات مانے تو تُو اپنی قوم کے ساتھ واپس چلا جا۔ اگر لوگوں نے وہی دیکھا جو کچھ ہم نے دیکھا ہے تو ان کو بھی وہی تکلیف پہنچے گی جو ہمیں پہنچی ہے۔ اس نے کہا تم پر ہلاکت ہو! تم لشکر میں سے سب سے زیادہ بزدل ہو۔ اس نے اس خوف سے انہیں چھپا

دیا، باہر نہیں جانے دیا کہ یہ خبر سارے لشکر میں نہ پھیل جائے۔ اور کہا کہ مجھے بہادر آدمی کی خبر دو۔ ان سب نے وہاں جو لوگ تھے انہوں نے ایک آدمی پر اتفاق کیا کہ یہ بہت بہادر ہے۔ پھر بھیجا اس کو اور وہ نکلا۔ وہ بھی جلدی واپس لوٹ آیا۔ وہ بھی اسی طرح مرعوب تھا جیسے ان کے پہلے تین ساتھی مرعوب تھے۔ اس نے، مالک نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا؟ تو اس بہادر نے جواب دیا کہ میں نے ایسے سفید لوگوں کو چتکبرے گھوڑوں پر دیکھا ہے جن کی طرف دیکھنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے وہ رعب لاحق ہو گیا ہے جس کو تُو دیکھ رہا ہے۔ میں اس پر قابو نہیں پا سکتا۔ بہتر ہے کہ ہم یہاں سے واپس لوٹ جائیں لیکن اس کے باوجود مالک بن عوف اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔

دشمن کے جاسوسوں نے اپنے جس مشاہدے کا ذکر کیا ہے سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق اس کے دونوں پہلو مراد ہو سکتے ہیں۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ ان جاسوسوں نے فرشتوں کو دیکھا اور ان کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے جبکہ ایک یہ خیال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے جب مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو ایک خدائی رعب ان پر ایسا طاری ہوا کہ وہ خوفزدہ ہو گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 153 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ از غزوہ حنین از محمد احمد باشمیل صفحہ 111، 123 تا 125 نفیس اکیڈمی)

(دلائل النبوۃ جلد 5 صفحہ 130 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ حدیث 2501 باب فی المشرک یسهم له 2732)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، جلد 9 صفحہ 235، 240 بزم اقبال لاہور)

(سبل الهدیٰ جلد 5 صفحہ 316 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 246-245، 252 دار السلام)

حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ھوازن پر حملہ آور ہوئے اور اسی اثنا میں چاشت کے وقت ایک شخص اونٹ پر آیا۔ اس وقت ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اس آدمی نے اپنا اونٹ بٹھا کر رسّی سے باندھا اور آگے ہو کر صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ ہم کافی تھکے ہوئے بھی تھے، سواریاں بھی کم تھیں، پھر وہ شخص ان سے باتیں کرنے کے بعد تیزی سے اپنے اونٹ کی طرف چلا گیا اور جلدی سے رسّی کھولی۔ اس پر سوار ہوا اور اونٹ کو بھگا کر لے جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا اور فرمایا کہ یہ جاسوس ہے اس کو پکڑو اور قتل کر دو۔ بنو اسلم میں سے ایک شخص نے اونٹنی پر سوار ہو کر اس کا پیچھا کیا۔ حضرت سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی اونٹنی پر اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کے قریب پہنچ کر آگے سے اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ میں نے اس کے اونٹ کو بٹھایا۔ جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا تو میں نے تلوار سے وار کیا اور اس شخص کی گردن اڑا دی اور وہ نیچے گر گیا۔ میں نے اس کا اونٹ، اسلحہ اور سب سامان لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کو کس نے مارا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ابنِ اکوع نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ

سارا سامان بھی اسی کا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب الحربی اذا دخل دار الاسلام بغیر امان، حدیث 3051)

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب استحقاق القاتل سلب القتیل حدیث 1754)

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 337-336 دار الکتب العلمیة بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 251-250 بزم اقبال لاہور)

مسلمانوں کی بارہ ہزار کی تعداد کے مقابل دشمن کی تعداد تیس ہزار تھی۔

جنگ حنین کے وقت بیان کرتے ہوئے کبھی دشمن کی تعداد تیس ہزار بیان کی جاتی ہے، کبھی بیس ہزار اور کبھی چار ہزار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدّ مقابل دشمن جنگجو بیس ہزار تھے اور اگر ان کے بیوی بچے شامل کر لیے جائیں تو تیس ہزار تعداد بن جاتی ہے۔ اور مالک بن عوف نے اپنی فوج کے بہترین تیر انداز منتخب کر کے پہاڑوں میں چھپا دیے جو گھات لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں پر اچانک یکدفعہ حملہ کر کے مسلمان لشکر میں انتشار کی کیفیت پیدا کر دی۔ یہ چار ہزار کی تعداد میں تھے۔

بنو ھوازن کے سپہ سالار مالک بن عوف نے اپنی فوج کی صف بندی اس طرح کی کہ جب رات دو تہائی گزر چکی تو مالک بن عوف اپنے لشکر کے پاس گیا اور ان کو وادی حنین میں مقررہ جگہوں پر چھپا دیا۔ یہ وادی ایسی ہے کہ اس میں بہت سی گھاٹیاں اور درّے ہیں۔ اس میں لوگوں کو پھیلا دیا اور وہ اس میں گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کے اصحاب پر دفعۃً حملہ کر دیں۔ کفار کی صف بندی یوں تھی کہ سب سے آگے گھڑ سوار، ان کے پیچھے پیادہ فوج، ان کے پیچھے عورتیں اور ان کے بچے اور ان کے پیچھے دوسرا مال اونٹ، بھیڑ، بکریاں اور دیگر مویشی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 229، 246 بزم اقبال لاہور)

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 312 دار الکتب العلمیة بیروت)

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 135، 140 نفیس اکیڈمی)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 262-261 دار السلام)

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 508 دار الکتب العلمیة بیروت)

(غزوات النبیؐ از محمد عبد الاحد صفحہ 491-490 زاویہ پبلیشرز)

مکہ سے حنین کی طرف روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلیم کا ایک ہزار کا گھڑ سوار دستہ فوج کے ہراول میں رکھا اور اس کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد تھی۔ جب لشکر جِعرانہ مقام پر پہنچا تو سحری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لشکر کو مَیمنہ یعنی دایاں حصہ اور مَیسرہ بایاں حصہ اور قلب یعنی درمیانہ حصہ میں تقسیم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی حصہ میں تھے۔

آپؐ نے مہاجرین و انصار میں بڑے جھنڈے تقسیم کیے۔ مہاجرین کا ایک پرچم آپؐ نے حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ نیز ایک پرچم آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ایک پرچم آپؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کو دیا۔ انصار میں سے خزرج کا پرچم حضرت حُباب بن مُنذرؓ کو عنایت فرمایا اور اَوس کا پرچم حضرت اُسید بن حُضیرؓ کو سپرد فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابوبُردہ بن نِیارؓ، حضرت ابولُبابہ بن عبد المنذرؓ اور حضرت قتادہ بن نعمانؓ کو

بھی پرچم عطا ہوئے۔ اس کے علاوہ بیس سے زائد چھوٹے چھوٹے جھنڈے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف گروہوں میں تقسیم فرمائے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 245 بزم اقبال لاہور)
(غزوۂ حنین از ہاشمیل صفحہ 132 تا 136 نفیس اکیڈمی)
(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 153 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حنین کے دن کسی نے کہا کہ آج ہم تھوڑے ہونے کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے یعنی آج ہم بہت زیادہ ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا اور قرآن کریم نے بھی اس بات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس طرح بیان کیا ہے کہ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (توبہ:25) کہ جب تمہاری کثرت نے تمہیں تکبر میں مبتلا کر دیا۔

حنین کے معرکے میں ابتدائی فتح مسلمانوں کو ہوئی۔ پھر دشمن کے زبردست حملے سے بھگدڑ مچ گئی جس کا پہلے ذکر ہوا ہے اور عارضی شکست ہوئی لیکن آخر کار مسلمانوں کو زبردست فتح نصیب ہوئی۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ غزوۂ حنین کے بارے میں عموماً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر صبح کے اندھیرے میں حنین کی وادی میں داخل ہوا جبکہ کفار کا لشکر پہلے سے ہی وادی میں پہنچ چکا تھا اور ان کے بہترین، ماہر تیر انداز وہاں گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ مسلمان ان سے بے خبر جب وادی میں داخل ہوئے تو ان تیر اندازوں نے یکبارگی حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور واپس بھاگنے لگے یہاں تک کہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے چند صحابہؓ وہاں رہ گئے اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلسل پکارا گیا تو مسلمانوں کا لشکر واپس پلٹا اور پھر دشمن کے ساتھ ایک بھرپور جنگ ہوئی اور دشمن بری طرح پسپا ہوا اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 765-764 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 317 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(ماخوذ از غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 136-135 نفیس اکیڈمی)

ابنِ ہشام کی جو سیرت ہے یہ اس میں سے ماخوذ کیا گیا ہے لیکن صحیح بخاری میں ایک روایت ہے جس کو **دیکھا جائے تو حنین کا معرکہ کچھ مختلف تفصیل لیے ہوئے ہے۔**

حضرت بَراء بن عازِبؓ جو کہ غزوۂ حنین میں شامل تھے ان کی روایت صحیح بخاری میں بہت ساری جگہ پر موجود ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے بنو ھَوازن پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر پسپا ہو گئے اور ہم مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے تو اس دوران انہوں نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے وہ نوجوان جن کے پاس بچاؤ کا کوئی سامان بھی نہ تھا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے لیکن جہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے تو اس وقت بھی میدان میں ڈٹے رہے۔ راوی بَراء بن عازِب کہتے ہیں اور مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ یہ فرما رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

کہ مَیں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں اور مَیں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

بخاری کی اس روایت کے بغیر اگر دیکھا جائے تو جنگ حنین کے دو مراحل بنتے ہیں اور عمومی طور پر سیرت نگار ایسا ہی بیان کرتے ہیں۔ اوّل تو مسلمانوں کا اچانک حملے کی وجہ سے منتشر ہونا اور دوم یہ کہ مسلمانوں کا پھر سے جمع ہو کر حملہ کرنا اور دشمن کو شکست سے دوچار کرنا۔ لیکن اگر بخاری کی اس روایت کو بنیاد بنایا جائے اور یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے تو جنگ حنین کے تین مراحل بنتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں کہ مسلمانوں کا لشکر بلا جھجک حنین کی وادی میں داخل ہوا تو دشمن کا جو لشکر ان کے سامنے تھا وہ پسپا ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں نے جب ان کی پسپائی دیکھی تو مسلمانوں کا ایک حصہ مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔

دوسرے مرحلے میں یہ ہوا کہ بنو ھوازن کے سپہ سالار مالک بن عوف نے اپنے بہترین چار ہزار تیر انداز جو گھاٹیوں میں پوشیدہ طور پر متعین کیے ہوئے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر وادی میں داخل ہو رہا ہے تو اس پر انہوں نے یکبارگی تیروں کا زبردست حملہ کر دیا۔ بنو ھوازن عرب کے بہترین تیر انداز تھے۔ صبح کا اندھیرا اور مسلمانوں کی ایک تعداد مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف اور ان میں بھی ایک تعداد مکہ کے ان نو مسلموں کی تھی جن کے دلوں میں اسلام ابھی اچھی طرح راسخ نہیں ہوا تھا اور ان کے پاس خود اور زرہ وغیرہ کوئی خاص حفاظتی سامان بھی نہ تھا کہ تیروں سے اپنا بچاؤ کر سکتے۔ چنانچہ تیروں کے اس اچانک حملے سے بچنے کے لیے یہ لوگ وہاں سے بھاگے۔ ان کی سواریاں بھی تھیں۔ جب یہ پیچھے کی طرف اچانک بھاگے تو سارے لشکر میں ایک بھگدڑ سی مچ گئی اور اونٹوں اور گھوڑوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جانور بدکنے لگے۔ گھاٹی کی وجہ سے راستہ بھی تنگ تھا۔ جانور لوگوں کو پاؤں تلے روندتے رہے۔ لشکر کی اس بھگدڑ کی وجہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ خود زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گر گئے اور مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا۔ یہ بھی ایک سیرت کی کتاب میں لکھا ہے۔

اور تیسرا مرحلہ جو فیصلہ کن ہے وہ اس طرح ہوا جس کی حضرت انس بن مالکؓ نے روایت کی ہے کہ لشکر کے پہلے حصہ کے قدم اکھڑ گئے۔ سب سے پہلے بنو سُلیم کا دستہ بھاگا، ان کے پیچھے مکہ کے نو مسلم، پھر عام لوگ بھی ان کے پیچھے شکست کھا کر بھاگے اور کسی کی پروانہ کی اور اتنا غبار اڑا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی ہتھیلی کو دیکھ نہ سکتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی جنگیں کیں ان میں سب سے قابل ذکر امر یہ ہے کہ میدان جنگ میں صورتحال کیسی بھی رہی ہو، **ہر جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور جرأت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔** جس وقت بڑے بڑے بہادروں کے بھی پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان کی طرح وہاں موجود نظر آتے رہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر حسین و جمیل اور سب سے زیادہ جود و سخا کے حامل اور سب لوگوں سے بڑھ کر بہادر تھے۔

اسی جنگ حنین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تمام لوگ منتشر ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تنہا رہ گئے اور دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنے لگا تو ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی دشمن کی طرف بڑھتے چلے گئے اور بلند آواز میں کہتے جا رہے تھے کہ میں ابن عبد المطلب ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجایا کرتے تھے اور سب سے زیادہ بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہتا تھا۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت اور بہادری کی شان یہ تھی کہ ایسے میں بھی کہ جب آپؐ تنہا رہ گئے تھے آپؐ اپنی خچر کو دشمن کی طرف دھکیل رہے تھے۔ حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسفیان بن حارث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہی رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی آپؐ سے جدا نہیں ہوئے۔ جب لوگ منتشر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو دشمن کی طرف تیزی سے لے جانے لگے۔ اس موقع پر مَیں لگام پکڑ کر خچر کو روکنے لگا کہ وہ اَور تیز نہ ہو اور ابوسفیان بن حارث رکاب تھامے ہوئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت بھی آپؐ کے ساتھ ہی تھے وہ خچر کی لگام پکڑ کر اس کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے عباس! درخت والوں کو بلاؤ۔ یعنی جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر جان قربان کرنے کے عہد پر بیعت کی تھی۔ حضرت عباسؓ بلند آواز والے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے پکارا۔ اَصْحَابُ السَّمُرَۃ یعنی درخت والے کہاں ہیں؟ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب لوگوں نے میری آواز سنی تو وہ اس طرح واپس لوٹے جیسے گائے اپنے بچے کی طرف پلٹتی ہے اور وہ لوگ پکارنے لگے لبیک لبیک یا رسول اللہؐ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں اور وہ دیوانہ وار واپس لوٹے اور دشمن سے جنگ شروع کر دی۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر انتشار کا شکار ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند افراد موجود تھے اور ان کی تعداد چار سے لے کر تین سو تک بیان کی جاتی ہے۔

تعداد کے اختلاف کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل پاس چند افراد ہوں گے اور باقی کچھ لوگ مختلف جگہوں پر دشمن سے مقابلہ کر رہے ہوں گے اور یوں میدان جنگ میں تین سو کے قریب افراد ہوں گے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہی ہو گی اور جس نے تین یا چار لوگ دیکھے اس نے وہ تعداد بیان کر دی جس نے دس بارہ دیکھے اس نے وہ تعداد بیان کر دی اور جس نے اس سے زیادہ افراد دیکھے اس نے وہ تعداد بیان کر دی۔ بہرحال ایک وقت ایسا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف چند ایک افراد ہی رہ گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت بَراءؓ سے کہا کہ اے ابو عمّارہ! کیا تم حنین کے دن فرار اختیار کر گئے تھے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں دکھائی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جلد باز نوجوان جن کے پاس ہتھیار نہ تھے یا بہت کم ہتھیار تھے جب ان کی ایسی تیر انداز قوم سے مڈھ بھیڑ ہوئی جن کا کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا یعنی ھوازن اور بنو نصر کے جتھے سے۔ انہوں

نے مسلسل تیر اندازی کی جن کا کوئی تیر شاذ ہی خطا جاتا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی طرف آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث اسے چلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مدد چاہی اور فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

مَیں نبی ہوں اور یہ کوئی جھوٹ نہیں اور مَیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اِیاس بن سلمہؓ اپنے والد سلمہ بن اکوعؓ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ حنین کی طرف گئے۔ جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو میں آگے بڑھا اور ایک گھاٹی پر چڑھا کہ دشمن کے ایک شخص سے میرا سامنا ہوا۔ میں نے اسے تیر مارا تو وہ مجھ سے چھپ گیا۔ مجھے پتہ نہیں چلا کہ اسے کیا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ دوسری گھاٹی سے نکل رہے ہیں۔ ان میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں جنگ ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ واپس مڑ گئے۔ میں پسپا ہو کر لوٹا۔ مجھ پر دو چادریں تھیں۔ ایک میں باندھے ہوئے تھا اور دوسری اوپر لیے ہوئے تھا۔ میری چادر کھلنے لگی تو میں نے دونوں کو اکٹھا کر لیا اور میں پیچھے ہٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا۔ آپؐ سیاہ و سفید رنگ کے خچر پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن اکوع نے کوئی پریشانی دیکھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ حنین حدیث 4317)
(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب من صف اصحابه ... حدیث 2930)
(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب فی غزوہ حنین حدیث 1775، 1776، 1777)
(سنن ابن ماجه کتاب الجهاد، باب الخروج فی النفیر حدیث 2772)
(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 253 تا 255 بزم اقبال لاہور)
(مجمع الزوائد جلد 6 صفحہ 190-189 دار الکتب العلمیة بیروت)
(سبل الهدی والرشاد جلد 5 صفحہ 318 دار الکتب العلمیة بیروت)
(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 513 دار الکتب العلمیة بیروت)

اس حالت میں واپس کیوں دوڑ رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنین کے دن تیر کھا کر واپس مڑنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”غزوہ حنین میں جب مسلمانوں کا لشکر پیچھے ہٹا کیونکہ دشمن کے تیروں کے حملہ نے شدت اختیار کر لی تھی تو آپؐ صرف چند صحابہؓ کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کر کہ دشمن کا حملہ شدید ہے آپؐ کو روکنا چاہا اور آگے بڑھ کر آپؐ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی مگر آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو میرے گھوڑے کی باگ کو۔ اس کے بعد آپؐ یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی مَیں خدا تعالیٰ کا نبی ہوں اور جھوٹا نہیں ہوں اور مَیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

آپؐ کا یہ فرمانا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اِس کا یہ مطلب تھا کہ اِس وقت دشمن کا حملہ اِس قدر شدید ہے کہ دشمن کے چار ہزار تیر انداز تیروں کی بارش برسا رہے ہیں اِس حالت میں میرا آگے بڑھنا انسانیت کی شان سے بہت بلند اور بالا نظر آتا ہے اس سے کوئی دھوکا نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ مجھ میں خدائی طاقتیں ہیں۔ مَیں تو عبدالمطلب کا بیٹا ہی ہوں اور ایک بشر ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی مدد میرے نبی ہونے کی وجہ سے میرے ساتھ ہے۔"

(خوف اور امید کا درمیانی راستہ، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 47)

سارے لوگ فرار نہیں ہوئے تھے اس بارے میں بھی روایات ہیں۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ سب لوگ نہیں بھاگے تھے بلکہ مکہ کے مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب لوگوں میں سے جو منافق لوگ تھے اور مکہ کے دیگر لوگ جو اس جنگ میں شریک ہو گئے تھے اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا تھا اور یہ ناگہانی شکست اس وجہ سے ہوئی کہ دشمنوں نے ایک ساتھ تیروں کی بارش کر دی تھی۔

(المنہاج شرح مسلم از علامہ نووی صفحہ 1374 مطبوعہ دار ابن حزم)

بہرحال امام نووی کی یہ بات درست ہے کہ میدان جنگ سے ڈر اور خوف کے مارے فرار ہونے والے تمام مسلمان بالکل بھی نہیں تھے۔ یعنی سب لوگ نہیں دوڑے تھے وہ صرف مکہ کے نَو مسلم تھے جن میں ایک تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو دل سے لڑائی کے لیے شامل نہیں ہوئے تھے۔ وہ تو مال غنیمت کے لالچ میں یا محض تماشائی کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے بھاگنے کی وجہ سے اور زبردست تیر اندازی کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کی سواریاں بدک گئی تھیں اور وہ سواریاں ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ کھڑی ہوئی تھیں اور بہت بڑی تعداد اس طرح دوڑی تھی جو ارادۃً نہیں دوڑے تھے مگر بدکی ہوئی سواریوں کی وجہ سے پیچھے مڑ گئے جس کی وجہ سے مخلص اور وفادار مسلمان بھی کچھ دیر کے لیے بے بس ہو گئے تھے۔ بہرحال اس کی مزید تفصیلات بھی ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

آج سے جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہوا ہے۔ وہاں کے تمام شاملین کو دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلسے کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق دے اور صرف میلہ سمجھ کر یہاں جمع نہ ہوں بلکہ ان دنوں میں اپنی علمی، عملی اور روحانی ترقی میں مستقل بڑھتے چلے جانے کا عہد کریں اور اس کے لیے کوشش کریں۔

ان دنوں میں خاص طور پر ذکر الٰہی اور دعاؤں میں وقت گزاریں۔ جہاں اپنے لیے اپنی نسلوں کے لیے دعا کریں وہاں جماعت کی ترقی اور ہر مخالف کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور ان کے شر کے خاتمہ کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے۔

پاکستان میں آئے دن کوئی نہ کوئی تکلیف دہ واقعہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد ان مخالفین کی پکڑ کے سامان فرمائے۔ عمومی طور پر دنیا کے امن کے لیے بھی دعا کریں۔ یہ دنیا والے اپنے عمل کی وجہ سے اپنی تباہی کے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خوفناک تباہی سے بچائے۔

فلسطینیوں کے لیے بھی دعا کریں اسرائیلی حکومت نے تو اب ظلم و بربریّت کی انتہا کر دی ہے۔ لگتا ہے کہ

فلسطینیوں کو صفحہ ہستی سے ہی مٹانا چاہتے ہیں۔ مظلوم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بیماروں معصوموں پر ظلم کی حد ہو گئی ہے۔ ایک قتل عام ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اب تو بعض دنیادار سیاستدان اور حکومتیں بھی کچھ آواز اٹھانے لگ گئی ہیں کہ یہ غلط ہے بند کرو اس کو۔ لیکن ان کی باتیں بھی اب اسرائیلی حکومت سننے کو تیار نہیں۔ دولت اور طاقت کے نشے نے ان کو اور امریکہ اور اس کے ہم نواؤں کو تکبر اور ظلم کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

مسلمان حکومتیں جو ہیں وہ بھی کچھ نہیں کر رہیں۔ اگر کچھ نہیں کر سکتیں تو کم از کم اپنی حالتوں کو بدل کر اللہ تعالیٰ کے آگے ہی جھکیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کی مدد کو آئے۔ کاش! کہ ان کو یہ بھی عقل آ جائے۔ اسی طرح مسلمان مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس ظلم سے روکے۔

آج یہ ہم احمدیوں کا کام ہے کہ ان سب ظلموں کے خلاف جہاں جہاں بس چلتا ہے آواز پہنچائیں اور خاص طور پر دعائیں کریں اور درد دل سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19 ستمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 223 صفحہ 02 تا 07)

36

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ ستمبر 2025ء بمطابق 05/ تبوک 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جنگِ حنین میں جو دشمن کے تیر اندازوں کی وجہ سے مسلمان لشکر میں بھگدڑ مچی تھی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ نور کی آیت چونسٹھ کی تفسیر میں بھی یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ کس طرح نبی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آیت یہ ہے کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:64)

اس کا ترجمہ ہے کہ (اے مومنو!) یہ نہ سمجھو کہ رسول کا تم میں سے کسی کو بلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کا بعض کو بلانا۔ اللہ (تعالیٰ) ان لوگوں کو جانتا ہے جو کہ تم میں سے پہلو بچا کر (مشورہ کی مجلس سے) بھاگ جاتے ہیں۔ پس چاہئے کہ جو (اس رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس سے ڈریں کہ ان کو خدا (تعالیٰ) کی طرف سے کوئی آفت نہ پہنچ جائے یا ان کو دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ امام کی آواز کے مقابلہ میں افراد کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تو تب بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے... بہر حال نبی کی آواز پر فوراً لبیک کہنا ایک ضروری امر ہے بلکہ ایمان کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت ہے... اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے مؤمنو! اگر کبھی خدا تعالیٰ کا رسول تمہیں بلائے تو اس کے بلانے کو دوسروں کے بلانے جیسا مت سمجھو بلکہ فوراً اس کی آواز پر لبیک کہا کرو۔ گویا بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو الگ الگ حیثیتیں ہیں، ایک افسر دنیوی ہونے کی اور ایک نبی ہونے کی۔ دنیوی رئیس ہونے کے لحاظ سے بھی اس کے احکام کو ماننا ضروری ہے مگر رئیس دینی ہونے کے لحاظ سے تو اس کی آواز پر لبیک کہنا اور بھی مقدم ہے۔ آپؓ نے یہاں جنگِ حنین کا واقعہ بیان کیا ہے، اس کی تفسیر میں وضاحت کرتے ہوئے کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جنگ حنین کے موقع پر جب مکہ کے کافر لشکر اسلام میں یہ کہتے ہوئے شامل ہو گئے کہ آج ہم اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے اور پھر بنو ثقیف کے حملے کی تاب نہ لا کر میدانِ جنگ سے بھاگے تو ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد صرف بارہ صحابی رہ گئے۔ اسلامی لشکر جو دس ہزار کی تعداد

میں تھا اس میں بھاگڑ مچ گئی اور کفار کا لشکر جو تین ہزار تیر اندازوں پر مشتمل تھا۔ آپ کے دائیں بائیں پہاڑیوں پر چڑھا ہوا آپ پر تیر برسا رہا تھا مگر اس وقت بھی آپ پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے تھے بلکہ آگے جانا چاہتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھبرا کر آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میری جان آپؐ پر قربان ہو۔ یہ آگے بڑھنے کا وقت نہیں۔ ابھی لشکر اسلام جمع ہو جائے گا تو پھر ہم آگے بڑھیں گے مگر آپؐ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ میری سواری کی باگ چھوڑ دو اور پھر ایڑی لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ یعنی میں موعود نبی ہوں جس کی حفاظت کا دائمی وعدہ ہے جھوٹا نہیں ہوں اس لیے تم تین ہزار تیر انداز ہو یا تیس ہزار مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں اور اے مشرکو! میری اس دلیری کو دیکھ کر کہیں مجھے خدا نہ سمجھ لینا میں ایک انسان ہوں اور تمہارے سردار عبد المطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔

آپ کے چچا حضرت عباسؓ کی آواز بہت اونچی تھی۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا! عباسؓ آگے آؤ اور آواز دو اور بلند آواز سے پکارو کہ اے سورۂ بقرہ کے صحابیو! (یعنی جنہوں نے سورۂ بقرہ یاد کی ہوئی ہے) اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ مکہ کے تازہ نو مسلموں کی بزدلی کی وجہ سے جب اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پیچھے کی طرف بھاگا تو ہماری سواریاں بھی دوڑ پڑیں اور جتنا ہم روکتے تھے اتنا ہی وہ پیچھے کی طرف بھاگتی تھیں یہاں تک کہ عباسؓ کی آواز میدان میں گونجنے لگی کہ اے سورۂ بقرہ کے صحابیو! خاص سورہ بقرہ کا نام لے کر اس لیے پکارا کہ مدینہ میں نازل ہونے والی یہ سب سے پہلی سورت تھی اور اس سورت میں یہ بھی آیات ہیں کہ تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں پر خدا کے حکم سے غالب آتے ہیں اور اس میں عہد و پیمان پورا کرنے کی تلقین ہے۔ اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ یہ آواز کہتے ہیں جب میرے کان میں پڑی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میں زندہ نہیں بلکہ مُردہ ہوں اور اسرافیل کا صُور فضا میں گونج رہا ہے۔ میں نے اپنے اونٹ کی لگام زور سے کھینچی اور اس کا سر پیٹھ سے لگ گیا لیکن وہ اتنا بدکا ہوا تھا کہ جونہی میں نے لگام ڈھیلی کی وہ پھر پیچھے کی طرف دوڑا۔ اس پر میں نے اور میرے بہت سے ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں اور کئی تو اونٹوں پر سے کود گئے اور کئی نے اونٹوں کی گردنیں کاٹ دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور چند لمحوں میں ہی وہ دس ہزار صحابہ کا لشکر جو بے اختیار مکہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا آپ کے گرد جمع ہو گیا اور تھوڑی دیر میں پہاڑیوں پر چڑھ کر اس نے دشمن کا تہس نہس کر دیا اور یہ خطرناک شکست ایک عظیم الشان فتح کی صورت میں بدل گئی۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 624 تا 626، النور زیر آیت 64)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 155 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی طرح اپنی ایک تقریر ''اسوۂ حسنہ'' میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کا یہ ذکر بھی کیا ہے کہ ''فتح مکہ کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض عرب قبائل کے مقابلہ کے لیے غزوہ حنین میں تشریف لے گئے تو چونکہ مکہ میں بہت سے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اس لیے وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے اور جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی صرف اظہار شان اور قومی جوش کی

وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنی کثرت اور طاقت پر لاف زنی شروع کر دی" کہنا شروع کر دیا کہ ہم بہت کثیر ہیں آج ہمیں کوئی نہیں ہرا سکتا۔ "اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کبر کی سزا دینے کے لیے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ جب مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھا تو دشمن کمین گاہ میں چھپ گیا اور ان کے بڑے بڑے ماہر تیر انداز کچھ دائیں طرف چھپ کر بیٹھ گئے اور کچھ بائیں طرف چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب لشکر اس مقام سے گزرا جس کے دائیں بائیں ہزاروں تیر انداز چھپے بیٹھے تھے تو انہوں نے یکدم اسلامی لشکر پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہ دیکھ کر وہ حدیث العھد "یعنی نو عمر" اور نئے مسلمان جن میں ابھی کمزوری پائی جاتی تھی اور مکہ کے وہ کافر جو صرف قومی جوش کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے بے تحاشہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ ایسی صورت میں جب اگلے لوگ بھاگیں تو لازماً پیچھے آنے والوں کے گھوڑے بھی بدک جاتے ہیں اور وہ بھی بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس جنگ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ جب وہ حدیث العھد مسلمان اور کفار تیروں کی بوچھاڑ برداشت نہ کرتے ہوئے بھاگے تو صحابہؓ کے گھوڑوں اور اونٹوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا اور تمام اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا۔ یہ مصیبت یہاں تک بڑھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ باقی سب میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا: اب ٹھہرنے کا وقت نہیں۔ گھوڑے کی باگ پھیریں اور واپس چلیں تا کہ اسلامی فوج کو دوبارہ جمع کر کے حملہ کیا جائے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نبی میدان جنگ سے پیٹھ نہیں موڑا کرتے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور اسے ایڑھ لگا کر اور بھی آگے بڑھا دیا اور فرمایا:۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

میں خدا کا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور میں جو آج ان تیر اندازوں سے نہیں ڈرا اور چار ہزار تیر اندازوں کے نرغہ میں گھرے ہونے کے باوجود آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہوں تو اس نظارہ کو دیکھ کر تم کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ میں خدا ہوں یا مجھ میں بھی خدائی صفات پائی جاتی ہیں۔ یاد رکھو! میں خدا نہیں، میں تو وہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں مگر یہ لوگ خدا نما وجود ہوتے ہیں" یعنی جو نبی اور رسول ہوتے ہیں اللہ کے اولیاء یہ خدا نما وجود ہوتے ہیں۔ خدا کو دکھانے والے ہوتے ہیں۔ "جب یہ حالت پیدا ہوئی اور دشمن خوش ہوا کہ اس نے مسلمانوں کو مار لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ عباس! آواز دو کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے... جب حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ دہرایا کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے تو اس وقت ایک انصاری کا بیان ہے کہ حالت یہ تھی کہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہمارے قبضہ سے نکلے جا رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ مکہ اور مدینہ کے ورے یہ نہیں رکیں گے۔ وہ بوجہ مکہ کے ہزاروں لوگوں کے بھاگنے کے اس قدر ڈر گئے تھے کہ کسی طرح واپس لوٹتے ہی نہ تھے۔ ہم اپنی سواریوں کی باگیں کھینچتے اور اس قدر زور لگاتے کہ ان کا منہ ان کی دم کو آ لگتا، مگر بجائے واپس لوٹنے کے وہ پیچھے کی طرف ہی بھاگتیں۔ ہماری یہی حالت تھی کہ ہمارے کانوں میں حضرت عباسؓ کی یہ گونجنے والی

آواز آئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آواز کے سنتے ہی ہماری یہ حالت ہو گئی کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہمیں کوئی آدمی پکار رہا ہے بلکہ ہمیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ قیامت کا دن ہے اور مُردہ روحوں کو زندہ کرنے کے لیے صُور اسرافیل پھونکا جا رہا ہے۔ اس وقت ہمیں دنیا و مافیہا کا کوئی ہوش نہ رہا اور صرف ایک ہی آواز ہمارے کانوں میں گونجنے لگی اور وہ عباسؓ کی آواز تھی۔ اس وقت ہماری تمام کمزوری جاتی رہی اور یا تو ہمارے اندر یہ احساس پایا جاتا تھا کہ ہم اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو نہیں روک سکتے یا پھر ہم نے آخری دفعہ پھر زور لگایا اور اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو موڑنے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ جو مُڑ گئے سو مُڑ گئے اور جو نہ مُڑے ہم نے تلواریں نکال کر ان کی گردنیں کاٹ دیں اور پیدل دوڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایمان سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ خواہ کیسا ہی خطرہ ہو خدا آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا یہی شان اپنے درجے کے مطابق صحابہ میں پیدا ہو گئی" تھی (آپ کی تربیت کے زیر اثر)۔ (اسوہ حسنہ، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 93 تا 95)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون کون ثابت قدم رہا ایک روایت میں آتا ہے۔ اور یہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ مسلمان بھاگ گئے اور آپ کے پاس مہاجرین و انصار میں سے صرف اسّی لوگ رہ گئے۔ ہم ثابت قدم رہے اور پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے اور یہی وہ لوگ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر موجود تھے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے تھے۔ آپ کی خچر جھکی تو آپ زین سے نیچے جھکے۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ہو جائیں۔ اللہ آپ کو بلند کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مٹی کی ایک مٹھی دو تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھی میں مٹی بھر کے دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وہ مٹی لے کے ان کے، دشمن کے چہروں کی طرف پھینکی تو ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ پھر فرمایا: مہاجرین و انصار کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا وہ یہاں موجود ہیں تو فرمایا ان کو بلاؤ۔ میں نے ان کو بلایا تو وہ اپنی تلواروں کو اپنے دائیں ہاتھوں میں لیتے ہوئے آئے اور مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ بھاگ گئے یعنی مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقریباً ایک سو افراد رہ گئے۔ اس وقت آپ نے یہ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ ہم تجھ ہی سے شکوہ کرتے ہیں اور مدد کے لیے تجھی کو پکارتے ہیں۔ تو جبرئیل نے عرض کی۔ آپ پر وہی کلمات القاء ہوئے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کو سمندر کے پھٹنے کے دن سکھائے گئے تھے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 325 تا 327 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت حارثہ بن نعمان سے روایت ہے کہ جب لوگ الٹے قدم واپس لوٹے تو مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کے ساتھ صرف سو افراد رہ گئے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اسی روز یعنی حنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علی

رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ہر ایک نے دس دس سے زائد ضربیں لگائیں۔ حضرت ابن مسعودؓ بھی ان میں شامل تھے اور انصار میں سے حضرت ابو دُجانہؓ، حَارِثہ بن نعمانؓ، سَعْد بن عُبادہؓ، ابو بَشِیرؓ، اُسَید بن حُضَیرؓ اور اہل مکہ میں سے شَیْبَہ بن عثمانؓ ثابت قدم رہے۔

خواتین میں سے حضرت اُمِّ سُلَیم بنت مِلْحَانؓ، ام عُمارہ نَسِیبَہ بنت کعبؓ، اُمِّ حارِثؓ، اُمّ سُلَیط بنت عبیدؓ۔ یہ بھی جنگ کے میدان میں تھیں۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 330-329 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

صحابیات کی ثابت قدمی کے بارے میں آتا ہے۔ عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سُلَیم بنت مِلْحَانؓ کو دیکھا وہ اپنے شوہر ابو طلحہؓ کے ہمراہ تھیں اور وہ حاملہ تھیں۔ انہیں ڈر تھا کہ اونٹ انہیں نیچے نہ گرا دے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ نکیل اور لگام کے اندر سے ڈال کر اونٹ کا سر اپنے قریب کر رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سُلَیم ہے؟ انہوں نے کہا جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ ان خاتون کے پاس ایک خنجر تھا۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ ام سُلَیمؓ ہے اس کے پاس خنجر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: یہ خنجر کس لیے ہے؟ تو انہوں نے، ام سُلَیمؓ نے جواب دیا کہ میں نے یہ اس لیے رکھ لیا ہے کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کے مسکرائے۔ حضرت ام سُلَیمؓ جو اس نازک وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر لوگوں کے بھاگنے کا اتنا دکھ اور رنج اور غصہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مغلوب ہو کر آپ سے عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے بعد جو طُلَقَاء یعنی آزاد کیے گئے ملے۔ طُلَقَاء سے مراد مکہ کے وہ باشندے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا أَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ کہہ کر احسان فرمایا تھا اور ان میں سے دو ہزار جنگِ حنین میں شامل ہوئے اور دشمن کے تیروں کے سامنے بھاگ پڑے اور پرانے صحابہ کو بھی دھکیل کر پیچھے ہٹنے کا باعث بنے اس میں ان کا ذکر ہے۔ بہر حال آپ نے کہا کہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہوتے ہوئے شکست کھائی ہے ان کو، ان طُلَقَاء کو قتل کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم! یقیناً اللہ تعالیٰ دشمن کے مقابلے میں کافی ہوا اور اس نے احسان فرمایا۔

ایک اَور بہادر صحابیہ حضرت عُمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین کے دن جب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو ہم چار عورتیں تھیں۔ میرے پاس تیز کاٹ والی تلوار تھی اور ام سُلیم کے پاس خنجر تھا اور انہوں نے وہ خنجر اپنی کمر کے ساتھ باندھ رکھا تھا اور وہ امید سے تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت ام سُلَیطؓ اور اُمّ حارِثؓ بھی موجود تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام عُمارہؓ نے بلند آواز دی اور کہنے لگیں کہ اے انصار! تمہیں فرار ہونے سے کیا تعلق؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے ھَوازن کے ایک شخص کو دیکھا جو جھنڈا اٹھائے گندمی اونٹ پر سوار تھا۔ وہ مسلمانوں کے پیچھے بھاگا جا رہا تھا۔ میں اس کے سامنے آئی اور اس کے اونٹ کی کونچوں پر وار کیا تو وہ سوار اپنی پیٹھ کے بل نیچے گرا تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اس پر تلوار سے وار کرتی رہی

یہاں تک کہ اسے موت کی نیند سلا دیا۔ پھر مَیں نے اس کی تلوار لے لی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار سونتے ہوئے میدان جنگ میں کھڑے تھے۔ میں وہاں پہنچی اور آپؐ پکار رہے تھے کہ اے اصحابِ سورہ بقرہ! چنانچہ انصار حملہ کرتے ہوئے واپس پلٹے اور ھوازن کے لوگ صحابہ کے سامنے اتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر میں اونٹنی کو دوہا جاتا ہے یعنی تھوڑی دیر وہ مقابلہ کر سکے۔ پھر وہ دشمن شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے دشمن کی اس طرح کی ذلت آمیز شکست کبھی نہیں دیکھی۔ وہ ہر سمت منہ اٹھائے بھاگے جا رہے تھے۔ میرے بیٹے حُبیب اور عبداللہ میرے پاس واپس آئے اور ان کے ہاتھوں میں قیدی تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ النساء مع الرجال، حدیث 3360، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 9 صفحہ 242-241)

(ماخوذ از سبل الھدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 331-330 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 139 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(کتاب المغازی (مترجم) جلد دوم صفحہ 316 مکتبہ رحمانیہ)

حضرت ابو بَشیر مَازِنیؓ سے روایت ہے کہ حنین کے دن ہم نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر ہم اس جگہ پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا۔ ہمیں علم نہ تھا کہ اچانک ہم پر حملہ ہو گیا۔ ہمارے لشکر کا اگلا حصہ ہماری طرف واپس پلٹا اور وہ شکست کھا چکے تھے۔ ہماری صفیں خلط ملط ہو گئیں اور ہم لشکر کے اگلے حصے سمیت شکست کھا گئے۔ میں پلٹ کر آگے بڑھا۔ میں نوجوان لڑکا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے اگلے حصے میں ہیں تو میں کہنے لگا کہ اے انصار! میرے ماں باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ تم کہاں پھرے جا رہے ہو؟ انہوں نے آواز دی۔ میں شکست خوردہ لوگوں کو پیچھے موڑ رہا تھا۔ میری کوشش صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلامت دیکھنے کی تھی یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا اور آپ فرما رہے تھے اے انصار! اے انصار! میں آپؐ کی سواری کے قریب گیا اور میں نے پیچھے دیکھا انصار فوراً واپس لوٹ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر دشمن کے سامنے کھڑے تھے اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قتال کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ تو انصاری دشمن کو دور کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایک فرسخ یعنی تین میل تک دھکیل دیا۔ وہ گھاٹیوں میں پھیل گئے یہاں تک کہ وہ ہمارے سامنے شکست کھا گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل اور اپنے خیمہ کی طرف لوٹ گئے اور قیدی آپ کے ارد گرد بندھے ہوئے تھے۔ ایک گروہ آپ کے خیمہ کے گرد تھا اور آپ کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ازواج حضرت ام سَلَمہؓ اور حضرت زینبؓ تھیں۔ ایک روایت میں حضرت ام سَلَمہؓ اور حضرت میمونہؓ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے ارد گرد اُن لوگوں کی جماعت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دے رہے تھے اور وہ عَباد بن بِشر، ابونَائِلہ اور محمد بن مَسْلَمہ تھے۔

ابن عُقبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قریشی آدمی صَفوان بن اُمیہ کے پاس سے گزرا۔ (یہ ابھی تک مشرک تھا اور حنین کی جنگ کا نظارہ کرنے کے لیے ساتھ آیا تھا) اور کہا تجھے بشارت ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحاب کو شکست ہو گئی۔ پہلے جو حملہ ہوا تھا اس کی وجہ سے اس نے یہ شکست کی خبر دی اور پھر وہ مشرک کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! وہ اب کبھی بھی پہلی حالت میں نہیں آ سکتے یعنی اب ان کو فتح نصیب نہیں ہو سکتی تو

صفوان نے کہا تُو مجھے بدوؤں کے غلبہ کی خوشخبری دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! کسی قریشی کا سردار بننا مجھے بدوؤں کے سردار بننے سے زیادہ محبوب ہے۔ صفوان اس بات سے غصہ میں آ گیا۔ اس دشمن کی بات جب سنی تو انہوں نے اپنے ایک غلام کو خبر لانے کے لیے بھیجا اور کہا کہ غور سے سنو یہ کس کے شِعار کی آواز آ رہی ہے کیونکہ اس وقت نعروں کی آواز بھی شروع ہو گئی تھی۔ وہ واپس اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اے بنو عبد الرحمٰن! اے بنو عبید اللہ! اے بنو عبد اللہ! اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے ہیں اور یہ ان کا جنگ میں شِعار ہے۔ اس سے صفوان کو تسلی ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی ہے۔ (ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 318 تا 320 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 260 بزم اقبال روڈ، لاہور)

اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار پر کنکریاں پھینکنے اور دعا کرنے کے بارے میں بھی یوں ذکر ملتا ہے جس طرح پہلے ذکر ہوا آپ نے فرمایا تھا مٹی دو مجھے پھینکوں گا۔ اس کی مزید تفصیل میں ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ صحابہ کے واپس پلٹنے پر جب جنگ اپنے زوروں پر تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر جنگ کا نظارہ کیا اور آپ اپنی خچر پر سوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ خوب زوروں پر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پکڑے اور انہیں کفار کے چہرے کی طرف پھینکا پھر فرمایا محمد کے ربّ کی قسم! ایک اَور روایت میں ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کے رب کی قسم! یہ لوگ شکست کھا گئے۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھنے لگا تو لڑائی ویسے ہی ہو رہی تھی جیسے میں دیکھتا تھا۔ وہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! جونہی آپ نے کنکریاں پھینکیں تو میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی ماند پڑنے لگی یعنی دشمن کا حملہ جو تھا ماند پڑنے لگا اور ان کا معاملہ الٹنے یعنی معاملہ دشمن کی شکست کی طرف پھر گیا۔

(صحیح مسلم کتاب الجھاد و السیر باب فی غزوہ حنین۔ حدیث 1775)

اس کی مزید تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں رکابوں میں پاؤں رکھ کے کھڑے ہو گئے اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَنْشُدُکَ مَا وَعَدْتَنِی اَللّٰھُمَّ لَا یَنْبَغِی لَھُمْ اَنْ یَظْھَرُوْا عَلَیْنَا۔ اے اللہ! میں تجھے اس کا واسطہ دیتا ہوں جو تُو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ اے اللہ! مناسب نہیں ہے ان کے لیے کہ وہ ہم پر غالب آئیں اور ہم مغلوب ہو جائیں۔

یزید بن عامر سُوَائی سے روایت ہے کہ وہ حنین میں مشرکین کے ساتھ موجود تھے اور بعد میں اسلام لائے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے موقع پر زمین سے ایک مٹی کی مٹھی لی۔ پھر مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے چہروں کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ تم لوٹ جاؤ۔ چہرے سیاہ ہو گئے۔ جو شخص بھی اپنے بھائی سے ملتا تھا وہ اپنی آنکھوں میں چبھن کی شکایت کرنے لگتا اور اپنی آنکھوں کو ملتا تھا یعنی دشمن کی آنکھوں میں جلن شروع ہو گئی۔ اس وقت آپ دُلدُل نامی خچر پر سوار تھے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 5 صفحہ 322، 324 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 154 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شَیبہ بن عثمان ایک قریشی معزز شخص تھا اس کا باپ عثمان بن طلحہ جنگِ احد میں قتل ہوا تھا۔ یہ مکہ سے حنین کے لشکر میں شامل ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میں اس نیت سے شامل ہوا تھا کہ جب بھی (اس کا مطلب ہے مسلمان نہیں ہوا تھا) مجھے موقع ملا تو میں اپنے باپ کے قتل کے بدلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے نعوذ باللہ اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گا۔ اسلام سے مخالفت کا یہ عالم تھا کہ یہ کہا کرتا تھا کہ سارا عرب و عجم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لے میں تب بھی ان کی پیروی نہیں کروں گا۔ تو شَیبہ نے جب دیکھا کہ مسلمان میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند ایک لوگوں کے درمیان رہ گئے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں میں نے سوچا کہ میرے لیے اب بہترین موقع ہے کہ نعوذ باللہ مَیں آپ کو قتل کر سکتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے دائیں جانب سے آپ پر حملہ کرنے کے لیے آگے ہوا تو میں نے وہاں آپ کے چچا عباس کو کھڑے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ عباس کی موجودگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ میں واپس پلٹا اور پھر میں آپ کے بائیں جانب ہوا کہ ادھر سے حملہ کرتا ہوں تو وہاں دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث کھڑے ہیں تو وہاں سے واپس ہو گیا اور پھر آپ کے پیچھے کی جانب سے آپ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو جب حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا تو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے الٹے پاؤں تیزی سے واپس پلٹ گیا۔ بعد میں وہ بیان کرتے تھے کہ عین اس وقت مجھے آگ کے شعلے اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے اور یوں لگا وہ شعلے مجھے بھسم کر کے رکھ دیں گے، کر دیں گے۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ شیبہ میرے قریب آؤ۔ آپ کو پتہ لگ گیا کہ یہ پیچھے کھڑے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ آپؐ نے تبسم فرمایا اور میرے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ عَنْہُ الشَّیْطَانَ ۔ اے اللہ! شیطان کو اس سے دور کر دے۔ شَیبہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے کان، میری آنکھ اور میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے اور میرا سینہ صاف ہو گیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبہ سے فرمایا: اے شیبہ! کافروں سے جنگ کرو۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں دشمنوں کی طرف تلوار لے کر آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یوں جنگ کرنے لگا کہ اس وقت اگر میرا باپ بھی میرے سامنے آتا تو اس کو بھی قتل کر دیتا۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 256 تا 258 بزم اقبال روڈ، لاہور)

(غزوات النبی ﷺ از علامہ علی برہان حلبی، مترجم صفحہ 639 مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 272 مکتبہ دارالسلام)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنے رنگ میں بیان کیا ہے کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور وہ جنگِ حنین میں شریک ہوا لیکن اس کی نیت یہ تھی کہ جس وقت لشکر آپس میں ملیں گے تو میں موقع پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا۔ جب لڑائی تیز ہوئی تو اس شخص نے تلوار کھینچ لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اکیلے تھے، صرف حضرت عباسؓ ساتھ تھے۔ اس شخص نے موقع غنیمت جانا اور آگے بڑھ کر وار کرنا چاہا۔ خدا تعالیٰ

نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الہاماً بتا دیا کہ اس شخص کے اندر کَپٹ ہے" یعنی دشمنی ہے۔ "وہ شخص خود ذکر کرتا ہے کہ میں آپ کی طرف بڑھتا گیا اور میں خیال کرتا تھا کہ اب میری تلوار آپ کی گردن اڑا دے گی لیکن جب میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ اے خدا! تُو اس کو شیطانی خیالات سے نجات دے اور اس کے بغض کو دور کر دے۔ وہ شخص کہتا ہے مجھے یکدم یوں محسوس ہوا کہ آپ سے زیادہ پیاری چیز اَور کوئی نہیں۔ اِس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھو اور لڑو۔ میں نے تلوار سونت لی اور خدا کی قسم! اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور وہ میرے سامنے آجاتا تو میں اپنی تلوار اِس کے سینہ میں بھونک دینے" یعنی گھونپ دیتا اور اس "سے بھی دریغ نہ کرتا۔ یہ محبت ہے جس نے اس کی دشمنی کو دور کر دیا۔"

(بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر۔ انوار العلوم جلد 22 صفحہ 114)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت تھی اس نے اس کی دشمنی ختم کر دی۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ شَیبہ بن عثمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اے شیبہ! جو کچھ تم اس وقت سوچ رہے تھے اس سے وہ بہتر ہے جو اب اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبہ کو وہ تمام باتیں بتائیں جو شیبہ اس وقت میدان جنگ میں اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ شیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کچھ ماضی میں ہوا اس کی بخشش کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعا دیتے ہوئے فرمایا غَفَرَاللّٰہُ لَکَ۔ اللہ تمہاری بخشش فرمائے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 258 بزم اقبال روڈ، لاہور)

اسی طرح نُضَیر بن حارِث کی بدنیتی اور ان کے نیک انجام کا ذکر بھی ملتا ہے کہ مکہ سے جو لوگ بدنیتی اور بد ارادوں سے حنین کے لشکر میں شامل ہوئے تھے ان میں سے ایک نُضَیر بن حارِث بھی تھا۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے ایک شخص تھا اور اس کا بھائی جنگِ بدر میں مارا گیا تھا۔ یہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس نیت سے حنین کی طرف نکلا تھا کہ موقع ملتے ہی مشرکین کی طرف سے حملہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا اور جب مسلمان ابتدا میں منتشر ہوئے تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ان کی طرف گیا لیکن جونہی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد سفید چہروں والے کچھ لوگ ہیں جو مجھے کہہ رہے ہیں کہ یہاں سے دُور ہو جاؤ۔ ان کی آواز میں ایسی دہشت تھی کہ میں ڈر گیا اور میں کانپنے لگ گیا اور تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی کہ مسلمان واپس جمع ہونے لگے اور دشمنوں پر حملہ کرنے لگے۔ اس دوران مَیں وہاں سے واپس ہو گیا اور درختوں میں چھپ گیا اور کئی دن چھپا رہا کیونکہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کا رعب مجھ سے دور نہیں ہو رہا تھا یہاں تک کہ مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جِعْرَانَہ چلے گئے۔ تو جنگ ختم ہونے کے بعد میں نے سوچا کہ اب اسلام کا غلبہ ہو چکا ہے اور سب نے اسلام قبول کر لیا ہے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ میں

چھپتا چھپاتا جِعرانہ چلا گیا اور مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا اور فرمانے لگے نُضَیر تم ہو؟ میں نے عرض کی جی حضور حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے لیے اُس سے بہتر ہے جو تم نے حنین کے موقع پر ارادہ کیا تھا اور اس میں اللہ تیرے اور اس کے درمیان حائل ہو گیا تھا یعنی تیرے ارادے کے اور تیرے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ نُضَیر بیان کرتے ہیں کہ میں یہ بات سن کر تیزی سے حضورؐ کی طرف بڑھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ کے علاوہ کوئی اَور معبود ہوتا تو وہ مجھے کچھ فائدہ دیتا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰھُمَّ زِدْہُ ثَبَاتًا ۔ اے اللہ! اسے ثابت قدمی میں بڑھا دے۔ نُضَیر نے کہا اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے طفیل میرا دل ثابت قدمی کے اعتبار سے چٹان کی طرح ہو گیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب تعریف اللہ کے لیے جس نے اسے ہدایت فرمائی۔

(ماخوذ از البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 113-112 دار ھجر بیروت)

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 322-321 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ حنین کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نو مسلم سردارانِ قریش کو تالیفِ قلوب کے لیے سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ نُضَیر بن حَارِث بھی تھے۔ انہوں نے ایسی خودداری کا مظاہرہ کیا جو درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو ثباتِ ایمانی عطا کیے جانے کی دعا کا اثر تھا کہ ایک شخص ان کو یہ خبر سنانے کے لیے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا ہے لہٰذا وہ اونٹ لے لیں۔ اس پر نُضَیر نے اس کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تالیفِ قلب کے لیے یہ دے رہے ہیں۔ اس لیے میں یہ اونٹ نہیں لوں گا یعنی میں تو اللہ کے فضل سے اسلام پر ثابت قدم ہوں۔ مجھے تالیف قلب کے لیے اس طرح کا مال لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر خود ہی بعد میں کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود تو یہ مال نہیں مانگا اور نہ ہی سوال کیا ہے اور یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطیہ اور تحفہ ہے اس لیے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر انہوں نے یہ خبر لانے والے کو ان اونٹوں میں سے دس اونٹ تحفہ کے طور پر دے دیے اور باقی خود رکھ لیے۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 307 دار الکتب العلمیۃ)

بعد میں اکثر اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس شرک پر نہیں مرے جس پر ہمارے آباء واجداد تھے۔ ان کا اسلام بہت اچھا رہا۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور پھر وہاں سے جہاد کی غرض سے شام کی طرف چلے گئے اور پندرہ ہجری میں جنگ یرموک میں شہادت پائی۔ باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ ستمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 229 صفحہ 02 تا 06)

37

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12/ ستمبر 2025ء بمطابق 12/ تبوک 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ حنین کے حوالے سے ذکر کر رہا تھا۔ اس کی مزید تفصیل یوں ہے۔ جنگِ حنین میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لشکروں کے نازل کیے جانے کا ذکر ملتا ہے جنہیں فرشتوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ غزوۂ حنین کے ذکر میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ذٰلِکَ جَزَاءُ الْکٰفِرِیْنَ۔ (التوبۃ:26)

پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔

مفسرین اور سیرت نگاروں نے **اس جنگ میں فرشتوں کے نزول پر مختلف بحثیں کی ہیں۔** ”بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرشتوں کا نزول محض مؤمنوں کے لیے بطور بشارت اور ان کے دلی اطمینان کے لیے تھا وگرنہ فرشتے جنگ میں عملاً شریک نہیں ہوئے تھے۔ یہ تصور بھی بعض احادیث صحیحہ جو ہیں ان کے منافی ہے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ فرشتے جنگ میں عملاً شریک ہوئے۔ البتہ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نصرت کے لیے تو ایک ہی فرشتہ کافی تھا تو ہزاروں فرشتے کیوں نازل ہوئے؟ امام ابن کثیر صحیحین میں موجود عرصہ جنگ میں فرشتوں کے نزول کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے فرشتوں کا نزول اور مسلمانوں کو اس کی اطلاع بطور خوشخبری تھی ورنہ اللہ اس کے بغیر بھی اپنے دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کر سکتا ہے اس لیے اس نے فرمایا مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے اور سورۂ محمد میں“ یہ ”فرمایا کہ اللہ چاہے تو خود ہی ان کافروں سے بدلہ لے لے لیکن وہ آزماتا ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل بعنوان ”الفضل۔ تاریخ احمدیت کا ماخذ“ مورخہ 24 تا 29/ جولائی 2023ء صفحہ 9-8، خطبہ جمعہ 7/ جولائی 2023ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ بات بیان فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن میں فرشتوں کی مدد کی خوشخبری کا واقعہ ہے تا کہ مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے اور معرکے میں انہیں کوئی ڈر نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مومنوں سے وعدہ کیا اور انہیں خوشخبری دی کہ وہ پانچ ہزار فرشتوں سے ان کی مدد کو آئے گا۔ اس عدد کو زیادہ کر کے اس لیے دکھایا تا کہ ان کے لیے خوشخبری ہو حالانکہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہی یہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم سے زمین کو تہ و بالا کر دے۔ اس کے لیے پانچ ہزار کی نہیں بلکہ پانچ کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو عظیم نصرت دکھائے تو اس نے وہ لفظ اختیار کیا جس سے امداد کرنے والے کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور یہی مراد لیا تھا۔

(ماخوذ اردو ترجمہ عربی عبارت از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 448)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تفسیر صغیر میں اس کے بارے میں مختصر نوٹ دیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ایک سو ستائیس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”فرشتوں کا ذکر صرف اس لیے ہے کہ خواب یا کشف میں خوشخبری ملنے سے انسان کی ہمت بڑھتی ہے۔ ورنہ اصل مراد یہی تھی کہ خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔“ (تفسیر صغیر صفحہ 96 سورۃ آل عمران زیر آیت:127)

یعنی یہ بھی کشفی رنگ ایک ظاہر ہوا تھا۔

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”خوب اچھی طرح یاد رکھو جو شخص مرنے کے لیے تیار ہو جائے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ سچے طور پر موت قبول کرنے والی انبیاء کی جماعت ہی ہوتی ہے۔ پھر کوئی ہے جو اسے مار سکے؟ ہرگز نہیں۔ دائمی زندگی حاصل کرنے کا اصل یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے لیے موت قبول کرے اور جب کوئی انسان اس ارادہ سے کھڑا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اسے زندہ کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گویا کشتی شروع ہو جاتی ہے انسان زور لگاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں موت حاصل ہو لیکن فرشتے زور لگاتے ہیں کہ اسے زندہ رکھا جائے۔

جب خدا کا بندہ کہتا ہے کہ میں خدا کے لیے مرنا چاہتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے سارے فرشتے کہتے ہیں ہم مرنے نہیں دیں گے اور آخر فرشتے ہی جیتتے ہیں۔ بندہ چاہتا ہے کہ مر جائے۔ وہ اس کے لیے اپنے آپ کو ایسے حالات میں ڈالتا ہے جن کا نتیجہ موت ہوتی ہے مگر وہ مرتا نہیں... حنین کے واقعہ کو ہی دیکھ لو جب دشمن حملہ کر کے آگے بڑھا تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف بارہ آدمی تھے۔ باقی سب دشمن کی تیر اندازی سے تتّر بتّر ہو گئے تھے۔ اس وقت حضرت عباسؓ نے کہا حضور ذرا پیچھے ہٹ جائیں مگر آپؐ نے سواری کو ایڑی لگائی اور آگے بڑھتے ہوئے فرمایا: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ میں خدا تعالیٰ کا سچا نبی ہوں میں پیٹھ کس طرح دکھا سکتا ہوں۔ یہ ایک ایسا کلمہ تھا جو انسانیت کو بھلا کر خدا تعالیٰ کے سامنے لانے والا تھا۔ چار ہزار تیر اندازوں کے مقابلہ میں ایک شخص کہتا ہے میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا تو یہ انسان نہیں بلکہ خدا بول رہا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کہا بھی کہ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ۔ میں انسان ہی ہوں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے اتر آئے اور حنین کی شکست فتح سے بدل گئی اور آپ فاتح بن کر میدان جنگ سے لوٹے۔“

(خطاباتِ شوریٰ جلد اوّل صفحہ 613-612، مجلس مشاورت 1935ء، نظارت نشر و اشاعت قادیان 2013ء)

دشمن کی شکست اور فرار کے بارے میں یہ تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انصار کو پکارا اور وہ واپس آ گئے اور پھر خوب جوش و خروش سے لڑنے لگے تو اس کے ساتھ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اپنے ہاتھ سے کنکریوں کی مٹھی کفار کی طرف پھینکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو ھَوَازِن جن کا یہ دعویٰ تھا کہ آج تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کسی جنگجو قوم سے ہوا ہی نہیں۔ ہم سے مقابلہ ہو گا تو ہم بتائیں گے کہ جنگ کیا ہوتی ہے اور جو فی الحقیقت عرب کے طاقتور ترین قبائل میں سے ایک تھا۔ یہ نہیں کہ صرف باتیں تھیں بلکہ واقعی تھا وہ طاقتور قبیلہ۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں شکست کھا کے بھاگنے لگے۔ اپنے بیوی بچوں اور مال مویشی کی کسی کو خبر نہ رہی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں بہت سے لوگ قتل ہوئے اور

ہزاروں کی تعداد میں قید ہوئے اور بھاگنے والوں کی بھاری تعداد اوطاس کی طرف بھاگ گئی۔

(شرح الزرقانی جلد3صفحہ531-530و زرقانی جلد4صفحہ19دار الکتب العلمیۃ بیروت1996ء)

اس جنگ میں ھوازن کے سینکڑوں لوگ قتل ہوئے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے بیس مشرکین قتل کیے۔ اسی طرح سَرِیَّہ اَوْطَاسْ میں مشرکین کے تین سو افراد قتل ہوئے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، جلد9صفحہ285 بزم اقبال لاہور)

ھَوَازِن کے راہِ فرار اختیار کرنے کے باوجود ثقیف کے جنگجو ڈٹے رہے۔ جو ثقیف قبیلہ تھا وہ ڈٹے رہے اور نہایت دلیری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کے ستّر لوگ مارے گئے۔ ان کا سب سے آخری علمبردار عثمان بن عبد اللہ تھا۔ جب وہ قتل ہوا تو پھر ثَقِیف بھی بھاگ گئے۔ عثمان کے قتل کی خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے اس دشمن اسلام کے بارے میں فرمایا۔ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔ یہ قریش سے بغض رکھتا تھا جبکہ اس کے قاتل حضرت عبد اللہ بن اَبِی اُمَیَّہؓ کے لیے حصول رحمت کی دعا فرمائی اور حضرت عبد اللہؓ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے اسی حالت میں شہادت عطا فرمائے گا۔ پس انہوں نے طائف کے محاصرے کے دوران ہی شہادت پائی۔ بعض روایات کے مطابق آخری علمبردار عثمان بن عبد اللہ کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔

(مغازی للواقدی جلد3صفحہ912-911عالم الکتب1984ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد6صفحہ55دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(شرح الزرقانی جلد3صفحہ531دار الکتب العلمیۃ)

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد5صفحہ334دار الکتب العلمیۃ)

لیکن وہ پہلی والی زیادہ تفصیلی ہے۔

اس جنگ میں چار صحابہؓ شہید ہوئے۔ ان کے نام ہیں حضرت اُمِّ اَیْمَنؓ کے بیٹے اَیْمَن بن عُبَیدؓ۔ یہ ام ایمنؓ وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حَاضِنَہ تھی یعنی نگہداشت و پرورش کرنے والی تھیں۔ سُراقہ بن حَارِثؓ۔ یہ انصاری صحابی تھے۔ ان کے بیٹے حَارِثہ بن سُرَاقَہؓ جنگِ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ یَزید بن زَمْعَہؓ، ابتدا میں اسلام قبول کرنے والے تھے اور جاہلیت میں بھی قریش کے ہاں اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔ قریش اہم امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ یہ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمَہؓ کے بھانجے تھے۔ میدانِ جنگ میں گھوڑے کے بدکنے سے ان کی شہادت ہوئی تھی۔ نیچے گرے اور پھر اس کے نیچے آ گئے۔ بعض کے نزدیک ان کی شہادت غزوۂ طائف میں ہوئی تھی اس کا ذکر بھی آگے آئے گا۔ چوتھے حضرت ابو عامرؓ تھے جن کی تفصیل بھی آگے سریۂ اوطاس میں آئے گی۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد9صفحہ284 بزم اقبال لاہور)

(اسد الغابہ زیر لفظ یزید بن زمعہ جلد5صفحہ453دار الکتب العلمیۃ بیروت2003ء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ حنین میں میری پیشانی میں ایک تیر آ لگا اور میرے چہرے اور سینے پر خون بہ کر پھیلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ میرے چہرے اور سینے سے پیٹ تک پھیرا اور خود خون صاف کیا جس سے خون اسی وقت بند ہو گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے میرے لیے دعا فرمائی۔

بعض روایت کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہاتھ پھیرا تھا تو آپؐ کے مبارک ہاتھوں کے وہ نشان ان کے جسم پر بعد میں بھی رہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 162 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

(شرح الزرقانی جلد 5 صفحہ 457 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

حضرت خالد بن ولیدؓ جو کہ ایک گھڑ سوار دستے کے امیر تھے وہ ابتدائی مرحلے میں ہی بری طرح زخمی ہو چکے تھے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جب لشکر تتر بتر ہوا ہے تو آپؓ گر گئے تھے۔ ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ جب کفار کو شکست ہو گئی اور مسلمان اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ لوگوں کے درمیان چل رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھے خالد بن ولیدؓ تک کون پہنچائے گا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو خالدؓ کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خالدؓ کے پاس بیٹھ گئے اور زخم دیکھ کر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے انہیں شفا ہو گئی۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن اَبِی اَوْفٰیؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی زخمی ہوئے تھے۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 279، بزم اقبال لاہور)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 162 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

(السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ محاولۃ التطبیق قواعد المحدثین جزء 2 صفحہ 504 مکتبہ العلوم والحکم 1914ء)

اہل مکہ اور مدینہ کو فتح حنین کی بشارت بھیجی۔ ابتدا میں جب حنین کے میدان سے کچھ مسلمان بھاگے تو ان میں سے کچھ تو مکہ چلے گئے اور وہاں یہ بتایا کہ مسلمانوں کو شکست ہو چکی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ قتل ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے مکہ میں موجود منافقین اور جن کے دلوں میں بغض تھا وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب عرب اپنے آبائی دین پر واپس آ جائیں گے۔ اس موقع پر مکہ کے امیر عَتَّابْ بِن اَسِیدؓ نے کمال جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ إِنْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ فَإِنَّ دِيْنَ اللّٰهِ قَائِمٌ، وَالَّذِيْ يَعْبُدُهُ مُحَمَّدٌ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ ۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہو گئے تو یقیناً اللہ کا دین ہمیشہ قائم رہے گا اور جس ہستی کی عبادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ، وہ ہستی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی اور کبھی نہیں مرے گی۔ اور ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حنین سے یہ خوشخبری بھی آ گئی کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے اور بنو ہَوَازِن بہت بری طرح شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں۔ اسی طرح مدینہ میں بھی یہ خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔ شکست کی خبر پہلے پہنچ گئی تھی، کسی نے پہنچا دی تھی۔ وہاں حضرت نُہَیْکْ بِن اَوْسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوشخبری دے کر بھیجا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرِ شام ہی روانہ ہو گیا۔ راستے میں بھی لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو ایسی شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ پہلے کبھی ایسی شکست نہ ہوئی ہو گی اور مالک بن عوف کا لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر غالب آ گیا ہے تو مَیں نے کہا یہ سب جھوٹ ہے بلکہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو فتح عطا فرمائی ہے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو بطور قیدی عطا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یہ خبر دیتا ہوا تین دن میں مدینہ پہنچ گیا اور اس سے پہلے میں نے کبھی اتنی سواری نہیں کی تھی یعنی مسلسل تیز رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ پھر مدینہ

پہنچ کر اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں اور مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی ہے۔ اور جب میں وہاں سے چلا تھا تو مسلمان کچھ مال غنیمت جمع کر چکے تھے اور کچھ جمع کر رہے تھے اور پھر وہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کی طرف گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و سلامتی کی بشارت انہیں بھی دی اور اس پر سب نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوش ہو گئے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 320، 340 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 508 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 280 تا 282 بزم اقبال لاہور)

بنو ھَوَازِن کا سپہ سالار مالک بن عوف جو بڑی مشکل سے جان بچا کر میدان سے بھاگا تھا وہ اور اس کے ساتھی ایک گھاٹی پر کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا رُک جاؤ حتیٰ کہ کمزور لوگ اور تمہارے بھائی تمہیں آ ملیں۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور مالک وہاں سے بھاگ کر ثَقِیف کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 771 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

(سبل الھدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 334-333 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

محلم بن جَثَّامَہؓ کا ایک شخص کو قتل کرنا اور اس کی دیت کے واقعہ کی مزید تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے ذکر سے معاً قبل کے خطبہ میں سَرِیَہ اِضَم کی تفصیل میں یہ ذکر ہوا تھا کہ ایک صحابی محلم بن جَثَّامَہؓ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے گزرتے ہوئے السلام علیکم کہا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس کو قتل کیا۔ اس واقعہ کی بابت کچھ مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف کے لیے روانہ ہو رہے تھے کہ ایک دن نماز ظہر کے بعد آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ عُیَیْنَہ بن حِصْن اٹھا۔ اس نے مقتول عَامِر بن اَضْبَط اَشْجَعی کے خون کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی اَقْرَعْ بن حَابِس اٹھا وہ محلم بن جَثَّامَہ کو بچانا چاہتا تھا۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث شروع کر دی۔ عُیَیْنَہ نے کہا یا رسول اللہؐ! اللہ کی قسم! میں اسے یعنی قاتل کو نہیں چھوڑوں گا۔ ان کی عورتوں پر بھی اسی طرح غموں کا پہاڑ گراؤں گا جس طرح اس نے ہماری عورتوں پر غموں کا پہاڑ ڈھایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ دیت لے لو۔ پچاس اونٹ ابھی لے لو اور پچاس اونٹ مدینہ پہنچ کر لے لینا لیکن عُیَیْنَہ نے دیت لینے سے انکار کر دیا۔ بہر حال کچھ گفت و شنید کے بعد آخر ان لوگوں نے دیت قبول کر لی۔ قاتل مُحَلِّم ایک طرف کھڑا تھا وہ قصاص کے لیے تیار ہو کر آیا تھا کہ اب تو میری موت آئی۔ دیت وغیرہ کا فیصلہ ہونے کے بعد مُحَلِّم اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس نے عرض کیا جو بات آپؐ تک پہنچی ہے میں اس سے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ آپ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا محلم بن جَثَّامَہ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نے شروع اسلام میں اسے قتل کر دیا یعنی کہ اس نے آتے ہی کہا تھا السلام علیکم پھر بھی تم نے قتل کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے کہا کہ اے اللہ! محلم کو نہ بخشنا۔ یہ جملہ سب نے سنا۔ محلم نے دوبارہ کہا: یا رسول اللہؐ! میں معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی میرے لیے معافی طلب کریں۔ آپؐ نے پھر بلند آواز سے کہا تا کہ لوگ سن لیں کہ اے اللہ! محلم بن جَثَّامَہ کو معاف نہ کرنا۔ اس نے تیسری بار پھر کہا اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے تیسری بار بھی وہی کہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ میرے سامنے سے اٹھ کر چلے جاؤ تو وہ آپ کے سامنے سے اٹھا اور وہ اپنے آنسو اپنی چادر سے صاف کر رہا تھا۔ ابن اسحاق کی بھی ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محلم کی قوم کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کی بخشش کی بھی دعا دی تھی۔

(سبل الهدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 340-339 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)
(ماخوذ از سنن ابو داؤد کتاب الدیات باب اِلْإِمَامِ يَأْمُرُ بِالْعَفْوِ فِي الدَّمِ حدیث نمبر 4503)
(سنن ابن ماجہ کتاب الدیات باب من قتل عمدا... حدیث نمبر 2625)

سَرِیَّہ اَوْطَاس کی تفصیل یوں ہے۔ حنین کے میدان سے بری طرح شکست کھانے کے بعد بنو ھَوَازِن کا لشکر جدھر ان کا منہ اٹھا اس طرف بھاگ گیا۔ اس کا ایک حصہ جس میں بنو ھوازن کا سپہ سالار مالک بن عوف بھی تھا وہ طائف کی طرف بھاگا اور طائف کے قلعہ میں پناہ لے لی اور ایک حصہ اوطاس کی وادی میں جمع ہو گیا اور ایک نَخْلَہ یعنی نُخَیْلَہ کی طرف بھاگ گیا۔ اوطاس حنین کے قریب ہی ایک وادی کا نام ہے۔ بنو ھوازن چونکہ اپنے بیوی بچے اور سارے مال مویشی ساتھ لے کر حملہ آور ہوئے تھے اور خود تو وہ بھاگ گئے اور اب یہ سب کچھ مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔

اسلام کی تاریخ میں ابھی تک کا یہ سب سے زیادہ مالِ غنیمت تھا جو اُس وقت تک مسلمانوں کو ملا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی اور مالِ غنیمت حضرت مسعود بن عَمْرو غِفَارِیؓ کی نگرانی میں جِعْرَانَہ مقام کی طرف بھجوا دیے اور خود سارا لشکر لے کر طائف کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت ابو عامر اَشْعَرِی ان کا نام عُبَیْد بن سُلَیْمؓ تھا ان کی قیادت میں ایک لشکر اَوطاس کی طرف روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں ابو موسیٰ اشعریؓ اور سَلَمَہ بن اَکْوَعؓ بھی تھے۔ حضرت ابو عامرؓ نے دشمن کو دعوتِ مبارزت دی۔ وہاں دشمنوں کے دس بھائی تھے جو بے مثل جنگی صلاحیتوں کے باعث شہرت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے یہ دس بھائی مبارزت کے لیے نکلے۔ پہلے ایک بھائی آیا۔ ابو عامرؓ نے اس کو پہلے اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے مقابلے کو ترجیح دی۔ ابو عامرؓ نے کہا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلَیْہِ۔ اے اللہ! اس پر گواہ رہنا۔ یہ کہہ کر انہوں نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر جا گرا۔ پھر دوسرا بھائی آیا۔ ابو عامرؓ نے اس کو بھی پہلے دعوتِ اسلام دی اور اس کے انکار پر مقابلہ کیا اور وہ بھی مارا گیا۔ یوں یکے بعد دیگرے نو بھائی مارے گئے جب دسواں بھائی آیا اور ابو عامرؓ حسب سابق اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلَیْہِ کہہ کر اس پر وار کرنے ہی لگے تھے کہ وہ بول اٹھا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَشْھَدْ عَلَیَّ۔ اے اللہ! مجھ پر گواہ نہ بننا اور یوں ظاہر کیا کہ جیسے وہ اسلام قبول کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی ابو عامرؓ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور اس کو چھوڑ دیا لیکن اس نے پلٹ کر ابو عامرؓ پر حملہ کر دیا۔ دھوکا دیا اس نے۔ بعض روایات کے مطابق تو اس نے ابو عامرؓ کو شہید کیا لیکن دوسری روایات کے مطابق یہ درست نہیں ہے کیونکہ جس نے ابو عامرؓ کو شہید کیا تھا اس کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسی وقت قتل کر دیا تھا۔ زیادہ درست روایت یہی ہے کہ دسواں بھائی جو تھا یہ بعد میں اسلام لے آیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا اور بعد میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر نظر پڑتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ھٰذَا شَرِیْدُ اَبِی عَامِر۔ کہ یہ ابو عامرؓ کی تلوار سے بچا ہوا ہے۔ بہرحال حضرت ابو عامرؓ اسی طرح بے جگری سے لڑتے رہے اور جو بھی

ان کی تلوار کے سامنے آتا وہ مارا جاتا۔ آخر حارِث جشمی کے دو بیٹوں عَلَاء اور اَوْفی نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک تیر ان کے سینے میں لگا اور ایک گھٹنے میں لگا۔ بعض روایات کے مطابق تیر مارنے والا دُرَیْدُ بن صِمَّہ کا بیٹا سَلَمَہ تھا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عامرؓ سے پوچھا کہ آپ کو کس نے تیر مارا ہے تو انہوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور میں نے اس کا تعاقب کیا جس پر وہ بھاگ کھڑا ہوا اور میرے للکارنے پر رکا تو ہم تلوار زنی کرنے لگے اور میں نے اس کو قتل کر دیا۔ واپس آ کر مَیں نے ابو عامرؓ سے کہا۔ اللہ نے تمہارے قاتل کو جہنم رسید کر دیا ہے۔ ابو عامرؓ نے مجھے کہا کہ میرا تیر نکالو۔ تیر تو ابھی جسم میں ہی تھا۔ کہتے ہیں جب مَیں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی بہ نکلا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ زخم گہرا ہے اور زندگی کی اب کوئی امید نہیں ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ابو عامرؓ نے مجھے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرے لیے استغفار اور بخشش کی دعا کی درخواست کرنا۔ اور میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دینا اور ساتھ ہی مجھے اپنا جانشین مقرر کیا اور جھنڈا میرے سپرد کیا۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ فوت ہو گئے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان لوگوں سے جنگ کی اور دشمن شکست کھا کر وہاں سے بھاگ گیا۔ ان کے کچھ لوگ مارے گئے اور ابو موسیٰؓ وہاں سے بھی مال غنیمت اور قیدی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ رسیوں سے بُنی ہوئی ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے جس پر بچھونا وغیرہ کچھ نہیں تھا لیکن بخاری اور بعض دوسری روایات کے مطابق اس پر بچھونا بھی تھا لیکن بہت پتلا سا ہو گا۔ کوئی چادر سی بچھی ہوئی تھی۔ ان رسیوں کے نشانات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر ظاہر ہو رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنگِ اوطاس کی تفصیل آپؐ کی خدمتِ اقدس میں پیش کی اور ابو عامرؓ کی شہادت کی تفصیل بتاتے ہوئے ان کی دعا کی درخواست بھی پیش کر دی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ کہ اے اللہ! عبید ابو عامرؓ کو بخش دے۔ اے اللہ! قیامت کے دن اپنی مخلوق میں لوگوں سے سب سے اوپر اس کا مقام رکھنا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے لیے بھی بخشش کی دعا فرمائیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهٗ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيْمًا اے اللہ! عبد اللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ اشعریؓ کا یہ نام تھا۔ ان کے گناہ معاف فرما دینا اور اس کو قیامت کے دن معزز مقام عطا کرنا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 772 مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الہدیٰ جلد 6 صفحہ 206-207 و جلد 5 صفحہ 333 و 339 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہؐ، جلد 9 صفحہ 331 تا 334 بزم اقبال لاہور) (ماخوذ از شرح الزرقانی جلد 3 صفحہ 533-532 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء) (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 523 دار الکتب العلمیۃ 2009ء) (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ اوطاس حدیث 4323)

پھر سَرِیَّہ طُفَیْل بن عَمْرو دَوْسیؓ جو ذُوالْکَفَّیْن کی طرف ہے اس کا ذکر ہے۔ یہ شوال آٹھ ہجری میں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین سے طائف کی طرف چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طفیل دوسیؓ

کو ذُوا لکفین نامی بت گرانے کے لیے بھیجا۔ حضرت طفیلؓ دَوْس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی قوم کے بلند پایہ شاعر اور حکیم و دانا مشہور تھے۔ انہوں نے مکی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور اسی وقت مسلمان ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ذُوا لکفین نامی بت کو گرانے کے لیے انہیں بھیجا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس مہم کا امیر مقرر فرمایا اور یہ نصائح فرمائیں کہ سلام خوب پھیلانا۔ یعنی سلامتی کو رواج دینا۔ لوگوں کو کھانا کھلانا، یہ نہیں کہ ان کو بھوکے مارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرنا جس طرح ایک باوقار آدمی اپنے گھر والوں سے شرماتا ہے۔ جب بھی کوئی غلطی یا گناہ ہو جائے اس کے فوراً بعد نیکی کر لیا کرنا کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں۔ یہ آپؐ نے نصائح فرمائیں اور پھر فرمایا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لینا اور یہ کام مکمل کر کے واپس طائف چلے آنا۔ چنانچہ حضرت طفیلؓ نے اپنی قوم کے چار سو افراد کو ساتھ لیا اور لکڑی کے بنے ہوئے اس بت کو آگ لگا کر جلا دیا اور اس وقت یہ اشعار پڑھے کہ اے ذوا لکفین! سن میں تیرے عبادت گزاروں میں سے نہیں ہوں کیونکہ تم تو اب بنائے گئے ہو جبکہ ہماری پیدائش تمہاری پیدائش سے بھی پہلے کی ہے۔ دیکھ میں نے تیرے اندر باہر سے سارا وجود آگ کے شعلوں سے بھر دیا ہے۔ یہ مہم کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کے بعد طائف واپس آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی طائف پہنچے چار دن ہوئے تھے۔

حضرت طفیلؓ اپنے ساتھ چار سو جنگجو بہادر بھی لے کر آئے اور اس وقت کے اعتبار سے یہ جدید جنگی اسلحہ یعنی منجنیق اور دَبَّابَہ بھی لائے۔ منجنیق ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے ہیں یعنی توپ کی طرح کی چیز ہوتی ہے اور دَبَّابَہ لکڑی کا ایک مضبوط اور بند گاڑی نما ڈبہ ہے جس طرح آجکل آرمرڈ کاریں ہوتی ہیں اس طرح تھا اس زمانے میں جس میں نیچے سے کئی آدمی گھس کر قلعہ کی فصیل پر جا پہنچتے تھے اور دشمن کی زد سے محفوظ رہتے ہوئے فصیل میں شگاف کرتے تھے۔ یہ ہتھیار پہلی بار غزوۂ طائف میں استعمال ہوئے تھے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 337 تا 339 بزم اقبال لاہور)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 120-119 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 120 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

(فیروز اللغات صفحہ 1291 زیر لفظ م۔ن۔ فیروز سنز لاہور)

غزوۂ طائف شوال آٹھ ہجری میں ہوا۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ طائف مکہ سے مشرق کی جانب تقریباً نوے کلو میٹر پر ایک مشہور شہر ہے۔ طائف نہایت مضبوط مقام تھا۔ طائف اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے گرد حفاظت کے لیے چار دیواری تھی۔ یہاں ثَقِیف کا جو قبیلہ آباد تھا نہایت شجاع تھا۔ بڑا بہادر تھا۔ تمام عرب میں ممتاز اور قریش کا گویا ہمسر تھا۔ عُرْوَہ بن مسعود جو یہاں کا رئیس تھا اس کی شادی ابوسفیان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤساء پر اترتا۔ یہ کہا کرتے تھے کہ بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے کے کسی بڑے آدمی پر اترنا چاہیے تھا۔ بڑے آدمی تو ان دو جگہوں پر رہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ فنِ جنگ سے بھی واقف تھے۔ بہرحال یہاں ایک محفوظ قلعہ تھا۔ اہلِ شہر نے سال بھر کا رسد کا سامان جمع کیا۔ چاروں طرف منجنیق اور جابجا ماہر تیر انداز متعین کیے۔

یہ غزوہ درحقیقت غزوۂ حنین کا ہی تسلسل ہے چونکہ ھوازن اور ثقیف کے بیشتر شکست خوردہ افراد اپنے سردار مالک بن عوف نَصْرِی کے ساتھ بھاگ کر طائف ہی آئے تھے اور یہیں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے فارغ ہو کر سارا مالِ غنیمت اور چھ ہزار سے زائد قیدی غلام اور لونڈیاں مکہ کے قریب ایک وادی جس کا نام جِعْرَانَہ تھا وہاں بھیجا اور خود طائف کا قصد کیا۔ جِعْرَانَہ مکہ اور طائف کے رستے میں مکہ کے قریب ایک کنویں کا نام ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً سترہ میل ہے۔ اموال غنیمت پر آپ نے بُدَیْل بِن وَرْقَاء یا حضرت مسعود بن عَمْرو غِفَاری ؓ کو نگران مقرر فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ 360 مکتبہ اسلامیہ 2012ء)

(ماخوذ از الرحیق المختوم صفحہ 567 المکتبۃ السلفیہ لاہور 2002ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 339-338 مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 88، 178 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

بہرحال آپؐ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی سرکردگی میں ایک ہزار فوج کا ہراول دستہ روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر قلعہ والوں سے یعنی طائف والوں سے مذاکرات کی کوشش کی مگر قلعہ والے آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کو روانہ کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی طائف کا رخ فرمایا۔ ان راستوں کے ماہر ساتھ ساتھ تھے جو فوج کے آگے آگے چلتے رہے۔ راستے میں غزوہ حنین میں دشمن فوج کے سپہ سالار مالک بن عوف کا ایک قلعہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس میں اس وقت کوئی رہائش پذیر ہے؟ بتایا گیا کہ یہ خالی ہے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منہدم کروا دیا۔ پھر سفر جاری رکھتے ہوئے طائف پہنچے اور قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 382 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (ماخوذ از الرحیق المختوم صفحہ 567 المکتبۃ السلفیہ لاہور 2002ء) (اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 305 مکتبہ دارالسلام) (کتاب المغازی للواقدی جلد 3 صفحہ 925-924 عالم الکتب 1984ء) (دائرہ معارف سیرت محمد ﷺ جلد 9 صفحہ 347 بزم اقبال لاہور)

اہلِ طائف ایک عرصہ سے اس جنگ کے لیے تیاری کر رہے تھے انہوں نے قلعہ کی تعمیر و مرمت بھی کی اور ایک سال کا اناج اور غلّہ وغیرہ بھی جمع کر لیا ہوا تھا اور حنین کے میدان میں غیر متوقع شکست کھا کر جتنے لوگ بھاگ سکتے تھے وہ سب بھاگ کر اس قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور قلعہ کے دروازے بند کر لیے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 382 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 309 مکتبہ دارالسلام)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں طائف کے بہت قریب ایک کھلی جگہ پر پڑاؤ کیا۔ ابھی لشکر نے پوری طرح قیام بھی نہ کیا تھا کہ قلعہ سے تیر اندازوں نے سخت تیر اندازی کر کے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔ اسی دوران حضرت حُبَاب بِن مُنْذِر ؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ جگہ ہمارے پڑاؤ کے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ اہلِ طائف ماہر تیر انداز ہیں اور ان کے تیر دور تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ کسی مناسب جگہ کا انتخاب کریں۔ پھر ایک نئی جگہ پر سارا لشکر منتقل ہو گیا۔ دورانِ محاصرہ دونوں طرف سے تیر اندازی اور

پتھراؤ کے واقعات بھی پیش آتے رہے۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق لگا کر اہلِ طائف پر بڑے بڑے پتھر پھینکے۔ اس منجنیق کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ یہ حضرت طُفَیلُ دَوْسِیؓ سَرِیَّہ ذوالکفین سے لوٹتے وقت اپنے ساتھ لائے تھے۔ پتھر پھینکنے سے ہی ایک دن قلعہ کی ایک دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کی ایک جماعت دَبَّابَہ کے ذریعہ قلعہ کی دیوار کی طرف بڑھی یہ ایک بکسہ سا تھا جس سے محفوظ کیا جاتا تھا۔ تا کہ اس میں آگے بڑھ کر اس کے ذریعہ وہاں اندر جا سکیں لیکن جب آگے بڑھے تو قلعہ والوں نے ان پر لوہے کے جلتے ہوئے ٹکڑے پھینکنے شروع کر دیے۔ دبابہ میں چونکہ بہت سارا چمڑا بھی استعمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو آگ لگ گئی اور اس کے نیچے سے مسلمان مجاہدین کو باہر نکلنا پڑا اور جونہی وہ باہر نکلے تو طائف والوں نے ان پر تیر اندازی کی اور ان میں سے اکثر کو شہید کر دیا۔ اسی دوران ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں کے انگوروں کے باغات کاٹنے کا بھی حکم دیا۔ میرا خیال ہے یہ آخری حربہ تھا۔ جو میرا خیال ہے کہ ڈرانے کے لیے عام طور پر استعمال کیا ہو گا کیونکہ بعد میں منسوخ بھی کر دیا تھا۔ پہلے تو قلعہ والوں نے بڑی رعونت سے کہا کہ آپ جلاتے ہیں ہمارے باغ تو جلا دیں۔ آپ لوگ ہماری مٹی اور پانی تو ساتھ نہیں لے کے جا سکتے۔ انہیں اپنے علاقے کی زرخیزی پر بہت مان تھا اور مقصد یہ تھا کہ ہم دوبارہ کاشت کر لیں گے ہم ڈرنے والے نہیں لیکن جب واقعی باغات کو تلف کرنا شروع کیا۔ اور کچھ حصہ انہوں نے یہ بتانے کے لیے کاٹ دیا کہ اچھا تم یہ کہتے ہو تو پھر ہم کاٹتے ہیں تو طائف کے ایک سردار سفیان بن عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے باغات کیوں تلف کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے ہم پر فتح پالی تو یہ سب کچھ آپ کا ہو جائے گا۔ نہیں تو خدا کی خاطر اور صلہ رحمی کرتے ہوئے آپ ایسا نہ کریں۔ اس نے یہ درخواست کی کہ اللہ کے لیے صلہ رحمی بھی ہم لوگوں پہ کریں اور یہ نہ کریں۔ قریش مکہ کی بہت سی رشتہ داریاں طائف والوں کے ساتھ تھیں۔ یہ نہ بھی ہوتیں تو بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا جو اسوہ تھا وہ یہی تھا کہ سختی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ سفیان کی اس درخواست پر ان باغوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا اور نہیں کاٹا۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 793 الطریق الی الطائف دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

(ماخوذ از شرح العلامۃ الزرقانی علی مواھب اللدنیہ جزء الرابع صفحہ 10 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)(ماخوذ از غزوۂ حنین، از ہاشمیل صفحہ 227 تا 229، 242 نفیس اکیڈمی)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 349 بزم اقبال لاہور)(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 312 مکتبہ دارالسلام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نصف ماہ یا اس سے بھی زائد عرصہ تک اہلِ طائف سے جنگ میں مصروف رہے لیکن طائف والوں کے دلوں پر درحقیقت حنین کی شکست کا ایسا خوف اور رعب طاری ہو چکا تھا کہ وہ قلعہ کے اندر سے لڑتے رہے، باہر نہیں نکلے۔ اس دوران ان کا ایک بھی شخص حصار سے باہر آ کر نہ لڑا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 171 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

(ماخوذ از غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 244 نفیس اکیڈمی)

یہاں تک کہ ایک مرتبہ خالد بن ولید نے میدان میں نکل کر ثقیف کے بہادروں کو چیلنج کیا اور مبارزت کی دعوت دی لیکن بار بار کی پکار پر کوئی بھی باہر نہ نکلا یہاں تک کہ ثقیف کے سردار عَبْدِ یَالِیل نے حضرت خالدؓ

کو بلند آواز سے پکار کر کہا۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہارے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ ہم اپنے قلعہ میں محفوظ ہیں اور سال بھر کے لیے ہمارے پاس کھانا اور خوراک ہے۔ ہمیں کوئی فکر نہیں۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت یَزِید بن زَمْعَہؓ نے قلعہ والوں سے بات کرنے کے لیے کہا کہ اگر تم مجھے امان دیتے ہو تو میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گارنٹی دو کہ تم مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ میں سفیر کے طور پر آنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے امان دی اور کہہ دیا کہ ٹھیک ہے ہم امان دیتے ہیں۔ وہ قلعہ کے قریب ہوئے لیکن انہوں نے بدعہدی کرتے ہوئے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے اور وہ شہید ہو گئے۔ یہ اس غزوہ کے پہلے شہید تھے۔ یہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے بھانجے تھے۔ انہیں شہید کرنے والا ہُذَیل بن اَبِی صَلْت تھا۔ وہ ان کو شہید کرنے کے بعد تکبر سے قلعہ سے باہر نکلا اور اس کا خیال تھا کہ مسلمان اس واقعہ سے خوفزدہ ہو چکے ہوں گے اور کچھ نہیں کر سکیں گے لیکن جونہی وہ قلعہ کے دروازے سے باہر نکلا تو حضرت یزید بن زمعہؓ کے بھائی یعقوب بن زمعہؓ جو قلعہ کے دروازے کے قریب ہی چھپے ہوئے تھے انہوں نے اس کو دبوچ لیا اور پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد ﷺ جلد 9 صفحہ 351 تا 354 بزم اقبال لاہور) (غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 230-229 نفیس اکیڈمی)

یہ تفصیلات ابھی چل رہی ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ مزید بیان ہوں گی۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا مکرم **ڈاکٹر سید شہاب احمد صاحب** کا ہے جو آجکل کینیڈا میں تھے۔ بنیادی طور پر انڈیا کے تھے۔ گذشتہ دنوں میں چھیانوے سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ آگے بھی ان کی نسل ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت سید ارادت حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف صوبہ بہار کے نواسے تھے۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے نفسیات میں ایم ایس سی کی۔ پھر بہار یونیورسٹی مظفر پور سے ایم اے کیا۔ بعد ازاں گلاسگو یونیورسٹی سکاٹ لینڈ سے اسی مضمون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر کینیڈا چلے گئے وہاں یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر کلینیکل سائیکالوجی کا مضمون پڑھایا۔ نو سال تک یہ کلینیکل سائیکالوجسٹ کے طور پر پریکٹس کرتے رہے۔ مرحوم کو مختلف وقتوں میں ہندوستان اور کینیڈا میں جماعت کی خدمت کی بھی توفیق ملی۔ آپ لمبا عرصہ تک سسکاٹون جماعت کے صدر بھی رہے۔ اس سے پہلے سیکرٹری تبلیغ کے طور پر بھی فعال خدمت کی توفیق پائی۔ پھر ایڈمنٹن میں سیکرٹری اشاعت کے علاوہ تربیت اور تعلیم کے شعبوں میں خدمت بجا لاتے رہے۔ کامیاب داعی الی اللہ تھے۔ کئی بیعتیں کروانے کی ان کو توفیق ملی۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کی تاریخ انگریزی زبان میں لکھی جا رہی ہے اس کی ایک حد تک اصلاح کی بھی ان کو توفیق ملی۔ سسکاٹون کینیڈا میں کئی بین المذاہب کانفرنس منعقد کروانے کی توفیق ملی جس سے وہاں کے تعلیم یافتہ طبقے تک جماعت کا پیغام پہنچا۔ آپ کو مختلف اداروں میں اسلام اور احمدیت پر تقاریر کرنے کا بھی موقع ملا۔ مختلف لائبریریوں میں جماعت کی کتابیں بھی رکھوائیں۔ ایک علمی شخصیت کے مالک تھے۔ اسلام احمدیت کی تائید میں انگریزی اور اردو زبان میں آپ کے مختلف مضامین بھی جماعتی اخبارات اور رسائل کے علاوہ دیگر اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔

ان کا ایک اہم کارنامہ صوبہ بہار انڈیا کی تاریخ احمدیت کو مرتب کرنا بھی ہے۔ آپ کی دو کتب ہیں صوبہ بہار کے اصحابِ احمد اور صوبہ بہار کے شہدائے احمدیت اور چند ابتدائی مخلصین۔ یہ دو کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اچھی کتابیں ہیں۔ صوبہ بہار کے احمدیوں سے مسلسل رابطہ کیا اور ان کے حالات جمع کیے اور آپ کی ایک تیسری کتاب ''صوبہ بہار میں احمدیت'' بھی مکمل ہو چکی ہے جو انگریزی زبان میں ہے۔

ایک نیک متقی بزرگ اور ایک مثالی احمدی تھے۔ ہمیشہ اسلامی احکامات کی پابندی کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت سے ان کا گہرا عقیدت اور فدائیت کا تعلق تھا۔

ان کے بیٹے سید مبارک کہتے ہیں کہ پوری زندگی کا انہوں نے صرف ایک ہی مقصد بنایا اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا۔ چنانچہ پنجگانہ نمازوں کے بہت پابند تھے۔ عبادت کا ایک خاص شغف تھا۔ پڑھنے لکھنے اور سیکھنے کا بھی ان کو بہت شوق تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں بھی نئی کتابیں خریدتے تھے اور بڑھاپے کے باوجود جمعہ کی نماز کے لیے باقاعدگی سے جاتے اور وفات سے ایک ہفتہ پہلے بھی ویسٹرن کینیڈا کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا اور مختلف قصبوں میں جا کے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ہر معاملے میں خلیفہ وقت سے راہنمائی لیتے تھے۔ ان کے بڑے خط مجھے بھی آیا کرتے تھے۔ کتابیں بھی اپنی لکھی ہوئی بھیجا کرتے تھے۔ چندہ جات میں ہمیشہ سب سے آگے رہتے۔ زندگی کے آخری چار سالوں میں اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ وصیت میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے مبارک کھوکھر صاحب لاہور کا جو انشاء اللہ کھوکھر صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں اکاسی سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم بھی موصی تھے۔ افضل کھوکھر صاحب شہید گوجرانوالہ کے سب سے چھوٹے بھائی اور اشرف کھوکھر صاحب شہید کے چچا تھے۔ دو شہید ہیں ان کے خاندان میں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ انہوں نے ہی ان کی شادی کروائی۔ ان کا رشتہ کروایا اور خلافت سے پہلے بھی ان کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر ہی آپ نے کراچی میں اپنا کاروبار شروع کیا اور بڑا کامیاب کاروبار رہا۔ جماعتی لحاظ سے کوئی ایسی اہم خدمت تو ان کے سپرد نہیں ہوئی لیکن جماعتی خدمت کے لیے جب بھی ان کو بلایا جاتا یہ فوراً حاضر ہو جاتے۔ جماعت اور خلافت کے ساتھ نہایت گہری عقیدت رکھتے تھے۔ نہایت ملنسار، شفیق اور لوگوں کی تکلیف کا احساس کرنے والے تھے، اسے دور کرنے کی کوشش کرتے۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اپنی والدہ مرحومہ کے نام پر تعلیمی وظیفہ بھی انہوں نے جاری کیا ہوا تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 235 صفحہ 02 تا 07)

38

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19 ستمبر 2025ء بمطابق 19 تبوک 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبات میں طائف کی جنگ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ایک صحابی جو ان سے بات کرنے کے لیے گئے تھے اور طائف والوں نے اس کی ضمانت بھی دی تھی کہ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن جب وہ قلعہ کے قریب گئے تو انہیں شہید کر دیا گیا اور ان لوگوں نے عہد شکنی کی لیکن اہلِ طائف کی اس عہد شکنی کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت کی کوشش ترک نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حضرت حنظلہ بن ربیعؓ کو اہلِ طائف کی طرف بھیجا۔ وہ جب قلعہ کے قریب پہنچے اور بات چیت کا پیغام بھیجا تو ان کے کچھ لوگ گفتگو کے لیے باہر آئے اور حضرت حنظلہؓ نے کہا کہ تم لوگ مصالحت چاہتے ہو کہ نہیں؟ وہ لوگ کچھ کہنے کی بجائے حضرت حنظلہؓ پر حملہ آور ہوئے اور انہیں پکڑ کر قلعہ میں لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو حنظلہ کو بچا کر لائے گا؟ اس کو ہمارے تمام مجاہدین جتنا اجر اور ثواب ملے گا جو بھی ان کو لے کے آئے گا۔ اس پر حضرت عباسؓ دوڑتے ہوئے گئے اور مشرکین کے چنگل سے حضرت حنظلہؓ کو چھڑا کر لے آئے۔ واپسی پر دشمن نے قلعہ سے پتھر بھی برسائے لیکن یہ کفار کی سنگ باری سے محفوظ رہے۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 353-352 بزم اقبال لاہور)

جیسا کہ گذشتہ خطبات میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہلِ طائف اور ھَوازن کے اہلِ مکہ اور خاص طور پر قریش سے خاندانی اور گہرے معاشی تعلقات تھے۔ ایک دوسرے سے شادی بیاہ کے ذریعہ بھی تعلقات تھے۔ اس بنا پر مصالحت کے لیے حضرت ابوسفیان بن حربؓ اور حضرت مُغیرہ بن شُعْبَہؓ قلعہ کے اندر گئے لیکن انہیں بھی کامیابی نہ ہوئی البتہ قلعہ والوں نے یہ درخواست کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ ہمارے باغات کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اللہ کی خاطر اور رشتہ داری کی خاطر انہیں ویسے ہی رہنے دیا جائے۔ خود کسی معاہدے پر عمل نہیں کرنا لیکن درخواست کر رہے ہیں کہ ہم پر رحم کیا جائے۔ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر ان کے باغات کو تلف کرنے کا حکم واپس لے لیا تھا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 359-358 بزم اقبال لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ ایک بے مثال پہلو ہے کہ آپؐ نے اتنی اعلیٰ ظرفی اور حوصلہ مندی کا ثبوت دیا کہ کئی دنوں سے محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی جنگی چال تھی کہ اگر باغوں کے کاٹنے کا حکم ہوتا تو جنگ کا پلڑا مسلمانوں کی طرف جھک سکتا تھا لیکن جب انہوں نے خدا کا واسطہ دیا اور صلہ رحمی کا

واسطہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست مان لی اور بظاہر ایک بہت بڑا جنگی نقصان قبول کر لیا۔

اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کروایا کہ جو غلام قلعہ کی فصیل سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد ہو گا۔ اس پر تیئیس غلام اتر کر مسلمانوں سے آ ملے۔ اہل طائف اس پر بہت رنجیدہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ ان میں سے ایک ایک آدمی کو آپؐ نے ایک ایک مسلمان کے سپرد کیا اور کفالت کی ذمہ داری اس مسلمان پہ ڈالی۔

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 11 تا 13 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 384 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کے متعلق یہ بھی نصیحت فرمائی کہ ان کو اچھی طرح دین سکھایا جائے۔ کچھ عرصہ بعد جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اپنے انہی غلاموں کی بات کی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے غلام ہمیں واپس لوٹا دیے جائیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست ردّ کر دی۔ ان غلاموں میں سے بعض نے تاریخ اسلام میں نیکی تقویٰ میں نام پیدا کیا جن میں سے ایک حضرت اَبُوبَکْرَہؓ بھی تھے۔

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 236-235 نفیس اکیڈمی)

ایک موقع پر عُیَیْنَہ بن حِصْن فَزَارِی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ قلعہ کے اندر جا کر بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دے۔ عُیَیْنَہ بن حِصن کا تعارف یہ ہے کہ یہ غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار کی طرف سے بنو فَزَارَہ کا سردار تھا۔ غزوۂ احزاب میں کفار کی شکست کے بعد بھی اس نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے باہر نکل کر اس کے حملے کو روکا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا اور اس میں شرکت بھی کی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ بظاہر مسلمان تھا۔ غزوہ حنین اور طائف میں بھی شرکت کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں باغی مرتدوں کے ساتھ یہ بھی فتنہ ارتداد کا شکار ہو گیا اور مدعی نبوت اور باغی طُلَیحہ کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی بیعت کر لی اور اس کے ساتھ مل کر اسلامی فوجوں کے ساتھ اس نے جنگ کی یعنی اسلامی فوجوں کے خلاف جنگ کی اور جب بری طرح شکست کھا کر قیدی بن کر حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ندامت کا اظہار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو معاف کر دیا اور یہ دوبارہ اسلام لے آیا اور اس وقت اس نے یہ بھی کہا کہ اس سے پہلے تو میں کبھی بھی ایمان نہ لایا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اکھڑ مزاج اور ترش رو شخص تھا۔ اپنے قبیلے کا مشہور جنگجو اور سردار تھا۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الاحمق المطاع فرمایا تھا یعنی ایسا لیڈر اور راہنما ہے جو احمق ہے۔

بہرحال جب اس نے کہا کہ میں جاتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی اور عُیَیْنَہ قلعہ میں ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اسلام کی دعوت دینے کے بجائے بنو ثقیف سے کہنے لگا تم لوگ مضبوطی کے ساتھ اپنے قلعہ میں ڈٹے رہو کیونکہ ہماری حیثیت تو ایک غلام سے بھی بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ دیکھو! کسی حال میں بھی اپنا قلعہ نہ چھوڑنا اور نہ کسی بات سے متاثر اور پریشان ہونا۔ جب عُیَیْنَہ واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا عُیَیْنَہ! تم نے ان

لوگوں سے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی اور دین کی دعوت دی۔ دوزخ سے ڈرایا اور جنت کا راستہ بتلایا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بابت بذریعہ وحی اطلاع دے دی تھی کہ یہ وہاں کیا کہہ کے آیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ان لوگوں سے یہ یہ کہا ہے اور آپ نے عُیَیْنَہ کی وہ ساری باتیں دہرا دیں جو اس نے وہاں کہی تھیں۔ یہ سنتے ہی عُیَیْنَہ حیران رہ گیا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سچ کہتے ہیں۔ میں اپنی اس حرکت پر آپ سے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 168 جلد 2 صفحہ 376 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)
(اصابہ جلد 4 صفحہ 639 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 317 دار الکتب العلمیۃ 2002ء)(حضرت سیدنا ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 139 بک کارنر شوروم)
(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 361-360 بزم اقبال لاہور)

لیکن ایمان بہر حال ابھی بھی پوری طرح قائم نہیں ہوا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کی صورتحال کے پیش نظر حضرت نَوْفَل بن مُعَاوِیَہ دِیْلِیؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے لومڑی اپنے بھٹ میں گھسی ہوئی ہو۔ اس پر کھڑے رہیں گے تو پکڑ لیں گے اور چھوڑ دیں گے تو وہ نقصان کی طاقت نہیں رکھتی۔ لومڑی اپنی غار میں چلی جاتی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ فرما لیا اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ لوگوں میں اعلان کروا دیا کہ ان شاء اللہ کل واپسی ہو گی۔

(تاریخ الطبری جلد دوم صفحہ 172 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)
(الرحیق المختوم مترجم اردو صفحہ 568 مکتبہ السلفیہ لاہور 2002ء)

معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت صرف مشورہ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص راہنمائی یا اشارہ ملا تھا تو آپؐ نے یہ محاصرہ اٹھا لیا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہمات میں یہ پہلا موقع تھا کہ بظاہر اتنی اہم اور ضروری فتح کو بظاہر ادھورا چھوڑ کر آپ واپس جا رہے تھے۔

تبصرہ کرنے والے اور روایات لکھنے والے جو بھی لکھیں بہر حال ہم نے تاریخ میں یہ دیکھا ہے کہ اس سے زیادہ مشکل اور ناممکن معرکوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی فتح اور نصرت سے نوازا تھا۔ بنو قریظہ اور خیبر کی فتوحات اس کی روشن مثالیں ہیں۔ حنین کی مثال بھی اس وقت قریبی مثال تھی اسے کیسے بھولا جا سکتا ہے۔ حنین کے موقع پر بعض مکہ والوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست کا یقین تھا اور ان میں سے ایک گروہ تو دراصل آپ کی شکست کا تماشا دیکھنے کے لیے ساتھ ہو لیا تھا لیکن اس وقت بھی ایک یقینی شکست کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز غیر معمولی اور تاریخی فتح عطا فرمائی تھی اور طائف میں تو وہی بھاگا ہوا اور شکست خوردہ لشکر ہی چھپا ہوا تھا اور دبکا ہوا بیٹھا تھا۔ اس سابقہ نصرتِ الٰہی کے نظاروں کی روشنی میں طائف کو فتح کرنا بھی کوئی زیادہ مشکل اور ناممکن امر نہیں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر اس ہار کو تسلیم کیا اور محاصرہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ تو دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک بہت تابناک پہلو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ لشکر کشی بھی دراصل کسی نفسانی جوش کے تحت

نہیں تھی۔ مالِ غنیمت حاصل کرنے یا زمینوں کو فتح کرنے کے لیے نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حرکت اور سکون اور قول و فعل خدائے علیم و خبیر کی مرضی کے تابع تھا اور آپ کی ساری زندگی اسی آیت کی مصداق تھی کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163) تُو ان سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

طائف کے محاصرے کے موقع پر دو باتیں ایسی ہوئی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ راہنمائی مل گئی تھی کہ یہ محاصرہ ختم کر دیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً محاصرہ ختم کرنے کا اعلان فرما دیا۔ اس ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ طائف کے محاصرہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکر! میں نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ ایک برتن میں مکھن بھرا ہوا میرے پاس تحفہ میں آیا ہے۔ پھر ایک مرغ نے چونچ مار کر اس برتن کو گرا دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میرا خیال تو یہ ہے کہ اس مرتبہ آپ ثقیف سے جو چاہتے ہیں وہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ یہ قبیلہ تھا۔ یعنی یہ جو محاصرہ کیا ہوا ہے اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلے گا جو ہمارے حق میں ہو یا ہم نے سوچا ہوا ہے۔ فتح ملنی مشکل لگتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے خیال میں بھی اس کا حصول فی الحال اس طرح ناممکن ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 793 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 366 بزم اقبال لاہور)

اسی طرح ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ خَوْلَہ بنت حَکِیْم ان کا نام خُوَیْلَہ بھی آیا ہے جو حضرت عثمان بن مَظْعُوْنؓ کی بیوی تھیں، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اللہ تعالیٰ آپؐ کو طائف کی فتح نصیب کرے تو بَادِیَہ بنت غَیْلَانْ یا فَارِعَہ بنت عُقَیْل کا زیور مجھ کو عنایت فرمائیں کیونکہ تمام ثقیف میں ان عورتوں کے برابر کسی عورت کے پاس قیمتی زیور نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے خَوْلَہ! ثقیف پر فتح پانے کی اگر مجھے اجازت ہی نہ دی گئی تو پھر کیا؟ حضرت خَوْلَہؓ وہاں سے نکلیں اور حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! خَوْلَہ کیسی بات کر رہی ہے؟ وہ کہتی ہے کہ یہ بات آپؐ نے ان سے فرمائی ہے۔ فرمایا ہاں! میں نے یہ کہی ہے۔ حضرت عمرؓ فوراً سمجھ گئے اور عرض کیا۔ کیا ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتح کے بارے میں یا اس جنگ کو جاری رکھنے کے بارے میں اذن نہیں دیا گیا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر میں لوگوں کو کوچ کرنے کے لیے کہہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ اجازت ملنے پر حضرت عمرؓ نے کوچ کا، یہاں سے واپسی کا اعلان کروا دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 387 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(اسد الغابہ صفحہ 1509 مکتبہ دار ابن حزم)

جب اس واپسی کا اعلان ہوا تو اس اعلان پر بعض لوگوں نے یہ اظہار کیا کہ ہم بغیر فتح کے کیونکر لوٹ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض جوشیلے نوجوانوں کا یہ ردِّ عمل تھا۔ پہلے تو وہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ

کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کریں کہ فتح ہونے تک ہم محاصرہ جاری رکھیں لیکن انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فیصلہ فرمایا ہے وہ درست ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس بات کو کہنے کا انکار کر دیا۔ اس پر یہ جذباتی نوجوان خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے جذباتی انداز میں عرض کیا کہ حضور ہم لڑیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش پر فرمایا کہ ٹھیک ہے کل صبح لڑو۔ چنانچہ وہ لوگ اگلے دن لڑنے کے لیے نکلے تو انہیں سوائے زخموں کے اور کچھ نہ ملا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ان شاء اللہ کل واپس روانہ ہوں گے یعنی جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ زخمی ہو کے واپس آگئے تو ان سب نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور اب ان کی رائے میں تبدیلی دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرا دیئے۔

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد4 صفحہ 14-13 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد9 صفحہ 368-367 بزم اقبال لاہور)

اس غزوہ میں کفار کے تین لوگ قتل ہوئے۔ البتہ ان کے زخمیوں اور مزید مقتولین کی بابت کوئی زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں کیونکہ یہ لوگ قلعہ کے اندر ہی محصور رہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے زخمیوں کی بھی معین تعداد معلوم نہیں۔ کچھ زخمیوں کی بابت تفصیل ملتی ہے۔ جیسے مشرکین کی تیر اندازی سے زخمی ہونے والوں میں ایک حضرت ابوسفیان بن حربؓ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک تیر ان کی آنکھ میں آکر لگا جس سے ان کی آنکھ باہر نکل آئی۔ یہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس حال میں کہ ان کی آنکھ ان کے ہاتھ میں تھی انہوں نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری یہ آنکھ اللہ کے راستے میں جاتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کروں گا اور تمہاری یہ آنکھ واپس اپنی جگہ پر ٹھیک ہو جائے گی اور اگر آنکھ نہ چاہو تو تمہیں جنت میسر آئے گی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عَیْن یعنی آنکھ نہ چاہو تو جنت میں تمہیں عَیْن یعنی چشمہ آبِ رحمت میسر آئے گا۔ عربی زبان میں عَیْن کے ایک معنی آنکھ کے ہوتے ہیں اور چشمہ کو بھی عَیْن کہتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھے جنت ہی عزیز ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پھینک دی۔ یہ وہی ابوسفیان ہیں کہ جو فتح مکہ تک اسلام کے شدید دشمن تھے اور جنگ احد میں کفار کی فوج کے سپہ سالار بھی تھے اور اب مسلمان ہونے کے بعد بھی قربانیوں میں پیش پیش نظر آرہے تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان کی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہو گئی تھی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد9 صفحہ 373 بزم اقبال لاہور)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 164 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

(منجد مترجم صفحہ 596 زیر لفظ عَیْن مکتبہ القدوسیہ)

اسی طرح ایک دوسرے صحابی کا ذکر ملتا ہے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبد اللہ تھے۔ ان کا زخم اتنا لمبا چلا اور جان لیوا ثابت ہوا کہ آخر اپنے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں اسی زخم کے نتیجہ میں ان کی وفات ہو گئی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 169 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1423ھ)

اس غزوہ میں بارہ صحابہ شہید ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں۔ حضرت سعید بن سعید بن عاصؓ، حضرت عُرفُطہ

بن جَنَّابؓ، حضرت عبد اللہ بن اَبِی اُمَیَّہؓ، حضرت عبد اللہ بنُ عامرؓ، حضرت سَائبُ بن حارثؓ اور ان کے بھائی عبد اللہ بن حارث، حضرت جُلَیْحَہ بن عبد اللہؓ، حضرت ثابت بن جَذَعؓ، حضرت حارِث بن سَہْلؓ، حضرت مُنْذِر بن عبد اللہؓ، حضرت رُقَیم بن ثابتؓ اور حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ جو بعد میں وفات پا گئے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 795-794 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس غزوہ میں آپ کی دو ازواج مطہرات حضرت اُمّ سَلَمَہؓ اور حضرت زینبؓ تھیں۔ ان دونوں کے لیے دو خیمے نصب کیے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ کے دوران ان دونوں خیموں کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 120 غزوۃ رسول اللہ ﷺ الطائف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کتنے روز محاصرہ کیا تھا اس بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں دس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سترہ راتیں محاصرہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس دن محاصرہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے بیس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس کے قریب راتیں اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے چالیس راتوں تک ان کا محاصرہ کیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 792 ذکر غزوۃ الطائف بعد حُنَین دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 388 فی غزوۃ الطائف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی الاسلام حدیث نمبر 2442)

بہر حال جب روانگی کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھتے ہوئے واپس لوٹو۔ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ہم لوٹنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے ربّ کی تعریف کرنے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنو ثقیف کے لیے بددعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت حوصلہ اور رحمت کا یہ عالم تھا کہ بظاہر مقصد حاصل کیے بغیر جا رہے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بددعا کے بجائے یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَاْتِ بِھِمْ مُسْلِمِیْنَ۔ اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں مسلمان بنا کر لے آ۔

اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپسی کے لیے سوار ہوئے تو دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِھِمْ وَاْکْفِنَا مُؤْنَتَھُمْ۔ اے اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما اور ان کی سپلائی اور رسد کے مقابلے پر تُو ہمارے لیے کافی ہو۔ کیونکہ آپ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ بھولی بھٹکی مخلوق اپنے خالق کی طرف رجوع کر لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اس طرح قبول فرمائی کہ یہی طائف والے ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ رمضان نو ہجری میں سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 15 تا 18 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک جگہ اس بارے میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہی شہر جن کے باشندوں نے پتھراؤ کرتے ہوئے محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر سے نکال دیا تھا۔ اس شہر کا آپ نے کچھ عرصہ تک محاصرہ کیا لیکن پھر بعض لوگوں کے مشورہ دینے پر کہ ان کا محاصرہ کر کے وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں سارے عرب میں اب صرف یہ شہر کر ہی کیا سکتا ہے آپ محاصرہ چھوڑ کر چلے آئے اور کچھ عرصہ کے بعد طائف کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 357)

حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کا بھی ذکر ملتا ہے کہ پانچ ذوالقعدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جِعْرَانہ تشریف لائے جہاں تمام قیدی اور اموال غنیمت جمع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ان قیدیوں سے حسن سلوک کا یہ عالَم تھا کہ ان کی رہائش کے لیے عارضی تعمیرات کی گئی تھیں تا کہ سردی گرمی کی شدت سے بچاؤ ہو سکے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 406 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)
(غزوہ حنین از باشمیل صفحہ 265 نفیس اکیڈمی)

اموالِ غنیمت کی تفصیل اس طرح سے تھی کہ چھ ہزار غلام اور لونڈیاں تھیں۔ ان کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ بعض روایات میں آٹھ ہزار بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آج کی جنگوں کی طرح نہیں ہیں جو دشمنی کرتے ہیں کہ بنے ہوئے گھر اجاڑ دیتے ہیں۔ گرا دیتے ہیں جو آجکل اسرائیل میں ہو رہا ہے۔ بلکہ ان کے لیے آپؐ نے رہائشیں تعمیر کروائیں چھ ہزار سے آٹھ ہزار تھے۔ چوبیس ہزار اونٹ تھے مالِ غنیمت میں۔ چالیس ہزار سے زائد بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی جو کہ قریباً چار سو نوے کلو گرام بنتی ہے۔

اس سے پہلے کبھی بھی مسلمانوں کو اس قدر مالِ غنیمت نہیں ملا تھا۔ ایسے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہؓ کی تربیت کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے اعلان فرمایا کہ اس مال میں سے سوائے خمس کے میرا حق بھی وہی ہے جس کا تم میں سے ہر کوئی حق دار ہے اور وہ خمس بھی آخر تمہارے پاس ہی پلٹ آئے گا۔

اس کے بعد فرمایا۔ سوئی اور اس کا دھاگہ یا اس سے بھی چھوٹی چیز اگر کسی کے پاس ہے تو وہ واپس کر دے۔ خیانت سے بچو کیونکہ روز قیامت یہ خیانت کرنے والے کے لیے باعثِ عار اور ایک دھبہ ثابت ہو گی۔ یہ اعلان سن کر ایک صحابی اونٹ کے بالوں سے بنی ہوئی رسّی کا ایک گولہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے پھٹی ہوئی زین سینے کے لیے یہ دھاگہ مالِ غنیمت میں سے لے لیا تھا اور ایک اور صحابی نے مال غنیمت میں سے ایک سوئی اٹھا کر اپنی بیوی کو دی تھی۔ وہ یہ اعلان سن کر فوراً اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے وہ سوئی لے کر مالِ غنیمت میں واپس رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کرنے کی ابتدا کی تو آغاز تالیف قلبی سے کیا۔ یہ عرب کے بڑے لوگ تھے جن کو آپ نے پہلے دیا۔ اپنے اپنے قبیلوں میں شرف اور بزرگی کا مقام رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو مانوس کرنے کے لیے عطایا دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو ایک سو اونٹ دیے کسی کو پچاس اونٹ دیے۔ چاندی اور غلام اس کے علاوہ تھے۔

ایک سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ ابوسفیان بن حرب کو ایک سو اونٹ دیئے۔ ابوسفیان جب رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چاندی کا ایک ڈھیر لگا ہوا دیکھا تو دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہؐ! آپ تو قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور ابوسفیان کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ دیے جانے کا ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان نے کہا میرے بیٹے یزید کو بھی عطا فرمائیں آپ نے اس کے لیے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیے جانے کا ارشاد فرمایا۔ یہ یزید ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ عام طور پر جس بدنام زمانہ یزید کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے وہ ابوسفیان کا پوتا تھا یعنی حضرت معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ ابوسفیان کہنے لگا یا رسول اللہؐ! میرے دوسرے بیٹے معاویہ کو بھی آپ کچھ دیں۔ آپ نے اس کے لیے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس پر ابوسفیان کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کریم ہیں۔ میں نے آپ سے جنگیں کی ہیں اور آپ کیا ہی اچھے جنگجو ہیں۔ پھر میں نے آپ سے صلح کی اور آپ کیا ہی اچھے صلح کرنے والے ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 19-18 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 396 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)(دائرہ معارف جلد 9 صفحہ 289 بزم اقبال لاہور)(غزوہ حنین از باشمیل صفحہ 217، 274-273 نفیس اکیڈمی)

مکہ کے معززین اور شرفاء میں سے ایک حکیم بن حِزَام بھی تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جو حکیم بن حِزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان دی جائے گی۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے بیٹے تھے انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ عطا فرمائے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے سو اَور مانگے تو آپ نے وہ بھی مجھے عطا فرمائے۔ میں نے مزید سو مانگے تو آپ نے مجھے مزید سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال اچھا اور شیریں ہے۔ اچھا مال ہے۔ جو اس کو نفس کی بے رغبتی سے لے گا تو اس میں برکت ہو گی اور جو اس کو نفس کی حرص اور لالچ سے لے گا تو اس میں برکت نہیں ہو گی۔ وہ اس آدمی کی طرح ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آج کے بعد مرتے دم تک میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور بعض روایات کے مطابق انہوں نے وہ دو سو اونٹ جن کا سوال کیا تھا وہ بھی واپس کر دیے اور پھر زندگی بھر اپنے اس عہد پر قائم رہے اور کسی سے کچھ نہیں مانگا بلکہ یہاں تک اس پر کاربند رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں جب کوئی مال دیتے تو یہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں مال دینے کے لیے بلایا۔ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں بہت سے اموال آیا کرتے تھے تو خلفاء صحابہؓ کو بطور عطیہ ان میں سے دیا کرتے تھے لیکن حضرت حکیم بن حزامؓ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگو گواہ رہنا۔ میں نے ان کا حق انہیں دیا تھا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 304-303 بزم اقبال لاہور)(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 170 دار الکتب العلمیۃ 2002ء)(اصابہ جلد 2 صفحہ 97 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش و عطا سے فیضیاب ہونے والوں میں سے ایک مکہ کا ایک سردار صفوان بن امیہ بھی تھا۔ یہ وہی صفوان تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے لیے زرہیں اور ہتھیار مستعار لیے تھے اور یہ مشرک ہونے کی حالت میں ہی غزوۂ حنین میں بھی شامل ہوا تھا۔

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 273 نفیس اکیڈمی)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 312، 316 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 236 بزم اقبال لاہور)

بعض روایات کے مطابق صفوان دل میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ کاش! ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا موقع مل جائے یا مخالف دشمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو شکست دے دیں۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 321 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

لیکن اسی جنگ میں ہی اس کے دل کی کایا پلٹنے لگی اور جب اموالِ غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ نے اس کو سو اونٹ عطا فرمائے بلکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق تین سو اونٹ عطا فرمائے۔ ایک اَور روایت ہے کہ انہی دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی سے گزرے جس میں مالِ غنیمت کے اونٹ اور بکریاں تھیں اور وہ وادی ان اونٹوں اور بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ صفوان اس قدر مال دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اَبُوْوَہْب! یہ صفوان کی کنیت تھی۔ اس گھاٹی نے تجھے تعجب میں ڈال دیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ سارا مال تمہارا ہوا۔ تم لے لو۔ صفوان نے بے ساختہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں کیونکہ اس طرح کی عطا کوئی نبی ہی کر سکتا ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق صفوان بن امیہ خود بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل مجھے حنین کے اموالِ غنیمت دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق سے زیادہ ناپسندیدہ شخصیت تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف سرداران عرب کو عطا فرماتے رہے۔ ان سب کی تعداد پچاس سے زائد بیان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ حدیث 2313)

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 21 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 396 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابتؓ کو باقی لوگوں کو بلانے کا ارشاد فرمایا اور ان میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ ہر ایک کے حصے میں چار اونٹ یا چالیس بکریاں آئیں اور یوں آپؐ نے وہ مالِ غنیمت جو ابھی تک کا سب سے زیادہ مال تھا سارے کا سارا لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔

(شرح الزرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 27 دار الکتب العلمیۃ 1996ء) (غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 270 نفیس اکیڈمی) (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 289، 323 بزم اقبال لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو قابل غور ہے کہ مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جنگوں کے متعلق یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان چونکہ غریب اور مال و دولت سے محروم تھے اس لیے جنگیں شروع کی گئیں۔ اگر اس بات میں تھوڑی سی بھی حقیقت ہوتی تو جنگ حنین کے اموال غنیمت کی تقسیم

کچھ اَور طریقے سے ہوتی لیکن یہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مالِ غنیمت کا ایک بھاری حصہ تالیفِ قلب کے لیے غیروں کو دیا گیا۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ 396، حصہ چہارم صفحہ 247 مکتبہ اسلامیہ 2012ء)

قریش کے امراء کو دیا گیا بلکہ بعض روایات کے مطابق تو سارے کا سارا مال دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا گو اس میں مصالح کچھ بھی ہوں لیکن یہ تو دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھا بلکہ بعض روایات کے مطابق جس کی تفصیل آگے آئے گی کہ اپنے جاں نثار اور وفادار ساتھیوں یعنی انصار مدینہ کو بھی اس مال غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اموال دینے کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: إِنِّي أُعْطِي قُرَيْشًا أَتَأَلَّفُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ کہ میں قریش کو دے کر ان کے تالیف قلب کا سامان کر رہا ہوں کیونکہ انہیں کفر سے تعلق توڑے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ ایمان اتنا مضبوط نہیں ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ... حدیث 3146)

بخاری کی ایک اَور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ، وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی بَابُ غزوۃ الطائف حدیث 4334)

کہ قریش کے کفر اور تباہی اور بربادی کی مصیبت کا زمانہ نیا نیا گزرا ہے۔ میرا مقصد ان کے نقصان کی تلافی اور ان کی دلجوئی کرنا ہے۔ اور پھر اس پُر حکمت تقسیم اور نوازشات کے ایسے بابرکت اثرات سامنے آئے کہ وہ جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے اب ان کے لیے دنیا بھر میں سب سے زیادہ افضل اور محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو گئے۔ وہ جو پہلے اسلام کو ختم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے والے تھے اب اسلام کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور ان میں سے کئی وہ تھے جو بعد میں اسلامی جنگوں میں شہادت کے مقام پر فائز ہوئے اور ان سب کا اسلام بہترین اسلام ثابت ہوا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد ﷺ جلد 9 صفحہ 299-298 بزم اقبال لاہور)

اس موقع پر کچھ منافقین نے اموال کی تقسیم میں اعتراض کرتے ہوئے بے ادبی اور گستاخی کا مظاہرہ بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اتہام لگایا کہ نعوذ باللہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف سے کام نہیں لیا اور نہ ہی خدا کی رضا کے مطابق کام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول بھی انصاف سے کام نہیں لے گا تو کون ہے جو عدل و انصاف کرے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم کرے انہیں اس سے بھی بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی گئیں اور انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اسی طرح ایک اَور شخص جس کا نام ذُوالْخُوَيْصِرَہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو آج کیا ہے وہ میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا دیکھا ہے۔ کہنے لگا آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا برا ہو اگر میرے پاس عدل نہیں تو کس کے پاس ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کھڑے

ہوئے اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ممکن ہے یہ شخص نماز پڑھتا ہو۔ اب یہ بھی کوئی یقینی بات نہیں لیکن اس شک پہ ہی کہ ممکن ہے یہ نماز پڑھتا ہو اس لیے میں کس طرح کہہ سکتا ہوں اس کی گردن اڑاؤ۔ آجکل کے مسلمانوں کے عمل دیکھیں کیا ہیں۔ اس پر حضرت خالدؓ نے عرض کیا۔ کیا کوئی نمازی ایسی بات کہہ سکتا ہے جو اس کے دل میں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد! مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر یا سینے چاک کر کے دیکھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ ایمان ان کا سطحی ایمان ہے اور یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے اس طرح آر پار ہو جاتا ہے کہ تیر پر خون کا ذرا سا بھی نشان نہیں ہوتا۔ تم ان کی نماز اور روزہ کے مقابلے پر اپنی نماز اور روزے کو حقیر جانو گے یعنی وہ بظاہر لمبی لمبی اور باقاعدہ نماز پڑھنے والے ہوں گے اور روزہ رکھنے میں بھی متشدد ہوں گے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 405-404 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 174-173 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بہت سارے مسلمانوں کے عمل اور خاص طور پر علماء کہلانے والوں کے عمل آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ یہی ہو رہے ہیں۔ اس کی پہلے ہی آپؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ شارحین بیان کرتے ہیں کہ یہی شخص فتنہ خوارج کے بانیوں میں سے ہوا اور حضرت علیؓ کے زمانے میں یہ گروہ سامنے آیا اور پھر حضرت علیؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس طرح ان لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا تھا بعینہٖ وہ اسی طرح کے نکلے۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری جلد 15 صفحہ 85 دار احیاء التراث 2003ء)

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری جلد 6 صفحہ 159 دار الفکر 2010ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”ذوالخُویصرہ نامی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ نے آج کیا ہے وہ میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا دیکھا“ ہے؟ ”اس نے کہا میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ نے آج ظلم کیا ہے اور انصاف سے کام نہیں لیا۔“ نعوذ باللہ ”آپ نے فرمایا تم پر افسوس! اگر میں نے عدل نہیں کیا تو پھر اور کون انسان دنیا میں عدل کرے گا۔ اس وقت صحابہؓ جوش میں کھڑے ہو گئے اور جب یہ شخص مسجد سے اٹھ کر گیا تو ان میں سے بعض نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ شخص واجب القتل ہے۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم اسے مار دیں؟“ اب توہین رسالت کے بارے میں بڑی باتیں کرتے ہیں تو یہاں بھی دیکھ لیں۔

”آپ نے فرمایا اگر یہ شخص قانون کی پابندی کرتا ہے تو ہم اس کو کس طرح مار سکتے ہیں۔“ یعنی جو ہمارے قاعدے قانون ہیں ان کی پابندی کر رہا ہے تو ٹھیک ہے، کوئی ضرورت نہیں مارنے کی۔

”صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ایک شخص ظاہر کچھ اَور کرتا ہے اور اس کے دل میں کچھ اَور ہوتا ہے۔ کیا ایسا شخص سزا کا مستحق نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ میں لوگوں سے ان کے دلوں کے خیالات کے مطابق معاملہ کروں۔ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے ان کے ظاہر

کے مطابق معاملہ کروں۔

پھر آپ نے فرمایا یہ اور اس کے ساتھی ایک دن اسلام سے بغاوت کریں گے۔ ”ہاں یہ میں بتا دوں کہ مَیں اب تو کچھ نہیں سزا دے رہا لیکن بغاوت کریں گے تو پھر وہ سزا بھی پائیں گے۔ ”چنانچہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں یہ شخص اور اس کے قبیلہ کے لوگ ان باغیوں کے سردار تھے جنہوں نے حضرت علیؓ سے بغاوت کی اور خوارج کے نام سے آج تک مشہور ہیں۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 358)

باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10 / اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 251 صفحہ 02 تا 07)

39

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26/ ستمبر 2025ء بمطابق 26/ تبوک 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں حنین کے اموالِ غنیمت کی تقسیم کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں مزید تفصیل بھی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے اور مجاہدین کو ان کے حصے بھی عطا فرما دیے تو جو خُمس تھا وہ البتہ کم و بیش سارے کا سارا آپ نے مُؤلفۃ القلوب کے لیے سردارانِ قریش اور دیگر عرب سرداروں میں تقسیم کر دیا کہ کسی کو سو اونٹ دیے اور کسی کو پچاس اونٹ۔ اتنی کثرت سے دوسروں کو مال دیے جانے پر انصار کے بعض نوجوانوں نے اس کو محسوس کیا اور یوں سمجھا کہ جیسے اپنی خدمات اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَآئِهِمْ کہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشش سے نوازے آپ قریش کو نواز رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ یہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں میں سے ان دشمنوں کا خون ٹپک رہا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب ماکان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم.....3147)

(سبل الهدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 396 دار الکتب العلمیة 1993ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 290 بزم اقبال لاہور)

اسی طرح ان میں سے کسی نے یہ بھی کہا کہ جب حالات سخت اور نامساعد ہوں تو ہمیں بلایا جائے اور مالِ غنیمت ہمارے علاوہ اَوروں کو دیا جائے۔

(صحیح ابن حبان کتاب السیر باب ذکر مایستحب للامام ان یدعو انصارہ..... صفحہ 1287 حدیث 4769 دار المعرفہ بیروت 2004ء)

ان باتوں کا علم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپؐ نے انصار کے رئیس حضرت سعد بن عُبادہؓ کو بلایا۔ بعض کے نزدیک یہ ساری بات بتانے والے بھی حضرت سعدؓ ہی تھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: فَاَيْنَ اَنْتَ مِنْ ذٰلِكَ يَا سَعْد۔ سعد! تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں بھی اپنی قوم ہی کا فرد ہوں۔ مجھے بھی یہ بات اثر کر سکتی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو فرمایا کہ تمام انصار کو اکٹھا کرو۔ چنانچہ سب ایک خیمہ میں جمع ہوئے۔ کچھ مہاجرین بھی شامل ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے صرف انصار کو بلایا ہے اور مہاجرین کو وہاں سے واپس بھیج دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے انصار کی جماعت! جو

بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر انصار کے صائب الرائے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے سمجھدار لوگوں میں سے کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی البتہ کچھ جذباتی نوجوانوں نے کہا ہے کہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش فرمائے آپؐ قریش کو نواز رہے ہیں اور ہم آپؐ کی عطا سے محروم ہیں جبکہ ہماری تلواروں سے ان دشمنوں کا خون ٹپک رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار پر ہونے والے احسانات اور انعامات کا ذکر کرتے ہوئے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے انصار! کیا مَیں جب تمہیں ملا تھا تو میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا اور پھر اللہ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم پراگندہ اور منتشر قوم تھے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے میرے ذریعہ سے تمہارے اندر باہمی الفت اور محبت پیدا کر دی اور تم نادار اور محتاج تھے اور اللہ نے میری وجہ سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی بات کرتے انصار اس پر کہتے۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنُّ۔ کہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف سے جب یہ جواب سنا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ! ہم کیا جواب دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو مجھے یہ جواب دے سکتے ہو اور تم سچ کہہ رہے ہو گے اور تمہاری بات کی تصدیق کی جائے گی۔ تم کہہ سکتے ہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا اور آپ کی تکذیب کی گئی تھی لیکن ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ بے یارومددگار تھے اور لوگوں نے آپ کو نظر انداز کیا تھا لیکن ہم نے آپ کی مدد کی اور ان لوگوں نے آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا تھا لیکن ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کثیر العیال تھے اور ہم نے آپ کی غم خواری کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر کوئی انصاری بھی نہ بولا۔ سب کے سب سر جھکائے آپ کی باتیں سن رہے تھے اور شرمندہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو یہ بھی بتایا کہ میں نے کیوں قریش کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ تو پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور اسلام و ایمان تمہارے دلوں میں خوب راسخ ہو چکا تھا لیکن قریش میں اکثر لوگ فتح مکہ کے موقع پر نئے نئے مسلمان ہوئے تھے بلکہ متعدد تو ایسے تھے کہ جو ابھی تک اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے تھے اور پرانے اہل ایمان کی نسبت یہ نو مسلم صلہ رحمی اور انعام و اکرام کے زیادہ مستحق تھے تا کہ اسلام ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور قریش اس لیے بھی اس انعام کے حقدار تھے کہ کثیر جنگوں میں ان کا بہت کچھ ضائع ہو چکا تھا اس لیے میرا مقصد یہ تھا کہ ان کی دلجوئی کی جائے اور یہ پوری طرح اسلام اور ایمان کے دائرے میں آ جائیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں یہ چیز پسند نہیں کہ لوگ تو بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ؟ اللہ کی قسم! جس سعادت کو تم لے جا رہے ہو وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ لوگ لے کر جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی انصار کے ساتھ چلنا پسند کروں گا۔ یعنی میں انصار کے گروہ میں شامل ہوں گا۔ فرمایا کہ لوگ میرا بیرونی لباس ہیں جبکہ انصار میرا اندرونی لباس ہیں یعنی کپڑا جو جسم کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار! میرے بعد تم اپنے اوپر اَوروں کو ترجیح پاتے دیکھو گے لیکن تم صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر تمہاری مجھ سے ملاقات ہو جائے یعنی قیامت والے دن ملاقات ہو گی اور سرداری تمہیں نہیں ملے گی۔ آخر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما۔ انصار کی اولاد پر رحم فرما اور انصار کی آئندہ نسلوں پر بھی رحم فرما۔

راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطاب فرما رہے تھے اور انصار روتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور وہ یہی کہتے چلے جا رہے تھے کہ رَضِيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ قِسْمًا وَحَظًّا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اور اپنے حصے پر دل و جان سے راضی ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب ما کان النبیؐ یعطی المؤلفة قلوبهم... حدیث 3147)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة الطائف... حدیث 4331)

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 193-192 عالم الکتب)

(السیرة النبویه کما جاءت فی الاحادیث الصحیحة جلد 4 صفحہ 81 مکتبه العبیکان الریاض 2014ء)

(سبل الهدی و الرشاد جلد 5 صفحہ 403 دار الکتب العلمیة 1993ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 293 تا 298 بزم اقبال لاہور)

کبھی بے دھیانی میں کی گئی بات بہت دور رس نتائج رکھتی ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر انصار کے نوجوانوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن سب نے نہیں کیا تھا لیکن یہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ناراض کرنے والی بات تھی کہ انصار کو رہتی دنیا تک اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو مکہ کے لوگ آپ کے پاس آئے جن کی نگاہیں بوجہ ایمان سے پوری طرح روشناس نہ ہونے کے ابھی دنیا ہی کی طرف تھیں۔ اس کے بعد کی ایک جنگ میں کچھ اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اموال ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک انصاری نوجوان نے کسی مجلس میں کہا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال اپنے رشتہ داروں کو دے دیئے۔ آپ کو اس کا علم ہوا تو اکابر انصار کو بلایا اور دریافت کیا کہ مجھے ایسی بات پہنچی ہے۔ انصار رو پڑے اور کہا کہ کسی نادان نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اے انصار! تم کہہ سکتے ہو کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس وقت جگہ دی جب اسے کوئی جگہ نہ دیتا تھا اور اس کے شہر والوں نے اسے نکال دیا تھا۔ پھر اس کے لیے عزت اور فتح مندی حاصل کی تو اس نے اموال اپنے رشتہ داروں کو بانٹ دیئے۔ اس پر انصار کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ! ہم ایسا نہیں کہتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم اسی بات کو ایک اور طرح بھی کہہ سکتے ہو اور وہ اس طرح کہ جس شخص کو خدا نے تمام دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا وہ مکہ کی چیز تھی مگر خدا اسے مدینہ میں لے گیا اور پھر خدا نے اپنے زور اور طاقت سے مکہ کو اس کے لیے فتح کیا۔ اس وقت مکہ والوں کا خیال تھا کہ ان کی چیز انہیں مل جائے گی مگر مکہ والے بھیڑ اور بکریوں کو لے گئے اور مدینہ والے خدا کے رسول کو لے کر اپنے شہر کی طرف چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: بے شک یہ بات ایک نادان کے منہ سے نکلی ہے مگر اس کی وجہ سے اب تمہیں اس دنیا کی حکومت نہیں مل سکتی۔ اب تمہاری خدمات کا بدلہ تمہیں حوض کوثر پر ہی ملے

گا۔ دیکھ لو" آپؓ فرماتے ہیں دیکھ لو۔ تاریخ بتاتی ہے کہ "تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں اور چودھویں صدی گزر رہی ہے" بلکہ اب تو وہ بھی گزر گئی۔ "اس عرصہ میں ہر قوم ہی اسلام کی بدولت بادشاہ بنی ہے مگر کوئی انصاری بادشاہ نہیں ہو سکا۔ سو بعض اوقات ایک شخص کا قول ساری قوم کے لیے نقصان کا موجب ہو سکتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 728 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 دسمبر 1936ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ اپنے ایک خطبہ میں بیان کیا اور اسے بیان کر کے جماعت کو جو نصیحت فرمائی وہ آج بھی ہمارے لیے اسی طرح اہم ہے جیسے اس وقت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو قربانی اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں کوئی عہدہ ملے یا دولت وغیرہ ملے وہ ہرگز میرے بلانے پر یعنی خلیفہ وقت کے بلانے پر قربانی کے لیے نہ آئیں بلکہ وہی لوگ آئیں جو خدا کے لیے قربانی کرتے ہیں کیونکہ میں تو خود کمزور اور بیمار انسان ہوں۔ میں کسی کا احسان نہیں اٹھا سکتا۔ پس میں اپنے لیے نہیں مانگتا۔ جو خدا تعالیٰ کے لیے دیتا ہے وہ دے اور خدا تعالیٰ اس کا بدلہ بھی دے گا۔ خدا تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہیے اگر وہ چاہے تو اس دنیا میں دے دے اور اگر وہ چاہے تو آخرت میں دے۔ بہرحال جو اخلاص سے قربانی کرتا ہے اس کی قربانی ضائع نہیں جاتی۔ مومن کی قربانی کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ پس قربانی کرنے والے وہی لوگ ہیں جو خدا کو مدنظر رکھتے ہیں نہ کہ دنیا کو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 729-728، خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 دسمبر 1936ء)

پس ہمیشہ قربانی اور عہدے کے لیے خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھنا چاہیے تبھی وہ خدا تعالیٰ کے اصل انعامات کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ ایک عمر پر پہنچ کر افراد جماعت میں بھی یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارا اتنا تجربہ ہے، ہم نے اتنا کام کیا ہے ہمیں اس کا ریوارڈ ملنا چاہیے جو نہیں دیا جاتا۔ وہ سوچیں کہ کیا صرف دنیا کا ریوارڈ لینا ہے یا اللہ تعالیٰ کے انعامات کا وارث بننا ہے؟

انصاراللہ کا اجتماع بھی آج سے ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس عمر میں جب تجربہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس حوالے سے خیال آتا ہے۔ اس لیے انصار کو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں اپنے تجربہ اور خدمت کے حوالے سے کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے جھٹک دے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اس موقع پر اعرابیوں بدوؤں کی بے صبری کا بھی ذکر ملتا ہے۔ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت کچھ بدو لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور مال کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کے ہجوم کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک بھی ایک خاردار جھاڑی سے اٹک گئی اور کچھ دھکم پیل ہونے لگی تو آپ نے فرمایا میری چادر تو مجھے واپس دے دو اور پھر ان کانٹوں بھرے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر ان کانٹوں کے برابر بھی میرے پاس اونٹ ہوتے تو وہ بھی میں سب تم میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، جھوٹ بولنے والا اور بزدل نہ پاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدوؤں کی اس بدتہذیبی پر انہیں کوئی سرزنش نہیں کی، نہ ناراض ہوئے بلکہ مسکراتے ہوئے احسن رنگ میں ان کی تربیت فرمائی اور انہیں مال سے بھی نوازا۔ (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 299 بزم اقبال لاہور)

حضرت مصلح موعودؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اِن جنگوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ اموال

جو مغلوب دشمنوں کے جرمانوں اور میدانِ جنگ میں چھوڑی ہوئی چیزوں سے جمع ہوئے تھے حسبِ دستور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی لشکر میں تقسیم کرنے تھے لیکن اس موقع پر آپ نے بجائے ان اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے مکہ اور اِرد گرد کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ان لوگوں کے اندر ابھی ایمان تو پیدا نہیں ہوا تھا بہت سے تو ابھی کافر ہی تھے اور جو مسلمان تھے وہ بھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے یہ ان کے لیے بالکل نئی چیز تھی کہ ایک قوم اپنا مال دوسرے لوگوں میں بانٹ رہی ہے۔ اِس مال کی تقسیم سے بجائے ان کے دل میں نیکی اور تقویٰ پیدا ہونے کے حرص اَور بھی بڑھ گئی۔" بعض لوگوں میں۔" انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمگھٹا ڈال لیا اور مزید مطالبات کے ساتھ آپ کو تنگ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دھکیلتے ہوئے وہ آپ کو ایک درخت تک لے گئے اور ایک شخص نے تو آپ کی چادر جو آپ کے کندھوں پر رکھی ہوئی تھی پکڑ کر اِس طرح مروڑنی شروع کی کہ آپ کا سانس رکنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! اگر میرے پاس کچھ اور ہوتا تو میں وہ بھی تمہیں دے دیتا تم مجھے کبھی بخیل یا بزدل نہیں پاؤ گے۔ پھر آپؐ اپنی اونٹنی کے پاس گئے اور اس کا ایک بال توڑا اور اسے اونچا کیا اور فرمایا اے لوگو! مجھے تمہارے مالوں میں سے اِس بال کے برابر بھی ضرورت نہیں سوائے اس پانچویں حصہ کے جو عرب کے قانون کے مطابق حکومت کا حصہ ہے اور وہ پانچواں حصہ بھی میں اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتا بلکہ وہ بھی تمہیں لوگوں کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ خیانت کرنے والا انسان قیامت کے دن خدا کے حضور اس خیانت کی وجہ سے ذلیل ہو گا۔

لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہت کے خواہشمند تھے کیا بادشاہوں اور عوام کا ایسا ہی تعلق ہوا کرتا ہے؟ کیا کسی کی طاقت ہوتی ہے کہ بادشاہ کو اس طرح دھکیلتا ہوا لے جائے اور اس کے گلے میں پٹکہ ڈال کر اس کو گھونٹے؟ اللہ کے رسولوں کے سوا یہ نمونہ کون دکھا سکتا ہے مگر باوجود اس طرح تمام اموال غرباء میں تقسیم کرنے کے پھر بھی ایسے سنگدل لوگ موجود تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کو انصاف کی تقسیم نہیں سمجھتے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 358-357)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اموال غنیمت کی تقسیم کے متعلق عمومی طریق کار تو یہ تھا کہ مال غنیمت میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ الگ فرما لیتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صوابدید پر تقسیم فرماتے یا خرچ فرماتے تھے اور باقی کا سارا مال شاملین کے درمیان تقسیم فرما دیتے تھے جس میں پیدل اور گھڑ سوار کے الگ الگ حصے ہوتے تھے لیکن حنین کے اموال غنیمت کی تقسیم کے متعلق جب کچھ انصار کی طرف سے یہ سوال یا اعتراض کیا گیا کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں دیا اور دوسروں کو دے دیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا آپؐ نے جنگ میں شامل ہونے والوں کو مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا تھا یا صرف ان کا حصہ دیا تھا اور باقی اموال دوسروں میں تقسیم کیا تھا۔ بہر حال جو ہماری تحقیقی ٹیم ہے وہ کہتے ہیں ہم نے سیرت کی جو ابتدائی اور معتبر کتب دیکھی ہیں کسی میں بھی وضاحت سے اس کا جواب نہیں دیا گیا البتہ ان کے خیال میں تاریخ و سیرت کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شاملین کو ان کا حصہ رسدی دیا تھا جو ہر ایک کو چار اونٹ یا چالیس بکریوں کی صورت میں دیا گیا اور گھڑ سواروں کو اس

کا حصہ دیا گیا اور یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے تالیف قلب کے لیے لوگوں کو اموال عطا فرمائے تھے لیکن یہ بھی امکان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال غنیمت میں سے کسی کو بھی کچھ نہ دیا ہو یعنی عام دستور کے مطابق یہ اموال شاملین جنگ میں تقسیم نہ کیے گئے ہوں اور سارے اموال دوسرے لوگوں میں تالیف قلب کے طور پر تقسیم کر دیے گئے ہوں۔ اس کی تائید بھی تاریخ و سیرت کی متفرق کتب سے ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ایک اقتباس سے بھی یہی تاثر ملتا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”ان جنگوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ اموال جو مغلوب دشمنوں کے جرمانوں اور میدان جنگ میں چھوڑی ہوئی چیزوں سے جمع ہوئے تھے “یعنی جیسا کہ بتایا ہے ”حسب دستور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی لشکر میں تقسیم کرنے تھے لیکن اس موقع پر آپ نے بجائے ان اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے مکہ اور ارد گرد کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔“

احادیث میں روایات ملتی ہیں کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے دوران ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے محمد !(صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش ہو جاؤ۔ وہ بدو کہنے لگا آپ نے بہت دفعہ یہی کہا ہے کہ خوش ہو جاؤ۔ گویا آپؐ نے دیا کچھ نہیں۔ بس کہتے ہی رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یہ ردّ عمل بہت ناگوار گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے اپنا چہرہ مبارک ہٹا لیا اور وہاں ابو موسیٰ اشعری اور بلال کھڑے تھے ان کی طرف اپنا چہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تو خوشخبری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اب تم قبول کر لو۔ دونوں نے سنا تو فوراً بولے یا رسول اللہؐ! ہم نے قبول کر لی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنا ہاتھ اور منہ دھویا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچا ہوا پانی حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کو دیتے ہوئے فرمایا تم دونوں اس پانی کو پی لو اور اپنے چہرے اور سینے پر بھی ڈال لو اور خوش ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے پیالہ لے کر ایسا ہی کیا۔

یہاں ازواجِ مطہرات کے اخلاص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے برکت کے حصول کی تشنگی کا ایک عجیب اور قابلِ رشک نظارہ بھی نظر آتا ہے۔ لکھا ہے کہ قریب ہی خیمہ میں ام المومنین حضرت اُمِّ سَلَمَہؓ بھی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا واقعہ حضرت ام سلمہؓ کے خیمے کے قریب ہی ہوا تھا۔ انہوں نے پردے کے پیچھے سے انہیں یعنی جو دو صحابہ تھے حضرت بلالؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ اُن سے کہ اپنی ماں کے لیے بھی پانی بچانا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے لیے بھی کچھ پانی پیالے میں چھوڑ دیا۔
(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 357)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف... حدیث:4328)

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 300 بزم اقبال لاہور)

روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ دیکھا جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ مجھے دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی توقف کے وہ اس کو دے دیا۔ وہ یہ ریوڑ لے کر اپنی قوم کے

پاس گیا اور کہنے لگا کہ لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ تو اتنا دیتا ہے کہ اس کو فقر اور فاقہ کا کوئی ڈر ہی نہیں ہوتا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بھی اسی موقع کا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الْفَضَائِلِ باب فی سخائہ ﷺ حدیث:2312)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 300 بزم اقبال لاہور)

یہ حدیث ہی کی روایت ہے۔ بہر حال اور واقعات بھی ہیں جو ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔

اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جمعہ کے بعد جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرم فہیم الدین ناصر صاحب کا جو مبلغ سلسلہ رومانیہ تھے۔ گذشتہ دنوں باون سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا حضرت مرزا علم دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ قادیان کے قریب واقع گاؤں لودھی ننگل کے امام مسجد نور محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آئے۔ انہوں نے واپس گاؤں میں آکر اعلان کیا کہ امام مہدی آگئے ہیں اور سچے ہیں ان کو مان لو۔ اس کے بعد بذریعہ خط بیعت کرنے والوں میں مرزا علم دین بھی تھے۔

فہیم الدین ناصر صاحب نے جون 1996ء میں جامعہ پاس کیا۔ پھر ان کا پاکستان میں مختلف جگہوں پہ تقرر ہوا اور پھر انہوں نے تفسیر قرآن میں تخصص بھی کیا۔ 2006ء میں ان کو رومانیہ بھجوایا گیا اور وفات تک یہ وہیں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

ان کی اہلیہ نصیرہ فہیم لکھتی ہیں کہ ایک مثالی شوہر تھے۔ میرے جذبات و احساسات کو میرے کچھ کہے بغیر جان لیتے تھے۔ بڑا خیال رکھنے والے باپ تھے۔ زندگی کے نمایاں پہلوؤں میں خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق، توکّل، عبادت، دعا، صبر، حوصلہ، حکمت، برداشت، خدمت دین کا شوق اور جذبہ، اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس اور مقررہ وقت پر ہر کام کو مکمل کرنا شامل ہے۔ خلافت سے گہرا محبت اور اخلاص کا تعلق تھا۔ ہر ذاتی اور جماعتی کام سے پہلے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھتے تھے اور راہنمائی لیتے تھے اور افراد جماعت اور اپنے بچوں کی ہمیشہ اپنے عملی نمونے سے تربیت کی۔ سمجھانے کا انداز بہت اچھا تھا۔ بروقت نمازوں کی ادائیگی، تہجد اور نوافل پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ بیماری کی شدت میں بھی نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ رہی اور آخر میں ان کو کینسر ہو گیا تھا تو جب بیماری شدت اختیار کر گئی اور بولنا بھی مشکل تھا تو اشارے سے کہا کہ کاپی لاؤ اور لکھا کہ عبادت اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا ہر مشکل اور پریشانی میں اس کے آستانے پر جھکنا۔ نصیحت فرمائی اپنے بیوی بچوں کو کہ جو بھی ہو جائے تم نے اللہ کا در نہیں چھوڑنا۔ ہمیشہ تلقین کی کہ بس خدا سے مانگنا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی زندہ تعلق پیدا کرو۔ اسی سے دوستی کرو وہ تمہیں کبھی مشکل میں تنہا نہیں چھوڑے گا۔

تبلیغ اور جماعت کا تعارف کروانے کا موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اپنے ساتھ جماعتی تعارف پر لٹریچر اور فلائرز رکھتے تھے۔ ہسپتال کے ڈاکٹرز کے پاس جاتے تو ان کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور اس بات پر بڑا شکر ادا کرتے تھے کہ میں ڈاکٹروں کو بھی تبلیغ کر کے آیا ہوں۔ ہر وقت چہرے پر رہنے والی مسکراہٹ تھی۔ بہت ملنسار تھے۔ آپ کی طبیعت کی وجہ سے ہر کوئی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کی وفات کا سن کے

مشن ہاؤس کے پاس رہنے والے رومانین ہمسایوں نے روتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کیا، بڑا صدمے کا اظہار کیا۔ بیماری کے دوران بھی اپنے فرائض منصبی بدستور انجام دیتے رہے یہاں تک کہ وفات سے دو دن پہلے جبکہ صحت نہایت کمزور تھی سانس لینے میں تنگی اور کھانا پینا بھی مشکل تھا جماعتی خطوط کا جواب لکھتے رہے اور کسی ارجنٹ ای میل کا جواب بھی دیا۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ رومانیہ میں جماعت مضبوط ہو اور ملکی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب حکمت عملی کے ساتھ اس کے لیے کوشاں بھی رہتے تھے۔ بچوں سے کہتے تھے کہ تمہارا کردار اور طرز عمل ایسا ہونا چاہیے کہ تبلیغ کا ذریعہ بنے۔ رومانین زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کرنا چاہتے تھے۔ ایک ڈیڑھ پارے کا ترجمہ مکمل کر چکے تھے لیکن دوسرے کاموں کی وجہ سے مزید کام نہیں ہو سکا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا بھی ترجمہ کر رہے تھے۔

مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوکل رومانین افراد کے ساتھ جب بھی آپ کا ملنا ہوتا تو وہ رومانین لوگ یہی کہا کرتے تھے کہ ان کی زبان بہت شائستہ اور ادبی ہے جو عام طور پر یونیورسٹی میں پڑھانے والے پروفیسر بولتے ہیں۔ وہاں کے لوکل لوگ کہتے تھے کہ ہم نے کسی غیر رومانین کو اتنی اچھی اور عمدہ زبان بولتے نہیں دیکھا۔ بہت اچھی زبان تھی ان کی۔

ان کی والدہ صفیہ بیگم کہتی ہیں کہ مرحوم کے نانا اور نانی دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مربی صاحب اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ہر کوئی اس کا ذکر کر رہا ہے۔ حسنِ سلوک اور صبر اور دینی کاموں کے شوق سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ کہتی ہیں بہت فرمانبردار بیٹا تھا۔ ان کے والد نے ان کی پیدائش سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ انہوں نے ایک بچہ اٹھایا ہوا ہے اور اس کو دیکھ رہے ہیں کہ اس کی پیشانی پر چاند اور ستارہ بنا ہوا ہے۔ پھر کہتی ہیں مربی بنا تو تب ہمیں سمجھ آئی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ایک دن ضرور چمکے گا۔ 2006ء میں یہ رومانیہ گئے تھے۔ رومانیہ کے پہلے مبلغ تھے اور زبان بھی انہوں نے سیکھی اور بہت عمدہ زبان سیکھی اور وہاں سے گریجوایشن کی ڈگری انہوں نے مکمل کی۔ جماعت کے لیے بڑا کام کیا۔ انہوں نے وہاں جماعت کو رجسٹرڈ کروایا۔ مشن ہاؤس قائم کیا اور اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک روز کا روز کام مکمل نہ کر لیں۔

ان کے بھائی رفیع الدین کہتے ہیں میٹرک کے بعد خود ہی بغیر کسی کے کہے جامعہ میں چلے گئے اور وقف کو پھر بہت عمدہ رنگ میں نبھایا اور حقیقت میں نبھایا۔ چھٹی بھی نہیں لیتے تھے۔ کہتے ہیں رخصت بھی نہیں لیتے تھے سوائے ایک دفعہ رخصت لی جب ان کی چھوٹی ہمشیرہ فوت ہوئیں۔

ان کے بیٹے مرزا لبید کہتے ہیں کہ مَیں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مجھے فکر تھی کہ یہ تعلیم مکمل بھی کروں گا کہ نہیں۔ مجھے ہر روز فون کر کے ہمت دلاتے۔ درود شریف پڑھنے، تہجد پڑھنے، دعائیں کرنے کی تلقین کرتے۔ محنت کرنے کی تلقین کرتے اور اس طرح مجھے انہوں نے بہت encourage کیا۔

ان کے دوسرے بیٹے دانش کہتے ہیں کہ جو شخص بھی ایک دفعہ ان سے ملا ان کے وصال کی خبر سن کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ وہ نہایت نیک اور پرہیز گار انسان تھے۔ بے حد شفقت کرنے والے تھے۔

لیٹویا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ مرحوم بڑے محنتی، با اخلاق اور خوش مزاج تھے۔ ان کی عاجزی اور انکساری اور سادگی ہر انسان کو ان کا گرویدہ بنا لیتی۔ ان کی طبیعت میں ایک خاص گرمجوشی ہوتی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ ان کے ملک رومانیہ میں بعض دوسرے ممالک کے طلبہ بغرض تعلیم قیام پذیر تھے ان طلبہ سے بھی بہت شفقت اور پیار کا سلوک کرتے تھے۔

تصویر جاوید میڈیکل کالج کے طالبعلم تھے اب ڈاکٹر بن گئے ہیں۔ کہتے ہیں طلبہ کی روحانی تربیت کے لیے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جہاں احمدی طلبہ پڑھ رہے ہوتے تھے ٹرین یا بس پر کئی کئی گھنٹے سفر کر کے آتے تھے۔ جماعت کے پیسے بچانے کا انہیں بہت خیال رہتا تھا یہاں تک کہ گتوں سے اور مختلف چیزوں کو اکٹھا کر کے خود ہی ڈائس بھی بنا لیا تھا تا کہ جماعتی رقم بچ جائے۔ شدید بیماری میں بھی آخری لمحات تک انہوں نے بڑی مشکل کے باوجود نمازوں کا اہتمام کیا۔ بہت سادہ اور عاجز انسان تھے۔ ہمیں اور بچوں کو بھی انہوں نے شرافت اور عاجزی سکھانے کی کوشش کی۔

رومانیہ سے ایک عزیزم رومان شمس ہیں۔ کہتے ہیں امتحان بڑے مشکل تھے مجھے شک تھا کہ پاس نہیں کر پاؤں گا تو مربی صاحب مجھے تسلی دیتے تھے کہ آپ فکر نہ کرو۔ امتحان سے ہفتہ پہلے میں تمہیں ایسے نکات سمجھاؤں گا کہ تم انشاء اللہ کامیاب ہو جاؤ گے اور ان کا فائدہ ان کو ہوا۔

عدیل عدریان (Adrian) رومانیہ کے ایک نومبائع ہیں، کہتے ہیں میں انہیں ہسپتال میں لے کر آیا تو انہوں نے اگلے دن ایک جماعتی کام کے سلسلہ میں میری مدد طلب کی جس کے لیے قریبی شہر آنا تھا۔ جب ہم کام کے لیے گئے تو راستے میں مختلف موضوعات پر بات کرتے ہوئے ایک موقع پر چند منٹوں کے لیے مربی صاحب نے ایک جذباتی کیفیت میں مجھ سے کہا کہ اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہو جائے تو وہ یہیں دفن ہونا چاہتے ہیں تا کہ یہ یاد رہے کہ وہ یہاں رہے اور انہوں نے یہاں رہ کر ایک مثبت تبدیلی پیدا کی۔ پھر لکھتے ہیں کہ صحت مزید خراب ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر کے اور خود سے ایک خط لکھ کر اپنے کام کو جاری رکھنے کی پوری کوشش کرتے۔ ہمیشہ خدا کے دین اور دوسروں کے لیے زیادہ فکر مند رہتے تھے۔ اپنی آخری سانس تک کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اپنے بارے میں نہیں سوچا۔ پھر یہ نومبائع لکھتے ہیں کہ میں نے مربی صاحب کو اپنا وقت اور نیند دوسروں کے لیے قربان کرتے ہوئے دیکھا۔ ہمیشہ اس بات پر شکر گزار رہتے کہ انہیں دوسروں کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کبھی ان کے منہ سے کسی کے بارے میں معمولی سی بھی بری بات نہیں سنی۔ رو رو کر نہ صرف اپنے اہل خانہ کے لیے بلکہ ہماری رومانیہ جماعت کے لیے اور اس کے اراکین کے لیے بھی دعائیں کیا کرتے تھے۔ کبھی ایک دن کی چھٹی نہیں لی اور نہ ہی کبھی زیادہ آرام کرنا چاہا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ جماعت کی ہر طرح سے بہترین صلاحیتوں کے ساتھ خدمت کریں چاہے اس کے لیے انہیں اپنی نیند یا صحت کی کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ ہمیشہ اپنا پورا توکل اللہ تعالیٰ پر کرتے۔ دوسروں کو بھی کثرت سے دعا کرنے اور اس کی مدد پر بھروسہ کرنے کی تلقین کرتے اور ترغیب دیتے۔ یہ نومبائع لکھتے ہیں کہ میرے لیے مربی صاحب صرف مربی ہی نہیں تھے بلکہ ایک والد کی طرح تھے۔ وہ میرے لیے غیر معمولی روحانی راہنما تھے اور ایک بہت اچھے اور قریبی دوست تھے۔

یہ ہیں مربی کی صفات جو اس نومبائع نے بیان کی ہیں اور یہی تربیت اور اپنا نمونہ ہے جو تبلیغ اور تربیت میں آسانیاں پیدا کرتا ہے اور نتائج پیدا کرتا ہے۔ غیر ملک میں دین کی خاطر قربان ہوئے اس لحاظ سے ان کا مقام بھی شہید کا مقام ہی ہے۔ آخری سانس تک اپنے عہد وفا کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ ہمیشہ میں نے بھی دیکھا ہے ان کے چہرے پر مسکراہٹ ہی رہتی تھی۔

مولوی عبید اللہ صاحب جو ماریشس میں میدان عمل میں فوت ہو گئے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو بھی نصیحت فرمائی تھی کہ ایسے لوگ شہید ہوتے ہیں اور ہمیں مرحوم سے سبق لینا چاہیے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 264-263 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 7/ دسمبر 1923ء)

یقیناً فہیم ناصر مرحوم کا بھی ایسا ہی ایک کردار تھا۔ اور یہ نمونہ تھا جو ایک سبق ہے اور خاص طور پر واقفینِ زندگی کے لیے یہ سبق ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بیوی بچوں اور والدہ کو سب کو صبر عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم عبدالعلیم فاروقی صاحب کا ہے۔ عبدالرشید فاروقی صاحب کینیڈا کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ وفات بھی اس طرح ہوئی کہ تین مسلح افراد ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ اہلیہ اور تین بچیاں نیچے تھیں۔ بیٹا بھی اپنے کمرے میں تھا۔ ڈاکوؤں نے سب کے فون لے لیے۔ مرحوم شور سن کر بیدار ہوئے۔ ایک ڈاکو آپ کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مرحوم نے ڈاکو کو ڈرانا چاہا تو اس وقت اس نے آپ کے ناک اور کندھے پر ایک ڈنڈے سے ضرب لگائی اور فرار ہو گیا۔ اس وقت مرحوم اپنے بیٹے کے کمرے کی طرف جانے لگے تو ایک ڈاکو جو سیڑھیوں کے پاس کھڑا تھا اس نے آپ پر دو فائر کیے۔ ایک گولی مرحوم کے دل کے قریب لگی اور جسم سے نکل کر دوسری طرف تک چلی گئی۔ موقع پر ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ اور حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ کے پڑنواسے تھے۔ جماعت کے فعال ممبر تھے۔ پنجوقتہ نماز اور تہجد میں باقاعدہ تھے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ اپنے حلقہ میں بطور لوکل سیکرٹری تبلیغ خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت حلقہ کے صدر کے طور پر خدمت کر رہے تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

زکریا خان صاحب مشنری انچارج ان کے عزیز تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بڑے نیک طبع اور نافع الناس وجود تھے۔ ان کو ان کی اہلیہ نے بتایا کہ نماز تہجد میں باقاعدہ تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کو سنوار کر ادا کرتے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ اپنی مصروفیات کے باوجود دن رات جماعت کے کاموں میں مصروف رہتے۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ خلافت کے ساتھ گہرا وفا کا تعلق تھا۔

ان کی اہلیہ مریم صاحبہ لکھتی ہیں کہ اچھے شوہر تھے۔ ان سے میں نے زندگی میں بہت کچھ سیکھا۔ تبلیغ کرنے کا ان کو بہت شوق تھا اور حیران کن تبلیغ کا جذبہ تھا۔ ہمیشہ نئے نئے تبلیغی منصوبے سوچا کرتے تھے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے۔ خلافت سے تعلق کا بھی انہوں نے لکھا ہے۔ پڑوسیوں کے ساتھ

اہل محلہ کے ساتھ بڑا حسن سلوک تھا اور سب ان کے گرویدہ تھے۔ خوش مزاج تھے۔ شفیق تھے۔ گھر میں ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے۔ بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔

بیٹی عزیزہ عظمیٰ کہتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے لے کر بڑی بڑی ضروریات تک فکر مند رہتے۔ سارا دن اپنا کام ہوتا تھا یا جماعت کے کاموں میں مصروف رہتے تب بھی رات کو سونے کے وقت ہمارے کمرے میں آکر پوچھتے اور ہماری خبر گیری کرتے کہ کیسا وقت گزرا؟ نمازیں وغیرہ پڑھیں کہ نہیں؟ اپنے بارے میں بھی بتاتے۔ تو ایک دوستانہ ماحول ہمارے ساتھ تھا۔

بیٹے عزیزم کظیم کہتے ہیں۔ ہمارے لیے والد رول ماڈل تھے اور کہتے ہیں میں کوشش کروں گا انشاء اللہ کہ ان کے رستے پہ چلوں۔ تبلیغ کے لیے ہم روزانہ ہر ہفتے اتوار کے دن جایا کرتے تھے۔ جہاں بھی موقع ملتا تبلیغی سٹال لگاتے اور مجھے انہوں نے حفظ قرآن بھی کروایا۔

شجر فاروقی صاحب جو یہاں ہیں ان کے یہ بھتیجے تھے۔ انہوں نے بھی یہی لکھا ہے ساری خوبیاں بیان کی ہیں۔ بڑے صاف دل، نیک سیرت اعلیٰ اخلاق کے مالک انسان تھے اور عمرہ بھی ان کو کرنے کی توفیق دی تو وہاں بھی لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان میں عبادت میں شغف اور توجہ ایسی دیکھی ہے جو قابل تعریف ہے۔ بیٹیوں کی تربیت کی فکر ان کو رہتی تھی۔ پندرہ سال کی بیٹی تھی تو میرے سے پوچھا کہ اس کو فون لے کے دینا چاہیے کہ نہیں اور پھر جب میری ہدایات ان کو ملیں تو اس کے مطابق انہوں نے اس پر عمل کیا۔ ہر چیز کو باریکی سے دیکھنے والے تھے۔ لازمی چندوں کے علاوہ دیگر مالی تحریکات میں بہت وسیع حوصلے سے بڑھ چڑھ کر خدمت کرتے تھے۔ پاکستان میں غریبوں کی خدمت کے لیے بھی بڑی رقم بھجوایا کرتے تھے۔

ان کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرا بچہ جماعت کا فدائی، خلافت سے والہانہ محبت رکھتا تھا۔ ہر چیز میں سچ کو اہمیت دیتا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے سے محبت کا سلوک کرتا تھا۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ ہر اتوار کو تبلیغ کے لیے جاتا۔ تہجد گزار اور دوسروں کی مدد کرنے والا تھا اور کہتی ہیں نماز باجماعت کا اتنا شوق تھا کہ بعض دفعہ مجھے اپنے کام سے فون کر کے کہتا تھا کہ اگر آپ نے نماز نہیں پڑھی تو انتظار کریں میں آرہا ہوں ہم اکٹھے نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ والدہ اور بیوی بچوں کو صبر عطا فرمائے۔ ان کی اولاد ان کے نیک نمونے اور ان کی خواہشات پر چلنے والی ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17/ اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 257 صفحہ 02 تا 06)

40

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 03/ اکتوبر 2025ء بمطابق 03/ اخاء 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حنین کی جنگ کے بعد اس میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت اور اس کی تقسیم کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید واقعات یوں بیان ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح حنین کے بعد تمام اموالِ غنیمت جعرانہ مقام پر جمع کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیتے ہوئے آپؐ نے طائف کا رخ فرمایا اور کم و بیش ایک ماہ بعد طائف سے واپس جعرانہ تشریف لائے اور یہاں پہنچ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت تقسیم نہیں فرمائے بلکہ کچھ دن انتظار فرمایا۔ بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ چودہ دن تک انتظار فرمایا کہ شاید بنو ھوازن تائب ہو کر واپس آئیں گے اور ان کے اہل و عیال اور مال مویشی ان کو واپس لوٹا دیے جائیں گے۔ اِدھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا انتظار کرتے رہے اُدھر بنو ھوازن اس کشمکش میں رہے کہ ہمارا جانا فائدہ مند بھی ہو گا یا نہیں۔ جب دیکھا کہ وہ لوگ نہیں آ رہے تو آخر کار اتنے انتظار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم فرما دیا۔ جب یہ سب تقسیم ہو چکی تو بنو ھوازن کے چودہ معززین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اسلام قبول کر چکے تھے اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا سارا قبیلہ بھی اسلام قبول کر چکا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! ہم خاندانی لوگ ہیں اور باعزت ہیں۔ جس مصیبت اور پریشانی سے ہم دوچار ہیں وہ آپؐ سے پوشیدہ نہیں۔ آپؐ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ اس وفد کا سردار ابو صُرد زُہیر بن جرول تھا۔ یہ خطیب اور شاعر بھی تھا۔ اس نے بڑے دلنشین اور دل پر اثر کرنے والے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رحم کی اپیل کی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان گرفتار ہونے والوں میں آپ کی پھوپھیاں، آپ کی خالائیں اور آپ کی بہنیں بھی ہیں جو آپ کی پرورش کرتی رہی ہیں اور آپ کو کھلاتی پلاتی رہی ہیں۔ اس نے یوں کیوں کہا؟ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سعد کے قبیلے میں رضاعت کا زمانہ گزارا تھا اور وہاں پرورش پائی تھی اور آپ کے رضاعی والدین کا تعلق بنو سعد سے تھا جو بنو ھوازن کی شاخ تھی۔ پھر اس نے کہا کہ اگر ہم نے دودھ پلانے کا احسان غسّانی بادشاہ حارث بن ابی شمر یا عراق کے بادشاہ نعمان بن منذر پر کیا ہوتا اور ہم پر اس طرح کی مصیبت آئی ہوتی تو وہ ہم پر ضرور رحم کرتے اور آپؐ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے اور جُود و سخا کے مالک ہیں۔ اس کے بعد اس نے آپؐ کی مدح اور توصیف میں ایک قصیدہ بھی کہا۔ اس وفد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا بھی تھے۔ انہوں نے بھی کچھ اس طرح کے ملے جلے جذبات پر تقریر کی اور یہ بھی کہا کہ جب آپ بچپن میں ہمارے پاس تھے

تب بھی میں نے آپؐ کو دیکھا تھا۔ آپؐ بہت ہی اچھے تھے۔ پھر آپؐ کی جوانی کے عالم میں مجھے آپؐ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جوانی میں بھی کوئی شخص آپؐ سے بڑھ کر نیک طبع اور شریف النفس نہ تھا۔ آپؐ تو مجسم خیر و بھلائی ہیں اور جُود و سخا کے دریا ہیں۔ ہم آپؐ کے اپنے اور آپؐ ہی کے خاندان سے ہیں لہٰذا ہم پر احسان کریں۔ اللہ آپ کو اس احسان مندی کا بدلہ ضرور دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دردمندانہ التجائیں سنیں اور ان کی درخواست کو ردّ تو نہ فرمایا بلکہ فرمایا: **مَیں نے تو بہت دنوں تک تمہارا انتظار کیا** یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب تم نہیں آؤ گے اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ قیدیوں میں سے میرے پاس بہت ہی تھوڑے رہ گئے ہیں۔ باقی سب تقسیم ہو چکے ہیں اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔ لہٰذا اب تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کر سکتے ہو۔ قیدی مرد و عورتیں یا مال و اسباب۔ ان میں سے جو لینا ہے لے سکتے ہو۔ مَیں نے تو تمہارا بہت انتظار کیا تھا۔ چاہتا تو یہ تھا کہ تمہیں دونوں دے دوں۔ بنو ھوازن کے وفد نے جب ساری صورتحال دیکھی تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے قیدی یعنی اپنے مرد اور عورتیں واپس لینا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور بنو عبد المطلب کے حصہ میں آنے والے جو قیدی ہیں وہ تو آپ کے ہی ہوئے یعنی میں ان کو تو آزاد کرتا ہوں، تمہیں واپس دے دیتا ہوں۔ اور دوسرے قیدیوں کے متعلق مَیں باقی مسلمانوں سے بات کروں گا جو ان کو میں دے چکا ہوں اور ساتھ ہی وفد کے لوگوں کو اس کا ایک حل بھی بتایا کہ تم لوگ کس طرح کیا کرنا۔ تم نماز ظہر کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سفارش کرنے والا بناتے ہیں اور مسلمانوں کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کراتے ہیں کہ ہماری اولاد اور ہماری عورتوں کو چھوڑ دیا جائے اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کر دینا اور کہنا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں۔ پھر میں لوگوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سفارش کر دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ انداز، جُود و سخا کا ایک پیارا انداز ہے کہ خود ہی قیدیوں کی رہائی کا طریق سکھلا رہے ہیں کہ عام مسلمانوں کی عزتِ نفس کا بھی خیال رہے کیونکہ قیدی تو اب ان کی ملکیت ہو چکے تھے اور ھوازن کی عزت افزائی بھی ہو جائے۔ اہلِ وفد نے اسی طرح ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر عرض کیا جس طرح پر آپؐ نے فرمایا تھا۔

بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے بھائی تائب ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ میں ان کے قیدی انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں۔ جو بھی اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جو ان کے عوض ہم سے کچھ لینا چاہے وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ میں اوّلین حاصل ہونے والے غنائم میں سے اس کا حق واپس کر دوں گا اور ساتھ ہی اپنے اور اپنے خاندان یعنی بنو عبد المطلب کے قیدی واپس کرنے کا اعلان فرمایا۔

صحابہ کرامؓ تو اپنی جانوں اور اپنے بیوی بچوں اور ماں باپ سے بھی بڑھ کر آپؐ سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ آپ کی خوشی کی خاطر ہم خوش دلی سے اپنے قیدی ھوازن کو واپس کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جذبے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ سب کی رضامندی اور خوش دلی معلوم ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا: مجھے یہ پتا نہیں چل رہا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی کیونکہ عام مجمع میں سب بول رہے تھے۔ اس لیے تم واپس جاؤ اور تمہارے سردار اور نگران میرے پاس آکر اپنے لوگوں کا موقف پیش کریں۔ آپ کے اس ارشاد پر سب لوگوں نے خوشی خوشی اپنے قیدی واپس دینے کا اظہار کیا اور ان کے نگرانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم احسان اس دشمن قوم پر ہوا کہ تمام قیدی بغیر کسی عوض معاوضہ کے واپس کر دیے اور اپنے مخلص وفاشعار محبت کرنے والے صحابہ کے جذبات کا بھی اس طرح خیال رکھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر ایک قیدی کے بدلے میں چھ چھ اونٹ دیے جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کی محبت و اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ تھا کہ قیدیوں کی اس آزادی کے وقت وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ غلام خوشی سے جھوم رہے ہیں، قیدی خوشی سے جھوم رہے ہیں۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی آزاد کر دیے ہیں تو انہوں نے یہ سنتے ہی کسی قسم کی مزید جستجو اور تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور فوراً اپنے بیٹے سے کہا کہ اے عبد اللہ! جاؤ اور میری اس لونڈی کو آزاد کر دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ھوازن کے ان قیدیوں کو نہ صرف بغیر کسی عوض معاوضہ کے آزاد فرما دیا بلکہ انہیں کپڑے بھی عطا کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا۔ فَلَا يَخْرُجُ الْحُرُّ مِنْهُمْ اِلَّا كَاسِيًا کہ ان میں سے کوئی بھی آزاد ہونے والا نئے لباس کے بغیر نہ جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کے لیے نئے کپڑوں کی خریداری کے لیے ایک صحابی بُسر بن سُفیان کو بھیجا تو وہ نئی چادریں لے کر آئے اور ہر قیدی کو نیا لباس بھی دیا گیا۔

(صحیح البخاری کتاب العتق باب من ملك من العرب رقيقا..... حدیث 2540-2539)

(ماخوذ از سیرت النبی لابن هشام صفحہ 130 دار الکتب العلمیة 2001ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 309 تا 314 بزم اقبال لاہور)

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 266 نفیس اکیڈمی)

روایت کے مطابق تین افراد ایسے تھے کہ انہوں نے اپنے قیدی واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اقرع بن حابس نے کہا کہ جہاں تک میرے اور بنو تمیم کا تعلق ہے ہم انکار کرتے ہیں۔ عیینہ بن حصن فزاری نے کہا کہ میں اور میرا قبیلہ بنو فزارہ انکار کرتے ہیں اور عباس بن مرداس نے کہا کہ میں اور بنو سلیم قیدی واپس نہیں کریں گے لیکن بنو سلیم نے سنتے ہی اپنے سردار کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو کچھ ہمارا ہے وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

بعض دوسری روایات کے مطابق **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ھوازن کے تمام قیدی آزاد** ہیں اور جو اپنا قیدی آزاد نہیں کرنا چاہتا اس کو اس کے بدلے بیت المال سے چھ جوان اونٹ بطور معاوضہ دیے جائیں گے۔ چنانچہ اس پر وہ سب لوگ بھی راضی ہو گئے جو اپنے قیدی دینے کو تیار نہ تھے اور یوں بنو ھوازن کے چھ ہزار قیدی آزاد کر دیے گئے۔

بعض روایات کے مطابق عیینہ بن حصن فزاری نے اپنا قیدی پھر بھی واپس نہ کیا لیکن اس نافرمانی کی وجہ

سے اس کو سخت شرمندگی اٹھانی پڑی اور وہ خیر و برکت سے بھی محروم رہا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ سب نے اپنے قیدی واپس کر دیے ہیں سوائے عیینہ کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے گھاٹے میں رکھے۔ اس کے قیدی کا واقعہ یوں ہے کہ اس نے جوان عورت کے بجائے ایک بوڑھی عورت کو بطور قیدی کے لیا تھا اور لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ اس کے خاندان والے جب اس کو چھڑانے کے لیے آئیں گے یعنی اس بڑھیا کو تو مجھے اس کا منہ مانگا فدیہ ملے گا کیونکہ اس کی آل اولاد کثیر تعداد میں ہو گی۔ اب جب سارے قیدی آزاد کر دیے گئے لیکن اس نے آزاد کرنے سے انکار کر دیا تو اس بوڑھی عورت کا بیٹا عیینہ کے پاس آیا اور اس کو کہا کہ سو اونٹ کے عوض ہماری والدہ کو آزاد کر دو۔ عیینہ نے سوچا کہ ابھی یہ قیمت کو مزید بڑھائے گا۔ چنانچہ اس نے آزاد کرنے سے انکار کر دیا جس پر اس کا بیٹا واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب عیینہ کو یہ احساس ہوا کہ وہ دوبارہ واپس نہیں آئے گا تو عیینہ خود اس کے بیٹے کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ جتنے اونٹ تم دے رہے تھے کیا اب بھی دیتے ہو تو اس لڑکے نے کہا کہ اب تو میں پچاس اونٹ دوں گا۔ اس طرح کرتے کراتے دس اونٹوں تک بات پہنچ گئی۔ وہ کچھ اَور مانگتا اور پھر وہ کہتا اچھا میں یہ بھی نہیں دیتا۔ تو کہتا اچھا پھر اتنے دے دو۔ آخر کم ہوتے چلے گئے۔ آخر کار بات یہاں تک پہنچی کہ عیینہ کہنے لگا کہ بڑھیا میرے سے مفت ہی لے جاؤ۔ اس پر لڑکا کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر قیدی کو آزاد کرنے کے ساتھ لباس بھی دیا ہے اور یہ بڑھیا تو اس سے محروم رہ گئی۔ لہٰذا تم اس کے لیے لباس بھی دو۔ عیینہ کہنے لگا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں میں تو پہلے ہی بہت غریب ہوں۔ میں نے لالچ کیا تھا اس میں بھی مارا گیا لیکن لڑکا بضد رہا کہ کچھ نہ کچھ تو ضرور دو۔ آخر عیینہ کو اپنی چادر دینی پڑی اور یوں وہ لڑکا اس قیدی عورت کو بھی لے کر گیا اور ساتھ لباس بھی اور جاتے جاتے یہ بھی اس شخص عیینہ کو کہتا گیا کہ تمہارا دماغ فہم و فراست سے بالکل خالی ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھانے کی تم میں بالکل صلاحیت نہیں اور اس کے دوسرے ساتھی بھی اس پر طعن و تشنیع کرتے رہے۔

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 394-393 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(غزوۂ حنین از ہاشمیل صفحہ 295 تا 297 نفیس اکیڈمی)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 315-314 بزم اقبال لاہور)

(غزوات النبی ﷺ از علی بن برہان الدین حلبی مترجم اردو صفحہ 680-681 دارالاشاعت 2001ء)

لالچ سے آخر اس کو کچھ بھی نہ ملا۔

بنو ھوازن کے سردار اور مالک بن عوف کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ھوازن کے وفد سے ان کے سردار مالک بن عوف کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ طائف میں بنو ثقیف میں ہے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ اسے اطلاع دو کہ اگر وہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرتے ہوئے آجائے تو اس کے اہل و عیال جو قیدی ہو چکے تھے وہ بھی اسے واپس کر دیے جائیں گے۔ بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اہل و عیال کے لیے یہ خاص حکم دیا تھا کہ وہ بطور غلام وغیرہ کے کسی کو نہ دیے جائیں اور ان کی رہائش کا انتظام مکہ میں اُمّ عبد اللہ بنت ابی امیّہ کے ہاں کر دیا گیا۔ انہوں نے اسے فوراً اطلاع پہنچائی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لیے

اسی وقت تیار ہو گیا لیکن بنو ثقیف سے اس وجہ سے ڈر گیا کہ اگر انہیں علم ہو گیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہا ہے تو کہیں وہ اسے قید نہ کر دیں۔ اس لیے اس نے ایک گھوڑا اور اونٹ تیار کیا اور رات کی تاریکی میں طائف سے نکل کر جعرانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے اہل و عیال بھی لوٹا دیے اور ایک سو اونٹ تحفۃً بھی دیے۔ آپ کی بخشش و عنایت دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا اور پھر ساری عمر ایک مخلص مسلمان رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اس کو قوم ھوازن کے مسلمانوں کا حاکم اور اس کی فوج کا سالار بنا دیا۔

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 300-299 نفیس اکیڈمی)

(السیرۃ النبویہ لابنِ ھشام صفحہ 797 أمر اموال ھوازن وسبایاھا..... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

یہ وہی مالک بن عوف تھا جو سارے بنو ھوازن اور ثقیف اور دوسرے قبیلوں کو اکٹھا کر کے لے آیا تھا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور عفو و درگزر کا کمال یہ ہے کہ آپ اس کی رشد و ہدایت کے پیاسے تھے اور جب وہ ہدایت کا طالب ہو کر آیا تو نہ یہ کہ سب کچھ معاف کر دیا بلکہ اسے وقت کی بیش قیمت دولت کے لحاظ سے سو اونٹ بھی عطا فرما دیے۔

اس جنگ کے قیدیوں میں ایک خاتون شیماء بھی تھیں، یہ ان کا لقب تھا ان کا اصل نام حذافہ تھا۔ جب وہ گرفتار ہوئیں تو گرفتار کرنے والوں سے کہنے لگیں کہ میں تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں مگر صحابہ نے نہ مانا۔ انصار کی ایک جماعت نے پکڑا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے دانتوں کا نشان دکھایا اور کہا کہ آپؐ نے مجھے اس وقت کاٹا تھا یعنی بچپن میں اس وقت دندی کاٹ لی تھی جب میں آپ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے تھی۔ بعد میں واقعہ آپ کو بھی یاد آیا ہو گا اور کہتی ہیں ہم اس وقت بکریاں چراتے تھے اور آپ کا رضاعی باپ میرا حقیقی باپ آپ کی رضاعی ماں میری حقیقی ماں ہے۔ یارسول اللہؐ! یاد فرمائیں کہ میں آپ کے لیے بکریوں کا دودھ دوہتی تھی۔

آپؐ نے علامت سے پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنی چادر بچھا دی۔ فرمایا اس پر بیٹھو۔ آپؐ نے انہیں خوش آمدید کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس سے رضاعی والدین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم بہتر سمجھو تو ہمارے پاس ٹھہر جاؤ۔ تمہیں عزت اور اکرام اور محبت ملے گی اور اگر تم اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہو تو میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں تم وہیں چلی جاؤ۔

اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہوں۔ بہرحال انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین غلام اور ایک لونڈی عطا کی اور انہیں ایک یا دو اونٹ دینے کا حکم فرمایا۔ آپ اس وقت حُنَین میں تھے۔ اس لیے آپ نے انہیں فرمایا جعرانہ چلی جاؤ اور اپنی قوم کے پاس رہو۔ مَیں طائف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ جعرانہ آ گئیں۔ آپؐ نے جعرانہ میں ان سے ملاقات کی اور انہیں بکریاں اور بھیڑیں بھی عطا

کیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا جو مانگو تمہیں دیا جائے گا اور جو سفارش تم کرو گی وہ قبول کی جائے گی تو انہوں نے اپنی قوم بنو سعد کے ایک شخص جس کا نام بجاد تھا اس کی سفارش کی۔ اس شخص نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کو جلا دیا تھا اور بھاگ گیا تھا لیکن صحابہ نے اس کو پکڑ لیا تھا۔ اب جب شیماء نے اس کی معافی کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 390-389 نفیس اکیڈمی)

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 333 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 319-318 بزم اقبال لاہور)

تفصیل تو نہیں ہے لیکن پھر آپؐ نے بعد میں یقیناً اس کی دیت وغیرہ بھی ادا کی ہو گی۔

ابو داؤد کی روایت کے مطابق جعرانہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ کا بھی آپ سے ملنا بیان ہوا ہے۔ یہ کہا گیا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔ والدہ نہیں ملی تھیں۔ ممکن ہے کہ رضاعی والدہ کا ملنا کسی اَور موقع کی بابت ہو یا راوی کو غلطی بھی لگی ہو کیونکہ عمومی روایات کے مطابق جنگ حنین سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 289 نفیس اکیڈمی)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدَین حدیث 5144)

(ماخوذ از سیرت ابن کثیر جلد 3 صفحہ 690 دار المعرفہ بیروت لبنان 1976ء)

(فتح الودود جلد 7 صفحہ 410 مکتبہ جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اس وقت اہلِ مکہ نے اعلان کیا تھا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ یہ واقعہ بڑا مشہور ہے۔ کئی دفعہ بیان بھی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر سراقہ بن مالک جو تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا اور آپؐ تک پہنچا لیکن اس وقت معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور سراقہ کو بے بس کر دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ سراقہ تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اس وقت اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان کی ایک تحریر بھی لکھ کر دی جانے کی درخواست کی تھی وہی سراقہ وہی امان نامہ لیے جعرانہ مقام پر حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ (ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 307-306 بزم اقبال لاہور)

اس موقع پر حضرت عمرؓ کی ایک نذر کا بھی ذکر ملتا ہے جو انہوں نے مانی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! دور جاہلیت میں میں نے ایک نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ جائیں اور نذر پوری کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور اپنی نذر پوری کی۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب من لم یر علیہ اذا اعتکف صومًا حدیث 2042)

(فتح الباری کتاب المغازی جلد 8 صفحہ 43 قدیمی کتب خانہ)

آنحضرت ﷺ ابھی جعرانہ میں ہی تھے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے یہاں

سے مکہ تشریف لے گئے اور روایات کے مطابق رات کو گئے اور اسی رات کو ہی واپس تشریف لائے۔

آپ چونکہ بہت تھوڑے وقت کے لیے گئے تھے اس لیے لوگوں نے یہی سمجھا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف ہی نہیں لے گئے۔ (غزوات النبی ﷺ از امام حلبی مترجم اردو، صفحہ 683 دارالاشاعت 2001ء)

(عمدۃ القاری کتاب الحج جلد 9 صفحہ 301 دار احیاء التراث 2003ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 375 بزم اقبال لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی کے بارے میں لکھا ہے کہ ذوالقعدہ کے بارہ دن ابھی باقی تھے اور جمعرات کا دن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپسی کا سفر شروع فرمایا۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عتّاب بن اسیدؓ کو مکہ کا عامل مقرر فرما چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو پیچھے چھوڑا تا کہ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جانور اپنے ساتھ رکھے تا کہ راستے میں ملنے والے لوگوں کو عطا کر سکیں۔ آپ وادی جعرانہ سے چلے۔ سَرِف سے ہوتے ہوئے پھر مرّ الظّہران پہنچے اور پھر نو دن کے سفر کے بعد مدینہ پہنچ گئے۔ ذوالقعدہ کی تین راتیں ابھی باقی تھیں۔

ان ساری مہمات اور فتح مکہ، فتح ھوازن اور اہلِ طائف پر حملے میں دو ماہ اور سولہ دن صَرف ہوئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد 5 صفحہ 407-406 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(غزوہ حنین از ہاشمیل صفحہ 307-306 نفیس اکیڈمی)

مستشرقین اعتراضات کرتے ہیں

انہوں نے فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف وغیرہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے۔ گو مستشرقین کو کوئی حقیقی بات تو قابلِ اعتراض نہیں ملی البتہ ان کے ایک دو اعتراض ایسے ہیں جن کو مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ولیم منٹگمری واٹ جو عصرِ حاضر کا مستشرق ہے یہ کہتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ سوائے چند ایک عورتوں کے جو کبار صحابہؓ کو دی گئیں باقی لوٹ کا مال اور قیدی مسعود بن عمرو غفاری کی نگرانی میں جعرانہ میں رکھے گئے۔

(Muhammad at Madina by W. Montgomery Watt Page 73 Chapter The Battle of Hunayn, The Consolidation of Victory Oxford University Press Karachi 2006)

اسی طرح سر ولیم میور لکھتا ہے کہ قیدیوں میں سے تین خوبصورت عورتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں آپ نے ان میں سے ایک حضرت علیؓ، ایک عثمانؓ اور ایک حضرت عمرؓ کو عطا کر دی اور حضرت عمرؓ نے اپنے حصہ والی عورت اپنے بیٹے حضرت عبد اللہؓ کو دے دی۔ باقی دو کے بارے میں معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ بہر حال لکھتا ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کا اندرونی علم ہو جاتا ہے کہ آپ ایسی قیدی لڑکیاں ان کو دے رہے ہیں جن میں سے ایک آپ کی بیوی کا والد ہے اور دو آپ کی بیٹیوں کے خاوند ہیں۔

(The Life of Mahomet by Sir William Muir page 435 Chapter The Hawazinite Prisoners Released, Mahomet Presents Female Slaves to Ali, Othman and Omar London Smith, Elder, & CO., 15 Waterloo Place 1878)

یعنی کہ خویش پروری کی ہے جو پہلے دے دیا۔

پھر اعتراض سے یا شرارت سے ایک واقعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں بھی کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ غزوہ حنین کے موقع پر قیدیوں کی اس طرح کی تقسیم جس میں لونڈیوں کو اس طرح دینے کا بیان ہو اس کا ذکر سیرت حلبیّہ، طبقات ابن سعد میں نہیں ملتا البتہ مال کی تقسیم کا ذکر ملتا ہے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں کو چھ ہزار قیدی ملے۔ مشرکین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ نے ہمارے مال عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ جس کے پاس ان میں سے کچھ ہو اور اس کا دل واپس کرنے پر راضی ہو تو یہ راستہ بہتر ہے۔ جو راضی نہ ہو تو وہ ہمیں دے دے یہ ہم پر قرض ہو گا۔ جب ہم کچھ پائیں گے تو یہ قرض ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا: یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم شاید تم میں سے کوئی ایسا موجود ہو جو راضی نہ ہو جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لہٰذا تم اپنے نمائندے بھیجو جو ہمارے پاس اسے پیش کریں۔ آپ کے پاس نمائندے پیش کیے گئے کہ وہ لوگ راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء 2 صفحہ 118 غزوہ رسول اللہ ﷺ الیٰ حنین دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

پہلے غزوۂ حنین کے قیدیوں کے انتظامات اور ان کی رہائی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمانہ حکمتِ عملی کے بارے میں مستند تاریخوں کے حوالے سے تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اس تاریخی حقیقت سے خود سر ولیم میور بھی بخوبی آگاہ ہے۔ اسی وجہ سے میور اس تفصیل کو باوجود اپنی معترضانہ طرز پر بیان کرنے کے اس سچائی کے اظہار سے رک نہیں سکا۔ وہ لکھتا ہے کہ حنین کے تمام قیدی آزاد کر دیے گئے تھے۔

(The Life of Mahomet by Sir William Muir page 435 Chapter The Hawazin te Prisoners Released, Mahomet Presents Female Slaves to Ali, Othman and Omar London Smith, Elder, & CO., 15 Waterloo Place 1878)

اس کا یہ بیان بذاتِ خود اس کے اعتراض کی تردید کرتا ہے۔ اس غزوہ کے واقعات کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ ابتدا میں قیدیوں کو نگرانی کے لیے صحابہ کے سپرد کیا گیا تھا لیکن ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ انتظامات کو آخری شکل دے کر ان سب کو حضرت مسعود بن عمرو غفاریؓ کی زیر نگرانی جعرانہ بھجوا دیا گیا تھا۔ پھر جب طائف سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن والوں سے گفت و شنید کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص رحیمانہ حکمتِ عملی کے ساتھ ہر شخص کے سپرد قیدی کو آزاد کروا دیا تھا۔ پہلے بیان شدہ تفصیل میں یہ سب کچھ بیان ہو چکا ہے میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے اور معروف مستشرق منٹگمری واٹ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کیونکہ وہ اسی جگہ لکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لمبے عرصہ بعد سننے والوں نے ایسے قصوں میں حاشیہ آرائی کی ہے یا ممکن ہے کہ یہ قصے خود ساختہ و خود تراشیدہ ہوں۔

(Muhammad At Medina by W. Montgomery Watt page 73 Chapter The Battle of Hunayn, The Consolidation of Victory Oxford University Press Karachi 2006)

ایک اور اعتراض مارگولیس نے طائف کے سردار مالک بن عوف نصری کے بارے میں کیا ہے کہ اسے یعنی مالک بن عوف کو جبراً مسلمان بنالیا گیا تھا۔

(Mohammed And The Rise of Islam by D.S Margoliouth Page 403 Chapter The Taking of Meccah G.P Putnam's Sons New York and London The Knickerbocker Press Third Edition)

مارگولیس کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے اور مستشرقین کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق عمومی رویہ کی مثال ہے کہ کس طرح اس رحمۃ للعالمین کی شفقت کے واقعہ کو بھی جبر کا رنگ دیا جاتا ہے جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل سیرت ابن ہشام میں درج ہے کہ جب حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد ھوازن کی رحم کی اپیل قبول فرماتے ہوئے ان کے قیدی اور اموال انہیں واپس کر دیے تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آپ کو طائف میں موجود سردار مالک بن عوف کا بھی خیال آیا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ مالک بن عوف کا تو بتاؤ کہ اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا گیا وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی رحم کا ایک بار پھر مالک بن عوف کے حق میں مظاہرہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا کر اسے خبر کرو کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کے اہل و عیال اور مال اسے لوٹا دیے جائیں گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ فرمایا کہ اسے ایک سو اونٹ بھی دیے جائیں گے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح ہیں کوئی غرض یا فائدہ مالک بن عوف سے آپؐ کو مطلوب نہیں ہے اور کسی بھی قانون کے تحت مالک بن عوف کے تعلق میں آپؐ ایک ذرّے کے بھی ذمہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے ازلی جذبہ رحم کے ساتھ اسے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھجواتے ہیں اور اس کے اہل و عیال اور مال اور اونٹ عطا کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

ادھر مالک کے دل میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پہلے ہی گھر کر چکا تھا چنانچہ جب اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام ملا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ طائف سے چل کر جعرانہ یا مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ملے۔ مالک اب مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے اہل اور ان کے اموال اور مزید سو اونٹ عطا فرمائے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے وقت انہوں نے اشعار بھی کہے جن میں سے ایک شعر یہ تھا کہ

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ
فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

کہ میں نے سب لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شخص نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی اس پائے کے شخص کے متعلق سنا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 797 امر اموال ھَوَازِن وسبایاھا... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

تو یہ تھے کُل واقعات حُنَین کے۔ بعد میں باقی سَرِیَّات ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

اس وقت میں دو مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا جنازہ بھی بعد میں پڑھاؤں گا۔

پہلا ہے مکرم ڈاکٹر لئیق احمد فرخ صاحب۔ یہ کینیڈا میں تھے۔ وہاں فوت ہوئے۔ انہوں نے کافی سال

واقف زندگی ڈاکٹر کے طور پر افریقہ میں خدمت انجام دی ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی بھی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ مجلس نصرت جہاں کے تحت 1974ء میں یہ گھانا بھجوائے گئے۔ 1978ء تک وہاں سینٹرل ہسپتال میں خدمت انجام دیتے رہے۔ تین سال وقف کی تکمیل کے بعد ان کی خرابی صحت کی وجہ سے انہوں نے رخصت چاہی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو مزید ایک سال کام کرنے کے لیے کہا۔ بڑے بڑے Complicated کیس ان کے پاس آتے تھے۔ جو مشکل کیس تھے ان کے پاس آتے تھے۔ یہ بعض کیسز refer کرتے تھے کہ دوسرے ہسپتال، سرکاری ہسپتال میں لے جائیں لیکن مریض کہتا تھا کہ نہیں اگر میں نے علاج کرانا ہے تو احمدیہ ہسپتال سے اور احمدی ڈاکٹر سے کرانا ہے اور کئی ایسے آپریشن ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے جن کی امید بھی نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال ایسا ہی ایک کیس آیا جو Strangulated ہرنیا کا تھا۔ بڑا مشکل کیس تھا اس کو آپ نے کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔ 84ء میں یہ دوبارہ افریقہ میں گیمبیا بھجوائے گئے۔ اور 1993ء تک انہوں نے وہاں وقف کیا اور بڑی وقف کی روح کے ساتھ خدمت کی۔

ان کے بیٹے نے لکھا ہے اور بہت صحیح باتیں لکھی ہیں کہ بڑے خاموش طبیعت کے آدمی تھے۔ دعا گو عاجزی اور انکساری اور صبر و استقامت کی مثال تھے۔ پوری زندگی خدمت انسانیت میں گزاری۔ وقف کے دوران خاص طور پر گیمبیا کے چھوٹے اور پسماندہ گاؤں انجوارا میں حالات بہت مشکل تھے۔ کھانے کو بھی کچھ نہیں ہوتا تھا، گرمی بھی تھی۔ بجلی پانی کچھ بھی نہیں تھا لیکن وہاں خدمت کرتے رہے۔ کہتے ہیں میں بھی بیمار تھا اور میرے پاؤں میں چھالے نکل آتے تھے تو مجھے اٹھا کے سکول لے کے جاتے تھے۔ گاڑی میں بٹھاتے اور وہاں سکول میں چھوڑ کے جاتے لیکن کبھی شکوہ نہیں کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1988ء میں وہاں دورہ کیا ہے تو خاص طور پر ان کے گھر گئے اور گھر میں وہاں بیٹھنے کی کرسیاں بھی نہیں تھیں لیکن بہرحال حضور نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گا اور باقی سب سٹاف کو کہا کہ باہر جاؤ اور یہ کہتے ہیں ان کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ ہمارے لیے بڑی سعادت کا باعث تھا۔ لاہور میں ملازمت کے دوران ایک واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ میرا بلڈ پریشر بہت لو ہو گیا اور میز پر لیٹ گیا اور مجھے لگ رہا تھا کہ وفات ہونے والی ہے۔ ڈاکٹرز اپنے آپ پر کچھ وہم بھی کرتے ہیں اور پتا بھی ہوتا ہے لیکن اسی دوران میں آپ کو آواز آئی کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ کینیڈا جا کے آئے گا اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پھر کمال رنگ میں کئی سالوں بعد اس کو وہاں پورا کیا۔

ایک دفعہ جب یہ گھانا سے واپس آئے ہیں تو 1978ء میں ان کی جماعت کا وفد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملنے گیا۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کہا کہ تم واپس آ گئے ہو؟ مَیں تمہیں دوبارہ بھیجوں گا جہاں سے آئے ہو تو کہتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آئی کیونکہ میں تو دوبارہ وقف نہیں کر رہا تھا لیکن 1983ء میں سیکرٹری نصرت جہاں ربوہ کا خط ملا کہ تمہاری تقرری زیر غور ہے اس لیے آؤ اور 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ گیمبیا افریقہ بھجوا دیا اور کہتے ہیں یہ مجھے عجیب لگا۔ میرے لیے معجزہ تھا کہ ایک

خلیفہ نے ایک بات کی دوسرے نے اس کو پورا کر دیا۔

وہاب آدم صاحب مرحوم سابق امیر گھانا کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب جب بھی کسی مریض کی نازک حالت دیکھتے تو فوراً نفل پڑھنے لگ جاتے تھے۔

مَیں بھی ان کے قیام کے دوران گھانا میں رہا ہوں۔ مَیں نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ مَیں نے ان کو دیکھا ہے۔ انتہائی شریف النفس، عاجز اور خدمت کرنے والے انسان تھے۔ واقفین کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ مہمان نوازی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بلکہ دونوں میاں بیوی مہمان نواز ہیں۔ بہت خصوصیات ایسی تھیں جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔

داؤد حنیف صاحب جو آجکل جامعہ کینیڈا کے پرنسپل ہیں گیمبیا میں امیر جماعت ہوتے تھے۔ کہتے ہیں ہر وقت خدمت انسانیت کے لیے تیار رہتے تھے۔ نہ رات دیکھتے، نہ دن دیکھتے صرف یہ دیکھتے کہ کوئی مصیبت زدہ ہے تو فوراً اس کی خدمت کرنی ہے۔ جس علاقے کے ہسپتال میں ان کو لگایا گیا وہاں چھوٹا سا علاقہ تھا۔ دو فیریاں تبدیل کر کے وہاں جانا پڑتا تھا اور رہائش بھی ان کی پرانے متروک سٹور میں تھی جس کو صفائی کر کے گھر کے طور پہ بنایا گیا تھا لیکن بڑی خوشی سے وہاں رہے۔ نہ بجلی تھی، نہ پانی تھا، نہ ٹیلیفون تھا۔ کنویں یا دریا سے خود پانی لانا پڑتا تھا۔ موم بتی یا لالٹین استعمال کی جاتی تھی۔ سرجری عموماً دن کے وقت سورج کی روشنی میں کرتے تھے اور اپنے جو آپریشن کے انسٹرومنٹس تھے ان کو گیس کے چولہے پر سٹیریلائز کر لیا کرتے تھے۔ ایسے حالات میں خدمات بجالاتے رہے۔ آجکل تو ڈاکٹر اس کو ماننے کو تیار ہی نہیں ہوں گے۔ ان کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ کس طرح ہوتا ہے۔

یہ وہیں مقیم تھے کہ ایک دفعہ چوروں نے وہاں ایک گھر میں ڈکیتی کی اور لوگوں کا شور پڑا۔ لوگوں نے چوروں کو گھیر لیا اس پر انہوں نے اپنے کٹلس جو تلوار نما ان کا ایک ہتھیار ہوتا ہے وہ نکالا اور ایک شخص کے مارا اس کے سر پہ شدید زخم آیا۔ فوری طور پر رات کو ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے فوری طور پر اس کی سرجری کی اور ٹارچ لائٹ اور موم بتی کی روشنی میں اس کا آپریشن کیا جس کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا اور اللہ کے فضل سے سرجری کامیاب ہوئی اور وہ مریض بچ گیا۔

ایک دفعہ ایک غریب شخص ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا۔ کہتا تھا کہ میرا گاؤں بہت دور ہے۔ ٹرانسپورٹ بھی میسر نہیں ہے۔ مریض میں لا نہیں سکتا۔ آپ مہربانی کریں مریض کو دیکھ لیں۔ وہ اسی وقت اس کے ساتھ چل پڑے اور مریض کو دیکھا اور اس کا علاج کیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس علاقے کا جو ممبر آف پارلیمنٹ تھا اس کو یہ پتا لگا تو وہ اس بات پہ آپ کا شکریہ ادا کرنے آپ کے کلینک میں آیا اور جب بھی وہ آتا تو ہمیشہ آپ کے پاس ضرور ملنے کے لیے آتا اور اس بات کا اظہار کرتا کہ حقیقی رنگ میں انسانیت کی خدمت آپ ہی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ بیوی بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ حمید احمد غوری صاحب حیدرآباد انڈیا کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں چوہتر سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور ایک بیٹی اور چار

بیٹے ہیں پوتے پوتیاں ہیں۔ سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کے چھوٹے بھائی تھے۔ صمد غوری صاحب مبلغ سلسلہ اور صدر جماعت البانیہ کے یہ والد تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تہجد گزار تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے بے حد محبت تھی، پڑھتے رہتے تھے۔ حفظ کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ جب تک صحت رہی نوافل ادا کرنے کے بعد فجر سے پہلے محلے میں احمدی گھروں میں جا کر نماز کے لیے دستک دیتے ہوئے مسجد جاتے تھے۔ فجر کی نماز پہ لوگوں کو بلاتے۔ حج اور عمرے کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔ خلافت کے حکموں پر چلنے والے تھے اور ہر چھوٹے سے چھوٹا حکم یا بڑے سے بڑا حکم بھی تھا تو کوشش یہ ہوتی تھی کہ میں اس پہ عمل کروں اور کیونکہ جماعت میں خطبات بھی دیتے تھے تو کہتے کہ خود عمل کروں گا اور پھر جماعت کو بتاؤں گا اور اس پر یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب بھی ہوتے تھے۔

ہومیو پیتھی کا علاج بھی کیا کرتے تھے۔ گھر میں دوائیوں کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا۔ مریضوں کو مفت دیا کرتے تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے۔ ایک قریبی عزیز نے بتایا کہ میرا بقایا ہو گیا تھا حصہ آمد کا تو مرحوم سیکرٹری مال کے پاس گئے اور اس کی طرف سے وہ چندہ ادا کر دیا اور اس کے بعد تنبیہ کی کہ آئندہ سے یہ تمہارا بقایا نہ ہو۔ پہلے چندہ دیا کرو۔ بہت صلہ رحمی کرنے والے اور بار بار اپنے رشتہ داروں کو گھر پر اکٹھا کرتے تھے۔ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ مرکزی نمائندوں اور مبلغین کی بہت عزت کرتے تھے۔ نائب امیر حیدرآباد اور سیکرٹری تعلیم القرآن اپنے حلقے کے صدر جماعت بھی رہے۔ ناظم انصار اللہ بھی رہے۔ نائب صدر مجلس انصار اللہ جنوبی ہند کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ بہرحال کافی ان کی جماعتی خدمات بھی ہیں۔ یہاں بھی ایک دفعہ جلسہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بیٹے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے تھے جو البانیہ میں مبلغ سلسلہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ بہرحال ان کی نماز جنازہ بعد میں پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 247 صفحہ 02 تا 07)

41

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 10/ اکتوبر 2025ء بمطابق 10/ اخاء 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے بعد اور مدینہ واپس آنے کے بعد بھی بعض مہمات پیش آئیں جن کا مَیں ذکر کروں گا۔

ایک ذکر ہے سریہ قیس بن سعد بن عبادہ کا۔ یہ صُداء کی طرف سنہ آٹھ ہجری میں ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے مدینہ واپس آئے تو آپؐ نے دعوتِ اسلام کے لیے مختلف علاقوں کی طرف لشکر روانہ کیے۔ چنانچہ مہاجر بن ابی امیّہ کو صنعاء جو یمن کا دارالحکومت ہے اس کی طرف اور زیاد بن لبید کو حضرموت کی طرف روانہ فرمایا اور ایک لشکر تیار کیا جس کا امیر قیس بن سعد کو مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا تا کہ وہ یمن کے قبیلہ صُداء کو اسلام کی دعوت دیں۔ دوسرے قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ قبیلہ صُداء سے قتال کریں۔ اگر یہ روایت صحیح ہے، اگر یہ خبر صحیح ہے، بات صحیح ہے، اور یہ روایت زیادہ صحیح لگتی ہے تو پھر یقیناً اس قبیلہ کی طرف سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی خبریں آئی ہوں گی جس پر آپؐ نے یہ قدم اٹھایا۔ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک سفید جھنڈا باندھا اور ایک سیاہ پرچم ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے قناۃ وادی کے ایک جانب پڑاؤ ڈالا۔ قناۃ مدینہ اور احد کے درمیان مدینہ کی تین مشہور وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ حضرت قیسؓ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عُبادہؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت قیس بن سعدؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سَعد بن عُبادہؓ سے جھنڈا واپس لیا تھا تو ان کے اسی بیٹے قیس کو دیا تھا۔ یہ بہت صائب الرائے اور بہادر شہسوار سمجھے جاتے تھے۔ جُود و سخا میں بھی بہت مشہور تھے۔

حضرت قیسؓ قناۃ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کہ قبیلہ صُداء کے ایک شخص زِیاد بن حارث کا ادھر سے گزر ہوا۔ یہ کچھ عرصہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ جب اس کو علم ہوا کہ یہ لشکر ان کے قبیلے پر حملہ کرنے جا رہا ہے تو اس وقت اس کو حیرانی کیوں نہیں ہوئی؟ یقیناً اس کو پتہ ہو گا کہ یہ قبیلے والے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور یہ اب اس کے جواب میں آ رہے ہیں۔ بہرحال جب اس نے یہ دیکھا کہ ان کے قبیلے پر حملہ ہونے جا رہا ہے تو وہ وہاں سے سیدھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ نے جو لشکر بھیجا ہے وہ واپس بلا لیں۔ میں اپنی قوم کی ضمانت دیتا ہوں اور اس کے قبولِ اسلام کا بھی وعدہ کرتا ہوں۔ یعنی ایک ضمانت تو یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے، نقصان نہیں پہنچائیں گے اور دوسرا

اسلام بھی آہستہ آہستہ قبول کر لیں گے۔ آپؐ نے اس کی بات قبول کرتے ہوئے لشکر کو واپس بلا لیا۔ اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علاقہ فتح کرنے کی غرض سے یا قوم کو زیر نگیں کرنے کی غرض سے آپ نے نہیں بھیجا تھا بلکہ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا تھا اور مسلمانوں کو محفوظ کرنا مقصد تھا اور جس طرح حضرت زِیاد بن حارثؓ نے وعدہ کیا تھا انہوں نے اس پر عمل کیا اور گاہے گاہے ان کی قوم کے لوگ اسلام قبول کرتے رہے۔ اگر صرف زبردستی مسلمان کرنا مقصود ہوتا تو آہستہ آہستہ سمجھ آنے پر اسلام قبول کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ سیدھا کہا جاتا کہ یا اسلام قبول کر لو یا تلوار ہے۔ بہرحال اس کے بعد جب انہوں نے آہستہ آہستہ تبلیغ کی تو اسلام بھی انہوں نے قبول کر لیا کیونکہ ایک حملہ کرنا، زبردستی مسلمان بنانا تو اسلام کی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فعل اور سنت کے بھی خلاف ہے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیادؓ کو ہی ان کا امیر مقرر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کو ایک امان نامہ بھی لکھ کر دیا تھا۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 29-28 دار الکتب العلمیة 1996ء)

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 6 صفحه 350-349 جلد 5 صفحه 222 دار الکتب العلمیة 1993ء)

(نور اليقين في سيرة سيد المرسلين صفحه 247 المكتبة العصرية للطباعة والنشر 2000ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 239 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 387 تا 389 بزم اقبال، لاہور)

اور جو مسلمان ہو جائے اس کو امان نامہ لکھ کر دینے کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔ یہ اس لیے لکھا تھا کہ ان میں سے بعض مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

سریہ حضرت عیینہ بن حصن فزاریؓ بطرف بنی تمیم

اس کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ سریہ محرم نو ہجری میں بنو تمیم کی طرف حضرت عیینہ بن حصنؓ کی قیادت میں ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشر بن سُفیانؓ کو قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو کعب کی طرف صدقات یعنی اموالِ زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھجوایا۔ یہ لوگ سقیاء اور بنو تمیم کی زمین کے درمیان آباد تھے۔ چنانچہ حضرت بشر بن سُفیانؓ کے حکم پر بنو خزاعہ کا مال ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہونے لگا۔ بنو تمیم جو مسلمان نہیں تھے انہیں یہ اموال بہت زیادہ لگے تو وہ کہنے لگے کہ یہ کیوں ناحق تمہارے اموال لے رہا ہے؟ اور اپنی تلواریں نکال لیں۔ بنو خزاعہ نے کہا کہ ہم نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ ہمارے دین کا حکم ہے ہم دے رہے ہیں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ لیکن بنو تمیم نے کہا کہ یہ بشر بن سُفیانؓ کسی اونٹ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جھگڑے اور جنگ و جدال کی اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت بشر بن سُفیانؓ بغیر کسی قسم کی وصولی کے خود ہی وہاں سے واپس چلے آئے۔ یہ بات بنو خُزاعہ پر نہایت گراں گزری، بہت برا لگا انہیں۔ بنو خُزاعہ نے بنو تمیم پر حملہ کیا اور یہ کہتے ہوئے انہیں وہاں سے نکال دیا کہ اگر تمہاری رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اپنے شہروں تک نہ پہنچ پاتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ضرور ہمیں کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب یہ ایسی بات جو تم نے کی ہے اور ہم نے زکوٰۃ نہیں دی۔ تم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے سے اعراض کیا اور اسے ہمارے اموال کی زکوٰۃ لینے سے روک دیا۔

دوسری طرف حضرت بشر بن سُفیانؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو حالات سے آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون اس قوم کو سبق سکھائے گا؟ سب سے پہلے حضرت عیینہ بن حصنؓ نے لبیک کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیینہ بن حصنؓ کو پچاس عرب شہسواروں کے ہمراہ بنو تمیم کی طرف روانہ فرمایا جن میں مہاجرین اور انصار میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ عیینہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ رات کو چلتے اور صبح کو چھپ جاتے حتیٰ کہ وہ صحرا میں پہنچ گئے جہاں بنو تمیم فروکش تھے اور اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ جب بنو تمیم نے اس لشکر کو دیکھا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ ان کے گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تیس بچے قید ہوئے جنہیں وہ مدینہ لے آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت رَملَہ بنت حارثؓ کے گھر ٹھہرا دیا گیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 212 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

بعد میں بنو تمیم کے اسّی یا نوّے سرکردہ افراد پر مشتمل ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں ان کے قبیلے کے بعض قادر الکلام شعراء اور خطیب بھی شامل تھے۔ یہ سب مسجد میں اس وقت آئے جب لوگ نمازِ ظہر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ وفد کے لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر کر دی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے قریب جا کر اونچی آواز میں پکار کر کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری طرف باہر آیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور نماز پڑھ کر مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ وفد کے امیر نے کہا کہ ہم اشعار اور خطاب میں آپ سے مفاخرت چاہتے ہیں۔ یعنی تقریر اور شعر میں ہم سے مقابلہ کر لیں کہ کس قوم کا خطیب اور شاعر بلند پائے کا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے خطیب بھی اچھے ہیں ہمارے شاعر بھی اچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ شعر و بیان میں مفاخرت میری بعثت کا مقصد نہیں ہے۔ میں اس لیے نہیں آیا کہ فخر سے اپنے شعر اور بیان اور تقریر کو پیش کروں۔ میرا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی طرف لانا ہے لیکن تمہاری آمد کی یہی غرض ہے تو اپنے فن کا مظاہرہ کرو۔ اگر تم چاہتے ہو تو پھر ٹھیک ہے کر لو، ہم اس کا جواب دے دیں گے۔ وفد والوں نے اپنے خطیب عطارد بن حاجب کو آگے کیا۔ اس نے تقریر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شمّاسؓ کو جواب دینے کا کہا۔ انہوں نے اس کے جواب میں زبردست تقریر کی جو اس دشمن کی تقریر پر غالب آ گئی۔

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 4 بعث عیینہ بن حصن الی بنی تمیم دار الکتب العلمیۃ 2009ء)

حضرت حسان بن ثابتؓ اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا۔ اس کے بعد وفد کے شاعر زبرقان بن بدر نے اپنے اشعار پیش کیے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ سے فرمایا کہ وہ اس کے مقابل پر اپنا کلام سنائیں۔ حضرت حسانؓ نے اس کا برجستہ جواب دیا۔

(سیرت ابن کثیر، کتاب الوفود الوارد ین الی رسول اللہ جلد 4 صفحہ 81 دار المعرفہ 1976ء)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 46-45 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

جب حضرت حسانؓ فارغ ہوئے اور وفد کے لوگ آپس میں اکٹھے بیٹھے تو اقرع بن حابس جو اس وفد کے

ساتھ آئے تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے بے ساختہ تبصرہ کیا کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بڑھ کر ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے کہیں زیادہ بلند پائے کا ہے۔ یہ ہم سے بہت آگے ہیں۔ پھر جب لوگ فارغ ہو گئے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت اقرع بن حابسؓ کچھ عرصہ پہلے اسلام لا چکے تھے اور اب وہ وفد کے ساتھ دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے اسلام قبول کر لینے کے بعد ان کے قیدی واپس لوٹا دیے اور سب کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ ایک روایت کے مطابق وفد میں شامل ہر ایک شخص کو پانچ پانچ سو درہم عطا فرمائے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 190 دار الکتب العلمیۃ 1987ء)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 264 دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 403 بزم اقبال، لاہور)

اس وفد میں شامل عطارد بن حاجب نے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک چادر ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ یہ چادر اسے کسریٰ نے دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چادر بہت اعلیٰ قسم کی ریشمی چادر تھی جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا۔ صحابہ نے چادر کی نفاست اور ملائمت دیکھی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھنے لگے۔ صحابہ کا یہ انداز دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس چادر پر اتنے حیران ہو رہے ہو؟ جنت میں سعد کی چادریں ان سے بہت زیادہ نرم اور بہت زیادہ اچھی ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الھبہ باب قبول الھدیۃ من المشرکین روایت 2615)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سعد بن معاذؓ روایت 6348)

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب سعد بن معاذؓ حدیث نمبر 3847)

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 40 دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی ایک عمومی رنگ میں اس واقعہ پر تبصرہ کیا ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ ”ایک عرصہ کے بعد جب آپ کو کسی جگہ سے کچھ ریشمی پارچات ہدیۃً آئے تو بعض صحابہ نے انہیں دیکھ کر ان کی نرمی اور ملائمت کا بڑے تعجب کے ساتھ ذکر کیا اور اسے ایک غیر معمولی چیز جانا۔ آپ نے فرمایا ”کیا تم ان کی نرمی پر تعجب کرتے ہو۔ خدا کی قسم! جنت میں سعد کی چادریں ان سے بہت زیادہ نرم اور بہت زیادہ اچھی ہیں۔“

آپ کا یہ کلام ایک استعارے کے رنگ میں تھا جس میں سعدؓ کے اس راحت کے مقام کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جو انہیں جنت میں حاصل ہوا تھا ورنہ جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث سے اصولی طور پر پتہ لگتا ہے جنت کی نعمتوں کا اس دنیا کی نعمتوں پر قیاس نہیں ہو سکتا اور نہ جنت کی نعمتیں ہماری اصطلاح کے لحاظ سے مادی کہلا سکتی ہیں اور حق یہی ہے کہ جو الفاظ قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں ان میں صرف استعارہ اور تشبیہ کے طور پر نعمتوں کے کمال کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 615-614)

پھر ایک سریہ قطبہ بن عامر ہے جو صفر نو ہجری میں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطبہ بن عامر کو بیس آدمی دے کر قبیلہ خثعم کی طرف بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق انہیں تبالہ کے نواح میں بھیجا۔ یمن کے

راستے میں ارضِ تہامہ میں تبالہ کا شہر واقع ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان آٹھ دن کی مسافت ہے اور اندازاً ایک سو چھپن میل کا فاصلہ ہے اور ایک روایت کے مطابق بیشہ کے نواح میں بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ ایک دم سے ان پر حملہ کریں۔ یہ لوگ یقیناً شرارت کر رہے ہوں گے۔ راستے میں انہوں نے ایک آدمی کو پکڑا۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے اپنے آپ کو گونگا ظاہر کیا لیکن جب یہ قبیلے کے قریب پہنچے تو اس نے چیخ چیخ کر اپنے قبیلے کو متنبّہ کرنا چاہا۔ چنانچہ اس دھوکا دہی پر اس کو قتل کر دیا گیا۔ چونکہ اب قبیلے والے کچھ چوکنے ہو چکے تھے اس لیے رات ہونے کا انتظار کیا گیا اور جب ذرا اندھیرا ہو گیا تو مسلمانوں نے ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔ سخت جنگ ہوئی اور فریقین میں کثرت سے زخمی ہوئے اور مخالف قبیلے کے بہت سے لوگ مارے گئے اور حضرت قطبہؓ مالِ غنیمت میں اونٹ بکریاں اور عورتیں مدینہ کی طرف لے کر آئے۔ خمس نکالنے کے بعد ان کے حصہ میں چار چار اونٹ یا چالیس چالیس بکریاں آئیں۔

(ماخوذ از معجم البلدان جلد 2 صفحہ 11-10 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 226 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 214 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 41-40 سریہ قطبہ الی خَثْعَم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 1 صفحہ 460 مطبع دار الفکر بیروت ایڈیشن 2012ء)

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 6-5 بعث قطبہ بن عامر الی خثعم دار الکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

بہرحال ان کی شرارتوں کو روکنے کے لیے یہ حملہ کرنا پڑا تھا۔

پھر **سریہ ضحاک بن سفیان کلابی کا ذکر ہے**۔ یہ بنو کلاب کی طرف ہوا۔ یہ ربیع الاول نو ہجری میں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن سفیان کلابیؓ کو قرطاء کے مقام پر ان کے اپنے قبیلہ بنو کلاب کی طرف بھجوایا۔ قرطاء بنو بکر کی ایک شاخ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے سات دن کی مسافت پر آباد تھی۔ وہ انہیں نجد میں زج لاوہ کے مقام پر ملے انہوں نے اسلام کا پیغام پہنچایا مگر قبیلے والوں نے انکار کر دیا اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ انہوں نے اہل قرطاء کو شکست دی اور مالِ غنیمت حاصل کیا۔

(فرہنگِ سیرت صفحہ 233 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 215 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 6 بعث الضَّحَّاک بن سفیان الکلابی الی بنی کلاب دار الکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

اس سریہ کا ایک ایمان افروز واقعہ یہ بھی ہے کہ سلمہ بن قرط ایک کافر تھا جو مخالفین کے سرغنوں میں شامل تھا البتہ اس کا بیٹا اصید بن سلمہ جو کہ مسلمان ہو چکا تھا وہ مسلمانوں کی طرف سے اس لشکر میں شامل تھا۔ جب دشمن مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگا تو ان میں حضرت اصیدؓ کا والد سلمہ بھی تھا۔ اصیدؓ نے اپنے والد کا تعاقب کیا تو وہ جان بچانے کے لیے اپنے گھوڑے سمیت پانی میں کود گیا۔ یہ بھی اس کے پیچھے گئے اور والد کو دوبارہ اسلام کی دعوت دی کہ کسی نہ کسی طرح میرا باپ دوزخ سے بچ جائے لیکن باپ نے

جواب میں بیٹے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ بیٹے نے جب دیکھا کہ یہ اپنی سرکشی اور باغیانہ رویہ پر قائم ہیں تو والد کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور ایک دوسرے شخص نے آکر اس کو قتل کر دیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 427-426 بزم اقبال، لاہور)

البتہ ایک دوسری روایت بھی ہے، اس کے مطابق جب اصیدؓ نے مدینہ آکر اسلام قبول کر لیا تو ان کے بوڑھے باپ نے انہیں ایک خط لکھا جس میں کچھ اشعار تھے جس میں اپنے بڑھاپے کی عمر میں اپنے بیٹے کی نافرمانی کا شکوہ کیا اور بیٹے کو اسلام قبول کرنے پر طعن بھی کیا اور لکھا کہ وہ کیا باتیں ہیں کہ جس کی وجہ سے تم نے اپنے بوڑھے باپ کو چھوڑ دیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اصیدؓ اپنے باپ کا خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات عرض کر کے والد کو جواب لکھنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے اپنے والد کو ایک تبلیغی خط لکھا جس کو پڑھ کر ان کے والد نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یہ روایت بھی اس میں ہے اور زیادہ صحیح لگتی ہے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 254-253 زیر لفظ اصید بن سلمہ دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

پھر سریہ حضرت علقمہ بن مجزّزؓ بطرف جدّہ کا ذکر ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ربیع الثانی نو ہجری میں ہوا جبکہ بعض دوسری روایات کے مطابق صفر نو ہجری میں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ اہلِ حبشہ میں سے کچھ جنگجو جدّہ کے ساحل پر اترے ہیں۔ بعض روایات کے مطابق وہ اہل مکہ کے خلاف ڈاکہ زنی کرنا چاہتے تھے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے سمندر پار کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

جدّہ مکہ مکرمہ کے مغربی ساحلِ سمندر پر آباد ایک شہر ہے۔ آج بھی ہے۔ یہ حجاز کا ایک بڑا شہر ہے۔ مکہ اور جدہ کے درمیان 75 کلو میٹر کا فاصلہ ہے جبکہ مدینہ سے جدہ کا تقریباً اڑھائی سو میل کا فاصلہ ہے۔

آپ نے حضرت علقمہؓ کو تین سو افراد کی کمان دے کر ان کی طرف بھجوایا۔ جو لوگ اہل حبشہ سے جدہ کے ساحل پر اترے تھے ان کو حضرت علقمہؓ کی آمد کا علم ہوا تو وہ لوگ اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر میں فرار ہو گئے۔ حضرت علقمہؓ نے ایک جزیرے تک ان کا پیچھا کیا۔ اس مہم کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے جو یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر پر علقمہ بن مجزّزؓ کو سردار مقرر کیا اور میں بھی اس لشکر میں تھا۔ جب ہم منزلِ مقصود پر پہنچے اور مہم سے فارغ ہو کر جلد واپس جانے کے لیے ایک گروہ نے اپنے امیر سے اجازت چاہی تو انہوں نے اس کو اجازت دی اور ان پر عبد اللہ بن حذافہ سہمی کو امیر مقرر کیا۔ ان کی طبیعت میں مزاح تھا۔ یہ لوگ راستے میں اترے۔ ان لوگوں نے آگ جلائی تا کہ وہ آگ تاپیں۔

سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ عبد اللہ سہمی نے کہا کہ کیا میرا تم پر حق نہیں کہ تم سنو اور اطاعت کرو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں جس بات کا حکم دوں گا تم اس پر عمل کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ۔ کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کودنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ تو کودنے لگے ہیں تو اس نے کہا اپنے آپ کو روک لو

کیونکہ میں تو تم سے صرف مذاق کر رہا تھا۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ أَمَرَكُمْ مِنْهُمْ بِمَعْصِيَّةِ اللّٰهِ فَلَا تُطِيْعُوْهُ۔ ان امراء میں سے جو تمہیں اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو صرف معروف میں ہے۔

(ہمارے حضور ﷺ از اہلیہ ڈاکٹر سہراب انور صفحہ 411 دارالاشاعت)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 432 بزم اقبال لاہور)

(فرہنگِ سیرت صفحہ 86 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

(GoogleMap)

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 6 صفحہ 216 دار الكتب العلمية بيروت 1993ء)

(سنن ابنِ ماجہ کتاب الجهاد باب لا طاعة فی معصية الله حدیث 2863)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 410 مکتبہ دارالسلام)

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 7 بعث علقمہ بن مجزّز الی الحبشة دار الكتب العلمية بيروت 2009ء)

ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ جب یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔ کہ اگر وہ اس میں داخل ہوتے تو قیامت تک اس میں سے یعنی آگ میں سے نہ نکلتے کیونکہ اطاعت تو معروف بات میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب سریه عبد الله بن حذافه السهمی ... روایت نمبر 4340)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ”جو امور شریعت کے خلاف ہوں ان میں اطاعت نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک صحابی کو ایک چھوٹے سے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ راستہ میں انہوں نے کوئی بات کہی جس پر بعض صحابہ نے عمل نہ کیا، اس پر وہ ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں پر امیر مقرر کیا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوں تو تم نے میری نافرمانی کیوں کی؟ اس پر صحابہ نے کہا کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ انہوں نے کہا اچھا میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آگ جلانے کا حکم دیا اور جب آگ جلنے لگی تو صحابہ سے کہا کہ اس میں کود پڑو۔ بعض تو آمادہ ہو گئے ”تیار ہو گئے“ مگر دوسروں نے ان کو روکا اور کہا کہ اطاعت امورِ شرعی میں ہے۔ ان کو تو شریعت کی واقفیت نہیں۔ اس طرح آگ میں کود کر جان دینا ناجائز ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ خودکشی نہیں کرنی چاہیے۔ جب یہ امر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس میں ان لوگوں کی تائید کی جنہوں نے کہا تھا کہ آگ میں کودنا جائز نہیں۔“

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 261-260 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 22/ اپریل 1938ء)

پھر سریہ حضرت علیؓ بطرف فلس بنو طے کا ذکر بھی آتا ہے۔ ربیع الثانی نو ہجری میں ہوا۔ فلس نجد کے علاقے کا ایک بت تھا اور قبیلہ طے اس کی عبادت کرتا تھا۔ اس پر نذر و نیاز کے ساتھ ساتھ اسلحہ بھی نذر کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو انصار کے ہمراہ اور جس میں سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے بنو طے کے بت فلس کو گرانے کے لیے روانہ فرمایا۔ اس لشکر کی ایک خصوصیت تھی کہ سوائے حضرت علیؓ کے باقی سب لوگ انصار تھے۔ مہاجرین وغیرہ میں سے کوئی نہیں تھا۔ بنو طے عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے یہ لوگ شام کے قریب آباد تھے۔ آپ نے اس سریہ کے لیے حضرت علیؓ کو ایک کالے رنگ کا بڑا جھنڈا اور سفید رنگ کا چھوٹا پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ صبح کے وقت حملہ آور ہوئے اور ان کے بت فلس کو منہدم کر دیا۔ بہت سارے قیدی اور مال مویشی قبضے میں کیے۔ مشہور سخی حاتم طائی کا یہ قبیلہ تھا اور قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفّانہ بھی شامل تھی۔ حاتم طائی کا بیٹا عدی جو قبیلے کا سردار تھا وہ بھاگ گیا اور ملک شام کی طرف نکل گیا۔ قیدیوں پر ابو قتادہؓ کو نگران بنایا گیا اور مال مویشی پر عبد اللہ بن عتیکؓ کو نگران مقرر کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر باقی مال غنیمت تقسیم کر لیا گیا۔ البتہ حاتم کی بیٹی سفّانہ کو انہوں نے تقسیم نہیں کیا اور گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 124 دار الکتب العلمیۃ طبع اولیٰ 1990ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 435 بزم اقبال، لاہور)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 418 مکتبہ دار السلام)

(فرہنگ سیرت صفحہ 64 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حاتم طائی کی بیٹی سفّانہ کو تمام قیدیوں کے ساتھ مسجد نبویؐ کے دروازے کے ساتھ ایک خیمے میں رکھا گیا۔ سفّانہ بہت باہمت اور زیرک عورت تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خیمہ کے پاس سے گزرے تو وہ آپؐ کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو گئی اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرا باپ فوت ہو چکا ہے اور جو سرپرست بھائی تھا وہ فرار ہو گیا ہے۔ پس مجھ پر احسان فرمائیں اللہ آپ پر کرم فرمائے گا۔ آپؐ نے پوچھا تیرا سرپرست کون ہے؟ اس نے بتایا عدی بن حاتم طائی۔ آپؐ نے فرمایا وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگا ہوا ہے؟ آپؐ یہ فرما کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اگلے روز آپؐ جب وہاں سے گزرے تو سفّانہ نے پھر وہی کل والی بات دہرائی۔ آپؐ نے بھی وہی کل والا جواب دیا اور تشریف لے گئے اور وہ مایوس ہو گئی۔ تیسرے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خیمے کے پاس سے گزرے تو آپؐ کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے جو آپؐ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے سفّانہ کو اشارہ کیا کہ وہ اٹھ کر پھر اپنا مدعا پیش کرے۔ وہ فوراً تعظیم کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور اپنی وہی درخواست پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے تیری درخواست قبول کر لی ہے۔ تُو اب آزاد ہے لیکن یہاں سے جانے میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔ جب کوئی قابلِ اعتبار شخص میسر ہو تو تمہیں اس کے ساتھ تمہارے بھائی کے پاس شام روانہ کر دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر احسان فرمائیں یعنی آزاد کر دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور اسے رہا فرما دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئی۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ آزادی کے فوراً

بعد مسلمان ہو گئی تھی۔ کچھ دن کے بعد بنو قضاعہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے جو شام جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفّانہ کو ان کا علم ہوا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ وہ ان لوگوں پر اعتماد رکھتی ہے۔ اس لیے اسے ان کے ہمراہ شام جانے کی اجازت دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ اسے کپڑے اور سواری اور زاد راہ بھی مہیا فرمایا۔ وہاں سے رخصت ہو کر وہ اپنے بھائی عدی کے پاس شام پہنچ گئی۔

جب وہ شام پہنچی اور اپنے بھائی سے ملی تو اس کو طعنہ دیا کہ اپنے بیوی بچے لے کر وہاں سے بھاگ آئے ہو اور اپنی بہن اور عزت کو وہیں چھوڑ آئے ہو۔ یہ سن کر بھائی نے معذرت کی اور شرمندگی کا اظہار کیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عدی نے اپنی بہن سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ سفّانہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دیکھ کر مسلمان ہو چکی تھی کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے تم ان کے پاس چلے جاؤ۔ اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ان کی طرف جلدی جانے والا کامیاب و کامران ہو گا اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو بھی تمہاری عزت و شرف میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ عدی کہنے لگا کہ یہ رائے تو بہت اچھی ہے اور پھر وہ جلدی تیار ہو کر مدینہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عدی نے اپنا تعارف کروایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باتیں کرنے کے لیے یا سوال پوچھنے کے لیے روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بڑھیا سے بات کرنے کے لیے کافی دیر رکے رہے۔ عدی نے یہ سب دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہو سکتا جو اس طرح بڑھیا کے روکنے پر رک گیا ہے۔ گھر پہنچ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک گدیلا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے وہ ان کی خدمت میں بیٹھنے کے لیے پیش کیا تو عدی نے عرض کیا کہ آپ اس پر بیٹھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تم اس پر بیٹھو اور خود نیچے زمین پر بیٹھ گئے جس پر عدی نے پھر دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم! یہ شخص بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کا آغاز فرمایا۔ ان کے مذہب اور ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کچھ باتیں بیان کیں۔ ان میں سے بعض باتیں ایسی تھیں کہ سوائے عدی کے کسی کو معلوم نہیں تھیں جس پر عدی کو یقین ہو گیا کہ یہ واقعی رسول ہیں اور عرض کیا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں کیونکہ آپ کو بعض مخفی باتوں سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔

حضرت عدیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! اسلام قبول کر لو تم محفوظ رہو گے۔ میں نے کہا میں پہلے سے ایک دین کا پیروکار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے دین کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ میں نے کہا آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم رَکوسی یعنی عیسائیت اور صابیت کے مابین مذہب نہیں رکھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اپنی قوم کے سردار نہیں ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سردار ہونے کی وجہ سے غنیمت کا چوتھائی حصہ نہیں لیتے؟ میں نے کہا ہاں لیتا ہوں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو تمہارے دین میں بھی تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ اس طرح تم لو۔ تو مجھے اپنے آپ پر ندامت اور شرمندگی محسوس ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! شاید تجھے اس دین میں داخل ہونے سے مسلمانوں کی غربت روک رہی ہے۔ خدا کی قسم! جلد ہی اتنا مال بہایا جائے گا کہ اسے لینے والا نہیں ملے گا اور شاید ان کے دشمنوں کی کثرت بھی تجھے اس دین میں داخل ہونے سے مانع ہو رہی ہے۔ دشمن بہت ہیں اسلام کے اس لیے شاید تم رک رہے ہو۔ خدا کی قسم! تُو جلد ہی عورت کے متعلق سنے گا کہ وہ اپنے اونٹ پر حیرہ سے روانہ ہو کر اس گھر خانہ کعبہ کی زیارت کرے گی اور اسے کوئی خوف نہ ہو گا اور شاید اس دین میں داخل ہونے سے تجھے یہ امر بھی مانع ہو کہ حکومت اور اقتدار غیروں کے پاس ہے تو خدا کی قسم! تُو جلد ہی ارضِ بابل کے سفید محلات کے متعلق سنے گا کہ وہ ان کے لیے کھول دیے گئے ہیں اور کسریٰ کے خزانے کھول دیے جائیں گے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرائی۔

عدی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی اور ان تمام باتوں کو دیکھ کر میں مسلمان ہو گیا۔ حضرت عدیؓ نے اسلام قبول کرنے کا واقعہ خود بیان کیا اور وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے مسافر عورت کو دیکھا ہے کہ وہ ہمسفر کے بغیر حیرہ سے نکل کر بیت اللہ کا طواف کرنے کو آئی اور کسریٰ کی فتح کے لشکر میں مَیں خود شامل تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد حضرت عدیؓ اسلامی احکام کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ نماز کے لیے ہر وقت باوضو رہتے اور نماز کی ادائیگی کے لیے بہت فکر مند اور مستعد رہتے تھے۔

یہ جو لوگ بار بار سوال کرتے ہیں کہ محرم رشتہ کا حج کے لیے جانا ضروری ہے۔ اس کا میں کئی دفعہ جواب بھی دے چکا ہوں۔ وہ مخصوص حالات میں ضروری تھا لیکن یہ بات بھی اس بات کی تائید کرتی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک عورت حیرہ سے نکلی ہے اور اکیلی تھی اور کعبہ کے طواف کے لیے آئی اور کوئی اس کے ساتھ نہیں تھا، کوئی محرم والی شرط نہیں تھی۔ حضرت علیؓ کی اس مہم کے کچھ دیر بعد طَے قبیلہ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابنِ ھشّام صفحہ 854-853 امر عدی بن حاتم دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)
(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 288 دار الکتب العلمیۃ 2002ء)(صحیح بخاری کِتَابُ المَنَاقِبِ بَابُ عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلاَمِ حدیث 3595)(غزوہ تبوک از ہاشمیل صفحہ 47-46 نفیس اکیڈمی، کراچی)
(مصنف ابن ابی شیبہ مترجم جلد 11 صفحہ 240-239 مکتبہ رحمانیہ)(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 187-188 دار الکتب العلمیۃ 1987ء)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 442 بزم اقبال لاہور)

پھر سریہ عکّاشہ بن محصنؓ کا ذکر ہے جو جناب کی طرف تھا۔ یہ سریہ ربیع الثانی نو ہجری میں رونما ہوا۔ حضرت عکاشہؓ کا یہ سریہ مدینہ منورہ کے شمال میں غمرہ اور بلّی کے قبائل میں پیش آیا جو جناب کے آس پاس رہتے تھے۔ بعض روایات میں اس علاقے کا نام جباب بھی بیان ہوا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 220 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 124 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)
(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 50 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 197 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

اس سریہ کی زیادہ تفصیلات بیان نہیں ہوئیں۔ بس اتنا ہی ذکر ہے کہ یہ سریہ ہوا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ احمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 123 دار احیاء التراث العربی بیروت)

اب غزوۂ تبوک کے بارے میں بعض ابتدائی باتیں پیش کر دیتا ہوں۔ رجب 9 ہجری ستمبر 630ء میں یہ ہوا۔ غزوۂ طائف کے بعد ماہ رجب نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا آخری غزوہ تھا۔ تبوک مدینہ سے قریباً 685 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 842 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 452، 456 بزم اقبال لاہور)

تبوک نام کے چشمہ پر ٹھہرنے کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے قریب پہنچ کر شرکائے قافلہ سے فرمایا۔ اِنَّكُمْ سَتَاْتُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَيْنَ تَبُوْكَ۔ کہ کل تم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے۔ ان شاء اللہ۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ روایت نمبر 706 (5947) دار المعرفۃ)

قرآن کریم میں غزوۂ تبوک کا ذکر ساعۃ العسرۃ یعنی تکلیف کی گھڑی کے نام سے کیا گیا ہے۔ اس لیے اس غزوہ کو سَاعۃ العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ (التوبۃ: 117)

(صحیح البخاری مترجم جلد 9 صفحہ 300 کتاب المغازی باب غزوۃ التبوک وھی غزوۃ العسرۃ، حاشیہ)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 66 ثم غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

چونکہ مسلمانوں کو اس میں بہت دشواری اور تنگی کا سامنا کرنا پڑا تھا مثلاً شدید گرمی، دُور کا سفر، سواریوں کی بہت کمی، راستے میں پانی کی شدید قلت تھی۔ لشکر کی تیاری کے لیے اخراجات کی بھی کمی تھی اس کا بہت زیادہ سامنا کرنا پڑا۔ ان سب تکالیف کی وجہ سے اس کو جَیْشُ الْعُسْرَۃ بھی کہا جاتا ہے یعنی تنگی اور تکلیف والا لشکر۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ حدیث 4415)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 445 مکتبہ دار السلام)

اس غزوہ کو غزوۃ الفاضحہ بھی کہتے ہیں۔ عربی میں فضاحت رسوائی اور پردہ دری کو کہتے ہیں اور چونکہ اس کی وجہ سے بہت سے منافقین کا حال کھل کر سامنے آ گیا جو ان کی مزید رسوائی اور پردہ دری کا باعث بنا اس لیے اس کو یہ نام دیا گیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 183 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 454 بزم اقبال، لاہور)

غزوۂ تبوک کے اسباب اور عوامل اور پس منظر کیا تھے؟ ویسے تو اہل مدینہ کو بیرونی طاقتوں خاص طور پر رومیوں کے حمایت یافتہ بنو غسّان کے حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا اور ایسی اطلاعات بھی تھیں کہ یہ دونوں یعنی رومی اور غسّانی کسی جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ غسّانی حملہ کے خطرہ اور خوف کے بارے میں حضرت عمرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ہر وقت غسّانیوں کے حملے کا ڈر رہتا تھا یعنی ہر وقت یہ خدشہ اور خیال ہوتا تھا کہ اب

حملہ ہوا کہ اب ہوا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 357 دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

(صحیح البخاری کتاب التفسیر حدیث 4913 مترجم جلد 12 صفحہ 266)

تبوک کی جنگ کا فوری سبب جو ہوا وہ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تاجروں کی ایک جماعت نے جو مدینہ میں شام سے زیتون کا تیل لائی تھی، مسلمانوں کو بتایا کہ اہلِ روم نے شام میں ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور ہرقل نے ان فوجیوں یا اتحادیوں کو ایک سال کا خرچہ فراہم کیا ہے۔ اس کے ساتھ لخم، جذام، عاملہ، غسّان اور دیگر عیسائی قبائل مل گئے ہیں اور ان کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔ بلقاء ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 580-579 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت النبی ﷺ از ڈاکٹر علی محمد صلابی، جلد 3 صفحہ 528 مکتبہ دارالسلام)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 433 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس غزوہ کا دوسرا سبب یہ بھی ہوا۔ جس کا ذکر ایک روایت میں ملتا ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کی طرف لکھا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہلاک ہو گیا ہے (نعوذ باللہ) اور اس کے ساتھیوں کو قحط سالی نے آلیا ہے اور ان کے مال مویشی تباہ ہو گئے ہیں اور اب ان پر حملہ آور ہونے اور عیسائیت کو غالب کرنے کا نہایت سازگار موقع ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجی جرنیل کو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اس جرنیل کا نام قباذ یا ضنّاد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس لشکر کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لشکر تیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 68 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 183 دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 448-447 مکتبہ دارالسلام)

بنیادی سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد اور جنگِ حنین میں بنو ھوازن جیسے طاقتور ترین قبیلے کو بھی عبرت ناک شکست دینے کے بعد اور عرب کے ارد گرد کے تمام قبائل پر مسلمانوں کو غلبہ ملنے کے بعد یہود و نصاریٰ اور منافقین ایک مرتبہ پھر سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنی ہر کوشش کو ناکام ہوتے دیکھ کر اس وقت کی سپر پاور یعنی قیصر روم سے مدد مانگنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے انہوں نے ایک بہت بڑی اور بہت ہی خطرناک پلاننگ کی۔

ایک طرف قیصر روم سے رابطہ کیا اور اس کو تیار کیا کہ وہ اپنی فوج بھیجے تاکہ مسلمانوں کا قلع قمع کیا جائے اور دوسری طرف منافقین نے یہ کیا کہ مدینہ میں پہلے سے ہی یہ افواہیں اڑانا شروع کر دیں کہ قیصر روم اپنا لشکر بھیج رہا ہے جو مدینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مسلمانوں کا قلع قمع کر دے گا۔ اس طرح سے منافقین اور دوسرے مخالف یہ چاہتے تھے کہ زیادہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ سے شام کی طرف نکل جائیں اور دونوں صورتوں میں سفر کی مشکلات یا قیصر روم سے مقابلہ مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ ہلاکت کو یقینی بنا دے گا۔

بہر حال یہ ان کی خواہش تھی۔ اس کی اب مزید لمبی تفصیل ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

آج ربوہ میں مسجد مہدی جو گولبازار میں ہے اس پر دہشت گردوں نے حملہ بھی کیا اور ہمارے پانچ چھ لوگ وہاں زخمی ہیں۔ دو بہت زیادہ زخمی ہیں۔ ان کا آپریشن وغیرہ بھی ہو رہا تھا۔ اللہ کرے کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہو۔ باقی بعض زخمی بھی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی فضل فرمائے اور جو دو serious زخمی ہیں ان کے پیٹ میں گولیاں لگی ہیں۔ ایک دہشت گرد کو بھی ہمارے سیکیورٹی والوں نے مارا ہے، مار دیا ہے۔ ایک دَوڑ گیا ہے۔ یہی ابھی تک کی رپورٹ ہے۔ باقی تفصیلات ابھی آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ ان دہشت گردوں اور قانون توڑنے والوں اور جماعت کے مخالفین کو جلد پکڑے۔

پنجاب کی حکومت اور وزیر اعلیٰ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ پنجاب میں سو فیصد جرائم کنٹرول ہو چکے ہیں اور اب کوئی مجرم نہیں رہا لیکن احمدیوں پہ جو آئے دن حملے ہوتے ہیں۔ قتل، شہید کیے جا رہے ہیں یا زخمی کیے جا رہے ہیں یا ان کے مالوں کو آگیں لگائی جا رہی ہیں اس کو شاید یہ جرم سمجھتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان حکومتوں کو بھی عقل دے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ جماعت کے حق میں نشان ظاہر فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31/ اکتوبر 2025ء جلد 32 شمارہ 259 صفحہ 02 تا 07)

42

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 17 / اکتوبر 2025ء بمطابق 17 / اخاء 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں غزوۂ تبوک کے بارے میں مختصر ذکر ہوا تھا اس کی کچھ مزید تفصیل آج بیان کروں گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوہ یعنی غزوۂ تبوک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو ابو عامر مدنی جو خزرج قبیلہ میں سے تھا اور یہودیوں اور عیسائیوں سے میل ملاقات کی وجہ سے ذکر و وظائف کرنے کا عادی تھا اور اِس کی وجہ سے لوگ اس کو راہب کہتے تھے مگر مذہباً عیسائی نہیں تھا۔ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد مکہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ جب مکہ بھی فتح ہو گیا تو یہ سوچنے لگا کہ اب مجھے اسلام کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے کوئی اور تدبیر کرنی چاہیے۔ آخر اس نے اپنا نام اور طرز بدلی اور مدینہ کے پاس قُبا نامی گاؤں میں جا کر رہنا شروع کیا۔ سالہا سال باہر رہنے کی وجہ سے اور کچھ شکل اور لباس میں تبدیلی کر لینے کی وجہ سے مدینہ کے لوگوں نے عام طور پر اس کو نہ پہچانا۔ صرف وہی منافق اِس کو جانتے تھے جن کے ساتھ اِس نے اپنا تعلق پیدا کر لیا تھا۔ اس نے مدینہ کے منافقوں کے ساتھ مل کر یہ تجویز کی کہ میں شام میں جا کر عیسائی حکومت اور عرب عیسائی قبائل کو بھڑکاتا ہوں اور ان کو مدینہ پر حملہ کرنے کی تحریک کرتا ہوں۔ اِدھر تم یہ مشہور کرنا شروع کر دو کہ شامی فوجیں مدینہ پر حملہ کر رہی ہیں۔“ جو مدینہ میں منافق ہیں وہ یہ مشہوری شروع کر دیں۔ ”اگر میری سکیم کامیاب ہو گئی تو پھر بھی ان دونوں کی مٹھ بھیڑ ہو جائے گی“ آپس میں جنگ ہو جائے گی” اور اگر میری سکیم کامیاب نہ ہوئی تو ان افواہوں کی وجہ سے مسلمان شاید شام پر جا کر خود حملہ کر دیں اور اس طرح قیصر کی حکومت اور ان میں لڑائی شروع ہو جائے گی اور ہمارا کام بن جائے گا۔“ اس فتنہ پرداز نے یہ کہا کہ دونوں صورتوں میں ہمیں فائدہ ہے۔ ”چنانچہ یہ تحریک کر کے یہ شخص شام کی طرف گیا اور مدینہ کے منافقوں نے روزانہ مدینہ میں یہ خبریں مشہور کرنی شروع کر دیں کہ فلاں قافلہ ہمیں ملا تھا اور اس نے بتایا تھا کہ شامی لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ دوسرے دن پھر کہہ دیتے تھے کہ فلاں قافلہ کے لوگ ہمیں ملے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ مدینہ پر شامی لشکر چڑھائی کرنے والا ہے۔ یہ خبریں اتنی شدت سے پھیلنی شروع ہوئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ آپؐ اسلامی لشکر لے کر خود شامی لشکروں کے مقابلہ کے لیے جائیں۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت ہی تکلیف کا تھا۔ قحط کا سال تھا۔ پچھلے موسم میں غلہ اور پھل کم پیدا ہوا تھا اور اس موسم کی اجناس ابھی پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ ”فصل ابھی کٹی نہیں تھی۔ ”ستمبر کا آخر یا اکتوبر کا شروع تھا جب آپ اِس مہم کے لیے روانہ ہوئے۔ منافق تو جانتے تھے

کہ یہ سب شرارت ہے اور یہ کہ انہوں نے یہ سب چالاکی اس لیے کی ہے کہ اگر شامی لشکر حملہ آور نہ ہوا تو مسلمان خود شامیوں سے جا لڑیں اور اس طرح تباہ ہو جائیں۔ مؤتہ کی جنگ کے حالات ان کے سامنے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کو اتنے بڑے لشکر کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ وہ بہت کچھ نقصان اٹھا کر بمشکل بچے تھے۔ اب وہ ایک دوسری مؤتہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ" ان کے خیال میں "شہید ہو جائیں۔ اس لیے ایک طرف تو منافق روزانہ یہ خبریں پھیلاتے تھے کہ فلاں ذریعہ سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دشمن حملہ کرنے والا ہے، فلاں ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ شامی فوجیں آ رہی ہیں اور دوسری طرف لوگوں کو ڈرا رہے تھے کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ آسان نہیں۔ تمہیں جنگ کے لیے نہیں جانا چاہیے۔ ان کارروائیوں سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمان شام پر حملہ کرنے کے لیے جائیں تو سہی، لیکن جہاں تک ہو سکے کم سے کم تعداد میں جائیں تا کہ ان کی شکست زیادہ سے زیادہ یقینی ہو جائے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 360-359)

تھوڑے ہوں گے تو شکست یقینی ہو جائے گی۔

بہر حال آمدہ خبروں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالات و واقعات کا جائزہ لے کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر آپؐ نے رومیوں سے مقابلہ کرنے میں تاخیر کی یا ان کو مسلمانوں کے زیر اثر علاقوں میں داخل ہونے کا موقع دیا تو اس کے نقصان زیادہ ہوں گے اس لیے آپؐ نے تنگی اور شدت کے باوجود یہ طے کیا کہ رومیوں کو پیش قدمی کی مہلت دیے بغیر خود ان کے علاقے میں جا کر ان کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔

(ماخوذ از خاتم النبیین ﷺ از محمد ابوزہرۃ جلد 3 صفحہ 952-951 دار الفکر العربی 2012ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کو ایک اَور جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ افواہیں پہنچیں تو آپؐ نے حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ رومی ہم پر چڑھ آئیں اور حملہ کر دیں ہمیں چاہیے کہ سرحد پر ہی جا کر ان کو روکیں۔ آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔"

(خطباتِ محمود جلد 22 صفحہ 135 خطبہ جمعہ 14 مارچ 1941ء)

پہلا ایک حوالہ میں نے تاریخ کی ایک کتاب سے دیا تھا۔ یہ اتنا سا حصہ حضرت مصلح موعودؓ کا ہے۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جنگی مہمات کو قدرے خفیہ رکھا کرتے تھے لیکن خیبر کی مہم کے بعد تبوک کی مہم ایسی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان فرمایا اور راستے کی مشکلات اور دشمن کی کثرت کا پہلے سے بتاتے ہوئے تیاری کرنے کی تلقین فرمائی۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب من اراد غزوۃ فورّی بغیرھا حدیث 2948 مترجم جلد 5 صفحہ 303)

یہ روایت بخاری میں آئی ہے۔

ساتھ ہی آپؐ نے مکہ اور دوسرے عرب قبائل میں آدمی بھیجے کہ وہ لوگ لشکر میں شریک ہوں۔ دوسری طرف آپ نے مخیر لوگوں کو تاکید فرمائی کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 183 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کو شریکِ جنگ ہونے کا پیغام بھیجا اور ان کی طرف اپنے سفیر بھیجے جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو قبیلہ بنو اسلم کی طرف، حضرت ابورھم

غفاریؓ کو اپنی قوم بنو غِفار کی طرف، حضرت ابو واقد لیثیؓ کو اپنی قوم لیث کی طرف، حضرت ابو جعد ضمریؓ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ حضرت رافع بن مکیثؓ کو جہینہ کی طرف بھیجا۔ اسی طرح حضرت نعیم بن مسعودؓ کو اشجع اور بدیل بن ورقاء، عمرو بن سالم اور بسر بن سفیان کو بنو کعب بن عمرو کی طرف بھیجا اور اسی طرح عباس بن مرداس کو بنو سلیم کی طرف روانہ کیا۔

(ماخوذ از امتاع الاسماع جلد 2 صفحہ 47 غزوہ تبوک الخبر عن الغزو و البعثة الى القبائل دار الكتب العلمية بيروت 1999ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 465 ناشر بزم اقبال لاہور)

مدینہ میں اس وقت ایک سخت خوف و ہراس کی فضا تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ طاقتور دشمن کسی وقت بھی حملہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ ایک غسّانی بادشاہ نے ہمارے ساتھ جنگ کے لیے اپنے گھوڑوں کو نعل بھی لگوا لیے ہیں یعنی پوری تیاری کر لی ہے اور بخاری کی ہی ایک روایت میں حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک غسّانی بادشاہ سے خوفزدہ تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس فضا میں ہمارے سینے خوف سے بھر گئے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم و الغصب باب الغرفة و العلّيّة المشرفة و غير المشرفة في السّطوح و غيرها حديث نمبر 2468 کتاب التفسير باب تبتغي مرضاة أزواجك حديث نمبر 4913)

بہر حال **اس کے باوجود صحابہؓ کی تیاری اور مالی قربانی کا ایمان افروز مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔** اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ اس خوف و ہراس کے ساتھ ساتھ مدینہ کو اس وقت سخت قحط سالی کا سامنا تھا اور فصلیں اور پھل پکنے کو تھے۔ اس قحط سالی میں لوگ اپنی فصلیں سمیٹنے کی فکر اور تیاری میں تھے کہ جہاد پر نکلنے کا اعلان ہو گیا۔ پھر شدید گرمی کا موسم اور سینکڑوں میل کا سفر، زادِ راہ کی تنگی اس کے علاوہ تھی۔ ان سب مسائل کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب جہاد پر جانے کا اعلان ہوا تو اخلاص و وفا کے پیکر جاں نثار اپنی تیار فصلوں اور پکے ہوئے پھلوں کو چھوڑ کر سفر کی تیاری کرنے لگے۔ گو کہ اتنے لمبے سفر کی تیاری ان مخلص لیکن غریب صحابہؓ کے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشکلات کی ان گھڑیوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی قربانی کی عام تحریک کرتے ہوئے امراء کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور سواری مہیا کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ جو شخص جیشِ عسرت یعنی جنگِ تبوک کو سازوسامان سے لیس کرے گا اسے جنت ملے گی۔

(صحیح البخاری کتاب الوصايا باب إذا وقف أرضا أو بئرا... حديث نمبر 2778)

اس موقع پر جو شخص سب سے پہلے مال لے کر آیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔

ایک روایت میں حضرت عمرؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد

فرمایا کہ ہم صدقہ کریں اور اس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں نے کہا اگر میں ان سے کبھی سبقت لے جا سکا تو آج کے دن میں ابو بکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنا نصف مال لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا جتنا لے کے آیا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ اور حضرت ابو بکرؓ وہ سب لے آئے جو ان کے پاس تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے سامنے پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ان سے کسی چیز میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب رجاؤہ ﷺ ان یکون ابو بکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنة .....حدیث 3675)

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 69 دار الکتب العلمیة 1996ء)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ مجھے خیال آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں آج میں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے میں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کے لیے انتہائی مصیبت کا دور تھا لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابو بکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور میں نے سمجھا کہ آج میں نے سارا زور لگا کر ابو بکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابو بکرؓ بڑھ گئے۔“

(فضائل القرآن (3)، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577)

حضرت عثمانؓ کی مالی قربانی کے متعلق ایک روایت ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن خَبَّابؓ نے اس کو بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا اور آپ عُسرہ کے لشکر کے بارے میں تحریک فرما رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفّانؓ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ سو اونٹ ان کے پالانوں اور کجاووں سمیت اللہ کے راستے میں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے بارے میں تحریک فرمائی تو حضرت عثمان بن عفّانؓ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ذمہ دو سو اونٹ ان کے پالانوں اور کجاووں سمیت اللہ کے راستے میں ہیں۔ یہ بات سننے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کے بارے میں دوبارہ تحریک فرمائی تو حضرت عثمان بن عفّانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ذمہ تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کجاووں سمیت اللہ کی راہ میں راستے میں ہیں۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر سے اتر رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ۔ عثمان پر کوئی گرفت نہیں جو بھی اس نے اس کے بعد کیا۔ عثمان پر کوئی گرفت نہیں جو بھی اس نے اس کے بعد کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ نے بیان کیا کہ جب انہوں (نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم) نے جیش عُسرۃ کی تیاری کروائی تو حضرت عثمان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کیے اور انہیں آپؐ کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ انہیں (ان دیناروں کو) اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ کہ عثمان کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا جو اس نے آج کے دن کے بعد کیا۔ دو مرتبہ یہ فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر دس ہزار دینار عطا کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لیے یہ دعا کی: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ مَا اَسْرَرْتَ وَمَا اَعْلَنْتَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا يُبَالِيْ مَا عَمِلَ بَعْدَهَا ۔ کہ اے عثمان! اللہ تجھ سے مغفرت کا سلوک فرمائے جو تُو نے مخفی طور پر کیا اور جو تُو نے اعلانیہ کیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کے بعد وہ جو بھی عمل کرے اسے کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔

ایک روایت کے مطابق آپؐ نے اس جنگ کی تیاری کے لیے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے پیش کیے۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّيْ عَنْهُ رَاضٍ ۔ کہ اے اللہ! تُو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں بھی اس سے راضی ہوں۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اتنی رقم خرچ کی کہ کوئی اَور صحابی اتنی رقم خرچ نہ کر سکا۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی عدّ عثمان تسمیتہ شھیدا وتجھیزہ جیش العسرۃ حدیث 3701-3700)

(السیرۃ النبویہ لابن اسحاق جلد 2 صفحہ 597-596 دار الکتب العلمیۃ 2004ء)

(ماخوذ از شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 69 تا 71 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 184 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت عثمانؓ کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے بہت سارا نفع لے کر واپس آیا تو انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لے لیے۔ انہوں نے کہا 3/1 فوج کا خرچ مَیں برداشت کروں گا۔ آپ نے دس ہزار سے زائد فوج کا سامان مہیا کیا اور اس چیز کا اہتمام کیا کہ ہر فوجی کے لیے ایک ایک تسمہ بھی آپ کے روپے میں سے خرچ ہو یعنی کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی۔ اس پر ان کے دس ہزار دینار خرچ ہوئے جو اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ تھے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور دیگر سامان کے ساتھ ساتھ ایک ہزار دینار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ یہ ایک ہزار دینار ان دس ہزار دینار سے الگ تھے جو انہوں نے دس ہزار فوجیوں کی تیاری پر خرچ کیا تھا۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ بعض روایات کے مطابق دو سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ یہ اوقیہ بھی ایک وزن ہے جو ساڑھے دس تولے کے برابر ہوتا ہے یعنی دس سو پچاس یا اکیس سو تولے تک چاندی یا اگر آجکل کے زمانے میں دیکھیں تو سوا کلو گرام یا اڑھائی کلو گرام چاندی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان بن عفّان اور عبدالرحمٰن بن عوف زمین پر اللہ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت مال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے چار سو اوقیہ سونا پیش کیا تھا یعنی بتالیس سو تولے سونا بعض نے نو سو اونٹ پیش کرنے کا بھی بیان کیا ہے۔ بہر حال بہت قربانیوں کا ذکر ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پاس آٹھ ہزار درہم ہیں۔ مَیں نے چار ہزار درہم گھر والوں کے لیے رکھ لیے ہیں اور چار ہزار آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْمَآاَمْسَكْتَ وَفِيْمَا اَعْطَيْتَ۔ یعنی جو مال تم نے گھر والوں کے لیے رکھا ہے اور جو اللہ کی راہ میں دیا ہے اللہ سب میں برکت دے۔

حضرت عاصِم بن عدیؓ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع قریب تین سیر کا ہوتا ہے یعنی کُل تقریباً بارہ ہزار چھ سو کلو گرام کھجوریں بنتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قربانیوں کے، زیادہ قربانیوں کے، مال لانے والوں میں سے حضرت عباس بن عبد المطلبؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 69 دار الکتب العلمیة 1996ء)
(السیرة الحلبیة جلد 3 صفحه 184-183 غزوه تبوک دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)
(سیرت الحلبیہ مترجم جلد 3 نصف اوّل صفحہ 397-396 دارالاشاعت 2009ء)
(غزوات النبی ﷺ از علامہ برہان الدین حلبی مترجم اردو صفحہ 686 دارالاشاعت 2001ء)
(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 457 مکتبہ دارالسلام)
(سیر الصحابہؓ جلد 1 صفحہ 161 دارالاشاعت کراچی 2004ء)
(صحیح مسلم نور فاؤنڈیشن جلد 12 صفحہ 184)
(فرہنگ سیرت صفحہ 49 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کُل گھر بار نثار کیا حتی کہ سوئی تک کو بھی گھر میں نہ چھوڑا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمانؓ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق عَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ۔ عَلٰی قَدْرِ مَرَاتِبْ۔ تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے....."

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93)۔ جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ جلّ شانہ کے راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 192 حاشیہ ایڈیشن 2022ء)

اور نیکیوں کو پانے کے لیے صحابہ خرچ کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "صحابہ نے بعض دفعہ اپنے گھر کا مال و اسباب بیچ کر جنگ کے اخراجات پورے کیے بلکہ یہ بھی نظر آتا ہے کہ بعض دفعہ انہوں نے اپنی جائیدادیں بیچ کر دوسروں پر خرچ کر دیں اور ان کے لیے تمام ضروریات مہیا کیں۔" یعنی جنگ پہ جانے والوں کے لیے۔ "چنانچہ ایک دفعہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ فلاں سفر پر ہماری فوج جانے والی ہے مگر مومنوں کے پاس کوئی چیز نہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو ثواب حاصل کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی اٹھے اور آپ نے اپنا اندوختہ نکال کر وہ رقم مسلمانوں کے اخراجات کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو فرمایا عثمانؓ نے جنت خرید لی۔"

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 99-98)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی مالی قربانیوں کے ضمن میں اپنے ایک خطبہ میں اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ "ایک موقعہ پر ایک جنگ کی تیاری کے لیے بہت سے اموال کی ضرورت تھی اور ان دنوں کچھ مالی تنگی بھی تھی اور دنیا ایسی ہی ہے۔ کبھی فراخی کے دن ہوتے ہیں اور کبھی تنگی کے دن ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی تنگی کے ایام تھے اور جنگی ضرورت تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے ضرورت حقّہ کو رکھا اور مالی قربانیاں پیش کرنے کی انہیں تلقین کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری یہ پیشکش قبول کر لی جائے کہ میں دس ہزار صحابہؓ کا پورا خرچ برداشت کروں گا اور اس کے علاوہ آپ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیے۔ اسی طرح تمام مخلص صحابہؓ نے اپنی اپنی توفیق اور استعداد کے مطابق مالی قربانیاں پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بہترین نتائج نکالے۔"

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 341 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18 / اکتوبر 1968ء)

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد اس بات کو سمجھتے ہیں کہ مالی قربانیوں کی کیا اہمیت ہے۔ اکثر واقعات میں بیان کرتا ہوں۔ بعض لوگ حقیقت میں اپنے پاس جو کچھ ہو وہ قربان کر دیتے ہیں۔

امراء کو بھی، صاحبِ حیثیت لوگوں کو بھی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے نمونے سامنے رکھنے چاہئیں اور پھر اپنی قربانیوں کے معیار کو بڑھانا چاہیے۔

غریب اور اوسط درجے کے تو باقی قربانیاں کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے امراء ایسے ہیں جو اعلیٰ معیار کی قربانی کرنے والے ہیں۔ جو کمزور ہیں انہیں بھی دین کی اشاعت کے لیے آگے آنا چاہیے۔ اس زمانے میں ان کو بھی یہ موقع ہے کہ قربانیاں کریں۔

صحابہؓ نے جس حد تک ممکن تھا کچھ نہ کچھ پیش کیا اور غریب اور مجبور سپاہیوں کے لیے سواریاں اور تلواریں اور دیگر آلاتِ حرب مہیا کیے۔ بعض غریب صحابہؓ یا صحابیاتؓ جب ایک ایک دو دو مُدّ غلہ پیش کرتے تو ان کے دل بھر جاتے کہ کاش ان کے پاس زیادہ ہوتا تو اسے بھی پیش کر دیتے مگر منافق ان پر ہنستے اور کہتے کہ یہ لوگ ان مٹھی بھر دانوں سے قیصر کو شکست دے دیں گے۔ مُدّ تو چھوٹا سا ہی ایک پیمانہ ہے مٹھی بھر مٹھیوں کے برابر۔ منافقین کے اس طنز کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبۃ:79)

وہ لوگ جو مومنوں میں سے دلی شوق سے نیکی کرنے والوں پر صدقات کے بارہ میں تہمت لگاتے ہیں اور

ان لوگوں پر بھی جو اپنی محنت کے سوا اپنے پاس کچھ نہیں پاتے۔ پس وہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا جواب دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے۔

محنت کر کے مالی قربانی کرنے والوں میں حضرت ابو عَقِیلؓ بھی تھے جنہوں نے تمام رات کنوئیں سے پانی نکالا اور دو صَاعْ کھجوریں حاصل کیں۔ ایک صَاعْ تقریباً اڑھائی کلو کا ہوتا ہے یعنی کل پانچ کلو کھجوریں حاصل کیں۔ ان میں سے ایک صَاعْ اہل خانہ کے لیے رکھ لیا اور ایک صاع کھجوریں، یہ قربانی جو وہ کچھ کر سکتے تھے، لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(اسد الغابة جلد 6 صفحہ 215 ابو عقیل دار الکتب العلمیة 2003ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 458 مکتبہ دارالسلام)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ بیان فرمایا کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ چندہ کی تحریک کی تو ایک صحابی نے جا کر کچھ مزدوری کی۔ شاید کسی کے کنوئیں پر جا کر پانی نکالا اور اس کے عوض اسے آدھ سیر یا تین پاؤ غلہ ملا جو اس نے لا کر چندہ میں ڈال دیا۔ اس وقت ہزاروں روپیہ کی ضرورت تھی۔ منافق ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ جنگ تبوک کا واقعہ ہے جو رومیوں سے درپیش تھی اور رومن حکومت اس وقت ایسی ہی تھی جیسی آج انگریزی حکومت ہے۔“ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس وقت انگریزوں کا اس دنیا پہ راج تھا ”اور اتنی بڑی حکومت سے لڑائی کے لیے اس صحابی نے چند مٹھی جَو لا کر دیے۔ منافق اس پر ہنستے تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان کو کیا علم ہے کہ خدا کی نظر میں اس جَو کی کیا قیمت ہے۔ یہی جَو تھے جن سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور رومیوں کو شکست ہو گئی اور نہ صرف رومیوں کو بلکہ ایرانیوں کو بھی جن کی حکومت بھی رومی حکومت کے مقابل کی تھی مسلمانوں نے شکست دی۔“

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 47-46)

ایک صحابیؓ کا ایک عجیب واقعہ کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ اس جنگ میں تیاری کے لیے مخلص صحابہؓ کسی نہ کسی رنگ میں سفر کی تیاری اور مالی قربانی کی اس تحریک میں شامل ہونے کے لیے اپنی سی کوششوں میں مصروف تھے۔ مالدار اصحاب اپنا مال و دولت پیش کر رہے تھے۔ غریب و نادار صحابہؓ محنت مزدوری کر کے جو بھی معمولی سی اجرت ملتی تھی وہی پیش کر رہے تھے۔ ان حالات میں ایک صحابی حضرت علبہ بن زیدؓ کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک ایسا معصومانہ انداز اپنایا جو دوسرے سب لوگوں سے مخلص اور انوکھا تھا۔ وہ بھی نادار اور مخلص تھے۔ پیش کرنے کو پاس کچھ بھی نہیں تھا اور نہ ہی اتنی طاقت تھی کہ وہ جہاد میں شریک ہو سکتے۔ چنانچہ وہ ایک رات نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور گریہ و زاری کرتے ہوئے عرض کی کہ اے اللہ! تُو نے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے لیکن میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اتنا ساز و سامان نہیں کہ جو وہ مجھے عطا کر سکیں اور میں جا کے لڑوں۔ اور تیرے نبی نے مالی قربانی کی تحریک فرمائی ہے میں اس میں شامل بھی نہیں ہو سکتا البتہ میں اپنی جان مال اور عزت پر ہونے والے ہر ظلم و زیادتی کو معاف کر کے وہی مسلمانوں پر صدقہ کرتا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو یہ دیگر صحابہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آج رات اپنی عزت کا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ آپؐ نے پھر فرمایا لیکن کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ بالآخر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور آپؐ کو ساری بات بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبْشِرْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ کُتِبْتَ فِی الزَّکَاۃِ الْمُتَقَبَّلَۃِ۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان لوگوں میں لکھ دیے گئے ہو جن کا صدقہ قبول کیا گیا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر جزء 4 صفحہ 9 ذکر غزوۃ تبوک ... دار المعرفۃ بیروت 1976ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 464-463 ناشر بزم اقبال لاہور)

کیا خوبصورت اور انوکھا اخلاص اور قربانی کا جذبہ ہے! اور اللہ تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے اور اس کو سب حالات کا علم ہے اس نے بھی ان کا یہ جذبہ قبول کیا اور اس کی اطلاع بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

عورتیں بھی اس موقع پر پیچھے نہیں رہیں انہوں نے اس جنگ کی تیاری کے لیے اپنے زیورات پیش کر دیے۔ چنانچہ حضرت امّ سنان اسلمیہؓ بیان کرتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا دیکھا جس میں خوشبو، بازو بند، کنگن، کانٹے، انگوٹھیاں اور پازیبیں بھی تھیں جو سب عورتوں نے مسلمانوں کے جہاد کی تیاری کے لیے دی تھیں۔

(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 381-380 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

بہر حال ایک طرف تو مخلصین اور مومنین کا حال یہ تھا اور **دوسری طرف اس موقع پر منافقین نے بھی اپنا** پورا زور لگایا تھا اور ایک پہلو سے منافقین کی طرف سے یہ آخری چال اور سازش تھی اور منافقین کو اپنی کامیابی پر پورا یقین تھا۔ وہ اس یقین پر قائم تھے کہ مسلمان شام کی طرف اس لمبے سفر پر روانہ ہو کر ہی رہیں گے اور وہ اس شیطانی یقین پر بھی قائم تھے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ نہیں آ سکیں گے اس لیے اب ان کی پوری کوشش تھی کہ مسلمان کم سے کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلیں اور ان کی سوچ کے مطابق مسلمانوں کی تعداد جتنی کم ہو جائے گی لشکر میں اتنا ہی چھوٹا لشکر ہو گا اور اس لشکر کی شکست اور موت یقینی ہو گی۔ اس لیے انہوں نے موجود حالات کی تنگی اور سفر کی تکلیفوں اور مشکلات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ وہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے لگے۔ مختلف بہانوں سے انہیں ورغلاتے رہے کہ وہ شامل نہ ہوں جیسے یہ کہ اتنی شدید گرمی ہے، سفر بہت لمبا ہے، ذرائع سفر بہت محدود ہیں۔ مدینہ کی آبادی کا اکثریتی حصہ چونکہ زراعت پیشہ تھا ان کی فصلیں تیار تھیں اور یہ فصلیں قحط کے زمانے میں تیار ہو رہی تھیں۔ پھر وہ مدینہ میں جگہ جگہ مسلمانوں سے یہ باتیں کرتے کہ تم لوگوں کو پتہ نہیں کہ اب جس فوج سے سامنا ہو گا وہ کتنی سخت اور جنگجو ہے۔ ان کے ساتھ جنگ کوئی آسان کام نہیں ہے ہم تو تم سب کو دیکھ رہے ہیں کہ یا تم لوگ مارے جاؤ گے یا سب ان کے قیدی بن جاؤ گے۔ یہ منافقین کہا کرتے تھے۔ ہر چند کہ منافقین کے اس پراپیگنڈے کا اعلیٰ درجہ کے اور مخلص مومنین پر کوئی اثر نہیں ہوا لیکن بعض کمزور ایمان والوں کے دل اتنے خوفزدہ ہوئے کہ وہ جنگ پر نہ جانے کے لیے مختلف بہانے اور عذر پیش کرنے لگے۔ گو کہ ایسے عذر کرنے والوں میں سے اکثریت منافقین کی ہی تھی۔

قرآن کریم نے منافقین کے اس پراپیگنڈے اور بہانوں کے ساتھ پیچھے رہنے کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (التوبۃ:82-81)

جہاد سے پیچھے چھوڑے ہوئے منافق اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف چل کر اپنی جگہ بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہیں اور انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کرنے کو برا سمجھا تھا اور ایک دوسرے سے کہا تھا کہ ایسی شدید گرمی میں جنگ کے لیے اکٹھے ہو کر مت نکلو۔ تو ان سے کہہ دے کہ جہنم کی آگ اس گرمی سے زیادہ سخت ہے۔ کاش کہ وہ سمجھتے۔ پس چاہیے کہ اپنی اس فریب دہی پر وہ تھوڑا ہنسیں اور اپنے عمل کی جزا پر زیادہ روئیں۔

روایات کے مطابق یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جہاد پر نہ جانے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر پیش کرتے اور اس کی اجازت طلب کرتے کہ ہم جہاد پر نہ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دے دیتے تھے۔ اسّی سے زائد لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے جہاد پر نہ جانے کی اجازت حاصل کی۔ یہ ان منافقین کے علاوہ تھے جو عبداللہ بن ابیّ وغیرہ کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ان تمام بہانوں کی پردہ دری کرتے ہوئے قرآن کریم میں کھول کر بتا دیا تھا کہ ان کا پیچھے رہ جانا ان کے ایمانوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے اور یہ اپنے بہانوں میں جھوٹے ہیں اور قرآن کریم میں جب ان کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو آئندہ کے لیے بھی ہر ایک کو تنبیہ کر دی گئی کہ جب امام کی طرف سے کوئی تحریک یا آواز بلند ہو تو کیسے لبیک کہتے ہیں۔ آگے بڑھنا چاہیے اور جیسے تیسے بھی ہو اس میں شمولیت کی حتّی المقدور تیاری کرنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۔ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۔ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۔ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۔ (التوبۃ:42تا48)

اگر فاصلہ نزدیک کا ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے چلتے لیکن مشقت اٹھانا ان سے بہت دور ہے۔ وہ ضرور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمیں توفیق ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ یقیناً جھوٹے لوگ ہیں۔ اللہ تجھ سے درگزر کرے۔ تُو نے انہیں اجازت ہی کیوں دی یہاں تک کہ ان لوگوں کا تجھے اچھی طرح پتہ لگ جاتا جو سچ کہتے تھے اور تُو جھوٹوں کو بھی پہچان لیتا۔ جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں وہ تجھ سے اپنے مالوں اور اپنی

جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے رخصت نہیں مانگتے۔ اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ صرف وہی لوگ تجھ سے رخصت طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں مبتلا ہیں اور وہ اپنے شک میں متردد پڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کا (جہاد پر) نکلنے کا ارادہ ہوتا تو وہ ضرور اس کی تیاری بھی کرتے لیکن اللہ نے پسند ہی نہیں کیا کہ وہ (اس اعلیٰ مقصد کے لیے) اٹھ کھڑے ہوں اور اس نے انہیں (وہیں) پڑا رہنے دیا اور (انہیں) کہا گیا بیٹھے رہو بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ۔ اگر وہ تم میں شامل ہو کر (جہاد پر) نکلتے تو بد نظمی کے سوا تمہیں کسی چیز میں نہ بڑھاتے اور تمہارے درمیان تیز تیز سواریاں دوڑاتے تمہارے لیے فتنہ چاہتے ہوئے جبکہ تمہارے درمیان ان کی باتیں بغور سننے والے بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یقیناً پہلے بھی وہ فتنہ چاہتے تھے اور انہوں نے تیرے سامنے معاملات الٹ پلٹ کر پیش کیے۔ یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا فیصلہ ظاہر ہو گیا جبکہ وہ اسے سخت ناپسند کر رہے تھے۔

پس منافقوں کا حال اللہ تعالیٰ نے اس میں کھول کر بیان کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تُو نے ان کے جھوٹے عذر کو مان لیا۔ اگر نہ مانتا اور اجازت نہ دیتا تو ان کی منافقت کا پول سب پر ظاہر ہو جاتا، ضرور کھل جاتا۔ جنگ پر تو انہوں نے پھر بھی نہیں جانا تھا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا نہ جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر کسی وجہ سے چلے بھی جاتے تو جنگ کے دوران ایسی حرکتیں کرتے جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنا تھا۔ بہر حال ان منافقوں کی خواہش کے مطابق تو نتائج ظاہر نہیں ہوئے۔

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 462-461 مکتبہ دارالسلام)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 474 بزم اقبال لاہور)

اس کی باقی تفصیل بھی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

مَیں نے گذشتہ خطبہ میں ربوہ کی مسجد میں حملے کا ذکر کیا تھا۔ جو احمدی خدام زخمی ہیں ان کے لیے دعا بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر پیچیدگی سے بھی بچائے۔ اس قسم کے جو حادثات ہوتے ہیں ان کے بعد میں بھی بعض دفعہ اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت تین خدام زیادہ زخمی ہیں اور اس وجہ سے ہسپتال میں ابھی داخل ہیں اور باقی جو پانچ تھے ان کو علاج کر کے گھر بھیج دیا گیا ہے لیکن ابھی ان کا علاج بھی جاری ہے اور جو زخم ہیں ان کو heal ہوتے ہوئے بہر حال وقت لگے گا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور آئندہ ہر شر سے، ہر نقصان سے ہر جگہ افراد جماعت کو بچائے۔

نماز کے بعد ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم سام علی نینا (Sam Ali Nena) صاحب مارشل آئی لینڈز کے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی تراسی سال کی عمر میں کیلیفورنیا امریکہ میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا اسلام سے پہلی بار تعارف حافظ جبرئیل سعید صاحب جو ہمارے مربی سلسلہ تھے ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں 1980ء کی دہائی میں ہوا اور اس وقت انہوں نے اسلام قبول کر لیا، احمدیت قبول کر لی۔ بڑی مخالفت ہوئی لیکن بڑی استقامت کے ساتھ اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ ایک سینیٹر نے پارلیمنٹ میں اسلام کو غیر قانونی اور دہشت گردی سے وابستہ مذہب قرار دیا تو آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ مقامی اخبار میں پیغام دیا کہ ہم احمدی مسلمان ہیں اور ہمارا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کا یہ جرأت مندانہ بیان جماعت کے

لیے تقویت کا باعث بنا۔ اس نے تو کوشش کی تھی کہ قانون کو پاس کرائے لیکن بہرحال آپ کی کوششوں سے یہ نہیں ہو سکا۔ آپ مقامی معاشرے میں بااثر شخصیت کے طور پہ جانے جاتے تھے۔

فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر امریکہ کہتے ہیں کہ مجھے پانچ سال تک مارشل آئی لینڈز میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ وہاں جاتا تھا کیونکہ یہ جزیرہ امریکہ کے سپرد تھا۔ سام صاحب حافظ جبرئیل صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ شروع میں چار پانچ گھرانے احمدی تھے اور جماعت بہت چھوٹی سی تھی۔ رجسٹرڈ بھی نہیں تھی لیکن بہرحال بڑی محنت سے حافظ صاحب کی اور ان کی کوشش سے جماعت وہاں رجسٹر ہو گئی۔ حافظ صاحب واپس آ گئے تو بڑا عرصہ لمبا عرصہ وہاں کوئی مربی نہیں تھا اور اس پر سام صاحب نے خود ہی اپنی وفات تک وہاں اپنی جماعت کو سنبھالا اور یہ تبلیغ بھی کرتے رہے اور جماعت کے نام کو انہوں نے کبھی ماند نہیں پڑنے دیا۔ بڑی گرمجوشی سے جماعتی تعاون کرتے تھے جب بھی یہاں مرکز سے وفد جاتا تھا تو ان کی مدد کرتے تھے اور ہمیشہ آگے بڑھ کے انہوں نے کام کیا اور نتیجہ خیز کام کیا۔

مارشل آئی لینڈز میں جماعت قائم کرنے میں اول مقام رکھتے ہیں۔ زیادہ تر نومبائعین آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں احمدی مسلمان ہوئے تھے۔ آپ مارشل آئی لینڈز کے صدر جماعت بھی رہے ہیں۔ پھر یہ شمس صاحب کہتے ہیں کہ کوسرائے (Kosrae) میں مشن قائم کرنے گیا تو وہاں بھی سام صاحب نے مدد کی۔ ان کے کچھ دوست تھے وہ شامل ہوئے اور وہاں اللہ کے فضل سے مشن ہاؤس خریدا گیا اور عمارت بنائی گئی۔ اسی طرح کریباتی (Kiribati) میں ان کے ذریعہ سے مشن قائم کرنے میں مدد ہوئی۔ پھر ایک اَور جگہ بھی ان کے ذریعہ سے مشن قائم کرنے میں مدد ہوئی۔ کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ سام صاحب سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے، آپ کی کون سی نیکی ہے جس کی وجہ سے آپ کو تین جزیروں میں جماعت کے قیام اور مرکزی کردار ادا کرنے کی توفیق ملی ہے تو انہوں نے بڑی عاجزی سے کہا یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے میرا تو کوئی کمال نہیں ہے۔

قاسم چودھری صاحب مربی سلسلہ مارشل آئی لینڈز کہتے ہیں رکاوٹوں کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ مل کر قربانیاں کیں اور ان کی اہلیہ کی قربانی سے ایک زمین وقف ہوئی۔ ان کی اہلیہ نے اپنا قطعہ زمین دیا جس پر آج جزائر مارشل آئی لینڈز میں پہلی مسجد بھی قائم ہے۔ ان کا اپنے الفاظ میں قبول اسلام کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہتے ہیں کہ 1987ء میں مَیں اور میری بیوی نَیری لانگ آئی لینڈ کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایک صبح کہتے ہیں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو ایک لمبے افریقی شخص کو دیکھا۔ میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کیا اور تعارف ہوا تو پتا لگا وہ حافظ جبرئیل سعید صاحب ہیں جو مائیکرونیشیا کے پہلے مبلغ تھے۔ بہرحال ملاقاتیں ہوتی رہیں، تعلقات بڑھتے رہے۔ جبرئیل صاحب نے انہیں اسلام کی تبلیغ کی اور بائبل کی آیات دکھائیں اور یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بائبل میں ایک نبی کے آنے کی بشارت دی گئی ہے اور مجھے تعجب ہوا کہ یہ صرف ایک آیت نہیں بلکہ کئی آیتیں ہیں حتّٰی کہ عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود John 7:16 میں فرماتے ہیں: مجھے جانا ہے اور وہ کسی کو میرے بعد بھیجے گا۔ کہتے ہیں یہ وہ حقائق تھے جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور حافظ صاحب نے مجھے نہایت وضاحت سے بتایا۔ ہر بات بائبل سے بتاتے تھے اور آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور حقائق کو دیکھا تو میرا دل اسلام کی طرف مائل ہو

گیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ کہتے ہیں اسی دوران میں جب میں نے قبول کر لیا اور لوگوں کو پتا لگا تو سرکاری افسران نے کہا کہ ہم اسلام کو کبھی مارشل آئی لینڈز میں پھیلنے نہیں دیں گے۔ کہتے ہیں میں نے اس پہ حافظ صاحب کو فون کیا وہ اس وقت وہاں سے جا چکے تھے تو انہوں نے کہا آپ فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ رستے کھولے گا اور کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے رستے کھولے کہ ایک دن گھر میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص اٹارنی جنرل کے دفتر سے آیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ کی جماعت کے قیام کی رجسٹریشن منظور ہو گئی ہے۔ کہاں تو وہاں بڑے لوگ روکنا چاہتے تھے اور کہاں اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ خود ہی رجسٹریشن کی منظوری کے سامان بھی فرما دیے اور وہ ان کے گھر پہنچ گئی اور کہتے ہیں میں نے فوری طور پر وہ کاپی حافظ صاحب کو بھجوا دی۔ پھر کہتے ہیں بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں نے سمجھ لیا کہ احمدیت دیگر مسلمانوں سے ممتاز ہے اور مجھے اس پر بڑا فخر ہے۔ ہمیشہ میرے دل میں ایک آواز اٹھتی تھی کہ میں احمدی مسلمان ہوں اور اس پر فخر ہوتا تھا۔ کہتے ہیں بیس سال تک کوئی مبلغ یہاں نہیں آیا اور میں بڑا پریشان تھا۔ حافظ صاحب نے کہا آپ خلیفہ وقت کو خط لکھتے رہیں تو کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ بہر حال کہتے ہیں کہ 2004ء میں مجھے مرکز سے ہدایت آئی کہ ایک اجنبی شخص آرہا ہے اس کو ایئرپورٹ سے آپ لے لیں تو کہتے ہیں میں وہاں ایئرپورٹ پہ گیا تو کچھ دیر بعد ایک صاحب مسکراتے ہوئے باہر آئے اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا سام۔ انہوں نے جواب دیا میرا نام کوثر ہے۔ یہ انعام الحق کوثر صاحب تھے اور کہتے ہیں اس دن سے ہم دونوں بھائیوں کی طرح ہو گئے۔ ہم نے اکٹھے ہو کر کوسرائے اور پونپئی کا سفر کیا۔ ہفتہ وہاں قیام کیا اور جب ہم علیحدہ ہوئے تو اس طرح ہمارے تعلقات تھے جس طرح ہم ایک دوسرے کو بہت عرصہ سے جانتے ہیں۔ یہ اسلامی بھائی چارہ تھا۔ کہتے ہیں اللہ کے فضل سے مسلمان ہونے کے بعد میرے دل کو سکون اور روح کو اطمینان ملا۔ نماز نے مجھے بدل دیا۔ میری بیوی نے بھی میرے اندر یہ تبدیلی محسوس کی۔ اس کے بعد سے جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو میں اللہ سے مانگتا اور اللہ فوراً اسے پوری کر دیتا۔ بارہا میں نے اس نصرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ہر دعا میں اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔

آپ کی نواسی جولیا کہتی ہیں کہ بڑے مخلص مسلمان تھے جو اپنے ایمان سے تسلی اور طاقت حاصل کرتے تھے۔ اکثر وقت عبادت میں گزارتے اور قرآن کریم کی تلاوت کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ مختلف اسلامی کتب کا مطالعہ کر رہے ہوتے تھے۔ اکثر ہم نے انہیں گہری سوچ اور فکر میں ڈوبا ہوا پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے خاندان کے کچھ لوگ احمدی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی توفیق دے کہ ان کی نسل میں سے وہ بھی احمدی ہو جائیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07/ نومبر 2025ء جلد 32 شمارہ 265 صفحہ 02 تا 07)

43

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 24/ اکتوبر 2025ء بمطابق 24/ اخاء 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بھی مَیں غزوۂ تبوک کے واقعات کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔ ایک شخص جدّ بن قیس کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ بھی منافقین میں سے ایک شخص تھا جو عبداللہ بن ابیّ کے بعد منافقین کا ایک دوسرا بڑا لیڈر تھا۔ عبداللہ بن ابی کے ساتھ مل کر مختلف سازشوں میں مصروف تھا۔ یہ وہی تھا جس نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی بیعت نہیں کی تھی۔ اس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ پر نہ جانے کا عذر پیش کیا لیکن یہ عذر بھی ایک عجیب و غریب اور بیہودہ قسم کا عذر تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدّ بن قیس سے جو بنو سلمہ کا رئیس تھا، فرمایا: اے جدّ! کیا تُو اس سال بنو اصفر یعنی رومیوں کے جہاد میں چلے گا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے رخصت دیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ خدا کی قسم! میری قوم میرے بارے میں خوب جانتی ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص عورتوں کو چاہنے والا نہیں ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے بنو اصفر یعنی رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو صبر نہیں کر پاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیہودہ جواب سن کر اس سے اعراض کیا اور فرمایا ٹھیک ہے نہ جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے۔ تمہیں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جدّؓ جو بدری صحابی تھے اور بہت مخلص تھے اپنے والد کے پاس آئے اور اس سے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کیوں ردّ کی؟ اللہ کی قسم! بنو سلمہ میں تجھ سے زیادہ مالدار کوئی نہیں ہے۔ نہ تم خود نکل رہے ہو اور نہ کسی کو سوار کر رہے ہو۔ یعنی کسی مجاہد کی سواری وغیرہ کا انتظام بھی نہیں کر رہے۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے! مجھے کیا ہوا کہ میں گرمی اور اس تنگی کے زمانے میں بنو اصفر کی طرف نکلوں۔ میرے بیٹے! میں اپنے گھر اور اپنے علاقے میں رہتے ہوئے بھی رومیوں کے خوف سے لرزتا ہوں۔ اپنے بیٹے کو یہ جواب دیا۔ تو ایسے لوگوں سے جنگ لڑنے کے لیے مَیں ان کے علاقے میں کس طرح جا سکتا ہوں۔ میں تو گھر بیٹھے ہی خوفزدہ ہوں۔ اے بیٹے! اللہ کی قسم! مَیں بڑا دانشور اور تجربہ کار ہوں۔ مجھے جنگوں سے بڑی واقفیت ہے۔ گویا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ سپر پاور روم سے جنگ کرنا کوئی دانائی کی بات نہیں ہے۔ یہ ساری بات سن کر اس کا مخلص بیٹا ناراض ہو گیا اور کہنے لگا: نہیں۔ اللہ کی قسم! یہ نفاق ہے جس کی وجہ سے تم جنگ پر نہیں جا رہے اور اللہ کی قسم تمہارے بارے میں اللہ کے رسول پر ضرور قرآن نازل ہو گا۔ کہتے ہیں ان کے باپ نے اپنا جوتا اٹھایا اور ان کے منہ پر دے مارا۔ اس کا بیٹا واپس چلا گیا اور اس سے کوئی بات نہیں کی۔

ایک روایت میں ہے کہ جدّ بن قیس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا

تَفْتِنِّيْ (التوبۃ: 49) اور ان میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے مجھے رخصت دے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ کہا جاتا ہے کہ بعد کے زمانے میں اس نے توبہ کر لی تھی اور اچھی توبہ کی تھی اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 815 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)
(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 72 دار الکتب العلمیۃ 1996)
(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 463 تا 465 دار السلام)
(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 182-181 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 521 دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

بعد میں یہ منافقت نہیں رہی بلکہ پکا مسلمان ہو گیا۔

جو سازشی لوگ تھے وہ وہاں کی ایک جگہ جمع ہو کر اس جنگ کے حوالے سے سازشیں بھی کیا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل کچھ پہلے بھی بیان ہوئی ہے، یعنی انہوں نے اپنا ایک مرکز بنایا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرکز کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ مدینہ میں منافقین اور یہود ان سازشوں میں مصروف تھے یعنی جھوٹی افواہیں پھیلا کر مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش اور مسلمانوں کو جنگ پر جانے سے روکنے کی بھرپور کوشش اور اس کے لیے وہ طرح طرح کے حربے استعمال کرتے تھے۔ مخلص اور پختہ ایمان والے مومن منافقین کے اس گھناؤنے کردار سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان پر نظر رکھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کی رپورٹس پہنچ رہی تھیں۔ گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحمت اور شفقت کی وجہ سے ان لوگوں سے درگذر فرماتے تھے لیکن جب نظام کے خلاف کوئی خطرناک سازش ہوتی تو اس کو بڑی حکمت لیکن سختی کے ساتھ ختم کرنے کے لیے کارروائی بھی کی جاتی تھی۔

یہ بنیادی اصول یاد رکھنا چاہیے کہ نظام کے خلاف اگر کوئی بات ہو تو پھر سختی بھی کی جاتی ہے، وہاں پھر نرمی کا سوال نہیں۔

چنانچہ اسی طرح کی ایک کارروائی اس موقع پر بھی کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ منافقین سویلم یہودی کے گھر میں اکٹھے ہو رہے ہیں جس کا گھر جاسوم کے پاس ہے۔ جاسوم مدینہ میں ایک کنواں تھا اس کو بئر جاسم بھی کہتے ہیں۔ اور یہ منافقین لوگوں کو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے سے روک رہے ہیں۔ دراصل مدینہ میں مسلمانوں کو اس جنگ پر نہ جانے کے لیے ہر قسم کے منفی پراپیگنڈا کی ساری سازشیں یہاں تیار کی جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو بعض افراد کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سویلم کے گھر کو آگ لگا دی جائے یعنی اس کو ختم کرو، گرا دو۔ ختم کرو اور جلا دو۔ کچے گھر ہوتے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے ایسا ہی کیا جس پر اس جگہ پر موجود تمام لوگ بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے ایک ضحّاک بن خلیفہ بھی تھا جو کہ منافقین کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ وہ گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور اس کی عقبی جانب سے نیچے کود گیا جس کی وجہ سے

اس کی ٹانگ اور کلائی ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور آپ کا عفو پھر بھی ایسا غالب آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی گرفتار نہ کرنے کا ارشاد فرمایا اور نہ ہی کوئی مزید سزا دی البتہ سازشوں کے اس اڈے یعنی ہیڈ کوارٹر کو ختم کر دیا گیا۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 72 دار الکتب العلمیة 1996ء)

(السیرة النبویة لابن هشام صفحه 816 دار الکتب العلمیة 2001ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 467 دارالسلام)

(فرہنگ سیرت صفحہ 84 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

تبوک کے سفر کے لیے ہر کوئی تیاری میں مصروف تھا۔ مالی قربانی کا سلسلہ بھی جاری تھا تا کہ اخراجاتِ سفر کا انتظام ہو سکے۔

غریب اور نادار صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو تیاری کے لیے ان کی مدد کی جاتی۔ اسی طرح صاحب حیثیت لوگ ان صحابہ کو بھی سواریاں وغیرہ مہیا کر رہے تھے جن کے پاس سواری نہ تھی کیونکہ سواری کے بغیر یہ سفر ممکن بھی نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد تھا کہ ہمارے ساتھ وہی شخص جائے جو قوی ہو اور سفر کی مشقت برداشت کر سکتا ہو اور اسے سواری اور زادِ راہ میسر ہو۔

اس موقع پر کچھ صحابہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے سواری کی درخواست کی اور وہ اس کے ضرورتمند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تو اَب کچھ نہیں جس پر تمہیں سوار کر سکوں۔ اس پر وہ روتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ ان صحابہ کے اخلاص و وفا اور بے بسی کی اس کیفیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح کیا ہے کہ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (التوبۃ: 92) اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تیرے پاس اس وقت آئے جب جنگ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ تو ان کو کوئی سواری مہیا کر دے۔ تو تُو نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کراؤں اور یہ جواب سن کر وہ چلے گئے اور اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ افسوس! ان کے پاس کچھ نہیں جسے خدا کی راہ میں خرچ کریں۔

یہ سورۂ توبہ کی آیت ہے۔

اس محرومی کے سبب سے ان کے کثرت سے رونے کی وجہ سے تاریخ و سیرت کی کتب میں ان کو بکّاؤُون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یعنی بہت زیادہ رونے والے۔ ان کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کتب میں تو اٹھارہ کے قریب نام ملتے ہیں البتہ زیادہ تر سات کے ناموں پر اتفاق ہے۔ اس میں سالم بن عمیر، علبہ بن زید، ابو لیلیٰ عبد الرحمٰن بن کعب، عمرو بن حمام، عبد اللہ بن مغفّل مزنی، ھرمی بن عبد اللہ اور عرباض بن ساریہ شامل تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یامین بن عمیر بن کعب نضری کی حضرت ابو لیلیٰ عبد الرحمٰن بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن مغفّلؓ سے راستے میں ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں رو رہے تھے۔ انہوں نے ان دونوں سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے کہ آپ ہمیں سواری مرحمت

فرمائیں مگر وہاں بھی ہمیں کوئی سواری نہیں ملی اور خود ہمارے پاس اتنا مال و دولت میسر نہیں ہے کہ سواری کا بندوبست کر سکیں اور آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جا سکیں۔ اس پر انہوں نے ان کو ایک پانی اٹھانے والا اونٹ دیا۔ ان دونوں نے اس پر کجاوہ رکھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے زادِ راہ کے لیے کچھ کھجوریں بھی ان کو دیں اور اس طرح یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ اس طرح ان کا انتظام ہوا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے بھی دو صحابہ کو سواری اور زادِ راہ مہیا کر دیا اور بقیہ تین کو حضرت عثمانؓ نے سواری اور زادِ راہ دے دیا۔ یوں یہ ساتوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 816 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

(انارۃ الدجی فی مغازی خیر الوریٰ ﷺ صفحہ 721 دار المنہاج 2006ء)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 75-74 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 182 دار الکتب العلمیۃ 1987ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 469 دار السلام)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے قبیلے کے لوگوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لیے درخواست کی۔ یہ بھی چھ لوگ تھے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں جو میں تم لوگوں کو دے سکوں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ مَیں دے سکوں۔ اس پر وہ لوگ روتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے لیکن اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے اونٹ خریدے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا یہ اونٹ لے جاؤ اور خود اور اپنے ساتھیوں کو دے دو۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے خود بیان فرمائی۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ بعض اشعری لوگوں کے ساتھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ آپؐ سے سواری مانگیں۔ آپؐ نے فرمایا بخدا! میں تمہیں سواری نہیں دوں گا اور میرے پاس سواری کے جانور نہیں کہ تمہیں سوار ہونے کے لیے دوں۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ لائے گئے اور آپؐ نے ہمارے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا وہ اشعری لوگ کہاں ہیں؟ اور آپؐ نے پانچ اونٹ جو سفید کوہان والے تھے ہمیں دینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ جب ہم چلے گئے تو ہم نے کہا کہ ہم نے جو کیا ہے وہ ہمیں کبھی مبارک نہیں ہو گا۔ ہم یہ خیال کر کے آپ کے پاس واپس گئے اور ہم نے کہا کہ آپ سے ہم نے درخواست کی تھی کہ ہمیں سواری دیں اور آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے۔ کیا آپ بھول گئے ہیں کہ آپ نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں سواری نہیں دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تمہیں سواری نہیں دی بلکہ اللہ ہی نے تمہیں سواری دی ہے اور میں تو بخدا جو قسم بھی ایسی کھا بیٹھوں کہ پھر اس کے سوا کسی اَور بات کو بہتر سمجھوں تو انشاء اللہ ضرور وہی بات کروں گا جو بہتر ہو گی اور اس قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا۔

یہ قسم مَیں نے کھائی ہے لیکن بعد میں انتظام ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے اور اگر مجھے شک بھی ہو کہ میں نے ایسی قسم کھائی ہے لیکن اس کے مقابلے میں کوئی بہتر بات سامنے آتی ہے تو میں وہ قسم ختم کر دیتا

ہوں اور اس کا کفّارہ ادا کر دیتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ہے اور یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواریاں مانگوں کیونکہ وہ بھی آپ کے ساتھ جیشِ عُسرہ میں ہیں اور یہی غزوۂ تبوک ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ انہیں سواریاں دیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! کوئی سواری نہیں کہ تمہیں دوں اور میں نے اتفاقاً آپ سے ایسے وقت میں مطالبہ کیا کہ جب آپ ذرا غصہ میں تھے اور میں نہیں جانتا تھا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انکار سے نیز اس خوف سے کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں مجھ پر ناراض نہ ہو گئے ہوں غمگین ہو کر لوٹ آیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں نے ان کو بتایا۔ بہت تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے بلال کو سنا کہ وہ عبد اللہ بن قیس پکار رہے تھے۔ میں نے ان کو جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تمہیں بلا رہے ہیں۔ یہ اعلان کرنے کا، بلانے کا وہاں طریقہ تھا۔ لاؤڈ سپیکر تو تھے نہیں اسی طرح اعلان کیا جاتا تھا۔ جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹوں کے جوڑے لے لو اور یہ جوڑے یعنی چھ اونٹ آپ نے حضرت سعدؓ سے اسی وقت خریدے تھے۔ فرمایا: جاؤ ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ اللہ یا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یہ سوار ہونے کے لیے دیتے ہیں اور اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں وہ اونٹ لے کر اِن کے پاس چلا گیا۔ میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اونٹ تمہیں سواری کے لیے دیتے ہیں مگر میں اللہ کی قسم تمہیں سوار ہونے نہیں دوں گا تاوقتیکہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ اس شخص کے پاس نہ جائے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات سنی تھی۔ یہ نہ سمجھو کہ میں نے خود تم سے کوئی بات بیان کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی۔ وہ کہنے لگے ہم تو آپ کو اپنے نزدیک سچا سمجھتے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انکار کیا تھا ناں۔ تو انہوں نے کہا اور بڑے محتاط تھے کہ کہیں یہ نہ سمجھو کہ پہلی دفعہ میں نے تمہیں اپنے پاس سے بات کر دی تھی کیونکہ تھوڑی دیر بعد اونٹ لے آیا ہوں۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ اگر کوئی آدمی تم میں سے وہاں موجود تھا تو اس کو بلاؤ تا کہ وہ میرا گواہ بنے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہی جواب دیا تھا اور پھر بعد میں اونٹوں کا انتظام ہوا۔ بہر حال لوگوں نے کہا کہ ہم تو آپ کو اپنے نزدیک سچا سمجھتے ہیں اور ہم ضرور وہی کریں گے جو آپ پسند کریں گے۔ حضرت ابو موسیٰؓ ان میں سے چند آدمی لے کر چلے گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس آئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو سواری دینے سے انکار کرنا اور پھر اس کے بعد ان کو دینا۔ تو انہوں نے ان سے وہی بیان کیا جو حضرت ابو موسیٰؓ نے ان سے بیان کیا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک... جلد 09 مترجم صفحہ 298-297 حدیث 4415)
(بخاری کتاب فرض الخمس باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین جلد 05 مترجم صفحہ 483-482 حدیث 3133)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم کھانے کے متعلق کہ اس کی کیا وجہ ہے اور پھر یہ کہ قسم کی کیا اہمیت ہے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک جگہ تفسیر میں اس کی وضاحت بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”یہاں ایک

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سواری تھی ہی نہیں تو آپ نے یہ قسم کیوں کھائی کہ خدا کی قسم! میں تمہیں سواری نہیں دوں گا۔ قرآن کریم، احادیث اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت آپ کے پاس سواری تھی ہی نہیں اور قسم کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز موجود ہو اور دینے سے انکار کر دیا جائے۔ اب کیا کوئی یہ قسم کھا سکتا ہے کہ میں چاند کے پاس نہیں جاؤں گا یا میں سورج کے پاس نہیں جاؤں گا یا کوئی یہ قسم کھاتا ہے کہ میں ایک ہی دفعہ ہاتھی نہیں نگلوں گا۔ اسی طرح سوال یہ ہے کہ جب آپ کے پاس سواری ہی نہ تھی تو آپ نے قسم کیوں کھائی؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ غیر متمدن اور غیر مہذب لوگ دوسرے کی بات کا اعتبار نہیں کرتے جب تک قسم نہ کھائی جائے۔ ہمارے پاس بعض اوقات ایسے لوگ آتے رہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا فلاں کام کرا دیں۔ ہم کہتے ہیں یہ کام ہم نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں آپ سب کچھ کر سکتے ہیں گویا ہم کام تو کر سکتے ہیں مگر جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی غیر متمدن اور غیر مہذب تھے وہ نئے نئے آئے تھے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، وقار، عظمت اور اعلیٰ اخلاق کا پتہ نہ تھا جب آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو انہوں نے سمجھا کہ سواری تو ہے مگر آپ انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے اصرار کیا کہ آپ تو بادشاہ ہیں، آپ کے پاس سواریاں کیوں نہ ہوں گی۔ مزید یہ کہ عرب لوگوں کی عادت ہے کہ ان کی کسی بات پر تسلی نہیں ہو سکتی جب تک قسم نہ کھائی جائے۔ معمولی معمولی باتوں پر وہ وَاللّٰہِ بِاللّٰہِ ثُمَّ تَاللّٰہِ کہتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کے سواری مانگنے کے اصرار کا ایک ہی جواب تھا کہ آپ قسم کھاتے۔ چونکہ ان لوگوں نے آپ کے جواب کو عذر اور بہانہ سمجھا تھا اس لیے آپ نے ان کی تسلی کے لیے اور پیچھا چھڑانے کے لیے قسم کھائی۔ وہ چلے گئے تو سواری بھی آگئی "بعد میں "اور آپ نے دوبارہ ان کو بلا کر سواری دے دی۔ پس وہ قسم اس لیے تھی کہ میرا وقت ضائع نہ کرو" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا یہ ایک اظہار تھا۔ گو منہ سے تو نہیں کہا لیکن اظہار یہی تھا کہ میرا وقت ضائع نہ کرو" اور اصرار نہ کرو اور سواری آپ نے اس لیے دی کہ یہ نیکی کا موقع تھا اور آپ اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

(نیکی کی تحریک پر فوراً عمل کرو، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 572-571)

سورہ توبہ کی آیت بانوے جو میں نے پہلے بھی پڑھی تھی کہ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (التوبۃ: 92) اور جس طرح کہ پہلے ترجمہ بیان ہوا ہے، اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرف ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تا کہ تُو انہیں (جہاد کے لیے ساتھ) کسی سواری پر بٹھالے تو تُو انہیں جواب دیتا ہے کہ میں تو کچھ نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر سکوں۔ اس پر وہ اس حال میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسو بہا رہی ہوتی ہیں کہ وہ کچھ نہیں رکھتے جسے راہِ مولیٰ میں خرچ کر سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی تفسیر میں لکھا کہ "یہ آیت اپنے اطلاق کے لحاظ سے عام ہی ہے مگر جن اشخاص کی طرف اشارہ ہے وہ سات غریب مسلمان تھے جو جہاد پر جانے کے لیے بیتاب تھے مگر اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے سامان نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس

ہے میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ واپس چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے تین اونٹ دیئے اور چار دوسرے مسلمانوں نے دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک آدمی کو ایک ایک اونٹ دے دیا۔(تفسیر فتح البیان جلد 06 صفحہ 372-371 سورۃ التوبۃ:92 مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ بیروت 1992ء) قرآن نے یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تا کہ ان غریب مسلمانوں کے اخلاص کا مقابلہ کر کے دکھائے جو تھے تو مالدار اور سفر پر جانے کے ذرائع بھی رکھتے تھے مگر جھوٹے عذر تلاش کرتے تھے۔ ''ایک طرف تو یہ حالت ہے غریبوں کی لیکن ایک جوش ہے، جذبہ ہے، ایمان ہے اور دوسری طرف مالدار لوگ ہیں جو کہتے تو اپنے آپ کو مسلمان تھے لیکن منافقت سے بھرے ہوئے۔ ''اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مدینے میں پیچھے رہ گئے تھے وہ سب منافق نہ تھے'' بلکہ بعضوں کے پاس سامان نہیں تھا اس لیے بھی ان کو پیچھے رہنا پڑا'' بلکہ ان میں مخلص مسلمان بھی تھے مگر وہ اس لیے نہیں جا سکے کہ ان کے پاس جانے کے سامان نہ تھے۔''

(دروس حضرت مصلح موعودؓ (غیر مطبوعہ) تفسیر سورۃ التوبہ زیر آیت 92)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ''مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس اعلان پر کہ ہم شام کی طرف جانے والے ہیں اخلاص اور جوش سے بڑھ بڑھ کر قربانیاں کر رہے تھے۔ غریب مسلمانوں کے پاس جنگ کے سامان تھے کہاں ؟'' ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ ''حکومت کا خزانہ بھی خالی تھا۔ ان کے آسودہ حال بھائی ہی ان کی مدد کے لیے آسکتے تھے۔ چنانچہ ہر شخص قربانی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس دن اپنے روپے کا اکثر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا جو ایک ہزار سونے کا دینار تھا یعنی...'' جس وقت آپ نے بیان کیا اس وقت ''25 ہزار روپیہ'' آجکل تو اس کی لاکھوں میں قیمت ہے۔ ''اِسی طرح اور صحابہؓ نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق چندے دیے اور غریب مسلمانوں کے لیے سواریاں یا تلواریں یا نیزے مہیا کئے گئے۔ صحابہؓ میں قربانی کا اِس قدر جوش تھا کہ یمن کے کچھ لوگ جو اسلام لا کر مدینہ میں ہجرت کر آئے تھے اور بہت ہی غربت کی حالت میں تھے ان کے کچھ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیے۔ ہم کچھ اور نہیں چاہتے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں وہاں تک پہنچنے کا سامان مل جائے۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے'' جیسا کہ پہلے پڑھا گیا ہے ''وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ''(التوبۃ: 92) یعنی اِس جنگ میں شریک نہ ہونے کا ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو تیرے پاس اس لیے آتے ہیں کہ تُو ان کے لیے ایسا سامان مہیا کر دے جس کے ذریعہ سے وہ وہاں پہنچ سکیں مگر تُو نے انہیں کہا کہ میرے پاس تو تمہیں وہاں پہنچانے کا کوئی سامان نہیں۔ تب وہ تیری مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہتے تھے کہ افسوس ان کے پاس کوئی مال نہیں جس کو خرچ کر کے وہ آج اسلامی خدمت کر سکیں۔ ابو موسیٰ ان لوگوں کے سردار تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مانگا تھا؟ تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم نے اونٹ نہیں مانگے، ہم نے گھوڑے نہیں

مانگے، ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم ننگے پاؤں ہیں۔ ”ہمارے پاس تو پاؤں میں جوتی بھی نہیں ہے۔ بوٹ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس جوتی بھی نہیں“ اور اتنا لمبا سفر پیدل نہیں چل سکتے۔ اگر ہم کو صرف جوتیوں کے جوڑے مل جائیں تو ہم جوتیاں پہن کر ہی بھاگتے ہوئے اپنے بھائیوں کے ساتھ اِس جنگ میں شریک ہونے کے لیے پہنچ جائیں گے۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 361-360)

یہ جذبہ تھا۔

اس غزوہ پر جاتے ہوئے مدینہ میں قائمقام بنانے کے بارے میں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو اپنا نائب بنایا۔ اس کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ میں اپنا امیر مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ حضرت سباع بن عرفطہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن امّ مکتومؓ کے نام بھی آتے ہیں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 185 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

ان مختلف روایات کو اگر دیکھا جائے کہ کس طرح ان میں مطابقت پیدا کی جائے، کس طرح اس کی تطبیق کی جائے۔ ان چاروں کے جو نام آتے ہیں ان کو کس طرح سمجھا جائے کہ واقعی یہ صحیح ہیں کہ نہیں تو ایک یہ ہے کہ یہ چاروں افراد ہی نائب مقرر کئے گئے تھے لیکن ان کی ذمہ داریوں میں فرق تھا۔ حضرت علیؓ کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کی دیکھ بھال تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ اہلِ مدینہ کے عمومی امور کے ذمہ دار تھے اور حضرت عبد اللہ بن امّ مکتومؓ کے ذمہ نمازوں کی امامت تھی۔ حضرت سباع بن عرفطہؓ کو پہلے مدینہ کا عمومی نائب مقرر کیا تھا اور پھر ان کی جگہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو نامزد کر دیا گیا تھا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ 480 بزم اقبال لاہور)

چونکہ یہ ایک لمبا سفر تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خانہ کی خبر گیری اور گھریلو ضروریات کی تکمیل کے لیے حضرت علیؓ کو مدینہ میں ہی رہنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ منافقین جن کا کام ہی طعن و تشنیع تھا، حضرت علیؓ کے مدینہ میں چھوڑے جانے پر باتیں بنانے لگے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بوجھ تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ لے کر نہیں گئے۔ ان طعنوں کو سن کر یا ارد گرد منافقین کو دیکھ کر خود ہی گھبرا کر حضرت علیؓ نے اسلحہ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مدینہ سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر جرف مقام پر ہی مقیم تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنی فکر اور گھبراہٹ کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ آئے ہیں۔ میں طاقتور بھی ہوں، حیثیت بھی رکھتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی دلداری فرماتے ہوئے ایسا فقرہ فرمایا جو حضرت علیؓ کی عظمت اور شان کو چار چاند لگا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اَلَا تَرْضٰی أَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ کہ اے علی! کیا تم خوش نہیں کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے سوائے اس کے کہ تم میرے بعد نبی نہیں۔ یعنی حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ان کے پیچھے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے قائمقام تھے لیکن وہ تو نبی بھی تھے تم بھی میرے قائمقام ہو

گے لیکن نبی نہیں ہو گے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ جلد 09 مترجم صفحہ 299 حدیث 4416)
(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 472 دارالسلام)

تبوک کے لیے مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاری کے لیے ہر قسم کے ظاہری اسباب کرنے کے بعد دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور تیاری کے آغاز سے لے کر تبوک کی طرف روانگی تک یہ دعا کرتے رہے: اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِهِ الْعِصَابَةُ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْأَرْضِ۔ اے خدایا! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر اس روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ عجیب اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے غزوہ یعنی غزوۂ بدر کے موقع پر بھی اس دعا کا ذکر ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری غزوہ کے موقع پر بھی اس دعا کا ذکر ملتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 18 صفحہ 232-231 دار احیاء التراث العربی 2002ء)
(کنز العمال جلد 7 جزء 13 صفحہ 18 حدیث: 36183 دار الکتب العلمیۃ 2004ء)
(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 434 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

بہرحال شدید گرمی کے موسم میں لمبے سفر اور دیگر بہت سے مسائل اور منافقوں کے پراپیگنڈے کے باوجود تیس ہزار کی تعداد میں ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ اس میں دس ہزار گھڑ سوار تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی بھی غزوہ کے لیے سب سے بڑا لشکر تھا۔ لشکر کی تعداد مختلف روایات میں مختلف بتائی گئی ہے۔ ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار کا بھی قول ملتا ہے۔ ایک روایت میں لشکر کی تعداد ستر ہزار بھی ذکر کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار گھوڑے یا بعض کے نزدیک بارہ ہزار گھوڑے تھے۔

مؤرخین کا اتفاق تیس ہزار پر ہی ہے اور اکثر مؤرخین نے تیس ہزار کی روایت کو صحیح کہا ہے اور یہ ایک اندازہ ہے کیونکہ اس وقت مجاہدین کے شمار کے لیے کوئی رجسٹر یا ریکارڈ وغیرہ تو نہیں ہوتے تھے جیسا کہ بعد میں خلافت راشدہ میں یہ طریق جاری ہو گیا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 185 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2002)
(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 474 دارالسلام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور قبائل عرب کی ہر شاخ کو یہ حکم دیا کہ وہ لواء یعنی چھوٹا جھنڈا یا رأیہ بڑا جھنڈا بنالیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ حضرت زبیرؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت ابو دجانہؓ یا بعض روایات کے مطابق حضرت حباب بن منذرؓ کو بھی جھنڈے عطا کیے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 125 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)
(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 186 غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)
(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 83 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)
(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 475 دارالسلام)

اس وقت قافلوں میں نکلتے تھے تو کوئی نہ کوئی گائیڈ جو رستوں کا اچھی طرح واقف ہو وہ بھی رکھا جاتا تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر اس کے تقرر کے بارے میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبر کے طور پر علقمہ بن فغواء خزاعی اور اس کے والد کو منتخب فرمایا جو رستوں سے اچھی طرح واقف تھے اور جلد تر صحیح رستے سے لے جاسکتے تھے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد4 صفحه84 دار الکتب العلمیة بیروت1996ء)

حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن نکلے اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد و السیر باب من اراد غزوة فوری بغیرها... حدیث 2950)

عمومی دستور کے مطابق مدینہ سے کچھ فاصلے پر ثنیۃ الوداع کے مقام پر لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور پھر جب ساری تیاری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول بھی اپنے ایک آخری منافقانہ حربے کے طور پہ ایک لشکر لے کر ثنیۃ الوداع کے نچلی طرف کوہ ذباب پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور یہی تاثر دیے ہوئے تھا کہ جیسے وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ تبوک کے لیے تیار ہے لیکن جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو عبداللہ بن اُبَیّ یہ کہہ کر اپنے لشکر سمیت یا کہا جاتا ہے کہ اس کا لشکر کافی بڑی تعداد میں تھا مدینہ واپس آ گیا کہ یہ مسلمان رومیوں کے ساتھ جنگ کو ایک کھیل سمجھ رہے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آ گیا یہ کوئی کھیل تو نہیں ہے۔ رومی بہت بڑی حکومت ہے۔ اس نے یہ کہا کہ اتنی سخت گرمی اور ان حالات میں اتنا دور کا سفر کوئی سمجھداری کا کام نہیں۔ کہنے لگا میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو رومیوں کے ہاتھوں میں قیدی کے طور پر دیکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا اور مقصد یہ تھا کہ شاید مسلمانوں کا دل چھوٹا ہو جائے گا اور اس کے زعم میں شاید کچھ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں گے لیکن یہ ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد ہی لوٹا۔ اس نے جنگ احد میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اس وقت بھی یہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ کچھ دُور تک ساتھ گیا تھا اور پھر راستے میں اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس چلا گیا تھا جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد ایک ہزار تھی اور پھر سات سو باقی رہ گئے تھے اور یہ تو کافی بڑا لشکر تھا۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد4 صفحه84 جلد2 صفحه401-400 دار الکتب العلمیة1996ء)

(تاریخ الطبری جلد2 صفحه182 دار الکتب العلمیة بیروت2012ء)

بہرحال یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ اس غزوہ میں ایک غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شامل ہونے کے لیے آ گیا۔ آپؐ کو جب یہ بات پتہ لگی تو آپؐ نے بغیر اجازت شامل ہونے والے غلام کو تنبیہ کی اور اس کی تفصیل میں وہاں لکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الوداع میں پڑاؤ کے دوران ایک مسلح غلام کو دیکھا جو اپنی مالکہ کی اجازت کے بغیر آیا تھا تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ تم اپنی مالکہ کے پاس واپس چلے جاؤ۔ آپؐ نے اس سے پوچھا اس نے بتایا کہ نہیں۔ اجازت نہیں لی۔ آپؐ نے کہا واپس چلے جاؤ اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک مت ہونا۔ اگر تم جنگ میں قتل ہو گئے تو آگ میں جاؤ گے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد4 صفحه84-83 دار الکتب العلمیة بیروت1996ء)

یعنی یہ جو امانت داری ہے اس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ مالک سے اجازت لی جائے۔

بہر حال اس غزوہ کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بھی بیان کروں گا۔

کچھ مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا جنازہ بعد میں پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرم غلام محی الدین سلیمان صاحب۔ مربی سلسلہ انڈونیشیا۔ یہ گذشتہ دنوں ستاسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے دادا حاجی دامیری صاحب نے 1932ء میں مولانا رحمت علی صاحب مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرحوم مزید تعلیم کے حصول کے لیے ربوہ چلے گئے اور وہاں ان کو جامعہ ربوہ کی فصل خاص میں داخلہ مل گیا۔ جولائی 85ء میں یہ وہاں سے شہادت الاجانب کا امتحان پاس کر کے واپس انڈونیشیا آ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں انہوں نے پاس کیا تھا۔ آپؒ نے ان کا تقرر انڈونیشیا میں جکارتہ اور وہاں کے مختلف شہروں میں کیا اور علاقائی مبلغ کے طور پر یہ کام کرتے رہے۔ اسی طرح مرکزی کمیٹیوں کے بھی ممبر رہے۔ ان کا عرصہ خدمت کم و بیش چالیس سال ہے۔ ان کے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہے۔

ان کے ایک بیٹے مصلح الدین احسان صاحب مربی سلسلہ ہیں اور وہ بھی وہیں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے بارے میں سب ملنے والوں اور عزیزوں نے ان باتوں کا اظہار کیا ہے کہ ایک مخلص، سادہ اور بے حد محبت کرنے والے انسان تھے۔ اپنی زندگی ہمیشہ خدمت دین، سلسلہ احمدیہ اور دوسروں کی بھلائی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کے اندر عاجزی، نرمی اور اصول پسندی نمایاں تھی۔ جو بھی آپ سے ملتا آپ کے خلوص اور سادہ مزاج سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ تعلیم و تربیت کے میدان میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ نے ہمیشہ علم کے ساتھ اخلاق کو اہمیت دی اور ہر وقت اس بات کی فکر رہی کہ نئی نسل کو اچھے کردار اور ایمان کی بنیاد پر تیار کیا جائے۔ تبلیغ کے کام میں بھی آپ نے دل و جان سے حصہ لیا اور ہمیشہ اخلاص، وقار اور محبت کے ساتھ اپنا پیغام پہنچایا۔ خلافت سے آپ کی گہری وابستگی تھی۔ آپ کی وفاداری مثالی تھی۔ ایک متوکّل علی اللہ انسان تھے۔ آخری ایام میں آپ نے بڑے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ بیماری میں بھی کوئی شکوہ زبان پہ نہیں لائے اور ہمیشہ شکر کے جذبات کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ اور ذکر مکرم ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب کا ہے۔ یہ امیر ضلع ملتان بھی رہے ہیں اور پھر اس کے بعد نائب وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ بھی رہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے شامل ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مکرم میاں محمد عمر سہگل صاحب مرحوم کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے خلافت ثانیہ کے دور میں احمدیت قبول کی تھی۔

یہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے میٹرک کے بعد وقف کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا اور آپ نے فرمایا کہ تعلیم حاصل کرو۔ بہر حال تعلیم حاصل کرنے کے لیے سائنس میں

دلچسپی تھی اس وقت فضل عمر ریسرچ سینٹر بنانے کا پروگرام تھا تو انہوں نے پہلے وہاں سے ایم ایس سی کیمسٹری کی اور پھر یہاں یوکے سے کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی اور آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے ایک استاد نوبیل پرائزونر بھی تھے۔ بہرحال جب یہ آ گئے تو فوری طور پر اس وقت تو انسٹیٹیوٹ نہیں بن سکا تھا اس لیے حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو وہاں نہیں لگایا اور یہ فارغ ہی تھے تو ان کے والد نے کہا کہ جب تک جماعت کو ضرورت نہیں ہے ان کو اجازت دیں کہ وہ میرے ساتھ کاروبار میں شریک ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو گئے لیکن اس کے ساتھ ہی مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمت کی بھی ان کو توفیق ملی۔ تقریباً چودہ پندرہ سال بطور امیر ضلع ملتان خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح فرقان فورس میں بھی شامل ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں کلکتہ میں دو خاندانوں کا کوئی معاملہ تھا، لمبا جھگڑا تھا اور وہ ان کے عزیزوں میں سے بھی تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کمیشن بنا کے ان کو وہاں تحقیق کے لیے بھیجا اور انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے معاملہ طے کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان سے یہ اظہار کیا تھا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ رشتہ داری کا بھی خیال نہیں رکھیں گے اور بڑی ایمانداری سے فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر یہ یوگنڈا بھی گئے وہاں آئل مل نصب کرنی تھی۔ اپنی نگرانی میں وہاں آئل مل لگوائی اور اسی طرح افریقہ کے تین اَور مختلف ممالک میں اور ایک یورپین ملک میں بھی ان کو بعض ذمہ داریاں سپرد کی گئیں جو انہوں نے سرانجام دیں۔ ملتان میں ان کی edible آئل کی اپنی بھی بڑی آئل مِل تھی اور چاہے وہ اپنا بزنس ہی کرتے تھے لیکن یہ احساس ان پر ہمیشہ غالب رہا کہ میں واقف زندگی ہوں اور اپنی کاروباری مصروفیات کو بھی جماعتی کاموں پر قربان کر دیتے تھے۔

بہرحال 2003ء میں انہوں نے مجھے لکھا کہ اب میں وقف کرنا چاہتا ہوں۔ باقی زندگی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کو وہاں تحریکِ جدید میں نائب وکیل التصنیف کے طور پر لگایا۔ پڑھے لکھے تھے۔ ان کی انگریزی بھی اچھی تھی۔ دینی علم بھی تھا تو یہ کام انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

ان کے بیٹے محمود سہگل صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک فعال، بامقصد اور عبادت گزار زندگی گزارنے کی توفیق پائی۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مضامین پر تدبر کرنا بھی آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ کی وفات پر افسوس کرنے والوں میں سے اکثر نے یہی کہا کہ آپ کے مزاج میں نرمی تھی۔ شفقت رکھنے والے اخلاص کے جذبہ سے سرشار تھے۔ محبت کرنے والے انسان تھے اور ان کا راہنمائی اور تربیت کا بہت پیارا انداز تھا۔ کہتے ہیں ہمیں بھی ہمیشہ نظام جماعت کی اطاعت کی تلقین کرتے اور اگر کوئی اصلاح طلب بات دیکھو بھی تو اپنی رائے صرف مناسب فورم پر دو۔ ہر جگہ باتیں نہ کیا کرو۔ اور ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ تم لوگوں کو نہ دیکھو، عہدیداروں کی طرف نہ دیکھو تم نے خلیفہ وقت کی بیعت کی ہے بس یہ خیال رکھو کہ جو بات ہم نے کرنی ہے خلیفہ وقت سے کرنی ہے اور اس سے وفا کا عہد پورا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا ذکر مکرمہ بشریٰ پرویز منہاس صاحبہ کا ہے جو پرویز منہاس صاحب یو ایس اے کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

چودھری فضل احمد صاحب سابق مینیجر کریم نگر اور نصرت آباد۔ وہاں کے جماعت کے جو فارم تھے یہ ان کے مینیجر تھے۔ یہ ان کی بیٹی تھیں اور شادی سے قبل بھی یہ حیدر آباد سندھ میں لجنہ میں کافی خدمات انجام دیتی رہیں۔ پھر راولپنڈی رہیں یہاں بھی ان کو خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اور وہاں حیدر آباد، پنڈی میں حلقہ کی یہ صدر لجنہ تھیں پھر خاوند کے ساتھ امریکہ چلی گئیں تو وہاں بھی اپنی مجلس میں نائب صدر کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔

صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، متوکّل علی اللہ، خلافت کی شیدائی، مہمان نواز، ملنسار، نافع الناس، غریب پرور، بڑی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ چندوں میں باقاعدہ اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی تھیں۔ ان کا خلافت سے بڑا تعلق تھا۔ ہمیشہ خط لکھتی تھیں اور دعا کے لیے مجھے بھی لکھا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ کوئی اولاد نہیں تھی ان کی لیکن دوسروں کے بچوں پر بڑی شفقت کا سلوک کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 14 / نومبر 2025ء جلد 32 شمارہ 271 صفحہ 02 تا 07)

44

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 31/ اکتوبر 2025ء بمطابق 31/ نبوت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

غزوۂ تبوک کا آجکل ذکر ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے اس بارے میں تاریخ ہمیں مزید یہ بتاتی ہے کہ اسلامی لشکر کی تبوک کے لیے روانگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا پڑاؤ ذوخشب مقام پر کیا۔ ذوخشب مدینہ سے ایک رات کی مسافت پر شام کے راستے پر ایک وادی ہے جہاں بڑی تعداد میں پانی کے چشمے ہیں۔ وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر اور عصر جمع کر کے ادا کرنی شروع فرمائی۔ اس سفر کے دوران ظہر اور عصر اور مغرب، عشاء مستقل طور پر ہی جمع کر کے ادا کرتے رہے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 2 صفحہ 386 باب غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2004ء)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 484 بزم اقبال لاہور)

(فرہنگ سیرت صفحہ 114 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

دورانِ سفر جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا اس کے بارے میں مکمل تفصیلات تو نہیں ملتیں ان میں سے بعض مقامات کے صرف نام درج ہیں وہ بھی آگے اگر موقع ملا تو ان شاء اللہ بیان ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تھے کہ آپؐ کے کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل گیا۔ آپؐ نے ظہر اور عصر جمع کیں اور اگر آپؐ سورج ڈھلنے سے پہلے چل پڑتے تو ظہر میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ عصر کے لیے اترتے اور مغرب میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اگر آپ کے چلنے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء جمع کرتے اور اگر سورج غروب ہونے سے پہلے آپ چل پڑتے تو مغرب میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ عشاء کے لیے اترتے پھر دونوں کو جمع کرتے۔

(سنن ابی داؤد کتاب صلاۃ السفر باب الجمع بین الصلوتین حدیث 1208، 1210)

ذکر آتا ہے کہ **اس سفر میں حضرت عبد الرّحمان بن عوفؓ کو امامت کی سعادت ملی** جس کا واقعہ یوں ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے فجر کی نماز سے پہلے تشریف لے گئے۔ میں نے آپؐ کے ساتھ پانی کی چھاگل اٹھالی یعنی پانی اٹھا کے آپؐ کے ساتھ ہی چل پڑا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف واپس آئے تو میں فاصلے پر کھڑا تھا تو میں چھاگل سے آپؐ کے ہاتھ پر پانی ڈالنے لگا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے۔ یہاں یہ وضو کا طریقہ بیان کر رہے ہیں۔ یعنی سفر میں کس طرح وضو کیا۔

پھر آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا۔ پھر آپؐ اپنے بازوؤں کو اپنے جُبّہ سے باہر نکالنے لگے لیکن جبے کی

آستینیں تنگ تھیں اس لیے آپ نے اپنے ہاتھ جبے کے اندر داخل کیے اور اپنے بازو جبے کے نیچے سے نکال کر کہنیوں تک دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنے موزوں پر مسح کیا یعنی جرابیں اس وقت پہنی ہوئی تھیں تو جرابوں پر مسح کیا۔ ان کو صاف کیا۔ پھر آگے چل پڑے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں بھی آپؐ کے ساتھ آگے چلا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو پایا کہ وہ حضرت عبد الرّحمان بن عوفؓ کو آگے کر چکے تھے، وہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میں سے ایک رکعت پائی یعنی وہ لوگ ایک رکعت پہلے پڑھ چکے تھے اور آپؐ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ جب حضرت عبد الرّحمان بن عوفؓ نے سلام پھیرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اس بات نے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا کر دی اور بکثرت تسبیح کرنے لگے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ختم کر لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا یا فرمایا اچھا کیا۔ آپؐ نے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کی وجہ سے ان کی تعریف کی۔ (صحیح مسلم مترجم جلد 2 صفحہ 185-184 کتاب الصلاۃ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم اذا تاخر الامام حدیث 632)

قومِ ثمود کے کھنڈروں سے گزرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کے دوران حِجر میں قیام فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ اس کے کنوئیں سے نہ پئیں اور نہ اس سے پلائیں۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم نے تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور ہم نے اپنے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ گوندھا ہوا آٹا پھینک دو اور جو پانی پاس ہے اس پانی کو بھی انڈیل دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا پھینکنے کا ارشاد فرمایا اور حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہے اسے پھینک دو۔ یعنی اس جگہ سے لیے گئے پانی سے گوندھنے والے آٹے کو پھینکنے کا ارشاد فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صالحا حدیث 3378)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ اس کنوئیں کا پانی پیو اور نہ اس سے وضو کرو بلکہ اس کے پانی سے جو آٹا تم نے گوندھا ہوا ہے اسے اونٹوں کو کھلا دو خود اس میں سے ہرگز نہ کھاؤ۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 183 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی لیں جہاں حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پینے کے لیے آیا کرتی تھی اور اس کنوئیں سے نہ لیں۔ یہ جو کنواں تھا اس سے منع کیا تھا کہ وہاں سے نہیں لینا بلکہ آپؐ نے فرمایا اس کنوئیں سے لیں جہاں حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پینے کے لیے آیا کرتی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صالحا حدیث 3379)

شارح بخاری ابن حجر عسقلانی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کنوئیں، حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے کنوئیں کا علم وحی کے ذریعہ سے ہوا تھا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 06 صفحہ 469 قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حِجر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کی بستیوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے ظلم کیا مگر یہ کہ تم رو رہے ہو۔ بڑی خوف کی، خشیت کی

حالت ہونی چاہیے۔ جن قوموں پہ عذاب آیا تھا ان کی بستیوں سے گزر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے یہاں سے گزرو مبادا تمہیں وہ مصیبت پہنچے جو انہیں پہنچی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صالحا حدیث 3380)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ وادی پار کر لی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب نزول النبی ﷺ الحجر حدیث 4419)

یہ جو حِجر نام ہے یہ ایک علاقہ ہے۔ اس کا تعارف یہ ہے کہ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ علاقہ آتا ہے۔ وہاں پر حضرت صالحؑ کی قوم ثمود آباد تھی۔ اس علاقے کا نام حِجر تھا۔ آجکل یہ علاقہ مدائنِ صالح کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ نے اس قوم کو کثیر نعمتوں سے نوازا۔ سرسبز کھیت تھے، بہتے چشمے تھے، کھیتی باڑی کا وسیع انتظام تھا، کھجور اور دیگر پھلوں کے باغات تھے۔ بے مثل قوت اور صلاحیت کے حامل تھے یہ لوگ۔ بڑا potential تھا ان لوگوں کا، محنت کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قدرتی وسائل سے، ذرائع سے نوازا بھی خوب ہوا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک ان کی skill تھی کہ یہ لوگ پہاڑوں میں گھر بنانے والے تھے۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی ان کے لیے بطور نشان تھی لیکن انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس پر اللہ نے انہیں عذاب سے تباہ و برباد کر دیا۔ قرآن کریم میں اس قوم کا نام اصحاب الحجر آیا ہے اور قرآن کریم میں الحجر نام کی سورت بھی ہے۔ (اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 485 دارالسلام)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 490 بزم اقبال لاہور)

اس سفر میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہونے کا واقعہ** بھی ملتا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء گم ہو گئی۔ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے ڈھونڈنے کے لیے نکلے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمارہ بن حزمؓ بھی تھے جو کہ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور بدری صحابی تھے۔ حضرت عمارہؓ کے خیمے میں زید بن صلت تھا جو یہودی قبیلہ بنو قینقاع سے تعلق رکھتا تھا اور یہودی تھا پھر مسلمان ہوا لیکن مسلمان ایسا ہی تھا کہ اس نے منافقت کا اظہار کیا۔ پوری طرح ایمان مضبوط نہیں تھا۔ تو اس طرح یہاں بھی اس کا اظہار ہوا ہے اور وہ اس طرح ہوا کہ زید نے خیمے والوں سے کہا جبکہ حضرت عمارہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ وہ خود نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں گئی ہے۔ زید اپنے خیمے میں یہ بات کر رہا تھا تو عین اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارہؓ سے فرمایا جبکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص نے یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو تو بتاتا ہے کہ وہ نبی ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے جبکہ وہ خود نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مَیں نہیں جانتا ماسوا اس کے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے۔ غیب کا علم تو میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ جو بتاتا ہے میں وہی بتاتا ہوں اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے متعلق بتا دیا ہے کہ وہ فلاں فلاں گھاٹی میں

ہے اور ایک گھاٹی کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس منافق کی بات سن کے فوراً غیرت دکھائی اور آپؐ کو کشفاً بتا بھی دیا یا الہاماً بتایا کہ وہاں فلاں جگہ ہے۔ اس کی مہار ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ پس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس صحابہؓ گئے اور اسے لے آئے۔ پھر حضرت عمارہؓ اپنے خیمے کی طرف گئے اور کہا اللہ کی قسم! آج ایک عجیب بات ہوئی ہے۔ ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک شخص کی بات کے متعلق بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا تھا۔ حضرت عمارہؓ کے خیمے میں سے ایک شخص نے بتایا کہ اللہ کی قسم! جو بات آپ نے ابھی بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو یہ جو بیٹھا ہوا شخص زید ہے اس نے آپ کے آنے سے پہلے بالکل یہی بات کی تھی۔ اس پر حضرت عمارہؓ نے زید کو گریبان سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میرے خیمہ میں ایک سانپ تھا اور میں اس کو اپنے خیمے سے باہر نکالنے سے بے خبر تھا اور زید کو مخاطب کر کے کہا کہ آئندہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زید نے بعد میں توبہ کر لی اور بعض کا خیال ہے کہ اسی طرح شرارتوں میں ملوث رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 18 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

ایک روایت میں ہے کہ جو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مقام سے اونٹنی تلاش کر کے لائے وہ حضرت حارث بن خزمہؓ تھے۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 603 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

اس سفر میں زادِ راہ یعنی راشن، کھانے پینے کا سامان بھی کم ہو گیا۔

اس کی تفصیل میں لکھا ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے پانی لانے والے اونٹ ذبح کر لیں اور ہم کھائیں اور چکنائی استعمال کریں۔ آپؐ نے فرمایا کر لو۔ کافی حالت خراب ہے بھوک سے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کو جب پتہ لگا تو وہ آئے اور اس پر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ ہاں! لوگوں کو اپنا باقی ماندہ زاد راہ لانے کا ارشاد فرمائیں اور پھر ان کے لیے اس پر برکت کے لیے دعا کریں۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت رکھ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور بچھا دیا اور پھر سب کے باقی ماندہ زاد یعنی کھانے کے سامان منگوائے۔ کوئی مٹھی بھر مکئی لایا، کوئی مٹھی بھر کھجوریں، کوئی روٹی کا ٹکڑہ وغیرہ لے کر آیا یہاں تک کہ اس دستر خوان پر اس میں سے کچھ تھوڑا سا اکٹھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں لے لو۔ انہوں نے برتنوں میں اس کو لے لیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اس کو بھر لیا۔ پھر سب نے کھایا اور سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جو شخص بغیر کسی شک کے ان دونوں شہادتوں کے ساتھ خدا سے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید ... حدیث 45(27))

اس سفر میں مختلف واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان میں ایک واقعہ دو اشخاص کی لڑائی کا بھی ہے۔

حضرت یعلی بن امیہؓ نے بیان کیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شامل ہوا۔ میرا ایک نوکر تھا اس نے ایک آدمی سے لڑائی کی اور ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹا۔ کہتے تھے کہ جس کے ہاتھ پر کاٹا گیا تھا اس نے اپنے ہاتھ کو کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس نے اس کے سامنے والے دو دانتوں میں سے ایک کو اکھیڑ دیا۔ اتنی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا کہ نکل نہیں رہا تھا جب اس نے زور لگایا تو جو دانت کاٹ رہا تھا، جس کے منہ میں ہاتھ تھا اس کے دانت اس کھینچنے کی وجہ سے اکھڑ گئے۔ بہرحال وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس کا دانت ٹوٹا تھا اس نے دیت کا مطالبہ کیا کہ اس نے میرا دانت توڑا ہے مجھے اس کا معاوضہ دیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ساقط قرار دیا۔ انہوں نے کہا یہ غلط ہے یعنی دیت کا حقدار قرار نہیں دیا اور فرمایا کیا وہ اپنے ہاتھ کو تمہارے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تم اس کو چبا ڈالتے۔ گویا وہ اونٹ کے منہ میں ہے جو اسے چبا ڈالتا ہے۔ یعنی جس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا اس نے اپنے بچاؤ میں جب ہاتھ کھینچا تو اس وجہ سے دانت ٹوٹا ہے تو کوئی دیت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ، حدیث 4417 مترجم جلد 9 صفحہ 300-299)

(سنن ابن ماجہ کتاب الدّیات باب من عضّ رجلا فنزع یدہ فندرثنایاہ حدیث نمبر 2656)

پس فیصلہ دیت کا بھی حقائق اور حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ یونہی بغیر حقائق دیکھے دیت نہیں دی جاتی۔

اسی طرح اس سفر کے واقعات میں سے بعض اَور واقعات بھی ہیں۔ مثلاً حضرت ابو حمید ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں دورانِ سفر جب آپ وادی قُریٰ میں پہنچے تو وہاں کھجور کا ایک باغ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: اندازہ لگاؤ کتنی کھجور ہو گی؟ اس پر سب نے اندازہ لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دس وسق یعنی قریباً اٹھارہ سو کلو کا اندازہ لگایا کہ اتنی کھجور اس میں سے اترے گی۔ باغ میں اس کی مالک جو عورت تھی وہ کھڑی تھی۔ پھر آپؐ نے اس سے فرمایا جب تم اس باغ کا پھل اتارو تو وزن یاد رکھنا کہ کتنا تھا؟ راوی کہتے ہیں کہ تبوک سے واپسی پر جب ہم اسی باغ کے پاس پہنچے تو اس عورت سے پوچھا کہ کتنا پھل اترا تھا؟ تو اس نے بعینہٖ وہی بتایا جو اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا یعنی دس وسق۔

اسی طرح یہ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم تبوک میں آئے تو آپؐ نے فرمایا ہوشیار رہنا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی اور کوئی بھی شخص کھڑا نہ رہے اور جس کے ساتھ اونٹ ہے وہ اونٹ کے گھٹنے بھی باندھ دے اور اگر کسی کو ضرورت کے لیے باہر جانا پڑے تو اکیلا نہ جائے بلکہ دو افراد مل کر جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آندھی کے طوفان کا اندازہ ہو گیا تھا یا ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا ہو۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے تعمیل ارشاد میں اپنے اونٹوں کو باندھ دیا اور پھر اس رات بہت زور کی آندھی چلی۔ ایک شخص کھڑا تھا تو آندھی نے اس کو طَے قبیلہ کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب خرص التمر حدیث 1481 مترجم جلد 3 صفحہ 125-124)

(صحیح مسلم نور فاؤنڈیشن جلد 12 صفحہ 184)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 489 دار السلام)

ایک اَور روایت میں ہے کہ بنو ساعدہ کے دو شخصوں نے اس ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ ایک تنہا قضائے

حاجت کے لیے نکلا اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں اکیلا نکل گیا۔ جو قضائے حاجت کے لیے گیا تھا اس کو مرض خنّاق ہو گیا جو گلے کی ایک بیماری ہے اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے تیز ہوا نے اڑا کر طَے کے دونوں پہاڑوں کے درمیان جا پھینکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بغیر کسی کو ساتھ لیے باہر نکلنے کی ممانعت نہیں کر دی تھی؟ ان میں سے جو بیمار ہو گئے تھے ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو وہ اچھے ہو گئے اور دوسرے جو طَے کے پہاڑوں میں جا گرے تھے ان کو خود طَے قبیلہ والے بعد میں آپ کے پاس مدینہ میں لے آئے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 183 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(فیروز اللغات صفحہ 596 فیروز سنز)

ایک روایت میں ہے کہ آندھی کے بعد جب لوگوں نے صبح کی تو ان کے پاس پانی موجود نہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا وہ ان پر خوب برسا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مشکیں بھر لیں اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 819 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **کی دعا کے نتیجہ میں سفر تبوک کے دوران معجزانہ طور پر بارش** کے ایک اَور واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے یہ کہا گیا کہ آپ ہمیں غزوۂ تبوک کے بارے میں کچھ بتائیں تو انہوں نے بتایا کہ ہم شدید گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ ہمیں پیاس لاحق ہو گئی یہاں تک کہ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہماری گردنیں کٹ جائیں گی، یہاں تک کہ یہ عالم ہو گیا کہ ایک شخص پانی کی تلاش میں جاتا اور وہ واپس نہ آتا تو ہم یہ گمان کرتے کہ شاید وہ مر گیا ہے۔ ایک شخص اپنے اونٹ کو قربان کرتا وہ اس کے معدے سے پانی نچوڑ کر اسے پیتا تھا اور جو باقی بچ جاتا وہ (گرمی کی حدت کو کم کرنے کے لئے) پیٹ پر ڈال لیتا۔ اپنے پیٹ میں جو بھی اس نے جگہ رکھی ہوئی تھی۔ میرا خیال ہے یہاں container مراد ہے اس میں رکھ لیتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا میں بھلائی رکھی ہے تو آپؐ ہمارے لیے دعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس کے لیے دعا کروں؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے۔ ابھی آپؐ کے ہاتھ واپس نہیں آئے تھے کہ بادل نے سایہ کر دیا اور بارش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے اپنے پاس موجود سب چیزیں بھر لیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے اس بات کا جائزہ لیا تو لشکر سے آگے کہیں بارش نہیں ہوئی تھی۔

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، جلد 9 صفحہ 490 دار السلام)

(صحیح ابن حبان کتاب الطھارۃ باب ذکر الخبر الدال علی ان فرث مایؤکل لحمہ غیر نجس حدیث 1383 دار المعرفۃ بیروت)

اسی طرح **تبوک کے چشمے میں پانی بڑھ جانے کے معجزے** کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کے سال نکلے۔ آپؐ نمازیں جمع کرتے تھے۔ آپؐ ظہر، عصر اور مغرب عشاء اکٹھی ادا فرماتے۔ ایک روز آپؐ نے نماز میں کچھ تاخیر فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ظہر و عصر کی نمازیں جمع کیں۔ پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ پھر حضور نے فرمایا کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور جب تک خوب دن نہ نکل آئے تم اس تک نہیں پہنچو گے۔ پس تم میں سے جو اس کے پاس پہنچے اس کے پانی کو بالکل نہ چھوئے جب تک کہ میں نہ آ جاؤں۔ وہاں ایک چشمہ تھا، آپؐ نے فرمایا جب تک میں نہ آ جاؤں اس پانی سے کچھ نہیں لینا۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم اس چشمے پر پہنچے لیکن دو آدمی ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی بہ رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ ان دونوں نے کہا جی ہاں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو تنبیہ فرمائی اور جو اللہ نے چاہا آپؐ نے ان کو کہا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے اس چشمہ سے اپنے ہاتھوں کے ذریعہ تھوڑا تھوڑا کر کے پانی نکالا یہاں تک کہ ایک برتن میں کچھ پانی جمع ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا۔ پھر اس پانی کو اس چشمہ میں واپس ڈال دیا تو چشمہ تیزی سے بہنے لگا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا: اے معاذ! اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تُو دیکھ لے گا کہ یہ جگہ باغوں سے بھر گئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ حدیث 4215 مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 12 صفحہ 185-184)

محمد بن عبد الباقی زرقانی نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ یہ غیب کی خبر تھی جو پوری ہو چکی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کا جو خاص طور پر تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی کوئی غیب کی خبر ہی تھی کیونکہ الٰہی تقدیر تھی کہ بعد میں حضرت معاذؓ اسی علاقہ یعنی شام کی طرف آ گئے تھے اور یہیں ان کی وفات ہوئی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت معاذؓ یہ جگہ دیکھیں گے اور وہ وادی درختوں اور باغات کا مجموعہ بن جائے گی۔

ابن وضّاح یعنی ابو عبد اللہ محمد ابن وضّاح جن کا عرصہ زندگی 199 ہجری تا 287 ہجری ہے۔ یہ اندلس کے مشہور محدث گزرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس چشمہ کے ارد گرد وہ ساری جگہ دیکھی ہے۔ درختوں کی سرسبزی اور شادابی اس قدر تھی کہ شاید یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے اور ایسی ہی آپؐ کی پیشگوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا جلد 1 صفحہ 436 دار احیاء التراث العربی بیروت 1997ء)

(سیر اعلام النبلاء جزء 10 صفحہ 469 دار الحدیث قاھرہ 2006ء)

اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تبوک کے اس چشمہ کی مزید تفصیل یوں درج ہے کہ تبوک کے محکمہ شریعہ کے رئیس شیخ صالح نے بتایا کہ یہ چشمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے اور بعد میں جب نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمہ کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا۔ تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا

ہے۔ اس کے بعد شیخ صالح ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔

یہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ ہی کی برکت** ہے کہ آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جا رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا ہے اور دن بدن بھرتا جا رہا ہے۔

(اٹلس سیرت نبوی ﷺ از ڈاکٹر شوقی ابو خلیل مترجم صفحہ 431 دارالسلام)

غزوۂ تبوک میں پہرے داری کی ذمہ داری کے بارے میں بھی لکھا ہوا ہے کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت خاص پر حضرت عباد بن بشرؓ کو مامور فرمایا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکر کے ارد گرد چکر لگاتے تھے۔ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! ہم اپنے پیچھے صبح ہونے تک تکبیر کی آواز سنتے ہیں۔ کیا آپ نے ہم میں سے کسی اور کو حفاظت کے لیے چکر لگانے کا ارشاد فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا لیکن شاید بعض مسلمان رضاکارانہ طور پر یہ کام سرانجام دے رہے ہوں۔ جس پر حضرت سلکان بن سلامہؓ جن کی ڈیوٹی نہیں لگائی گئی تھی لیکن محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں از خود یہ کام کر رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں اپنے دس گھڑ سوار مسلمانوں کے ساتھ نکلتا ہوں اور ان ڈیوٹی والوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ راہِ خدا میں حفاظت کرنے والوں کی حفاظت کرنے والوں پر رحم کرے۔ لوگوں میں سے یا جانوروں میں سے تم نے جس جس کی حفاظت کی ہے ان میں سے ہر جان اور جانور کے بدلے تمہیں ایک ایک قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط جو ہے یہ تقریباً دو گرام وزن کا سونا وغیرہ ہے۔

(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 5 صفحہ 453 ذکر من استعملہ ﷺ علی الحرس بتبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (اوزانِ شرعیہ از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ 40 ادارۃ المعارف کراچی وانٹرنیٹ)

ایک روایت میں ہے کہ **تبوک کے سفر کے دوران لوگوں کا یہ حال تھا** کہ ہر پڑاؤ کے دوران کچھ لوگ پیچھے رہ جاتے تھے۔ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج فلاں پیچھے رہ گیا ہے تو آپؐ فرماتے تم اسے چھوڑو۔ اگر اس میں کچھ بھلائی ہو گی تو خدا اسے تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہوئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے چھٹکارا دلا دے گا۔ اسی اثنا میں کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابوذرؓ پیچھے رہ گئے ہیں اور ان کا اونٹ سست ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم اسے چھوڑو۔ اگر اس میں کچھ بھلائی ہو گی تو خدا اسے تم سے ملا دے گا اور اگر اس میں اس کے سوا کوئی بات ہوئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے چھٹکارا دلا دے گا۔ ان کی صورتحال یہ تھی کہ ان کو اونٹ نے زیادہ تنگ کیا ہوا تھا وہ بالکل سست ہو گیا تھا۔ جب حضرت ابوذرؓ کا اونٹ بالکل سست اور کمزور ہو گیا تو وہ اس پر سے اتر گئے اور اپنا سامان اپنی کمر پر اٹھا لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پیدل روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے کچھ منزلوں کے بعد ایک جگہ پڑاؤ کیا تو مسلمانوں میں سے ایک دیکھنے والے نے دیکھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم! راستے پر کوئی ایک شخص اکیلا چلا آ رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ کُنْ أَبَا ذَرٍّ ۔ کاش! یہ ابوذرؓ ہو۔ پھر جب لوگوں نے غور سے دیکھ لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! بخدا! یہ ابوذرؓ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے وہ اکیلا ہی چلا ہے۔ اکیلا ہی فوت ہو گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 820-819 غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کے متعلق اکیلے ہونے کے بارے میں جو یہ فرمایا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حرف بہ حرف پورا ہوا جب یہ اپنے اہل خانہ سمیت مدینہ سے باہر ربذہ میں مقیم ہو گئے۔ ربذہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر تقریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ ان کے ساتھ ان کے بیوی بچے اور ایک غلام تھا۔ اس وقت یہاں کوئی اَور بستی وغیرہ نہ تھی۔ ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی تنہائی کی وجہ سے پریشان ہوئیں اور کفن وغیرہ بھی نہ تھا جس پر وہ رونے لگیں تو حضرت ابوذرؓ نے ان سے کہا کہ مت رو۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ تم میں سے ایک آدمی بیابان میں فوت ہو گا جس کی نماز جنازہ میں اہل ایمان کی ایک جماعت شریک ہو گی اور ساتھ ہی اپنی بیوی سے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات کہی تھی تو جتنے لوگ اس وقت وہاں موجود تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں اور کوئی بھی جنگل بیابان میں اکیلا فوت نہیں ہوا۔ صرف میں ہی وہ شخص ہوں۔ تم پریشان نہ ہو۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو غسل دے کر میری میت کو مدینہ کی طرف جانے والے راستے پر رکھ دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہاں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ساتھیوں سمیت گزر رہے تھے۔ وہ عراق سے عمرے کی نیت سے جا رہے تھے۔ انہیں جب علم ہوا کہ یہ حضرت ابوذرؓ کا جنازہ ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور روتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذرؓ اکیلا ہی چلتا ہے وہ اکیلا ہی فوت ہو گا۔

پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں وہیں دفن کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو جنگ تبوک کے حوالے سے حضرت ابوذرؓ کے متعلق سارا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 170 حدیث 21701-21700 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 191-190 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ 2002ء) (انساب الاشراف للبلاذری جزء 9 صفحہ 443 دار الفکر 1996ء) (اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 484-483 دار السلام)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 488-487 بزم اقبال لاہور)

(فرہنگ سیرت صفحہ 130، 226 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

ایک واقعہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا لشکر کے ساتھ ملنے کا بھی ہے۔ یہ غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے مدینہ آ کر مسلمان ہوئے تھے۔ ابھی یہ مدینہ میں ہی تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے لیے تیاری کا اعلان فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 399 واثلہ بن اسقع دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 532 دار السلام)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع پر منادی کرائی۔ میں اپنے گھر گیا اور وہاں سے واپس آیا تو آپؐ کے اصحابؓ پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔ میں نے شہر میں پکارنا شروع کیا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے ساتھ ایک آدمی کو سوار کرائے اور غنیمت میں جو حصہ ملے وہ بدلہ میں لے لے؟ ایک بوڑھے انصاری نے کہا اچھا تو ہم اس کا حصہ لے لیں گے اور اس کو اپنے ساتھ سوار کرائیں گے اور اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے۔ میں نے کہا ہاں! مجھے یہ شرط منظور ہے اور بتایا کہ میں ہی وہ شخص ہوں۔ تو اس بوڑھے نے کہا اچھا تو پھر اللہ کی برکت کے بھروسہ پر چلو۔ حضرت واثلہ کہتے ہیں کہ پس میں بہت اچھے ساتھی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ اللہ نے ہم کو غنیمت کا مال عطا فرمایا۔ میرے حصہ میں چند تیز رفتار اونٹنیاں آئیں۔ میں ان کو ہنکا کر اپنے ساتھی کے پاس لایا۔ وہ نکلا اور اپنے اونٹ پر پچھلی طرف بیٹھا۔ پھر کہا ان کو میری طرف پیٹھ کر کے چلاؤ۔ پھر کہا ان کو میری طرف رخ کر کے چلاؤ۔ اس کے بعد کہا میرے نزدیک تیری اونٹنیاں بہت عمدہ ہیں۔ میں نے کہا یہ تو تمہارا مال ہے جس کی میں نے شرط کی تھی۔ اس نے کہا اے بھتیجے! یہ تیرا حصہ ہے تم ہی رکھو۔ میرا مقصد تو یہ حصہ لینا نہیں تھا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی الرجل یکری دابته علی النصف أو السهم حدیث 2676)

بہر حال اس بہانے جنگ میں شامل ہو گیا۔

اسی طرح حضرت ابو خیثمہؓ کا لشکر کے ساتھ ملنے کا واقعہ بھی ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلے سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک صحابی حضرت ابو خیثمہؓ بھی تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں یہ مدینہ میں نہیں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک کے سفر پر روانہ ہونے کے کچھ دن بعد یہ مدینہ میں اپنے گھر ایک سخت گرم دن میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے باغ میں اپنے اپنے چھپر پر پانی چھڑکا ہوا تھا اور ان کے لیے پانی ٹھنڈا کیا ہوا تھا اور ان کے لیے کھانا تیار کیا ہوا تھا۔

حضرت ابو خیثمہؓ چھپر کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور ان کی بیویوں نے جو ان کے لیے انتظام کیا ہوا تھا وہ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سخت چلچلاتی دھوپ، سخت گرمی اور لُو کے سفر میں ہوں اور ابو خیثمہؓ ٹھنڈے سایوں میں عمدہ کھانوں اور خوبصورت بیویوں اور اپنے مال مویشیوں میں مقیم ہو۔ یہ ہرگز انصاف نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے پاس بھی نہیں آؤں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں۔

پس تم دونوں میرے لیے سامان سفر تیار کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابو خیثمہ اونٹ پر سوار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہو گئے اور ایک دوپہر شدید گرمی اور لُو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سراب میں ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ چکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: كُنْ أَبَاخَيْثَمَةَ کہ کاش! یہ ابو خیثمہ ہو۔ جب وہ قریب آئے تو صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! وہ ابو خیثمہ انصاری ہی ہیں۔ وہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے ابو خیثمہ! تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ساری بات بتائی۔ اس پر آپؐ نے ان کے لیے خیر کی دعا فرمائی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 818-817 غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(اسد الغابۃ جلد 6 صفحہ 89 ابو خیثمہ انصاری دار الکتب العلمیۃ بیروت 1971ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”تاریخ میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو روانہ ہو گئے تو بعض صحابہؓ پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے ایک ابو خیثمہ بھی تھے۔ یہ بہت نیک تھے۔ ان کا خیال بھی نہ تھا کہ پیچھے رہیں مگر جب جنگ کے لیے باہر نکلنے کا حکم ہوا تو اس وقت وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ جب وہ گھر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی ان کے انتظار میں بیٹھی ہے جیسے کوئی باتیں کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ انہوں نے بیوی کی اس خواہش کو نظر انداز کرتے ہوئے بیوی سے پوچھا کہ کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا کہ ذرا بیٹھ تو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا رسول تو جنگ کے لیے روانہ ہو جائے اور مَیں گھر میں آرام کروں۔ ابو خیثمہ سے ایسا نہیں ہو سکتا اور اسی وقت نکل کر گھوڑے کو تیار کیا اور اس پر سوار ہو کر اس راستہ پر چل پڑے۔“

حضرت مصلح موعودؓ نے یہاں گھوڑے کا ذکر کیا ہے۔ پہلی روایتوں میں بعض جگہ اونٹ کا ذکر ہے یا غلطی سے گھوڑے کا ذکر ہے۔ بہر حال ہو سکتا ہے دونوں روایتیں ملتی ہوں۔ بہر حال سواری تھی جس پر روانہ ہو گئے۔ اس رستے پر چل پڑے ”جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ آخر مارا مار سفر کر کے کئی منزلوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب یہ لشکر کے قریب پہنچے تو بعض صحابہ نے دور سے گرد اٹھتی ہوئی دیکھی اور خیال دوڑانے لگے کہ یہ کون آرہا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ۔ ابو خیثمہ ہو جا۔ اب اس فقرہ کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ آنے والا کوئی بھی ہو وہ ابو خیثمہ بن جائے۔ پس اس کے معنے یہی ہیں کہ میری خواہش ہے کہ آنے والا ابو خیثمہ ہو۔“

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 169-168 مطبوعہ 2004ء قادیان)

کُنْ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اَور جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے۔ پہلا حوالہ تفسیر کبیر کا تھا۔ یہاں بھی حوالہ اسی تفسیر کا ہی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے کُنْ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ ”یاد رہے کہ کُنْ کا لفظ عربی زبان میں کسی کو کہنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور محض اظہار خواہش کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شام کی طرف لشکر کشی کی تو ابو خیثمہؓ ایک صحابی تھے جن پر آپ کو بڑا اعتماد تھا اور آپ ان سے بڑی محبت رکھتے تھے اور آپ سمجھتے تھے کہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں یہ شخص غفلت سے کام نہیں لے سکتا۔ لیکن جب آپ لشکر کے ساتھ شہر سے کچھ فاصلہ پر جا پہنچے اور آپ نے اپنے صحابہؓ کا جائزہ لیا تو آپ کو ابو خیثمہؓ نظر نہ آئے جس پر آپ کو بہت افسوس ہوا کہ مجھے اس پر اتنی حسن ظنی تھی اور وہ اس جہاد سے پیچھے رہ گیا ہے۔ جب آپ چلے تو کسی نے کہا حضور! کوئی شخص پیچھے سے آرہا ہے۔ آپؐ نے اس طرف دیکھا اور فرمایا کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ۔ جب گرد ہٹی اور وہ شخص قریب پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ابو خیثمہؓ ہی تھا۔ اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اس نے آپ کی خواہش کو اتنی جلدی پورا فرما دیا۔ اب کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ کے یہ معنے نہیں تھے کہ آ تو کوئی اَور رہا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ

وہ ابو خیثمہ بن جائے بلکہ کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ کے یہ معنے تھے کہ خدا کرے کہ یہ آنے والا شخص ابو خیثمہ ہی ہو۔ تو عربی زبان میں یہ ایک محاورہ ہے کہ بعض دفعہ خواہش کے اظہار کے لیے بھی کُنْ کا لفظ بول لیا جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 250 مطبوعہ 2004ء قادیان)

جس آیت کی تفسیر آپؓ نے بیان کی ہے وہ تو میں نے نہیں پڑھی لیکن بہرحال یہ کُنْ کے لفظ کی وضاحت کر دی ہے۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

ربوہ کی مسجد پر حملے کا جو واقعہ ہوا ہے اس میں جو زخمی ہوئے تھے ان کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ زخمیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جلد شفائے کامل عطا فرمائے۔

پاکستان میں مخالفین کے ہر منصوبے کو اللہ تعالیٰ ناکام و نامراد کرے۔

ربوہ میں آج ختم نبوت کے نام پہ جلسہ بھی ہو رہا ہے اور مولویوں نے جو گند اور غلاظت بولنی تھی بول رہے ہیں بلکہ بول چکے ہیں۔ پتہ نہیں اب تو جلسہ ختم بھی ہو چکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ وہاں بھی مخالفین کے بڑے بد ارادے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی ہر احمدی کو محفوظ رکھے۔

فلسطینیوں کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ظالموں سے نجات دے۔ جنگ بندی جو کہی جاتی ہے وہ تو صرف نام کی ہے۔ گذشتہ دو دنوں میں جو واقعات ہوئے ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ صرف نام کی جنگ بندی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان مظلوموں کو ظلم سے بچائے اور ظالموں کی پکڑ کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 21/ نومبر 2025ء جلد 32 شمارہ 277 صفحہ 02 تا 07)

45

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 07/ نومبر 2025ء بمطابق 07/ نبوت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرۃ:262)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اس فعل کی حالت اس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اگائے اور ہر بالی میں سو دانہ ہو۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اسے اس سے بھی بڑھا بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

یکم نومبر سے **اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا تحریک جدید کا نیا مالی سال** شروع ہوتا ہے۔ اس حوالے سے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان بھی کیا جاتا ہے اور گذشتہ سال جو گزرا ہے اس کی مالی قربانیوں کا بھی ذکر ہوتا ہے جو جماعتوں کی طرف سے ہوئی ہیں۔ اسی طرح مالی قربانی کی اہمیت کے بارے میں بھی کچھ بیان ہوتا ہے۔ یہ بیان کرنے سے پہلے قربانیوں کی اہمیت اور تحریک جدید کا مختصر پس منظر بیان کر دیتا ہوں۔

تحریک جدید کا آغاز 1934ء میں ہوا تھا۔ بعض نئے آنے والے ہیں، بعض نوجوان ہیں۔ بچوں کو علم نہیں ہو گا اس لیے بتا دیتا ہوں کہ تحریک جدید کا جیسا کہ میں نے کہا آغاز 1934ء میں ہوا تھا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ بنی تھی کہ اس وقت جماعت کے خلاف احرار نے ایک فتنہ اٹھایا تھا اور بڑا شور مچایا تھا۔ مخالفت کا ایک طوفان تھا اور یہ نعرہ تھا کہ ہم احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ قادیان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اسی طرح بہشتی مقبرہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے اس کی بے حرمتی کا بھی پروگرام تھا۔ یہ تو ان لوگوں کے لیے عام بات ہے۔ اس وقت بھی جس طرح تحفظ دینا چاہیے تھا حکومت جماعت کو تحفظ نہیں دے رہی تھی بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ مخالفین کی حمایت کر رہی تھی۔ ایسے وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو تحریک کی کہ ایک فنڈ مہیا کریں تا کہ ہم احمدیت اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچائیں اور جماعت کے نظام کو مضبوط تر کریں تا کہ مخالفین کی ریشہ دوانیوں اور شور شرابے کا ہم تدارک کر سکیں اور جماعت کے خلاف جو پراپیگنڈا ہو رہا ہے اس کو غلط ثابت کریں اور صرف یہی نہیں کہ غلط ثابت کریں بلکہ تبلیغ کا حق بھی ادا کریں کیونکہ اب تک جو تبلیغ کا حق ہمیں ادا کرنا چاہیے تھا وہ ہم نے اس سنجیدگی سے ادا نہیں کیا تھا جو ہونی چاہیے تھی۔ پس اس سوچ کے ساتھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک

جدید کا اعلان فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ملک میں بھی اور دنیا میں بھی ہم نے اسلام اور احمدیت کے پیغام کو پھیلانا ہے تا کہ دشمن ہمارے منصوبوں کو کہیں بھی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ ایک جگہ اگر مخالفت ہے تو دوسری جگہ ترقی نظر آتی ہو اور جماعت کا نظام پھیلتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا ہوا ہے اور ہمارے مشنریز مبلغین وہاں کام کر رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہم نے مسجدیں بنائی ہیں۔ ہمارے سکول کام کر رہے ہیں۔ ہسپتال کام کر رہے ہیں۔ مبلغین اور مربیان سلسلہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اشاعت لٹریچر ہو رہی ہے۔ ایم ٹی اے سٹوڈیو کئی ملکوں میں قائم ہیں علاوہ مرکزی سٹوڈیو کے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ریڈیو سٹیشنز قائم ہیں۔ گو یہ سارے جو کام ہیں ان کا بہت سا خرچ باقی چندوں سے بھی پورا کیا جاتا ہے لیکن تحریک جدید اس میں بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

تحریک جدید کے تحت ہی دنیا میں مبلغین تیار کیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے تقریباً چھ، سات ممالک میں جامعات قائم ہیں جہاں مبلغین اور مربیان تیار ہوتے ہیں اور پھر دنیا میں پھیل کر اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور یہ جو احرار کا دعویٰ تھا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور آج تک یہ نعرے ہمارے مخالفین لگاتے ہیں۔

پچھلے دنوں میں ربوہ میں ایک کانفرنس ہوئی تھی، ان کا جلسہ ہوا تھا اس میں بھی انہوں نے یہی نعرہ لگایا تو ان نعروں کا جواب ہر سال جماعت کی ترقیات سے دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے دیا جاتا ہے۔ جماعت میں بیعت کر کے شامل ہونے والے لوگ وہ اس کا جواب ہیں۔ اور آج دو سو بیس (220) ممالک میں پھیلی ہوئی جماعت کی ترقی اس کا جواب ہے کہ دیکھو! تم یہ نعرہ لگاتے تھے کہ صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہ افضال ہیں کہ جماعت ترقی پر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ فعل اور یہ تائید اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ سچا تھا اور سچا ہے اور احمدیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی انسان کا قائم کردہ پودا نہیں، کسی تنظیم کا قائم کردہ پودا نہیں، کسی حکومت کا قائم کردہ پودا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ پودا ہے جو ایک تناور درخت بن چکا ہے، جس کی شاخیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو مزید پھیلاتا اور پھل لگاتا چلا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جیسا کہ ترجمہ میں بیان ہوا تھا جس کی دس بالیاں ہوں اور ہر بالی میں سو (100) دانہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تمہیں جو تم میری راہ میں خرچ کرتے ہو بغیر اجر کے نہیں چھوڑتا بلکہ یہ طاقت رکھتا ہوں کہ تمہاری اس قربانی کو سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دوں۔ پس یہ ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں یہ تحریک پیدا فرمائی کہ اپنے دل کھولتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاؤ۔ اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے خرچ کرو جو کام اس زمانے میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے سپرد تھا اور پھر آج آپؑ کی جماعت کے سپرد ہے۔ تو پھر اللہ

تعالیٰ ہمارے اموال میں برکت ڈالے گا اور ہم ہر سال دیکھتے ہیں اور مَیں بیان بھی کرتا رہتا ہوں۔ اس سال بھی بہت ساری مثالیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کے دل کھولتا ہے اور بہت ساری جگہوں پر کسی بھی قسم کی تنگی کی فکر سے بالکل بے نیاز ہو کر لوگ قربانی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو دیتا بھی ہے یا ان کے دل کو سکون عطا فرماتا ہے اور وہ اس قربانی پر خوش ہوتے ہیں۔ اگر فوری ان کو نتیجہ نہیں بھی ملتا تو پھر کچھ عرصہ بعد ان کی وہ خواہشات بھی پوری ہو جاتی ہیں جن کو قربان کر کے انہوں نے مالی قربانیاں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس جہان میں بھی اجر ہو گا، اگلے جہان میں بھی اجر ہو گا۔ بہت سے ایسے ہیں جو اس جہان میں بھی اجر پاتے ہیں اور اگلے جہان کا اجر تو بے حساب ہے۔ پرانے بزرگوں نے بھی اس آیت کی یہی تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو بڑھا چڑھا کر واپس کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ کرنے اور مارنے کی اپنی قدرت پر دلائل دیئے ہیں۔ اگر یہ قدرت خداوندی نہ ہوتی تو خرچ کرنے کا حکم مستحکم نہ ہوتا کیونکہ اگر جزا سزا دینے والا کوئی وجود نہ ہوتا تو خرچ کرنا فضول ٹھہرتا۔ اگر جزا سزا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ کہتا کہ میرے رستے میں خرچ کرو میں تمہیں دوں گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی راہ میں قربانی کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور گناہ کرنے والوں کو اس کے مقابلے میں سزا بھی ملتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے یہی لکھا ہے کہ دوسرے لفظوں میں گویا اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والوں کو یہ کہتا ہے کہ تُو جانتا ہے کہ میں نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کیا ہے اور تُو میرے اجر اور ثواب دینے کی طاقت سے واقف ہے۔ پس چاہیے کہ تیرا یہ علم تجھے مال خرچ کرنے کی ترغیب دے کیونکہ وہی یعنی خدا تعالیٰ تھوڑے کا بہت زیادہ بدلہ دیتا ہے اور یہی بہت زیادہ کی مثال بیان کی ہے کہ جو ایک دانہ بوتا ہے میں اس کے لیے سات بالیاں نکالتا ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں۔ پھر اس کو بیان کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ سبیل اللہ سے مراد دین ہے۔

(التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی جلد 4 صفحہ 39 مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خدا کے دین میں خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم تو جماعت احمدیہ میں ہر وقت یہ نظارے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے وعدے کو اور اپنے اس ارشاد کو پورا فرماتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے کہ ”اگر تم دینی کاموں کے لئے اپنے اموال خرچ کرو گے تو جس طرح ایک دانہ سے اللہ تعالیٰ سات سو دانے پیدا کر دیتا ہے اسی طرح وہ تمہارے اموال کو بھی بڑھائے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرمائے گا جس کی طرف وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ میں اشارہ ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیشک بڑی قربانیاں کی تھیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے رسولؐ کا پہلا خلیفہ بنا کر انہیں جس عظیم الشان انعام سے نوازا اس کے مقابلہ میں ان کی قربانیاں بھلا کیا حیثیت رکھتی تھیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بہت کچھ دیا مگر انہوں نے کتنا بڑا انعام پایا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی جو کچھ خرچ کیا اس سے لاکھوں گنا زیادہ انہوں نے اسی دنیا میں پا لیا۔ اسی طرح ہم فرداً فرداً صحابہؓ کا حال دیکھتے ہیں تو وہاں بھی خدا تعالیٰ کا یہی سلوک نظر آتا ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو ہی دیکھ لو“ لکھتے

ہیں کہ ”جب وہ فوت ہوئے تو ان کے پاس تین کروڑ روپیہ جمع تھا۔ اس کے علاوہ اپنی زندگی میں وہ لاکھوں روپیہ خیرات کرتے رہے۔ اسی طرح صحابہؓ نے اپنے وطن کو چھوڑا تو ان کو بہتر وطن ملے۔ بہن بھائی چھوڑے تو ان کو بہتر بہن بھائی ملے۔ اپنے ماں باپ کو چھوڑا تو ماں باپ سے بہتر محبت کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے والا کبھی بھی جزائے نیک سے محروم نہیں رہا۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 604 ایڈیشن 2004ء)

پچھلے خطبات میں مَیں بدری صحابہؓ کے بارے میں بیان کرتا رہا ہوں اور آجکل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، غزوات کے حوالے سے بیان ہو رہی ہے اس میں بھی صحابہؓ کی نیکیوں کا ذکر آجاتا ہے۔ قربانیوں کا ذکر آجاتا ہے۔ اب دیکھیں! ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نوازتا چلا جا رہا تھا اور ہم تاریخ سے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ضائع ہونے کے لیے چھوڑا نہیں بلکہ ان کو بے شمار نوازا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بے شمار جگہ خرچ کرنے کے بارے میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہیں کہتا ہے کہ اپنے مال میں سے خرچ کرو۔ جو تمہاری پسندیدہ چیز ہے اس میں سے خرچ کرو، مَیں تمہیں اجر دوں گا۔ تمہارے مالوں میں تمہیں وسعت دیتا چلا جاؤں گا۔ مَیں اپنے فضلوں سے تمہیں نوازتا چلا جاؤں گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہم دیکھتے رہتے ہیں۔

آج بھی ہر احمدی جو حقیقی طور پر دل سے قربانی کرنے والا ہے یہ محسوس کرتا ہے۔ جو قربانی کرنے والے ہیں وہ مجھے اپنے واقعات بھی لکھتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو قربانی کرنے کی توفیق دی اور کس طرح ان کے ایمانوں کو مضبوط کیا۔ میں بعض مثالیں بھی پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے کچھ علمی اور تاریخی حوالے بھی بیان کروں گا اور احادیث سے بھی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک بات کی تشریح فرمائی ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ”اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں...“ یہ تو مسیح علیہ السلام کی تعلیم ہے ناں انجیل میں۔ ”لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے خزانہ میں اپنا مال جمع کرو گے تو یہی نہیں کہ اسے کوئی چرائے گا نہیں بلکہ تمہیں کم از کم ایک کے بدلے میں سات سو (700) انعام ملیں گے اور اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں۔ پھر حضرت مسیحؑ کہتے ہیں کہ وہاں غلہ کو کوئی کیڑا نہیں کھا سکتا مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ صرف کیڑے سے ہی محفوظ نہیں رہتا بلکہ ایک سے سات سو گنا ہو کر واپس ملتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی انسان کی مدد کا محتاج نہیں مگر وہ اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے اگر کسی کام کے کرنے کا انہیں موقع دیتا ہے تو اس لئے کہ وہ ان کے مدارج کو بلند کرنا چاہتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 605-604 ایڈیشن 2004ء)

اور اس دنیا میں بھی عملی طور پر اسے سات سو گنا بڑھا سکتا ہے لیکن ان نیکیوں کا اجر اگلے جہان میں کئی گنا بڑھا کر بھی دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ وہ سات سو گنا بڑھاتا ہے، صرف اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

اس کی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جگہ فرمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں

کہ خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لیے نہیں بلکہ انہیں چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کے لیے۔ یعنی چندہ دینے والے جو قربانیاں کرنے والے ہیں ان کے فائدے کے لیے کہتے ہیں کہ چندے دو تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فضل کرے اور تمہارے مالوں کو بڑھائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں ان میں سے یہ بھی ایک راہ ہے جس کا ذکر شروع سورہ میں یعنی سورہ بقرہ میں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی آیت چار سے کیا ہے۔ پھر اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ یہ بھی سورہ بقرہ کی آیت 178 ہے۔ پھر اسی پارے میں اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ میں ذکر کیا ہے۔ یہ بھی سورہ بقرہ کی آیت 255 ہے۔ پھر فرمایا اب کھول کر مسئلہ انفاق فی سبیل اللہ بیان کیا جاتا ہے کہ انجیل میں ایک فقرہ ہے کہ جو کوئی مانگے تُو اسے دے۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے اس مضمون کو پانچ رکوع میں ختم کیا ہے۔ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کسی کو کیوں دے؟ تو اس کا بیان فرمایا ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دو۔ اس خرچ کرنے والے کی ایک مثال تو یہ ہے کہ جیسے کوئی بیج زمین میں ڈالتا ہے مثلاً باجرے کے، پھر اس میں کئی بالیاں نکلنے لگتی ہیں۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا بڑھا کر دیتا ہے۔ یعنی بعض مقامات پر ایک کے بدلے میں دس اور بعض میں ایک کے بدلے میں سات سو کا ذکر ہے۔ یہ ضرورت، اندازہ، وقت اور موقع کے لحاظ سے فرق ہے۔ مثلاً ایک شخص دریا کے کنارے پر ہے، سردی کا موسم ہے، بارش ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں کوئی اس سے پانی مانگتا ہے تو کسی کو گلاس بھر کر پانی دے دے۔ پانی ہی پانی ہے ہر جگہ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک شخص کسی کو پانی دے جبکہ وہ جنگل میں دوپہر کے وقت پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہو۔ جاں بہ لب ہو۔ بخار میں، محرقہ میں گرفتار ہو پانی دے دے تو وہ عظیم الشان نیکی ہے۔ پس اس قسم کے فرق کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اجروں میں فرق رکھا ہے۔ کہیں قربانی ضرورت کے مطابق بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کا اجر بھی اللہ تعالیٰ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے جبکہ کہیں قربانی اتنی زیادہ نہیں ہوتی لیکن بہر حال قربانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہ اجر سے خالی رکھے بلکہ وہاں بھی دو گنا یا دس گنا اجر دیتا ہے۔

یہ مثالیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مال خرچ کرنے کے بارے میں دی ہیں۔ اس ضمن میں بھی آپؓ نے ایک اَور مثال حضرت رابعہ بصریؒ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ گھر بیٹھی ہوئی تھیں تو مہمان آ گئے اور گھر میں کھانے کے لیے صرف دو روٹیاں تھیں۔ انہوں نے ملازمہ سے کہا کہ یہ دو روٹیاں صدقہ میں دے آؤ۔ ملازمہ نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں اور یہ جو تھوڑی بہت روٹی ہے آپ کہتی ہیں کہ یہ بھی غریبوں میں بانٹ آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر سے آواز آئی اور ایک عورت نے کہا کہ کسی امیر عورت نے جو ہمسائے میں رہتی تھی اس نے کچھ کھانا بھیجا ہے۔ جب کھانا آیا تو حضرت رابعہ بصریؒ نے گنا تو اس میں اٹھارہ روٹیاں تھیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا اللہ تعالیٰ سے بڑا تعلق اور اللہ تعالیٰ پہ مان تھا کہ وہ ان کی بات کو ضرور پورا کرے گا۔ انہوں نے دو دی ہیں تو اس سے زیادہ ہونی چاہئیں۔ اس کے مقابلے میں دو گنا تو ہوں یا دس گنا تو ہوں۔ انہوں نے کہا یہ اٹھارہ روٹیاں میرے لیے نہیں ہیں میرے بیس مہمان آئے ہیں اور میرے لیے تو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیس روٹیاں آنی چاہئیں تھیں۔ یہ میرے لیے نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میں نے نہیں لینی۔ یہ واپس کر دو۔ آپ کی نوکر نے کہا کہ رکھ لیں اللہ تعالیٰ نے نعمت بھیجی ہے لیکن انہوں نے کہا نہیں! یہ میرے لیے نہیں بھیجی۔ اتنے میں ہمسائے کی وہی امیر عورت جو تھی اس کی اس عورت کو یا ملازمہ کو آواز آئی اس نے کہا تم کہاں چلی گئی ہو؟ میں نے تو رابعہ بصری کے لیے یہ دوسرا کھانے کا سامان تیار کیا ہوا تھا اور جب وہ آیا تو اس میں بیس روٹیاں تھیں۔ تو اس طرح یہ بزرگ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کا مان بھی پورا کرتا تھا۔

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اللہ کی راہ میں کیوں دے؟ فرمایا کہ اوّل تو یہ کہ محض ابتغائے مرضات اللہ یعنی اللہ کی رضا کے لیے دو یعنی احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اس نے ہم پر بے شمار احسانات کیے ہیں، اس کے لیے دو اور پھر اس کے لیے اس لیے دو کہ اللہ کے دین کی خاطر دینا ضروری ہے۔ کس طرح دو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دو جیسا کہ ذکر ہوا نہ احسان جتانے کے لیے۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 421-420)

جماعت پر کسی کا جس نے قربانی کی ہے کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جب تم اس کی راہ میں نیک نیتی سے خرچ کرتے ہو تو وہ تمہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”خدا کی راہ میں جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں ان کے مالوں میں خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایک دانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اس میں سے سات خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ میں سو دانے پیدا کر سکتا ہے یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا“ یہ اصولی بات ہے کہ اصل چیز سے زیادہ کر دینا ”یہ خدا کی قدرت میں داخل ہے اور درحقیقت ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہیں اور اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہو جاتی اور ایک جاندار بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 171-170)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ **تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔** اور اگر خواب میں کوئی مال دیکھے۔ تو اس کا مطلب ہوتا ہے کلیجہ۔ یا دیکھے کلیجہ نکال دیا ہے تو اس کا مطلب ہے مال نکال دیا ہے۔ اس لیے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ یعنی مالی قربانی کی بہت اہمیت ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا، باتیں کرنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جائے۔ صدقہ اس کو اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے تا کہ اس کی سچائی ثابت ہو جائے کہ ایمان میں واقعی سچائی ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 238 ایڈیشن 1984ء)

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سخیوں سے بڑھ کر سخی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہؐ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام سخاوت کرنے والوں سے بہت بڑھ کر سخاوت کرنے والا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

بارے میں بتایا کہ مَیں تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ بڑا سخی ہوں۔

(مجمع الزوائد جلد 1 صفحہ 224 کتاب العلم باب فی من نشر علمًا ..... حدیث نمبر 760)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ اور مالی قربانی کی طرف بھی توجہ دلائی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی تضعیف الذکر فی سبیل اللہ 2498)

پس یہ ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے مالی قربانیاں دیں کہ وہ اپنی عبادتوں کے معیار کو بھی بڑھائیں اور اونچے کریں۔

صرف مالی قربانی کر کے یہ نہ سمجھ لیں کہ بہت ہو گیا۔ مالی قربانی کر کے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم عبادتوں سے فارغ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز، روزہ بھی مالی قربانیوں کے ساتھ ضروری ہے جیسا کہ میں نے حدیث سے بتایا اور یہی چیزیں ہیں جو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہو کر تمہارے مالوں کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ آجکل بھی ہمارے پاس بہت سی مثالیں ایسی آتی ہیں کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں اور اس امید پر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا باعث بنائے گا اور یہ ہماری قربانی جو ہے ضائع نہیں ہو گی، اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا اور پھر اللہ تعالیٰ واقعی اسے ضائع نہیں کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا۔ روایت آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تُو تندرست ہو، مال کی ضرورت ہو، حرص رکھتا ہو، اس کی غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ اس وقت صدقہ و خیرات میں دیر نہ کر۔

یہ ساری جو دنیاوی چیزیں ہیں جو اپنی خواہشات ہیں ان کی خواہشات ہوں لیکن اس کے باوجود تم صدقہ کرو، خیرات کرو، اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری جان حلق میں آ پہنچے، جب تُو مرنے کے قریب ہو تو کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا دے دو۔ فرمایا کہ وہ مال تو اب تیرا رہا ہی نہیں وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا ہے وہ تو اب ورثاء کو ملنا ہی ملنا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الوصایا باب الصدقة عند الموت حدیث 2748)

اس لیے فرمایا کہ صحت کی حالت میں اور ضرورت کی حالت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی اصل قربانی ہے۔ اگر یہ کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں بھی بڑھا کر دے گا اور اگلے جہان میں بھی بڑھا کر دے گا۔

ہماری جماعت میں بھی بزرگوں کے نمونے یہی ہوتے تھے کہ وہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے گنا نہیں کرتے تھے بلکہ بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے صحابہؓ کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ

اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے روپوں کی تھیلی کا منہ بخل کی وجہ سے بند نہ کرنا۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب التحریض علی الصدقة حدیث 1433)

یعنی جہاں رقم پڑی ہے اس کا منہ بند نہ کرنا، کنجوسی سے دبا کر نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رہے گا۔ پھر کبھی اس میں مال نہیں آئے گا۔ پس یہی فرمایا کہ اگر مال نکلے گا۔ اگر اللہ کی راہ میں نکالو گے تو اَور آئے گا بھی۔ اس لیے دل کو کھول کر خرچ کرو۔

جماعت میں ہم مثالیں دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بہت قربانیاں کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپؑ کے مشن کو پورا کرنے اور آپؑ کی مدد کرنے کے لیے آپؓ بے شمار خرچ کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی ایک جگہ اس کا ذکر فرمایا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ دے دیتے۔ یعنی حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سب کچھ اس راہ میں فنا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ میں نے تو اجازت نہیں دی ورنہ سب کچھ انہوں نے دے دینا تھا۔ آپؑ نے لکھا ہے ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ظاہر کر کے دکھلا دیتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل، حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو و مرشد! مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ (ماخوذ از فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 36-35)

تو دیکھیں! جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور مالی قربانیاں کرنے والے دیے تھے اسی طرح اس زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنے آقا کی پیروی کرنے کی وجہ سے ایسے غلام عطا فرمائے جو ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار تھے اور ابو بکر صدیق کا نمونہ بن کے انہوں نے دکھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”یہ وعدے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے دے گا میں اس کو چند گنا برکت دوں گا۔ دنیا ہی میں اسے بہت کچھ ملے گا اور مرنے کے بعد آخرت کی جزا بھی دیکھ لے گا کہ کس قدر آرام میسر آتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”غرض اس وقت میں اس امر کی طرف تم سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسلام کی ترقی کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرو۔“ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 394 ایڈیشن 1984ء)

برکت اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ اور یہ صرف کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں۔ یہ اُس زمانے کی بات نہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں آج بھی میرے پاس بہت سے ایسے واقعات آتے ہیں جو اظہار کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد کس طرح اللہ

تعالیٰ ہمارے مالوں میں برکت عطا فرماتا ہے، ہمارے زندگیوں کے مسائل کو دور فرماتا ہے اور ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرتا ہے۔

چند ایک واقعات کا بھی ذکر کر دیتا ہوں۔

البانیہ سے مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک البانین دوست بلال یوسف صاحب ہیں بہت سادہ مزاج آدمی ہیں۔ غریب بھی ہیں۔ وہاں جلسہ ہو رہا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بغیر کسی معاوضے کے ایک ہفتہ تک ہر روز صبح آٹھ بجے سے شام چار بجے تک جلسہ کا کام کیا۔ اور ہمارے بہت سارے والنٹیئر جلسوں پہ دنیا میں یہ کام کرتے ہیں لیکن بعضوں کو ضرورت ہوتی ہے تو اس کے باوجود والنٹیئر وقت دیتے ہیں رضاکارانہ طور پر۔ بعضوں کو ضرورت ہوتی بھی نہیں ان کا گزارہ ہو رہا ہوتا ہے۔ بہرحال کہتے ہیں یہ شام کو کام کرتے تھے چار بجے تک اور پھر چار بجے شام کو اپنی جاب پہ چلے جاتے تھے۔ ایک روز لفافے میں پچھتر (75) یورو تحریک جدید کا چندہ لے کر آئے۔ البانیہ مشرقی یورپ کا غریب ملک ہے۔ مربی صاحب کو کہنے لگے کہ کئی دنوں سے یہ رقم چندے میں دینے کے لیے جمع کی تھی اور لفافے کے اوپر البانین زبان میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بہت خوش دلی سے جماعت کی خدمت میں پیش ہے۔ شاید یہ رقم دوسروں کو کم لگتی ہو پچھتر (75) یورو صرف لیکن مربی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ان کی پندرہ فیصد تنخواہ تھی جبکہ ان کو گھر کا کرایہ وغیرہ بھی دینا تھا۔

دنیادار تو کہہ سکتے ہیں کہ پچھتر (75) یورو سے یہ اسلام کو پھیلانے کی باتیں کرتے ہیں یا چند یورو سے اسلام کو پھیلانے کی باتیں کرتے ہیں جبکہ اسلام مخالف جو تنظیمیں ہیں اور حکومتیں ہیں ان کے پاس بلینز، بلینز پاؤنڈ ہیں۔ وہ اپنے پیسے اسلام کے خلاف خرچ کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس چھوٹی سی قربانی میں بھی اتنا فضل فرمایا ہے کہ اس قربانی سے جماعت احمدیہ مشن بھی قائم کر رہی ہے صرف یہ ایک نہیں ہیں پچھتر (75) یورو دینے والے۔ بہت سارے ایسے لوگ ہیں بلکہ اس سے بھی کم دینے والے لوگ ہیں اور جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی چھوٹی چھوٹی رقموں سے دنیا میں اپنے کام سرانجام دے رہی ہے۔ اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے اور دنیا میں جو ترقی ہو رہی ہے وہ بلینز ڈالر خرچ کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔

اسی طرح اس سے بھی زیادہ غریب ممالک میں بعض قربانی کے نظارے نظر آتے ہیں جو ابتدائے اسلام یا اس وقت جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مالی قربانیوں کی تحریک فرمائی تھی اس وقت پیش آتے تھے۔ یا اس وقت پیش آئے جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا کہ آج دشمن پوری طرح تیار ہو کر ہم پر حملہ آور ہے اس لیے خرچ کرو۔ اور اس پر لوگوں نے قربانیاں کیں۔ غریب عورتوں نے اپنی مرغیاں اور مرغیوں کے انڈے بیچ کر چندے دے دیئے۔ معمولی معمولی قربانی تھی۔ اس وقت دو تین سال میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ کہا تھا کہ تین سال میں ہندوستان میں ستائیس ہزار روپیہ جمع کرو لیکن جماعت نے قربانی کی اور ایک سال میں ہی ایک لاکھ روپیہ جمع کر لیا۔ آج بھی قربانیوں کے نظارے ہمیں غریب ممالک کی طرف سے نظر آتے ہیں۔

(ماخوذ از الحکم جلد 25 نمبر 8 مورخہ 21 فروری 1923ء صفحہ 7)

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 35)

انڈونیشیا میں ایک ممبر جادِی مظفر صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی اہلیہ کے پاس جماعت کی ایک معمر خاتون آئیں انہوں نے چند گٹھے لکڑیاں اس نیت سے پیش کیں کہ ہم انہیں خرید لیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں تو لکڑیوں کی ضرورت نہیں تھی۔ پہلے ہی ہم نے خرید کر رکھی ہوئی تھیں۔ چھوٹے قصبوں میں یا گاؤں میں رہتے تھے ان غریب ملکوں میں جو پوری طرح ترقی یافتہ نہیں ہیں تو بعض دفعہ غریب لوگ لکڑیاں جلاتے ہیں۔ گیس تو وہاں ہوتی نہیں یا شاید کیروسین کے چولہے جلا لیتے ہوں لیکن بہرحال لکڑیاں پھر بھی استعمال ہوتی ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم کیونکہ اَور چیزیں بھی استعمال کر رہے تھے اس لیے ہم نے کہا لکڑیاں ہمارے پاس زیادہ استعمال نہیں ہوتیں۔ ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بہرحال چونکہ وہ بیچاری معمّر خاتون سر پر گٹھے اٹھا کر لائی تھی تو اہلیہ نے اس پر ترس کھاتے ہوئے لکڑیاں خرید لیں۔ انڈونیشین روپے کی قیمت بہت کم ہے وہاں لاکھوں میں باتیں ہوتی ہیں تو انہوں نے لکڑیوں کا وہ گٹھا ایک لاکھ روپے میں جو پاکستانی روپے کے برابر بھی چند روپے بنتے ہیں اس میں خرید لیا۔ بہرحال جب خرید لیا اور اس کو رقم دینی چاہی تو اس معمر خاتون نے کہا کہ میں یہ لکڑیاں اس لیے نہیں لائی کہ تم سے رقم لوں اور اپنے پر خرچ کروں بلکہ یہ تو میں نے تحریک جدید کا چندہ دینا تھا۔ اسے میری طرف سے تحریک جدید کے چندے میں شمار کر لو۔ ان کی بیوی لجنہ کی عہدیدار بھی تھیں وہ رقم جو تھی، جو کچھ تھا سارا وہیں چندہ دے گئیں اور ایک پیسہ بھی اپنے ساتھ لے کر نہیں گئیں۔

اسی طرح انڈونیشیا سے ہی ایک ممبر سسیلہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ چند سال پہلے ان کے مالی حالات نہایت خراب تھے۔ ایک سات سال کا بچہ تھا اور دوسرے بچہ سے حاملہ تھیں۔ جس دن دوسرا بچہ پیدا ہوا اسی دوران عید بھی قریب آ گئی تو ان تینوں نے تحریک جدید کے وعدے کی رقم جو کہ بارہ لاکھ روپے تھی، باقی تھی۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ وہاں روپے کی قیمت بہت کم ہے تو یہاں بھی وہی جذبہ نظر آتا ہے جس کی مثالیں ہم پہلے بزرگوں میں دیکھتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ بارہ لاکھ روپے کا ان کا وعدہ تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ تحریک جدید کا چندہ دے دیں اور خلیفۃ المسیح کو دعا کے لیے لکھیں۔ ہم نے بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح یہ چندہ ادا ہو جائے لیکن غربت کی وجہ سے یہ مشکل نظر آ رہا تھا۔ کہتی ہیں میرا ایک بہت تھوڑا سا بینک اکاؤنٹ تھا جب میں نے وہاں دیکھا تو ساڑھے بارہ لاکھ روپے وہاں موجود تھا۔ تو کہتی ہیں اگر ہم یہ سارا کچھ دے دیتے تو ہمارے پاس دینے کو کچھ نہ ہوتا لیکن بہرحال انہوں نے فیصلہ کیا کہ بارہ لاکھ روپے تو میاں بیوی اور بڑے بچے کی طرف سے دے دیں اور بقایا پچاس ہزار جو ہے وہ چھوٹے بچے کی طرف سے دے دیں تو وہ ہم نے دے دیا اور اس طرح رقم ختم ہو گئی۔ کچھ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ کہتی ہیں لیکن ہمیں افسوس نہیں ہوا بلکہ دل میں خوشی محسوس ہوئی کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے نومولود بچے کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کیسا فضل کیا کہ ایک ہفتے کے بعد ہی انہیں ایک کروڑ بیس لاکھ روپے کی آمدنی ہو گئی اور یہ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو دس گنا بڑھانے کا وعدہ کیا ہے اسے اس طرح پورا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔

اسی طرح گھانا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کے خطبات میں ایمان افروز واقعات جب لوگوں کو سنائے گئے تو ایک افریقن گھانین ممبر نے اپنی جیب میں موجود آخری رقم بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دی۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ مسجد سے باہر نکلتے ہی انہیں دو فون کالز موصول ہوئیں جو ان کی زندگی کا رُخ بدلنے والی تھیں۔ یعنی

دو ممکنہ گاہکوں نے ان سے رابطہ کیا اور انہیں ایسی پُرکشش ملازمت یا مواقع کی پیشکش کی جس سے انہیں ان کی دی ہوئی رقم سے بیس گنا زیادہ منافع حاصل ہوا۔ یہ غیر معمولی واقعہ اس حقیقت کی ایک زبردست یاددہانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں قربانی کرنے والوں کو کس طرح فوری اور بے مثل انعامات سے نوازتا ہے۔ یہ واقعہ بھی ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنا۔

اسی طرح کینیا سے معلم کی اہلیہ لکھتی ہیں ان کے پہلے بچے کی ولادت متوقع تھی بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جس کی وجہ سے بہت فکر مند تھیں۔ ڈاکٹر فکر مندی کا اظہار کر رہے تھے۔ کہتی ہیں میں نے اپنے حالات، ساری باتیں خاوند کو بھی بتائیں کہ مجھے اس نے پریشان کیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اللہ ہی ہمارا آخری سہارا ہے۔ اور فوری ہم جو قربانی کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آجکل تحریک جدید کا سال ختم ہونے والا ہے تو اپنا بقایا چندہ جو تحریک جدید کا ہے اس میں ادا کر دو اور اللہ پہ معاملہ چھوڑ دو۔ اللہ فضل کرے گا۔ عجیب ایمان کی حالت ہے ان لوگوں کی۔ کہتی ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا۔ چند دن بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ آپ نے سیاہ رنگ کا کوٹ پہنا ہوا ہے۔ سر پر پگڑی ہے اور ہاتھ میں سوئی بھی تھی۔ آپ نے اس خاتون کو فرمایا کہ تم فکر نہ کرو۔ بچے کی پیدائش بخیر و عافیت ہو گی مگر تمہارے پہلو سے ہو گی۔ چنانچہ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی لیکن بذریعہ آپریشن ہوئی جو پیٹ کے ایک طرف سے کیا گیا اور کسی قسم کی کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ بہرحال وہ سمجھتی ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ان کی قربانی کی وجہ سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ورنہ کہتی ہیں کہ امید کے ایام میں جب بچہ پیدا ہونے والا تھا ڈاکٹروں نے بہت سے خدشات کا اظہار کیا تھا۔

یوں اللہ تعالیٰ دور دراز کے علاقوں کے احمدیوں کو بھی اس طرح بتا کر ان کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی تائید بھی فرما دیتا ہے۔

گنی کناکری کے مبلغ انچارج صاحب نے لکھا ہے کہ میں خلیفۃ المسیح کے خطبات میں سے ایمان افروز واقعات سنا رہا تھا اور توجہ دلائی کہ چندوں میں قربانی کرنی چاہیے، آگے بڑھنا چاہیے اور اسی طرح سب کو تحریک جدید کا سال ختم ہونے کی وجہ سے ان کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلائی کہ بجٹ پورا نہیں ہو رہا اس کو پورا کرنا ہے۔ اسی شام ایک شخص مشن ہاؤس آیا اور بتایا کہ یہ لفافہ محمد الحسن کوبی صاحب نے بھیجا ہے جب لفافہ کھولا گیا تو اس میں تین سو یورو موجود تھے جو کہ مقامی کرنسی میں تقریباً تین ملین فرانک بنتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس پر انہوں نے کوبی صاحب کو فون کر کے دریافت کیا کہ لفافہ آپ نے بھیجا ہے؟ اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ خطبہ جمعہ میں آپ سے یہ سنا تھا کہ ٹارگٹ پورا نہیں ہوا تو جمعہ کے بعد جب میں اپنے آفس پہنچا ہوں تو میرے دراز میں یہی رقم پڑی تھی اور ساتھ اخراجات کی ایک لمبی لسٹ بھی موجود تھی جو اس رقم سے ادا ہونے تھے۔ میں نے اخراجات کی لسٹ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور یہ رقم آپ کو تحریک جدید کے چندے میں شامل کرنے کے لیے بھجوا رہا ہوں۔ موصوف اپنا تحریک جدید کا چندہ پہلے بھی ادا کر چکے تھے اور ایک اچھی رقم ادا کر چکے تھے۔

تو افریقہ میں بسنے والوں کے بھی عجیب اور حیرت انگیز قربانی کے واقعات ہیں۔ یقیناً یہ باتیں ان کے

دلوں میں ایمان کی کیفیت پیدا کرتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے ورنہ انسان کا تو یہ کام نہیں ہے۔ ان کو یہ تجربات ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس طرح بڑھا کے دیتا ہے تبھی تو وہ پھر قربانیاں کر رہے ہوتے ہیں۔

واقعات تو بہت سارے ہیں جو سارے بیان کرنے مشکل ہیں۔ کچھ تو میں نے جو چنے ہیں وہ بھی نہیں بیان کر سکتا بہر حال چند ایک کر دیتا ہوں۔

تحریک جدید بھارت کے انسپکٹر تلنگانہ کے ایک شخص کے بارے میں لکھتے ہیں جو کہ حیدرآباد کے ایک جگہ کے ہیں۔ ان کا وعدہ سات ہزار روپے کا تھا مگر ملازمت ختم ہونے کی وجہ سے وہ ادائیگی نہیں کر سکے۔ اگلے سال کے لیے انہوں نے دس ہزار کا وعدہ لکھوا دیا۔ ان سے کہا گیا گذشتہ سال کا وعدہ تو آپ نے پورا نہیں کیا آئندہ کے لیے بڑھا کر وعدہ کر رہے ہیں؟ تو موصوف نے جواب دیا کہ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا انتظام فرمائے گا کیونکہ میں اللہ کی خاطر دے رہا ہوں۔ چنانچہ چند روز میں ہی انہیں پہلے سے بہتر ملازمت مل گئی اور انہوں نے گذشتہ دو سالوں کا بھی چندہ ادا کیا اور نئے مالی سال میں اپنا وعدہ بھی سات ہزار کی بجائے اب بیس ہزار پیش کر دیا اور اس کی ادائیگی بھی کر دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن ظن کو نوازا۔

اسی طرح انڈونیشیا کی ایک اَور مثال ہے۔ عجیب عجیب واقعات ہوتے ہیں جو اتفاقات نہیں ہیں کیونکہ جن کے ساتھ ہوتے ہیں وہ سب اس پس منظر کو جانتے ہیں کہ کن حالات میں قربانی کر رہے ہیں، کن حالات میں انہیں قربانی کا خیال پیدا ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کس طرح انہوں نے دیکھی۔

بہر حال وہ (مبلغ انچارج انڈونیشیا) لکھتے ہیں کہ ایک انتہائی مخلص احمدی دوست بہادر جان، ٹیکسی چلاتے ہیں، کچھ عرصہ قبل ایک ٹیکسی کمپنی سے اپنی ٹیکسی کا کام جاری رکھنے کے لیے ایک کار خریدی۔ کہتے ہیں گاڑی خریدنے کے بعد ٹریفک پولیس کے دفتر گاڑی کی رجسٹریشن کروانے گیا تو انہوں نے کہا کہ عدالت نے اس گاڑی کی رجسٹریشن کرنے سے منع کیا ہے۔ کہتے ہیں گاڑی خریدتے وقت تو میں نے سب کچھ چیک کیا تھا اور سب کچھ قانون کے مطابق تھا مگر بعد میں مجھے علم ہوا کہ یہ ٹیکسی کمپنی مقروض تھی جس کی وجہ سے عدالت نے اس کمپنی کو گاڑیاں بیچنے پر پابندی لگا دی تھی۔ اس وقت کمپنی کی پینتیس گاڑیاں تھیں جو سب بین کر دی گئی تھیں۔ کہتے ہیں کمپنی کے سابق مالکان نے مجھے کہا کہ ہم نے عدالت میں کیس کیا ہوا ہے اور جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا تم انتظار کر لو اور تمہیں گاڑی مل جائے گی انشاء اللہ۔ کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میرا تحریک جدید کا چندہ واجب الادا تھا۔ میں نے سوچا کہ پہلے اپنا چندہ ادا کر دوں۔ اس فکر میں کہیں میرا یہ چندہ نہ رہ جائے اور میں اسی دنیاوی فکر میں پڑا رہوں تو وہ کہتے ہیں میں نے فوری طور پر تحریک جدید اور وقف جدید کا چندہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں چند ہی روز بعد اسی کمپنی کی ویب سائٹ پر چیک کیا تو حیرت انگیز طور پر جو گاڑی میں نے خریدی تھی اس پر سے پابندی ختم ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں مجھے یقین نہیں آیا کہ شاید مجھے غلطی لگی ہے۔ چنانچہ میں انسپکٹر کے پاس گیا جس نے چیک کر کے بتایا کہ پینتیس میں سے ایک گاڑی پر سے پابندی ختم ہوئی ہے اور باقی چونتیس گاڑیوں سے پابندی ہٹنے کا معاملہ عدالتی فیصلے پر منحصر ہے اور وہ گاڑی وہی تھی جو میں نے خریدی تھی اور خدا کے فضل سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کے نتیجہ میں یہ فضل ہوا کہ فوری طور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے انعام سے نوازا۔ تو کہتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں ان کو میری آنکھوں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ کس

طرح اللہ تعالیٰ احمدیوں کو نوازتا ہے۔

پھر مالی ریجن سکاسو سے مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عجیب رنگ میں نومبائعین کی تربیت فرماتا ہے، انہیں مالی قربانی کی طرف مائل کرتا ہے۔ شہر کے ایک نومبائع موسیٰ صاحب ایک ملین فرانک سیفا کی رقم لے کر آئے اور عرض کیا کہ اس میں سے پانچ لاکھ رقم ان کے مکان کا حصہ جائیداد ہے، چار لاکھ چندہ وصیت اور ایک لاکھ رقم تحریک جدید اور وقف جدید کی چندے کی مد میں کاٹ لیں۔ جب ان سے اس رقم کے متعلق استفسار کیا، پوچھا کہ کیا وجہ ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ایک لمبے عرصہ سے مختلف دنیاوی پراجیکٹس کے لیے رقم اکٹھی کر رہے تھے اور ان کی پوری توجہ اور دعا بھی انہی پراجیکٹس کے حصول کے لیے تھی لیکن کہتے ہیں کل رات جب میں تہجد کی ادائیگی کے بعد لیٹا ہوں تو خواب میں دیکھا کہ تین سفید رنگ کے لباس میں ملبوس اشخاص ان کے پاس آئے اور ان میں سے پہلے شخص نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم ایک احمدی ہونے کے باوجود ساری توجہ دنیاداری کی طرف رکھتے ہو۔ کس طرح اللہ تعالیٰ تربیت فرماتا ہے۔ بہتر ہے کہ تم آخرت کی فکر زیادہ کرو۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ تم نے اپنے مکان کا حصہ جائیداد ابھی تک ادا نہیں کیا۔ اس لیے اپنے مکان کا حصہ جائیداد ادا کرو۔ اس کے بعد تیسرے شخص نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے پاس چار ملین اکاؤنٹ میں پڑا ہوا ہے اس کی وصیت بھی فوری طور پر ادا کرو۔ اس لیے بطور احمدی میرے لیے اب یہ جائز نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی ہونے کے بعد اس رقم کو کسی اَور مقصد کے لیے استعمال کروں۔ آپ اس رقم کو مختلف چندہ جات کی مد میں کاٹ لیں۔ تو ایسے واقعات دیکھ کر نہ صرف ان لوگوں کے ایمان مضبوط ہوتے ہیں بلکہ ہمارے جو پرانے احمدی ہیں ان کے بھی ایمان مضبوط ہوتے ہیں اور ہمیں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا دعویٰ ہے۔ جھوٹا نبی ہے۔ جھوٹا پراپیگنڈا ہے۔ دکان داری ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جن کی اس طرح راہنمائی فرماتا ہے اور دور دراز علاقے میں بیٹھے ہوئے وہ لوگ جنہوں نے ابھی کچھ عرصہ پہلے بیعت کی ہے، وصیت بھی کر دی، جنہوں نے خلیفہ وقت کو بھی دیکھا نہیں یا صرف ایم ٹی اے کے علاوہ کبھی نہیں ملے۔ پوری طرح شاید جماعت کا لٹریچر بھی نہیں پڑھا ہو گا۔ اکثر لوگوں نے نہیں پڑھا ہوتا لیکن بنیادی چیزیں تو بہرحال پڑھی ہوتی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کے ایمانوں کو اس طرح مضبوط کرتا چلا جاتا ہے کہ جب وہ قربانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرماتا ہے اور پھر ان کی راہنمائی بھی کرتا ہے۔

اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن کو میں فی الحال چھوڑتا ہوں۔ یہ لمبی فہرست ہے۔ بہرحال اس سال اللہ تعالیٰ کے افضال جو جماعت پر ہیں اور جو قربانیاں افراد جماعت نے دی ہیں اور جماعتوں کی طرف سے آنے والی قربانیوں کی جو اطلاعات ہیں ان کا مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں اور یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نئے اور پرانے آنے والوں میں کس طرح تربیت کے لحاظ سے ایسے جذبات پیدا کرتا ہے جس سے وہ قربانیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ بہرحال دنیا کے مختلف ممالک کی جو سال کی رپورٹ ہے اس کے مطابق پہلی بات تو یہ ہے کہ تحریک جدید کا جو گذشتہ سال اکانویں واں (91) سال تھا وہ ختم ہوا اور آج بانویں واں (92) سال شروع ہوا ہے

جس کا میں اعلان کر رہا ہوں اور اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو 19.55 ملین پاؤنڈ کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی جو گذشتہ سال سے تقریباً پندرہ لاکھ چونسٹھ ہزار یعنی ڈیڑھ ملین سے زیادہ پاؤنڈ بنتے ہیں۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پاکستان کے علاوہ جو جماعتیں ہیں وہ تو شمار نہیں ہوتا لیکن عمومی طور پر بھی جو دنیا میں اوّل جماعت ہے وہ فی الحال جرمنی ہے اور دوسرے نمبر پر برطانیہ ہے۔ برطانیہ نے بھی اس سال غیر معمولی وصولی کی ہے اور یہ جرمنی کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اسی طرح ترقی کی تو شاید اگلے سال آگے نکل جائیں۔ پھر اسی طرح امریکہ نے بھی غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح کینیڈا نے بھی گذشتہ سال کی نسبت غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔ اور پھر بھارت ہے انہوں نے بھی پچھلے سال کی نسبت کافی اضافہ کیا ہے۔ آسٹریلیا نے غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔ انڈونیشیا نے بھی۔ اسی طرح مڈل ایسٹ کی جماعتیں ہیں۔ پھر گھانا ہے۔ گھانا نے بھی اس سال قربانی میں بہت اضافہ کیا ہے۔ اور نمایاں اضافے کرنے والوں میں ماریشس اور ہالینڈ بھی شامل ہیں۔

مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابل ذکر جماعتیں جو گو کسی پوزیشن پہ تو نہیں آئیں لیکن انہوں نے کام بہت اچھا کیا ہے جن میں بیلجیم ہے۔ سویڈن ہے۔ فرانس ہے۔ ہالینڈ کا ذکر پہلے آیا ہے۔ کیا بیر ہے۔ بنگلہ دیش ہے۔ برکینا فاسو ہے۔ نیوزی لینڈ ہے۔ برکینا فاسو میں تو حالات بہت خراب ہیں۔ سیرالیون ہے۔ بینن ہے۔ مالی ہے۔ مالی میں بھی حالات کافی خراب ہیں۔ دہشت گردوں کی طرف سے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ نائیجر ہے۔ ترکی ہے۔ جارجیا ہے۔ مڈل ایسٹ کی جماعتیں ہیں۔ آسٹریلیا ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے جو پانچ جماعتیں ہیں۔ ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ پہلے نمبر پہ گھانا۔ پھر ماریشس۔ پھر نائیجیریا۔ پھر برکینا فاسو۔ پھر تنزانیہ اور اس کے ساتھ اور بھی ہیں۔

شاملین کی کُل تعداد سترہ لاکھ تک ہے اور اس سال رپورٹس کے مطابق دفتر ششم میں دو سال پہلے جو چھٹا دفتر شروع ہوا تھا جس کا اعلان ہوا تھا اس میں شمولیت کرنے والوں کی تعداد تینتالیس ہزار پانچ سو اٹھاسی ہے۔

جماعتیں اس بات کو بھی نوٹ کریں کہ تحریک جدید میں جو نئے شامل ہونے والے ہیں ان کو دفتر ششم میں شمار کیا کریں اور اس کی رپورٹ پھر وکالت مال کو بھجوایا کریں۔

جرمنی کی پہلی دس جماعتیں روڈگاؤ (Rodgau)۔ اوسنابروک (Osnabruck)۔ پنے برگ (Pin-neberg)۔ نیڈا (Nidda)۔ فلورس ہائم (Florsheim)۔ روئڈر مارک (Rodermark)۔ بریمن۔ نیوویڈ۔ فرائڈبرگ مٹے۔ کوبلنز ہیں۔

اور دس امارتیں جو ہیں ان کی یہ ہیں ہیمبرگ (Hamburg) پھر فرینکفرٹ (Frankfurt)۔ پھر گروس گیراؤ (Gross-Gerau)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ ریڈشٹڈ (Riedstadt)۔ من ہائم (Mannheim)۔ ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔ مورفیلڈن وال ڈورف (Morfelden Walldorf)۔ رسلزہائم۔ ڈارمشٹڈ (Darmstadt)۔

برطانیہ کے پہلے پانچ ریجنز جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ اسلام آباد۔ پھر بیت الفتوح۔ پھر مسجد فضل۔ پھر بیت الاحسان۔ پھر نارتھ ایسٹ۔

ان کی بڑی جماعتیں جو دس ہیں ان میں اسلام آباد نمبر ایک۔ پھر ایش (Ash)۔ پھر ووسٹر پارک

(Worcester Park)۔ساؤتھ چیم(South Cheam)۔والسال(Walsall)۔فارنہم نارتھ(Farn-ham North)۔ آلڈر شاٹ ساؤتھ(Aldershot South)۔مسجد فضل۔فارنہم ساؤتھ(Farnham South)۔یول(Ewell)۔

چھوٹی جماعتیں جو اچھا کام کرنے والی ہیں ان میں لیمنگٹن سپا۔ سپن ویلی۔ کیتھلی۔ فرنٹ ووڈ اور جامعہ یوکے۔

امریکہ کی جو پہلی دس جماعتیں ہیں ان میں نارتھ ورجینیا۔میری لینڈ(Maryland)۔لاس اینجلیس(Los Angeles)۔ سیئٹل(Seattle)۔ شکاگو(Chicago)۔ڈیلس۔ سیلیکون ویلی(SiliconValley)۔نارتھ جرسی۔ ساؤتھ ورجینیا(SouthVirginia)۔ سینٹرل جرسی۔بالٹی مور۔ڈیٹرائٹ(Detroit)۔

اور کینیڈا کی لوکل امارات میں وان(Vaughan)۔ پھر کیلگری(Calgary)۔ پھر پیس ولیج(Peace-Village)۔ پھر وینکوور(Vancouver)۔ ٹورانٹو ویسٹ۔ پھر برمپٹن ایسٹ(BramptonEast)۔ مسی ساگا۔

اور وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی قابل ذکر جماعتیں جو ہیں ان میں ہیں ہملٹن ماؤنٹین۔ ہملٹن۔ایڈمنٹن ویسٹ۔ حدیقہ احمد۔ آٹوا ایسٹ۔ آٹوا ویسٹ۔ وینی پیگ۔ رجائنا۔ وَڈرائل۔یَیلو نائف(YellowKnife)۔

پاکستان میں عمومی وصولی کے لحاظ سے اوّل نمبر پہ لاہور۔ پھر دوم ربوہ۔ پھر سوم کراچی۔

ضلعی سطح پر اسلام آباد نمبر ایک ہے۔ پھر فیصل آباد۔ پھر سیالکوٹ۔ پھر سرگودھا۔ عمر کوٹ۔ نارووال۔ میرپور خاص۔ رحیم یار خان۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ لیہ۔

زیادہ قربانی کرنے والی جو پاکستان کی شہری جماعتیں ہیں ان میں امارت ٹاؤن شپ لاہور، امارت ڈیفنس لاہور، امارت دارالذکر لاہور، امارت علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، امارت بیت الفضل فیصل آباد، بہاولنگر، کوئٹہ بہاولپور، لودھراں، ساہیوال۔

انڈیا کی پہلی دس جماعتیں جو صوبہ جات ہیں کیرالہ۔ تامل ناڈو۔ تلنگانہ۔اڈیشہ۔ جموں وکشمیر۔ کرناٹک۔ پنجاب۔ بنگال۔ مہاراشٹرا۔ اور دہلی۔

اور پہلی دس جماعتیں قربانی کے لحاظ سے جو ہیں حیدرآباد۔ کوئمبٹور (تامل ناڈو) پھر قادیان۔ کالی کٹ۔ میلاپالم۔ مینجری (کیرالہ)۔ بنگلور۔ کیرنگ۔ کلکتہ۔ کیرولائی۔

آسٹریلیا کی دس جماعتیں جو ہیں وہ ہیں نمبر ایک پہ میلبرن لانگ وارِن(MelbourneLangwarrin)۔ میلبرن بیروِک (Melbourne Berwick)۔ مارسڈن پارک۔ پین رتھ(Penrith)۔ میلبرن ویسٹ۔ کاسل ہل۔ ایڈیلیڈ ویسٹ(AdelaideWest)۔ میلبرن کلائیڈ۔ پرتھ۔ میلبرن ایسٹ۔

تحریک جدید کے جو سال ہیں جس طرح مَیں نے بتایا ان کا بانویں واں (92) سال شروع ہوا ہے تو دفتر اوّل کا بانویں واں (92) سال ہو گا۔ اس کے جو پرانے کھاتے ہیں وہ جاری ہیں۔ دفتر دوم کا بیاسیواں (82) سال ہے۔ دفتر سوم کا اکسٹھواں (61) سال ہے۔ دفتر چہارم کا اکتالیسواں (41) سال ہے۔ دفتر پنجم کا بائیسواں (22) سال ہے۔ اور دفتر ششم کا اب تیسرا (3) سال شروع ہو گا۔ جیسا کہ پہلے میں نے کہا کہ نئے آنے والے جو ہیں وہ دفتر ششم میں شمار کیے جائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”میرے پیارے دوستو! میں آپ کو یقین

دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لیے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کے لیے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو میں اس لیے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموال طیبہ سے "یعنی اپنے پاکیزہ اموال سے" اپنے دینی مہمات کے لیے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت وطاقت و مقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے۔ اور اللہ اور رسول سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیااور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 516)

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد جو مشن کیا ہے اب ہمارا کام ہے کہ ہم اس مشن کو پورا کریں۔ ایشیا، یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب ممالک، ساؤتھ امریکہ کے ممالک اور جزائر ہر جگہ ان مالی قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق دے رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ یہاں یورپ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی مالی قربانیاں ہیں بلکہ وہاں کے لوگ بھی جیسا کہ میں نے مثالیں بھی پیش کی ہیں مالی قربانیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے اور ہماری کوششوں میں بے انتہا برکت ڈالے اور ان کے بہترین نتائج پیدا فرمائے اور ہم جلد از جلد دنیا میں خدائے واحد کی حکومت کو قائم ہوتا ہوا دیکھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو لہراتا ہوا دیکھیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 28 نومبر 2025ء جلد 32 شمارہ 283 صفحہ 02 تا 08)

46

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 14/ نومبر 2025ء 14/ نبوت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور غزوات میں آپؐ کی سیرت کے حوالے سے گذشتہ خطبوں میں ذکر ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں **غزوۂ تبوک کی تفصیل** بیان ہو رہی تھی۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے۔

لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک خاتون نے بڑے اخلاص اور جوش کا اظہار کیا۔ اس کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ کے لیے خواتین نے بھی جس طرح بھی ہو اکسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ مالی قربانی میں بھی پیش پیش رہیں جس میں انہوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔

(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 381-380 غزوہ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

ایسا ہی جذبات کی قربانی کا ایک واقعہ بھی تاریخ کی کتب میں محفوظ رہ گیا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ لشکر کو شام کی طرف جانا تھا اور موتہ کی جنگ کا نظارہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس لیے ہر مسلمان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت کا خیال سب خیالوں پر مقدم تھا۔ عورتیں تک بھی اس خطرہ کو محسوس کر رہی تھیں اور اپنے خاوندوں اور اپنے بیٹوں کو جنگ پر جانے کی تلقین کر رہی تھیں۔ اس اخلاص اور اس جوش کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی جو کسی کام کے لیے باہر گئے ہوئے تھے اس وقت واپس لوٹے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت مدینہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ ایک عرصہ کی جدائی کے بعد جب وہ اِس خیال سے اپنے گھر میں داخل ہوئے کہ اپنی بیوی کو جا کر دیکھیں گے اور خوش ہوں گے تو انہوں نے اپنی بیوی کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور محبت سے آگے بڑھے پیار کرنے کے لیے۔ جب وہ بیوی کے قریب آگئے تو ان کی بیوی نے دونوں ہاتھوں سے ان کو دھکا دے دیا اور پیچھے ہٹا دیا۔ اس صحابی نے حیرت سے اپنی بیوی کا منہ دیکھا اور پوچھا اتنی مدت کے بعد ملنے پر آخر یہ سلوک کیوں ہے؟ بیوی نے کہا کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ خدا کا رسول اس خطرہ کی جگہ پر جا رہا ہے اور تم اپنی بیوی سے پیار کرنے کی جرأت کرتے ہو! پہلے جاؤ اور اپنا فرض ادا کرو اس کے بعد یہ باتیں دیکھی جائیں گی۔ وہ صحابی فوراً گھر سے باہر نکل گئے۔ اپنی سواری پر زین کسی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین منزل پر جا کر مل گئے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 362-361)

اس واقعہ کو ایک دوسری جگہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے۔ پہلا تو دیباچہ تفسیر القرآن میں اس کا ذکر ہے اور دوسرا خدام الاحمدیہ کے اجتماع پہ ایک تقریر میں ذکر کیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”ایک دفعہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کسی کام کے لیے باہر بھیجا۔ بعد میں جنگ تبوک کا واقعہ پیش آ گیا۔ یہ جگہ نہایت خطرناک تھی۔ رومی حکومت اس وقت ایسی ہی طاقتور تھی جیسے آجکل امریکہ اور روس کی حکومتیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چھوٹی سی فوج لے کر اتنی بڑی حکومت کے مقابلہ میں جانا پڑا۔ مدینہ میں بہت تھوڑے مسلمان تھے اور پھر ارد گرد کے لوگ بھی اکٹھے نہیں تھے لیکن اگر وہ اکٹھے ہوتے بھی تو قیصر روما کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگ جنگ کے لیے چلیں۔ جب اسلامی لشکر روانہ ہو گیا تو وہ صحابی جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر کام کے لیے بھیجا ہوا تھا واپس آئے۔ جوان آدمی تھے۔ نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کی جدائی کے بعد جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ سیدھے اس کی طرف گئے اور اس سے بغل گیر ہونا چاہا مگر بیوی نے ان کی محبت کا جواب دینے کی بجائے ان کے سینہ پر زور سے دو ہتڑ مارا اور پیچھے دھکا دے کر کہا خدا کا رسول تو میدان جنگ میں گیا ہوا ہے اور تمہیں اپنی بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت واپس نہیں آ جاتے میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گی۔ وہ صحابی اسی وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر اسلامی لشکر سے جا ملے اور پھر اسی وقت گھر واپس آئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوسرے صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس لوٹے۔ غرض یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر خطرہ کے موقع پر اپنی جان کو بلا دریغ خطرہ میں ڈال دیا۔ کوئی تکلیف اور دکھ انہیں نہیں پہنچا جسے انہوں نے تکلیف اور دکھ جانا ہو بلکہ جب بھی کوئی خدمت کا موقع آتا وہ اپنی جان بخوشی پیش کر دیتے۔"

(مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 214-215)

بہر حال اس کی تفصیلات میں مزید یہ لکھا ہے کہ پندرہ یا بعض روایات کے مطابق انیس مقامات پر پڑاؤ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت تبوک کے مقام پر پہنچ گئے۔ تبوک کے اس سفر میں جن جگہوں پر پڑاؤ کیا گیا اس کی الگ سے تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ بعد میں ان جگہوں پر مساجد تعمیر کی گئیں اور ان مقامات کے نام پر مساجد کے نام رکھے گئے تو مؤرخین نے اس سے یہ تفصیل بیان کی کہ انہی جگہوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہو گا۔ ان جگہوں کے نام بھی کتب میں بیان ہوئے ہیں جو پندرہ سے بائیس تک بیان ہوتے ہیں۔

سیرت ابن اسحاق اور ابن ہشام میں جن سترہ مقامات پر مساجد بنانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔ ذوخشب، فیفاء، ذوالمروہ، رُقعہ، وادی القریٰ، صعید، حِجر، صدر حوضیٰ، ذوالجیفہ، شِقّ تارا، البترا، الاء، ذات الخطمی، اَخضر، ذات الرّاب، ثنیّۃ مدران، اور تبوک۔

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 499)

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 485)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 2 جزء 4-3 صفحہ 450-449 دار المعرفہ بیروت 2000ء)

(السیرۃ النبویہ لابن اسحاق جلد 2 صفحہ 609 دار الکتب العلمیۃ 2004ء)

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ الجزء الثالث صفحہ 174 تا 176 مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ 2011ء)

حضرت عقبہ بن عامرؓ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات سو گئے۔ (کافی لمبا سفر تھا، تھکاوٹ تھی) اور اس وقت بیدار ہوئے جب سورج نیزہ بھر بلند ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ ہمارے لیے فجر کا انتظار کرنا۔ جاگتے رہنا اور ہمیں جگا دینا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کی طرح نیند مجھے بھی لے گئی۔ مجھ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو روانگی کا حکم دیا اور پھر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد سواری سے اتر کر سنتیں ادا کیں اور صحابہ کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارا دن اور ساری رات سفر کرتے رہے یہاں تک کہ اگلے روز صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ گئے۔ اس عرصہ میں لکھا تو نہیں ہوا لیکن بہر حال نمازوں کے وقت میں نمازیں ادا کی گئی ہوں گی۔ اس کا وقفہ ہوا ہو گا۔ وہاں جا کے، تبوک پہنچ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے خطاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور مضبوط ترین کڑا تقویٰ کی بات ہے اور بہترین مذہب حضرت ابراہیمؑ کا مذہب ہے اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سب سے بلند بات ذکرِ الٰہی ہے اور بہترین قصہ یہ قرآن ہے اور بہترین امور وہ ہیں جن کو پختہ ارادے سے کیا جائے اور بدترین امور بدعات ہیں اور بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور سب سے افضل موت شہادت کی موت ہے اور ہدایت کے بعد سب سے بڑا اندھا پن ضلالت ہے، گمراہی ہے اور بہترین اعمال وہ ہیں جو نفع مند ہوں اور بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے اور سب سے بُرا اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے۔ آنکھوں کا اندھا نہیں دل کا اندھا ہونا ہے جب اللہ تعالیٰ کی باتیں سمجھ نہ آئیں۔ پھر فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو تھوڑا اور کفایت کرنے والا ہو وہ زیادہ اور غافل کر دینے والے سے بہتر ہے اور سب سے بری معذرت وہ ہے جو موت کے وقت کی جائے اور سب سے بری شرمندگی قیامت کے روز ہو گی اور کچھ لوگ نماز جمعہ کے لیے بہت دیر سے آتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو چھوڑ چھوڑ کر ذکر الٰہی کرتے ہیں اور سب سے عظیم گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹی زبان ہے اور بہترین دولت مندی تو دل کا دولت مند ہونا ہے۔ یعنی کہ چھوڑ چھوڑ کے نماز ادا کرنے اور دیر سے آنے والوں کو بھی آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔ آپ نے کہا یہ بہت بری بات ہے۔ فرمایا کہ عظیم گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹی زبان ہے اور بہترین دولتمندی تو دل کا دولتمند ہونا ہے اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور دانائی کا کمال اللہ کا خوف ہے اور بہترین بات وہ ہے جو دلوں میں یقین کو جاگزین کرے اور شک کرنا کفر کا حصہ ہے اور نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے اور خیانت جہنم کی آگ ہے اور بُرا شعر ابلیس کی جانب سے ہے اور شراب گناہ کی جامع ہے اور عورتیں شیطان کے جال ہیں اور جوانی جنون کا ایک حصہ ہے اور سب سے بُری کمائی سود کی کمائی ہے اور سب سے برا کھانا یتیم کا مال کھانا ہے اور نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے ہی بدبخت ہو اور تم میں سے ہر ایک آدمی چار ہاتھ جگہ کی طرف جانے والا ہے یعنی آخر میں مرنا ہی ہے قبر میں جانا ہے اور معاملہ آخرت پر موقوف ہے اور کام کا دارومدار انجام پر موقوف ہے اور سب سے برے راوی جھوٹے راوی ہیں اور جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے اور مومن کو گالی

دینا فسق ہے اور مومن سے جنگ کرنا کفر ہے اور مومن کی غیبت کرنا اللہ کی معصیت ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے اور جو اللہ کے مقابل پر قسم کھائے گا وہ اس کی تکذیب کرے گا اور جو اس سے مغفرت طلب کرے گا وہ اسے بخش دے گا اور جو اپنے بھائی کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کر دے گا اور جو غصہ کو پی جائے گا اللہ اسے اجر دے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا اور جو شہرت پسند ہو گا اللہ اسے شہرت دے گا اور جو صبر کرے گا اللہ اسے دگنا دے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا۔ پھر آگے فرمایا کہ اے اللہ! مجھے اور میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! مجھے اور میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! مجھے اور میری امت کو بخش دے۔ آپؐ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ پھر فرمایا میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد 3 جزء 5 صفحہ 15-14 ذکر خطبتہ علیہ السلام الی تبوک الی نخلۃ هناک، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 3 صفحہ 1015 تا 1017 عالم الکتب 1984ء)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 451 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

سفر تبوک میں صحابہؓ کو بعض نصائح بھی آپؐ نے کیں۔ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صحابہ کو انفرادی یا اجتماعی نصائح فرمائیں جن میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ تبوک کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے ٹیک لگائے ہوئے لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین اور بدترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں! یقیناً لوگوں میں سے بہترین آدمی وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پشت پر سوار ہو کر یا پیدل ہی اللہ کے راستے میں کام کرے یہاں تک کہ اسے موت آجائے اور یقیناً لوگوں میں سے بدترین وہ گناہگار آدمی ہے جو اللہ کی کتاب تو پڑھتا ہے مگر اپنی جہالت کو چھوڑ کر اس کی کسی بات کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

(سنن النسائی کتاب الجہاد باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ حدیث 3108)

اب دیکھیں بہت سارے لوگ آجکل قرآن کریم پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل کوئی نہیں۔

حضرت ابن عبّاسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: لوگوں میں وہ آدمی بے مثال ہے جو اپنے گھوڑے پر سوار اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچ کے رہتا ہو اور دوسرا وہ آدمی بے نظیر ہے جو اپنی فراخی اور کشائش میں نمایاں ہو اور اپنے مہمان کی ضیافت و تکریم کرتا ہو اور اسے اس کا حق دیتا ہو۔

(ماخوذ از مسند الامام احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 602 مسند عبد اللہ بن عباسؓ حدیث 1987 مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

اس موقع پر ہرقل کو دعوت اسلام کے لیے خط کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو ہرقل یعنی قیصر روم، ہرقل اس کا نام تھا، اس وقت حمص میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا جو میرا مکتوب قیصر تک لے جائے گا اس کے لیے جنت ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اگر وہ اس خط کو قبول نہ بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا وہ اسے قبول نہ بھی کرے تو بھی۔ بہرحال لے کر جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص آپ کا خط لے

کر گیا اور ہرقل کو دے دیا۔ اس نے اسے پڑھا اور کہا تم اپنے نبی کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میں اس کا پیروکار ہوں لیکن میں اپنی سلطنت کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس نے کچھ دینار بھی آپ کی خدمت میں بھیجے۔ وہ شخص واپس آیا۔ آپؐ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے یہ سچی بات نہیں کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار لوگوں میں تقسیم کر دیے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 457 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

ہرقل کی جانب یہ خط حضرت دحیہؓ لے کر گئے۔ یہ اس مکتوب کے علاوہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کے ہاتھ چھ ہجری کے آخر میں بھجوایا تھا جو محرم سات ہجری میں اسے ملا۔

(ماخوذ از شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 94 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996)

امام ابن حجر نے کتاب مغازی اور سیرت کی روایات کے حوالے سے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے تو آپؐ نے قیصر وغیرہ کو دوسری بار خط لکھے۔

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 161 قدیمی کتب خانہ)

ان کے خیال کی تصدیق ان خطوط سے بھی ہوتی ہے جو کتابی صورت میں 1941ء میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا نام ”مَجْمُوْعَہ اَلْوَثَائِقُ السِیَاسِیَّۃ لِلْعَھْدِ النَّبْوِیّ وَالْخِلَافَۃُ الرَّاشِدَۃ“ ہے اس کے مصنف ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ اس میں عہدِ نبویؐ سے لے کر خلفائے راشدین کے زمانے تک کے تاریخی اور سیاسی وثائق کا ذکر ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مصر سے 1941ء میں شائع ہوئی تھی۔ بہرحال یہ اس کتاب کا حوالہ ہے اور اس کے مطابق دو خط قیصر روم کو بھیجے گئے تھے۔ پہلے خط میں یہ تھا کہ وہ اپنی رعایا کے اسلام قبول کرنے میں روک نہ بنے ورنہ اس کی رعایا کے گناہ کا وبال بھی اسی پر پڑے گا اور یہ خط قیصر کو چھ ہجری کے آخر میں دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا جبکہ دوسرے خط میں تھا کہ اسلام قبول کر لو ورنہ انکار کی صورت میں جزیہ دینا ہو گا۔ یہ خط بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کے ہاتھ جنگ تبوک کے وقت قیصر کی طرف روانہ فرمایا تھا۔

(مجموعہ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ جلد 1 صفحہ 107 تا 110 دار النفائس 1987ء)

(رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی از محمد حمید اللہ، صفحہ 158، 166 دارالاشاعت کراچی 2003ء)

تاریخ میں اہلِ اَیلہ سے مصالحت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تک پہنچ گئے تو اردگرد کے عیسائی حکمران خوفزدہ ہو گئے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب طاری کر دیا کہ جو ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے تک مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے اب انہیں اپنی بقا کی فکر ہونے لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست کرنے لگے۔ ان میں سے سب سے پہلے اَیلہ کا حاکم حاضر خدمت ہوا۔ اَیلہ بحر قلزم کے ساحل پر شام کے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ حجاز کی آخری حد اور سرزمین شام کے شروع میں واقع ہے۔ تبوک میں قیام کے دوران اَیلہ کا حاکم یحنّہ بن رؤبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر اور اہل جرباء اور اَذرح بھی آئے اور انہوں نے بھی مصالحت کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک امان نامہ تحریر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یحنّہ بن

رؤبہ اور اہل اَیلہ کی سمندر میں چلنے والی کشتیوں اور ان کے خشکی پر آنے جانے والے قافلوں کے لیے امان نامہ ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکمل تحفظ حاصل ہے۔ اس طرح ان کے ساتھ اہلِ شام، اہلِ یمن اور اہلِ بحر کو بھی مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ جس نے بھی کوئی خلاف ورزی کی اس کا مال قبضہ میں کرنا جائز ہو گا۔ جس نے بھی ایسے آدمی کا مال چھین لیا یعنی خلاف ورزی کرنے والے کا تو وہ اس کے لیے حلال ہو گا اور انہیں نہ تو کسی چشمہ اور کنوئیں کا پانی استعمال کرنے سے روکا جائے گا اور نہ بحر و بر کے کسی رستے سے انہیں منع کیا جائے گا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 221، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک دار الکتب العلمیۃ 1990ء)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 543-542 ناشر بزم اقبال لاہور 2022ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 50 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

اہل اَیلہ اور یحنّہ بن رؤبہ کے لیے یہ امان نامہ حضرت جہیم بن صلتؓ اور حضرت شرحبیل بن حسنہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر تحریر کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 221 ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یحنّہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفہ دیا اور آپ کو ایک پہننے کی چادر پیش کی۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب خرص التمر حدیث 1481)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یمنی چادر اوڑھائی اور حضرت بلالؓ کے ساتھ اسے ٹھہرانے کا ارشاد فرمایا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 91 ثم غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

پھر اہلِ مقناء سے معاہدۂ صلح ہوا۔ اہل مقناء یہودی تھے اور یہ بستی ساحل سمندر پر اَیلہ کے قریب آباد تھی۔

(ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 283 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)
(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 494 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بھی امان نامہ لکھ کر دیا کہ اَنَّھُمْ آمِنُوْنَ بِاَمَانِ اللّٰہِ وَ اَمَانِ مُحَمَّدٍ وَ اَنَّ عَلَیْھِمْ رُبْعَ غُزْوِلِھِمْ وَرُبْعَ ثِمَارِھِمْ۔ یہ لوگ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں۔ ان پر بطور جزیہ ان کے کاتے ہوئے سوت اور کپڑے کا اور ان کے پھلوں کا چوتھائی حصہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 221 ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسی طرح اہلِ جرباء اور اذرح کے لیے امان نامہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جرباء اور اذرح یہ دونوں ملک شام میں بلقاء کے علاقے میں دو شہر تھے جو آپس میں بالکل قریب تھے۔ ان کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا جبکہ ایک قول کے مطابق ایک میل سے بھی کم فاصلہ تھا۔

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 157 دار الکتب العلمیۃ)
(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 91 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جرباء اور اذرح کو بھی امان نامہ لکھ کر عنایت فرمایا کہ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِاَهْلِ جَرْبَاءَ وَ اَذْرُحَ اَنَّهُمْ اٰمِنُوْنَ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَ اَمَانِ مُحَمَّدٍ وَاَنَّ عَلَيْهِمْ مِائَةَ دِيْنَارٍ فِيْ كُلِّ رَجَبٍ وَ افِيَةً طَيِّبَةً وَاللّٰهُ كَفِيْلٌ عَلَيْهِمْ یہ تحریر اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل جرباء اور اہل اذرح کے نام ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں۔ ان کے ذمہ ہر سال رجب میں خالص سونے کے مکمل سو دینار بطور جزیہ ادا کرنا واجب ہے۔ اللہ ہی ان کا نگہبان ہے۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 221 دار الکتب العلمیۃ 1990ء)

غزوۂ تبوک کے حوالے سے ہی ایک سریہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ سریّہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف اکیدر بن عبد الملک کہلاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک ہی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو رجب نو ہجری میں چار سو بیس سواروں کا ایک لشکر دے کر اکیدر بن عبد الملک کی طرف دومۃ الجندل روانہ کیا۔ دومۃ الجندل شام اور مدینہ کے درمیان ایک قلعہ ہے اور بستی ہے جو مدینہ منورہ سے پندرہ سے سولہ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ تبوک سے چار سو کلو میٹر کے فاصلے پر یہ قلعہ تھا۔ اکیدر قبیلہ بنو کندہ میں سے تھا اور اس کا بادشاہ تھا۔ وہ عیسائی تھا۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 123 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 526)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 126 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ سے فرمایا تم اسے رات کے وقت دیکھو گے جب وہ گائے کا شکار کر رہا ہو گا تو تم اسے پکڑ لینا یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ حالت ہو گی اور اس وقت تم حملہ کرو گے تو پکڑ لو گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دومۃ کو فتح کرا دے گا۔ اگر تم اس پر غلبہ پالو تو اسے قتل نہ کرنا اسے میرے پاس لے آنا۔ اگر وہ انکار کرے، لڑائی کرے تو پھر اسے قتل کر دینا۔ حضرت خالدؓ کی روانگی کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت خالدؓ اس طرف روانہ ہوئے اور اس قلعہ کے اس قدر قریب پہنچے کہ سامنے وہ دکھائی دینے لگا۔ چاندنی رات تھی۔ اکیدر اپنی بیوی رباب بنت انیف کندیّہ کے ساتھ چھت پر تھا تو ایک جنگلی گائے آئی۔ وہ اپنے سینگوں سے قلعہ کے دروازے کو مارنے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے اسے کہا کہ تم نے کبھی ایسا واقعہ دیکھا ہے کہ جنگل سے گائے اس طرح آ کر محل کے دروازے پر اپنے سینگوں سے ٹکریں مارے۔ اکیدر نے کہا اللہ کی قسم! میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا۔ اس پر اس عورت نے کہا: کون اس کو چھوڑ سکتا ہے؟ تو اس نے کہا کوئی بھی نہیں۔ بادشاہ نے کہا میں ابھی شکار کر کے لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اترا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال کا ایک گروہ بھی سوار ہوا۔ ان میں حسّان نام کا اس کا ایک بھائی بھی تھا۔ پس وہ سوار ہوا اور وہ اس کے ساتھ اس گائے کے تعاقب میں نکلے۔ بے دھڑک یہ شکاری شکار کے پیچھے جاتے تھے کہ سامنے سے اچانک حضرت خالدؓ کا گھڑ سوار دستہ نمودار ہوا اور انہوں نے ان کو پکڑ لیا۔ اکیدر کو گرفتار کر لیا مگر حسّان نے قیدی بننے سے انکار کیا اور مزاحمت کی۔ آگے سے لڑائی کی۔ اس پر اس کو قتل کر دیا گیا۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 221-220 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حسّان مارا گیا اس کے سر پر دیباج یعنی موٹی ریشمی چادر تھی جس میں سونے کی تاریں لگی ہوئی تھیں۔ خالد بن ولید نے اس چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور پھر خود اکیدر کو لے کر روانہ ہوئے۔
(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 185 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

اس کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ جب اکیدر قید کر لیا گیا اور اس کا بھائی حسّان قتل کر دیا گیا تو حضرت خالدؓ نے اکیدر سے کہا کیا میں تمہیں اس شرط پر پناہ نہ دوں کہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دوں اور تم مجھے دومۃ الجندل فتح کرا دو۔ اکیدر نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت خالدؓ اسے لے کر چلے حتیٰ کہ قلعہ کے قریب آ گئے۔ اکیدر نے اپنے اہل خانہ کو آواز دی کہ دروازہ کھولیں جب انہوں نے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا تو اکیدر کے بھائی مضاد نے انکار کر دیا۔ اکیدر نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ تم جان گئے ہو کہ وہ اس لیے دروازہ نہیں کھول رہے کہ انہوں نے وہ بیڑیاں دیکھ لی ہیں جو تم نے مجھے پہنائی ہوئی ہیں۔ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور امانت کے نام پر کہتا ہوں کہ میں تمہارے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا بشرطیکہ تم میرے اہل خانہ پر مجھ سے صلح کر لو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا میں تیرے ساتھ صلح کر لوں گا۔ اکیدر نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ثالث بنا لیتا ہوں اور اگر چاہو تو تم مجھے ثالث بنا لو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ ہم تجھ سے وہی قبول کریں گے جو کچھ تو دے گا چنانچہ حضرت خالدؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اکیدر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اکیدر کے بھائی مضاد کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور وہ سب چیزیں حاصل کر لی گئیں جن پر صلح ہوئی تھی۔
(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 221 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

مسلمانوں کو اس معرکے میں دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے حاصل ہوئے۔ اس مال غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حصہ الگ کر کے باقی اموال ساتھ جانے والے مجاہدوں میں تقسیم کر دیے گئے۔

اکیدر اور اس کے بھائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے اور یہ اس طرح ملتا ہے کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالدؓ اکیدر کو لے کر آئے تو میں نے اسے دیکھا۔ اس نے سونے کی صلیب اور ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو وہ آپؐ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپؐ نے دو بار فرمایا نہیں نہیں۔ یہ سجدہ نہیں کرنا۔ اس نے چند اشیاء آپؐ کو بطور ہدیہ پیش کیں جن میں ایک زیبائش کا کپڑا اور خچر تھے۔ جزیہ پر آپؐ نے صلح کر لی۔ ابن اثیر کے مطابق ان کے جزیہ کی رقم تین سو دینار تھی۔ اس کا اور اس کے بھائی کا خون معاف کر دیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ آپؐ نے ان کے لیے امان نامہ لکھوایا۔ وہ شرائط لکھوائیں جن پر صلح کی تھی۔

امان نامہ یہ تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خالدؓ کے ساتھ اکیدر کے لیے ہے جس نے اسلام قبول کر لیا اور بتوں سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ اس نے تو اسلام بھی قبول کر لیا تھا اس کے مطابق۔ یہ احکام دومۃ الجندل اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے ہیں۔ ہمارے لیے وہ زمین جو کاشتکاری کے قابل نہ ہو مجہول زمین ہے۔ بے آباد زمین، اسلحہ اور اونٹ اور قلعے ہوں گے یعنی جو یہ چیزیں تھیں یہ مسلمانوں کو ملیں گی جبکہ باقی شہر کے اندرونی حصے کی کھجوریں، چشموں والی آباد

زمین یہ تمہارے لیے ہو گی علیحدہ جانوروں کو گنا نہیں جائے گا۔ تمہیں یہاں تمہارے جانور چرانے سے نہیں روکا جائے گا۔ تم وقت پر نماز ادا کرو گے۔ پوری زکوٰۃ دو گے۔ اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ یہ عہد ہے۔ تمہارے لیے سچ اور وفا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حاضر مسلمان اس پر گواہ ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 126 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 222-221 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

تبوک کے موقع پر ایک صحابیؓ کی وفات کا ذکر بھی ملتا ہے اور اس کی تدفین کا بھی ذکر ملتا ہے جس کو دیکھ کر بعض بڑے صحابہ نے خواہش کی کہ کاش! اس دفن ہونے والے کی جگہ وہ خود ہوتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ میں آدھی رات کے وقت اٹھا تو میں نے لشکر کے ایک طرف آگ کی روشنی دیکھی۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا کہ دیکھوں کیا ہے؟ تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین مزنیؓ وفات پا چکے ہیں اور یہ لوگ ان کی قبر کھود چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اُن کی میت آپ کو دے رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ تم دونوں اپنے اس بھائی کو میرے قریب کرو۔ پس ان دونوں نے حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اس میت کو قبر میں رکھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَمْسَیْتُ رَاضِیًا عَنْہُ فَارْضَ عَنْہُ کہ اے اللہ! میں نے اس حال میں شام کی ہے کہ میں اس سے راضی تھا پس تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس وقت تمنا کی کہ کاش! یہ قبر میں اتارا جانے والا میں ہوتا اور یہ دعائیں لیتا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 822 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا تعلق قبیلہ بنو مزینہ سے تھا۔ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ انہیں وراثت میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ ان کے چچا مالدار تھے۔ اس چچا نے ان کی کفالت کی حتیٰ کہ یہ بھی مالدار ہو گئے اور ان کے ساتھ کاروبار شروع کر دیا۔ اور فتح مکہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب اسلام قبول کر لیا تو ان کے چچا نے ان سے سب کچھ لے لیا، سب کچھ چھین لیا یہاں تک کہ ان کا ازار بھی کھینچ لیا، کمر پہ باندھنے والا کپڑا بھی لے لیا۔ پھر ان کی والدہ آئیں اور انہوں نے اپنی چادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور حضرت عبداللہؓ نے ایک حصہ کو بطور ازار استعمال کر لیا اور دوسرے حصے کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ پھر یہ مدینہ آئے اور مسجد میں لیٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ یہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے تھے کہ کون لوگ ہیں۔ کوئی نیا آدمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کی طرف دیکھا تو انہیں اجنبی سمجھا اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے اپنا نسب بیان کیا۔ ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپ نے عرض کیا کہ میرا نام عبدالعزّٰی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عبداللہ ذوالبجادین یعنی دو چادروں والے ہو۔ پھر فرمایا تم میرے قریب رہا کرو۔ چنانچہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں

میں شامل ہو گئے اور آپؐ انہیں قرآن کریم سکھاتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے بہت سا قرآن یاد کر لیا۔ جب آپؐ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے شہادت کی دعا کریں۔ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! میں اس کے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ارادہ یہ تو نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور تمہیں بخار ہو جائے جس کی وجہ سے تم وفات پا جاؤ تو بھی تم شہید ہو۔ اگر تمہاری سواری تمہیں گرا دے جس کی وجہ سے تمہاری گردن ٹوٹ جائے تو بھی تم شہید ہو۔ یہ پرواہ نہ کرو کہ شہادت کس طریقے سے ملتی ہے۔ چنانچہ تبوک پہنچنے کے کچھ دن بعد ہی بیماری کی وجہ سے ان کی وفات ہو گئی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 229 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 460-459 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت معاویہ بن معاویہ مزنیؓ کی نماز جنازہ کا بھی اس سفر میں ذکر ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ اطلاع دی۔ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ پھر کشفًا ان کی چارپائی جس پر ان کا جنازہ تھا ہوا میں بلند کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ آپ نے نماز جنازہ ادا کی۔ آپ کے سامنے فرشتوں کی صفیں بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا: یہ مقام اسے کیسے حاصل ہوا؟ یہ جو اتنا اس کو لایا گیا ہے اور مجھے کہا گیا ہے جنازہ پڑھو۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے محبت کرنے کی وجہ سے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوار اور پیدل ہر حالت میں اس کی تلاوت کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 456 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 207-206 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

اب یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ تبوک میں پہنچنے کے بعد مزید پیش قدمی کے لیے صحابہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش قدمی کے متعلق صحابہ سے مشاورت کی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ! اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم ہے تو ٹھیک ہے آپؐ ضرور تشریف لے چلیں۔ ہم ساتھ چلیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے آگے جانے کا حکم اللہ کی طرف سے ہوتا تو میں تم سے مشاورت نہ کرتا۔ تو حضرت عمرؓ نے پھر یہ عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اہلِ روم کے پاس بہت سے لشکر ہیں۔ ان میں اہلِ اسلام میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم ان کے قریب آ گئے ہیں۔ آپؐ کے قریب آنے نے ہی ان کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ ہم اس سال واپس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ کوئی رائے پیدا کر لیں یا اللہ تعالیٰ کوئی صورتحال پیدا فرما دے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 462-461 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

بہرحال اس بات کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا اور پھر جانے کا فیصلہ کیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب اذا اقام بارض العدو یقصر حدیث 1235)

اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپؐ نے بیس سے کم دن تبوک میں قیام فرمایا۔ ان دو مختلف روایات میں تطبیق کی گئی ہے۔ بیس والے قول میں تبوک پہنچنے اور تبوک سے رخت سفر باندھنے والے دو دن بھی شمار ہوئے ہیں جبکہ دوسرے قول میں یہ دونوں دن شمار نہیں کیے گئے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 96 دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

مدینہ سے روانگی اور مدینہ واپسی تک دو ماہ یا اس سے زائد عرصہ لگا ہے۔ چنانچہ ابن سعد کے مطابق رجب 9 ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے اور رمضان 9 ہجری میں مدینہ واپس تشریف لائے۔ ان دونوں کے درمیان میں شعبان کا مہینہ ہے۔ اس طرح دو ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر رہے۔ واللہ اعلم۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحه 126-125 دار الکتب العلمیة 1990ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ ”جب آپ شام کے قریب تبوک مقام پر پہنچے تو آپ نے اِدھر اُدھر آدمی بھیجے تا کہ وہ معلوم کریں کہ حقیقت کیا ہے اور یہ سفراء متفقہ طور پر یہ خبریں لائے کہ کوئی شامی لشکر اِس وقت جمع نہیں ہو رہا۔“ حضرت عمرؓ نے بھی یہی کہا تھا کہ کوئی جنگ کے لیے تو آنہیں رہا اور ارد گرد کے بعض علاقے ابھی خوفزدہ ہیں تو پھر ضرورت کیا ہے جنگ کی۔ ”اِس پر کچھ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے اور اِرد گرد کے بعض قبائل سے معاہدات کر کے بغیر لڑائی کے واپس آ گئے۔ یہ کُل سفر آپ کا دو اڑھائی مہینے کا تھا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 362)

اس سے واپسی، مدینہ تک آنے کے سفر کی وضاحت و تفصیل ان شاء اللہ آئندہ۔

بنگلہ دیش کے بارے میں میں نے پہلے بھی دعا کے لیے کہا تھا۔ وہاں مولوی طبقہ، احمدیت مخالف طبقہ کافی شور مچا رہا ہے۔ کل ان کا ایک جلسہ بھی ہے شاید تو ان کے لیے خاص طور پہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محفوظ رکھے۔ ان کے شر سے بچائے۔

اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں بھی محفوظ رکھے۔ اب بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ جب مخالفین کو کسی بھی طریقے سے دبایا جائے۔ قانوناً بھی اگر دبایا جاتا ہے تو ان کی تان احمدیوں پہ آ کے ٹوٹتی ہے۔ اس لیے احمدیوں کو زیادہ دعاؤں کی طرف اور احتیاط کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح فلسطینیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ معاہدات کے باوجود، ceasefire کے باوجود ان کا اسی طرح قتل عام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

اسی طرح افریقہ کے احمدیوں کے لیے دعا کریں ان میں بھی بعض جگہ حکومتیں ان پر ظلم کر رہی ہیں بعض جگہ دہشت گرد مختلف جگہوں پہ حملے کر رہے ہیں اور بعض دفعہ احمدی بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں امن اور سلامتی قائم کرے۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو محمد حسین صاحب ابن محمد اسماعیل صاحب ربوہ کا ہے جو گذشتہ دنوں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم موصی تھے اور زندگی میں ہی حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد عمران صاحب مبلغ سلسلہ نائیجر ہیں۔ اور وہاں مغربی افریقہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے والد کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔ اسی طرح ایک اَور بیٹے بھی واقف زندگی ہیں جو معلم سلسلہ ہیں محمد لقمان صاحب۔ ان کے خاندان میں احمدیت 1956ء میں ان کے والد محمد اسماعیل صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی اور پھر یہ دو سال بعد ربوہ بھی شفٹ ہو گئے۔ خود مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، تلاوت قرآن کریم باقاعدہ کرنے والے، تہجد گزار، نیک مخلص، دعا گو انسان تھے۔

معلم محسن طیب صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے ان کے محلے میں پانچ سال خدمت کا موقع ملا۔ ایک بات جو ان میں نمایاں میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ مالی قربانی میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ جب بھی کسی تحریک کا، نئے سال کا آغاز ہوتا تو ان کی کوشش ہوتی کہ پہلی رسید ان کی کاٹی جائے۔ بعض اوقات تو اعلان سے قبل ہی چندے کے لیے پیسے دینے کی کوشش کرتے تھے اور ایسے ہی بعض اوقات جب سال کے اختتام پر اضافی چندے کا کہا جاتا تو حسب توفیق پھر مزید ادائیگی بھی کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ لواحقین کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے اور خاص طور پہ ان کے جو بیٹے باہر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ صبر دے، حوصلہ دے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ دسمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 289 صفحہ 02 تا 07)

47

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 21/ نومبر 2025ء بمطابق 21/ نبوت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

منافقوں کے مزعومہ عزائم

غزوۂ تبوک کے بارے میں بیان ہو رہا تھا۔ اس سفر کی مزید تفصیل آج بیان کروں گا۔ اس موقع پر منافقوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کا بھی ذکر ہوا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ غزوۂ تبوک کے پس پردہ دراصل یہود و نصاریٰ اور منافقین کی ایک مشترکہ سازش کارفرما تھی کہ جب ہر طرف سے ان کے منصوبے ناکام ہو گئے اور وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش بھی ناکام ہو گئی تو یہ منصوبہ بندی ان کا ایک آخری حربہ تھا اور اگر پہلے کی طرح خدائی تائید و نصرت نہ ہوتی تو کوئی شک نہیں کہ یہ منافقین کی کامیاب ترین کوشش ثابت ہوتی کیونکہ ہر قدم پر مسلمانوں کی تباہی ایک یقینی امر تھا۔ پہلے ہم یہی دیکھ چکے ہیں جہاں انہوں نے کوششیں کیں لیکن جس خدا نے بدر کے میدان میں ناقابل یقین انداز میں مسلمانوں کو کامیابی سے نوازا اور پھر جنگ حنین تک اس کی مسلسل تائید و نصرت مسلمانوں کو کامیابی سے نوازتی رہی اور ہر خطرناک موقع پر خود اللہ تعالیٰ کی حفاظت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال رہی۔ کچھ یہی واقعات یہاں بھی دہرائے گئے۔

مدینہ سے تبوک تک کا سفر گویا موت کی وادی کا سفر تھا۔ اس میں خیر و عافیت سے تبوک تک پہنچنا اور پھر واپسی کا سفر منافقین کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ پھر قیصر روم کی تائید یافتہ فوجی لشکروں کا بھاگ جانا یا خوف کی وجہ سے سامنا ہی نہ کرنا یہ ایک دوسری حیرت انگیز بات تھی اور عرب کی سرحدوں پر بسنے والی تمام مخالف قوتوں پر لرزہ طاری ہونا اور جس کے نتیجہ میں ان میں سے اکثر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست کرتے ہوئے جزیہ دینے میں عافیت سمجھی۔ ان تمام واقعات سے منافقین کے سارے منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے ہیں کیونکہ منافقین کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت کوئی مسلمان بخیر و عافیت مدینہ واپس آ سکتا ہے۔ اس لیے اب جب تیس ہزار کا یہ لشکر فتح و نصرت کے جھنڈے لہراتا ہوا اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ واپسی کا سفر شروع کرتا ہے تو منافقین نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلانا ضروری سمجھا اور وہ وہی تھا کہ جو بھی ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ واپس نہیں پہنچنا چاہیے۔ نعوذ باللہ۔ اس کے لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش بنائی بلکہ کوئی بعید نہیں کہ یہ سازش پہلے سے ہی ایک آخری وار کے طور پر طے

شدہ ہو کہ اوّل تو یہ مسلمان لوگ راستے میں یا تبوک میں مر مٹ جائیں گے اور اگر پھر بھی بچ کر واپس آنے لگیں تو راستے میں ان کو ہلاک کر دیا جائے اور یہ قیاس اس لیے درست ہو سکتا ہے کہ منافقین کے تمام بڑے سردار ساتھ نہیں تھے بلکہ منافقین کی ایک جماعت اس لشکر میں ساتھ تھی جو ہر موقع پر مخالفانہ پراپیگنڈا کا زہر پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی لیکن وہ اتنا بڑا قدم تب تک نہیں اٹھا سکتے تھے جب تک کہ پہلے سے یہ منصوبہ بندی نہ ہوئی ہو۔ بہر حال انہوں نے اس خطرناک سازش پر اس طرح عمل کیا کہ واپسی پر ایک راستہ ایسا تھا کہ جہاں وادی میں دو راستے ہو رہے تھے۔ ایک وسیع میدانی راستہ تھا اور ایک تنگ راستہ جو ایک دشوار گزار اونچی گھاٹی سے ہوتا ہوا راستے تک پہنچتا تھا۔ یہ شارٹ کٹ بھی تھا اور مسلمانوں کے لشکر کو اسی گھاٹی سے ہو کر ہی گزرنا تھا۔ منافقین نے یہ منصوبہ بندی کی کہ جب عین گھاٹی کی بلندی پر سے سارا لشکر گزر رہا ہو گا، لوگوں کا اژدہام ہو گا، بہت زیادہ لوگ ہوں گے تو ایسے وقت میں کہ جب رات کا اندھیرا ہو گا (سفر رات کے وقت ہو رہا تھا) تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے قریب یہ سارے منافقین اکٹھے ہو جائیں گے اور کسی نہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو گھاٹی کے کنارے کی طرف زبردستی ہانک دیا جائے گا اور کجاوے کی رسیوں کو کاٹ دیا جائے گا۔ یوں وہ اونٹنی نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھائی میں گرا دے گی، جو گھاٹی تھی اس گڑھے میں گرا دے گی یا آپؐ سمیت وہ خود کھائی میں گر جائے گی اور رات کے اندھیرے میں اس کو ایک حادثہ سمجھ لیا جائے گا اور کسی کا ذہن قاتلانہ حملہ کی طرف نہیں جائے گا۔

چنانچہ حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے **مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو منافقین کی ایک جماعت نے آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا** اور یہ طے کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں کسی گھاٹی کی چوٹی سے گرا دیں گے لیکن عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی اس سازش سے آگاہ کر دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروا دیا کہ کوئی بھی گھاٹی کی طرف سے نہیں جائے گا سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین صحابہؓ کے۔ آپؐ نے کہا صرف مَیں گھاٹی کی طرف سے جاؤں گا باقی سارے میدان کی طرف سے جائیں۔ جو ساتھی تھے آپؐ کے ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ اور حضرت عمّار بن یاسرؓ اور باقی لشکر کے بارے میں فرمایا کہ وہ وادی کے دامن میں ایک وسیع میدان سے گزرے گا۔ راستے کی تبدیلی کے اس اچانک اعلان سے منافقین کی منصوبہ بندی ختم ہوتی نظر آنے لگی لیکن یہ پھر بھی اپنے ناپاک ارادے پر عمل کرنے سے باز نہیں آئے اور انہوں نے فوری طور پر بارہ یا پندرہ افراد کا انتخاب کیا اور یہ طے پایا کہ یہ اپنے چہرے کو کپڑا باندھ کر چھپا لیں اور تیزی سے گھاٹی کی طرف نکل جائیں اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق اچانک اونٹنی کو بھگانا شروع کر دیں اور اس کو خوفزدہ کر کے بِدکا دیں تا کہ نعوذ باللہ وہ حادثہ ہو جائے جس کی وہ امید لگائے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی اثناء میں کہ آپؐ گھاٹی میں چل رہے تھے آپؐ نے لوگوں کی آہٹ سنی۔ وہ آپؐ کے پاس آ گئے اور انہوں نے آپؐ کی اونٹنی کو ڈرایا جس کی وجہ سے بعض سامان بھی گر گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ ان منافقین پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا جائے۔ حضرت حذیفہؓ ڈنڈے سے ان کی سواریوں کو مارنے لگے اور کہنے لگے اللہ کے دشمنو! ایک طرف

ہٹو۔ یہ منافقین جان گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکر سے آگاہ ہو چکے ہیں اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ پہچانے جائیں اس لیے وہ جلدی سے گھاٹی سے نیچے اتر آئے اور لشکر میں مل جل گئے۔ حضرت حذیفہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: حذیفہ! تم میری سواری کو پیچھے سے مارو کیونکہ وہ ڈر گئی تھی اور اے عمّار! تم اسے آگے سے چلاؤ تا کہ وہ جو بِدکی ہوئی اونٹنی تھی وہ دوبارہ صحیح راستے پہ آ جائے۔

ایک روایت میں ہے حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم گھاٹی میں پہنچے تو بارہ آدمیوں نے اس گھاٹی میں آپؐ کو روکا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو للکارا۔ اس پر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: کیا تم نے انہیں پہچان لیا ہے؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے انہیں نہیں پہچانا کیونکہ انہوں نے نقاب اوڑھے ہوئے تھے اور اندھیرا بھی تھا لیکن ہم نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ عربوں کو سواریوں کی بھی بڑی پہچان ہوتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا یہ لوگ قیامت تک منافق رہیں گے اور کیا تم ان کے ارادے کو جانتے ہو؟ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے سوال کیا جو ساتھی تھے۔ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ نہیں ہم تو نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے گھاٹی میں اللہ کے رسول کے ساتھ ٹکرانے اور وہاں اسے گرانے کا ارادہ کیا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبیلوں کی طرف پیغام نہیں بھیجیں گے کہ ہر قوم اپنے ساتھی کے سر کو آپ کے پاس بھیج دے۔ ان کو سزا دی جائے، قتل کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں! میں نہیں چاہتا کہ اہل عرب آپس میں یہ باتیں کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے قاتل ہیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر ہی تھے کہ آپؐ پر وحی ہوئی۔ حضرت حذیفہؓ قریب ہی کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا میں حذیفہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں تم سے ایک رازدارانہ بات کرنے لگا ہوں اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حملہ آوروں میں سے ایک ایک کا نام لے کر، ہر ایک کا نام لے کر بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا ہے اور یہ منافق ہیں۔ روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ یا تیرہ یا پندرہ نام بتائے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو فرمایا تھا کہ کسی کو یہ راز بتانا نہیں اس لیے حضرت حذیفہؓ نے کبھی بھی یہ نام کسی کو نہیں بتائے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب حضرت عمرؓ کو یہ پتہ لگا کہ یہ اس واقعہ کے گواہ ہیں اور ان کو نام پتہ ہیں تو حضرت عمرؓ نے یہ طریق اختیار فرمایا کہ اگر کسی کے بارے میں شک ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ کو پکڑ کر انہیں جنازہ پڑھنے ساتھ لے جاتے۔ اگر کوئی آدمی ان شامل ہونے والوں میں سے فوت ہوتا اور حضرت عمرؓ کو شک ہوتا تو حضرت حذیفہؓ کو بازو پکڑ کے ساتھ جنازہ پڑھنے کے لیے لے جاتے۔ اگر حضرت حذیفہؓ جانے سے انکار کر دیتے تو حضرت عمرؓ سمجھ جاتے کہ یہ وہ لوگ ہیں اور وہ بھی نماز جنازہ پر نہ جاتے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق وہ چودہ یا پندرہ تھے لیکن ساتھ یہ وضاحت بھی ہے کہ بارہ تو وہ منافق تھے جو اس سازش میں شریک تھے اور تین دوسرے اصحاب تھے جو اس وقت گھاٹی پر تو چڑھے تھے لیکن انہوں نے منادی کا یہ اعلان نہیں سنا تھا کہ یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے میدانی راستہ اختیار کیا جائے اس لیے

وہ تین افراد معذور سمجھے گئے۔

بہرحال جب صبح ہوئی تو اوس قبیلے کے سردار حضرت اسید بن حضیرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ گذشتہ شب بعض منافقین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ گھاٹی میں حضورؐ کا پیچھا کریں گے اور رات کی تاریکی میں اونٹنی کا تنگ کاٹ دیں گے اور اسے نوک دار چیز چبھوئیں گے کہ وہ تیز چلے یہاں تک کہ وہ مجھے میری اونٹنی سے گرا دیں گے۔ اس پر حضرت اُسیدؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر قبیلے کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر دے جو اس سازش میں شریک تھا اور جوش میں آکر کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے لوگوں کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ ہم کب تک ان سے مداہنت کریں گے حالانکہ آج وہ یعنی منافق قلت میں ہیں اور ذلیل ہو چکے ہیں اور اسلام نے قدم جما لیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ جب اس کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ختم ہوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت اسیدؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ لوگ ہمارے اصحاب نہیں ہیں۔ آپؐ کے ساتھی کب ہیں یہ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت کا اظہار نہیں کرتے؟ حضرت اسیدؓ نے کہا: بے شک کرتے ہیں لیکن ان کی کوئی شہادت نہیں ہے۔ یہ اوپر سے، منہ سے کر رہے ہیں دل میں تو کوئی شہادت نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیونکہ وہ کلمہ شہادت کا اقرار کرتے ہیں۔ بے شک منہ سے ہی کہتے ہوں اس لیے میں ان کو قتل نہیں کروں گا۔

(صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین وأحکامھم باب منہ حدیث 2779)(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 466 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)(البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 5 صفحہ 20–21 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 542 تا 550 دار السلام)(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ جلد 9 صفحہ 513 تا 515 بزم اقبال لاہور)(غزوۂ تبوک از باشمیل صفحہ 189 تا 201 نفیس اکیڈمی)

آجکل کے نام نہاد جو علماء فتوے دیتے ہیں کہ کلمہ پڑھنے والوں کو قتل کر دو۔ ان کو یہ ارشاد سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”جب مدینہ کے منافقوں کو معلوم ہوا کہ لڑائی بھڑائی تو کچھ نہیں ہوئی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے واپس آرہے ہیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ہماری منافقانہ چالوں کا راز اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گیا ہے اور غالباً اب ہم سزا سے نہیں بچیں گے۔ تب انہوں نے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر چند آدمی ایک ایسے رستہ پر بٹھا دیے جو نہایت تنگ تھا اور جس پر صرف ایک ایک سوار گزر سکتا تھا۔ جب آپ اس جگہ کے قریب پہنچے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے بتا دیا کہ آگے دشمن راستہ کے دونوں طرف چھپا بیٹھا ہے۔ آپؐ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ جاؤ اور وہاں جا کر دیکھو۔ وہ سواری کو تیز کر کے وہاں پہنچے تو انہوں نے وہاں چند آدمی چھپے ہوئے دیکھے جو اِس طرح چھپے بیٹھے تھے۔“ مختلف روایتیں ہیں تو یہ بھی ایک روایت ہے جس کو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا ہے۔ ”جیسا کہ حملہ کرنے والے بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کے پہنچنے پر وہ وہاں سے بھاگ گئے“ وہ لوگ ”مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا تعاقب کرنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو منافقوں نے جو اِس جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے قسم قسم کی معذرتیں کرنی شروع کر دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کو قبول کر لیا لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ منافقوں کی حقیقت مسلمانوں پر آشکارا کر دی جائے۔“
(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 362)

چنانچہ یہ بتا دیا گیا۔ بہرحال بعض کے بیٹھنے کا یا آگے جانے کا یا کس طرح عمل کرنے کا (ارادہ تھا) اس کی مختلف روایتیں ہیں لیکن واقعہ ہر جگہ ایک ہی ہے کہ کوشش یہ تھی کہ اس تنگ گھاٹی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچایا جائے۔ نعوذ باللہ۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد منافقین کی سازشوں میں ایک قسم کی تیزی آ گئی تھی اور جب انہوں نے دیکھا کہ عرب کے ارد گرد قبائل بشمول یہود کے قبائل اپنی طاقت کھو چکے ہیں اور مفتوح ہو چکے ہیں تو اب انہوں نے عرب سے باہر قیصر روم جیسی بیرونی اور بڑی طاقتوں سے مدد مانگنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ مدینہ میں ایک مستقل مرکز بنانے کا پروگرام بنایا جہاں یہ مستقل طور پر اپنی میٹنگز کریں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشی منصوبہ بندیاں کریں اور اسلحہ وغیرہ بھی جہاں جمع رکھیں لیکن وہ مرکز ایسا ہو کہ دوسرے مسلمانوں کو شک بھی نہ گزرے۔ چنانچہ ابو عامر جو کچھ عرصہ منظر عام سے غائب رہا تھا وہ اچانک سامنے آ گیا اور منافقین کے حق میں پراپیگنڈا کرنے والوں نے اس کو ابو عامر راہب کہنا شروع کر دیا۔ اس نے یہ تجویز دی کہ اس مرکز کے لیے تم لوگ قبا میں ایک مسجد بناؤ۔

ابو عامر کے متعلق تاریخ میں مزید ملتا ہے۔ ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ خطبات میں اس بارے میں بیان بھی ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ابو عامر مکہ چلا گیا اور قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ پر اُبھارا اور کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اور میری قوم میرے تابع ہے۔ جب تم محمد سے جنگ کرو گے تو ہم تم سے آ ملیں گے۔ وہ جنگ احد میں قریش کے ساتھ شامل تھا۔ اسلام کی ترقی دیکھ کر ابو عامر سخت پریشان ہوا اور حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اس نے میدان احد کے درمیان گڑھے کھدوا دیے تھے جن میں سے ایک گڑھے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر کر شدید زخمی بھی ہوئے تھے۔ جب احد کی لڑائی شروع ہوئی تو ابو عامر نے اپنی قوم کو پکارا۔ اے قبیلے کے لوگو! میں ابو عامر ہوں لیکن وہ تو مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے اسے جواب دیا کہ اے فاسق! تیرے لیے کوئی خوش آمدید نہیں اور انہوں نے اسے بُرا بھلا کہا اور لعنت بھیجی۔ اس پر ابو عامر نے کہا میرے بعد میری قوم بہت بگڑ گئی ہے۔ اس کے بعد ابو عامر کے قبیلے کے بہت سے لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے مکہ کی طرف چلے گئے۔ اُحد سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا۔ جب یہ ابو عامر گیا تو وہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہی چلے گئے تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان کی تعداد قریباً پچاس تھی۔

روایات میں ابو عامر کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا بھی ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ یہ اپنے وطن سے دُور تنہائی کی موت مرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو ابو عامر آپؐ سے ملا۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں تمہیں دین حنیف کی طرف بلاتا ہوں۔ وہی دین جس کی تم خود بھی تلاش میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ ابو عامر نے کہا

کیا تم اسی دین پر ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بالکل۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس نے حسد کیا اور آپؐ کو برا بھلا کہا۔ ابو عامر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ اسے اجنبی اور بے وطن کر کے مارے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا: ہاں! اللہ جھوٹے کے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔ پھر ابو عامر اپنی قوم کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکتا رہا اور ان کی اطاعت نہ کرنے پر زور دیتا رہا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور معجزے روز بروز ظاہر ہو رہے تھے اور آپؐ کے پیروکار بھی بڑھتے جا رہے تھے۔ خاص طور پر ابو عامر کے قبیلے کے لوگ اسلام میں شامل ہو رہے تھے۔ جس سے ابو عامر اَور بھی زیادہ غصہ میں آ گیا۔ اس نے منافقین کے ساتھ مل کر ایک مسجد بنائی جسے تاریخ اسلام میں مسجد ضرار کے نام سے جانا جاتا ہے تا کہ وہاں لوگوں کو جمع کر کے ان سے بات چیت کرے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکے۔ ایک روایت کے مطابق ابو عامر اپنے ہمنوا ساز شیوں کو کہنے لگا کہ تم مسجد تعمیر کرو اور اپنا عسکری اڈا بنا کر جنگ کی تیاری کرو۔ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار لے کر آتا ہوں تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ سے نکالا جا سکے۔ چنانچہ ابو عامر رومی سلطنت کی طرف نکل گیا اور شام میں رومی سلطنت یعنی رومی بادشاہ قیصر سے ملا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور ان کے بارے میں یہ کہا کہ یہ کمزور، غریب اور تھوڑی تعداد والے لوگ ہیں۔ ان کے دشمن زیادہ ہیں۔ تمہیں ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور اسے کہا کہ اگر اس نے مسلمانوں کے خلاف اقدام نہ کیا تو مستقبل میں ان کی ریاست کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔ ہرقل نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور وعدہ کیا کہ تمہاری مدد کی جائے گی۔ اس دوران ابو عامر نے اپنے ہم مذہب بدکردار سازشی لوگوں کو خوشخبری سنائی کہ عنقریب بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر یلغار کر دوں گا۔ لہٰذا تم میرے لیے خصوصی ٹھکانا تعمیر کرو۔ اس مقصد کے پیش نظر منافقوں نے قبا میں ایک مسجد بنائی اس مسجد کو مسجد ضرار کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ خواہش بھی پوری نہ ہوئی اور آخر کار ابو عامر شام میں ہی تنہائی اور بے وطنی کی حالت میں مر گیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دعا کی تھی تو یہ دعا خود اس پہ الٹی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کب مرا۔ بعض کے نزدیک یہ نو ہجری میں مرا اور بعض کے نزدیک یہ دس ہجری میں مرا لیکن بہرحال تنہائی میں مرا۔

(تثبیت دلائل النبوۃ جلد 2 صفحہ 475 الناشر دار المصطفٰی القاھرۃ از مکتبہ شاملہ مکتبہ)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 424 دار الکتب العلمیۃ 1996ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 552 تا 554 دار السلام)

منافقین نے جب مسجد کی تعمیر مکمل کر لی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ اس میں نماز پڑھیں۔ حکمت الٰہی کہ یہ لوگ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس نام نہاد مسجد کے افتتاح کی درخواست لے کر آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے بیماروں، ضرورتمندوں اور بارش والی رات کے لیے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ تشریف لائیں

اور ہمارے لیے اس میں نماز ادا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں اس وقت مصروف ہوں۔ میں سفر کی تیاری کر رہا ہوں۔ جب ہم سفر سے واپس آئیں گے تو وہاں نماز پڑھیں گے۔ جب آپؐ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ذی اَوان نامی جگہ پر خیمہ زن ہوئے جس کے اور مدینہ کے درمیان ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے تو منافقین کی تعمیر کردہ اس مسجد کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ۔ (التوبہ:107) اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ایسے شخص کو کمین گاہ مہیا کرنے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑائی کر رہا ہے ایک مسجد بنائی ہے، ضرور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم بھلائی کے سوا اَور کچھ نہیں چاہتے تھے جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کے بعد حضرت مالک بن دخشمؓ اور حضرت معن بن عدیؓ کو بلایا اور ان کو مسجد ضِرار گرانے کا حکم دیا۔ کچھ روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عاصم بن عدیؓ اور عامر بن سکن اور حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور سوید بن عبّاس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے بھیجا تھا۔ شرح زرقانی میں لکھا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو افراد کو بھجوایا ہو۔ پھر مزید چار افراد ان کی اعانت کے لیے بھجوائے ہوں۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد ضِرار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا کہ اسے گرا دیں اور آگ لگا دیں۔

چنانچہ یہ سب لوگ تیزی سے قبیلہ بنو سالم پہنچے۔ حضرت مالکؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ میرا انتظار کرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔ چنانچہ وہ گھر سے کھجور کی سوکھی ٹہنیوں کو آگ لگا کر لے آئے۔ پھر وہ مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد ضرار کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر اسے آگ لگا دی اور اس کو زمین بوس کر دیا۔ اس وقت اس مسجد کے بنانے والے وہاں موجود تھے لیکن آگ لگنے کے بعد وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جگہ عاصم بن عَدی کو دینی چاہی کہ وہ اس جگہ کو اپنا گھر بنا لیں لیکن عاصم بن عَدی نے معذرت کی کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو نازل کرنا تھا وہ کر دیا۔ یہ ایسی جگہ ہے۔ میں تو یہاں گھر نہیں بنانا چاہتا اور مجھے ضرورت بھی نہیں ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جگہ حضرت ثابت بن اقرمؓ کو دے دی کیونکہ ان کے پاس کوئی گھر نہیں تھا۔ ابن اسحاق نے مسجد ضرار بنانے والے منافقین کے نام بھی بیان کیے ہیں جو تعداد میں بارہ تھے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد 4 صفحه 98-97 دار الکتب العلمیة 1996ء) (سبل الهدیٰ والرشاد جلد 5 صفحه 470 تا 472 دار الکتب العلمیة 1993ء) (السیرة النبویه لابن اسحاق صفحه 609-608 دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء) (اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 555 دارالسلام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع رحمت، وسعت حوصلہ اور عفو و درگذر کی ایک روشن ترین مثال ہے کہ قدم قدم پر منافقین کی طرف سے خطرناک سازشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں دکھ، تکلیف اور قتل تک کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ منافق یہ سازشیں کر رہے ہیں اور پھر اس حالت میں رنگے ہاتھوں پکڑے بھی جاتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر موقع پر انہیں معاف فرماتے رہے۔ صرف وہاں

سزا دی کہ جہاں ریاست اور نظام کو خطرہ تھا اور وہاں بھی صرف اس حد تک کارروائی کی گئی کہ وہ خطرہ ختم ہو جائے ورنہ وہاں بھی سخت سزائیں نہیں دی گئیں جبکہ دی جا سکتی تھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافقین کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے وحی سے حکم دیا کہ قُبا کی وہ مسجد جو منافقوں نے اِس لیے بنائی تھی کہ نماز کے بہانہ سے وہاں جمع ہوا کریں گے اور منافقانہ مشورے کیا کریں گے، وہ گرا دی جائے اور ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کی دوسری مسجدوں میں نماز پڑھا کریں، مگر باوجود اتنی بڑی شرارت کے“ جس کا آپؐ کو پتہ بھی لگ گیا تھا ”ان کو کوئی بدنی یا مالی سزا نہ دی گئی۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 362 تا 363)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ اور انصار سے محبت کے اظہار کا ایک اور ذکر یوں ملتا ہے کہ کم و بیش دو ماہ کے سفر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ اور اہل مدینہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار اس طرح سے ہوا کہ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی بستی نظر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هٰذِهِ طَابَةُ، وَهٰذَا أُحُدٌ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ یہ طابہ ہے۔ مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے یعنی پاکیزہ اور عمدہ۔ اور یہ اُحد ہے۔ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث 4422)

یعنی مدینہ کی ایک ایک جگہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت تھی۔ اور جب احد کا نام لیا تھا تو ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جنگ احد میں اخلاص و وفا کی جو داستانیں صحابہؓ نے اپنے خون سے رقم کی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی نہیں بھولے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی پہنچنا ہے۔ اس لیے جو تم میں سے میرے ساتھ جلدی جانا چاہے جلدی چلے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں انصار کے بہترین گھر نہ بتاؤں؟ تو صحابہؓ نے کہا کہ ضرور۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی نجّار کے گھر۔ پھر فرمایا بنی عبد الاشہل کے گھر۔ پھر فرمایا بنی ساعدہ کے یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور انصار کے سارے گھروں میں ہی بھلائی ہے۔
(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب خرص التمر حدیث 1481 مترجم جلد 3 صفحہ 125-124)

ایک روایت میں راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ ہم سے آ ملے تو ابو اُسید نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی اور ہمیں آخر پر رکھا ہے۔ حضرت سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی ہے اور ہمیں آخر پر رکھا ہے؟ جو ترتیب بیان کی تھی اس میں آخر پہ ان کا نام آیا تھا۔ صحابہؓ اس کو بھی دیکھا کرتے تھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے کافی نہیں ہے کہ تم خیر والوں میں سے ہو۔ (صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب فضل دور الانصار حدیث 3791)
(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ حدیث 4216 مترجم جلد 12 صفحہ 187)

اتنا ہی تمہارے لیے کافی ہونا چاہیے کہ مَیں نے تمہارا نام لے لیا اور خیر والوں میں شامل کر لیا۔

جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے دو بڑے گروہ تھے۔ ایک

منافقین کا جن سے اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو اپنے ایمان میں مخلص تھے اور جہاد میں شامل بھی ہونا چاہتے تھے لیکن یا تو اتنے غریب تھے کہ باوجود کوشش کے ان کو جانے کے وسائل اور ذرائع مہیا نہیں ہو سکے یا وہ کسی بیماری اور معذوری کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ توبہ آیت اکانوے بانوے میں ان کے عذر کو قبول فرمایا۔

چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ جب بھی تم نے کوئی سفر کیا ہے** یا کوئی وادی طے کی ہے تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہی تھے۔ اس پر صحابہؓ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مدینہ میں ہیں؟ یعنی مدینہ میں رہتے ہوئے بھلا ہمارے ساتھ وہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہی ہیں اور بیماری وغیرہ کے کسی نہ کسی عذر نے ان کو شامل ہونے سے روکا تھا۔
(صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث 4423)

ایک اَور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَنَا فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا مِنْ أَجْرٍ وَّحَسَنَةٍ وَّمِنْ بَعْدِنَا شُرَكَاؤُنَا فِيْهِ۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے اس سفر میں ہمیں اجر و ثواب اور نیکیوں سے نوازا اور جو ہمارے پیچھے رہ گئے انہیں بھی اس اجر و ثواب میں ہمارے ساتھ شامل رکھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے تو سفر کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کی ہیں اور پھر اس اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے ہیں لیکن یہ تکالیف برداشت کیے بغیر آپؐ کے ساتھ اجر و ثواب میں کس طرح شامل ہو گئے اور یہ کون لوگ ہیں جو شامل ہوئے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ نہ ہم کسی جگہ چلے اور نہ ہم کسی وادی میں اترے مگر وہ ہمارے ساتھ ساتھ ہی تھے۔ انہیں بیماری نے ہمارے ساتھ نکلنے سے روک رکھا ہے۔ ہم ان کے مجاہد ہیں اور وہ گھروں میں بیٹھے رہنے والے ہمارے ساتھی ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان کی دعا دشمنوں پر ہمارے ہتھیاروں سے زیادہ کارگر ہے۔ (انارۃ الدجی فی مغازی خیر الوری جلد 1 صفحہ 722-721 دار المنہاج از مکتبہ شاملہ)
(ماخوذ از امتاع الاسماع جلد 2 صفحہ 79 دار الکتب العلمیۃ 1999ء)
(کتاب المغازی للواقدی جلد 2 صفحہ 428 دار الکتب العلمیۃ 2004ء)

انہوں نے یہاں بیٹھ کے گھر میں جو دعائیں کیں وہ بہت ایسی دعائیں تھیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا۔

جنگ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ کے والہانہ استقبال کا ذکر ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے مدینہ کے لوگ کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دیدار و زیارت کے اشتیاق سے بیتاب ہو کر مدینہ سے باہر ثنیّۃ الوداع کے پاس آ گئے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِ

کہ چودھویں کی رات کا چاند ہم پر ثنیّۃ الوداع کی جانب سے طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہو گیا ہے

جب تک کہ اللہ کا کوئی نہ کوئی پکارنے والا رہے گا۔

مدینہ کے لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کے جذبات کے ساتھ یہ شعر پڑھ کر آپؐ کا استقبال کرنا دو مواقع پر بیان ہوتا ہے۔ ایک اُس موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور دوسرا موقع یہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپسی پر مدینہ میں داخل ہوئے۔ کچھ شارحین حدیث جیسے علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کا خیال ہے کہ عین ممکن ہے کہ جن اشعار کا ذکر حضرت عائشہؓ سے بیان کردہ روایت میں ہے ان کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت سے ہو کیونکہ اس وقت ثنیّۃ الوداع مقام پر لوگوں اور بچوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا کیونکہ ملک شام کی جانب سے آنے والوں کا استقبال اسی جگہ سے کیا جاتا تھا۔ جب اہل مدینہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی کا علم ہوا تو وہ خوشی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے مدینہ سے باہر اس مقام پر نکلے جیسا کہ حضرت سائب بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے ثنیّۃ الوداع گیا تھا جب آپؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ امام بیہقی نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس تشریف لائے تھے تو بچوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اشعار کے ذریعہ استقبال کیا تھا۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے صاحب صفحہ 267 (جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صفحہ 404-403 اوریئنٹل پبلیکیشنز 2007ء)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 100 دار الکتب العلمیۃ)

بہرحال عین ممکن ہے کہ یہ شعر دونوں مواقع پر پڑھے گئے ہوں اور تبوک سے واپسی پر پڑھنے کا بہرحال زیادہ امکان ہے کیونکہ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر والہانہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور استقبال کے لیے آگے آئے ہوں گے جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ یہ سفر ایسا تھا جس کے متعلق منافقین نے افواہیں ایسی پھیلا رکھی تھیں لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے بچ کر واپس آنے کی خوشخبری ملی تو جیسے سوکھے دھانوں پانی پڑ جاتا ہے مدینہ کے مسلمان، کیا بچے اور کیا بوڑھے، کیا عورتیں اور کیا مرد سب اس خوشی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے ہوں۔

بہرحال مکہ سے ہجرت پر بھی یہ اشعار پڑھے جانا ممکن ہے اور یہ محبت کے اظہار تو دونوں مواقع پر ہو سکتے ہیں۔ اس میں بحث کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جو ادراک ان مسلمانوں کو حاصل ہوا وہ بہرحال اس سے بہت زیادہ تھا جو پہلے ہجرت کے وقت تھا۔

باقی کچھ اَور بھی واقعات ہیں، سیرت کے پہلو ہیں وہ آئندہ ان شاء اللہ بیان کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12 / دسمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 295 صفحہ 03 تا 07)

48

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 28 / نومبر 2025ء بمطابق 28/ نبوت 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

تبوک کے سفر کی مزید تفصیلات جو ملتی ہیں وہ آج بیان کروں گا۔ گذشتہ خطبات میں بھی وہی بیان ہو رہی تھیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض منافقین نے غزوہ پر جانے سے انکار کیا تھا اور مختلف عذر بیان کیے تھے لیکن مدینہ تشریف آوری کے بعد بھی منافقین کے ساتھ نہ جانے پر عذر اور بہانوں کا ذکر ملتا ہے بلکہ قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ چنانچہ آپؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔ آپؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو اسی طرح کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے۔ نوافل سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہی تشریف فرما ہو گئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور زیارت کے لیے حاضر ہونے لگے۔ اسی طرح وہ لوگ جو اپنی کمزوریٔ ایمان اور نفاق کی وجہ سے ساتھ نہیں گئے تھے وہ بھی آنے لگے۔ خاص طور پر منافقین جن کی امیدیں تو خاک میں مل چکی تھیں وہ اب مزید شرمندگی اور ندامت سے بچنے کے لیے قسمیں کھانے لگے اور مختلف بہانے اور عذر پیش کرنے لگے۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ لوگ تقریباً اسّی تھے لیکن بعض روایات کے مطابق اس سے بھی زیادہ لوگ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے ظاہری عذر مان لیے اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور ان کا اندرونہ اللہ کے سپرد کیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک حدیث 4418 مترجم جلد 9 صفحہ 308)

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 414 مسند کعب بن مالک حدیث 15865 عالم الکتب بیروت 1998ء)

(اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 9 صفحہ 562-561 مکتبہ دارالسلام)

لیکن ان منافقین کا یہ جرم ناقابل معافی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی فرما دیا تھا کہ یہ ایسے ناپاک لوگ ہیں کہ خدا ان سے اب راضی نہیں ہو گا۔ چنانچہ ان لوگوں کی نسبت سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ

اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ (التوبۃ: 94 تا 96)

وہ تم سے معذرتیں کریں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے۔ تُو کہہ دے کوئی عذر پیش نہ کرو۔ ہم ہرگز تم پر اعتبار نہیں کریں گے۔ اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے باخبر کر دیا ہے اور اللہ یقینا تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اسی طرح اس کا رسول بھی۔ پھر ایسا ہو گا کہ تم غیب اور حاضر کا علم رکھنے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہیں اس کی خبر دے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ وہ یقیناً تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب ان کی طرف لوٹو گے تا کہ تم ان سے اِعراض کرو۔ پس بے شک ان سے اِعراض کرو۔ وہ بہر حال ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اس کی جزا کے طور پر جو وہ کسب کرتے تھے۔ وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ بد کردار لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہوتا۔

جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا جیسا کہ اس سے ظاہر ہے۔ ان لوگوں کو فاسق قرار دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور قبر پر دعا کرنے سے منع فرما دیا اور یہ پابندی بھی لگا دی کہ آئندہ وہ کسی تحریک میں حصہ نہ لیں گے اور نہ ہی کسی جنگ میں شامل ہوں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ۔ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۔ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ (التوبۃ: 81 تا 85)

پیچھے چھوڑ دیئے جانے والے رسول اللہ کے برخلاف اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو رہے ہیں اور انہوں نے ناپسند کیا کہ اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور وہ کہتے تھے کہ سخت گرمی میں سفر پر نہ نکلو۔ تُو کہہ دے کہ جہنم کی آگ جلن کے لحاظ سے زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھ سکتے۔ پس چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں، اس کی جزا کے طور پر جو وہ کسب کیا کرتے تھے۔ پس اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف دوبارہ لے جائے اور وہ تجھ سے ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تُو انہیں کہہ دے کہ ہرگز تم آئندہ کبھی میرے ساتھ جہاد کے لیے نہیں نکلو گے اور ہرگز کبھی میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑائی نہیں کرو گے۔ تم یقیناً پہلی مرتبہ گھر بیٹھ رہنے پر راضی ہو گئے تھے۔ پس اب پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔ اور تُو ان میں سے کسی مرنے والے پر کبھی جنازہ کی نماز نہ پڑھ اور کبھی ان کی قبر پر دعا کے لیے کھڑا نہ ہو۔ یقیناً انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر دیا ہے اور وہ اس حالت میں مرے کہ وہ بدکردار تھے۔ اور ان کے

اموال اور ان کی اولادیں تیرے لیے کوئی کشش پیدا نہ کریں۔ اللہ محض یہ چاہتا ہے کہ ان ہی کے ذریعہ سے انہیں اس دنیا میں ہی عذاب دے۔ اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

یہ بھی سورۂ توبہ کی آیات ہیں۔

جنگِ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے چار طرح کے لوگ تھے۔ وہ خوش نصیب افراد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کسی فرض کی ادائیگی کے لیے پیچھے رہے جیسے حضرت علیؓ اور ابن امّ مکتومؓ اور محمّد بن مسلمہؓ وغیرہ۔ یہ نمبر ایک قسم ہے۔ دوسری طرح کے وہ لوگ ہیں جو معذور اور بیمار تھے کمزور تھے۔ یہ بہت ہی نادار اور غریب تھے اور سواری وغیرہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ یہ حقیقی عذر رکھتے ہیں اس کے لیے اللہ نے ان کو معاف کر رکھا ہے۔ بلکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ ساتھ ہی تھے۔ یعنی اللہ نے ان کو ہمارے اجر و ثواب میں بھی شامل فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی حدیث نمبر 4423 مترجم جلد 9 صفحہ 320)

تیسرے منافق جن کے کردار کی سخت مذمت کی گئی ہے اور قرآن کریم میں ہمیشہ ہمیش کے لیے ان سے ناراضگی اور سخت سزا اور وعید کا حکم نازل ہوا۔ چوتھے وہ لوگ تھے جو محض سستی کی وجہ سے شامل نہ ہوئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے تین اصحاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور وہ ہیں حضرت کعب بن مالکؓ حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ھلال بن امیہؓ۔ ان تین صحابہ کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (التوبۃ:118)

اور ان تینوں پر بھی اللہ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف۔ پھر وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تا کہ وہ توبہ کر سکیں۔ یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا یعنی وہ تین جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے واقعہ کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ بخاری کی ایک روایت ہے جس میں حضرت کعب بن مالکؓ نے خود یہ سارا واقعہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوہ میں بھی پیچھے نہیں رہا جو آپؐ نے کیا ہو سوائے غزوہ تبوک کے۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور آپؐ نے کسی پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا جو اس جنگ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے قافلے کو روکنے کے ارادے سے نکلے تھے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے بغیر اس کے کہ جنگ کی ٹھانی ہو ان کو دشمن سے ٹکرا دیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ کی رات میں بھی موجود تھا جب ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد و پیمان کیا تھا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس رات کے عوض مجھے بدر میں شریک ہونے کی توفیق ملتی۔ اگرچہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ عقبہ کا جو وعدہ ہے، جو بیعت تھی وہ اس سے بڑی تھی۔ اگرچہ بدر لوگوں میں اس سے زیادہ مشہور ہے

اور میری حالت یہ تھی کہ میں کبھی بھی اتنا تنومند اور خوشحال نہیں تھا۔ اب یہ تبوک کے واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس وقت جو میری حالت تھی کہ بڑا خوشحال تھا، تنومند تھا جتنا کہ اِس وقت جبکہ میں آپؐ سے اس غزوہ میں پیچھے رہ گیا۔ اللہ کی قسم !اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس اونٹ اکٹھے نہیں ہوئے تھے اور اس غزوہ کے اثناء میں دو اونٹ اکٹھے کر لیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس غزوہ کا بھی ارادہ کرتے تھے، پھر آگے تفصیل بیان کر رہے ہیں، تو آپؐ اس کو مخفی رکھ کر کسی اَور طرف جانے کا اظہار کرتے تھے۔ یہ عام طور پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کی پالیسی ہوتی تھی۔ لیکن جب یہ غزوہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ میں سخت گرمی کے وقت نکلے اور آپؐ کے سامنے دُور دراز کا سفر اور غیر آباد بیابان اور دشمن تھا جو بہت بڑی تعداد میں تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں کو ان کی حالت کھول کر بیان کر دی۔ یہاں آپؐ نے چھپایا نہیں بلکہ بیان کر دیا کہ اس غزوہ میں ہم جا رہے ہیں تا کہ وہ اپنے اس حملے کے لیے جو تیاری کرنے کا حق ہے تیاری کریں۔ آپؐ نے ان کو اس جہت کا بھی بتا دیا جس طرف آپ جانا چاہتے تھے اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکثرت تھے۔ اور محفوظ رکھنے والی کوئی کتاب نہ تھی جو ان کی تعداد کو ضبط میں رکھتی۔ حضرت کعبؓ کی مراد اس سے رجسٹر تھا کہ کسی میں درج نہیں تھا کہ کون ساتھ گیا، کون نہیں۔

حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ اور کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو غیر حاضر رہنا چاہتا ہو مگر وہ خیال کرتا کہ اس کا غیر حاضر رہنا آپ سے پوشیدہ رہے گا۔ باوجود اس کے کہیں لکھا نہیں گیا تھا پھر بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ وہ غیر حاضر ہو کے آپ سے پوشیدہ ہو جائے گا جب تک کہ اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی وحی نازل نہ ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس وقت کیا کہ جب پھل پک چکے تھے اور سائے اچھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی۔ اور مَیں صبح کو جاتا، اب اپنا حال بیان کر رہے ہیں کہ مَیں صبح جاتا تا میں بھی ان کے ساتھ سامان سفر کی تیاری کروں۔ ارادہ پکا تھا جانے کا۔ میں واپس لوٹتا اور کچھ بھی نہ کیا ہوتا۔ یعنی سستی تھی تیاری نہیں ہوتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تیاری کر سکتا ہوں۔ کل کر لوں گا۔ یہ خیال مجھے لیت و لعل میں رکھتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ لوگوں کو سفر کی جلدی پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح روانہ ہو گئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے اور میں نے اپنے سامان سفر کی تیاری میں سے کچھ بھی نہ نپٹایا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے ایک دن یا دو دن بعد تیاری کر لوں گا اور پھر ان سے جا ملوں گا۔ ان کے چلے جانے کے بعد دوسری صبح باہر گیا کہ سامان تیار کر لوں مگر پھر واپس آ گیا اور کچھ بھی نہ کیا۔ پھر میں اگلے دن گیا اور واپس لوٹ آیا اور کچھ بھی نہ نپٹایا اور یہی حال رہا یہاں تک کہ تیزی سے سفر کرتے ہوئے لشکر بہت آگے نکل گیا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ کوچ کروں اور ان کو پالوں اور کاش کہ میں ایسا کرتا مگر مجھ سے یہ بھی مقدر نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد جب بھی میں ان لوگوں میں نکلتا اور ان میں چکر لگاتا تو مجھے یہ بات غمگین کر دیتی کہ میں ایسے ہی شخص کو دیکھتا جن پر نفاق کا عیب دھرا جاتا تھا یا کمزوروں میں سے ایسا شخص جس کو اللہ نے معذور ٹھہرایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھے اس وقت یاد کیا جب آپؐ تبوک

میں پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا اور اس وقت آپؐ تبوک میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ کعب کہاں ہے؟ بنو سلمہ میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو اس کی دو چادروں نے اور اس کے اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھنے نے روک رکھا ہے۔ یعنی شاید تکبر یا فخر کی وجہ سے نہیں آیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اس صحابی کی اس بات کو سن کر کہا کہ کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کعب کے متعلق کہی ہے۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے متعلق ہمیں اچھا ہی تجربہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ **حضرت کعب بن مالکؓ کہتے تھے** کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپؐ واپس آ رہے ہیں تو مجھے فکر ہوئی اور میں جھوٹی باتیں سوچنے لگا کہ کس بات سے کل آپؐ کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔ بہانہ بناؤں اور اپنے گھر والوں میں ہر ایک اہلِ رائے سے میں نے اس بارے میں مشورہ لیا۔ جب یہ کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آن پہنچے تو میرے دل سے سارے جھوٹے خیالات کافور ہو گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں کبھی بھی ایسی بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے بچنے کا نہیں جس میں جھوٹ ہو۔ اس لیے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ بیان کرنے کی ٹھان لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ جب آپؐ کسی سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں جاتے۔ اس میں دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ جب آپؐ نے یہ کیا تو پیچھے رہے ہوئے لوگ آپ کے پاس آ گئے اور آپ سے معذرتیں کرنے اور قسمیں کھانے لگے اور ایسے لوگ اسّی سے کچھ اوپر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے ظاہری عذر مان لیے اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور ان کا اندرونہ اللہ کے سپرد کیا۔ پھر میں آپ ﷺ کے پاس آیا جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ ناراض شخص کی طرح مسکرائے۔ مسکراہٹ تھی لیکن ناراضگی والی۔ پھر آپؐ نے فرمایا آگے آؤ۔ میں چل کر آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے مجھے پوچھا کس بات نے تمہیں پیچھے رکھا ہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم! میں ایسا ہوں کہ اگر آپ کے سوا دنیا کے لوگوں میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ میں ضرور ہی اس کی ناراضگی سے عذر کر کے بچ جاتا۔ مجھے خوش بیانی دی گئی ہے مگر اللہ کی قسم! میں خوب سمجھ چکا ہوں۔ اگر میں نے آج آپ سے کوئی ایسی جھوٹی بات بیان کی جس سے آپ مجھ پر راضی ہو جائیں تو اللہ عنقریب مجھ پر آپ کو ناراض کر دے گا۔ اور اگر آپ سے سچی بات بیان کروں گا جس کی وجہ سے آپ مجھ پر ناراض ہوں تو میں اس میں اللہ کے عفو کی امید رکھتا ہوں۔

کہنے لگے کہ نہیں اللہ کی قسم! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ایسا تنومند اور آسودہ حال نہیں ہوا جتنا کہ اس وقت تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس نے تو سچ بیان کر دیا ہے۔ اٹھو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا سچ تو تم نے بول دیا لیکن اب یہاں سے جاؤ۔ اب اللہ تمہارے متعلق فیصلہ کرے گا کہ تمہارے سے کیا سلوک کرنا ہے۔ میں اٹھ کر چلا گیا اور بنو سلمہ میں سے بعض لوگ بھی اٹھ کر میرے پیچھے ہو لیے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی قصور کیا ہو اور تم یہ بھی نہ کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بہانہ ہی بناتے جبکہ ان پیچھے رہنے والوں نے آپ

کے سامنے بنائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے مغفرت کی دعا کر دینا ہی تمہارے اس گناہ کو بخشانے کے لیے کافی تھا۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ مجھے ملامت ہی کرتے رہے یہانتک کہ میں نے بھی ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں میری نیت پھر بدل گئی کہ لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلا دوں۔ کہ پہلے جو میں نے بات کی تھی غلط کی تھی۔ کوئی بہانہ بنالوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ پھر میں نے ان ساتھیوں سے پوچھا جو مجھے کہہ رہے تھے کہ جاؤ معافی مانگو۔ کوئی اور عذر پیش کر دو۔ کہتے ہیں میں نے پھر ان سے پوچھا کہ کیا کوئی میرے ساتھ اور بھی ہے جس نے آپؐ سے اس قسم کا اقرار کیا ہو یا سچی بات بیان کی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں دو اَور شخص ہیں۔ انہوں نے بھی وہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان کو بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہیں۔ کہنے لگا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیّہ واقفی۔ انہوں نے مجھ سے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ ان دونوں میں میرے لیے نمونہ تھا۔ جب لوگوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو میں چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ یعنی پھر میں بہانہ بنانے کے لیے واپس نہیں گیا بلکہ میں گھر چلا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ہمارا مقاطعہ کروا دیا۔ یعنی ان میں سے ان لوگوں سے جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے لوگ کترانے لگے گویا کہ ہم سے بالکل ناآشنا ہیں یہانتک کہ یہ زمین بھی مجھے اوپری نظر آنے لگی۔ وہ نہ تھی جس کو میں جانتا تھا۔ ہم اس حالت میں پچاس راتیں رہے۔ میرے جو ساتھی تھے وہ تو غمزدہ ہو کر گھروں میں رہ گئے اور اپنے گھروں میں بیٹھ کر رونے لگے اور میں ان لوگوں میں سے زیادہ جوان تھا اور ان لوگوں سے مصیبت کو زیادہ برداشت کرنے والا تھا۔ میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتا اور بازاروں میں پھرتا مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی جاتا۔ آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتا جبکہ آپؐ نماز کے بعد اپنی جگہ پہ بیٹھے ہوتے۔ اپنے دل میں کہتا کہ کیا آپؐ نے مجھے سلام کا جواب دینے میں اپنے ہونٹ ہلائے یا نہیں۔ کنکھیوں سے دیکھتے اور آپ کے قریب ہو کر نماز پڑھتا اور نظر چرا کر آپ کو دیکھتا اور جب میں نماز پڑھنے لگتا آپؐ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپؐ کی طرف توجہ کرتا تو آپؐ مجھ سے منہ پھیر لیتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی یہ درشتی دیر تک رہنے سے مجھ پر دوبھر ہو گئی تو میں چلا گیا اور ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ میرے چچا کے بیٹے تھے۔ یعنی کہ اس کے باغ میں چلا گیا اور وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے تھے۔ چھپ کے گیا بجائے ظاہری دروازے سے جانے کے۔ کہتے ہیں میں نے ان کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہ! میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، وہ خاموش رہے۔ پھر ان سے پوچھا اور ان کو قسم دی مگر وہ پھر خاموش رہے۔ پھر ان سے پوچھا اور ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے پیٹھ موڑ کر دیوار پھاندی اور وہاں سے چلا آیا۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ اس اثناء میں کہ میں مدینہ کے بازار میں چلا جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ اہل شام کے نبطیوں سے ایک نبطی جو مدینہ میں غلہ لے کر بیچنے کے لیے آئے تھے کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کا کون بتائے گا۔ یہ سن کر لوگ اس کو اشارے سے بتانے لگے۔

جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسّان کے بادشاہ کی طرف سے ایک خط مجھے دیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ اَمّا بعد مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ سختی کا معاملہ کر کے تمہیں الگ تھلگ چھوڑ دیا ہے اور تمہیں تو اللہ نے کسی ایسے گھر میں پیدا نہیں کیا تھا جہاں ذلّت ہو اور تمہیں ضائع کر دیا جائے۔ تم ہم سے آ کر ملو ہم تمہاری خاطر مدارت کریں گے۔

جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ خط ایک اَور آزمائش ہے۔ پہلے ایک آزمائش سے گزر رہا ہوں تو یہ خط جو لالچ کے طور پر بادشاہ کی طرف سے مجھے دیا گیا ہے یہ ایک اور آزمائش آ گئی۔ کہتے ہیں میں وہ خط لے کر ایک تنور کی طرف گیا۔ اس میں آگ جل رہی تھی اور اس میں اس خط کو پھینک دیا۔

جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزریں تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لانے والا میرے پاس آ رہا ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا مَیں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ آپؐ نے میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کہلا بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور اس وقت تک انہی کے پاس رہنا کہ اللہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کرے۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے پھر ہلال بن امیّہ کی بیوی کو بھی یہی حکم تھا تو ان کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ کہنے لگی یا رسول اللہؐ! ہلال بن امیّہ بہت بوڑھا ہے اور اس کا کوئی نوکر نہیں ہے۔ کیا آپؐ ناپسند فرمائیں گے اگر میں اس کی خدمت کروں۔ کھانا پکا دیا کروں۔ کپڑے کُپڑے دھو دیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ بس اتنی خدمت ہی کر سکتی ہو۔ کہنے لگی اللہ کی قسم! اس کو تو کسی بات کی تحریک نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ اس دن سے آج تک رو رہا ہے جب سے اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے بعض رشتہ داروں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق ایسی ہی اجازت لے لو کہ وہ تمہاری خدمت کر دیا کرے جیسا کہ آپؐ نے ہلال بن امیّہ کی بیوی کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی اس بارے میں اجازت نہ لوں گا اور مجھے کیا معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے بارے میں کیا جواب دیں اور میں تو جوان آدمی ہوں۔ وہ بوڑھے تھے۔ میں تو جوان ہوں۔

اس کے بعد میں دس راتیں اَور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ہمارے لیے پچاس راتیں اس وقت سے پوری ہوئیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا تھا۔ جب مقاطعہ کو پچاس دن گزر گئے۔ جب پچاسویں رات کی صبح کو نماز فجر پڑھ چکا اور میں اس وقت اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر تھا اور میں اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے یعنی مجھ پر میری جان تنگ ہو چکی تھی اور مجھ پر زمین بھی باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی تھی اس اثناء میں مَیں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سَلع پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ اے کعب بن مالک تمہیں بشارت ہو! میں یہ سن کر سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ مصیبت دُور ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپؐ فجر کی نماز پڑھ چکے اعلان فرمایا کہ اللہ نے مہربانی کر کے ہماری غلطی کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ ہمیں خوشخبری دینے

لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے۔ اور ایک شخص میرے پاس گھوڑا بھگاتے ہوئے آیا اور اَسلم قبیلہ کا ایک شخص دوڑا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اوراس کی آواز گھوڑے سے زیادہ جلدی پہنچنے والی تھی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ ایک تو گھوڑے پر آیا تھا اور پھر اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پہاڑی پر چڑھ کے اونچی آواز میں اعلان کر دیا۔ جب وہ شخص میرے پاس بشارت دینے آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس کے لیے اپنے دونوں کپڑے اتارے اور اس کو پہنائے اس لیے کہ اس نے مجھے بشارت دی تھی۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس وقت ان کے سوا میرے پاس اور کچھ بھی نہیں تھا اور میں نے دو اَور کپڑے عاریتاً کسی سے لیے اور انہیں پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا اور لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ کی قبولیت کی وجہ سے مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ تمہیں مبارک ہو جو اللہ نے تم پر رحم کر کے توبہ قبول کی ہے۔

حضرت کعبؓ کہتے تھے آخر مَیں مسجد میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں آپ کے ارد گرد لوگ ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر میرے پاس دوڑے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک دی۔ مہاجرین میں سے اس کے سوا بخدا کوئی شخص بھی میرے پاس اٹھ کر نہیں آیا اور طلحہ کی یہ بات میں کبھی بھی نہیں بھولوں گا اور حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا کہ تمہیں نہایت ہی اچھے دن کی بشارت ہو ان دنوں میں سے جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہے تم پر گزرے ہیں۔ کہتے تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ بشارت آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں! بلکہ اللہ کی طرف سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا روشن ہو جاتا کہ گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس سے آپ کی خوشی پہچان لیا کرتے تھے۔

جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو مَیں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اس توبہ کے قبول ہونے کے عوض اپنی جائیداد سے دستبردار ہوتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر صدقہ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جائیداد میں سے کچھ اپنے لیے بھی رکھو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ مَیں نے کہا اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اللہ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں ہمیشہ سچ ہی بولا کروں گا جب تک کہ میں زندہ رہوں گا کیونکہ اللہ کی قسم! میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی بات کہنے کی وجہ سے اس خوبی کے ساتھ آزمایا ہو جس خوبی سے میری آزمائش کی ہے۔ اس وقت سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصل واقعہ بیان کیا، میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کی کہ میں نے آج تک عمداً جھوٹ نہیں بولا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ آئندہ بھی جب تک زندہ ہوں مجھے محفوظ رکھے گا، اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل کی کہ اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جنہوں نے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی تھی بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے ہر ایک

فریق کے دل ٹیڑھے ہو جاتے پھر بھی اس نے ان کی توبہ قبول کی یقیناً وہ ان کے لیے بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کہتے ہیں اللہ کی قسم !اس کے بعد کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی کبھی بھی اس نے کوئی انعام میرے نزدیک اس سے بڑھ کر نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ بیان کر دیا۔ شکر ہے کہ میں نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ اور حضرت کعبؓ کہتے تھے اور ہم تینوں کا فیصلہ ان لوگوں کے فیصلہ سے زیادہ مؤخّر رکھا گیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول کیا تھا جب انہوں نے آپ کے سامنے قسمیں کھائیں اور آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے فیصلے کو ملتوی کر دیا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا سو وہ یہی بات ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اسی طرح ان تینوں پر بھی اس نے فضل کیا جو کہ پیچھے چھوڑے گئے تھے اور جو پیچھے رکھے جانے کا اللہ نے اس میں ذکر کیا ہے وہ غزوہ سے ہمارا پیچھے رہنا نہیں بلکہ اللہ کے فیصلے میں ہمیں ان لوگوں سے پیچھے رکھنا مراد ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قسمیں کھائی تھیں اور آپ کے پاس معذرتیں کی تھیں اور آپ نے ان کی معذرت قبول کر لی تھی لیکن ہم نے سچ بولا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک حدیث 4418 مترجم جلد 9 صفحہ 304 تا 317)

اس وقت میں کیونکہ ابھی تین مرحومین کا ذکر بھی کروں گا جن کا جنازہ پڑھانا ہے اس لیے اس کا باقی حصہ جو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے وہ ان شاء اللہ آئندہ بیان کر دوں گا۔

مرحومین کے ذکر میں پہلا ذکر **حافظ محمد ابراہیم عابد صاحب** کا ہے۔ وہ مربی سلسلہ تھے جو گذشتہ دنوں بہتّر سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

چکوال کے ایک علاقے میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ 1967ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔ مرحوم پیدائشی نابینا تھے۔ گاؤں میں ہی قرآن کریم حفظ کیا۔ 1967ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور 1977ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری کے ساتھ عربی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ بطور مربی سلسلہ آپ کو اصلاح و ارشاد مقامی میں اور پھر استاد مدرسۃ الحفظ میں خدمت کی توفیق ملی۔ پھر فیصل آباد کے ایک گاؤں میں بھی رہے۔ پھر انڈونیشیا دو سال مبلغ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ اصلاح و ارشاد مرکزیہ میں بھی رہے۔ پھر دارالضیافت میں ان کو مربی کے طور پر لگایا گیا اور جو مجلس نابینا بنائی تھی اس کے 2000ء میں سیکرٹری بھی بنے۔ خلافت لائبریری میں بھی خدمات انجام دینے کی ان کو توفیق ملی۔ بریل زبان بھی انہوں نے سیکھی۔

ان کے ایک ہم جماعت، کلاس فیلو امداد الرحمٰن صدیقی صاحب مربی سلسلہ بنگلہ دیش میں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ربوہ میں جامعہ احمدیہ میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ حافظ صاحب بہت ذہین و فطین تھے۔ حافظہ بہت اچھا تھا۔ کسی آیت کا تھوڑا سا حصہ پڑھ کر حافظ صاحب سے پوچھتے کہ یہ آیت قرآن کریم کے کس مقام پر آتی ہے تو حافظ صاحب ایک منٹ میں سوچ کر بتا دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت کے شروع میں یا درمیان میں آتی

ہے اور جو بھی جامعہ میں پڑھایا جاتا، استاد پڑھاتے حافظ صاحب کو بڑی اچھی طرح یاد ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص شفقت تھی اور اس کی وجہ سے ہی ان کو جامعہ میں داخلہ ملا تھا۔ انہوں نے کوئی سکول کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن پھر بھی جامعہ میں بڑی اچھی تعلیم حاصل کی۔ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یہ فوراً حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پاس پہنچ جاتے اور ان سے راہنمائی لیتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بھی حافظ صاحب پر بہت شفقتیں تھیں۔

اسی طرح حنیف محمود صاحب نے بھی ان کے بارے میں کافی کچھ لکھا ہے۔ کچھ بیان کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں ساڑھے سات سال بعد افریقہ سے واپس آیا تو ایک مرتبہ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا مگر میں نے کچھ بولا نہیں۔ حافظ صاحب نے فوراً پہچان لیا اور میرا نام لے کر کہا کہ کب آئے ہو؟ گویا ساڑھے سات سال بعد بھی صرف میرے ہاتھ کے لمس سے مجھے پہچان لیا۔ یہ بھی حافظ صاحب کو بڑا مان تھا کہ قرآن کریم سنانے میں کبھی کوئی غلطی نہیں کروں گا اور یہ واقعۃً درست بھی تھا۔ پھر حنیف صاحب یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ یہاں جلسہ پہ آئے، مجھے ملے تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھ لیا ہے۔ اس وقت میں نے ان سے کہا کہ دیکھا کس طرح؟ آپ کی نظر تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا میں نے دل کی آنکھ سے جو دیکھا ہے وہ ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ ان میں بڑا اخلاص اور وفا تھی۔

اور اسی طرح ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالے بھی بہت یاد تھے۔ اس کے بارے میں بھی بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ تقریباً سینتالیس سال تک ان کو خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔ خلافت سے بڑا گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر **شیخ ابو بکر جارج صاحب (معلم سلسلہ لائبیریا)** کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں ستّر سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ کچھ عرصہ سے پھیپھڑوں کے عارضہ میں مبتلا تھے۔

1980ء میں سیرالیون میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ دنیاوی لحاظ سے بڑے آسودہ حال تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں خدمت دین کا غیر معمولی جذبہ پیدا کیا۔ پہلے قرآن شریف پڑھتے تھے لیکن اتنا نہیں لیکن اس کے بعد تو خاص طور پر انہوں نے توجہ دی اور ساٹھ برس کی عمر میں انہوں نے بہت صحت کے ساتھ قرآن کریم پڑھنا سیکھا اور پھر تہیہ کیا کہ باقی زندگی دین کی خدمت میں صرف کروں گا۔ اگرچہ واقفِ زندگی نہیں تھے لیکن عملاً آپ نے وہ رنگ دکھایا جو واقفین زندگی سے بھی بڑھ کر تھا۔ جماعت کی خدمت اور تبلیغ میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے اور ایک سال کی بنیادی تعلیم جماعت کی طرف سے ملی۔ ان کو کنڈیننسڈ کورس ملا اور پھر ان کو معلم لگا دیا گیا۔ 2012ء میں اپنے شہر میں ہی ان کو معلم لگایا اور گانٹا (Ganta) شہر میں ان کا اپنا مکان بھی تھا۔ یہ بطور سینٹر انہوں نے وقف کر دیا۔ اسی مکان کے احاطے میں آپ نے چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کروائی اور خدمت دین کا کام کرتے تھے۔ اس طرح آپ کو نمبا (Nimba) کاؤنٹی کے پہلے مبلغ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا اور وفات تک یہاں ہی خدمت کی توفیق پاتے

رہے۔ گانٹا (Ganta) میں اپنا ذاتی پلاٹ مسجد اور مشن ہاؤس کے لیے دے دیا جس پر آج مرکزی مسجد اور ریجنل مشن ہاؤس قائم ہے۔ اسی طرح منروویا کے مضافات میں اپنا ایک پلاٹ اور چھوٹا سا گھر بھی جماعت کو ہبہ کر دیا۔

مرحوم نے جماعت کے ساتھ ہمیشہ اخلاص و وفا کا تعلق رکھا۔ باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے اپنی کاؤنٹی کے دور دراز علاقوں کا مسلسل دورہ کرتے حالانکہ راستے کچے اور نہایت دشوار گزار ہوتے تھے۔ آپ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں چند قصبے بھی احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔ آپ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کے پابند تھے۔ چندہ جات میں باقاعدہ تھے۔ غرباء کا خیال رکھنے والے تھے۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ نیک اور مخلص انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ وفات پر وصیت کا حساب کیا گیا تو تقریباً چار لاکھ لائبیرین ڈالر کی رقم فاضلہ تھی۔ خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ پسماندگان میں دو اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں میں بھی جماعت سے وفا کا تعلق قائم رکھے۔

تیسرا ذکر **ثمینہ بھنوں صاحبہ** کا ہے جو ڈاکٹر فضل محمود بھنوں صاحب لائبیریا کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ درد صاحب یہاں یوکے میں بھی مبلغ رہے ہیں۔ مرحومہ نے بی اے کی تعلیم ربوہ سے حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی کیا۔ تقریباً پینتیس سال کا عرصہ افریقہ میں اپنے واقف زندگی شوہر کے ساتھ ہر قسم کے چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے نہایت بہادری سے گزارا اور ہر حال میں ثابت قدم رہیں۔ زندگی کے ہر مرحلے میں آپ نے وقف کے تقاضے خوشدلی اور پوری بشاشت کے ساتھ پورے کیے اور ازدواجی زندگی میں پیار اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان کے قریبی رشتہ دار، ان کی بھابھی بھی ان کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ہمیشہ ہمارے رشتوں کو آپس میں جوڑنے میں، خاندان کے رشتوں کو جوڑنے میں انہوں نے بہت کردار ادا کیا۔ بڑا محبت اور پیار کا سلوک ہر ایک کے ساتھ کیا۔

عبدالغنی جہانگیر صاحب انچارج فرنچ ڈیسک لکھتے ہیں کیونکہ ثمینہ صاحبہ کے خاوند ماریشس سے تھے اور ان کا تعلق جہانگیر صاحب سے تھا اس وجہ سے ان سے بھی تعلق تھا، ان کی والدہ سے ثمینہ صاحبہ کا تعلق تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار مرحومہ سے پوچھا کہ کیا ڈاکٹر صاحب کی ریٹائرمنٹ کے بعد آپ پاکستان واپس جانا پسند کریں گی یا ماریشس کیونکہ سسرال تو ماریشس کا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں میں افریقی بن گئی ہوں، نہ پاکستان نہ ماریشس مجھے افریقہ پسند ہے اور میں ہمیشہ کے لیے یہاں رہنا چاہتی ہوں۔ فرانسیسی بولنے والے ممالک میں رہنے کی وجہ سے مرحومہ کو فرانسیسی زبان پر عبور ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار مرحومہ کی ساس صاحبہ نے مجھے بتایا کہ ثمینہ میری سب سے پسندیدہ بہو ہے اس لیے کہ وہ قناعت کرتی ہے اور کبھی شکوہ نہیں کیا حالانکہ ڈاکٹر کچھ بہتر حالات میں بھی ہوتے ہیں اس کے باوجود بعض جگہ جب ڈاکٹروں کی ابتدا ہوتی ہے تو وہاں ان کی آمد بہت کم ہوتی ہے اور معمولی رقم میں گزارہ کرنا پڑتا ہے لیکن بڑے صبر سے، حوصلے سے انہوں

نے خاوند کا ساتھ دیا اور گزارہ کیا۔ ان کے خاوند نے بھی بڑی وفا سے وقف نبھایا۔ تو ساس نے یہ واقعہ بیان کیا۔ کہتی ہیں کہ سکول سے بیٹی آئی اور وہ بیٹی بھی ڈاکٹر بن چکی ہے اور وقف ہے اور ہسپتال میں خدمت انجام دے رہی ہے۔ انیلہ نام ہے ان کا۔ تو بہرحال جب وہ سکول سے آئی تو سکول کا بیگ جو تھا وہ پھٹا ہوا تھا۔ بجائے اس کے کہ نیا بیگ خرید کے دیں۔ مرحومہ نے اپنی بیٹی کو کہا کہ تمہیں میں ٹھیک کر دیتی ہوں اور خود اپنے ہاتھ سے سلائی کر کے اسے ٹھیک کیا۔

مرحومہ انتہائی سادہ، پنجوقتہ نمازوں کی پابند، ملنسار، بہت ہمدرد، شفیق، ہر ایک کا خیال رکھنے والی، دعا گو، صابرہ شاکرہ، مہمان نواز، نہایت باکردار اور غریب پرور خاتون تھیں۔ شروع میں جو مربیان وہاں برکینافاسو جاتے رہے ہیں انہوں نے بھی مجھے لکھا کہ ہم جاتے تھے تو ہمارا بڑا خیال رکھتی تھیں اور ہم اکیلے ہوتے تھے تو کھانے پینے کا بھی ہمیشہ خیال رکھتیں۔ خلافت کے ساتھ عشق کی حد تک پیار تھا۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں خاوند کے علاوہ ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کے بھائی ڈاکٹر محمود عاطف صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ہیں اور ایک بھائی حامد مقصود عاطف صاحب مربی سلسلہ تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان سب کے جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/ دسمبر 2025ء جلد 32 شمارہ 301 صفحہ 02 تا 06)

49

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ دسمبر 2025ء بمطابق 05/ فتح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں حضرت کعب بن مالکؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر ہوا تھا۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ذکر فرمایا ہے اور اس حوالے سے جماعت کو نصیحت بھی کی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”احادیث میں آتا ہے کہ تین مومن بھی اس جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا طویل بیان احادیث میں آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں“ یعنی وہ صحابی ”کہ جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد آپؐ کے پاس پہنچا تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ سناؤ پیچھے رہنے والے اور بھی کوئی آئے ہیں یا نہیں اور انہوں نے کیا کیا طریق معذرت کا اختیار کیا ہے اور ان سے کیا سلوک ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ لوگ آتے ہی عذر معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یارسول اللہؐ! ہماری معافی کے لیے دعا کر دیں تو آپؐ ان کے لیے دعا کر دیتے ہیں۔ وہ“ یعنی یہ صحابی حضرت کعبؓ ”کہتے ہیں مجھے خیال آیا کہ مَیں بھی کوئی عذر کر دوں اور سرزنش سے چھوٹ جاؤں مگر پھر مجھے کچھ خیال آگیا اور میں نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کون کون لوگ آچکے ہیں؟ انہوں نے نام لیے تو سب منافق تھے۔ صرف دو مؤمنوں کا نام انہوں نے لیا اور بتایا کہ انہوں نے کوئی عذر نہیں کیا بلکہ اپنی غلطی کا اقرار کیا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ میں منافقوں کے ساتھ کیوں شامل ہوں۔ بہتر ہے کہ ایسے عذر پیش کرنے کی بجائے جو حقیقتاً عذر نہیں کہلا سکتے صاف کہہ دوں کہ غلطی ہو گئی ہے، آپ جو چاہیں مجھ سے معاملہ کریں۔ چنانچہ یہ خیال آنے پر میں نے اقرار جرم کا فیصلہ کر لیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے منافقوں کے ساتھ شامل ہونے سے بچا لیا۔ چنانچہ میں گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف طور پر کہہ دیا کہ میری سستی اور غفلت تھی کہ میں غزوہ میں شامل نہ ہوا ورنہ کوئی حقیقی عذر نہیں تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم تمہارے متعلق نہ آئے تم سے قطع تعلق کیا جائے گا۔ اِس صحابی کا نام کعب بن مالکؓ تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اس حکم سے سخت تکلیف پہنچی کیونکہ مدینہ میں سب مسلمان ہی تھے اور جو منافق تھے ان میں سے بھی کسی کو جرأت نہ تھی کہ ان سے بات چیت کرے۔“

یہ ساری بات مَیں نے مختصر ہی بیان کی ہے۔ تفصیل پچھلے خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔ آپؓ نے خطبہ میں یہ بیان فرمایا تھا اور پھر اس حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا جماعت کو نصیحت بھی کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”یہاں تو میں نے دیکھا ہے“ یعنی قادیان میں۔ یہ 1936ء کی بات ہے۔ ”کہ جن لوگوں سے

بات چیت منع ہے" یعنی جن کو سزا ملتی ہے "وہ محلوں میں احمدیوں کے مکانوں پر بھی چلے جاتے ہیں۔ محلے والے معلوم نہیں سوئے رہتے ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں لگتا۔ یہاں کے بعض احمدی سانپوں کو پالتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ یہ سانپ نہ خدا کو ڈس سکتے ہیں، نہ اس کے رسول کو اور نہ خلیفہ کو۔ یہ انہی کو ڈسیں گے جو اِن کو پالتے ہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہیں کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لے لے اسے کون ڈس سکتا ہے۔ یہ انہیں کو ڈسیں گے جنہیں وہ ڈس سکتے ہیں اور افسوس کہ وہ دیکھتے ہوئے ان سانپوں کی حرکات پر اغماض سے کام لیتے ہیں۔"

اس زمانے میں بعض فتنے اٹھے تھے جس کی وجہ سے آپؓ کو یہ کہنا پڑا تھا۔ آپؓ آگے فرماتے ہیں کہ "غرض مدینہ میں کوئی منافق بھی ان سے بات چیت نہ کر سکتا تھا۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس حکم کے چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوی بچے بھی ان لوگوں سے جدا ہو جائیں۔ ہم تینوں میں سے ایک صحابی بوڑھے تھے۔ ان کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! میرا خاوند تو پہلے ہی مر چکا ہے۔ نہ کھانا کھاتا ہے، نہ سوتا ہے۔ پھر بوجہ ضعیف العمر ہونے کے ہر وقت مدد کا محتاج ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کے قابل تو وہ پہلے ہی نہ تھا اگر آپؐ اجازت دیں تو میں کھانے پینے میں اس کی مدد کروں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اتنی اجازت ہے۔ اس پر" حضرت کعبؓ کہتے ہیں "مجھے خیال آیا کہ میں بھی کیوں نہ اپنے لیے ایسی اجازت حاصل کرنے کا انتظام کروں مگر پھر خیال آیا کہ وہ بوڑھا ہے میں جوان ہوں میرے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں۔ اس پر میں نے بیوی سے کہا کہ تُو میکے چلی جا ایسا نہ ہو کہ میں تجھے بلاؤں اور تُو جواب دے دے۔ مجھے کسی اَور کے متعلق تو خیال ہی نہ تھا کہ مجھ سے بات چیت کرے۔ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت کی وجہ سے خیال تھا کہ میرے درد کو دیکھ کر آپؐ کو ضرور رحم آئے گا۔ اس لیے میں آپؐ کی مجلس میں جاتا اور زور سے السلام علیکم کہتا اور پھر دیکھتا کہ آپؐ کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں یا نہیں مگر آپؐ جواب نہ دیتے اور میں گھبراہٹ میں اٹھ آتا اور خیال کرتا کہ آپؐ کے ہونٹ ہلے ہوں گے مگر میں دیکھ نہیں سکا اس لیے" اس وقت تو "مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا اور پھر لوٹ کر آکر زور سے السلام علیکم کہہ کر پھر ہونٹوں کی طرف دیکھتا۔ اور پھر اٹھ آتا اور پھر جاتا مگر آپؐ جواب نہ دیتے ہاں کنکھیوں سے کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتے۔ وہ کہتے ہیں جب بہت دن گزر گئے تو میں اپنے چچیرے بھائی کے پاس جن کے ساتھ میں ہمیشہ کھاتا پیتا اور رہتا سہتا تھا گیا وہ اپنے باغ میں کام کر رہا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ اے بھائی! تُو میرا محرم راز ہے۔ ہم دونوں ہمیشہ اکٹھے رہے ہیں اور ہماری کوئی بات ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں۔ تجھے خوب معلوم ہے کہ میں مخلص مسلمان ہوں اور نفاق کی کوئی رگ مجھ میں نہیں۔ میں آج گھبراہٹ میں تجھ سے پوچھنے آیا ہوں کہ بتاؤ کیا میں منافق ہوں؟ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور صرف آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایسے بھائی نے جو میرا محرم راز تھا مجھے یہ جواب دیا تو میں نے محسوس کیا کہ زمین مجھ پر تنگ ہو گئی ہے اور میں گھبرا کر باغ کی دیوار پھاند کر باہر آگیا اور دیوانہ وار شہر کی طرف چل پڑا۔ جب شہر کے پاس پہنچا تو ایک شخص میرے قریب آیا اور پوچھا کہ کیا تُو فلاں شخص ہے؟ میں نے کہاں ہاں تو اس نے مجھے

ایک خط دیا کہ یہ فلاں بادشاہ نے بھیجا ہے یہ ایک عرب کا عیسائی بادشاہ تھا جو رومی حکومت کے ماتحت تھا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم عرب کے رئیس ہو اور تمہیں محمد (ﷺ) نے ذلیل کیا ہے حالانکہ تمہاری قدر کرنی چاہیے تھی۔ اگر تم میرے پاس آجاؤ تو میں تمہارے شایانِ شان تم سے سلوک کروں گا۔ (کعب بن) مالکؓ کہتے ہیں کہ میرے بھائی نے مجھے جو جواب دیا تھا "یعنی کہ چچازاد بھائی کے باغ میں جب گئے تھے "اس سے میرا دل الٹ رہا تھا" اس سے اس وقت بھی بے چینی تھی۔ "وہ خط دیکھ کر مجھ پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی اور میں نے سوچا کہ یہ شیطان کا آخری حملہ ہے ایسا نہ ہو کہ میرے قدم لڑکھڑا جائیں اور میں نے اس قاصد سے کہا کہ میرے پیچھے آؤ۔ ایک جگہ ایک آدمی بھٹی جلا رہا تھا۔ مَیں نے اس خط کو پرزے کر کے اس میں ڈال دیا" آگ میں "اور اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ اِس کا جواب یہ ہے۔ یہ ان کے ابتلاء اور مصیبت کی آخری گھڑیاں تھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ان کی غلطی معاف کر دی جائے۔"

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 655 تا 658 بیان فرمودہ 9 اکتوبر 1936ء)

حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ "کعب بن مالکؓ کا واقعہ کیسا سبق آموز ہے۔ وہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مکہ کی فتح میں بھی ساتھ تھے مگر غزوۂ تبوک میں سستی سے پیچھے رہ گئے۔ نبی کریمؐ نے انہیں ایسی سخت سزا دی کہ ان کے سلام کا جواب تک نہ دیتے تھے۔ تمام مسلمانوں کو کلام کرنے سے روک دیا حتیٰ کہ بیوی کو بھی الگ کر دیا۔ اسی حالت میں غسان کے بادشاہ کا ایلچی ان کے پاس خط لایا جس میں لکھا تھا کہ تیرے صاحب نے تیری قدر نہیں کی۔ تُو میرے پاس آجا۔ انہوں نے یہ کہہ کر کہ یہ شیطان کا آخری حملہ ہے خط کو تنور میں ڈال دیا اور ایلچی کو کہا کہ اپنے بادشاہ کو یہ پیغام پہنچا دینا مگر" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "آجکل کے لوگ ہیں"۔ جماعت میں اس وقت جو حالت تھی "کہ ان سے اگر کچھ بازپُرس کی جائے "جواب طلبی کی جائے "تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری خدمات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ہماری قدر نہیں کی گئی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ انتظام الگ چیز ہے اور کام کرنا الگ چیز۔ اور انتظام قائم رکھنے کے لیے جو غلطی کرتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت دین کے لیے ایسی کوششیں کرو کہ شیطان کو بھگا دو مگر اس لیے ہرگز نہ کرو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور کام کر کے یہ مت خیال کرو کہ ہماری غلطیوں پر ہم سے بازپُرس نہ کی جائے گی۔ پھر خدا پر احسان مت جتاؤ۔ مَنٌّ وَاَذًی سے کام نہ لو۔ تمام ذرائع سے اسلام کی خدمت کرو۔"

(خطبات محمود جلد 5 صفحہ 528-527 بیان فرمودہ 27 جولائی 1917ء)

احسان نہ جتاؤ بلکہ خدمت کرو۔ یہی جذبہ ہونا چاہیے اللہ کو راضی کرنے کا۔

یہ شروع خلافت کے خطبات میں سے۔ اور پہلا جو ایک اقتباس تھا وہ 1936ء کا تھا۔

غزوۂ تبوک کا سفر ایسا پُرحکمت اور بابرکت سفر ثابت ہوا کہ سارے خطۂ عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور تھوڑی ہی دیر میں سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

چنانچہ اس بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ "تبوک سے واپسی کے

بعد طائف کے لوگوں نے بھی آکر اطاعت قبول کر لی۔ ”پہلے وہ لڑائی کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے اطاعت قبول کر لی“ اور اس کے بعد عرب کے متفرق قبائل نے باری باری آکر اسلامی حکومت میں داخلہ کی اجازت چاہی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سارے عرب پر اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 363)

واپسی کے بعد ایک سریہ بھی ہوا تھا جسے سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ کہا جاتا ہے جو نجران میں بنو عبد المدان جو بنو حارث بن کعب میں سے تھے ان کی طرف تھا۔

عبد المدان جس کی طرف قبیلے کی نسبت کی گئی ہے بنو حارث کا جدّ امجد تھا اور اس کا نام عمرو بن یزید تھا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ سریہ ربیع الاوّل دس ہجری کو پیش آیا جبکہ ابن ہشام کے مطابق یہ سریہ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ دس ہجری کو ہوا۔ سیرت النبی، خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بعث خالد بن ولید بطرف نجران کی تاریخ ربیع الاوّل دس ہجری بیان کی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 128 دار الکتب العلمیۃ 1990ء)

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 861 دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

(السیرۃ النبویۃ وأخبار الخلفاء ابن حبان صفحہ 386-385 دار الکتب الثقافیہ بیروت 1987ء)

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 833 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے)

بہر حال اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ آپ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ لڑنے سے پہلے تین بار ان کو دعوت اسلام دینا۔ جن کی طرف سریہ بھیجا گیا تھا۔ اگر وہ قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ پھر جنگ کرنا۔ یعنی اگر جنگ کی کوشش کریں تو تم پھر بھی تین دفعہ ان کو اسلام کی تعلیم کی دعوت دینا۔ اگر پھر بھی جنگ کرنا چاہیں تو پھر ٹھیک ہے ان سے جنگ کرو۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ایسا ہی کیا اور یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان میں قیام کر لیا یعنی صرف تبلیغ کی، جنگ نہیں ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان میں قیام کر لیا اور ان کو اسلام، کتاب اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دینی شروع کی اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ایک خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ لکھا کہ حضرت محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مَیں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنو حارث کی طرف بھیجا تھا اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں تین روز تک ان کو اسلام کی طرف دعوت دوں۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کریں تو میں ان میں رہ کر ان کو احکام اسلام، قرآن کریم اور سنت رسول سکھاؤں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو میں ان سے جنگ کروں۔

بعض باتیں تفصیل میں بیان نہیں ہوتیں یا دوسری جگہ بعض باتوں سے مل جاتی ہیں لیکن اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ زبردستی اسلام قبول کروایا جائے۔ یہی مطلب تھا کہ کوئی معاہدہ نہ کریں یا اگر پھر بھی جنگ کریں تو پھر ان سے جنگ کرو۔ تمہیں اجازت ہے۔ پس کہتے ہیں کہ ان کے پاس آیا اور آپؐ کے ارشاد کے مطابق تین روز تک ان کو دعوتِ اسلام کی اور سواروں کو ان کے پاس بھیجا کہ اے بنو حارث! اسلام قبول

کر لو سلامت رہو گے۔ پس لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور جنگ سے باز رہے۔ تبلیغ کی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس فقرے سے بھی یہ بڑا واضح ہو جاتا ہے کہ وہ جنگ سے باز رہے۔ انہوں نے جنگ میں پہل نہیں کی۔ جب مخالف نے پہل نہیں کی تو یہ بھی جنگ کرنے نہیں گئے تھے۔ تبلیغ کرنے گئے تھے تو وہ کی۔ پھر لکھتے ہیں کہ اب میں ان میں مقیم ہوں اور دین کے اوامر و نواہی اور احکامات ان کو بتلا رہا ہوں۔ آئندہ جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صادر ہو گا اس کے موافق عمل کروں گا۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے اس خط کے جواب میں فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالد بن ولید کو سلام۔ میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امّا بعد تمہارا خط مع قاصد ہمارے پاس پہنچا اور معلوم ہوا کہ بنو حارث نے اسلام قبول کر لیا ہے اور جنگ سے پہلے لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی اور یہ خدا کی ہدایت ہے جو اس نے ان کے شامل حال فرمائی۔ پس تم ان کو ثواب الٰہی کی خوشخبری پہنچاؤ اور عذاب الٰہی سے خوف دلاؤ اور خود ان کے چند لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت خالدؓ اس فرمان کو دیکھ کر بنو حارث کے چند افراد کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جن کو لے کر آئے تھے ان کے نام یہ ہیں: قیس بن حصین، یزید بن عبد المدان، یزید بن مُحجل، عبد اللہ بن قراد، شدّاد بن عبد اللہ، عمرو بن عبد اللہ۔ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہندی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ بنو حارث میں سے ہیں۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اس کا رسول ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم وہی لوگ ہو کہ جب کبھی اپنے دشمن سے لڑتے ہو تو اس کو بھگا دیتے ہو؟ لوگ خاموش رہے۔ ان میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا۔ یعنی بولا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسری مرتبہ دہرایا تو پھر بھی یہ لوگ خاموش رہے۔ ان میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیسری مرتبہ بھی دہرایا۔ ان میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی مرتبہ پھر دہرایا کہ جب کبھی دشمن سے لڑتے ہو تو اسے بھگا دیتے ہو۔ یعنی یہ تم لوگوں کا حال تھا کہ اپنے آپ کو بڑے طاقتور سمجھتے تھے۔ اس وقت یزید بن عبد المدان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہاں ہم وہی لوگ ہیں کہ جب کسی سے لڑتے ہیں اس کو بھگا دیتے ہیں اور چار دفعہ اس نے بھی یہی عرض کیا۔ کہ ہم بڑے جنگجو اور بہادر لوگ تھے لیکن یہاں یہ الٹ بات ہو گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر خالد مجھ کو نہ لکھتے کہ تم لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو میں تمہارے سروں کو تمہارے پیروں تلے ڈلوا دیتا۔ یزید بن عبد المدان نے عرض کیا کہ ہم آپؐ کے یا خالد کے شکر گزار نہیں ہیں۔ نیا نیا اسلام قبول کیا تھا تو کہتا ہے ہم آپؐ کے

شکر گزار نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کس کے شکر گزار ہو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ہم خدا کے شکر گزار ہیں جس نے ہم کو آپؐ کے ذریعہ ہدایت دی۔ بڑا اچھا جواب دیا اس نے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ پھر فرمایا: یہ بتاؤ کہ تم لوگ کس سبب سے زمانہ جاہلیت میں اپنے مخالف پر غالب ہوتے تھے؟ تب انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اکٹھے ہو کر دشمنوں سے لڑتے تھے۔ یہ سمجھتے تھے کہ ہم ایک ہو کر لڑیں گے اس لیے ہمیں بہر حال فتح ہو گی اور ہم پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ جب اسلام آیا اور اسلام نے سب قبائل کو ایک کر دیا اور مختلف قبائل بھی ایک جان ہو گئے تو اب ان کو سمجھ آئی کہ یہ لوگ بھی اکٹھے ہیں اور بہتری اسی میں ہے کہ ہم ان سے جنگ نہ کریں بلکہ نہ صرف جنگ نہ کریں بلکہ اسلام بھی قبول کر لیں کیونکہ یہی سچا مذہب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن حصین کو بنو حارث کا امیر مقرر فرمایا اور شوّال کے آخر یا ذوالقعدہ کے شروع میں ان لوگوں کو رخصت فرمایا۔ ان لوگوں کے اپنی قوم میں پہنچنے کے چار مہینے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 861 تا 863 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ غزوۂ تبوک تھا اور آخری لشکر یا سریہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا وہ لشکر اسامہ تھا۔ لشکر اسامہ کی تفصیل ان کے ذکر میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں پہلے بیان ہو چکی ہے تاہم مختصراً کچھ پس منظر کے ساتھ یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

بخاری کی روایت ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہؓ کی موت کی خبر دی پیشتر اس کے کہ لوگوں کے پاس ان سے متعلق کوئی خبر آئی۔ اس سے پہلے، اسامہ کے لشکر سے پہلے ایک لشکر گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفر نے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے جھنڈا لیا یہاں تک کہ اللہ نے اسے ان مخالفین پر فتح دی۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب / کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب خالد بن الولید حدیث 3757 مترجم جلد 7 صفحہ 243)

حجۃ الوداع سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ واپس پہنچے تو اس وقت جنوب کی طرف سے اہل مدینہ کو کسی دشمن کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا لیکن شمال سے اہل روم کی طرف سے اب بھی خطرہ باقی تھا کیونکہ ان عیسائیوں کو ابھی تک اپنی قوّت پر بڑا ناز تھا۔ اس لیے کسی وقت بھی ان کی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا اور ویسے بھی جنگ موتہ کے شہداء کا قصاص بھی باقی تھا کیونکہ اس جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی مہارت کی بنا پر مسلمانوں کا لشکر واپس مدینہ آنے میں کامیاب ہوا تھا۔

حج سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لائے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ چند دن بعد حضرت اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک لشکر کو شام پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

(حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل مترجم ابو افضال محمد خان صفحہ 597)

لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپؐ کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔ آپؐ نے ماہ صفر کے آخر میں رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔

حضرت اسامہؓ کو بلایا اور فرمایا: اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ حضرت زیدؓ کو پہلی جنگ میں جہاں شہید کیا گیا تھا آپؐ نے فرمایا کہ وہاں جاؤ اور انہیں گھوڑوں یعنی دشمنوں کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے۔ (فتح الباری لابن حجر جلد 8 صفحہ 192 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلقاء اور داروم کو گھوڑوں کے ذریعہ روند ڈالو۔ بلقاء ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان میں ہے۔ داروم مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غزہ کے بعد ایک مقام ہے۔ اور ملک شام کے لیے روانگی کا ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: پھر صبح ہوتے ہی اہل اُبنیٰ پر حملہ کرو۔ اُبنیٰ ملک شام میں بلقاء کی جانب ایک جگہ کا نام ہے اور فرمایا کہ تیزی کے ساتھ سفر کرو تا ان تک اطلاع پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا کرے تو وہاں قیام مختصر رکھنا اور اپنے ساتھ راستہ دکھانے والے لے جانا اور مخبروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھا پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو اور اس سے جنگ کرو جس نے اللہ کا انکار کیا۔ اور دھوکا نہ دو۔ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو اور دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو۔ یہ فقرہ بھی دشمن کے خطرے کے مقابلے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دشمن اگر حملہ کرے تو کرنا ہے لیکن تم نے دشمن سے مقابلے کی تمنا نہیں کرنی۔ پس فرمایا کہ بیشک تمہیں معلوم نہیں شاید تم اس کی وجہ سے آزمائے جاؤ لیکن تم یہ کہو کہ اے اللہ! تُو ہمیں ان کے مقابلے میں کافی ہو جیسا تُو چاہے اور ان کی جنگ کو ہم سے دور کر دے۔

یہ دعا بھی سکھائی کہ جنگ ضروری نہیں ہے، جنگ ٹل سکتی ہے تو ٹالو۔

پس اگر ان کی تمہارے ساتھ مڈھ بھیڑ ہو جائے اور وہ اکٹھے ہو کر شور کریں تو تمہارے اوپر وقار اور خاموشی لازم ہے۔ لیکن پھر بھی اگر جنگ ہو جائے تو پھر خاموشی سے اور وقار سے جنگ کرو اور تم آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا رعب اور دبدبہ جاتا رہے گا۔ اکائی پیدا کرو اپنے اندر اور تم کہو اے اللہ! ہم تیرے بندے ہیں اور وہ بھی تیرے بندے ہیں۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور تُو ہی ان سے کافی ہو سکتا ہے اور تم جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بندھا ہوا جھنڈا لے کر نکلے اور اسے حضرت بریدہ بن حصیب کے سپرد کیا اور جُرف مقام پر لشکر کو جمع کیا۔ جُرف مدینہ سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے۔ مہاجرین اور انصار کے معززین میں سے کوئی ایسا شخص بھی باقی نہ بچا مگر اس کو اس جنگ کے لیے بلا لیا گیا۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قتادۃ بن نعمانؓ، حضرت سلمہ بن اسلمؓ شامل تھے۔ سب کو حضرت اسامہؓ کے ماتحت کیا۔ کچھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں اور کہا کہ یہ لڑکا اوّلین مہاجرین پر امیر بنایا جا رہا ہے۔ ان میں تو بڑے بڑے صحابہؓ ہیں ان پر لڑکے کو امیر بنا دیا۔ آپؐ تک بات پہنچی تو اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو ایک رومال سے باندھا ہوا تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض کی گفتگو اسامہ کو امیر بنانے کے متعلق

مجھے پہنچی ہے۔ اگر میرے اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کو میرے امیر مقرر کرنے پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ بھی امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی امارت کے لائق ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اور یقیناً یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کا خیال کیا جا سکتا ہے۔ پس اس یعنی اسامہ کے لیے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے۔

وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ ہو رہے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کر کے جُرف کے مقام پر لشکر میں شامل ہونے کے لیے چلے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی لیکن آپؐ تاکید فرماتے رہے کہ لشکر اسامہ کو بھجواؤ، یہ بہر حال جائے گا۔ اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد اَور زیادہ ہو گیا۔ حضرت اسامہؓ لشکر میں سے واپس آئے تو آپؐ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور آپؓ کو اطلاع ہوئی تو آپؓ واپس آ گئے۔ اس روز لوگوں نے آپؐ کو دوا پلائی تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا پلائی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ آپؐ بول نہیں سکتے تھے لیکن آپؐ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہؓ لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ سوموار کو دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ کو افاقہ ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اسامہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔ حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ آپ نے ابھی کوچ کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت اسامہؓ کی والدہ حضرت امّ ایمنؓ کی طرف سے ایک شخص پیغام لے کر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت دکھائی دے رہا ہے۔ اس پر حضرت اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بھی ان کے ساتھ تھے اور آپؐ پر نزع کی حالت تھی۔ کچھ ہی دیر بعد آپؐ نے وفات پائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر جُرُف مقام سے مدینہ واپس آ گیا اور حضرت بریدہ بن حصیبؓ حضرت اسامہؓ کا جھنڈا لے کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر گاڑھ دیا۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت اسامہؓ کا لشکر ذوخشب میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی۔ ذوخشب بھی مدینہ سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔ شام کے راستے پر یہ وادی ہے۔ لیکن بہر حال یہ لوگ واپس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر اسامہؓ کے گھر جاؤ کہ وہ اپنے مقصد کے لیے روانہ ہوں۔ حضرت بریدہؓ جھنڈے کو لشکر کی پہلی جگہ پر لے آئے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 224 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 147-146 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 06 صفحہ 248 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)(البدایۃ والنھایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 302 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 101، 580-579 دار الکتب العلمیۃ)(فرہنگ سیرت صفحہ 87، 114، 119 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

اس لشکر کی تعداد تین ہزار بیان کی جاتی ہے جس میں سے ایک ہزار گھڑ سوار تھے اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا گیا تھا۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیه جلد4 صفحه 155 دار الکتب العلمیة 1996ء)

(سبل الهدی والرشاد جلد06 صفحه 250 دار الکتب العلمیة 1993ء)

(البدایة والنهایة جلد 3 جزء6 صفحه 302 سنه 11 هجری دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرا دی کہ اسامہ کی مہم پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اسامہؓ کے لشکر میں سے کوئی شخص بھی مدینہ میں باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ سب جُرف میں ان کے لشکر سے جا ملیں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحه244 دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سارا عرب مرتد ہو گیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے بہادر انسان بھی اِس فتنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہؓ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہؓ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تو (مدینہ میں) پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اور عورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہؓ کا ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں جائے اور ان سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی ”کہ بغاوت کے ختم ہونے تک اس کو روکا جائے۔“ ”حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا“ یعنی حضرت ابو بکرؓ ”سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟ پھر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمان عورتوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔

یہ جرأت اور دلیری حضرت ابو بکرؓ میں اِسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ خدا نے یہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جائے تو اس میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے نتیجہ میں آپؐ کے ماننے والے بھی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق بن گئے۔“ (سیر روحانی (6) انوار العلوم جلد 22 صفحہ 594-593)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیش اسامہ کی روانگی کی بابت اپنی تصنیفِ لطیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ”ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا

اور آپ کی وفات کی خبر مکہ اور وہاں کے گورنر عتّاب بن اسید کو پہنچی تو عتّاب چھپ گیا اور مکہ لرز اٹھا اور قریب تھا کہ اس کے باشندے مرتد ہو جاتے... اور مزید لکھا ہے کہ عرب مرتد ہو گئے۔ ہر قبیلے میں سے عوام یا خواص" مرتد ہو گئے "اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا" یعنی یہ دیکھ رہے تھے کہ اب مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اب حملہ کر سکتے ہیں۔ "اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے۔" یعنی بھیگی ہوئی ہوتی ہیں۔ ملنے جلنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ "اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔"

(سر الخلافۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 394 بقیہ حاشیہ، اردو ترجمہ از سر الخلافۃ صفحہ 189-188 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

الغرض آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کما حقہ قائم رکھا اور نافذ فرمایا اور جو صحابہؓ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھے انہیں واپس لشکر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو پہلے اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا وہ ہرگز پیچھے نہ رہے اور نہ ہی میں اسے پیچھے رہنے کی اجازت دوں گا۔ اسے خواہ پیدل بھی جانا پڑے وہ ضرور ساتھ جائے گا تو کوئی ایک بھی اس سے پیچھے نہ رہا۔ یعنی سب چل پڑے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 155 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

بہرحال حضرت ابو بکرؓ کے اس لشکر کو روانہ کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق جیش اُسامہ جُرُف کے مقام پر اکٹھا ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں خود تشریف لے گئے اور آپؓ نے وہاں جا کر لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو ترتیب دی۔

اس بارے میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت عمرؓ کو میرے کاموں میں معاونت کے لیے چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس لشکر میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے تو حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 246 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے یہاں تک کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی تو آپ کو مخاطب ہو کر کہتے تھے: السلام علیک ایھا الامیر۔ کہ اے امیر! السلام علیکم اور اس کے جواب میں اسامہ بھی کہتے: غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کو اپنی ہدایت کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب کچھ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے احکام کی بجاآوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 200-199 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 294 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 246 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

جنگ کی تفصیل تو پہلے بیان ہو چکی ہے اسے میں چھوڑتا ہوں۔ یہ لشکر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کامیاب ہو کر واپس آیا۔ دشمن یا تو قتل ہوا یا قیدی بن گیا۔ اس جنگ میں کسی مسلمان کا بھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ روایات کے مطابق یہ لشکر چالیس سے لے کر ستّر روز تک باہر رہنے کے بعد مدینہ واپس پہنچا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ کی محبت تھی کہ اسامہؓ کے جس جھنڈے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے گرہ لگائی تھی اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابنِ ابو قحافہ اس جھنڈے کی گرہ کھول دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے لگائی ہے۔ چنانچہ لشکر اسامہ کی واپسی پر اس جھنڈے کی گرہ نہ کھولی گئی اور وہ جھنڈا بعد میں بھی حضرت اسامہؓ کے گھر میں ہی رہا یہاں تک کہ حضرت اسامہؓ کی وفات ہو گئی۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 200 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2006ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 147 سریہ اسامہ بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافۃ الراشدۃ المجلد الاول ابو بکر الصدیق، تالیف منیر محمد الغضبان صفحہ 34-35 دار السلام 2015ء)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

غزوات کا یہ بیان ختم ہوا۔ آئندہ سیرت کے کچھ اَور پہلو ان شاء اللہ دیکھوں گا۔

اس وقت میں دو مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں اور بعد میں جنازہ پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔

مکرم عزیز الرحمٰن خالد صاحب مربی سلسلہ یہ گذشتہ دنوں اناسی (79) سال کی عمر میں امریکہ میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے نانا حضرت میاں رنگ علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ عزیز الرحمٰن خالد صاحب کے جامعہ میں داخل ہونے کا واقعہ بھی کچھ اس طرح ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں ساتویں کلاس میں تھا تو ایک روز تعلیم الاسلام ہائی سکول میں اسمبلی میں حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحبؓ تشریف لائے اور وقف زندگی کی ضرورت اور اہمیت پر لیکچر دیا۔ اس پر بہت سے طلبہ پر اس لیکچر کا بہت اثر ہوا۔ جب لیکچر ختم ہوا تو مرحوم کو زندگی وقف کرنے کا جذبہ ابھرا اور وہ سیدھے جامعہ میں گئے۔ وہاں مختصر انٹرویو کے بعد 1960ء میں جامعہ میں ان کو داخلہ مل گیا اور 1969ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری انہوں نے حاصل کی۔ اس دوران جامعہ میں نو سال کا عرصہ اس لیے بھی لگا کہ ان کا ٹرین کا ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا جس کی وجہ سے انہیں بڑی چوٹیں آئی تھیں تو دو سال ضائع ہو گئے لیکن بہرحال انہوں نے ہمّت نہیں ہاری اور زندگی بھی بچ گئی۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے میری زندگی بچی ہے۔ جامعہ پاس کرنے اور مبلغ بننے کے بعد یہ سیرالیون، نائیجیریا، گھانا،

تنزانیہ، زنجبار بیرونی ملکوں میں رہے اور پاکستان میں مختلف جگہوں پہ مربی کے طور پر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ واپس آنے کے بعد یہ تحریک جدید میں وکالت اشاعت ربوہ میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

ان کے نواسے حمزہ عبید اللہ مربی ہیں۔ جامعہ سے فارغ ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عزیز الرحمٰن صاحب بتایا کرتے تھے کہ افریقہ میں ایسا وقت بھی آتا تھا کہ چاول ابال کر اس پر نمک چھڑک کر کھا لیا کرتا تھا اور کوئی سالن وغیرہ کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی اور بعض دفعہ ایسے دن بھی ہوتے تھے جو معمولی غذا بھی میسر نہیں ہوتی تھی۔ ابلے ہوئے چاول بھی میسر نہیں ہوتے تھے اور بعض دفعہ کئی دن بھوکا رہنا پڑتا تھا۔

تو یہ ابتدائی مربیان مبلغین کے کام تھے جو آجکل کے مربیان اور مبلغین کو اپنے سامنے رکھنے چاہئیں۔

انیس الرحمٰن انس ان کے بیٹے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کبھی بھی کھانے کو ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ جلسہ کے موقع پر بھی بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کھانا پلیٹ میں ڈلوانے کے بجائے میزوں پر روٹی کے جو بچے ہوئے ٹکڑے ہوتے تھے وہی کھا لیتے۔ کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر یہ روٹی کے ٹکڑے کھا سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کھا سکتے۔ جوانی سے ہی تہجد گزار تھے۔ خوش اخلاق، ملنسار، ہمدرد، نیک، محنتی اور باوفا انسان تھے۔ خلافت سے گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی بھی تھے۔

یہ میرے ساتھ گھانا میں بھی رہے ہیں جب میں وہاں رہا ہوں۔ بڑی وفا سے، بڑی محنت سے، بڑی سادگی سے انہوں نے کام کیا۔ بے نفس ہو کے کام کیا ہے۔

ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ کثیر تعداد میں پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

دوسرا ذکر ہے مکرم ایدی حمایدی (Eddi Humaedi) صاحب۔ یہ انڈونیشیا کے ہیں۔ یہ 22/ نومبر کو عمرہ کی سعادت کے بعد اچانک بیمار ہو گئے اور پھر اسی بیماری سے ستتر سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت 1930ء کی دہائی میں آئی جب ان کے ماموں محمد رؤوف صاحب نے حضرت مولانا رحمت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ بیعت کی۔ اس کے بعد ان کے نانا اور والدہ نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے داماد باسو کی احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں دن رات ان کو تبلیغ کا شوق تھا اور یہی آرزو رکھتے تھے کہ تبلیغ کی راہ میں جان دوں اور کہتے ہیں جب بھی ہماری ملاقات ہوتی تو ہمیشہ تبلیغ ہی آپ کا موضوع ہوتا اور تبلیغ کا انداز بھی بہت سے مبلغین کے لیے باعث تحریک ہوتا۔ ان کی بیٹیاں بھی لکھتی ہیں کہ اذان سے پہلے مسجد چلے جاتے اور ذکر الٰہی میں بیٹھے وقت گزارتے۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے، ترجمہ اور تفسیر پڑھتے، تبلیغ کے لیے ضروری آیات پر نشان لگاتے۔ کبھی تہجد کی نماز ترک نہیں کی۔ چھہتر سال کی عمر میں بھی تبلیغ کے لیے موٹر سائیکل پر سفر کرتے اور بچوں سے کہا کرتے تھے کہ مال کی قربانی میں کمی نہ کرو۔ یہ اللہ کا حق ہے۔ حتی المقدور زیادہ سے زیادہ قربانی کرو اور خبردار جماعت کے مال میں سے ایک پیسہ بھی استعمال نہ کرو اس کا حساب دینا پڑے گا۔

عمرہ کے دوران ان کی جو گروپ لیڈر تھیں انہوں نے لکھا ہے کہ عمرہ کے دوران سارا وقت یہی کہتے تھے کہ یہاں سے واپس جا کر میں تبلیغ کروں گا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ جماعت احمدیہ کے افراد مکہ میں حج

کی عبادت کرتے ہیں۔ جب بیمار ہوئے ہیں تو ڈاکٹر نے وہاں ان کو دیکھا اور پھر وفات بھی ہوئی تو، کہتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر ان کو کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ کو ان کی نیکیاں پسند آ گئی ہیں جو جنت البقیع میں تدفین کی سعادت ملی۔ وہاں وفات ہوئی تو ان کی تدفین بھی وہیں جنت البقیع میں ہوئی۔

اب یہ ہمارے پاکستان میں احمدیوں کو اپنے قبرستان میں دفنانے نہیں دیتے اور جو قریب کسی دوسرے مسلمان کی قبر ہو تو کہتے ہیں اس کے قریب نہیں آنا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے موقع دیا کہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اب جا کے وہاں سے بھی ان کی قبر اکھڑوائیں لیکن ان میں اتنی طاقت کہاں!۔ خود یہ مولوی اب اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں ان شاء اللہ۔

سیکرٹری تبلیغ انڈونیشیا گناون وردی صاحب کہتے ہیں ایک کامیاب اور نہایت پُرجوش داعی تھے جنہوں نے حقیقتاً اس نعرے کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا کہ کوئی دن تبلیغ کے بغیر نہ گزرے۔ ان کے پاس ایک پرانی موٹر سائیکل تھی اسی پر بیٹھ کر دور دراز دیہاتوں میں سفر کرتے اور ایسے علاقے جہاں جماعتوں کے لیے مخالفت تھی وہاں بھی جاتے اور سینکڑوں افراد کو تبلیغ کے نتیجہ میں انہوں نے ان میں سے بیعتیں بھی کروائیں۔ خلافت سے کہتے ہیں بہت زیادہ تعلق تھا، محبت تھی۔ پیار تھا۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور دس نواسے شامل ہیں۔ جیسا کہ بتایا ان کے ایک داماد مربی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26 / دسمبر 2025 جلد 32 شمارہ 307 صفحہ 03 تا 08)

50

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 12 / دسمبر 2025ء بمطابق 12 / فتح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۔ (النحل:126)

اس کا ترجمہ ہے کہ اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی اور بہت سی دوسری آیات میں بھی جہاں تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی ہے وہاں احسن رنگ میں تبلیغ کرنے کی ہدایت دی ہے اور نصیحت کرنے کی تلقین فرمائی ہے تا کہ دوسروں پر اثر بھی ہو اور اس کا فائدہ بھی ہو اور وہ لوگ جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کی تبلیغ ہمیشہ پھل لاتی ہے، رنگ لاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں۔

پس اس اصول کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ آجکل سوشل میڈیا کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ بہت آسان ہے۔ جو شوق رکھتے ہیں وہ یہ کام بڑے شوق سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا بعض ایسے بھی ہیں جو پبلک جگہوں پر جا کر جہاں ان ملکوں میں اجازت ہے، پاکستان وغیرہ میں تو ویسے بھی تبلیغ کی اجازت نہیں، تو یہ تبلیغ کرنے کا جو شوق رکھتے ہیں وہ وہاں جا کے پورا کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے لیکن تبلیغ کے لیے بھی کچھ شرائط اور آداب ہیں جنہیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے ورنہ الٹا اثر ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی فرمایا ہے۔ پس اس بات کو سمجھیں اور پھر تبلیغ کریں کیونکہ بعض لوگ اپنی تبلیغ سے دوسروں پر منفی اثر ڈالتے ہیں اور بجائے مثبت اثر ہونے کے الٹا اثر ہو رہا ہوتا ہے اور بعض دفعہ غیروں کو جماعت پر بھی اور جماعت کی تعلیم پر بھی اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو حقائق سے دور ہے۔

پھر بعض لوگ جو نئے نئے اس میدان میں آئے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس بڑی دلیلیں ہیں تو جب دلیلیں نہیں ہوتیں اور مخالفین کو قائل نہیں کر سکتے اور جو ٹھوس دلیل نہیں دے سکتے تو مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں حالانکہ مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے دلائل ہیں۔ ہاں! یہ اَور بات ہے کہ کسی کے پاس اس کی سمجھ نہ ہو اور بیان نہ کر سکتا ہو۔ جماعت احمدیہ جو بات کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حکمت اور دلائل کے ساتھ کرتی ہے اور اس تعلیم کے مطابق کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں دی اور جس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ ہم نے جو تبلیغ کرنی ہے وہ احسن رنگ میں کرنی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں یعنی تبلیغ کے بارے میں ایک بڑی اہم ہدایت فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا کہ ”مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ امریکہ اور یورپ میں تعلیم اسلام پھیلانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ بعض انگریزی خوان مسلمانوں میں سے یورپ اور امریکہ میں جائیں اور وعظ اور منادی کے ذریعہ سے مقاصد اسلام ان لوگوں پر ظاہر کریں“ زبان آتی ہے تبلیغ کریں۔ آپؑ فرماتے ہیں ”لیکن میں عموماً اس کا جواب ہاں کے ساتھ کبھی نہیں دوں گا۔“ یہ بڑی اہم بات ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ صرف انگریزی خوانی ہی یا کسی زبان کے آنے سے ہی دین کا علم نہیں آ جاتا بلکہ اس کے اَور بھی بہت سارے لوازمات ہیں۔ اس میں علم بڑھانے کی ضرورت ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ یہاں بھی مختلف جگہوں پر لوگ تبلیغ کرتے ہیں لیکن مخالفین کے سوالوں کے مکمل جواب اور مکمل علم کے ساتھ جواب نہیں دے سکتے۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔

پس پہلے ہر داعی الی اللہ اور تبلیغ کا شوق رکھنے والے کو اپنا علم بڑھانا چاہیے۔ اعتراضوں کو جمع کریں عموماً جماعتی لٹریچر میں اس کے جواب موجود ہیں اور اگر نہ ہوں تو پھر جو ملک میں تبلیغ کی ٹیم بنی ہوئی ہے ان سے رابطہ کریں، ان سے فائدہ اٹھائیں اور اس ٹیم میں بھی علم رکھنے والے جو لوگ ہیں ان سے مدد لیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو کبھی ہاں میں جواب نہیں دوں گا۔ پھر آگے آپؑ فرماتے ہیں کہ ”میں ہرگز مناسب نہیں جانتا کہ ایسے لوگ جو اسلامی تعلیم سے پورے طور پر واقف نہیں اور اس کی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں سے بکلّی بے خبر اور نیز زمانہ حال کی نکتہ چینیوں کے جوابات پر کامل طور پر حاوی نہیں ہیں اور نہ روح القدس سے تعلیم پانے والے ہیں۔“ یہ بھی بڑی ضروری چیز ہے کہ مبلغ کا، تبلیغ کرنے والے کا روح القدس سے تعلیم پانا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں: ”وہ ہماری طرف سے وکیل ہو کر جائیں۔“ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ میرے مبلغوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی ایک خاص تعلق ہونا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ پھر ان کی تائید فرمائے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”میرے خیال میں ایسی کارروائی کا ضرر اس کے نفع سے اقرب اور اسرع الوقوع ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔“

(ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 517-516)

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم ایسی بات کریں گے تو اس کا نفع کم اور ضرر زیادہ ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ بعض موقعوں پر بعض دفعہ فائدہ بھی ہو جاتا ہے، ایک دو مثالیں مل جاتی ہیں۔ لیکن عمومی طور پر یہی ہے کہ منفی اثر ہوتا ہے۔ پس ایک مبلغ اور داعی الی اللہ کو یہ بات ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ جب ہم نے تبلیغ کرنی ہے تو اس کے بہت سارے لوازمات بھی ہیں جو ہم نے پورے کرنے ہیں۔ اگر یہ ہو گا تو تبھی ہم صحیح رنگ میں تبلیغ کر سکیں گے۔

تبلیغ کے بارے میں پہلی بات ہمیں یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ واحد نبی ہیں جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام لے کر آئے جو تمام دنیا کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ نے

آپؐ کو تمام لوگوں اور تمام دنیا کے لیے، تمام قوموں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور نبی بنا کر بھیجا ہے لیکن آج تک کی تاریخ دیکھ لیں کہ مسلمانوں کی کُل آبادی آج بھی دنیا کی آبادی کے چوتھے حصے سے بھی کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ حکمت سے تبلیغ نہیں کی گئی اور وہ پیغام صحیح طور پر پہنچایا نہیں گیا۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ جہاد سے ہم اسلام کا پیغام پہنچا دیں گے حالانکہ جہاد کی اجازت تو صرف اس صورت میں ہے جب دشمن حملہ کرے۔ جب مسلمانوں کو جہاد کرنے اور تلوار اٹھانے کی اجازت ملی تو وہ بھی اس وقت ملی تھی جب کافروں یا غیر مسلموں نے اسلام پر حملہ کر کے اسے مٹانا چاہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی سورہ حج میں فرمایا تھا کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔ (الحج:40) یعنی وہ لوگ جن سے بلاوجہ جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اور پھر تاریخ نے دیکھا تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور اس پر قادر ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب جنگ کی اجازت دی تو اس وجہ سے دی کہ ظلم ہو رہا تھا لیکن آجکل کا جو زمانہ ہے وہ اس قسم کے جہاد کا نہیں ہے۔ دین کی خاطر کوئی جنگ نہیں ہو رہی چاہے بہانوں سے مسلمانوں پر ظلم بھی ہو رہا ہے لیکن دین کا نام نہیں لیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کریم کے جہاد کو ہی جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ (الفرقان:53)

پس یہ مسلمانوں کی عمومی حالت ہے جس کی وجہ سے آج بھی ہم جو مسلمان ہیں وہ دنیا کی آبادی کے چوتھے حصے سے بھی کم ہیں۔

ہمیں اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے اور آپؑ سے عہد بیعت باندھا ہے۔ ہم نے اس بات پر عمل کرنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بھی پیدا کریں۔ اس کی تعلیم سیکھیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے دنیا کو بھی یہ پیغام پہنچائیں۔ بعض لوگ نیک نیتی سے کام کرتے ہیں جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے لیکن انہیں پوری طرح علم نہیں ہوتا یا تعلق باللہ کا وہ معیار قائم نہیں ہوتا جو ایک داعی الی اللہ کا ہونا چاہیے جس کے نتیجہ میں پھر انہیں مایوسی ہوتی ہے۔

اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کے لیے حکم دیے ہیں اور بعض ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ بہت ساری روایتیں ملتی ہیں۔

ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کریں۔ (کنز العمال جلد 5 جزء 10 صفحہ 105 حدیث 29268 مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پہلی بات یہی ہے کہ جس کی جتنی عقل ہے، جتنا اس کا علم ہے یا جس مزاج اور مذہب کا وہ آدمی ہے اس کے مطابق اس سے بات کی جائے۔ مثلاً مسلمانوں کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا بتانا ہے تو ان کو قرآن اور حدیث اور ان کے بزرگوں کی کتب سے بتانا چاہیے۔

تبلیغ کرنے والوں کو آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ تبلیغ کرنے والوں کے لیے یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ ہمیشہ اس کے اپنے اخلاق اچھے اور

اعلیٰ ہوں اور حقوق العباد کا وہ معیار ہو کہ وہ کبھی کسی مظلوم کی بد دعا لینے والا نہ ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم کی دعائیں لینے والا ہو۔ جب وہ دعائیں لینے والا ہو گا تو کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔

فرمایا: اس لیے بچنا چاہیے کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہے۔

(صحیح البخاری (مترجم) جلد 4 صفحہ 460-459 کتاب المظالم والغصب باب الاتقاء والحذر من دعوۃ المظلوم حدیث 2448 نظارت اشاعت)

پس ہمیشہ اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں اَلْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "خدا نے ہم پر فرض کر دیا ہے کہ جھوٹے الزامات کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دور کریں۔ اور خدا جانتا ہے کہ کبھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔" یعنی ہمیشہ نرمی استعمال کی ہے۔ خود اپنا حال بیان فرما رہے ہیں کہ میں تو ہمیشہ نرمی اور آہستگی سے جواب دیتا ہوں۔ یہی میرا اصول ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے "اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے۔"

پس تبلیغ کا یہ طریقہ ہے جو ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔ پس جو لوگ تبلیغ کرتے ہوئے بعض دفعہ غصہ میں آ کر مخالف کی زبان استعمال کرنے لگ جاتے ہیں انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری تبلیغ اخلاق کے دائرے میں ہی ہو۔ ان کے پاس دلیل نہیں ہے اس لیے وہ غلط زبان استعمال کرتے ہیں لیکن اگر ہم بھی غلط زبان استعمال کریں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سختی کی ہے۔ پہلی بات تو وہی ہے جو میں نے بیان کی کہ آپؑ نے سختی نہیں کی اور جہاں آپؑ نے سختی کی وہاں آپؑ نے لوگوں کو یہ جواب دیا کہ "بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور فتنہ انگیز تحریریں پا کر کسی قدر سختی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پا کر وحشیانہ جوش کو دبائے رکھے۔" نیت یہاں بھی نیک تھی۔ "اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتعال سے بلکہ محض آیت... وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ پر عمل کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی" ہے۔ یہ سختی جو میں نے کی ہے کوئی دل کی رنجشیں نہیں تھیں۔ یہ تو ایک سبق دینے کے لیے تھا اور دوسرا یہ کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ جوش میں آ جاتے ہیں ان کے جوش کو دبانے کے لیے تا کہ اگر میں جواب دے دوں تو مسلمان لوگ بھی غلط قسم کا قدم نہیں اٹھائیں گے اور مار دھاڑ پر نہ آ جائیں۔ فرمایا کہ "اور وہ بھی اس وقت کہ مخالفوں کی "توہین، تحقیر اور بدزبانی کی انتہا پر ہم نے کی ہے۔ جو کہیں میرا کوئی سخت لفظ لکھا ہوا نظر آتا ہے تو کیونکہ اس وقت جو مخالفت ہو رہی تھی جب وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "توہین اور تحقیر اور بدزبانی انتہا تک پہنچ گئی" اور جب وہ انہوں نے اس وقت انتہا تک پہنچا دی تو ان کی بدزبانی کی وجہ سے سختی کی ہے۔ فرمایا کہ "اور ہمارے سیّد و مولیٰ سرور کائنات، فخر موجودات کی نسبت ایسے گندے اور پُر شر الفاظ ان لوگوں نے استعمال کئے کہ قریب تھا کہ ان سے نقضِ امن پیدا ہو۔ تو اس وقت ہم نے اس حکمت عملی کو برتا۔" (البلاغ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 385)

پس آپؑ نے اپنی مختلف کتب میں سخت الفاظ سے جماعت کو روکا ہے اور یہی فرمایا ہے کہ بعض جگہ میں

نے یہ الفاظ بعض مجبوریوں کی وجہ سے استعمال کیے ہیں لیکن تم لوگوں نے نرمی کرنی ہے، تم لوگوں نے سخت الفاظ استعمال نہیں کرنے۔ اور آپؑ نے اس سختی میں ان کی تاریخ کے حوالے سے باتیں کی ہیں۔ ان کی طرح گالیاں اور غلیظ زبان استعمال نہیں کی۔

پھر اسی طرح اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ”ہمارے لیے قرآن کریم میں یہ حکم ہے کہ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ“ یہ سورہ عنکبوت کی آیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اس دلیل سے جو بہترین ہو ”اور دوسری جگہ“ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ”یہ حکم ہے کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اس کے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہیے اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہیے کہ ان کو فائدہ بخشے“ اور یہی اصول ہر مذہب کے ماننے والے، تبلیغ کرنے والے کے لیے ہے چاہے وہ یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو یا آجکل مسلمانوں میں سے جو مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمان نہیں مانتے ان کو تبلیغ کے لیے بھی یہی نصیحت ہے کہ حکیمانہ طریق اور ناصحانہ طور پر کاربند ہونا چاہیے۔ فرمایا: ”لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود اشتعال ظاہر کریں۔“ یہ غلط طریق ہے جو ”ہر گز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ و جدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہر گز ان کو پسند نہیں کرتے کیونکہ ان سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لیے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 318-317)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تفسیر کبیر میں اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ کی وضاحت کی ہے۔

آپ نے حکمت کے معنی لغت کے لحاظ سے بتائے ہیں۔ مختلف لغات میں لغت کے حساب سے اس کے معنی کیا ہیں؟ فرماتے ہیں کہ حکمت کے معنی حلم کے بھی ہوتے ہیں اور یہ کہ نرمی کے ساتھ اور عقل سے کام لیتے ہوئے بات کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ کیونکہ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ جلد تیز ہو کر غصے اور جوش میں آجاتا ہے وہ دوسرے کو ہر گز سمجھا نہیں سکتا۔

اسی طرح حکمت کے ایک معنی نبوت کے بھی ہوتے ہیں اور ان معنوں کی رو سے مطلب یہ ہو گا کہ الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کلام دیا ہے اور جو دلائل خود قرآن کریم نے دیے ہیں انہی کو پیش کرو۔ اپنے پاس سے ڈھکونسلے نہ پیش کیا کرو۔ آپؓ نے بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ اگر اس گُر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ۔ اس قرآن کی تلوار لے کر دنیا سے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہو۔ لیکن افسوس کہ آج دنیا کی ہر چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جو دولت مند ملک ہیں لیکن اگر نہیں تو یہی تلوار جسے لے کر نکل کھڑے ہونے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یعنی تبلیغ کے لیے قرآن کریم کے دلائل سے نکلو۔ تیل کی دولت ہے، بہت ساری تجارتیں ہیں۔ بہت سارے ممالک ہیں مسلمانوں کے۔ چوّن ملک مسلمانوں کے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم کے ساتھ جو جہاد جس طرح کرنا چاہیے تھا انہوں نے اس طرح نہیں کیا۔

پھر آپؓ نے یہ بھی فرمایا لغت کی رو سے کہ حکمت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو جہالت سے روکے۔ اب

اس کی رو سے آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ تم ایسے طریق سے کلام کیا کرو جس کو دوسرا سمجھ سکے اور اس سے اس کی غلط فہمی دُور ہو سکے۔ یعنی وہ بات ہونی چاہیے جو جہالت کا قلع قمع کرے اور مخاطب کے فہم کے مطابق ہو۔ چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے۔ امرنا رسول اللّٰہِ صلی اللہ عَلیہ واٰلِہ وسلم ان نکلِم الناس علی قدرِ عقولِھم۔ کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں سے ان کے فہم اور ادراک کے مطابق کلام کیا کرو۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی یہ حدیث بتائی ہے۔ بعض لوگ لیکچر دیتے ہیں تو موٹے موٹے لفظ اور اصطلاحات استعمال کر کے رعب ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان تقریروں سے جاہلوں پر رعب تو ضرور پڑ جاتا ہو گا شاید مگر فائدہ تقریروں سے کوئی نہیں اٹھاتا۔ اب یہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ غیروں سے یا بعض دفعہ علماء سے ہم باتیں کرتے ہیں تو وہ بھی اس قسم کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں لیکن اگر اس طرح ہم نے باتیں کیں تو ان کو تو پتہ نہیں فائدہ ہونا ہے یا کہ نہیں لیکن عوام الناس کو اصل چیز سمجھ نہیں آتی۔ وہ بس لفاظی کے چکر میں ہوتے ہیں۔ جب آسان زبان میں سمجھائیں گے تو ہو سکتا ہے کہ سننے والوں میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں جن کو آسان زبان میں بات سمجھ آجائے اور وہ ان لفاظی کرنے والوں کی بجائے آپ کی بات سن کر اس پر زیادہ توجہ دینا چاہیں۔

پھر آپؓ نے فرمایا کہ موافق الحق کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ یہ بھی لغت میں لکھا ہے۔ ان معنوں کے رو سے اس آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسی بات کیا کرو جو سچی اور واقعات کے مطابق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ ہم سچے دین کی طرف ہی بلا رہے ہیں بعض غلط باتوں کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔

بعض دفعہ لوگوں سے تبلیغ میں مبالغہ ہو جاتا ہے حالانکہ تبلیغ میں کسی مبالغے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کو سامنے رکھیں۔ احادیث کو سامنے رکھیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو سامنے رکھیں اور تبلیغ کریں اور پھر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

فرمایا کہ یہ طریق غلط ہے کہ غلط باتوں کو بیان کیا جائے۔ دشمن کے مقابلہ میں جو بات کہو سچی کہو۔ دوسروں کو ہدایت دیتے دیتے خود ہی گمراہ نہ ہو جاؤ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اہۡتَدَیۡتُمۡ۔ (المائدہ:106) اگر تم ہدایت پر قائم رہتے ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو کہ دوسرا گمراہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ دوسرے کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اپنے آپ کو بچاؤ۔ یعنی کوئی ایسی بات جو گناہ ہو، غلط ہو اس خیال سے نہ کرو کہ اس کے ذریعہ سے میں دوسرے کو ہدایت دوں گا۔ جب تمہاری ہدایت اور دوسرے کی ہدایت ٹکرا جائے تو اس وقت تم اپنی ہدایت کی فکر کرو اور دوسرے کی ہدایت کو خدا پر چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ مومن کافر ہو جائے اور کافر مومن ہو جائے۔ وہ تو دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔

پھر آپؓ نے اسی حکمت کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لغات میں سے یہ بھی کہا کہ محل و موقع کے مناسب کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ ان معنوں کے رو سے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ تبلیغ میں بر محل بات کرنی چاہیے۔ اگر بعض دلائل سے دشمن کے برانگیختہ ہونے یا غصہ میں آنے کا اندیشہ ہو اور یہ خطرہ ہو کہ وہ اس طرح سے تمہاری بات نہیں سنے گا تو یہ مناسب نہیں کہ بلاوجہ اس کو چڑاؤ۔ تم اس کے سامنے دوسرے دلائل بیان کرو جن کو وہ ٹھنڈے دل سے سن سکے۔ گویا بات کرتے وقت پہلے مزاج شناسی کر لو۔ اگر تم ان کو

خوامخواہ بھڑکاؤ گے تو ایسی تبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ محض اپنی بڑائی بیان کرنے اور یہ بتانے کے لیے کہ ہم سچے ہیں، مسیح موعودؑ سچے ہیں، اسلام سچا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً تمام دنیا کے لیے نبی ہیں۔ یہ باتیں اگر بغیر دلیل کے کرو گے تو ان سے اشتعال ہی پیدا ہو گا۔ حکمت سے بات کرو تا کہ لوگوں کو ان باتوں کی سمجھ بھی آئے۔

پس یہ ہے خوبی کہ اللہ تعالیٰ نے مختصر الفاظ میں تبلیغ کے سارے گُر بیان کر دیے ہیں اور یہی وہ طریقہ ہے کہ اگر ہم تبلیغ کرنے والے اس پر عمل کریں تو ان شاء اللہ کامیابیاں بھی ملیں گی۔

اَلْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ یعنی وہ کلام جو دلوں کو نرم کر دیتا ہے اور ان پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اس نصیحت کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ توجہ دلائی ہے کہ خشک دلیلوں سے کام نہیں چلایا کرو۔ اب آج یہ جماعت احمدیہ کا کام ہے کہ وہ اسلام کا یہ پیغام دنیا کو بتائیں۔ ہر ایک جس سے بھی مخالف یا مقابل کے طور پر بات چیت ہو اس کو یہ بتایا جائے کہ دین میں محض خشک دلیلیں نہیں ہیں بلکہ نصیحت کے مختلف پہلو ہیں جن پر عمل کرنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جذبات ابھارنے والی باتیں بھی کیا کرو اور حکمت کے ساتھ مَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کو بھی شامل رکھا کرو۔ اور حَسَنَة کا لفظ رکھ کر بتا دیا کہ جھوٹی غیر تیں نہ دلاؤ جیسا کہ آجکل کے جاہل علماء لوگوں کو بلا وجہ راستبازی کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ کہہ کر یہ بتایا کہ ان سے جھگڑا کرتے وقت یعنی بحث کرتے وقت یہ بھی مدّ نظر رکھا کرو کہ مختلف دلائل میں سے جو سب سے اعلیٰ اور مضبوط دلیل ہو اس کو بطور بنیاد اور مرکز کے قائم کیا کرو اور باقی دلائل کو اس کے تابع رکھو کیونکہ تائیدی دلیل کے ٹوٹ جانے سے اصل دلیل کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا۔ اس کے برخلاف اگر مرکزی نقطہ کمزور ہو تو مضبوط تائیدی دلائل بھی کوئی زیادہ فائدہ نہیں دیتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہے سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ پس اس میں بتلایا کہ تم اچھی طرح سے تبلیغ کرتے رہو لیکن اگر لوگ نہ مانیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال کر مایوس نہ ہو جانا کہ ہمیں تبلیغ کرنی ہی نہیں آتی کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری تبلیغ میں کوئی نقص نہ ہو مگر مخاطب کے دل پر اس کے گناہوں کا ایسا زنگ ہو کہ خدا تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کی کھڑکی نہ کھولے۔ غرض تبلیغ میں منہمک رہنا چاہیے۔ یہی اصل چیز ہے۔ ہمارا کام تبلیغ کرتے رہنا ہے۔ نتیجہ نکالنا اور اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 271 تا 274 ایڈیشن ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو مگر جو ان کے اپنے اعمال ہیں اور جو کرتوتیں ”ہیں۔ جو ”وہ خود کرتے ہیں ان کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے...“ جو نیک فطرت ہیں ان پر کہاں اثر ہوتا ہے ان کا۔ پس اگر تمہارے دلوں پر ان مولویوں کی تبلیغ کا اثر نہیں ہوتا تو پھر اپنا حال دیکھ لو۔ اگر تم بھی ایسی باتیں کرو گے تو تمہاری باتوں کا کہاں اثر ہو گا۔ اس سے اندازہ کر لو کہ اگر تم تبلیغ کر رہے ہو تو تمہیں پہلے

اپنے عمل کو درست کرنا چاہیے اور خدا سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو تب ہی تمہاری تبلیغ صحیح ہو گی۔ کامیاب اور کارآمد ہو گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ ”اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو “اللہ کو ”قرآن شریف میں “لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کی کیا ضرورت تھی۔ ”لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:3) کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور ہوں گے...“ آئندہ بھی۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو تبلیغ کرتے ہیں تو ان کی دلیلیں سن کر لوگ بعض دفعہ قائل تو ہو جاتے ہیں لیکن پھر جب ان کے عمل دیکھتے ہیں تو بدک جاتے ہیں۔ لیکن اگر تم تبلیغ کرنا چاہتے ہو تو پھر اپنے قول و فعل کو برابر رکھو تبھی تمہاری تبلیغ کامیاب ہو گی اور اس میں برکت بھی پڑے گی۔

پھر فرمایا کہ ”تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپؐ کے حصہ میں آئی۔“ جس طرح کامیابی ہوئی اور دلوں میں تاثیر آپ نے پیدا کی ”اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لیے ہوا کہ آپؐ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔“ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 67-68 ایڈیشن 1984ء)

پس اگر ہم نے تبلیغ کا عمل کرنا ہے اور پیغام پہنچانا ہے تو آپ کو اس طریق پر عمل کرنا پڑے گا۔ ہمیں اس طریق پر عمل کرنا پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنا پڑے گا۔

پھر اسی بات کو بیان کرتے ہوئے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ مومن کو دو رنگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست رکھو اور ان میں مطابقت رکھو۔ جب صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں دکھایا تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدق اور وفا کے نمونے دکھاؤ تب ہی تبلیغ میں بھی برکت پڑے گی۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 374)

صرف یہ **دیکھ لینا کہ آج میرے پاس میڈیا آ گیا تو میں تبلیغ کر لوں** اس سے تبلیغ کے نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔

پھر آپؑ نے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کی تشریح ایک جگہ اس طرح فرمائی کہ ”جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔“ یعنی زبان سے نصیحت کرنی ہے کرو۔ ”ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے۔“ الفاظ ایک ہی طرح کے ہیں۔ ایک ہی بات کہنی ہے لیکن ایک بات ایک طرز سے کی جائے تو دشمن بنا دیتی ہے اور نرم الفاظ میں کی جائے تو دوست بنا دیتی ہے۔ ”پس وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرزِ کلام کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 127 ایڈیشن 1984ء) یعنی جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ”اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 323 ایڈیشن 1984ء)

پس پہلی چیز یہی ہے۔ یہ کوئی کریڈٹ نہیں ہے کہ ہم نے تبلیغ کر دی یا ہم نے ان کو پیغام پہنچا دیا۔ پیغام پہنچانے کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ ہم نے اپنی حالت میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے۔ صرف پیغام پہنچانا کافی نہیں ہے۔ اسی پر فخر نہیں ہونا چاہیے کہ ہم احمدی ہو گئے۔ ہم نے تبلیغ کر دی اور داعی الی اللہ میں ہمارا نام آ گیا۔ نہیں! بلکہ آپؑ نے فرمایا کہ سب سے اوّل یہی وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔ ہاں! پھر جب نمونہ بن جاؤ گے تو پھر دنیا میں اُسے پھیلاؤ۔ پھر دیکھو کیا انقلاب آتے ہیں۔ جو انقلاب دنیا میں پیسے والے نہیں پیدا کر سکے وہ تم پیدا کرو گے۔

جو لوگ چند دن تبلیغ کر کے سمجھتے ہیں کہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں بھی آپؑ نے فرمایا کہ چاہیے کہ جب کلام کرے تو سوچ کر اور مختصر کام کی بات کرے۔ بہت بحثیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس چھوٹا سا چٹکلا کسی وقت چھوڑ دیا جو سیدھا کان کے اندر چلا جاتا ہے۔ پھر کبھی اتفاق ہوا تو پھر سہی۔ یہ مستقل مزاجی سے تبلیغ کرنے والی بات ہے۔ غرض آہستہ آہستہ پیغامِ حق پہنچاتا رہے اور تھکے نہیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ تھکنا نہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دن ہم نے کیمپ یا سٹال لگا لیا۔ تبلیغ کر دی اور اس کے بعد کام ختم ہو گیا۔ نہیں۔ کیونکہ آجکل خدا کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق کو لوگ دیوانگی سمجھتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ آجکل لوگ خدا کے ساتھ تعلق کو دیوانگی سمجھتے ہیں۔ اگر صحابہؓ اس زمانے میں ہوتے تو لوگ انہیں سودائی کہتے اور وہ انہیں کافر کہتے۔ دن رات بیہودہ باتوں، طرح طرح کی غفلتوں اور دنیاوی فکروں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور بات کا اثر دیر سے ہوتا ہے۔

آجکل تو دنیا میں بہت زیادہ دنیا دار لوگ ہیں۔ جو اُس زمانے سے جب آپؑ نے بات کی ہے اس زمانے میں دنیاداری میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان پر کیا اثر ہونا ہے؟ اس لیے یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے فلاں مولوی یا فلاں عالِم سے تبلیغ کر کے اس کو قائل کرنا ہے یا فلاں بحث کرنے والے اور اعتراض کرنے والے کو تبلیغ کرنی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں حقیقی اسلام کا پیغام پہنچے اور دنیا کو اس بات کا قائل کرنا ہمارا مقصد ہے کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنا تھا وہ آ گئے۔ اس کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ صرف بحثوں اور debates اور لمبے سوال و جواب میں پڑنے کی بجائے تبلیغ کے ذریعہ یہ دیکھیں کہ ہم کس طرح زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پیغام حق پہنچا سکتے ہیں اور ان کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن آجکل چونکہ لوگ دنیاوی فکروں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کو سمجھانا مشکل ہے اس لیے بڑی حکمت سے انہیں سمجھانا پڑتا ہے۔ اگر ہمارے عملی نمونے میں وہی بات آ گئی ہو تو خود بخود لوگوں کی توجہ بھی ہماری طرف پیدا ہو گی۔

آپؑ نے اپنی ایک مثال دی کہ ایک تحصیلدار تھا۔ وہ میرے سے بحث کیا کرتا تھا۔ اس کو میں نصیحت کیا کرتا تھا۔ تو وہ میرا مذاق اڑاتا تھا لیکن مَیں نے بھی اس کو نہیں چھوڑا۔ میں نے کہا تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ بتاتا رہوں گا، نصیحت کرتا رہوں گا۔ شاید آپ نے اس کی کوئی سعید فطرت دیکھ لی ہو گی۔ تو بہرحال کہتے ہیں میں اس کو مستقل مزاجی سے نصیحت کرتا رہا اور آخر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ دھاڑیں مار مار کے رونے لگ گیا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگ گیا۔ کہاں مذاق اڑاتا تھا، استہزا کرتا تھا، کہاں رونے والی حالت ہو گئی اس کی بلکہ رونا

شروع کر دیا۔ تو آپؑ فرماتے ہیں کہ بعض وقت سعید آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شقی ہو اور بدبخت آدمی لگتا ہے لیکن ہوتا وہ سعید ہے۔ جب اس کے پیچھے پڑ کے اس کی سمجھ کے مطابق اور حکمت سے کام لے کر باتیں کرتے رہو تو وہ سمجھ جاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو کہ ہر قفل کے لیے ایک کلید ہے۔ ہر تالے کی ایک چابی ہوتی ہے۔ بات کے لیے بھی ایک چابی ہے اور وہ مناسب طرز ہے۔ مناسب طرز سے بات کرنی چاہیے۔

آپؑ فرماتے ہیں جس طرح دواؤں میں کوئی دوا کسی کے لیے مفید ہوتی ہے اور کوئی کسی بیماری کے لیے۔ ایسے ہی ہر ایک بات ایک خاص پیرائے میں خاص شخص کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ سب سے یکساں بات کی جائے۔ بیان کرنے والے کو چاہیے کہ کسی کے بُرا کہنے کا بُرا نہ منائے بلکہ اپنا کام کیے جائے اور تھکے نہیں۔ امراء کا مزاج بہت نازک ہوتا ہے اور وہ دنیا سے غافل ہوتے ہیں۔ بہت باتیں سن بھی نہیں سکتے۔ انہیں کسی موقع پر کسی پیرائے میں نہایت نرمی سے نصیحت کرنی چاہیے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 120-119)

ہر طبقے کو نصیحت کرنی ہے۔ امراء کو بھی اور غرباء کو بھی۔

امراء کی تبلیغ کا یہ گُر آپؑ نے بتایا کہ موقع محل کے لحاظ سے جب دیکھو تب کوئی نصیحت کی بات کرو۔ پھر اس ضمن میں آپؑ حضرت ابن عربی کی مثال دیتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ ”فرعون کے لیے کیوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نرمی کا سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ اس میں بھید یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آخر اسے ایمان نصیب ہو جاوے گا۔ چنانچہ “وہ لکھتے ہیں کہ ”اٰمَنْتُ کا لفظ اسی کے منہ سے نکلا۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 232)

آخر جب وہ مرنے لگا اور ڈوبنے لگا تو اس نے یہی لفظ کہا تھا کہ اٰمَنْتُ۔

حضرت مصلح موعودؓ تبلیغ کے بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈالا گیا تو وہاں دو اَور قیدی بھی تھے۔ اس کا بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے میں عجیب حکمت سے کام لیا۔ چونکہ خطرہ تھا کہ تبلیغ کرنے پر گھبرائیں گے اس لیے پہلے انہیں تسلی دے دی کہ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا بلکہ کھانا آنے سے پہلے ہی تم کو فارغ کر دوں گا۔ یہ اس لیے کیا کہ وہ گھبرا نہ جائیں اور غور سے سنتے رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ کا موقع نہیں ملتا تھا۔ انہوں نے ان کے سوال کو غنیمت جانا جو قیدیوں نے خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے بارے میں کیا تھا اور سمجھ لیا کہ ان کی ضرورت کے پورا ہونے سے پہلے تبلیغ کروں گا تو یہ سننے پر مجبور ہوں گے۔

پھر آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دی۔ حضرت یوسفؑ نے نہیں۔ یہ ایک مثال تو حضرت یوسفؑ کی ہے۔ دوسری مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ابتدائی زمانے میں جب آپؐ نے دعویٰ پیش کیا۔ جب آپؐ اہلیانِ مکہ کو تبلیغ کرنا چاہتے تھے تو وہ لوگ اس سے کترا جاتے تھے اور تبلیغ نہیں سنتے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوت کا انتظام کیا اور آپؐ نے کھانا کھلا کر تبلیغ کرنی چاہی مگر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر آپؐ نے یہ تدبیر کی کہ پھر دعوت دی اور کھانا آنے سے پہلے ان کو اپنے دعویٰ سے آگاہ کر

دیا۔ وہ لوگ کھانے کے انتظار میں بیٹھنے پر مجبور تھے۔ اس لیے آپؐ کو اپنی بات سنانے کا موقع مل گیا۔

اس آیت سے انبیاء کے وعظ کا طریق بھی معلوم ہوتا ہے۔ پس ان کی اتباع میں وعظ و نصیحت کرتے وقت ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بات کہی بھی جائے اور دوسروں پر گراں بھی نہ گزرے۔ یعنی ایک اصول بتا دیا کہ ایسی بات کرو جو صحیح بھی ہو لیکن اس طرح کرو کہ وہ دوسروں کو بوجھ بھی نہ لگے۔ پس حکمت سے بات کرنی چاہیے اور اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 313-312)

اُس وقت جبکہ یورپ کے اسلام لانے کا خیال بھی نہیں آ سکتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریزی میں اپنے مضامین ترجمہ کرا کے یورپ میں تقسیم کرائے اور جب خدا تعالیٰ نے آپ کو جماعت عطا فرمائی تو آپؑ نے انہیں ہدایت کی کہ جہاد اسلام کا ایک اہم جزو ہے وہ کسی وقت بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اسلام کے ایسے احکام ہیں جن پر عمل کرنا ہر زمانے میں ضروری ہے اسی طرح جہاد بھی ایسے اعمال میں سے ہے جن پر ہر زمانے میں عمل کرنا ضروری ہے۔ جس پر عمل کرنا ہر زمانے میں ضروری ہے۔ پس جہاد کا یہ طریقہ ہے۔ اس زمانے میں جہاد کیا ہے؟ ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم جہاد نہیں کرتے۔ ہم جہاد کرتے ہیں لیکن طریقہ بدل گیا ہے۔ اس پر بحثیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ غیر احمدی مسلمان ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم جہاد نہیں کرتے۔ جہاد کے منکر ہیں حالانکہ یہ جہاد ہی ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ یعنی تبلیغ کر کے پیغام پہنچا رہے ہیں۔ دنیا میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور احمدیت کے ذریعہ سے لوگوں کو اسلام کی اصل تعلیم سے آگاہ کر رہے ہیں۔ افریقہ، یورپ، ساؤتھ امریکہ، امریکہ، آسٹریلیا، جزائر میں بھی ہمارے مشن موجود ہیں۔ تو یہ سب کس لیے ہے۔ یہ وہی جہاد ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ ہم جہاد کے قائل نہیں غلط ہے۔ ہاں! جیسا کہ میں نے کہا جہاد کا طریقہ بدل گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تمہارا جہاد قلم کے ذریعہ جہاد ہے۔ جو تمہارے پین کی نوکیں اور نبیں ہیں وہ تلوار کی نوکیں ہیں۔ پس اس کے ذریعہ جہاد کرو۔ یہ دین کی اشاعت کا کام ہے اور اس کا زمانہ ہے اور اس کے لیے یہ ضروری ہے۔ پس اس طرح قلم سے جہاد کرنا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور دنیا کو بتانا چاہیے کہ تم ہم سے کیا بحث کرتے ہو کہ یہ مسیح موعود نہیں ہے جس نے دعویٰ کیا ہے۔ یا مسیح موعود نے اس طرح نہیں آنا تھا۔ یہ غلط ہے۔ ایک طرف دیکھیں۔ ان کو ہمیں صحیح طرح بتانا پڑے گا کہ قرآن اور حدیث کیا کہتے ہیں۔ ایک طرف وہ مانتے ہیں کہ مسیح اور مہدی نے آنا ہے دوسری طرف انکار بھی کرتے ہیں۔ ہم ان کی بحثوں کو لغوی معنوں اور جھگڑوں میں لے کر بیٹھ جائیں تو اس سے فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔ ان سے کہنا چاہیے کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لیے نبی اور رسول بن کر آئے تھے۔ آج ہماری تعداد تو دنیا کی آبادی کے چوتھے حصہ سے بھی کم ہے۔ جب تک ہم دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے نہیں لے آتے ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بہت کام کر لیا ہے۔

آج یہ ہمارا کام ہے کہ اس طرح کا جہاد کریں اور تبھی ہمارا جہاد کامیاب ہو گا۔ ورنہ کیا یہ جہاد جو مسلمان کرنا چاہتے ہیں یہ کوئی کارآمد جہاد ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نکل رہا ہے۔ کچھ بھی نہیں نکل رہا۔

پس یہ وہ جہاد ہے جو ہر احمدی کو کرنا ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ہمیں بتایا ہے نہ کہ تلوار سے جس کا مسلمانوں کے لیے نتیجہ بھی کچھ نہیں نکل رہا۔ ہر جگہ سبکی اٹھا رہے ہیں لیکن عقل اور حکمت کے ساتھ یا یہ جو باتیں میں نے بتائی ہیں ان کے ساتھ تبلیغ کے ذرائع حکمت سے استعمال کریں۔ اللہ سے تعلق پیدا کریں۔

مربیان کو بھی چاہیے کہ افراد جماعت کی تربیت کر کے ایسی فوج تیار کریں جو یہ جہاد کرے اور مربیان سے میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے ذمہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں صرف جماعت کی تربیت ہی نہیں کرنی بلکہ اس تربیت کے ساتھ ساتھ افراد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں جوڑنا ہے۔ جہاں وہ یہ کریں گے وہاں ان کا علم بھی بڑھائیں اور انہیں اس جہاد کے لیے تیار بھی کریں۔ جب وہ یہ کریں گے تبھی اپنا عہد پورا کرنے والے ہوں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مربیان کو نصیحت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ تبلیغ کس طرح کرنی چاہیے اور ایک مربی کو کس طرح ہونا چاہیے؟ بلکہ دو تین موقعوں پر آپؓ نے مربیان کو یہ نصائح فرمائی ہیں لیکن وہ تو لمبی ہیں۔ کبھی موقع ہوا تو بیان کروں گا اس وقت جو ضروری باتیں ہیں میں ان کا مختصر خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ ایک مربی کے اندر تزکیہ نفس ہونا چاہیے وہ خود تزکیہ نفس کی کوشش کرے اور پھر آگے جماعت میں بھی تزکیہ نفس کرنے کی کوشش کرے۔

اسے تہجد کی عادت ہونی چاہیے اور پھر جماعت کو بھی عبادتوں کی طرف توجہ دلائے۔

قرآن کریم کا مطالعہ خود بھی گہرائی سے کرے اور جماعت کے افراد کو بھی مطالعہ کی طرف توجہ دلائے۔

اگر داعیان الی اللہ تیار کرنے ہیں تو انداز یہ ہونا چاہیے کہ انسان ذکر الٰہی کی طرف خود بھی توجہ کرے اور جماعت کے افراد کو بھی توجہ دلائے۔

اس طرف بھی آپؓ نے توجہ دلائی کہ ذاتی لائبریری بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے کیونکہ اس سے پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آجکل کتابوں کا رواج تو کم ہے لیکن alislam پر ویب سائٹ پر بہت ساری کتابیں ہیں اور بہت سارا جماعتی لٹریچر موجود ہے جنہیں کتابیں خریدنے کی توفیق نہیں یا ان کو اس طرح شوق نہیں پیدا ہوتا وہ کم از کم اس طرف توجہ دیں اور مطالعہ کے لیے ایک وقت مقرر کریں۔

پھر اسی طرح توکل علی اللہ ہے جو بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

انسان کو **خوشامدی نہیں ہونا چاہیے**۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ذریعہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ہی ہمیں ہر چیز ملتی ہے۔

لوگوں سے تعلقات بہتر کرنے چاہئیں۔ ہماری پی آر بھی کمزور ہوتی ہے اس کی وجہ سے تبلیغی میدان محدود ہو جاتا ہے۔ اس طرف بھی ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ بہت کم ہیں جن لوگوں کی تعلقات بڑھانے کی طرف توجہ ہے۔ جب ہم اس میں بڑھیں گے اور اپنی ٹیم کو بھی آگے بڑھائیں گے تو ہمارے تبلیغ کے میدان بھی مزید کھلتے چلے جائیں گے۔

پھر بدی کی جرأت سے تردید کرنے کا بھی حوصلہ ہونا چاہیے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے جو مربی میں

ہونی چاہیے اور اسے آگے جماعت میں بھی پیدا کرنی چاہیے۔

مستقل مزاجی کی عادت ہونی چاہیے۔ یہ عمل نہیں ہونا چاہیے کہ چار دن نیکیاں کر لیں، تبلیغ کا جوش دکھا دیا یا عبادت کر لی اور اس کے بعد بھول گئے۔ نہیں! بلکہ جہاں وہ خود مستقل مزاجی سے ان چیزوں پر قائم ہو وہاں جماعت کے اندر بھی یہ روح پیدا کریں۔ جب مربیان خود عمل کر رہے ہوں گے تو جماعت کے اندر بھی یقیناً یہ روح پیدا ہو رہی ہو گی۔ تب ایسے داعیان الی اللہ تیار ہوں گے جو لوگوں کے جواب بھی صحیح طریق سے دے سکیں گے اور ان کی حالت سبکی والی نہیں ہو گی۔

(ماخوذ از نصائح مبلغین از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی صفحہ 4 تا 13 و صفحہ 20)

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ زبان سیکھنے والوں کو صرف تبلیغ کا طریق نہیں آ جاتا بلکہ اصل چیز علم ہے۔

پھر غور و فکر کرنے کی عادت ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہونا چاہیے۔

یہ بہت ساری باتیں ہیں جو ایک مربی میں جہاں ہونی چاہئیں وہاں ان کو جماعت کو سکھانے کی طرف بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو پھر ایک انقلاب عظیم ہے جو ہم لوگ پیدا کر سکتے ہیں۔ تبھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو دنیا میں لہرانے کے قابل ہو سکتے ہیں اور تبھی ہم مسلمانوں کو بھی آنے والے مسیح موعود اور مہدی معہود کی حقیقت سے آشنا کر سکتے ہیں اور انہیں اس کی بیعت میں آنے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

پس بہت ساری ذمہ داریاں ہیں جو ہمیں ادا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس کی ضرورت ہے اور اس میں ہمارے مربیان کو بہت بڑا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے اور داعیان الی اللہ کو بھی توفیق دے کہ وہ صحیح علم حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں اور پھر اسلام اور احمدیت کے پیغام کو دنیا کے ہر کونے میں پہنچانے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02/ جنوری 2026ء جلد 33 شمارہ 02 صفحہ 02 تا 08)

51

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 19 / دسمبر 2025ء بمطابق 19 / فتح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (الاحزاب:22)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور آپؐ کے اسوہ کے بارے میں کچھ بتائیں تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ اس میں تو اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کے اسوہ کے بارے میں گواہی دے دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (القلم:5) کہ اے رسول! تُو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 145-144 مسند عائشہ عالم الکتب بیروت)

پس نمونے تو وہی بنا کرتے ہیں جو کسی چیز کے اعلیٰ مقام پر ہوں۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے چاہے یہاں خدا تعالیٰ کے حقوق کا سوال ہو یا بندوں کے حقوق کا۔ آپؐ ان دونوں میں وہ اعلیٰ مقام رکھتے تھے جس کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا کہ یہ رسول تمہارے لیے اسوہ ہے۔ صرف اس کی باتیں نہ سنو بلکہ اس پر عمل بھی کرو۔ ایمان لے آنا کافی نہیں ہے۔ اور جب تم عمل کرو گے تو یقیناً تم وہ مقام حاصل کر سکو گے جس کے لیے میں نے یہ رسول بھیجا ہے۔

پس یہ ذمہ داری ہے ہر مسلمان کی، مومن کی۔ دنیا میں لوگ ایسے ہیں جو چند ایک، تھوڑی سی اچھی باتیں کر لیتے ہیں یا کوئی ایسا کام کر لیتے ہیں جس کی مشہوری ہو جاتی ہے اور ان کے نام بڑے روشن ہوتے ہیں۔ بڑے انعام اور ان کو reward دیے جاتے ہیں۔ کسی کو نوبیل انعام مل رہا ہے، کسی کو کچھ انعام مل رہا ہے، لیکن یہ انعام کسی کمیٹی یا حکومت کی طرف سے ہوتا ہے جو اس کام کے لیے مقرر کی گئی ہوتی ہے مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ پوری قوم نے کوئی ایسی بات کی ہو جو متفقہ ہو۔

اصل انعام تو وہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے جوانی ہی میں لوگوں نے صادق اور امین کہہ کر دیا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 155 حدیث بنیان الکعبۃ و حکم رسول اللہ ﷺ بین قریش... دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(صحیح البخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ (تبت یدا ابی لھب) باب قولہ: وتب... الخ حدیث 4972)

یعنی آپؐ کو انعام کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن لوگوں کی نظر میں آپؐ اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے جس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے اور پوری قوم نے آپ کو یہ خطاب دیا تھا۔ پس یہ وہ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے کہ تم لوگ میری سنت کی پیروی کرو، میرے عملوں پر چلو۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی لزوم السنة حدیث 4607)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جزء 10 صفحہ 318 کتاب الشہادات/جماع ابواب من تجوز شہادتہ و من لا تجوز، باب بیان مکارم الاخلاق و معالیھا... حدیث 21379 مکتبة الرشد الریاض)

پس اخلاق کی تکمیل وہی کرتا ہے جو ان سب صفات کا حامل ہو اور اس میں ساری صفات پائی جاتی ہوں۔

جیسا کہ میں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ آپؐ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اس لیے ہمیں آپؐ کی زندگی کو اپنے لیے وہ مقام دینا چاہیے کہ ہم آپؐ کی ہر بات پر عمل کریں اور آپؐ کی ہر بات قرآن کریم کے احکامات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس ہر جو اخلاق کی صفت ہے جو کسی انسان میں ہو سکتی ہے یا ہونی چاہیے یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان کا اصل نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی دیباچہ تفسیر القرآن میں آپؐ کے اخلاق کے بارے میں، آپؐ کی سیرت کے بارے میں بعض باتیں پیش کی ہیں اور ہماری سیرت کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ کچھ میں آج مختصر بیان کرتا ہوں۔ آئندہ جب بھی موقع ملے گا ان کی تفصیل بھی بیان کرتا جاؤں گا۔

پہلی بات تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق۔ اس میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اسوہ نظر آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی عشقِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہے باوجود اس کے کہ آپ پر بہت بڑی ذمہ داریاں تھیں۔ نئی شریعت کو جاری کرنا تھا اور لوگوں کی تربیت کرنی تھی جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جاہلوں کو انسان بنایا، تعلیم یافتہ انسان بنایا، باخدا انسان بنایا۔

(ماخوذ از لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206)

یہ بہت بڑا کام تھا لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کا جو حق تھا یعنی عبادت کا حق اسے کبھی نہیں بھولے۔ یہ بہت بڑی اور اہم بات ہے۔ اس دوران آپؐ کو مشکلات بھی پیش آئیں۔ جنگوں کے لیے بھی جانا پڑا۔ دشمن نے حملے بھی کیے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے میں آپ نے کبھی کمی نہیں کی۔

پس یہ وہ اسوہ ہے جو ہمارے سامنے بھی ہے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھیں اور جب ہم اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھیں گے تو ہمارے مختلف مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جائیں گے۔

لوگ پوچھتے ہیں ہمارے یہ مسائل ہیں، وہ مسائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اِس طرح دعا کی، اُس طرح دعا کی، اپنے مسائل کے لیے دعا کرتے ہیں لیکن ہم اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے اس لیے پھر انسان محروم ہو جاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرا بھی تو حق ادا کرو۔

آپؐ کے عبادتوں کے معیار کیا تھے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصف رات گزرنے پر خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کی اللہ تعالیٰ نے بھی گواہی دی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایسے موقع پر جب آپؐ عبادت کے لیے کھڑے تھے آپؐ کو کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ کے تو آپ پہلے ہی مقرب ہیں پھر آپؐ اپنے نفس کو اتنی تکلیف میں کیوں ڈالتے ہیں کہ رات کو زیادہ حصہ عبادت میں گزار دیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا رہے ہوتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 382)

یہ سچی بات ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مقرب ہوں اور خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کر کے مجھے یہ قرب عطا فرمایا ہے۔ تو کیا میرا فرض نہیں کہ جتنا ہو سکے میں اس کا شکر ادا کروں کیونکہ آخر شکر احسان کے مقابلے پر ہی ہوا کرتا ہے۔

یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر جو فضل فرمایا تھا کہ آپؐ کو آخری شرعی نبی بنایا۔ آپؐ پر آخری کتاب مکمل کی۔ شریعت مکمل کی۔ اس پر آپؐ نے یہ بات کی ہے کہ میں شکر نہ ادا کروں اور اپنی حالت کے مطابق ہر انسان پر اللہ تعالیٰ نے بہت فضل فرمائے ہوئے ہیں اور اس شکر گزاری کا حق ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کا معیار اونچا کریں۔ لوگ سوال کر دیتے ہیں، نوجوان بھی آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کریں؟ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادتوں کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بھی سوال اٹھتا رہتا ہے۔ آج کل کی دنیا سے متاثر ہو کر بچے بھی یہ سوال کر رہے ہیں تو یہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے تم پر دینی اور دنیاوی احسانات ہیں، کیا یہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتے کہ تم اس کے احسانوں کا شکریہ ادا کرو اور عبد شکور بنو۔

اسی طرح آپؐ کی سیرت میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ جب آپؐ خدا تعالیٰ کا کلام سنتے تو بے اختیار ہو کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے خصوصاً وہ آیات جن میں آپؐ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ مجھے قرآن شریف پڑھ کے سناؤ۔ وہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! قرآن کریم تو آپؐ پر نازل ہوا ہے میں آپؐ کو کیا سناؤں؟ آپؐ نے فرمایا: مَیں پسند کرتا ہوں کہ دوسرے لوگوں سے بھی قرآن کریم پڑھوا کر سنوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس پر میں نے سورہ نساء پڑھ کر سنانی شروع کی۔ جب میں پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچا کہ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (النساء:42) یعنی اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر قوم میں سے اس کے نبی کو اس کی قوم کے سامنے کھڑا کر کے اس قوم کا حساب لیں گے اور تجھ کو بھی تیری قوم کے سامنے کھڑا کر کے اس کا حساب لیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کرو، بس کرو۔ صحابیؓ کہتے ہیں میں نے آپؐ

کی طرف دیکھا تو آپؐ کی دونوں آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہ رہے تھے۔ اتنی خشیت آپؐ پر طاری ہو گئی اور اس وقت آپؐ کو یقیناً قوم کی بھی فکر ہو گی کہ میری قوم کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنے اور پھر مجھے ان کے خلاف گواہی دینی پڑے۔ پس اس میں سے ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ جہاں آپؐ کی گواہی کے لیے اَور بہت ساری باتیں ہیں وہاں ہمیں ڈرنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کہیں ہمارے خلاف نہ ہو۔ ہماری حقیقت ایسی ظاہر نہ ہو جائے جو ہمارے گناہوں کو ظاہر کر دے اور ہم اللہ تعالیٰ کی سزا کا مورد بن جائیں۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ ہمیں بھی ان عبادتوں کے حق ادا کرنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ سے وہ محبت کرنی چاہیے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تلقین فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں اس کا حکم دیا ہے۔

نماز کی پابندی دیکھ لیں۔ اس کا آپؐ کو اتنا خیال تھا کہ آخری دنوں میں سخت بیماری کی حالت میں بھی جب نماز لیٹ کے پڑھ لینے کی اجازت ہوتی ہے تاریخ میں آتا ہے کہ آپؐ لوگوں کا سہارا لے کر مسجد کی طرف گئے اور ایک دن آپؐ نہیں آ سکے تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس دوران آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کی طبیعت میں کچھ بہتری ہے تو فوراً دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد کی طرف چل پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس حالت میں بھی یہ حال تھا کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔
(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 383)

لیکن نماز باجماعت کی اہمیت آپؐ کے پیش نظر تھی، امت کو دکھانا چاہتے تھے۔ اس لیے آپؐ نے وہ تکلیف برداشت کی۔ پاؤں گھسیٹتے ہوئے وہاں مسجد چلے گئے، اپنی بیماری کی پرواہ نہیں کی۔ تو یہ ہے آپؐ کا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حال۔ اور اس حوالے سے لوگوں کی تربیت بھی کس طرح فرماتے تھے۔ ایک تو نمازوں کی پابندی کی طرف توجہ ہے۔ پھر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اس کا مقام لوگوں کو کس طرح باور کرانا ہے، کس طرح تربیت کرتے تھے۔

عربوں میں یہ رواج تھا کہ توجہ دلانے کے لیے تالیاں پیٹی جاتی تھیں اور یہ رواج اس زمانے میں تو عام تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رواج کو ختم کر کے فرمایا کہ اس کی جگہ ذکر الٰہی ہونا چاہیے۔

اس بارے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر کو کہیں کہ نماز پڑھا دیں۔ اتنے میں آپؐ وہاں سے فارغ ہو گئے اور فوراً مسجد کی طرف چل پڑے۔ جب آپؐ مسجد پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپؐ مسجد میں آ گئے ہیں تو نماز پڑھنے والوں نے بیتاب ہو کر تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ اس سے ایک طرف تو یہ بتانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کے دل بے انتہا خوش ہو گئے ہیں اور دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ کو توجہ دلانا مقصود تھا کہ اب آپ کی امامت ختم ہو گئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امام کی جگہ چھوڑ دی۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا تو پیچھے کیوں ہٹ گئے تھے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ کیا اخلاص ہے۔ یا رسول اللہؐ! اللہ کے رسول کی

موجودگی میں ابوقحافہ کا بیٹا کیا حیثیت رکھتا تھا کہ نماز پڑھائے؟ پھر آپؐ صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تالیاں پیٹنے سے تمہاری کیا غرض تھی؟ خدا کے ذکر میں تالیوں کو پیٹنا مناسب نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے جب نماز کے وقت کوئی ایسی بات ہو کہ اس کی طرف توجہ دلانی ضروری ہو تو بجائے تالیاں پیٹنے کے خدا کا نام بلند آواز سے لیا کرو۔ سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جب تم ایسا کرو گے تو خود بخود دوسروں کی توجہ اس واقعہ کی طرف پھر جائے گی۔

اسی طرح آپؐ تکلف کی عبادت بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ باوجود اتنی عبادتوں کی طرف توجہ دلانے کے، آپؐ کہتے تھے تکلّف نہیں ہونا چاہیے۔ ایک دفعہ آپؐ گھر میں گئے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ رسی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے۔ جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو اِس رسی کو پکڑ کر سہارا لے لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ رسی کھول دو۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اتنی دیر عبادت کیا کرے جب تک اس کے دل میں بشاشت رہے۔ جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ اس قسم کی تکلّف والی عبادت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 384)

اس سے ایک تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کی تربیت کے زیر اثر صحابیاتؓ اور آپؐ کے اہل خانہ اور گھر والے بھی عبادت کا شوق رکھتے تھے اور اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے تھے۔ دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرما دیا کہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آرام سے عبادت کرو۔ لیکن آجکل کے لوگوں کے لیے یہ بھی بتا دوں اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے جو بعض دفعہ آجکل کے لوگ کہنا شروع ہو گئے ہیں کہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے جلدی جلدی نماز پڑھو اور ایک فرض ہے ادا کرو، گلے سے اتارو اور اس بات کا یہ بالکل الٹ مطلب لینا شروع کر دیا ہے کہ اپنی سہولت پیدا کرو۔ آجکل بعض نماز پڑھنے والے عبادت کے لیے آتے ہیں اور چند منٹوں میں نماز پڑھی اور فارغ ہو گئے۔ یا گھروں میں نماز پڑھتے ہیں تو چند منٹوں میں فارغ ہو گئے۔ کئی دفعہ مجھے یہاں بھی لوگ سوال پوچھ لیتے ہیں کہ نماز کس طرح پڑھنی چاہیے؟ تو نماز اسی طرح پڑھنی چاہیے کہ اسے سنوار کے پڑھو۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ ایک صحابیؓ کو آپؐ نے تین چار دفعہ نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ وہ آپؐ کی مجلس میں لیٹ آیا تھا۔ آپؐ مجلس میں نماز پڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز باجماعت ہو چکی تھی اور مجلس لگی ہوئی تھی۔ ہر دفعہ وہ صحابیؓ نماز پڑھتے اور آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ فرماتے: دوبارہ جاؤ اور نماز پڑھو۔ پھر وہ نماز پڑھ کے آتے تو آپؐ پھر فرماتے: دوبارہ جاؤ نماز پڑھو۔ اس طرح تین چار دفعہ آپؐ نے ان کو نماز پڑھنے کی تلقین کی۔ جب انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنے کا طریق نہیں آتا، آپؐ فرمائیں کس طرح پڑھنی ہے تو آپؐ نے فرمایا: نماز آرام آرام سے پڑھو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ درود پڑھو۔ توحید اور تحمید کا ذکر ہو۔ رکوع اور سجدے بھی صحیح طرح ہونے چاہئیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ حدیث 793)

پس اس بات کو بھی یاد رکھیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ سہولت سے نماز پڑھ لی کا مطلب یہ ہے کہ جلدی

جلدی پڑھ لی کیونکہ ایک روایت میں آ گیا ہے کہ آسانی سے نماز پڑھو۔ ہمیں نیند آ رہی تھی تو ہم نے جلدی جلدی دو منٹ میں نماز پڑھ لی۔ سُکارٰی کی حالت میں نماز پڑھنا تو ویسے ہی منع ہے۔ یہ جائز نہیں ہے بلکہ جب نماز پڑھنی ہے تو اس کا بھی حق ادا کرنا ہے۔ اس کی بھی آپ نے تلقین فرمائی ہے۔

شرک سے آپؐ کو اس قدر نفرت تھی کہ وفات کے وقت جب آپؐ آخری وقت کی تکلیف میں مبتلا تھے تو آپؐ کبھی دائیں کروٹ لیٹتے اور کبھی بائیں کروٹ لیٹتے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ خدا ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا ہے۔ (ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 385)

یعنی وہ نبیوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں اور ان سے دعائیں کرتے ہیں۔ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ میری قوم اگر میرے بعد ایسا فعل کرے گی تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ میری دعاؤں کی مستحق ہو گی بلکہ میں اس سے کلّی طور پر بیزار ہوں گا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ گواہی مانگے گا۔

اب دیکھ لیں مدینہ میں تو آپؐ کے مزار مبارک پر حکومت نے اسی وجہ سے بڑی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں۔ کسی کو بھی سجدہ کرنے نہیں دیتے۔ قریب بھی نہیں آنے دیتے۔ لیکن بہت سارے مسلمان ملکوں میں پیروں فقیروں کے درباروں پر سجدے کیے جاتے ہیں اور بزرگوں سے منتیں مانگی جاتی ہیں۔ یہ جو طریقہ ہے یہ شرک ہے۔ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اپنے لیے منع فرمایا ہے تو پھر کسی اَور پیر فقیر یا بزرگ کا کیا حق بنتا ہے کہ اس کی قبر پر سجدہ کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ان چیزوں سے تو اپنے آپ کو بچا لیا ہے لیکن عبادتوں کے معیار بہر حال ہم نے حاصل کرنے ہیں لیکن غیروں میں جو دوسرے مسلمان ہیں ان میں یہ بہت رواج ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم کرے اور ان کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اس شرک سے باز آ جائیں۔

خدا تعالیٰ کے حضور انکساری کی یہ حد تھی کہ جب لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ تو اپنے عمل کے زور سے خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کر لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سند عطا فرما دی ہے اور آپؐ کے اخلاق کی تعریف کی ہے اور آپؐ کے اسوہ کو مسلمانوں کے لیے عمل کا ایک معیار قرار دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپؐ کے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو بخش دے گا یا بخش دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں نہیں! مَیں بھی خدا کے احسان سے ہی بخشا جاؤں گا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ کوئی شخص اپنے عملوں سے جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپ بھی اپنے عملوں سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: مَیں بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں! خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت مجھے ڈھانک لے تو یہی ایک صورت ہے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 387-386)

(صحیح البخاری کتاب المرضی باب تمنی المریض الموت حدیث 5673)

بخاری کی یہ روایت ہے۔

پھر آپؐ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرو اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی موت کی خواہش نہ کیا کرے۔ اگر وہ نیک ہے تو زندہ رہ کر اپنی نیکیوں میں اَور بھی بڑھ جائے گا اور اگر بد ہے تو زندہ رہ کر اسے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق ملے گی، خیال پیدا ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب التمنی باب مایکرہ من التمنی حدیث 7235)

یہ ایک بہت اہم نصیحت ہے جسے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ آپؐ نے یہ بیان فرمائی کہ اگر کسی تکلیف کی وجہ سے تم یہ کر رہے ہو۔ کسی وجہ سے ہی کرتا ہے ناں انسان موت کی تمنا۔ اور تمہاری کچھ نیکیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ تمہیں نیکیوں کی مزید توفیق دے گا اور تمہارے لیے اگلے جہان میں بہتر انتظام ہو گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور اگر بدیاں ہیں تو تمہیں توبہ اور استغفار کی توفیق ملے گی اور اگر اس طرف توجہ پیدا ہو گئی ہے تو بدیوں سے نجات ہو جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گے اور جب وقت آئے گا تو اس وقت پھر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا سلوک فرمائے گا کہ تمہاری بخشش کے سامان بھی ہو سکتے ہیں اور ہوں گے۔ عبادتوں کے معیار کا جو اپنا حال تھا وہ تو دیکھ لیا۔ دوسروں کو بھی توجہ دلایا کرتے تھے۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ رات کے وقت اپنے داماد حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کیا تہجد پڑھا کرتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی منشاء کے تحت کسی وقت ہماری آنکھ بند رہتی ہے تو پھر تہجد رہ جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تہجد پڑھا کرو اور اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں آپؐ بار بار فرماتے تھے کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ یعنی انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔

پس آپؐ نے وہاں ان کے سامنے بھی کہا، انہیں سمجھایا اور واپس آتے ہوئے بھی یہ بات دہراتے جاتے تھے تاکہ حضرت علیؓ تک دوسرے لوگ بھی یہ بات پہنچا دیں۔ آپؐ نے انہیں یہ سبق دیا کہ بجائے یہ کہنے کے کہ کبھی ہم سے غلطی ہو جاتی ہے، یہ کہنا چاہیے تھا کہ غلطی ہو جاتی ہے تو ہم نہیں اٹھ سکتے۔ انہوں نے یہ بات اللہ تعالیٰ پر ڈال دی کہ اگر خدا تعالیٰ کی منشاء ہوتی تو ہم جاگ جاتے ورنہ سوئے رہتے ہیں۔ تو آپ کا مقصد یہ تھا کہ اپنی غلطی کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے؟ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ آپؐ کو عبادت میں بھی کسی قسم کی تصنّع یا بناوٹ پسند نہیں تھی۔ جیسا کہ آپؐ نے ایک دفعہ اپنے گھر میں رسیاں لٹکی ہوئی دیکھیں تو آپؐ نے انہیں منع فرمایا کہ رسیاں نکال دو۔

آپؐ کا یہ اصول تھا کہ جو طاقتیں اللہ تعالیٰ نے انسان میں پیدا کی ہیں ان کو صحیح طور پر استعمال کرنا چاہیے اور یہی اصل عبادت ہے۔ آنکھوں کی موجودگی میں آنکھ کو بند کر دینا یا اس کو نکلوا دینا عبادت نہیں ہے بلکہ یہ گستاخی ہے۔ ہاں! ان کا بد استعمال کرنا گناہ ہے۔ اب آجکل دیکھ لیں، دنیا کی بہت سی ایسی باتیں ہیں، انسانوں کی خواہشات ہیں، attractions ہیں جو ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، غلط

قسم کے پروگرام ٹی وی پر دیکھتے ہیں، یا انٹرنیٹ پر دیکھتے ہیں، یا کوئی نامناسب چیز دیکھتے ہیں تو یہ گناہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس گناہ سے بچنا اصل چیز ہے اور یہی تمہیں ثواب کا موجب بنائے گا۔ اسی طرح کانوں کو بند کروالینا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک صلاحیت دی ہے کیوں اس کو بند کرتے ہو؟ بلکہ یہ گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نعمت دی ہوئی ہے اور تم اسے ضائع کر رہے ہو۔ ہاں! لوگوں کی غیبتیں اور چغلیاں سننا گناہ ہے۔ بہت سارے لوگ ہیں غیبتیں بھی کرتے ہیں، چغلیاں بھی سنتے ہیں، لوگوں کے بارے میں غلط باتیں سنتے ہیں اور پھر اس سے مزہ بھی حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کی کمزوریاں اور غلط باتیں سن کے ہنس رہے ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں غلط ہیں۔ یہ گناہ ہے۔ اس بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ایسی حرکتیں نہ کیا کرو۔

آپؐ نے فرمایا کہ اخلاق فاضلہ نام ہے طبعی قویٰ کے صحیح استعمال کا۔ اور طبعی قویٰ کو مار دینا حماقت ہے۔ ان کو ناجائز کاموں میں لگا دینا بدکاری ہے اور ان کا اصل اور صحیح استعمال نیکی ہے۔ یہ خلاصہ ہے آپؐ کی تعلیم کا اور یہی خلاصہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی کا۔ اور یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم اسوہ کے طور پر اسے اپناؤ۔

آپؐ کے اعمال کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک جگہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع پیش نہیں آیا کہ آپؐ کے سامنے دو راستے کھلے ہوں اور آپؐ نے ان دونوں راستوں میں سے آسان راستہ اختیار نہ کیا ہو بشرطیکہ آسان راستہ اختیار کرنے میں کوئی گناہ کا شائبہ نہ پایا جائے۔ اب دو راستے ہیں۔ ایک آسان راستہ ہے، ایک مشکل راستہ ہے تو آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ جو آسان راستہ ہے وہ اختیار کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کو بلاوجہ مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ لیکن جہاں یہ شک ہو جائے کہ اس آسان راستے میں جانے سے بعض گناہ بھی سرزد ہو سکتے ہیں تو پھر آپؐ اس سے دُور بھاگتے تھے اور لمبا راستہ اختیار فرماتے تھے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ شک ذرا سا بھی ہو جاتا تو آپؐ اس طرح دُور بھاگتے تھے اور اتنا دور ہٹتے تھے کہ تمام انسانوں سے زیادہ آپؐ کا یہ عمل ہوتا تھا کہ کوئی انسان اس سے دور ہٹنے کی اتنی کوشش کر ہی نہیں سکتا۔

پس دنیا میں دیکھ لیں کہ بعض دفعہ دھوکا دینے کے لیے لوگ اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال کر اپنی بڑی خصوصیات کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے مجاہدہ کیا، یہ کیا۔ پیر فقیر بھی ایسی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ بڑی کہانیاں ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانی کا راستہ ڈھونڈا ہے کیونکہ وہ لوگ جو اس طرح دنیا دکھاوے کے لیے باتیں کرتے ہیں صرف اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے یا اپنی تعریفیں کروانے کے لیے خود کو تکلیفوں میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لیے نہیں کر رہے ہوتے کیونکہ خدا تعالیٰ کو بھی ان کی تکلیفوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ان کو اس کا کوئی ثواب ملتا ہے۔ یہ تو لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ہوتا ہے اور جب انسان دھوکا دینے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اس بدنیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پھر اس کو گناہ دیتا ہے ثواب نہیں دیتا۔ بعض لوگ اپنے عیبوں کو چھپانے کے لیے بڑے اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا وہ کیا۔ کسی نہ کسی طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تعریفیں کر رہے ہوتے ہیں کہ بہت اعلیٰ قسم کا وہ کام ہم نے کر دیا اور اس وجہ سے ہم بڑی مشکل میں ڈالے گئے۔ یہ اس کا بڑا اظہار کر رہے ہوتے ہیں لیکن

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ نہیں! یہ نیکیاں تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں دلائیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنائیں گی کیونکہ نیت تمہاری صاف نہیں ہے۔ تم اپنے آپ کو بچانے کے لیے بعض ایسے کام کر جاتے ہو کہ ہم شاید لوگوں کو دکھائیں گے تو شاید لوگ ہمارے حق میں ہو جائیں۔ پس یہ چھوٹے چھوٹے سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے اسوہ سے بھی دیے ہیں اور نصیحت کر کے بھی فرمایا ہے۔

بنی نوع انسان سے معاملات کا جہاں تک تعلق ہے اس میں اپنے گھر سے شروع کرتے ہیں۔ آپؐ کا بیویوں کے حق میں کیسا معاملہ ہوا کرتا تھا؟ بہت مشفقانہ اور عادلانہ معاملہ ہوتا تھا۔ اگر آجکل کے لوگ بھی اس کو سمجھ لیں تو گھروں کے بہت سارے جھگڑے اور فساد دور ہو جائیں۔ بعض دفعہ آپؐ کی بیویاں آپؐ سے سختی بھی کر لیتی تھیں یعنی سختی سے بات کرتی تھیں۔ ناراضگی سے بات کرتی تھیں مگر آپؐ خاموشی سے ہنس کے ٹال دیتے تھے۔

ایک دن آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ! جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو مجھے پتہ لگ جاتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپؐ کو کس طرح پتہ لگ جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کوئی قسم کھانے کا معاملہ آجائے تو ہمیشہ کہتی ہو کہ محمدؐ کے ربّ کی قسم! بات یوں ہے۔ اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو اور تمہیں قسم کھانے کی ضرورت پیش آجائے تو تم کہتی ہو کہ ابراہیمؑ کے ربّ کی قسم! بات یوں ہے۔ حضرت عائشہؓ یہ بات سن کر ہنس پڑیں اور آپؐ کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا آپؐ نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے۔

پھر حضرت خدیجہؓ کے واقعات ہیں جو آپ کی پہلی اور سب سے بڑی بیوی تھیں اور انہوں نے آپؐ کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ کی شادی میں جوان بیویاں آئیں لیکن اس کے باوجود آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے تعلق کو نہیں بھلایا۔ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیاں بھی جب آتیں تو آپؐ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اگر حضرت خدیجہؓ کی بنی ہوئی کوئی چیز آپؐ کے سامنے آجاتی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ آپؐ کے ایک داماد جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے قیدی ہو کر آئے اور آزادی کا فدیہ ادا کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ ان کی بیوی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے جب دیکھا کہ میرے خاوند کو بچانے کے لیے اَور کوئی مال نہیں تو اپنی والدہ کی آخری یادگار ایک ہار جو ان کے پاس تھا وہ انہوں نے اپنے خاوند کے فدیہ کے طور پر مدینہ بھجوا دیا۔ جب وہ ہار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے اسے پہچان لیا اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو حکم تو نہیں دیتا کیونکہ مجھے ایسے حکم دینے کا کوئی حق نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ ہار زینب کے پاس اس کی ماں کی آخری یادگار ہے۔ اگر آپ لوگ خوشی سے ایسا کر سکتے ہیں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ بیٹی کو اس کی ماں کی آخری یادگار سے محروم نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اِس سے زیادہ خوشی کا کیا موجب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ نے جو نیکیاں آپ سے کی تھیں ان کا اثر آپؐ پر اتنا زیادہ تھا کہ آپؐ اکثر اپنی بیویوں سے

ان کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

اس پر ایک واقعہ آتا ہے کہ بیویوں میں آپس میں تھوڑی سی چپقلش بھی ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ بیوی فوت بھی ہو گئی ہو اور اس کی زیادہ تعریف کی جائے تو Jealousy ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس طرح آپ نے ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کی تعریف کی تو حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس بڑھیا کا کیوں ذکر کرتے رہتے ہیں؟ جانے دیں اب چھوڑیں اس کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر، جوان اور خوبصورت عورتیں آپؐ کو دی ہیں۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رقّت طاری ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں معلوم نہیں خدیجہ نے میری کس قدر خدمت کی ہے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 389 تا 393)

اخلاقِ فاضلہ کا آپ کا کیا معیار تھا؟

اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی پیدائش سے پہلے آپؐ کے والد اور بچپن میں ہی آپؐ کی والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ ابتدائی آٹھ سال آپؐ نے اپنے دادا کی نگرانی میں گزارے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کی ولایت میں پرورش پائی۔ چچا کا خونی رشتہ بھی تھا اور ان کے والد نے بھی مرتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص طور پر وصیت فرمائی تھی اس لیے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص طور پر محبت بھی رکھتے تھے اور آپؐ کا خیال بھی رکھتے تھے لیکن چچی میں نہ وہ شفقت کا مادہ تھا اور نہ خاندانی ذمہ داریوں کا احساس۔ جب گھر میں کوئی چیز آتی تو بسا اوقات چچی وہ اپنے بچوں کو پہلے دے دیتیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ رکھتیں جبکہ ابھی آپؐ بچے تھے۔ ابو طالب گھر میں آتے تو بجائے اِس کے کہ اپنے چھوٹے بھتیجے کو روتا ہوا یا گلہ کرتے ہوئے پاتے وہ دیکھتے کہ ان کے بچے تو کوئی چیز کھا رہے ہیں لیکن ان کا وہ چھوٹا سا بھتیجا کوہِ وقار بنا ایک طرف بیٹھا ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی بڑے صبر سے سب کچھ برداشت کر لیتے تھے۔ چچا کی محبت اور خاندانی ذمہ داریاں ان کے سامنے آ جاتیں۔ وہ دوڑ کر اپنے بھتیجے کو بغل میں لے لیتے اور کہتے میرے بچے کا بھی تو خیال کرو۔ میرے بچے کا بھی تو خیال کرو۔ ایسا اکثر ہوتا رہتا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ یہ روایت لے کر لکھا ہے کہ مگر دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی شکوہ کیا، نہ آپؐ کے چہرہ پر کبھی ملال ظاہر ہوا، نہ اس وجہ سے کبھی چڑچڑا پن پیدا ہوا اور کبھی اپنے چچیرے بھائیوں سے کوئی رقابت پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کی زندگی بتاتی ہے کہ کس طرح آپؐ نے بعد کے بدلے ہوئے حالات میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کو اپنی تربیت میں لے لیا اور ہر طرح سے ان کی بہتری کی تدابیر کیں۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 393)

آجکل دیکھ لیں بڑے ہو کر بھی لوگ چھوٹی عمر کی باتیں یاد رکھتے ہیں اور بدلے لیتے رہتے ہیں لیکن آپؐ نے حسن سلوک ہی فرمایا۔ بلکہ بڑے ہو کر، ایسی سمجھ بوجھ کی عمر کو پہنچ کر بھی آجکل ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اگر ان کو اپنے دوسرے رشتہ داروں کے پاس رہنا پڑ جائے، بعض دفعہ باپ نہیں ہوتے جس کی وجہ سے

چودہ پندرہ سال کی عمر میں رہنا پڑ جاتا ہے یا کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے رہنا پڑتا ہے اور وہاں اگر ان رشتہ داروں سے کوئی زیادتی ہو جائے تو پھر ان باتوں کو نہیں بھولتے اور جب موقع ملے پھر بدلے لیتے چلے جاتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بدلہ نہیں لیا بلکہ الٹا جب موقع آیا تو ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ان کی تربیت کی اور ان کو ایک مقام دیا۔

اخلاق فاضلہ کے ضمن میں صبر کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ ایک دفعہ ایک عورت جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا اپنے لڑکے کی قبر پر ماتم کر رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا: اے عورت! صبر کرو۔ خدا کی مشیت ہر ایک پر غالب ہے۔ وہ عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہیں تھی۔ اس نے آگے سے جواب دیا کہ جس طرح میرا بچہ مرا ہے اگر تمہارا بچہ بھی مرتا تو تمہیں معلوم ہوتا کہ صبر کیا چیز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ کر وہاں سے آگے چل پڑے کہ ایک نہیں میرے سات بچے فوت ہو چکے ہیں۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 394)

پس اس قسم کے مواقع پر آپؐ گذشتہ مصائب پر صرف اتنا ہی اظہار فرماتے تھے لیکن کبھی اس سے زیادہ اظہار نہیں کیا اور نہ ہی اس غم کی وجہ سے کبھی بنی نوع انسان کی خدمت میں کوتاہی کی۔

آپؐ کے تحمّل کا یہ عالم تھا کہ جب آپؐ کو خدا تعالیٰ نے بادشاہت عطا فرما دی تب بھی آپؐ ہر ایک کی بات سنتے تھے۔ اگر کوئی سختی بھی کرتا تو آپؐ خاموش ہو جاتے تھے اور کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہیں دیتے تھے۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے نام کی بجائے آپؐ کے روحانی درجہ سے پکارتے تھے یعنی یا رسول اللہؐ کہہ کر بلاتے تھے اور غیر مذاہب کے لوگ اپنے دستور اور وہاں کے رواج کے مطابق اس طرح احترام کرتے تھے کہ آپؐ کو محمد کہہ کر بلانے کی بجائے ابوالقاسم کہہ کر بلاتے تھے جو آپ کی کنیت تھی یعنی قاسم کا باپ۔ کیونکہ آپؐ کے ایک بیٹے کا نام قاسم بھی تھا جو فوت ہو گئے تھے۔

ایک دفعہ ایک یہودی مدینہ میں آیا اور اس نے آپؐ سے آکر بحث شروع کر دی۔ بحث کے دوران وہ بار بار کہتا تھا۔ اے محمد! بات یوں ہے۔ اے محمد! بات یوں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی انقباض کے اس کی باتوں کا جواب دیتے تھے مگر صحابہؓ اس کی یہ گستاخی دیکھ کر بے تاب ہو رہے تھے۔ آخر ایک صحابی سے رہا نہیں گیا۔ اس نے یہودی سے کہا کہ خبردار آپ کا نام لے کر بات نہ کرو۔ اگر تم رسول اللہ نہیں کہہ سکتے تو کم از کم ابوالقاسم کہہ دو۔ یہودی نے کہا میں تو وہی نام لوں گا جو اِن کے ماں باپ نے اِن کا رکھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور صحابہؓ سے فرمایا: دیکھو! یہ ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ماں باپ نے میرا نام محمد ہی رکھا تھا۔ جو نام یہ لینا چاہتا ہے اسے لینے دو اور اس پر غصہ کا اظہار نہ کرو۔

تحمّل کی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ آپؐ کسی کام کے لیے باہر نکلتے تو بعض لوگ آپؐ کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیتے۔ اُس وقت تک آپ کھڑے رہتے جب تک وہ اپنی بات ختم نہیں کر لیتے تھے۔ پھر آپؐ آگے چل پڑتے۔

پھر بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ مصافحہ کیا تو ہاتھ دیر تک پکڑے رکھا۔ تو آپؐ بھی ان کے ہاتھ کو دیر تک پکڑے رکھتے تھے۔ اگرچہ یہ کوئی پسندیدہ طریق نہیں ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 395-394)

ہر قسم کے حاجت مند اپنی حاجتیں آپ کو پیش کرتے۔ بعض دفعہ مانگنے والے کو اس کی ضرورت کے مطابق کچھ دے دیتے تو وہ اپنی حرص سے مجبور ہو کر اَور زیادہ مطالبہ کرتا اور آپؐ اس کی خواہش کو بھی پورا کر دیتے۔ بعض دفعہ لوگ مانگتے چلے جاتے اور آپؐ ان کو ہر دفعہ کچھ نہ کچھ دیتے چلے جاتے اور جو مانگنے والا آدمی خاص طور پر ایسے حالات میں مخلص نظر آتا تو اس مخلص کو اس کے معاملے کے مطابق دینے کے بعد صرف اتنا فرما دیتے کہ اگر تم خدا پر توکّل کرتے تو یہ زیادہ اچھا ہوتا۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے متواتر اصرار کر کے آپؐ سے کئی دفعہ اپنی ضرورتوں کے لیے روپیہ مانگا۔ آپؐ نے اس کی خواہش کو پورا کر دیا مگر آخر میں فرمایا: سب سے اچھا مقام تو یہی ہے کہ انسان خدا پر توکّل کرے۔ اس صحابیؓ کے اندر اخلاص تھا اور ادب بھی تھا۔ جو کچھ وہ لے چکا تھا ادب کی وجہ سے اس نے واپس تو نہ کیا لیکن آئندہ کے متعلق اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ میری آخری بات ہے۔ اب میں آئندہ کسی صورت میں بھی کسی سے بھی سوال نہیں کروں گا۔

انہی صحابیؓ کے بارے میں واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ جنگ ہو رہی تھی۔ بہت خطرناک جنگ کی صورتحال تھی۔ میدان جنگ میں نیزے پھینکے جا رہے تھے۔ تلواریں چل رہی تھیں۔ تیر پھینکے جا رہے تھے۔ تلواریں چل رہی تھیں، نیزے چل رہے تھے۔ سپاہی سپاہیوں سے لڑ رہے تھے اور گردنیں کٹ رہی تھیں۔ عین اس موقع پر جبکہ وہ دشمن کے نرغہ میں تھے ان کا ایک کوڑا ہاتھ سے گر گیا۔ ایک ہمراہی سپاہی مسلمان نے جو پیدل تھا اِس نے اس خیال سے کہ افسر نیچے اترے گا تو ایسا نہ ہو کہ نقصان پہنچ جائے جھک کر کوڑا اٹھانا چاہا تا کہ ان کے ہاتھ میں دے دے۔ اس صحابیؓ کی نظر اس سپاہی پر پڑی اور اس نے کہا کہ میرے بھائی تجھے خدا کی قسم! کوڑے کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے کود پڑے اور کوڑا اٹھا لیا۔ پھر آپ نے ساتھی سے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا تھا کہ میں کسی سے بھی کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر میں کوڑا تمہیں اٹھانے دیتا تو گو میں نے زبان سے تم سے سوال نہیں کیا تھا لیکن اس میں کیا شبہ تھا کہ زبانِ حال سے یہ سوال بن جاتا تھا اور ایسا کرنا مجھے وعدہ خلاف بنا دیتا۔ گو یہ جنگ کا میدان ہے مگر میں اپنے کام خود ہی کروں گا۔ اس خطرناک حالت میں بھی ان کو اپنا وعدہ یاد رہا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 396-395)

پس یہ اور بہت ساری باتیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی۔

آپؐ کے انصاف کے بارے میں، جذبات کے احترام کے بارے میں، غرباء کا خیال رکھنے کے بارے میں جو ہمارے لیے ایک اسوہ ہیں۔ غرباء کے مالوں کی حفاظت کے بارے میں، عورتوں سے حسن سلوک جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ گھر میں بیویوں سے اور عام عورتوں سے بھی حسن سلوک فرماتے تھے۔ بنی

نوع انسان کی خدمت کرنے کے بارے میں، ہمسایوں سے حسن سلوک اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کے بارے میں بے شمار باتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ میں ہمیں ملتی ہیں۔ لوگوں کے مال کی حفاظت کے لیے آپؐ کیا کوشش کرتے تھے۔ دوسروں کے عیب چھپانے کے بارے میں آپؐ کی کیا کوشش ہوتی تھی۔ آپس میں تعاون کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے تھے اور کیا آپؐ کا عمل تھا۔ چشم پوشی آپؐ کس طرح فرماتے تھے۔ ستاری کس طرح کرتے تھے۔ سچائی کے بارے میں کیا نصائح تھیں۔ بدظنی سے بچنے کے بارے میں آپؐ نے کیا فرمایا۔ تجسّس سے بچنے کے بارے میں کیا فرمایا۔ مایوسی سے بچنے کے بارے میں کیا فرمایا۔ یہاں تک کہ جانوروں سے حسن سلوک کا بھی فرمایا اور مذہبی رواداری کے بارے میں بھی آپؐ نے فرمایا۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو ہمارے لیے کامل اسوہ ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ آئندہ انشاء اللہ موقع کے لحاظ سے مَیں یہ باتیں بیان کرتا رہوں گا۔ اس وقت میں یہاں اس بات کو ختم کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تامّ کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا..... وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔“

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کریں اور آپؐ کے اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے والے بھی ہوں تاکہ دنیا کو بھی ہم آپؐ کے جھنڈے تلے لانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ و بارِك وسلِّم انّك حمیدٌ مجیدٌ۔

نماز کے بعد میں جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

[حضورِ انور نے انتظامیہ سے استفسار فرمایا کہ جنازہ آ گیا ہے؟ اس کے بعد فرمایا:]

ایک حاضر جنازہ ہے جو **مکرم لئیق احمد طاہر صاحب** کا ہے۔ یوکے میں مربی سلسلہ تھے۔ گذشتہ دنوں تراسی (83) سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی ہے اور تین بیٹے شامل ہیں۔

لئیق طاہر صاحب حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے 1907ء میں دستی بیعت کی تھی۔ میٹرک کی تعلیم کے بعد 1959ء میں لئیق صاحب نے زندگی وقف کی اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے۔ 1966ء میں جامعہ سے فارغ ہوئے اور جامعہ کی تعلیم کے دوران انہوں نے ایف اے بھی کیا، ادیب فاضل بھی کیا، عربی فاضل بھی کیا اور جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ جولائی 1967ء میں آپ کو بطور مبلغ انگلستان خدمت کے لیے بھجوایا گیا اور یہاں آپ کو بطور نائب امام مسجد

فضل لندن خدمت کی توفیق ملی۔ پھر 1970ء میں پاکستان واپس چلے گئے۔ اصلاح و ارشاد کے تحت پھر مختلف جگہوں پر آپ مربی کے طور پر کام کرتے رہے۔ پھر ان کا تبادلہ تصنیف کے شعبے میں ہو گیا۔ مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے داماد تھے۔ پھر اسی طرح ان کو وہاں خدمت کے دوران جامعہ میں استاد مقرر کیا گیا اور تقریباً دس سال یہ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر 1982ء میں ان کا تقرر وکالت تبشیر میں ہوا اور نائب وکیل التبشیر مقرر کیے گئے۔ اسی طرح جامعہ کے دوران بھی اور جب یہ پاکستان میں مربی تھے اس وقت بھی یہ خدام الاحمدیہ اور ذیلی تنظیموں میں خدمت بھی کرتے رہے۔ پھر 1986ء میں ان کو بطور مبلغ سلسلہ امریکہ بھی بھیجا گیا۔ پھر 1986ء میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کی پوسٹنگ یہاں بلا کے گلاسگو میں کر دی جہاں ان کو مربی سلسلہ و مبلغ سلسلہ کی توفیق ملی۔ 2005ء میں جب جامعہ کھلا ہے تو یہ جامعہ یوکے کے پرنسپل بھی مقرر ہوئے۔ ان کا خدمت کا عرصہ تقریباً انسٹھ (59) سال بنتا ہے۔

عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کہتے ہیں کہ مرحوم دین اسلام کے فدائی، خلافت کے جاں نثار خادم، وقف زندگی کے تقاضوں کو بھرپور طریقے پر ادا کرنے والے، ایک بہت کامیاب مبلغ سلسلہ تھے۔ آپ نے لمبا عرصہ فدائیت سے خدمت دین کی توفیق پائی۔ خوش الحانی اور پُراثر انداز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ دلنشیں پیرائے میں تربیتی امور کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے۔ جن جن جماعتوں میں آپ کو خدمت کی توفیق ملی وہاں بہت سی نیک یادیں چھوڑی ہیں۔ احباب جماعت سے محبت و پیار کرنے والے ایک مقبول خادم دین تھے۔ تحریر کے میدان میں بھی آپ کو متعدد خدمات کی توفیق ملی۔ دعاؤں پر ان کی خاص توجہ تھی۔ آپ نے اپنے مکان کی دیواروں کو بھی دعائیہ کلمات سے مزیّن کیا ہوا تھا۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔

مبارک صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ ربوہ کے زمانہ سے میں ان کو جانتا ہوں۔ نہایت شگفتہ تھے۔ شگفتگی پائی جاتی تھی۔ طبیعت میں شائستگی تھی۔ خلافت اور نظام جماعت سے بے حد عقیدت تھی اور ملنے والوں کو بھی یہ نصیحت کرتے تھے کہ خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کرو۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ کی جیب میں ہر وقت ایک چھوٹی سی نوٹ بک ہوتی تھی جہاں کہیں کوئی اچھی بات دیکھتے سنتے فوراً نوٹ کر لیتے۔ یہ نہیں کسی خاص آدمی سے بلکہ جہاں بھی کوئی بات دیکھی فوراً نوٹ کر لی۔ طالب علمی کے زمانے سے بزرگان سلسلہ کی صحبت میں بیٹھنا آپ کا معمول تھا۔ چنانچہ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوریؓ کی بہت سی باتیں آپ کو یاد تھیں اور اپنی مجالس میں سنایا بھی کرتے تھے۔

آپ کی بیٹی قرۃ العین کہتی ہیں کہ ایک پہلو جو میں نے والد کا بڑا نمایاں دیکھا ہے وہ ان کا دعاؤں کا انداز تھا۔ دعاؤں میں تڑپ، عجز، توکّل اور اللہ تعالیٰ سے لاڈ سے مانگنے کا عجیب رنگ تھا اور کبھی یوں لگتا تھا کہ اس وقت تک دعائیں کرنا نہیں چھوڑیں گے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی جواب نہ آ جائے اور کہتی ہیں اللہ تعالیٰ کا بھی سلوک ان سے ایسا تھا کہ بہت سی خوابوں کے ذریعہ سے بہت ساری باتوں کا پہلے سے اللہ تعالیٰ بتا دیا کرتا تھا اور دعاؤں کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہمیں نصیحت کیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے کہ دعا کرنے والے کا تو یہ حال ہونا چاہیے کہ جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا۔ یہ اصل چیز ہے کہ مانگنے والے کی تو ایسی حالت ہونی چاہیے کہ جس طرح مر گیا ہے اور اس حالت میں جب مانگو گے

تو پھر اللہ تعالیٰ بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کا جنازہ حاضر ہے۔ ابھی جمعہ کے بعد میں باہر جا کے نماز پڑھاؤں گا۔

دوسرا ذکر ہے، جنازہ غائب ہے **مکرم سیگا جالو صاحب نائب صدر ریجن سیگو- مالی کے ہیں**۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم بھی موصی تھے۔ مبلغ سلسلہ تاثیر صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم کو ریڈیو پروگرام سن کر 2016ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی اور پھر اپنے ایمان میں انہوں نے بڑی ترقی کی۔ بڑے فدائی اور فعال احمدی تھے۔ جماعتی پروگراموں میں، چندہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ روزانہ فجر اور مغرب اور عشاء کی نماز دُور سے بھی مسجد میں آ کر ادا کرتے تھے۔ خلافت سے بے پناہ عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ 2018ء میں وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی توفیق ان کو ملی اور وفات تک ہر مہینے کے شروع میں اپنی تنخواہ سے چندہ وصیت ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے چھ مہینے ان کو تنخواہ نہیں ملی۔ افریقہ میں حالات بھی ایسے ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے چندہ نہیں دیا۔ بڑے پریشان تھے۔ آخر پھر اللہ نے فضل کیا اور تنخواہ ملتے ہی پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ وصیت کا چندہ اور اپنے باقی چندے ادا کیے۔ ان کی اہلیہ اور تین بیٹے تھے ان کو تبلیغ کرتے تھے اور تبلیغ کی وجہ سے دو بیٹے تو احمدی ہو گئے لیکن اہلیہ اور ایک بیٹے نے احمدیت قبول نہیں کی جس پر ان کو بڑی فکر تھی۔ احمدیت پر ایمان نہایت پختہ تھا۔ غیر احمدیوں اور مولویوں کے متعلق آپ کی رائے بہت صاف اور واضح تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ مسیح و مہدی کو قبول نہیں کریں گے تو یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بڑے فعال تبلیغ کرنے والے بھی تھے اور جماعت کی خدمت کرنے والے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ جنوری 2026ء جلد 33 شمارہ 08 صفحہ 02 تا 08)

52

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 26/ دسمبر 2025ء بمطابق 26/ فتح 1404 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے کچھ باتیں کی تھیں۔ **آج اللہ تعالیٰ کی محبت کے حوالے سے آپؐ کی سیرت کے کچھ پہلو بیان کروں گا۔** ہو سکتا ہے بعض باتیں مختصراً پہلے بیان ہو چکی ہوں لیکن ان کی تفصیل بھی یہاں بعض جگہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی سیرت کے اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کی آپؐ سے محبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ صرف آپؐ کی اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی آپؐ سے محبت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس اظہار کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا آپؐ سے ہے آپؐ کی راہنمائی فرمائی اور پھر کس طرح اس محبت میں مزید بڑھ کر آپؐ نے اپنی امّت کی تربیت کی اور امّت کی راہنمائی بھی کی۔

اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم آپؐ پر نازل فرمائی آپؐ نے امّت تک کس طرح اسے پہنچایا تا کہ ان کی راہنمائی ہو۔ اس کے لیے آپؐ کے دل میں ایک درد تھا بلکہ یہ درد ہی تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہی آپؐ کی راہنمائی کی کہ آپؐ نے امّت کی بھی راہنمائی کرنی ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ ایک طرف آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دَرد تھا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی محبت کا دَرد اور انہیں تباہی سے بچانے کی خواہش تھی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الضحیٰ میں فرماتا ہے کہ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۔(الضحیٰ:8) اور جب اس نے تجھے اپنی قوم کی فکر میں سرگرداں دیکھا تو ان کی اصلاح کا صحیح طریقہ تجھے بتا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی بنیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے اپنی محبت میں بے انتہا صدمہ رسیدہ دیکھا اور آخر تجھے وہ راستہ بتا دیا جس پر چل کر تو ہمارے پاس پہنچ گیا۔ تفسیر کبیر امام رازی میں سورۃ الضحیٰ کی آیت وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ضَلَال کے ایک معنی محبت کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ میں ضلال کا مطلب اپنی محبت ہے۔ پس مفہوم یہ ہو گا کہ تُو مُحِب ہے۔ پس مَیں نے تیری ایسے راستوں کی طرف راہنمائی کی جن کے ذریعہ سے تُو اپنے محبوب کی خدمت کر کے قرب کی منازل طے کر سکتا ہے۔

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) جلد 16 جزء 31 صفحہ 197۔ تفسیر سورۃ الضحیٰ زیر آیت 7 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

اس سے اللہ تعالیٰ نے سند دے دی کہ تُو اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہے۔

اس محبت کا اظہار ہم مختلف روایات میں دیکھتے ہیں جو محبت اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے کی تھی اور جو محبت آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کے اسالیب کلام کو بخوبی جانتا ہے اس پر پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلّ شانہ اپنے خواص عباد کے لیے، اپنے خاص بندوں کے لیے، ایسے الفاظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بد نما ہوتے ہیں مگر معناً نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے۔ بظاہر اگر اس لفظ کو عام طور پر استعمال میں دیکھیں تو لگتا ہے کہ یہ صحیح لفظ نہیں ہے کیونکہ ضَال کا مطلب گمراہی ہے۔ لیکن نہیں! جب اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لیے خاص موقع پر اسے استعمال کرتا ہے تو اس کے معنی بدل جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (الضحیٰ:8) اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنی مشہور اور متعارف جو اہل لغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اے رسولؐ! تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی۔ یعنی کہ عام لوگ جو معنے کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت ﷺ نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر ہے، بے دین ہے اور حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اِس جگہ وہ معنی لینے چاہئیں جو آیت کے سیاق و سباق سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ جلّ شانہ نے پہلے آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى۔ (الضحیٰ:7 تا 9) یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بیکس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال یعنی عاشقِ وجہِ اللہ پایا۔ اللہ تعالیٰ کا عاشق پایا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی طرف تجھے کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس اس نے تجھے غنی کر دیا۔

(ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 171-170)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جلّ شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل ہو۔ یعنی بہت مضبوط اور مکمل ہو۔ اور ارفع و اتم ہو۔ اور بہت بلند اور کامل ہو۔ کامل ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ اس آئینے میں، اس شیشے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو بھی دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہر پہلو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بھی اور آپؐ کی تعلیم میں بھی نظر آتا ہے۔

فرمایا: سو یہی وجہ ہے قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاؤں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ یعنی تمام صحف سابقہ اور ان کے کلام کی چمک اس کے سامنے کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔

قرآن کریم میں ہر چیز موجود ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو دنیا کا انسان پیدا کر سکے یا نکال سکے اور قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ ہاں! سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا: کوئی فکر ایسے برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے یعنی قرآن کریم۔ فرمایا کہ وہ بلا شبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔

(ماخوذ از سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 72-71 بقیہ حاشیہ)

پس اب جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری وہ بھی ایسی پاک تھی جو سب چیزوں سے بالا تھی۔ سب تعلیموں سے بالا تھی۔ سب صحیفوں سے زیادہ بلند تھی۔ مکمل اور کامل تعلیم ہے قرآن کریم کی۔ اس لیے آپؐ کا وجود بھی اس تعلیم کا حامل ہے یعنی وہ بھی مکمل اور کامل ہے۔ آپؐ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ جو کتاب آپؐ پر نازل ہوئی وہ اسی وجہ سے ہوئی کہ آپؐ کا وجود سب انسانوں سے کامل ہے اور آپؐ ہی وہ کامل انسان ہیں جن کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے تمہارے لیے اسوہ ہے، ان کی پیروی کرنے کی کوشش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ یہ بھی اعلان کروا دیا کہ لوگوں کو بتا دو کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران:32) تُو کہہ دے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے محبت حاصل کرنے کے طریق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے ہی سیکھنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جو نظارے ہمیں نظر آتے ہیں، احادیث میں ایسی کئی روایات ملتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا سے اس کی محبت کے طلبگار ہوتے ہوئے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَأَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب دعاء داود: اللّٰھم انی اسألک حبک و حب من یحبک..... حدیث 3490)

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! تُو اپنی محبت مجھے میری ذات، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

پس یہ وہ دعا ہے جو آج ہر اس شخص کو کرنی چاہیے جو آنحضرت ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور جو یہ چاہتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل فرمائے۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیرے حضور نفع بخشے۔ اے اللہ! میری پسندیدہ چیزیں جو تُو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لیے میری قوت کا ذریعہ بنا دے اور میری وہ پیاری چیزیں جو تُو مجھ سے علیحدہ

کر دے تو انہیں میرے لیے ان چیزوں کے حصول کے لیے طاقت کا ذریعہ بنا دے جنہیں تُو محبوب رکھتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب دعاء: اللّٰھم ارزقنی حبک و حب من ینفعنی حبہ عندک... حدیث 3491)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ جو میری پسندیدہ چیزیں ہیں جو تُو مجھے عطا کرتا ہے ان کو اپنی محبوب چیزوں کے لیے بھی میری قوّت کا ذریعہ بنا دے، مزید طاقت بخش اور مَیں مزید ان چیزوں کو حاصل کروں جو تجھے محبوب ہیں اور ان کے ذریعہ مَیں مزید تیری محبت حاصل کرنے والا بنوں اور ان چیزوں کو حاصل کرنے والا بنوں جو تجھے پسند ہیں۔ اور فرمایا کہ جو میری پیاری چیزیں ہیں، جو چیزیں مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھے پیاری ہیں یا میرے پیارے لوگ ہیں لیکن تُو انہیں مجھ سے علیحدہ کر دیتا ہے تو میرے لیے ان چیزوں کو، ان باتوں کے حصول کے لیے طاقت کا ذریعہ بنا دے جنہیں تُو محبوب رکھتا ہے۔ جو چیزیں مجھ سے علیحدہ ہو گئی ہیں ان کی وجہ سے مایوسی نہیں ہونی چاہیے بلکہ مجھے اس کے بعد پھر طاقت ملے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ پسند نہیں تھیں اور اس نے مجھ سے علیحدہ کر دیں یا اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی، یہی رضا تھی تو جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں وہ مجھے مل جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے ان چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اگر لے لے تو اے اللہ! جو تیری محبوب چیزیں ہیں، جو پسندیدہ باتیں ہیں انہیں حاصل کرنے کے لیے مجھے طاقت عطا فرما۔ پس یہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی محبت کا اظہار تھا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر آپؐ اس میں یہ کہا کرتے تھے کہ سُبۡحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِکَ اللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ۔ کہ پاک ہے تُو اے ہمارے ربّ! اپنی حمد کے ساتھ اے اللہ! مجھے بخش دے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر/اذا جاء نصر اللّٰہ... باب سورۃ اذا جاء نصر اللّٰہ حدیث 4967)

اللہ تعالیٰ سے محبت کے ایک واقعہ کا ذکر حضرت عائشہؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی تو مَیں نے رات میں آپؐ کو موجود نہ پایا۔ مَیں نے رات کے اندھیرے میں آپؐ کو ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپؐ کے پیروں پر لگا۔ آپؐ سجدے میں تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے کہ مَیں تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو کی پناہ میں آتا ہوں تیری سزا سے۔ میں ثناء کو تجھ پر شمار نہیں کر سکتا تُو ویسا ہی ہے جیسے تُو نے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔

(صحیح مسلم (مترجم) اردو، جلد 2 صفحہ 240 کتاب الصلاۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود حدیث 743 نور فاؤنڈیشن ربوہ)

یعنی میں تو تیری اتنی تعریف کر ہی نہیں سکتا جو تُو نے خود اپنے بارے میں کہا ہے۔ وہی تیری تعریف ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک جگہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں باری تھی۔ میں سو گئی تو آپؐ خاموشی سے باہر تشریف لے گئے۔ مَیں نے گمان کیا کہ شاید آپؐ اپنی کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں غیرت سے باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپؐ ایک کپڑے کی گٹھڑی کی طرح زمین پر سجدہ ریز ہیں۔ مَیں نے آپؐ کو کہتے ہوئے سنا: سَجَدَلَکَ سَوَادِی وَخَیَالِی آمَنَ بِکَ فُؤَادِی رَبِّ ھٰذِہٖ یَدِی، وَمَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِی، یَا عَظِیْمُ تُرْجَی لِکُلِّ عَظِیْمٍ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ۔

یعنی اے اللہ! تیرے لیے میرے جسم و جان سجدے میں ہیں اور میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اے

میرے ربّ! یہ میرے دونوں ہاتھ ہیں جو تیرے سامنے دراز ہیں اور جو کچھ میں نے ان کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کیا وہ بھی تیرے سامنے ہے۔

اب آنحضرت ﷺ تو ایسے کامل انسان تھے جن سے سوائے نیکیوں کے کچھ نظر ہی نہیں آتا لیکن آپؐ بھی یہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنی جان پر جو ظلم کیا وہ تیرے سامنے ہے۔ اے بہت عظمتوں والے! جس سے ہر بڑی سے بڑی بات کی امید کی جاتی ہے تُو سب بڑے گناہوں کو بخش دے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر آپؐ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور مجھے دیکھ لیا تو فرمایا کس بات نے تجھے باہر نکالا، تم کیوں باہر آ گئی، تم تو سوئی ہوئی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: اس وجہ سے کہ جو گمان میں نے کیا تھا۔ یعنی مجھے خیال ہوا تھا کہ آپؐ کہیں کسی دوسری بیوی کے ہاں چلے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یقیناً بعض گمان گناہ ہو جایا کرتے ہیں۔ کیا تجھے مجھ پر شک ہوا؟ یہ تو گناہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا تھا کہ مجھے شک ہوا تھا کہ دوسری بیوی کے ہاں نہ چلے گئے ہوں یہ بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ گمان جو ہوتے ہیں یہ گناہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے بخشش مانگا کرو۔ پس بدگمانی سے بچنے کے لیے ہر معاملے سے اللہ سے بخشش مانگنا، استغفار کرنا بہت ضروری ہے۔

پھر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے یہ الفاظ پڑھنے کے لیے کہا تھا اس لیے تم بھی اپنے سجدوں میں یہ پڑھا کرو۔ اب تم نے سن تو لیا ہے یہ پڑھا کرو۔ جو شخص یہ کلمات پڑھے گا وہ سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے بخشا جائے گا۔

(مجمع الزوائد کتاب الصلاۃ باب مایقول فی رکوعہ وسجودہ حدیث 2775 جلد 2 صفحہ 259 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ہاں! یہ شرط بھی ہے ساتھ کہ وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا بھی ہو، یقین بھی کامل ہو اور باقی نیکیاں کرنے والا بھی ہو۔ تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو تو یہی فرمایا کیونکہ آپؐ کو پتہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کا معیار کیا ہے لیکن یہ نہیں کہ جو باقی نیکیاں نہیں بجالاتا صرف اتنی ہی دعا پڑھ لے گا تو بخشا جائے گا۔

اسی طرح ایک اَور روایت میں آتا ہے جو زیادہ تفصیل سے صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اس رات جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تھے آپؐ گھر لوٹے، اپنی چادر رکھ دی، جوتے اتارے اور اپنے پاؤں کے قریب رکھ دیے اور اپنے اوپر والی چادر کا ایک پہلو بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے۔ اتنی دیر ہوئی کہ آپؐ نے خیال فرمایا کہ میں سو گئی ہوں تو آپؐ نے آہستہ سے اپنی چادر لی، آہستہ سے اپنے جوتے پہنے، دروازہ کھولا اور باہر چلے گئے۔ پھر دروازے کو آرام سے بند کر دیا۔ مَیں نے اپنی اوڑھنی اور اوپر والی چادر لی اور آپؐ کے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ آپؐ جنت البقیع پہنچ گئے۔ آپؐ کھڑے ہوئے اور لمبا قیام فرمایا۔ پھر آپؐ نے تین مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر آپؐ واپس مڑے اور میں بھی مڑی۔ آپؐ تیز چلنے لگے۔ مَیں بھی تیز چلنے لگی۔ آپؐ نے رفتار اور تیز کی تو مَیں نے بھی کر لی۔ آپؐ اَور تیز چلنے لگے۔ مَیں بھی چلنے لگی۔ پھر آپؐ گھر آ گئے اور میں آپؐ سے پہلے اندر داخل ہوئی اور لیٹ گئی۔ جب آپؐ اندر تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے، تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ تیز چلنے کی وجہ سے سانس پھولا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا، محسوس کر لیا کہ سانس پھولا ہوا ہے۔ کہتی ہیں کہ تیز چلنے کی وجہ سے پھول گیا

تھا۔ مَیں نے کہا کوئی بات نہیں ہے اور ٹالنے کی کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور مجھے بتاؤ گی ورنہ لطیف و خبیر خدا مجھے بتا دے گا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! پھر میں نے آپؐ کو ساری بات بتا دی کہ میرے دل میں کیا خیال آیا تھا اور کس طرح میں پیچھے گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو وہ سایہ تم تھی جسے میں نے اپنے آگے دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جو مجھے محسوس ہوا اور فرمایا کیا تم نے گمان کیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ تمہاری حق تلفی کریں گے؟ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں جو کچھ لوگ چھپاتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تو جانتا ہی ہے اس نے آپؐ پہ ظاہر کر دینا تھا۔ مَیں ہی بتا دیتی ہوں اور جو میرے دل میں تھا مَیں نے بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے جب تم نے دیکھا اور انہوں نے مجھے بلایا۔ جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں باہر گیا ہوں تو وہ اس لیے تھا کہ انہوں نے مجھے بلایا تھا اور چونکہ انہوں نے تم سے یہ بات مخفی رکھی تھی اس لیے میں نے ان کی بات قبول کی اور اسے تم سے مخفی رکھا۔ اسی وجہ سے میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا اور ان کے ساتھ چلا گیا۔ مجھے خیال تھا کہ تم سو چکی ہو اور میں نے ناپسند کیا کہ تمہیں جگاؤں۔ یہ بھی آپؐ نے فرما دیا کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ تم تنہائی محسوس کرو گی کہ اگر میں بتا کر جاتا تو تم کہتی کہ میں آج اکیلی ہوں۔ جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپؐ کا ربّ آپؐ کو ارشاد فرماتا ہے کہ آپؐ اہلِ بقیع کے پاس جائیں اور ان کے لیے بخشش مانگیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کہ میں بھی اس ثواب میں داخل ہو سکتی ہوں؟ مَیں ان کے لیے کیسے دعا کروں؟ آپؐ نے تو دعا کر لی ہے، اب مَیں بھی وہاں سے ہو کر آئی ہوں تو مَیں کیا دعا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تم کہو کہ مومنوں اور مسلمانوں میں سے اس گھر والوں پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے آگے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

(صحیح مسلم مترجم (اردو) جلد 4 صفحہ 138 تا 140 کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا حدیث 1607 نور فاؤنڈیشن ربوہ)

یہ دعا بھی آپ نے سکھائی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا تعالیٰ سے محبت کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور عبید بن عمیرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سب سے پیاری اور عجیب بات آپؓ نے دیکھی ہو وہ مجھے بتائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت عائشہؓ رو پڑیں۔ پھر فرمایا: آپؐ کا ہر معاملہ ہی پیارا اور عجیب تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپؐ میری باری کی رات میرے پاس تشریف لائے جب آپؐ میرے ساتھ لحاف میں داخل ہو گئے اور اپنے جسم کو میرے جسم سے لگایا۔ جب مَیں نے جسم محسوس کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر مجھے اجازت دو تو آج کی بقیہ ساری رات میں اپنے ربّ کی عبادت کروں گا۔ مَیں نے عرض کیا مجھے آپؐ کا قرب اور آپؐ کی خواہش دونوں محبوب ہیں۔ مجھے آپؐ کا قرب بھی عزیز ہے، آپؐ کی خواہش کا بھی احترام ہے۔ مجھے سب سے زیادہ یہی بات محبوب ہے کہ آپؐ کی سب خواہشیں

پوری ہوں۔ ٹھیک ہے آپؐ چاہتے ہیں عبادت کرنا تو کریں۔ پھر آپؐ گھر میں رکھی ایک مشک کی طرف گئے اور وضو کیا۔ پانی کی مشک تھی۔ آپؐ نے زیادہ پانی نہیں انڈیلا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور قرآن پڑھنے لگے اور رونے لگے یہاں تک کہ مَیں نے دیکھا کہ آنسو آپؐ کے دامن تک پہنچ گئے۔ پھر آپؐ نے اپنے دائیں پہلو پر ٹیک لگائی اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے رکھا اور پھر رونے لگے یہاں تک کہ مَیں نے دیکھا کہ آنسو زمین تک پہنچ گئے ہیں۔ کہتی ہیں پھر صبح کا، فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ آپؐ کو نمازِ فجر کی اطلاع دینے کے لیے آئے۔ جب انہوں نے آپؐ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا مَیں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(اخلاق النبی ﷺ و آدابہ صفحہ 409-408 ذکر فعلہ فی لیلتہ و فی فراشتہ ... حدیث 553 دار اللؤلؤۃ قاھرہ 2016ء)

شکر گزاری کا ایک واقعہ گذشتہ خطبہ میں بھی مَیں نے بیان کیا تھا تو اس کی تفصیل میں مزید یہ بھی ایک ہے۔

ایک اَور روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ بادل یا آندھی دیکھتے تو آپؐ کے چہرے سے معلوم ہو جاتا کہ آپؐ متفکّر ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہو گی لیکن مَیں دیکھتی ہوں کہ جب بھی آپؐ بادل دیکھتے ہیں تو آپؐ کے چہرے پر پریشانی معلوم ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ! مجھے کیا بات تسلّی دلا سکتی ہے کہ اس میں وہ آندھی کا عذاب نہ ہو گا۔ مَیں غیب کا علم تو نہیں جانتا۔ اب کون سی بات ہے جو مجھے تسلی دلائے کہ اس میں آندھی کا عذاب نہیں ہے جو پہلی قوموں پر آیا تھا۔ ایک قوم پر عذاب آیا تھا جب اس قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا جیسا کہ قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر ہے۔ تو مجھے کیا پتہ کہ اس میں کیا ہے اور کیا نہیں۔ اس لیے میں اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی محبت کی وجہ سے جو میرے دل میں ہے خوفزدہ ہو جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری مترجم (اردو) جلد 12 صفحہ 69-68 کتاب التفسیر / الاحقاف باب: فلما رأوہ عارضًا مستقبل اودیتھم... حدیث 4829 نظارت اشاعت ربوہ)

ایک اَور جگہ حضرت عائشہؓ نے یہی روایت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب آسمان میں بادل دیکھتے تو اِدھر اُدھر اندر باہر آتے جاتے اور آپؐ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور جب بادل برسنا شروع ہو جاتا تو آپؐ سے گھبراہٹ جاتی رہتی۔ نارمل طریقے سے بادل جب برستا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اس حالت کا سبب پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کہیں یہ ویسے بادل نہ ہوں جیسے عاد کی قوم نے سورۃ الاحقاف کی آیت کے مطابق کہا تھا کہ جب انہوں نے بادل اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تھا تو کہا تھا کہ یہ بادل آ رہا ہے جو ہم پر برسے گا لیکن وہ ان پر عذاب لے کر آیا۔

(صحیح البخاری مترجم (اردو) جلد 6 صفحہ 30-29 کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قولہ: وھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حدیث 3206 نظارت اشاعت ربوہ)

پھر روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے

صحابہؓ بادل سے برسنے والے پہلے قطرے کے لیے اپنا سر ننگا کر دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہمارے ربّ عزّوجلّ سے یہ تازہ نعمت آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔

(کنز العمال جلد 1 جزء 2 صفحہ 267 کتاب الاذکار/قسم الافعال اوقات الاجابۃ حدیث 4936 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

جب نارمل بارش ہوتی تھی تو اس میں یہ بھی آپؐ کا طریقہ تھا۔

عروہ بن زبیر کی ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا کہ مجھے وہ بدترین سلوک بتائیں جو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا آپؐ کی گردن میں ڈال کر آپؐ کا گلا زور سے گھوٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور انہوں نے عقبہ کا کندھا پکڑ کر اسے دھکیل دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا۔ آپ نے کہا: کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔

(صحیح البخاری مترجم (اردو) جلد 7 صفحہ 332 کتاب مناقب الانصار باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ حدیث 3856 نظارت اشاعت ربوہ)

یہ تو صرف اللہ کی محبت میں سرشار ہے اس میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کی عبادت کر رہا ہے اور تم اس کو مارنے پر تُلے ہوئے ہو۔

آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی عشقِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انہی عشق الٰہی کے نظاروں کو دیکھ کر مکہ کے لوگ یہی کہتے تھے کہ اِنَّ مُحَمَّدًا عَشِقَ رَبَّہٗ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا ہے۔

(المنقذ من الضلال از امام غزالی صفحہ 107 تبتل النبی ﷺ بحراء دلیل الانقطاع الی اللہ تعالیٰ دار المنہاج 2015ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات کے عاشق زار اور دیوانہ ہوئے اور پھر وہ پایا جو دنیا میں کبھی کسی کو نہیں ملا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ یعنی محمد اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 6، ایڈیشن 2022ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اَور جگہ فرماتے ہیں: ”صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مردِ صادق کا منہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفارِ قریش کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گئی اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھ کر اور فنافی الاطاعت کی حالت اور کمال محبت اور دلدادگی کے منہ پر روشن نشانیاں“ یعنی منہ پر عشق کی روشن نشانیاں ”اور اس پاک منہ پر نور الٰہی برستا مشاہدہ کر کے کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ کہ محمدؐ اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا ہے اور پھر صحابہ نے صرف وہ صدق اور محبت اور اخلاص ہی نہیں دیکھا بلکہ اس پیار کے مقابل پر جو ہمارے سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایک دریا کی طرح جوش مارتا تھا، خدا تعالیٰ کے پیار کو بھی تائیداتِ خارق عادت کے رنگ میں مشاہدہ کیا تب ان کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہے اور ان کے دل بول اٹھے کہ وہ خدا اس مرد کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اس قدر عجائبات الٰہیہ دیکھے اور اس

قدر نشان آسمانی مشاہدہ کئے کہ ان کو کچھ بھی اس بات میں شک نہ رہا کہ فی الحقیقت ایک اعلیٰ ذات موجود ہے جس کا نام خدا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہر یک امر ہے اور جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے وہ کام صدق و صفا کے دکھلائے اور وہ جانفشانیاں کیں کہ انسان کبھی کر نہیں سکتا جب تک اس کے تمام شک و شبہ دور نہ ہو جائیں اور انہوں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ وہ ذات پاک اسی میں راضی ہے کہ انسان اسلام میں داخل ہو اور اس کے رسول کریم کی بدل و جان متابعت اختیار کرے تب اس حق الیقین کے بعد جو کچھ انہوں نے متابعت دکھلائی اور جو کچھ انہوں نے متابعت کے جوش سے کام کیے اور جس طرح پر اپنی جانوں کو اپنے برگزیدہ ہادی کے آگے پھینک دیا۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 346)

یہ باتیں ممکن نہیں ہیں جب تک تجربہ نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے طریق کے بارے میں پوچھا کہ آپؐ کا طریق کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ معرفت میرا سرمایہ ہے۔ یعنی زندگی کے کیا پہلو ہیں یا کیا طریقہ ہے جس پر آپؐ کی زندگی کا مدار ہے۔

آپؐ نے فرمایا: معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کا اصل ہے۔ معرفت مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے یہ میرا سرمایہ ہے اور میری دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل دی ہے اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی محبت میں استعمال کرتا ہوں اور اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلتے ہوئے استعمال کرتا ہوں۔ یہ میرے دین کی اصل ہے اور بنیاد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہی میری زندگی کی اساس اور بنیاد ہے۔ خدا کی راہ میں آگے بڑھنے کا شوق میری سواری ہے۔ میں خدا کی راہ میں اور اس کی محبت میں آگے ہی بڑھتا چلا جاؤں۔ یہ وہ شوق ہے جو میری سواری ہے۔ اس پر سوار ہو کر میں مسلسل آگے بڑھ رہا ہوں اور مجاہدہ کرتا چلا جا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا دوست اور غمگسار ہے۔ میرا دوست کون ہے میرا غمگسار اور مجھے تسلی دینے والا کون ہے؟ وہ صرف خدا تعالیٰ کی یاد، اس کا ذکر اور دعائیں ہیں۔ خدا پر بھروسہ میرا خزانہ ہیں۔ میں صرف اسی پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں اور یہی میرا خزانہ ہے۔ تم جو طریق پوچھ رہے ہو تو یاد رکھو کہ غم و حزن میرا رفیق ہے۔ اگر کوئی غم یا صدمہ مجھے پہنچتا ہے تو یہ میرے ساتھی اور زندگی کا حصہ ہیں۔ مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔

پھر فرمایا کہ علم میرا ہتھیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ علم حاصل کرو کیونکہ علم حاصل کرنے سے ذہن کو جلا ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا عرفان مزید حاصل ہوتا ہے اور مجھے تو اللہ تعالیٰ علم سکھاتا ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے اس سے بڑھ کر کون سا ہتھیار ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہی میرا ہتھیار ہے جس کی بدولت میں ترقی کر رہا ہوں۔ دنیاوی علم میں بھی آپؐ نے دیکھا جیسے جنگوں کے واقعات میں مَیں نے پہلے بھی گذشتہ خطبات میں بیان کیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہ علم عطا کیا جس کی وجہ سے آپؐ بہترین منصوبہ بندی اور اعلیٰ planning فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کے پاس روحانی علم بھی بے شمار تھے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور وہ سب پر واضح ہے۔ ظاہر و باہر ہے۔

پھر فرمایا صبر میری رِداء ہے۔ یعنی میری رِداء صبر ہے۔ میرا لباس صبر ہے۔ اور خدا کی مرضی پر راضی رہنا میرا مال غنیمت ہے۔ میں اللہ کی مرضی پر راضی رہتا ہوں اور یہی میرا مال غنیمت ہے۔ فقر میرا فخر ہے اور ظاہری طور پر فقیری یا مالی کمی کی حالت ہو تو یہی میرا فخر ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقر کی حالت کے باوجود مجھے بے شمار نوازا ہے۔ زُہد میرا ہنر ہے۔ میرا ہنر زہد و تقویٰ ہے اور میں اسی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یقین میری قوّت ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے اور اسی سے مجھے قوّت ملتی ہے۔ سچائی میرا شفیع ہے۔ مَیں نے کبھی غلط بات نہیں کی اور سچائی ہی میری شفاعت کا ذریعہ ہے۔ اطاعت میرے لیے کافی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر کامل اطاعت سے عمل کرنے والا ہوں۔ جہاد میرا خلق ہے۔ چاہے وہ جسمانی جہاد ہے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں روحانی جہاد ہے یا اللہ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کا جہاد ہے۔ یہی میرا خلق ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اگرچہ یہ ساری باتیں ہیں لیکن میری آنکھوں کی اصل ٹھنڈک نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کی عبادت کرنا ہے۔ اس کی محبت کا اظہار کرنا ہے۔ ایک اَور حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا: میرے دل کا ثمرہ اللہ کا ذکر ہے اور میرا شوق میرے ربّ میں ہے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی از قاضی عیاض صفحہ 191 فصل فی خوفہ ﷺ من ربہ و طاعتہ لہ ... الخ
حدیث 348-347 جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم متحدہ عرب امارات 2013ء)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا نمونہ تھا جس کی چند مثالیں میں نے پیش کی ہیں۔ اسی نمونے کا اثر تھا کہ صحابہؓ میں ایک انقلاب پیدا ہوا اور انہوں نے وہ مقام پایا جس کا اس سے پہلے تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو پہلے میں نے پڑھا تھا اور یہی وہ کامل اور مکمل تعلیم ہے جسے آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنایا۔

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کی وجہ سے نوازا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے خواب میں دو دفعہ پنجابی میں مصرعے بتلائے گئے۔ ایک تو یہی ... کہ جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔ اور ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اس میں ایک مجذوب (جس میں محبت الٰہی کا جذبہ ہو) میری طرف آ رہا ہے۔ جب میرے (پاس) پہنچا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔ عشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 440-439، ایڈیشن 2023ء)

یعنی ولیوں کی نشانی یہی ہے کہ ان کے منہ پر عشق الٰہی برستا ہے اور مطلب یہی تھا کہ اس نے مجھے دیکھ کے یہ کہا کیونکہ اس کو عشق الٰہی نظر آیا تھا۔ نور نظر آیا تھا۔

آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں حاصل کیا۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

پس یہ آپ کا نمونہ تھا اور اسی لیے آپ نے جماعت قائم فرمائی تھی۔

آج ہم جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی ماننے والے ہیں اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ تجدید اور وعدہ کیا ہے کہ آئندہ ہم اپنی زندگیوں

کو خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں پھر اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ ہم نے ہر کام خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے اور اس کی محبت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ جب ہم یہ کریں گے تو پھر ہی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بھی بن سکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں ہونے کا صحیح حق ادا کر سکیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کر سکیں گے اور آپؑ کے حقیقی ماننے والوں میں شمار ہو سکیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی آجکل دعا کریں۔ دو دن ہوئے وہاں ایک مقدمہ جو مبارک ثانی صاحب کا چل رہا تھا، ان کو سیشن جج نے عمر قید کی سزا سنائی ہے۔ الزام یہ ہے قرآن کریم رکھا ہوا تھا۔ اسے پڑھتے بھی تھے اور پڑھاتے بھی تھے۔ یہ اب عدالتوں کا حال ہے۔ ان سے کیا بہتری کی امید کی جا سکتی ہے۔ اس فیصلہ پر تو غیروں نے بھی لکھا ہے کہ کیا مضحکہ خیز فیصلہ ہے۔ گو بعض مولویوں کی طرف سے عمومی طور پر اس فیصلے کو بڑا سراہا جا رہا ہے اور جج کی بڑی تعریف کی جا رہی ہے لیکن انصاف پسند جو لکھنے والے ہیں وہ یہ لکھتے ہیں۔ بعض لوگوں نے بظاہر مذاقیہ انداز میں لکھا ہے کہ اتنا بڑا جرم ہے کہ قرآن کریم پڑھتا ہے اور رکھا ہوا ہے گھر میں اور بچوں کو پڑھاتا ہے۔ تو یہ بہرحال ان نام نہاد علماء اور ان کے چیلوں کا حال ہے۔ حکومت کی جو انتظامیہ ہے وہ بھی ان مولویوں کے پیچھے چل کر اسی بات پر بعض جگہ عمل کر رہی ہے۔ بہرحال ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی جلد پکڑ کے سامان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان شاء اللہ جلد ان پر آئے گی اور اس کے آثار نظر بھی آ رہے ہیں لیکن اس کی فکر ہونی چاہیے کہ ہماری دعاؤں میں کمی یا عمل یا عبادت کے حق صحیح نہ ادا کرنے کی وجہ سے اس میں تعطّل نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس خوف سے بعض دفعہ بادلوں کو دیکھ کے دعا کیا کرتے تھے۔ پس دعاؤں کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

اسی طرح باقی دنیا کے مظلوموں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر ایک کو امن عطا فرمائے اور ہر فتنہ و فساد سے بچا کے رکھے۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب پڑھاؤں گا دو ذکر ہیں۔

ایک پہلا ہے **مولانا جلال الدین نیّر صاحب**۔ یہ قادیان میں سابق صدر، صدر انجمن احمدیہ اور صدر مجلس تحریک جدید تھے۔ گذشتہ دنوں یہ فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد مکرم ایچ حسین صاحب عالمی جنگ کے دوران آرمی میں بطور کلرک کام کر رہے تھے۔ اس دوران بصرہ میں 1922ء میں احمدیت قبول کی اور کیرالہ سے شائع ہونے والے جماعتی رسالہ ستیہ دوتن (SathiyaDooton) کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ کیرالہ کے رہنے والے تھے۔ فوج کے بعد وہاں آ گئے۔ مرحوم کے والد مکرم ایچ حسین صاحب 1950ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک برائے آبادی قادیان پر لبیک کہتے ہوئے اپنی پوری فیملی لے کر قادیان آ گئے اور وہیں آ کے آباد ہو گئے لیکن ایک سال کے اندر ہی قادیان میں ان کی وفات ہو گئی۔ مولانا جلال الدین صاحب نیّر کی والدہ محترمہ زبیدہ سلطانہ صاحبہ نے پھر وہاں دوسری شادی چودھری عبدالحق صاحب سے کر لی جو درویش تھے اور انہوں نے نیّر صاحب کے بھائی بہنوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

جلال الدین نیّر صاحب کی ابتدائی تعلیم قادیان میں ہوئی اور 1963ء میں انہوں نے مولوی فاضل کا

امتحان پاس کیا۔ پھر ان کا تقرر ہو گیا۔ پہلے انجمن میں بطور انسپکٹر بیت المال کے طویل عرصہ تک خدمت کی اور پوری ہندوستان کی جماعتوں کا یہ دورہ کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ سے بڑی محنت سے اور محبت سے انہوں نے افراد جماعت کو چندوں کے نظام میں شامل کیا اور اسی وجہ سے ان کا ہندوستان کے طول و عرض میں جماعتوں کے احباب کے ساتھ ذاتی تعلق بھی تھا۔ تریسٹھ سال تک مرحوم کو جماعتی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دوران انسپکٹر بیت المال آمد کے بعد بطور آڈیٹر، محاسب اور پھر لمبا عرصہ بطور ناظر بیت المال آمد خدمت کا موقع ملا۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے سات سال تک یہ صدر، صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی مقرر رہے اور پھر صحت نے جب تک اجازت دی صدر مجلس تحریک جدید بھی تھے۔ اسی طرح ذیلی تنظیموں میں بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ عبادت گزار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور خلافت کی ہر بات پر تعمیل کرنے والوں میں اوّلین لوگوں میں شامل تھے۔ کھلاڑی بھی تھے، ایتھلیٹ بھی تھے۔ اس لحاظ سے بھی انہوں نے وہاں بڑا آرگنائز کیا۔ ان کی شادی کشمیر کے ایک خاندان میں ہوئی تھی اور ان کی اہلیہ پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ مرحوم کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں جو جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم میر حبیب احمد صاحب کا ہے جو میر مشتاق احمد صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں اناسی (79) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بڑے شفیق، ملنسار اور خلافت کے فدائی وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی بھی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا بابو عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایڈیٹر رسالہ فاروق کے توسط سے 1903ء میں بیعت کی تھی۔ حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میر حبیب صاحب کے والد مشتاق احمد صاحب کو گود لیا تھا کیونکہ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ میر حبیب صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی اور پھر بی ایس سی کی اور پھر اس کے بعد ایم ایس سی فزکس کی ڈگری حاصل کی۔ پھر یہ باہر بھی چلے گئے۔

جماعتی خدمات ان کی یہ ہیں کہ 1970ء سے 1971ء تک تعلیم الاسلام کالج میں بطور مدرس تدریسی خدمت کا آغاز کیا۔ اس وقت کالج نیشنلائز نہیں ہوئے تھے۔ 73ء تا 76ء نصرت جہاں سکیم کے تحت سیرالیون گئے جہاں فری ٹاؤن میں فزکس کے استاد کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پھر 1976ء میں یہ واپس پاکستان آ گئے۔ پھر 76ء میں ہی واپس نائیجیریا چلے گئے اور وہاں 1987ء تک گورنمنٹ کے سکول میں کام کیا اور وہیں افریقہ میں رہتے ہوئے 1987ء میں ہی انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی اور بطور واقف زندگی وہاں 1987ء میں احمدیہ سینیئر سیکنڈری سکول اومائشہ (Umaisha) میں بطور پرنسپل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کا تقرر فرمایا اور جہاں آپ نے 1991ء تک خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد پھر واپس پاکستان آ گئے اور یہاں آ کے بھی جماعتی خدمت کرتے رہے۔ 1992ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے جائزہ کے لیے ان کو سیرالیون بھجوایا اور وہاں ان کی جو ماہرانہ رائے تھی اس کی رپورٹ پر وہاں کچھ کام ہوئے۔ 96ء میں نظارت تعلیم کے تحت ان کا تقرر نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ میں ہوا اور بطور استاد یہ

فزکس پڑھاتے رہے۔ وہیں ان کی ریٹائرمنٹ ہوئی۔ اسی طرح صدر عمومی کے دفتر میں بھی بطور والنٹیئر صدر عمومی کی اصلاحی کمیٹی میں کام کرتے رہے۔

ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ میرے شوہر صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ بہت نرم مزاج تھے اور کبھی کوئی ڈیمانڈ نہیں کی تھی۔ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ علم دوست انسان تھے۔ اگر کوئی ڈیمانڈ ہوتی اور کوئی آرہا ہو، تحفہ کا پوچھ رہا ہو تو یہی کہتے میرے لیے کتابیں لے آؤ اور علمی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا مطالعہ بھی بہت کرتے تھے۔ کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کرتے تھے۔ اگر بات بتانی نہیں ہوتی تھی تو خاموش رہتے تھے لیکن یہ نہیں کہ غلط بات کر جائیں۔ ان کی بیٹی نے بھی انہی اوصاف کا ذکر کیا ہے۔

مَیں نے بھی انہیں دیکھا ہے۔ بڑے شریف النفس انسان تھے اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے اور وقف کو وفا کے ساتھ نبھانے والے تھے اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

میر اسحٰق صاحبؓ کی نواسی سیّدہ لبنیٰ کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تھی جو میجر سعید احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ وہ تو ہم جانتے ہی ہیں جماعت میں مشہور ہیں۔ ان کا قرآن کریم کا ترجمہ بھی جماعت میں رائج ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/ جنوری 2026ء جلد 33 شمارہ 14 صفحہ 02تا08)

انڈیکس خطبات مسرور جلد 23

آیات قرآنیہ.....1-2
احادیث نبویہؐ.....3-4
الہامات حضرت مسیح موعودؑ.....5
مضامین.....6-29
اسماء.....30-54
مقامات.....55-73
کتابیات.....74-78

آیات قرآنیہ

البقرة

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ...(3)130

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (3) 152

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ...(4)122

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ...(150)261

اِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (159)374

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(39)161

اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ (178)543

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ...(186)129

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ...(187)117

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ... (195) 199

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ...(201)164

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (255)543

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...(258)119

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ...(262)539

آل عمران

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ...(32)632

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا...(68) 330

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا...(93)506،3،2،1

النساء

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ...(42)617

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ...(95) 247

المائدة

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ...(34)43

لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (106)607

الانعام

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ...(163)456،114

الاعراف

يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا...(139)420

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ(197)161

الانفال

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ...(34)125

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ...(64)146

التوبة

قَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ...(25)412

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (25) 425

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ...(26)441،412

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ...(27)412

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا...(42تا48)510

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ...(49)515-514

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ...(79)507

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ...(82-81)578،510

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ... (85-83)578

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ...(92)520،519،516

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ...(94)577

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ...(95)577

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ...(96)578

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا...(107)573

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا...(118)579

یونس

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ...(17)112

یوسف

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا...(92)306

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ...(93) 334،333،306

ابراهیم

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ...(8)374

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(10)149،133

النحل

يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ...(51)331

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ...(126)602

بنی اسرائیل

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ...(81)329،260

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ...(82) 329،327

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا...(91) 307

مریم

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا(72) 221

الانبیاء

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ...(88)124

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ(108)152

الحج

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا...(40)604

النور

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ...(54تا57)272

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ...(64)431

القصص

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ...(86)261

العنکبوت

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ...(47) 606

الاحزاب

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ...(22)615

الشوریٰ

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا...(41)47

الفتح

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا(2)61

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ...(19تا21)61

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ...(19)261

الحجرات

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى...(14)332

النجم

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى(20)396

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى(21)396

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى(22)396

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى(23)396

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ...(24)396

القمر

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ... (18)131

الصف

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(3)609

الطلاق

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا(4-3)158

نوح

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ...(24)402

الشمس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا(10)156،331

الضحیٰ

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى(7)631

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى(8)630،631

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى(9)631

احادیث

كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ46
خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ71
كَذَبَ مَنْ قَالَهُ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ۔ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ...74
وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ168
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ182
أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟197
إِنِّي أُعْطِي قُرَيْشًا أَتَأَلَّفُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ 462
لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ494
مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ503
اَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي 521
اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْأَرْضِ 522
هٰذِهِ طَابَةُ، وَهٰذَا أُحُدٌ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ574
وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا621
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، ...632
سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي633
سَجَدَلَكَ سَوَادِي وَخَيَالِي آمَنَ بِكَ فُؤَادِي...633

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف روانگی تک یہ دعا کرتے رہے:
اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْأَرْضِ522
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، ...632
اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیرے حضور نفع بخشے...633-632
سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي633
مَیں تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیری ناراضگی سے...633
سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَخَيَالِي آمَنَ بِكَ فُؤَادِي...633
تم کہو کہ مومنوں اور مسلمانوں میں سے اس گھر والوں پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے آگے جانے والوں...635

احادیث بالمعنیٰ

دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے...3
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا، وہاں محنت مزدوری کرتا...3
اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو...4
ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے...4
اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا...5-4
رمضان کے دنوں میں جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔ شیطان کو جکڑ دیتا ہوں اور جنت کے دروازے کھول دیتا ہوں117
جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں117
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے120
تم میں سے جس کے لیے بابِ دعا کھولا گیا تو گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے...122
ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے.....123
جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے...123
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں.....124-123
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ والی دعا جو بھی مسلمان کسی ابتلا کے وقت کرے گا...124
اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم ہے اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو...125
جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی

مثال.....133
قرآن والے اہل اللہ اور اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں135
جس نے قرآن کریم کے محرمات کو عملاً حلال سمجھ لیا اس کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں137
فتنوں سے خلاصی کی صورت کتاب اللہ ہے137
قرآن کریم کو ظاہر کر کے پڑھنے والا ظاہری طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے.....138
صدقہ بلاؤں اور خطرات اور فتنوں کو دور کرتا ہے138
دو آدمی ایسے ہیں جن کے بارے میں حسد جائز ہے...138
جو شخص قرآن کریم خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے139-138
کسوف و خسوف میرے مہدی کی آمد کا خاص نشان ہے جو رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں پر لگنا تھا143
گھریلو گدھے کے گوشت اور متعہ کی مناہی170
وہ چادر اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے جو اس نے غنیمت کے مال سے لے لی تھی174
غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف ادا کرنے کا ذکر186
سست اونٹ کے تیز ہونے کا واقعہ 191-190
تھوڑے پانی کا زیادہ ہونے کا معجزہ192-191
حضرت اسامہ بن زیدؓ کا ایک شخص کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کے باوجود قتل کرنا197
خالہ بمنزلہ ماں کے ہے 204
خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام 272
نبی ﷺ کو حضرت ام ہانیؓ کے سوا کسی نے چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا326
اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے...331
مکہ میں جنگ مجھ سے پہلے کسی کے لیے جائز نہ تھی اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی جائز کی گئی...331
فتح مکہ کے روز چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ سب کو امان دے دی345
مہمان کو جائز حق دو363
صفائی ایمان کا حصہ ہے366
دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے...368
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے369
میرے فلاں بندے نے تم پر احسان کیا تھا اور تم نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا.....375
آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند کرتے تھے523
غزوہ تبوک میں نمازیں جمع کرنے کا ذکر527
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کی بستیوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے ظلم کیا مگر یہ کہ تم رو رہے ہو۔529-528
سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو تندرست ہو، مال کی ضرورت ہو، حرص رکھتا ہو،...545
بہترین اور بدترین لوگوں کی تعریف558
انصار کے سارے گھروں میں ہی بھلائی ہے574
مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ جب بھی تم نے کوئی سفر کیا ہے یا کوئی وادی طے کی ہے تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہی تھے575
ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کریں604
تم لوگ میری سنت کی پیروی کرو، میرے عملوں پر چلو616
ایک صحابیؓ کو تین چار دفعہ نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی...619
کوئی اپنے عملوں سے جنت میں داخل نہیں ہو گا...620
اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرو621
اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیرے حضور نفع بخشے۔.....633-632
مَیں تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو کی پناہ میں آتا ہوں تیری سزا سے.....633

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

عربی الہامات

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ.....143

اردو الہامات

وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا91

جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو639

پنجابی الہام

عشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی639

مضامین

اللہ تعالیٰ / خدا تعالیٰ

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی نیکی 1

خدا تعالیٰ کی رضا مندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں 2

اگر تُو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تُو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ، جہنم حق ہے 51

اللہ تعالیٰ یاددہانی کروانے کے لیے اور اپنی رحمانیت کا اظہار کرنے کے لیے بار بار رمضان کو لے کے آتا ہے 118

اللہ تعالیٰ کے عاشق اور بندوں کا یہ کام ہے کہ مستقل اس کام کو کرنے کی کوشش کریں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے 118

اللہ تعالیٰ کے عشق میں تو سوائے نفع کے اور کچھ ہے ہی نہیں 118

سچا عاشق تو اللہ تعالیٰ کا قرب مانگتا ہے 118

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ایسی چیزیں ہیں جو ساتھ ساتھ چلتے ہیں 119

اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ایمان تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گا 119

قبولیت دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کی شرائط 119

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے 119

جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دعائیں نہیں سنتا وہ کفر کرتے ہیں 119

خدا تعالیٰ کے وجود کی دلیل 121

چاہیے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں 121

خدا ترسی کیا ہے؟ 121

غیب بھی خدا کا نام ہے 122

اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جاتی ہے اس میں سب سے زیادہ اس سے عافیت مطلوب کرنا محبوب ہے 122

اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مستقل اس کے آستانے پر جھکے رہیں 123

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے کی تلقین 124-123

تقدیر کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فردِ قرارداد جرم کو بھی رد کر دیتی ہے 124

اللہ صدق دل سے مانگی گئی دعا کو ردّ نہیں کرتا 125

خدا کے لیے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ گے 128

اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہے تو پھر ہی انسانوں کی طرف سے بھی بھلائیاں ہوتی ہیں 158

جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی... 161

انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ کا قدم بھی بڑھتا ہے 161

اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھو اور اس کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں 161

یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کے خزانے ہمیشہ بھرے ہوئے ہیں اور بھرے رہیں گے 162

خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ 164

اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنے کے لئے ہمیں اپنی زندگیاں کیسی بنانی چاہئیں؟ 165

حقیقی توبہ کرنے والا نیکی کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے والا بنے 220

نیکیوں پر قائم رہنے والا خدا تعالیٰ کا فیض پاتا ہے 278

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بنو خزاعہ پر حملہ والے واقعہ کا علم کشفی طور پر دیا 290

جب اللہ تعالیٰ کے لیے شکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہ قدر دانی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے 374

اللہ تعالیٰ تو مالک ہے اس نے بندوں کا شکریہ تو ادا نہیں کرنا بلکہ اس کا قدر کرنا ہی اس شکر گزاری کی قدر کرنا ہے... 374

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے علاوہ کام کرنے والے کارکنان کا بھی شکریہ ادا کریں 374

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے فوائد 541

اللہ تعالیٰ کے حضور مال دینے کی بہت سی راہیں 543

خدا پر احسان مت جتاؤ 591

اتحاد
خیبر کے یہود میں دوسرے یہود سے بہادری اور اتحاد زیادہ تھی 59
حضور انور ایدہ اللہ کی عرب ممالک کو اتحاد قائم کرنے کی تلقین 79
مختلف الخیال مسلمانوں کے اتحاد و اجتماع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے راہنما اصول 92
سیاسی معاملات میں مسلمان مکمل اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں 93
حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو ختم کر کے باہم اتحاد اور یگانگت کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا... 94
حضرت مصلح موعودؓ کی مسلمانوں کو نصیحت کہ باہمی تفرقہ اور اختلافات کو ترک کر دیں اور قومی مفاد کی خاطر اتفاق اور اتحاد سے کام کریں 95
جلسہ سالانہ اتحاد کا بھی مظہر ہے 378

احسان
یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو... 12
اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے عبادتوں کی بھی توفیق دی اور روزے رکھنے کی بھی توفیق دی 155
اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جماعت احمدیہ پر کہ ہم ایک ایسے نظام کا حصہ ہیں جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے فرمائی 272
میرے فلاں بندے نے تم پر احسان کیا تھا اور تم نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا..... 375
رسول اللہ ﷺ بچپن میں بھی احسان کرنے والے تھے 390
رسول اللہ ﷺ کا حنین والوں کے ساتھ احسان کا معاملہ 477
رسول اللہ ﷺ کا حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کے ساتھ احسان کا سلوک 495
کسی کو احسان جتانے کی خاطر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دینا چاہئے 544
جماعت پر کسی کا جس نے قربانی کی ہے کوئی احسان نہیں ہے 544
خدا پر احسان مت جتاؤ 591
شکر احسان کے مقابلے پر ہی ہوا کرتا ہے 617
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَیں بھی خدا کے احسان سے ہی بخشا جاؤں گا 620

احمدی
حضور انور ایدہ اللہ کی احمدیوں کو اور خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کو درود شریف اور دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی تلقین 15
پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں کی تحریک 36، 79، 154، 206، 281، 565، 640،
بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے دعاؤں کی تحریک 79، 281، 538، 565،
احمدی پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ جب پاکستان بن جائے گا تو مسلمان پھر ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا؟ جواب... 99
ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں جو کچھ ملنا ہے قرآن کریم کی برکت سے ملنا ہے 133
احمدی ہونے کے لیے شرائط بیعت پر عمل کرنا اور ان کو بدل و جان قبول کرنا ضروری ہے 144
بعض احمدی ان دنوں میں جو چاند اور سورج گرہن لگ رہا ہے اسے بھی نشان بتاتے ہیں... 144
آجکل کے مولوی یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں کو شہید کرنا اور ان پہ ظلم کرنا جائز ہے 197
بنیادی انسانی حقوق اور احمدیوں کے خلاف سرگرمیوں کو روکنے کے لیے انتہا پسند تنظیموں کو ban کرنا ضروری ہے 271
برکینا فاسو میں ڈوری کے مقام پر 8، 9 احمدیوں کی شہادت 278
احمدیوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا اور صحابہؓ کا بڑا مقام ہے 285
اگر کوئی احمدی ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے جس سے کسی بھی طرح غلط مطلب نکلتا ہو تو وہ جماعت کو بدنام کرنے والا ہے 285
احمدی کبھی ایسی باتیں نہ کریں جو دشمن کو بلاوجہ یہ موقع دے کہ احمدی نے یہ کہہ دیا اور وہ کہہ دیا 287
افریقہ کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 565
تبلیغ کا جہاد کرنے کی ہر احمدی کو نصیحت 612

اخلاق
مہمانوں کی طرف سے اگر کبھی کوئی سخت بات بھی سنیں تو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے صَرفِ نظر کرنے کی نصیحت 364
آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں قرآن کی گواہی 615
اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے 616

اخلاق کی تکمیل وہی کرتا ہے جو سب صفات کا حامل ہو 616
اخلاق فاضلہ نام ہے طبعی قویٰ کے صحیح استعمال کا 622
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا کیا معیار تھا؟ 624
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور صبر کی مثال 625

استغفار

استغفار عذابِ الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لیے سپر کا کام دیتا ہے 125
استغفار ایک ڈھال ہے 125
استغفار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بچائے گا 125
اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو 125
قرآن میں جہاں قوموں کی تباہیوں اور بد اعمالیوں کا ذکر ہے وہاں استغفار کرنے کی تلقین 139
قرآن کریم پڑھنے، استغفار کرنے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین، ایسا کرنے سے ہماری زندگیاں سنور جائیں گی 139
میر محمود احمد ناصر صاحب کی مربیان کو نصیحت کہ تسبیح، درود شریف، استغفار کو اپنا شعار بنائیں 251
کبھی ناراضگی کی صورت پیدا بھی ہو تو... خاموشی اختیار کریں اور استغفار کریں اور دعائیں پڑھیں 369

اسلام

اسلام افراط و تفریط کے رستے کو چھوڑ کر وہ وسطی تعلیم دیتا ہے جو دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد ہے 47
ترک سلطنت اور مرکزِ اسلام حجاز کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی راہنمائی 92
ترکوں یا اسلام کے خلاف بغض و تعصب کی وجہ 92
اسلام مخالف لوگ اسلام کو ایک عام مذہب کے طور پر خیال نہیں کرتے بلکہ... 92
مسلمان اپنی غلطی سے تائب ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور خود اسلام کو سمجھیں... 93
اسلام کی مذہبی اور سیاسی تعریف 93
اسلام کے استحکام کے لیے کیا ضروری ہے؟ 94
اسلام کی زندگی تبلیغ پر ہی موقوف ہے اور اس کے لیے مکمل نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے 94
اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی سیاسی ضروریات کے لیے ان لوگوں سے مل کر کام نہیں کر سکتے جن کو تم مسلمان نہیں سمجھتے 94
دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے؟ 98
آنحضرت ﷺ اور اسلام کا نام روشن کرنے اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے صحابہ کا رنگ اختیار کرنا ہو گا 146
اسلام کی مخالفت کے دور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلہ قائم کیا جائے گا وہ مسیح موعود ہی کا سلسلہ ہو گا 149
اگر اسلام کی مخالفت نہ ہوتی تو پھر مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت نہیں تھی 151
اپنے اعمال کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی نصیحت 156
اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ زبردستی اسلام قبول کروایا جائے 592
اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ 609

اطاعت

نبی اکرم ﷺ صحابہؓ کو نظم و ضبط اور اطاعت و فرمانبرداری جیسی صفات پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے 67
کامل ایمان یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کی جائے 119
جو اطاعت نہیں کرتا اس کی کوئی رائے نہیں 207
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی 208-207
میر (محمود احمد ناصر) صاحب خلافت نما وجود تھے جنہوں نے خلافت کی اطاعت اور خلافت سے محبت کر کے ہمیں دکھایا اور سمجھایا 254
جو خلافت سے منسلک ہوں وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں اور اس کے حکموں پر عمل کریں 276

اعتراض

احمدی پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے اچھا سلوک نہیں کیا۔... 99
کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات خیبر میں دیئے جانے والے زہر کی وجہ سے ہوئی۔ اس کا جواب 107
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ایک مشہور مستشرق ولیم میور کے حضرت صفیہؓ کی شادی پر اعتراض کا جواب 113
جب اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ یہ ہونا ہے تو پھر ہمیں دعائیں کرنے کی کیا ضرورت ہے 124
چندوں کی کیا ضرورت ہے؟ 138

فلاں سورت اس طرح پڑھو گے تو برکت ہو گی۔ فلاں وقت میں پڑھو گے تو برکت ہو گی... اس سوال کا جواب 140
الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس الزام کا جواب... 153
اعتراض کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگیں کیں 170-169
عمرۃ القضاء کے موقع پر عمرے پر جانے کے لئے ہتھیاروں کی کیا ضرورت تھی جبکہ معاہدہ ہو چکا تھا؟ 200-199
صرف دعاؤں سے تو کچھ نہیں ہو گا کچھ اَور کرنا چاہیے۔ ایسا کہنے والوں کو حضور انور ایدہ اللہ کا جواب 206
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاید جماعت احمدیہ میں بھی خلافت ملوکیت میں بدل جائے۔ اس خیال کا جواب 275
مستشرقین کے فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف وغیرہ کے بارے میں اعتراضات 482 تا 484
بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سختی کی ہے؟ اس اعتراض کا جواب 605
(جماعت احمدیہ) پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم جہاد نہیں کرتے؟ اس اعتراض کا جواب 612
ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کریں؟ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادتوں کی کیا ضرورت ہے؟ جواب 617

امن

اسلام افراط و تفریط کے رستے کو چھوڑ کر وہ وسطی تعلیم دیتا ہے جو دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد ہے 47
قیام امن کے لئے ضروری امور 94
امن اور شانتی کا مسئلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود انسان 99
امن کا قیام کیسے ممکن ہے؟ 99
عرب میں دستور تھا کہ مفتوحہ ملک کے سردار کی بیٹی یا بیوی سے ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے شادیاں کیا کرتے تھے 113
قرآن میں امن، سلامتی، محبت اور پیار کے احکامات ہیں 137
عمرۃ القضاۃ کو غزوۃ الامن بھی کہا جاتا ہے 199
پاکستان اور ہندوستان کے درمیان صلح اور امن کے لئے دعا کی تحریک 244
حضور انور ایدہ اللہ کا احمدیوں کو سوشل میڈیا پر امن و سلامتی کا پیغام دینے کی تحریک 244
حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب پیغام صلح امن و صلح کا پیغام دینے کے لئے تصنیف فرمائی 244
رسول اللہ ﷺ کا فتح مکہ کے موقع کر امن کا اعلان 313، 318
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جا سکتا 347
اس وقت دنیا میں امن کے لیے خدا کی ضرورت ہے 379
دنیا کے امن کے لئے دعا کی تحریک 429، 565

انفاق فی سبیل اللہ

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی نیکی 1
نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا 2
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ چندوں کی تحریک کرتے تھے تو صحابہؓ گھر میں جو کچھ ہوتا لے آتے... 4
جماعتی ضروریات کے لئے چندوں کی ضرورت ہوتی ہے 4
چندہ دینے کی برکات 4
رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے 4
دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا 5
چندہ میں حصہ لینے والوں کی مثالیں 6
چندہ وقف جدید میں حصہ لینے والوں کے واقعات 8 تا 11
چندوں کے مصارف 11 تا 12
چندہ وقف جدید کی رپورٹ 13 تا 15
چندوں کی کیا ضرورت ہے؟ 138
صدقہ بلاؤں اور خطرات اور فتنوں کو دور کرتا ہے ان کو ٹالتا ہے 138

ایمان

مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا 2
بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے 5
اگر تُو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تُو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ، جہنم حق ہے 51
ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھنے سے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں 117
اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ایسی چیزیں ہیں جو ساتھ ساتھ چلتے ہیں 119

کامل ایمان کیا ہے؟ 119
اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ایمان تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گا 119
جو شخص ایمان لاتا ہے اس کو عرفان دیا جاتا ہے 121
جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی..... 143
ہماری جماعت کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کریں اور اپنی ایمانی قوتوں کو یقین تک پہنچانے کی کوشش کریں 162
جو لوگ ایمان لائے جس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں... ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں 282
عکرمہؓ کے ایمان لانے سے ایک پیشگوئی کے پورے ہونے کا ذکر 358
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے 369
ایمان میں غفلت سے کام لینے والے کون لوگ ہیں 370
یہ رسول (محمد ﷺ) تمہارے لیے اسوہ ہے۔ صرف اس کی باتیں نہ سنو بلکہ اس پر عمل بھی کرو۔ ایمان لے آنا کافی نہیں ہے 615

ایم ٹی اے

ایم ٹی اے نے بھی جلسہ کی کارروائی کے درمیانی وقفوں میں مختلف معلوماتی پروگرام دکھائے جن کا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا 373
ایم ٹی اے نے دنیا کے تقریباً چھپن ممالک میں ایک سو انیس مراکز کے ساتھ جلسہ کو جوڑا 373
ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ سے مختلف چینلز پہ حضور انور ایدہ اللہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ سے خطابات نشر ہوئے 386
ایم ٹی اے افریقہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ پر تاثرات 386

بھلائی

تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لیے ہے 12
اگر ملانوں کو بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہبودی منظور ہوتی تو ہرگز ایسا نہ کرتے جیسا ہم (احمدیوں) سے کر رہے ہیں 151
اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہے تو پھر ہی انسانوں کی طرف سے بھی بھلائیاں ہوتی ہیں 158
آپؐ تو مجسم خیر و بھلائی ہیں اور جُود و سخا کے دریا ہیں 477
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی نجّار کے گھر... انصار کے سارے گھروں میں ہی بھلائی ہے 574

بیعت

شرائط بیعت میں اکثر شرائط یہی ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ کرو 120
احمدی ہونے کے لیے شرائط بیعت پر عمل کرنا اور ان کو بدل و جان قبول کرنا ضروری ہے 144
حضورؑ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیلِ تبلیغ کے نام سے ایک اعلان شائع فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت رکھیں 144
بیعت کرنے والا کس بات کا عہد کرے؟ 144
بیعت کا اگر حق ادا کرنا ہے تو پھر پہلی شرط یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھو مگر قصے کے طور پر نہیں 147
بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں 166
فتح مکہ کے دن عام بیعت کا اعلان 342

پیشگوئی مصلح موعودؓ

"وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا..." اور "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" ان خصوصیات پر حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ 91 تا 103
"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" اس پر نمونۃً چند حوالہ جات 92

تبلیغ

اسلام کی زندگی تبلیغ پر ہی موقوف ہے اور اس کے لیے مکمل نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے 94
حضورؑ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیلِ تبلیغ کے نام سے ایک اعلان شائع فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت رکھیں 144
جنہوں نے عہد کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن کریں گے اور... تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں گے تو پھر انہیں صحابہ کا رنگ بھی اختیار کرنا ہو گا 146
مخالفت جو ہے اس سے بھی پیغام پہنچ رہا ہے اور ہمارا بہت بڑا ذریعہ تبلیغ کا مخالفت ہے 151
جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیاں بھی خاموش تبلیغ ہیں 376
قرآن میں احسن رنگ میں تبلیغ کرنے کی ہدایت دی ہے 602
احسن رنگ میں تبلیغ کرنے کا فائدہ 602
تبلیغ کی شرائط اور آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے تبلیغ کرنی چاہئے ورنہ اس کا منفی اثر ہوتا ہے 602
تبلیغ کے میدان میں نئے نئے آنے والے بعض اوقات دلائل نہ آنے کی وجہ سے مایوسی کا شکار نہ ہوں... 602
داعی الی اللہ اور تبلیغ کا شوق رکھنے والوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی اہم ہدایات 603

تبلیغ کے بارے میں پہلی بات 603
افراد جماعت احمدیہ کو تبلیغ کے متعلق نصیحت 604
تبلیغ کرتے ہوئے سامنے والے کے علم اور عقل کے مطابق بات کریں 604
تبلیغ کرنے والا مظلوم کی بد دعا سے بچے 604
مبلغ ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لے 605
تبلیغ میں کسی مبالغے کی ضرورت نہیں 607
تبلیغ کرتے ہوئے غلط باتوں کے بیان کرنے کی مناہی 607
تبلیغ کے لئے اپنے اعمال کی درستی ضروری چیز ہے ورنہ نصائح کا اثر نہیں ہوتا 608
تبلیغ کا ایک اور اصول: جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو 609
جو لوگ چند دن تبلیغ کر کے سمجھتے ہیں کہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ ان کو حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت 610
امراء کی تبلیغ کا گر 611
تبلیغ کے بارے میں حضرت یوسفؑ کی مثال 611
تبلیغ کا جہاد کرنے کی ہر احمدی کو نصیحت 612

تحریک جدید

تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے جو چندے ہیں وہی خالصۃً مرکز میں آتے ہیں باقی تو مقامی ملکوں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے 11
تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے چندے کو اگر ملا لیں جو خالصۃً مرکز میں آتا ہے تو وہ تقریباً تیس اکتیس ملین پاؤنڈ بنتا ہے 12
تحریک جدید کا مختصر پس منظر 539
تحریک جدید کا آغاز 539
تحریک جدید کے آغاز کی وجہ 539
تحریک جدید کے ذریعہ ہونے والے کاموں کا تذکرہ 540
تحریک جدید میں قربانی کرنے والوں کے واقعات 547 تا 551
تحریک جدید کی مختلف ممالک کی رپورٹ 551 تا 553

تقدیر

تقدیر کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فردِ قرارداد جرم کو بھی رد کر دیتی ہے 124
جب اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ یہ ہونا ہے تو پھر ہمیں دعائیں کرنے کی کیا ضرورت ہے 124
تقدیر ایسی چیز ہے جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور وہ جب چاہے اسے بدل سکتا ہے 264

تقویٰ

چاہیے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں 121
تقویٰ کے بارے میں نصیحت 158
جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو گا 158
جب اللہ کی رضا حاصل ہو گی اور جب ہم تقویٰ پر چلنے لگیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے دروازے بھی کھولے گا 158
تقویٰ ایسی شئے نہیں ہے جو کہ صرف منہ سے انسان کو حاصل ہو جائے بلکہ شیطان اس میں بہکاتا ہے 160
حقیقی تقویٰ کیا ہے؟ 160
اگر مستقل شیطان سے بچنا ہے اور تقویٰ کے اوپر قدم مارنا ہے تو پھر اس کی شرط یہی ہے کہ عبادت کی طرف توجہ کرو 160
تقویٰ کے لیے ضروری ہے کہ موٹی موٹی برائیاں جو ہیں ان سے دور رہے 161
صرف برائی سے بچنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ برائی سے بچ کر نیکیوں کو بجالانا تقویٰ ہے 161

تکلیف

خدا تعالیٰ کی رضا مندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں 2
اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کا سرچشمہ ہے، ہر برائی سے بچانے والا ہے، ہر تکلیف سے نجات دینے والا ہے 118
صرف تکلیف اور ضرورت کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا بلکہ ہر وقت پکارنا ہے 123
جماعت میں داخل ہونے کے بعد تکلیفیں بھی پہنچتی ہیں۔ اگر تکلیفیں نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ممکن ہے 156
سوشل میڈیا کے فوائد کے ساتھ تکلیف دہ باتیں بھی ہیں 285
میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو اس لیے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں... 365
قرآن کریم میں غزوۂ تبوک کا ذکر ساعۃ العسرۃ یعنی تکلیف کی گھڑی کے نام سے کیا گیا ہے 498

توبہ

اگر دنیاداروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم

نے میرے ہاتھ پر توبہ کی 166
جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے غفور الرحیم خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے 166
حقیقی توبہ کرنے والا نیکی کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے والا بنے 220
عبد اللہ بن ابی سرح کی توبہ 354
کعب بن زہیر کی توبہ 360

توحید

وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا 145
توحید حقیقی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت، عزت... پر ظلم اور زور کی راہ سے حملے کیے گئے ہیں 149
اللہ تعالیٰ کی توحید قائم کرنے کا طریق 164
اللہ تعالیٰ کی توحید کا نرا زبان ہی سے اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں 165
اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنے کے لئے ہمیں اپنی زندگیاں کیسی بنانی چاہئیں؟ 165
توحید کی دلیل ہی نبوت کی دلیل 314
نماز آرام آرام سے پڑھو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ درود پڑھو۔ توحید اور تحمید کا ذکر ہو۔ رکوع اور سجدے بھی صحیح طرح ہونے چاہئیں 619

جلسہ

جلسہ سالانہ برطانیہ سے قبل دعاؤں کی تحریک 361
جلسہ سالانہ برطانیہ پر خدمت کرنے والے کارکنان کو نصائح 362، 364
جلسہ کی اہمیت 363
حضرت مسیح موعودؑ کا جلسہ کے دوران ایک ہی طرح کا کھانا پکانے کا ارشاد 365
جلسہ سالانہ برطانیہ کے اختتام پر خدا کے فضلوں کا ذکر اور اس کی شکر گزاری 373 تا 387
جلسہ کے آخری دن کی تعداد پچاس ہزار بن جاتی ہے 374
جلسہ سالانہ اتحاد کا بھی مظہر ہے 378
جلسہ سالانہ برطانیہ پر آنے والوں کی آراء 376 تا 385
جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں پریس والوں کی رپورٹ 385
جلسہ سالانہ جرمنی کے تمام شاملین کو دعا کی تحریک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلسہ کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق دے 429

جماعت احمدیہ

جماعت میں داخل ہونے کے بعد تکلیفیں بھی پہنچتی ہیں۔ اگر تکلیفیں نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ممکن ہے 156
ہماری جماعت کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کریں اور اپنی ایمانی قوتوں کو یقین تک پہنچانے کی کوشش کریں 162
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاید جماعت احمدیہ میں بھی خلافت ملوکیت میں بدل جائے۔ اس خیال کا جواب 275
جماعت احمدیہ میں ہمیشہ روحانی خلافت جاری رہے گی 275
جماعت احمدیہ کے کثرت کے ساتھ پھیلنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت کے ساتھ تھا... 278-277
اگر کوئی احمدی ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے جس سے کسی بھی طرح غلط مطلب نکلتا ہو تو وہ جماعت کو بدنام کرنے والا ہے 285
جماعت پر کسی کا جس نے قربانی کی ہے کوئی احسان نہیں ہے 544
جماعت احمدیہ حکمت اور دلائل کے ساتھ بات کرتی ہے 602
افراد جماعت احمدیہ کو تبلیغ کے متعلق نصیحت 604
جماعت احمدیہ کا کام کہ لوگوں کو بتائیں کہ دین میں محض خشک دلیلیں نہیں ہیں بلکہ نصیحت کے مختلف پہلو ہیں... 608
ہم (جماعت احمدیہ) پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم جہاد نہیں کرتے؟ اس اعتراض کا جواب 612

جنت

اگر تُو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تُو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ، جہنم حق ہے 51
رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں 117
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ 182
غیر احمدیوں کے نزدیک احمدیوں کو قتل کرنے سے جنت ملتی ہے 198
حضرت جعفرؓ کو جنت میں بازوؤں کی جگہ دو پر عطا 235
رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تعبیر کہ جنت میں ابو جہل کے لئے انگور کا خوشہ 358
آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ عثمانؓ جنت کے دروازے پر آئے اور بڑے زور سے دروازے کو کھٹکھٹایا 419
کوئی اپنے عملوں سے جنت میں داخل نہیں ہو گا... 620

جنگ (دیکھیں غزوہ)

جہاد
مسلمان کس چیز سے جہاد کرتے ہیں؟222
اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے...321
جہاد بھی ایسے اعمال میں سے ہے جن پر ہر زمانے میں عمل کرنا ضروری ہے612
جہاد کا طریقہ612
اس زمانہ میں جہاد کیا ہے؟612
ہم (جماعت احمدیہ) پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم جہاد نہیں کرتے؟ اس اعتراض کا جواب612

چندہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ چندوں کی تحریک کرتے تھے تو صحابہؓ گھر میں جو کچھ ہوتا لے آتے...4
جماعتی ضروریات کے لئے چندوں کی ضرورت ہوتی ہے4
چندہ دینے کی برکات4
دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا5
چندہ میں حصہ لینے والوں کی مثالیں6
چندہ وقف جدید میں حصہ لینے والوں کے واقعات 8 تا11
چندوں کے مصارف 11 تا12
چندہ وقف جدید کی رپورٹ 13 تا15
چندوں کی کیا ضرورت ہے؟138
انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لیے نہیں بلکہ چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کے لیے543

حسد
ابو شحم یہودی کا حسد62
دو آدمی ایسے ہیں جن کے بارے میں حسد جائز ہے...138
ابو عامر کا حسد کی آگ میں جلنا571

حقوق
مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد95
رمضان کے بار بار آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد یاد آجائیں118
شرائط بیعت میں اکثر شرائط یہی ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ کرو120
حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے122
معاشرے میں بھائی چارہ پھیلانے، حقوق العباد ادا کرنے جیسے احکامات کی طرف احمدیوں کو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے137
حقوق العباد کے لیے بھی حضورؑ نے فرمایا کہ آپس میں مل جل کے بیٹھو158
دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں159
میر محمود احمد ناصر صاحبؓ حقوق العباد کی ادائیگی کا اصل ذریعہ دعا کو ہی سمجھتے تھے252
بنیادی انسانی حقوق اور احمدیوں کے خلاف سرگرمیوں کو روکنے کے لیے انتہا پسند تنظیموں کو ban کرنا ضروری ہے271
تبلیغ کرنے والوں کے لئے نصیحت: حقوق العباد کا وہ معیار ہو کہ وہ کبھی کسی مظلوم کی بد دعا لینے والا نہ ہو605
اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کریں616

حکمت
وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم و حکمت دی...
ایسے شخص پر رشک جائز ہے3
رسول اللہ ﷺ کی شادیاں کرنے میں حکمت112
سریہ موتہ میں حضرت خالدؓ کی حکمت عملی225
قریش کا معاہدہ توڑنے کی خدائی حکمت 291
فتح مکہ کے فوراً بعد بتوں کے ٹھکانوں کو مسمار کرنا ایک پر حکمت فیصلہ 398
قریش کو اموال دینے کی ایک حکمت اور اس کے اثرات462
غزوہ تبوک کا سفر پر حکمت اور بابرکت ثابت ہوا591
حکمت کے معنی از لغت606
محل و موقع کے مناسب کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں607

خرچ
اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کے خرچ کو بھی ایک نیکی قرار دیا گیا ہے1
بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا2
حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے2
مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے2

جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ ایسے شخص پر رشک جائز ہے 3
رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے 4
فرشتے کی دعا: خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے 4
اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب تم مال کو میری خاطر خرچ کرو گے تو میں تمہیں دوں گا، بڑھا کے دوں گا 9
تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے جو چندے ہیں وہی خالصۃً مرکز میں آتے ہیں باقی تو مقامی ملکوں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے 11
قادیان، ساؤتھ امریکہ کے ملکوں میں، جزائر میں مرکز سے خرچ کیا جاتا ہے 11
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمد میں سے خرچ کیا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ 171
تبوک کی مہم کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مخیر لوگوں کو تاکید فرمائی کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں 502
اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے فوائد 541
اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیز خرچ کرنے کا ارشاد فرمایا؟ 542
صحت کی حالت میں اور ضرورت کی حالت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی اصل قربانی ہے 545
اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ کرنے کی مناہی 546

خزانہ

اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا... 5-4
بنو نضیر کا خزانہ 86

خلافت / خلیفہ

خلافت کے جاری رہنے کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی 272
مسلمانوں میں نظام خلافت قائم ہونے کا وعدہ از قرآن 273-272
خلافت کے جاری رہنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد 273
خلافت کے ساتھ جڑے رہنے اور خلافت کے نظام کے قائم کرنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی نصیحت 275
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاید جماعت احمدیہ میں بھی خلافت ملوکیت میں بدل جائے۔ اس خیال کا جواب 275
جماعت احمدیہ میں ہمیشہ روحانی خلافت جاری رہے گی 275
اللہ تعالیٰ نے خلافت کو جاری رکھنے کے لیے کس بات کی تلقین فرمائی؟ 276
جماعت سے وابستہ رہنے اور خلافت سے وابستہ رہنے میں ہی خدا کا فضل ہے 277
جماعت احمدیہ کے کثرت کے ساتھ پھیلنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت کے ساتھ تھا... 278-277
خلافت سے محبت کے واقعات 278
خلافت کے فیض سے حقیقی فیض پانے کا طریق 279
خلیفہ وقت سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے 279
خلیفہ وقت کی باتیں دنیا کے ہر احمدی کے لئے ہوتی ہیں 280-279
خلافت کے جاری نظام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں مالی قربانی کی روح پیدا کی 281
نظام خلافت سے جڑنے والوں کا فرض 281

خواب

خواب میں جگر نکال کر کسی کو دینے کی تعبیر 2
حضرت اخرمؓ کا اپنی شہادت کے متعلق خواب 52
حضرت صفیہؓ کے ایک خواب کا ذکر 110
مکرم الحاج محمد بلعربی صاحب کا اپنی بیعت سے قبل خواب 178
ابو سفیان کی بیوی ہند کا خواب 290
فتح مکہ کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا خواب 309
رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تعبیر کہ جنت میں ابو جہل کے لئے انگور کا خوشہ 358
امام شرف الدین بوصیری کو خواب میں رسول اللہ ﷺ نے قصیدہ بانت سعاد کی وجہ سے چادر دی 361
رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب جس میں آپؐ نے حَیس کا ایک لقمہ لیا۔ اس کی تعبیر 405
آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ عتّابؓ جنت کے دروازے پر آئے اور بڑے زور سے دروازے کو کھٹکھٹایا 419
خواب یا کشف میں خوشخبری ملنے سے انسان کی ہمت بڑھتی ہے 442
طائف کے محاصرے کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب 456
مکرم فہیم الدین ناصر صاحب کے متعلق ان کے والد کا ایک خواب 472
خواب میں مال دیکھنے کا مطلب کلیجہ ہوتا ہے 544
حضرت مسیح موعودؑ کو دو مرتبہ خواب میں پنجابی مصرعے بتلائے گئے 639

درود شریف

حضور انور ایدہ اللہ کی احمدیوں کو اور خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کو درود شریف اور دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی تلقین 15، 206
میر محمود احمد ناصر صاحب کی مربیان کو نصیحت کہ تسبیح، درود شریف، استغفار کو اپنا شعار بنائیں 251
حضور انور ایدہ اللہ کی جلسہ سالانہ کے دنوں میں درود کثرت سے پڑھنے کی نصیحت 371

دعا

حضور انور ایدہ اللہ کی احمدیوں کو اور خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کو درود شریف اور دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی تلقین 15
پاکستان کے حالات اچھے ہونے کے لئے دعا کی تحریک 35، 205-206،
پاکستان کے احمدیوں کو دعاؤں کی تحریک 36، 79، 154، 206، 281، 565، 640،
فلسطینیوں کے لئے دعاؤں کی تحریک 36، 79، 154، 244، 281، 429، 538، 565،
بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے دعاؤں کی تحریک 79، 281، 538، 565،
قبولیت دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کی شرائط 119
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے 119
جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دعائیں نہیں سنتا وہ کفر کرتے ہیں 119
دعا کیسے کرنی چاہئے؟ 120
ہر دعا سے پہلے یہ یقین ہو کہ خدا ہے اور وہ بے انتہا صفات کا حامل ہے 122
حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے 122
تم میں سے جس کے لیے بابِ دعا کھولا گیا تو گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے 122
دعا اس ابتلا کے مقابلے پر جو آچکا ہے اور اس کے مقابلے پر جو ابھی آنا ہو نفع دیتی ہے 122
دعا آنے والی مشکلات سے بچانے کا کام دیتی ہے 123
جب دعاؤں میں نیکی کی راہوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگو گے تو گذشتہ ابتلا سے بھی حفاظت میں آنے کے سامان ہوں گے اور آئندہ بھی بچتے رہو گے 123
جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہیے کہ فراخی اور آرام کے وقت کثرت سے دعا کرے 123
الزام لگ گیا سزا کا فیصلہ بھی ہو گیا تب بھی دعا اس کو ردّ کر دیتی ہے 124
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ والی دعا جو بھی مسلمان کسی ابتلا کے وقت کرے گا... 124
اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم ہے اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو... 125
جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں ... اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے 125
اللہ صدق دل سے مانگی گئی دعا کو ردّ نہیں کرتا 125
حصول فضل کا اقرب طریق دعا ہے 127
دعائے کامل کے لوازمات 127
جو دعا عاجزی اضطراب و شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے... 127
چاہے مزہ آئے دعا میں یا نہ آئے لیکن دعا کرتے رہو 127
اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے 127
دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے 128
مسلمان امت کے لئے دعا کی تحریک 154، 299
ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہے 162
درود پڑھنے کی تحریک 206
صرف دعاؤں سے تو کچھ نہیں ہو گا کچھ اَور کرنا چاہیے۔ ایسا کہنے والوں کو حضور انور ایدہ اللہ کا جواب 206
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ دو سو مرتبہ پڑھنے کی تحریک 206
دنیا کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 229، 298، 311، 429،
پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 229، 244
میر محمود احمد ناصر صاحبؒ حقوق العباد کی ادائیگی کا اصل ذریعہ دعا کو ہی سمجھتے تھے 252
جلسہ سالانہ برطانیہ سے قبل دعاؤں کی تحریک 361
کبھی ناراضگی کی صورت پیدا بھی ہو تو... خاموشی اختیار کریں

اور استغفار کریں اور دعائیں پڑھیں 369
جلسہ سالانہ جرمنی کے تمام شاملین کو دعا کی تحریک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلسہ کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق دے 429
دعا کے نتیجہ میں غزوہ تبوک کے سفر کے دوران معجزانہ بارش 532
افریقہ کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 565
دنیا کے مظلوموں کے لئے دعا کی تحریک 79، 640

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَمَا اَظْلَلْنَ... 71
اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَ رَبُّھُمْ وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھُمْ بِیَدِكَ... 73
اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَیْكَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ 434
اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَنْشُدُكَ مَا وَعَدْتَنِی اَللّٰھُمَّ لَا یَنْبَغِی لَھُمْ اَنْ یَظْھَرُوْا عَلَیْنَا 437
رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف روانگی تک یہ دعا کرتے رہے: اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْأَرْضِ 522
اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّكَ، ... 632
اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیرے حضور نفع بخشے... 632-633
سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ 633
مَیں تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیری ناراضگی سے... 633
سَجَدَ لَكَ سَوَادِی وَخَیَالِی آمَنَ بِكَ فُؤَادِی... 633
تم کہو کہ مومنوں اور مسلمانوں میں سے اس گھر والوں پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے آگے جانے والوں... 635

دین

شیخ مبارک احمد صاحب ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی ایک مثال تھے 37
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوا تا اس سے دین کے مسائل پیدا ہوں 115
رسول اللہ ﷺ کو بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اس سے تکمیل دین ہو 115
نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو 128
مسیح موعود کا کام تو دین کا پھیلانا ہے اور دینی کاروبار ہے 151
ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے 506
جماعت احمدیہ کا کام کہ لوگوں کو بتائیں کہ دین میں محض خشک دلیلیں نہیں ہیں بلکہ نصیحت کے مختلف پہلو ہیں... 608

ذکر

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے کی تلقین 124-123
اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ یہ ہر اس معاملے میں جسے تم چاہو تمہارا مددگار ہو گا 220
جلسہ کے ایام ذکر الٰہی میں گزارنے کی نصیحت 370
ذکر الٰہی ہی ہے جو انسان کے خیالات کو بھی پاک رکھتا ہے 370
جلسہ سنتے ہوئے بھی اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں... 370
ذکر الٰہی کرنے کے فائدہ 370
تمہیں خواہ کوئی انعام ملے یا نہ ملے تم ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ... 370
نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 545

رشک

دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے..... 3
قرآن کریم پڑھنے والے اور سننے والے کا رشک 138
مالی قربانی کرنے والے پر لوگ رشک کرتے ہیں 138
صحابہؓ کو بعد میں آنے والے لوگوں کا ذکر سُن کر رشک پیدا ہوا 237
ازواجِ مطہرات کے اخلاص اور آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات سے برکت کے حصول کی تشنگی کا ایک عجیب اور قابلِ رشک نظارہ..... 470

رضا

حقیقی مومن اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کیا کرتا ہے... 1
اللہ تعالیٰ ہر نیکی کا اجر دیتا ہے جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی جائے 1
خدا تعالیٰ کی رضا مندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں 2
جب اللہ کی رضا حاصل ہو گی اور جب ہم تقویٰ پر چلنے لگیں گے... 158
خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت سے مراد ہے کہ ... ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جائے 164

جلسہ پر ڈیوٹیاں دینے والے اللہ کی رضا کی خاطر یہ خدمتیں کرتے ہیں 381
ہمیشہ قربانی اور عہدے کے لیے خدا تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھنا چاہیے 468
عثمان بن عفّان اور عبد الرحمٰن بن عوف زمین پر اللہ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں 505
ایک صحابی حضرت علبہ بن زیدؓ کا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا معصومانہ انداز 508
کسی کو احسان جتانے کی خاطر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دینا چاہئے 544
مَیں تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو کی پناہ میں آتا ہوں تیری سزا سے..... 633

رمضان

رمضان اور نماز 117
جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں 117
رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں 117
رمضان میں عبادتوں کی طرف توجہ دلانے کی وجہ 117
رمضان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ موقع عطا کرتا ہے کہ ہم نئے سرے سے یہ عہد کریں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے والے بنیں گے... 118
رمضان کی عبادت کا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ اس لیے دیا ہے کہ تمہارے اندر رشد اور ہدایت پیدا ہو... 118
رمضان کے بار بار آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد یاد آجائیں 118
اللہ تعالیٰ یاددہانی کروانے کے لیے اور اپنی رحمانیت کا اظہار کرنے کے لیے بار بار رمضان کو لے کے آتا ہے 118
رمضان کے بار بار آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حقوق اللہ بھی یاد آجائیں اور حقوق العباد بھی یاد آجائیں 118
رمضان کی عبادتوں میں... اپنے محبوب کا قرب حاصل کرنے کی دعا کریں 118
رمضان اور قرآن 119
قرآن کریم کی اہمیت اور نسبت رمضان کے ساتھ بہت زیادہ ہے 129
رمضان میں قرآن کا کم از کم ایک دور مکمل کرنے کی نصیحت 131
کسوف و خسوف میرے مہدی کی آمد کا خاص نشان ہے جو رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں پر لگنا تھا 143
نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 545

سریہ

سریہ بطرف بنو فزارہ 17
سریہ بطرف بنو فزارہ کے اسباب 17
سریہ بطرف بنو فزارہ میں ام قرفہ کے قتل کے واقعہ پر بحث اور اس کا جھوٹا اور بناوٹی ہونا ظاہر 17 تا 21
سریہ عبد اللہ بن عتیکؓ 21 تا 27
سریہ عبد اللہ بن رواحہؓ 28 تا 30
سریہ عمرو بن امیہ ضمریؓ 30
سریہ کرز بن جابرؓ 41 تا 47
سریہ ذی قرد / غزوہ غابہ 47 تا 57
سریہ ابان بن سعیدؓ بطرف نجد 58-57
سریہ حضرت عمر بن خطابؓ بطرف تربہ 194
سریہ بشیر بن سعدؓ بطرف بنو مرہ 195-194
سریہ حضرت غالبؓ بن عبد اللہ لیثی بطرف میفعہ 195 تا 198
سریہ حضرت بشیر بن سعدؓ بطرف یمن و جبار 198
سریہ حضرت اخرم بن ابی عوجاءؓ بطرف بنو سلیم 204
سریہ حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ بطرف کدید 205-204
سریہ حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ بطرف فدک 207
سریہ حضرت شجاع بن وہبؓ بطرف سیّ 209-208
سریہ حضرت کعب بن عمیرؓ بطرف ذات اطلاح 209
سریہ حضرت عمرو بن العاصؓ بطرف بنو قضاعہ 240-239
سریہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ بطرف سیف البحر 240 تا 243
سریہ سیف البحر پر روانگی اور زاد راہ ختم ہو جانے کے متعلق تفصیل 241 تا 243
سریہ حضرت ابو قتادہؓ بطرف خضرہ 245 تا 247
سریہ حضرت ابو قتادہؓ بطرف وادی اضم 248-247
سریہ حضرت سعد بن زید اَشہلیؓ 401-400
سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف نخلہ 401
سریہ حضرت عمرو بن عاصؓ بطرف سُواع 403-401
سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف بنو جَذیمہ 410-403

سریہ یلملم 411-410
سریہ عرنہ 411
سریہ اوطاس 447-446
سریہ طفیل بن عمرو دوسی بطرف ذوا لکفین 448-447
سریہ قیس بن سعد بن عبادہؓ بطرف صداء 489-488
سریّہ حضرت عیینہ بن حصن فزاریؓ بطرف بنی تمیم 491-489
سریہ قطبہ بن عامرؓ بطرف خثعم 492-491
سریہ ضحاک بن سفیانؓ بطرف بنو کلاب 493-492
سریہ سلمہ بن مجززؓ بطرف جدہ 494-493
سریہ حضرت علیؓ بطرف فلس بنو طے 497-495
سریہ عکاشہ بن محصنؓ بطرف جناب 498-497
سریّہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف اکیدر بن عبد الملک 561 تا 563
سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف نجران 592
سریہ اسامہ بن زیدؓ کی تیاری اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات 595
سریہ اسامہ بن زیدؓ کی تعداد تین ہزار بیان کی جاتی ہے 597
سریہ اسامہ بن زیدؓ میں کسی مسلمان کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا 599

سفر

سائیں دیوان شاہ پیدل سفر کر کے قادیان جاتے تھے 7
محمد منیر ادلبی صاحب نے تبلیغ کے سلسلہ میں مختلف ممالک کا سفر بھی کیا 38
خیبر کی طرف سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تھیں 62
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا اپنے دو بھائیوں اور قبیلہ کے پچاس کے قریب افراد کے ساتھ مدینہ کے لئے بحری سفر 167
کشتی کے ذریعہ سفر کر کے مدینہ پہنچنے والوں کی فضیلت کا بیان 168
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ . . . والی آیت کو بارادہ سفر گھر سے نکلنے پر چسپاں کرنا کسی طرح درست نہیں 262
رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کی مہم کے لئے سفر کی تیاری رازداری سے کی 296
رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے لئے سفر کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں 298
فتح مکہ کے لئے سفر رمضان میں کیا گیا 304
فتح مکہ کے لئے سفر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ مل کر روزہ کس مقام پر افطار کیا؟ 304
غزوہ حنین کے لئے رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے 420
آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند کرتے تھے 523
مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ جب بھی تم نے کوئی سفر کیا ہے یا کوئی وادی طے کی ہے تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہی تھے 575

سوشل میڈیا

سوشل میڈیا پر امن و سلامتی کا پیغام دیں 244
سوشل میڈیا کے فوائد کے ساتھ ایسی باتیں بھی ہیں جو تکلیف دہ ہوتی ہیں 285
سوشل میڈیا پر جواب دینے میں بہت احتیاط سے کام لیں 285
جو خود ساختہ عالم بن جاتے ہیں ان کو حضور انور ایدہ اللہ نے سوشل میڈیا پر جواب دینے سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے 286
سوشل میڈیا پر غیروں کو جواب دینے کی بجائے خدا کے حضور جھکنے ، نمازوں کو سنوار کر ادا کرنے ، سجدوں میں درد پیدا کرنے کی نصیحت 286
سوشل میڈیا پر تبلیغ کرنا اچھی بات ہے پر تبلیغ کے لیے بھی کچھ شرائط اور آداب ہیں جنہیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے 602

سیرت النبی ﷺ

آپؐ کی مالی قربانی کے متعلق تحریک 03، 04
آپؐ کا مالی قربانی کے فضل کے متعلق ذکر 04
آپؐ کا جنگ میں عورت کو قتل نہ کرنے کا حکم 19
نبی اکرم ﷺ صحابہؓ کو نظم و ضبط اور اطاعت و فرمانبرداری جیسی صفات پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے 67
آپؐ سے اہلِ فدک کی مصالحت کا ذکر 170
آپؐ کا غزوۂ خیبر کے موقع پر یہود کو تورات کے صحیفے واپس کرنے کا حکم ارشاد فرمانا 173
رسول اللہ ﷺ کا فتح مکہ کے موقع کر امن کا اعلان 313
رسول اللہ ﷺ بچپن میں بھی احسان کرنے والے تھے 390
آپ ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ کی ایک جھلک 416
رسول اللہ ﷺ کا حنین والوں کے ساتھ احسان کا معاملہ 477
آپؐ تو مجسم خیر و بھلائی ہیں اور جُود و سخا کے دریا ہیں 477
رسول اللہ ﷺ کا حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کے ساتھ احسان کا سلوک 495
آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں قرآن کی

گواہی 615
آپ ﷺ کی عبادتوں کے معیار کیا تھے؟ 617
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَیں بھی خدا کے احسان سے ہی بخشا جاؤں گا 620
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا کیا معیار تھا؟ 624
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور صبر کی مثال 625
اللہ تعالیٰ کی محبت کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا بیان 630 تا 639
آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت 633
آپ کی اللہ کے حضور شکر گزاری 636
محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا 637

شادی

رسول اللہ ﷺ اور حضرت صفیہؓ کی شادی کا ذکر 107-108
رسول اللہ ﷺ کی زیادہ شادیاں کرنے میں حکمت 112
عرب میں دستور تھا کہ مفتوحہ ملک کے سردار کی بیٹی یا بیوی سے ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے شادیاں کیا کرتے تھے 113
حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی ایک بیوہ سے شادی کرنے کی وجہ 191
عمرۃ القضا کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور حضرت میمونہؓ کی شادی 202
رسول اللہ ﷺ کی حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے شادی نہ کرنے کی وجہ 204
حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ کی شادی میں جوان بیویاں آئیں لیکن آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے تعلق کو نہیں بھلایا 623

شرائط بیعت

شرائط بیعت میں اکثر شرائط یہی ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ کرو 120
حضورؑ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیلِ تبلیغ کے نام سے ایک اعلان شائع فرمایا اس میں دس شرائط بیعت رکھیں 144
احمدی ہونے کے لیے شرائط بیعت پر عمل کرنا اور ان کو بدل و جان قبول کرنا ضروری ہے 144
دس شرائط بیعت 145-144

شکر

اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری تو یہی ہے کہ ہم ان نیکیوں کو جاری رکھیں جو ہماری کمزوری میں نیکیاں تھیں 159
اللہ تعالیٰ نے ہماری ذمہ داری لگائی ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بنیں... 163
رسول اللہ ﷺ کی انتہا کی شکر گزاری کا ایک واقعہ 340-339
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس کے شکر گزار بندے بنو... 374
جب اللہ تعالیٰ کے لیے شکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہ قدر دانی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے 374
حقیقی شکر گزار سے خدا تعالیٰ کا سلوک 374
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے علاوہ کام کرنے والے کارکنان کا بھی شکریہ ادا کریں 374
شکر گزاری کس کس رنگ میں کی جا سکتی ہے 376-374
بندے کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے 375
شکر احسان کے مقابلے پر ہی ہوا کرتا ہے 617
رسول اللہ ﷺ کی خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا ایک واقعہ 636

شکست

خدا کے لیے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ گے 128
جب کوئی ایسی قوم کھڑی ہوئی جس کو شکست دینے سے فتح مکہ قریب ہو سکتی تھی تو اس کے ساتھ آپؐ نے ضرور جنگ کی 265
باطل یعنی شرک کے لیے شکست کھا کر بھاگنا تو ہمیشہ کے لیے مقدر تھا 330
غزوہ حنین میں دشمن کی شکست اور فرار کی تفصیلات 442

شہادت / شہید

مولویوں کے کہنے پر ڈسکہ میں مسجد کو مسمار کر دیا اور شہید کر دیا 36
حضرت اخرمؓ کی شہادت 51
حضرت اخرمؓ کا اپنی شہادت کے متعلق ایک خواب 52
حضرت محمود بن مسلمہؓ کی شہادت 73
مرحب کی مبارزت اور حضرت عامر بن اکوعؓ کی شہادت 74
غزوہ خیبر میں شہید ہونے والے صحابہؓ 85
محمد بن مَسلمہ نے اپنے بھائی جن پر چکی کا پاٹ گرایا تھا اور شہید ہو گئے تھے ان کے بدلے میں کِنانہ کو قتل کر دیا 86
نبی تو اس مقام اور مرتبہ کا حامل ہوتا ہے کہ وہ شہید بھی ہوتا ہے، صدیق بھی ہوتا ہے 107

صحابہؓ کی قربانیاں ہی ان کو شہادت کا رتبہ دینے والی ہیں 147
ایک حبشی غلام کی شہادت 169
حضرت بشیر بن سعدؓ کی شہادت 195
آجکل کے مولوی یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں کو شہید کرنا اور ان پہ ظلم کرنا جائز ہے 197
حضرت شجاعؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی 208
حضرت حارث بن عمیرؓ کی شہادت اور غزوہ مؤتہ 210
لئیق احمد چیمہ صاحب کی شہادت 214
حضرت زیدؓ کی شہادت 222
حضرت جعفرؓ کی شہادت 223
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت 224
محمد آصف صاحب ابن رفیق احمد صاحب کی شہادت 229
غزوہ مؤتہ میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے 238
ڈاکٹر طاہر محمود صاحب ابن غلام رسول صاحب کی شہادت 257
ڈاکٹر شیخ محمد محمود صاحب ابن شیخ مبشر صاحب دہلوی کی شہادت 267
شہادتوں کے باوجود لوگوں کے ایمان میں ترقی ہو رہی ہے 277
برکینا فاسو میں ڈوری کے مقام پر 8، 9 احمدیوں کی شہادت 278
حضرت عبداللہ بن ابو امیہؓ کی غزوہ طائف میں شہادت 308
عبد الکریم جمال جودہ صاحب کی غزہ میں اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے شہادت 386
حضرت نضیر بن حارثؓ کی جنگ یرموک میں شہادت 440
حضرت عبداللہ بن ابی امیہؓ کی شہادت 443
غزوہ حنین میں 4 صحابہؓ شہید ہوئے 443
حضرت ابو عامرؓ کی شہادت 447
غزوہ طائف میں بارہ صحابہؓ شہید ہوئے 458-457
سب سے افضل موت شہادت کی موت ہے 557

صبر

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے 120
قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے 156
صبر بھی ایک عبادت ہے 157
صبر کرنے والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں 157
صبر جیسی کوئی شے نہیں ہے 157
اوائل میں جو سچا مسلمان ہوتا ہے اسے صبر کرنا پڑتا ہے 158
وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے 273
حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو صبر کرنے کی نصیحت 286
جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے 286
بہت سی خرابیاں بدظنیوں کے نتیجہ میں یا چغلیوں کے نتیجہ میں یا بے صبری کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہیں 334
رسول اللہ ﷺ کی انصار کو اپنے بعد صبر کی تلقین 467
جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا 558

صحابہؓ

صحابہؓ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کے حریص رہتے تھے 2
ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لیے کیا کیا جانثاریاں کیں 146
آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کا مقام 146
مسیح موعودؑ کی جماعت نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے 146
صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے 146
ہم احمدیوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا اور صحابہؓ کا بڑا مقام ہے 285

صدقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا، وہاں محنت مزدوری کرتا... 3
تقدیر کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فردِ قرارداد جرم کو بھی رد کر دیتی ہے 124
صدقہ بلاؤں اور خطرات اور فتنوں کو دور کرتا ہے ان کو ٹالتا ہے 138
مال خرچ کرنے کے ضمن میں حضرت رابعہ بصریؒ کی دو روٹیاں صدقہ کرنے کی مثال 544
سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو تندرست ہو، مال کی ضرورت ہو، حرص رکھتا ہو... 545

صفائی

صفائی ایمان کا حصہ ہے 366
حضور انور ایدہ اللہ کی جلسہ کے دنوں میں ماحول اور غسل خانوں کی صفائی کی طرف توجہ دینے کی نصیحت 366
کھانا پلیٹوں میں بہت زیادہ بچ جاتا ہے اس کو ڈسپوز کرنا مشکل ہو

جاتا ہے جس کی وجہ سے صفائی کے شعبہ پر بوجھ پڑتا ہے 368
جلسہ سالانہ کے دوران کھانے کی مار کی اور دیگر جگہوں پر بھی صفائی کا خیال رکھنے کی تلقین 369
جلسہ پر آئے ہوئے احمدیوں کو نصیحت کہ واش رومز خود جب استعمال کرتے ہیں تو اس کے بعد اچھی طرح صفائی کر کے آیا کریں 378

طاقت

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو نصیحت فرمائی کہ جتنی طاقت ہے کھول کر خرچ کرو... 4
دجالی طاقتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا 36
خیبر کے یہود خطۂ عرب میں قوت و طاقت کی ایک اکائی سمجھی جانے والی قوم تھی 59
اللہ تعالیٰ کو ہی سب طاقتوں کا سرچشمہ سمجھنا چاہئے 119، 160
یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کے خزانے ہمیشہ بھرے ہوئے ہیں اور بھرے رہیں گے 162
فتح خیبر کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ جزیرۂ عرب میں یہود کی طاقت تقریباً ختم ہو کر رہ گئی 183
درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں 192
بنو ھوازن عرب کے طاقتور ترین قبائل میں سے ایک تھا 442

عالمی جنگ

بعض لوگوں کا اور بعض ملکوں کا یہ خیال غلط ہے کہ اگر عالمی جنگ ہوئی تو وہ بچ جائیں گے 244
جنگ کے پھیلنے کے امکانات بڑھتے چلے جا رہے ہیں... ایران پر اسرائیل نے حملہ کر دیا ہے 298

عبادت

رمضان میں عبادتوں کی طرف توجہ دلانے کی وجہ 117
رمضان کی عبادت کا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ اس لیے دیا ہے کہ تمہارے اندر رشد اور ہدایت پیدا ہو 118
اپنی عبادتوں میں... اپنے محبوب کا قرب حاصل کرنے کی دعا کریں 118
صبر بھی ایک عبادت ہے 157
اگر مستقل شیطان سے بچنا ہے اور تقویٰ کے اوپر قدم مارنا ہے تو پھر اس کی شرط یہی ہے کہ عبادت کی طرف توجہ کرو 160
رسول اللہ ﷺ کے عبادتوں کے معیار 617
سوال: ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کریں؟ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادتوں کی کیا ضرورت ہے؟ جواب 617
رسول اللہ ﷺ تکلف کی عبادت پسند نہیں کرتے تھے 619

عذاب

جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں... اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے 125
استغفار عذابِ الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لیے سپر کا کام دیتا ہے 125
اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو 125
جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے... 139
جن قوموں پہ اللہ کا عذاب آیا تھا ان کی بستیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے گزرنا چاہئے... 529
جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا 558
ایک قوم پر آندھی کا عذاب آیا 636

غزوہ

غزوہ خیبر 58 تا 64، 67 تا 79، 80 تا 89، 104 تا 115، 167 تا 175
خیبر کے مختلف قلعوں کی تقسیم کے بارے میں بیان 72
غزوہ خیبر میں قلعہ ناعم کی تسخیر 74 تا 79
خیبر کے دوسرے قلعہ کی فتح کا ذکر 81-80
خیبر کے تیسرے قلعہ، قلعہ زبیر بن العوام کی فتح کا ذکر 81
غزوہ خیبر میں شق کے دونوں قلعوں کا محاصرہ اور فتح کا ذکر 83-82
غزوہ خیبر میں کتیبہ کے تین قلعوں کا محاصرہ و فتح کا ذکر 84-83
غزوہ خیبر میں شہید ہونے والے صحابہؓ 85
خیبر کے بعض متفرق واقعات 85 تا 89
غزوہ خیبر کے بعد یہود کی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش 104 تا 107
غزوہ خیبر اور حضرت صفیہؓ کی شادی 107 تا 114
خیبر کے ایک شخص کے حبشی غلام یسار کے مسلمان ہونے کا واقعہ 169
خیبر کے موقع پر بعض فقہی مسائل 170
خیبر کے اموال غنیمت اور اسکی تقسیم 171
خیبر کے اموال غنیمت میں جو تورات کے صحیفے تھے یہود کو

واپس کر دیئے گئے 173
غزوہ خیبر کے بعد کے واقعات 181
فتح خیبر کے اثرات 183
غزوہ وادی القریٰ 175-174
غزوہ ذات الرقاع 184
غزوہ ذات الرقاع میں بعض معجزات و واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے 187 تا 193
غزوہ عمرۃ القضاء 198 تا 204
غزوہ عمرۃ القضاء کے مختلف نام 199
غزوہ عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی اور حضرت میمونہؓ کی شادی 202
غزوہ مؤتہ 210 تا 213، 220 تا 228، 232 تا 239
غزوہ مؤتہ کے اسباب و پس منظر 211-210
غزوہ بدر میں شامل ہونے والوں کی فضیلت کا بیان 227
شہدائے مؤتہ کے بارے میں روایات 238
غزوہ فتح مکہ 260 تا 267، 288 تا 298، 300 تا 311، 312 تا 321، 323 تا 334، 337 تا 348، 351 تا 361، 388 تا 396
فتح مکہ کی بشارت و پیشگوئی 260 تا 267
فتح مکہ سے پہلے جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان سب کا مقصد فتح مکہ کا راستہ صاف کرنا تھا 265
غزوہ فتح مکہ کا سبب 288 تا 293
غزوہ فتح مکہ پر جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعا 298
فتح مکہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی روانگی 303-302
فتح مکہ کے سفر کے دوران چند دن رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا لیکن پھر آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا... 304
فتح مکہ کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا ایک خواب 309
فتح مکہ کے وقت دس ہزار آگیں روشن کروانا 312
فتح مکہ کے موقع پر لڑائی کا ذکر 317
فتح مکہ کے بعد بھی کعبہ کی کنجیاں رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن طلحہ ہی کو دے دیں 337
فتح مکہ کے دوسرے دن بنو خزاعہ کے ایک شخص نے بنو ہذیل کے ایک مشرک کو قتل کر دیا... واقعہ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان 338
فتح مکہ کے دن عام بیعت کا اعلان 342
فتح مکہ کے روز جن مجرموں کے قتل کرنے کا حکم صادر ہوا... تفصیلی بحث 344 تا 348
فتح مکہ کے واقعات کی تفصیل 351 تا 361، 388 تا 396
غزوہ حنین 412 تا 416، 419 تا 429، 431 تا 440، 441 تا 446
غزوہ حنین میں پہلی بار رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو بھی شامل کیا 421
غزوہ حنین میں مسلمانوں کی تعداد 420
غزوہ حنین اور مشرکین کے جاسوس 422
غزوہ حنین میں دشمن کی تعداد 424
غزوہ حنین میں مہاجرین و انصار میں جھنڈوں کی تقسیم 424
غزوہ حنین میں میدان جنگ سے ڈر اور خوف کے مارے فرار ہونے والے تمام مسلمان بالکل بھی نہیں تھے 429
غزوہ حنین میں دشمنوں کے تیر اندازوں کی وجہ سے جو بھگدڑ مچی اس کی تفصیل 431
غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون کون ثابت قدم رہا 434
غزوہ حنین میں صحابیات کی ثابت قدمی 435
غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کا کفار پر کنکریاں پھینکنا اور دعا کرنا 437
غزوہ حنین میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ 440، 459، 465، 468، 476 تا 478
غزوہ حنین میں نازل ہونے والے فرشتوں کے متعلق مختلف بحثیں 441
غزوہ حنین میں بنو ھوازن کے کتنے لوگ قتل ہوئے؟ 443-442
غزوہ حنین میں 4 صحابہؓ کی شہادت ہوئی 443
غزوہ حنین کے اموال کی تقسیم کے بارے میں منافقین کی گستاخی اور بے ادبی 462
غزوہ حنین کے اموال کی تقسیم کے متعلق انصار کی کچھ باتیں آپ ﷺ کو پہنچیں اس پر آپ ﷺ کی اور انصار کی بات چیت 465 تا 468
غزوہ طائف 448 تا 451، 453 تا 464
طائف کے محاصرے کے موقع پر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ راہنمائی مل گئی تھی کہ یہ محاصرہ ختم کر دیا جائے 456
غزوہ طائف میں بارہ صحابہؓ شہید ہوئے 458-457
غزوہ تبوک 498 تا 500، 501 تا 511، 514 تا 524، 527 تا 538، 555 تا 565، 567 تا 576، 577 تا 585، 589 تا 592
غزوۂ تبوک کے اسباب اور عوامل اور پس منظر کیا تھے؟ 498 تا 500، 501 تا 503

غزوہ تبوک کو غزوۃ الفاضحہ بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ کی وجہ سے بہت سے منافقین کا حال کھل کر سامنے آ گیا498
غزوہ تبوک میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی مالی قربانی 505-503
غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تعداد522
غزوہ تبوک میں جھنڈا کس کس صحابیؓ کو دیا522
غزوہ تبوک کے سفر میں قوم ثمود کے کھنڈرات سے گزرنے کا بھی ذکر ملتا ہے528
غزوہ تبوک کے سفر میں آنحضرت ﷺ کی اونٹنی گم ہونے کا واقعہ بھی پیش آیا529
دعا کے نتیجہ میں غزوہ تبوک کے سفر کے دوران معجزانہ بارش532
غزوہ تبوک میں پہرے داری534
غزوہ تبوک کے سفر میں جن مقامات پر پڑاؤ کیا گیا556
غزوہ تبوک کے سفر میں صحابہؓ کو بعض نصائح558
غزوہ تبوک اور منافقوں کے عزائم 567
غزوہ تبوک پہ جانے سے قبل منافقین کی رسول اللہ ﷺ سے ایک مسجد کے افتتاح کی درخواست572
غزوہ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ کے استقبال کا ذکر575
منافقین کا غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے پر عذر577
غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی578
غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے چار طرح کے لوگ تھے579
غزوہ تبوک اور حضرت کعب بن مالکؓ 579
غزوہ تبوک کا سفر پر حکمت اور بابرکت سفر 591
آنحضرت ﷺ کا آخری غزوہ، غزوہ تبوک تھا594

غیب

غطفانیوں کا فرار اور خدا تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد70
غیب بھی خدا کا نام ہے122
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ... میں غیب کی خبر دی گئی ہے261
رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو شام کی ایک جگہ کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر غیب کی خبر دی533

فتح

خدا کے لیے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ گے128
خیبر کی فتح کے مسلمانوں کے حق میں اثرات183
قرآن کریم میں فتح مکہ کی پیشگوئی261
فتح مکہ سے پہلے جس قدر جنگیں ہوئیں ان سب کا مقصد صرف یہی تھا کہ فتح مکہ کا راستہ صاف کیا جائے265

قرآن

قرآن کریم پڑھنے کی طرف بھی رمضان میں خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے119
قرآن کریم میں سات سو سے زیادہ احکام ہیں119
قرآن کے حکموں پر عمل کرنے کی نصیحت119
آنحضرت ﷺ نے تو قرآن کریم کو خاص توجہ سے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے129
قرآن کریم کی اہمیت اور نسبت رمضان کے ساتھ بہت زیادہ ہے129
قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کی نصیحت129
قرآن سے فائدہ اٹھانے کا طریق یہ ہے کہ اسے پڑھ کر اس پر عمل کریں129
تقویٰ پر چلنے کے لیے، ایک حقیقی مومن بننے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پر عمل ضروری قرار دیا ہے130
رمضان میں قرآن کا کم از کم ایک دور مکمل کرنے کی نصیحت131
قرآن کریم کی تفاسیر پر غور کرنے اور عمل کرنے کی نصیحت132
قرآن کریم کو پڑھنے کا مستقل شوق پیدا کروانا والدین کا کام ہے...132
والدین کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی نصیحت تا کہ بچوں کے سوالوں کا وہ خود جواب دے سکیں132
ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں جو کچھ ملنا ہے قرآن کریم کی برکت سے ملنا ہے133
قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے133
قرآن کریم ہی وہ تعلیم ہے جو ہمیں کامیابیوں سے سرفراز کرنے والی ہے133
جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال...133
قرآن کریم کو ہمیں بار بار پڑھنے اور سمجھنے کی خواہش ہونی چاہیے134
جو شخص نہ قرآن پڑھتا ہے، نہ اس پر عمل کرتا ہے تو اس کی زندگی تو پھر منافقت کی انتہا کی زندگی ہے135
قرآن والے اہل اللہ اور اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں135
قرآن کریم کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے135

جس نے قرآن کریم کے محرمات کو عملاً حلال سمجھ لیا اس کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں 137
فتنوں سے خلاصی کی صورت کتاب اللہ ہے 137
قرآن میں امن، سلامتی، محبت اور پیار کے احکامات ہیں 137
قرآن کریم کو ظاہر کر کے پڑھنے والا ظاہری طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے..... 138
جو شخص قرآن کریم خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے 139-138
قرآن کریم کو سنوار کے پڑھنے کی وضاحت..... 139
قرآن میں جہاں قوموں کی تباہیوں اور بد اعمالیوں کا ذکر ہے وہاں استغفار کرنے کی تلقین 139
قرآن کریم پڑھنے، استغفار کرنے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین، ایسا کرنے سے ہماری زندگیاں سنور جائیں گی 139
دل کی اگر سختی ہو تو اس کو نرم کرنے کے لیے یہی طریقہ ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے 140
قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے 140
قرآن کر تدبر کرنے کی نصیحت 140
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے... 140
بیعت کا اگر حق ادا کرنا ہے تو پھر پہلی شرط یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھو مگر قصے کے طور پر نہیں 147
قرآن کریم کے بھیجنے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے 152
لفظ ضلال کے معنی 630
قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاؤں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے 631
کوئی ایسی بات نہیں ہے جو دنیا کا انسان پیدا کر سکے یا نکال سکے اور قرآن شریف میں موجود نہ ہو 632

قرب الٰہی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے مختلف جگہوں میں مختلف رنگ میں تلقین کی گئی ہے 1
اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ایمان تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گا 119
اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا طریق 128
کن باتوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوتا 159
رسول اللہ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرو 621

قربانی

صحابہؓ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کے حریص رہتے تھے 2
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی قربانی کی بہت زیادہ تحریک فرمائی تھی 3
مالی قربانی کے کتنے فضل ہوتے ہیں؟ 4
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی قربانی کا معیار 5
حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی مالی قربانیوں کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں تحریری سند دی 6
مالی قربانی کی مثالیں 7
وقف جدید کے ستاسٹھواں سال میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے ایک کروڑ 36 لاکھ 81 ہزار پاؤنڈ یعنی تقریباً چودہ ملین کی مالی قربانی پیش ہوئی ہے 13
صحابہؓ قربانی کر کے بھی مہمان نوازی کرتے تھے 363
رسول اللہ ﷺ کی مالی قربانی کا ذکر 503 تا 509

قسم

آنحضرت ﷺ کے قسم کھانے کی وجہ اور قسم کی اہمیت 519-518

کارکن

کارکنان اپنے آپ کو بڑے شوق اور جذبے سے جلسہ کی ڈیوٹیوں کے لئے پیش کرتے ہیں 361
ہر کارکن یہ سوچ کر جلسہ کے دن گزارے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کی توفیق دی ہے 362
ہر طرح سے خدمت اور مہمان نوازی کرنا ہر کارکن،... کا فرض ہے جو کسی بھی محکمے یا شعبہ میں کام کر رہا ہے 364
جلسہ گاہ میں پھر مختلف پروگراموں کے لیے لوگوں کو لاتے ہوئے کارکنان کو نرمی اور پیار سے توجہ دلانے کی نصیحت 366
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے علاوہ کام کرنے والے کارکنان کا بھی شکریہ ادا کریں 374، 375
کارکنان کو بھی شکر گزار ہونا چاہئے... وجہ 376-375

کشف

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بنو خزاعہ پر حملہ والے واقعہ کا علم کشفی طور پر دیا 290

فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کشفی طور پر ابو سفیان کے قریب آنے کی خبر دی 310
خواب یا کشف میں خوشخبری ملنے سے انسان کی ہمت بڑھتی ہے 442
حضرت معاویہ مزنیؓ کی مدینہ میں وفات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو کشفاً دی 564

گناہ

ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھنے والے کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں 117
رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلّی فتح پا کر... ان کا گناہ بخش دیا 345
اسلام ماقبل کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے 359
نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں 448
عظیم گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹی زبان ہے 557
شراب گناہ کی جامع ہے 557
لوگوں میں سے بدترین وہ گناہگار آدمی ہے جو کتاب اللہ کی کسی بات کی طرف رجوع نہیں کرتا 558
گناہ کی تعریف 622
آپؐ آسان راستہ اختیار کرتے بشرطیکہ آسان راستہ اختیار کرنے میں کوئی گناہ کا شائبہ نہ پایا جائے 622

مال

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی نیکی ہے 1
مال کے ساتھ محبت نہیں ہونی چاہئے 1
خواب میں دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دے دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے 2
مالی قربانی کے کتنے فضل ہوتے ہیں؟ 4
دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس نے جماعتی نظام کو چلانے کے لیے مالی تحریک نہ کی ہو 11
وہ چادر اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے جو اس نے غنیمت کے مال سے لے لی تھی 174
رسول اللہ ﷺ کی مالی قربانی کا ذکر 503 تا 509
اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کی مثال 540، 544،
مالی قربانیاں کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ خواہشات کو پورا کرتا ہے 541
مالی قربانی کرنے سے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اجر ملتا ہے 541
اللہ تعالیٰ نے مال کو بڑھا چڑھا کر واپس کرنے کا وعدہ فرمایا ہے 541
اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ... 542
تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے 544
نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 545
خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے اس دنیا میں بھی برکت ملتی ہے اور اگلے جہان میں بھی 546

محبت / عشق

مال کے ساتھ محبت نہیں ہونی چاہئے 1
اصل نیکی وہی ہے کہ تم وہ چیز دو اللہ کی راہ میں جس سے تم محبت کرتے ہو 1
اللہ تعالیٰ کے عشق میں تو سوائے نفع کے اور کچھ ہے ہی نہیں 118
قرآن میں امن، سلامتی، محبت اور پیار کے احکامات ہیں 137
اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھو اور اس کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں 161
خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ 164
اللہ تعالیٰ کی توحید کا نرا زبان ہی سے اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں 165
اللہ تعالیٰ کی محبت کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا بیان 630 تا 639
رسول اللہ ﷺ کی خدا تعالیٰ سے محبت 631
اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی محبت عطا فرما جس کی محبت مجھے تیرے حضور نفع بخشے..... 633-632
رسول اللہ ﷺ کی اپنے رب سے محبت دیکھ کر لوگ یہ کہتے اِنَّ مُحَمَّدًا عَشِقَ رَبَّهٗ 637
ولیوں کی نشانی یہی ہے کہ ان کے منہ پر عشق الٰہی برستا ہے 639

مربی / مبلغ

میر محمود احمد ناصر صاحب کی مربیان کو نصائح 251
ایک مبلغ اور داعی الی اللہ کو تبلیغ کرنے کے سارے لوازمات پورے کرنے چاہئیں 603
مربیان کو چاہیے کہ افراد جماعت کی تربیت کر کے ایسی فوج تیار کریں جو یہ جہاد کرے 613
مربیان کی ذمہ داری ہے کہ تربیت کے ساتھ افراد جماعت

تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی جوڑنا ہے 613
تبلیغ کس طرح کرنی چاہیے اور ایک مربی کو کس طرح ہونا چاہیے؟ 613
مربی کے اندر تزکیہ نفس ہونا چاہیے 613
مربیان کو تہجد کی عادت ہونی چاہئے 613
قرآن کریم کا مطالعہ خود بھی گہرائی سے کرے اور جماعت کے افراد کو بھی مطالعہ کی طرف توجہ دلائے 613
خوش آمدی نہیں ہونا چاہیے 613
لوگوں سے تعلقات بہتر کرنے چاہئیں 613
بدی کی جرأت سے تردید کرنے کا بھی حوصلہ ہونا چاہیے 613
مستقل مزاجی کی عادت ہونی چاہیے 614
غور و فکر کرنے کی عادت ہونی چاہیے 614

مسجد

کراچی میں دہشتگردوں نے احمدیوں کی مسجد کو شہید کر دیا 206
مسجد بشارت سپین کے سنگ بنیاد کے موقع پر جس بنیادی پتھر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دعا کروائی تھی وہ پتھر حضرت محترم میر صاحب نے اٹھایا ہوا تھا 250
روزانہ پانچ وقت نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کریں 251
مسجد ضرار بنانے کا واقعہ 573
مسجد ضرار کا ذکر قرآن میں 573
مسجد ضرار بنانے والے منافقوں کی تعداد بارہ تھی 573
آنحضرت ﷺ کی سنت تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کرتے 577

مسلمان

سیاسی معاملات میں مسلمان مکمل اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں 93
حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو ختم کر کے باہم اتحاد اور یگانگت کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا... 94
تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی مسلمانوں کی ترقی کے لیے خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے 94
اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی سیاسی ضروریات کے لیے ان لوگوں سے مل کر کام نہیں کر سکتے جن کو تم مسلمان نہیں سمجھتے 94
حضرت مصلح موعودؓ کی مسلمانوں کو نصیحت کہ باہمی تفرقہ اور اختلافات ترک کر دیں 95
مسلمان قومی مفاد کی خاطر اتفاق اور اتحاد سے کام کریں 95
مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد 95
مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ مسلمانوں کے منتخب نمائندوں اور سیاسی انجمنوں کے ذریعہ ہو 96
جب پاکستان بن جائے گا تو مسلمان پھر احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا؟ جواب... 99
اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ 609

معجزات

غزوہ ذات الرقاع میں بعض معجزات و واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے 187 تا 193
دعا کے نتیجہ میں غزوہ تبوک کے سفر کے دوران معجزانہ بارش 532
تبوک کے چشمہ میں پانی بڑھ جانے کا معجزہ 533-532

منافق

ام قرفہ کے ظالمانہ قتل کا واقعہ مخفی دشمن اسلام اور منافق کی مہربانی سے تاریخی روایتوں میں راہ پا گیا ہے 21
مسلمانوں کے مخالفین کو کسی جاسوس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مدینہ میں موجود منافقین یہ کام بڑی تیزی سے کرتے تھے 63
قرآن پڑھنے والے اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال 134
مدینہ میں سینکڑوں منافق موجود تھا لیکن دس ہزار کا لشکر مدینہ سے نکلتا ہے اور کوئی اطلاع مکہ میں نہیں پہنچتی 309
غزوہ تبوک کو غزوۃ الفاضحہ بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ کی وجہ سے بہت سے منافقین کا حال کھل کر سامنے آ گیا 498
مسجد ضرار بنانے والے منافقوں کی تعداد بارہ تھی 573
منافقوں نے قبا میں جو مسجد بنائی باوجود آپ ﷺ کو منافقوں کی اس شرارت کے معلوم ہونے کے آپ ﷺ نے انہوں کوئی سزا نہ دی 574
منافقین کا غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے پر عذر 577
منافقین کے عذر ناقابل معافی اور قرآن میں اس کا ذکر 578-577

مومن

حقیقی مومن خدا تعالیٰ کی رضا کس طرح حاصل کر سکتا ہے 1
ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے 2
ایک مومن کو کن باتوں سے بچنا چاہئے 120

مومن کی دعا خدا ردّ کرتا ہے تو یہ بھی اصل میں اس کے فائدے کے لیے کر رہا ہوتا ہے 120
انسان حقیقی مومن کب کہلا سکتا ہے 123، 276، 331
جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال 133
مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا 140
ایک مومن تو وہی ہے جس کو ایک نماز سے دوسری نماز تک کی فکر ہوتی ہے 155
مومن دوزخ کا حصہ اس دنیا میں کافروں کی تکالیف کی وجہ سے بھی پا لیتے ہیں... 221
مومن کی قربانی کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا 468
مومن کو دورنگی اختیار نہیں کرنی چاہیے 609

مہمان

مہمان کو جائز حق دو 363
مہمان نوازی کے واقعات 364 تا 366
مہمانوں کی طرف سے اگر کبھی کوئی سخت بات بھی سنیں تو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے صَرفِ نظر کرنے کی نصیحت 364
حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے 365
مہمان کا دل تو شیشے کی طرح ہے... 365
حضرت مسیح موعودؑ کی سب مہمانوں کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرنے کی نصیحت 365
جلسہ گاہ میں پھر مختلف پروگراموں کے لیے لوگوں کو لاتے ہوئے کارکنان کو نرمی اور پیار سے توجہ دلانے کی نصیحت 366
جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو نصائح 366 تا 372
مہمانان کو نصیحت کہ اصل مقصد تو روحانی مائدے کو حاصل کرنا ہے... 367
کھانے کی مارکی میں ہر مہمان کا فرض ہے کہ کھانا کھانے کے بعد جلدی سے مارکی خالی کر دیں... 367
جلسہ سالانہ کے ان دنوں میں کھانے کو برکت سمجھ کر کھائیں اور اسے ضائع نہ کریں 368

نشان

رضی اللہ عنہم کا خطاب مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان ہے 2
رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کی آنکھ کے قریب نیل کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ چوٹ کا نشان کس وجہ سے ہے؟ 110
چاند سورج گرہن کا نشان 143
کسوف و خسوف کا نشان مہدی کی آمد کا خاص نشان 143
بعض احمدی ان دنوں میں جو چاند اور سورج گرہن لگ رہا ہے اسے بھی نشان بتاتے ہیں... 144
خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں اس لیے جن پر ہوتی ہیں وہ ان کے لیے نشان بولی جاتی ہیں 161
اللہ تعالیٰ کی حضرت مسیح موعودؑ کو نشان دکھانے کی وجہ 163

نصائح

حضرت مصلح موعودؓ کی مسلمانوں کو نصیحت کہ باہمی تفرقہ اور اختلافات کو ترک کر دیں اور... 95
نمازوں میں کمزوری دور کرنے کی نصیحت 122
قرآن میں جہاں قوموں کی تباہیوں اور بد اعمالیوں کا ذکر ہے وہاں استغفار کرنے کی تلقین 139
قرآن کریم پڑھنے، استغفار کرنے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین، ایسا کرنے سے ہماری زندگیاں سنور جائیں گی 139
خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ تم نے مستقل میرے عابد بندے بننا ہے اور... 155
حقیقی مسلمان بننے کی نصیحت 156
اللہ تعالیٰ کے عبد بننے کی نصیحت 156
اپنے نفس کو پاک کرنے کی نصیحت 156
اپنے اعمال کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی نصیحت 156
تقویٰ کے بارے میں نصیحت 158
جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرنے کی نصیحت 162
یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کے خزانے ہمیشہ بھرے ہوئے ہیں اور بھرے رہیں گے 162
جماعت کو ایمان میں بڑھنے کی نصیحت 163
عبادتوں کا معیار اونچا کرنے کی نصیحت 164
حضور انور ایدہ اللہ کا احمدیوں کو سوشل میڈیا پر امن و سلامتی کا پیغام دینے کی تحریک 244
میر محمود احمد ناصر صاحب کی مربیان کو نصیحت کہ تسبیح، درود شریف، استغفار کو اپنا شعار بنائیں 251
خلافت کے ساتھ جڑے رہنے اور خلافت کے نظام کے قائم کرنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی نصیحت 275

شرک سے اجتناب کی نصیحت 279
غلط زبان استعمال نہ کرنے کی نصیحت 285
جو خود ساختہ بعض لوگ عالم بن جاتے ہیں ان کو حضور انور ایدہ اللہ نے سوشل میڈیا پر جواب دینے سے بچنے کی نصیحت فرمائی 286
سوشل میڈیا پر غیروں کو جواب دینے کی بجائے خدا کے حضور جھکنے، نمازوں کو سنوار کر ادا کرنے کی نصیحت 286
جلسہ سالانہ برطانیہ پر خدمت کرنے والے کارکنان کو نصائح 362، 364
مہمانوں کی طرف سے اگر کبھی کوئی سخت بات بھی سنیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے صَرفِ نظر کرنے کی نصیحت 364
ہر شعبہ کے افسر کو اور اس کے معاونین کو اپنے فرائض خوش اسلوبی اور خوش خلقی سے ادا کرنے کی نصیحت 364
حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے 365
مہمان کا دل تو شیشے کی طرح ہے اس سے پہلے کہ اسے ٹھیس پہنچے اور وہ ٹوٹے تم اس کی حفاظت کا سامان کرو 365
حضرت مسیح موعودؑ کی سب مہمانوں کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرنے کی نصیحت 365
حضور انور ایدہ اللہ کی جلسہ کے دنوں میں ماحول اور غسل خانوں کی صفائی کی طرف توجہ دینے کی نصیحت 366
جلسہ گاہ میں پھر مختلف پروگراموں کے لیے لوگوں کو لاتے ہوئے کارکنان کو نرمی اور پیار سے توجہ دلانے کی نصیحت 366
جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو نصائح 366 تا 372
جلسہ سالانہ کے ان دنوں میں کھانے کو برکت سمجھ کر کھائیں اور اسے ضائع نہ کریں 368
مہمانوں کو نصیحت کہ ڈیوٹی دینے والوں کے لیے بھی آسانیاں پیدا کرنی چاہئیں 369
جلسہ سالانہ کے دوران کھانے کی مار کی اور دیگر جگہوں پر بھی صفائی کا خیال رکھنے کی تلقین 369
جلسہ میں بیٹھ کر آرام سے جلسہ سنو 369
تقریروں وغیرہ اور اچھائی یا برائی کو نہ دیکھو بلکہ اس بات کو دیکھو جو بات بیان کی جارہی ہے 369
جلسہ سنتے ہوئے بھی اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں 370
چلتے پھرتے ملتے جلتے بھی لوگوں سے جب باتیں کر رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی خالصۃً دینی باتیں ہوں 370
اپنے دوستوں اور بھائیوں کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرنے اور دل کی رنجشوں کو دور کرنے کی نصیحت 371
سڑکوں کے قوانین کی پابندی کرنے کی نصیحت 371
جلسہ پر آئے ہوئے احمدیوں کو نصیحت کہ واشرومز خود جب استعمال کرتے ہیں تو اس کے بعد اچھی طرح صفائی کر کے آیا کریں 378
تبلیغ کی شرائط اور آداب کو مد نظر رکھتے ہوئے تبلیغ کرنی چاہئے ورنہ اس کا منفی اثر ہوتا ہے 602
ہر طبقے کو نصیحت کرنی ہے۔ امراء کو بھی اور غرباء کو بھی 611
رسول اللہ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرو 621
موت کی تمنا نہ کرنے کی نصیحت 621

نماز

رمضان اور نماز 117
جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں 117
نمازوں میں کمزوری دور کرنے کی نصیحت 122
ہر نماز اور ہر جمعہ اہم ہے 155
پاک صاف ہونے کے لیے نمازوں کی شرط ہے 160
اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھو اور اس کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں 161
نماز بار بار پڑھو اور خیال سے پڑھو 162
غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف ادا کرنے کا ذکر 186
حضرت ام ہانیؓ کے سوا کسی نے بھی نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز ادا کرتے نہیں دیکھا 326
علماء کی رسول اللہ ﷺ کی چاشت کی نماز کے متعلق آراء 326
غزوہ تبوک میں نمازیں جمع کرنے کا ذکر 527
نماز، روزہ اور ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 545
رسول اللہ ﷺ کی نماز کی پابندی کی مثال 618
نماز کو سنوار کر ادا کرنے کی تلقین 619
نماز آرام آرام سے پڑھو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ درود پڑھو۔ توحید اور تحمید کا ذکر ہو۔ رکوع اور سجدے بھی صحیح طرح ہونے چاہئیں 619

نیکی

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی نیکی 1

اصل نیکی وہی ہے کہ تم وہ چیز دو اللہ کی راہ میں جس سے تم محبت کرتے ہو 1

اللہ تعالیٰ ہر نیکی کا اجر دیتا ہے جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی جائے 1

بِرّ اعلیٰ قسم کی نیکی اور کامل نیکی کو کہتے ہیں 1

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی نیکی ہے 1

بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا 2

حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے 2

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار باتیں ہمیں نیکیوں کی طرف توجہ دلانے کے لیے فرمائیں 120

نیکی پر چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا ضروری ہے 158

نیکیاں کیا کیا ہیں؟ اس کی تفصیل 161

صرف برائی سے بچنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ برائی سے بچ کر نیکیوں کو بجالانا تقویٰ ہے 161

بدی سے بچنے کی طاقت اور نیکی کی قوت اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے 182

برائیوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو گا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے 220

حقیقی توبہ کرنے والا نیکی کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے والا بنے 220

نیکیوں پر قائم رہنے والا خدا تعالیٰ کا فیض پاتا ہے 278

نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں 448

جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے 506

نیکیوں کا اجر اگلے جہان میں کئی گنا بڑھا کر بھی دیا جائے گا 542

اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں تلاش کرو 621

وقف جدید

چندہ وقف جدید میں حصہ لینے والوں کے واقعات 8 تا 11

تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے جو چندے ہیں وہی خالصۃً مرکز میں آتے ہیں باقی تو مقامی ملکوں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے 11

تحریکِ جدید اور وقفِ جدید کے چندے کو اگر ملا لیں جو خالصۃً مرکز میں آتا ہے تو وہ تقریباً تیس اکتیس ملین پاؤنڈ بنتا ہے 12

چندہ وقف جدید کی رپورٹ 13 تا 15

ولی

اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مستقل اس کے آستانے پر جھکے رہیں 123

جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی... 161

ہار

خدا کے لیے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ گے 128

طائف کو فتح کرنا زیادہ مشکل اور ناممکن امر نہیں تھا لیکن آپ ﷺ نے بظاہر اس ہار کو تسلیم کیا اور محاصرہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا 455

اسماء

آ۔ا

حضرت آدمؑ 153، 332
آمنہ 348
حضرت ابان بن سعیدؓ 57
آپؓ کا تعارف 57
آپؓ کا اسلام قبول کرنا 57
آپؓ کا صلح حدیبیہ کے دوران حضرت عثمانؓ کو پناہ دینا 57
آپؓ کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے قریب بحرین پر عامل مقرر ہونا 57
آپؓ کی شہادت 58
آپؓ کی حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات 58
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر سے پہلے نجد کی طرف روانہ فرمانا 58
حضرت ابراہیمؑ 328، 329، 330، 557
ابراہیم صاحب کی مالی قربانی 10
امام ابراہیم بدیگا صاحب شہید 218
ابراہیم بن جعفر محمودی 410
حضرت ابن ابی اوفیؓ 201
حضرت ابن ابی حدردؓ 62، 63، 406
ابن ابی ربیعہ 416
ابن ابی شیبہ 314، 316
ابن اثیر 562، 597
ابن اسحاق 18، 19، 20، 21، 24، 32، 41، 48، 50، 60، 61، 76، 78، 86، 89، 172، 184، 185، 222، 224، 233، 303، 315، 317، 323، 344، 347، 405، 406، 408، 409، 446، 573
ابن امّ مکتومؓ 579
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ غابہ کے موقع پر مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمانا 50
ابن برصاء حارث بن مالک لیثی 205
ابن جریر 41، 342
ابن حجر 47، 78، 196، 199، 303، 304، 351، 407، 528، 559، 576
ابنِ خطل 389
ابنِ خطل کی لونڈی فرتنیٰ 389
ابن سعد 18، 19، 20، 21، 22، 24، 30، 31، 32، 33، 44، 48، 60، 61، 172، 184، 185، 186، 196، 199، 323، 400، 403، 405، 406، 565، 592
ابن سیرین 43
حضرت ابنِ عباسؓ 85، 86، 105، 137، 182، 199، 202، 221، 292، 304، 327، 331، 339، 341، 351، 355، 402، 532، 558
حضرت ابن عربی 611
حضرت ابن عمرؓ 122، 224، 328، 528
ابن عقبہ 22، 24، 60، 310، 314، 436
ابن کثیر 30، 33، 233، 238، 420، 441
آپ کی شہدائے مؤتہ کے متعلق روایات 237
ابنِ لقیم کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے مالِ غنیمت میں سے پالتو مرغیاں اور جانور عطاء فرمانا 172، 173
حضرت ابن مسعودؓ 3، 435
ابن ہشام 20، 21، 30، 31، 32، 33، 56، 61، 89، 184، 185، 196، 199، 223، 315، 321، 400، 406، 407، 410، 456، 458، 536، 592
ابو اسید ساعدی 404
مولانا ابو الاعلیٰ مودودی 176
مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب 249
ابو ایوبؓ 109، 110
حضرت ابو بردہ بن نیازؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر ایک پرچم عطا فرمانا 424
ابو بشیرؓ 435

ابو بشیر مازنیؓ 436
حضرت ابو بکرؓ 54، 61، 85، 195، 198، 240، 272، 273، 294، 296، 297، 298، 314، 319، 323، 325، 327، 328، 329، 330، 339، 390، 391، 405، 410، 419، 427، 428، 432، 434، 444، 454، 456، 457، 460، 503، 504، 506، 507، 532، 541، 546، 563، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 618، 637
آپؓ کو حضرت اخرمؓ کا اپنی شہادت کے متعلق خواب سنانا 52
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر پرچم عطا کرنا 61
آپؓ کی راہِ خدا میں مالی قربانی 147
آپؓ کے عہد خلافت میں عین التمر کے علاقہ کو فتح کرنا 195
آپؓ کا فتح مکہ کے متعلق ایک خواب 309
آپؓ کے والد ماجد کے قبولِ اسلام کا واقعہ 339
آپؓ کی غزوہ تبوک کیلئے قربانی 503
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر سب سے بڑا جھنڈا عطا فرمانا 522
شیخ ابو بکر جارج صاحب کا ذکرِ خیر 586
ابو بکر سعید 349
حضرت ابو بکرہؓ 454
حضرت ابو جعد ضمریؓ 503
ابو جہل 333، 358، 389، 416
ابو حرث بن رِبعی 22
حضرت ابو حمید ساعدیؓ 531
ڈاکٹر حمید اللہ 559
ابو حنظلہ 295، 311
حضرت ابو دُجانہؓ 83، 435
حضرت ابو دُجانہؓ کا غزوہ خیبر میں ایک یہودی کو قتل کرنا 82
آپؓ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک یہودی کو قتل کرنا 174
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر جھنڈا عطا فرمانا 522
حضرت ابو ذر غفاریؓ 18، 49، 528، 534، 535
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
آپؓ کے بیٹے کو دشمن کا غزوہ غابہ میں قتل کرنا 48
آپؓ کی بیوی کو دشمن کا قید کرنا 48، 56
آپؓ کا رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ کے باوجود غابہ جانا 49
آپؓ کے بیٹے کا غزوہ ذی قرد سے پہلے شہید ہونا 56
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 185
آپؓ کا تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانا 534
آپؓ کے اکیلے رہ جانے کے متعلق آنحضور ﷺ کی ایک پیشگوئی 535
حضرت ابو رافعؓ 324، 503
ابو رافع 21، 22، 23، 24، 25، 26، 28، 203
ابو رافع کا قتل 22، 23
حضرت ابو رُھم غِفاریؓ 199، 303، 502
ابو رھمؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
ابو زینب، مرحب کا بھائی 63
ابو زینب کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
حضرت ابو سعید خدریؓ 493، 558
ابو سفیان 30، 31، 34، 35، 112، 289، 290، 293، 294، 295، 342، 343، 400، 422، 448، 453، 457، 459، 460
ابو سفیان کا رسول اللہؐ کو قتل کرنے کیلئے لوگوں کو اُکسانا 31
آپ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ طائف کے موقع پر سو اونٹ عطا فرمانا 459
ابو سفیان بن حارث 305، 306، 307، 306، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 320، 323، 328، 330، 341، 425، 427، 428، 438
آپ کا تعارف 306
آپ کا قبول اسلام 305
آپ کو آنحضور ﷺ کا جنت کی بشارت دینا 307
آپ کی وفات 307
آپ کو رسول اللہ ﷺ کا امان دینا 318
ابو شاہ 332
ابو شحم یہودی 62، 63
ابو صُرد دُہیر بن جرول 476
حضرت ابو ضیاح بن نعمانؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
حضرت ابو طالبؓ 308، 324، 325، 624
ابو طلحہؓ 435، 443
حضرت ابو عامرؓ 223، 225، 443، 446، 447

ابو عامر 501، 570، 572
ابو عامر کے خلاف آنحضور ﷺ کی دعا 571
ابو عامر کب مرا 572
ابو عبد اللہ محمد ابن وضّاح 533
اندلس کے مشہور محدث 533
حضرت ابو عبسؓ 67، 68
آپؓ کا تعارف 68
آپؓ کی وفات 68
حضرت ابو عامرؓ 224
حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ 240، 241، 242، 317، 595، 596
سریہ حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ 240
ابو عمّارہ 427
ابو عوانہ 41
ابو عیّاشؓ 50، 51
ابو قتادہؓ 50، 51، 52، 53، 54، 55، 225، 245، 246، 247، 298، 495
سریہ ابو قتادہؓ 245
آپ کا عبد الرحمٰن بن عیینہ سے مقابلہ 52
آپ کا عیینہ کے بیٹے کو قتل کرنا 52
آپ کا مسعدہ فزاری کے ساتھ مقابلہ 52
آپ کا مسعدہ کے بھتیجے کو نیزہ مار کر اس کی گردن توڑ دینا 53
آپ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی دعا 54، 55
آپ کی وفات 55
آپ کو رسول اللہ ﷺ کا وادی اَضم بھجوانا 247
حضرت ابو قتادہؓ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بہترین گھڑ سوار 56
ابو قلابہ 43
حضرت ابو لُبابہ بن عبد المنذرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر ایک پرچم عطا فرمانا 424
ابو لہب 391
حضرت ابو لیلیٰؓ 310
ابو مرثد غنوی 301
حضرت ابو موسیٰؓ 133
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 167، 182، 184، 185، 446، 447، 470، 482، 517، 418، 520
ابو نائلہ 436
حضرت ابو واقد لیثیؓ 503
حضرت ابو ہریرہؓ 4، 58، 89، 123، 138، 168، 171، 181، 222، 328، 331، 340، 530، 620، 636
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطاء فرمانا 172
آپؓ کی غزوہ وادی القریٰ کے متعلق روایت 174
حضرت ابو یُسر انصاریؓ 224
ابی رُویحہؓ 318
احمد ثانی صاحب کی مالی قربانی 10
حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی 248
حکیم احمد دین صاحب 258
حضرت اخرمؓ 51، 204
آپؓ کی شہادت 51، 52
آپؓ کا اپنی شہادت کے متعلق خواب دیکھنا 52
اخرم بن ابی عوجاءؓ 204
سریہ اخرم بن ابی عوجاءؓ 204
حضرت اخرمؓ کو آنحضرت ﷺ کا بنو سلیم کی طرف سریہ کیلئے بھیجنا 204
ادریس شاہد صاحب 218، 219
حضرت ارادت حسین صاحبؓ 451
ارنب، عبد العزّیٰ کی لونڈی کا نام 346
علامہ ازہری 243
اسامہ 90
حضرت اسامہ بن زیدؓ 196، 197، 198، 323، 328، 329، 356، 595، 596، 597، 598، 599
آپ کا نُھیک بن مرداس کو قتل کرنا 196
آپ کے ساتھ آنحضور ﷺ کا خانہ کعبہ کے اندر جانا 329
حضرت اسود بن خلفؓ 342
اسعد بن حرام 22
حضرت اسماء بن حارثہؓ 80
حضرت اسماءؓ کو آپؐ کی مالی قربانی کے متعلق نصیحت 4
حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ 546
حضرت اسماء بنت عُمیسؓ 168، 234

حضرت اسماعیلؑ 328، 329، 330
اسنان احمد 229، 230
اسید بن ابو العیص بن امیہ 419
حضرت اُسید بن حُضیر 35، 50، 323، 435، 570
آپؓ کا آپؐ کی جان بچانا 31
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر اوس کا پرچم عطا فرمانا 424
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر جھنڈا عطا فرمانا 522
اُسیر، یہودی جرنیل 76
اُسیر کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
اُسیر بن رِزام 28، 29، 30
اصید بن سلمہ 492، 493
اطہر زبیر صاحب 335
اعجاز حسین صاحب 257
مکرم بابو اعجاز حسین صاحب 268
افضل کھوکھر صاحب 452
اقبال بیگم صاحبہ 176
اَقرع بن حابِس 445، 478، 490، 491
اکیدر بن عبد المالک 561، 562
اکیدر کا گرفتار ہونا 562
الستا روڈی (Elista Rudy Demange) صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 384
ایمن بن عُبیدؓ غزوہ حنین میں شہید ہوئے 443
حضرت ام ایمنؓ 183، 443، 596
امّ حبیبہ 112، 294
ام حکیم بنت حارث بن ہشام 357
امّ سارہ 345
حضرت امّ سلمہؓ 62، 108، 303، 305، 307، 324، 356، 436، 451، 458، 470
آپؓ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں 420
آپؓ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں 458
ام سلیط بنت عبیدؓ 435
ام سُلیم بنت ملحانؓ 435
حضرت امّ سلیمؓ 108
حضرت ام سنان اسلمیہؓ 62، 509
امّ طاہر 250
اُمّ قِرفہ 18، 19، 20، 21
اُمّ قِرفہ کا قتل 17
حضرت ام ناصرؒ 6
حضرت امّ ہانی بنت ابی طالبؓ 325، 326، 339، 340، 389
آپؓ کا رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھتے دیکھنا 326
آپؓ کے گھر رسول اللہ ﷺ کا فتح مکہ کے روز کھانا تناول فرمانا 339
امام احمد 47
امام بخاری 24، 47، 61، 185، 196، 223، 407، 409
حضرت مولوی امام دین صاحبؓ 258
امام مسلم 47
امداد الرحمٰن صاحب 585
مرزا امتیاز احمد صاحب کا ذکرِ خیر 177، 178
حضرت معاویہؓ 460
حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں حضرت صفیہؓ کی وفات ہوئی 110
امیّہ بن خلف 392
امیّہ بن قیس ابو صلت کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے مالِ غنیمت میں سے ایک ہار عطاء فرمانا 173
محترمہ امۃ الحیٔ صاحبہ 269
صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ 334
آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا 334
امۃ القیوم صاحبہ 119
حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ 216، 348
امۃ المالک 283
امۃ المتین صاحبہ 250
آپ کا نکاح سید میر محمود احمد ناصر صاحب سے ہوا 250
امۃ المصور نوری صاحبہ کا ذکر خیر 216
امۃ النصیر نگہت صاحبہ کا ذکرِ خیر 348
امۃ النور صاحبہ 269
مکرمہ امینہ شہناز صاحبہ کا ذکرِ خیر 321
نومبائع امینہ مالا سنگھ (Amina Mala Singh) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 381

حضرت انسؓ 41، 43، 71، 105، 108، 113، 135، 170، 183، 200، 225، 234، 323، 345، 426، 434، 458، 594
انس بن ابی مرثدؓ 422
انشاء اللہ کھوکھر صاحب 452
انعام الحق کوثر صاحب 513
مکرم انعام اللہ صاحب 321، 322
انعام غوری صاحب 175، 487
مکرم انوبی مدنگو صاحب کا ذکر خیر 65
انیس الرحمٰن انس 600
حضرت اُنیف بن وائلؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
اَوبار کا حضرت اخرمؓ کو شہید کرنا 51
اَوبار کا قتل ہونا 52
اَوبار کا غزوہ ذی قرد میں قتل ہونا 56
حضرت اوس بن حبیبؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
اَوفی 447
ایاز حسین صاحب 257
ایاس بن سلمہ 47، 428
ایان ابرائیف صاحب کی مالی قربانی 8
ایتھن ماریانو صاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 380
مکرم ایچ حسین صاحب 640
مکرم ایدی حمایدی (Eddi Humaedi) کا ذکرِ خیر 600
ایگور لوکاس (Igor Lucas) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 382
نومبائع اپولینا (Ivelina) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 381

ب

بادیہ بنت غیلان 456
باسل ادلبی کا محمد منیر صاحب کے متعلق تأثرات 38
باسو کی احمد صاحب 600
امام باقرؒ 406، 407
بجاد 481
بُجیر 360
بخت نصر 58
علامہ بدر الدین عینی 186
بُدیل بن وَرقاء خُزاعی 291، 292، 310، 503
حضرت براءؓ 22، 24، 25، 203، 425، 427
سید برکات احمد صاحب 89
حضرت بُریدہؓ 75، 502، 595، 596
بریدہ بن حُصیبؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
برّہ، حضرت میمونہؓ کا نام 203
بُسر بن سفیان 478، 503
صوفی بشارت الرحمٰن صاحب 249
بشر بن براء 86، 104، 105، 106
حضرت بِشر بن براءؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
حضرت بشر بن سفیانؓ 489، 490
مکرمہ بشریٰ پرویز منہاس صاحبہ کا ذکرِ خیر 525
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 18، 28، 44، 57، 60، 240، 275، 417، 491، 592
آپؓ کے نزدیک ابو رافع کا قتل 24
آپؓ کا سریہ عبد اللہ بن رواحہ کے متعلق ذکر 28
آپؓ کا سریہ عمرو بن امیہ ضمریؓ کے متعلق ذکر 30، 31
آپؓ کا حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش کے متعلق ذکر 34
آپؓ کا رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں اور ان کے قتل ہونے کے متعلق ذکر 44، 45
آپؓ کا غزوہ ذی قرد کے متعلق ذکر 48
آپؓ کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ 185
آپؓ کا حضرت عباسؓ کے قبول اسلام کے متعلق ذکر 308
حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی 60، 91، 97، 98، 99، 103
پیشگوئی مصلح موعودؓ 91
آپ کے نزدیک غزوہ مؤتہ کے اسباب اور پس منظر 210
آپؓ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر جھنڈے کے ادب و احترام کے متعلق ذکر 227
آپؓ کا سید میر محمود احمد ناصر صاحب کو مجلس افتاء کا ممبر مقرر فرمانا 249
آپؓ کا سید میر محمود ناصر صاحب کا نکاح پڑھانا 250

آپؐ کا فتح مکہ کی بشارت کے متعلق ذکر 260
آپؐ کا فتح مکہ کے اسلامی لشکر کے متعلق ذکر 309
آپؐ کا چاشت کی نماز کے متعلق ذکر 326
آپؐ کا اہلِ مکہ کو معاف کرنے کے حوالے سے ذکر 333
آپؐ کا ہند بنت عتبہ کے قبولِ اسلام کے متعلق ذکر 343
آپ کا فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک کے متعلق ذکر 345
آپ کا عبد اللہ بن ابی سرح کے متعلق ذکر 356
آپ کا عکرمہ کے ایمان لانے اور ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق ذکر 358
آپ کا ھبار بن اسود کے بھاگنے اور اسلام قبول کرنے کے متعلق ذکر 359
آپؐ کا جنگ حنین میں دشمن کی تیر اندازی کے متعلق ذکر 431
آپؐ کا ذوالخُویصرہ کے متعلق ذکر 463
آپؐ کا غزوہ تبوک کے پس منظر کے متعلق ذکر 501
آپؐ کا ایک جہاد میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی قربانی کے متعلق ذکر 504
آپؐ کا صحابہؓ کی قربانی کے متعلق ذکر 506
آپؐ کا غزوہ تبوک کے موقع پر ایک صحابی کی قربانی کے متعلق ذکر 508
آپؐ کا ابو خیثمہ کے تبوک میں پیچھے رہ جانے کے متعلق ذکر 536
آپؐ کا دین کے کاموں کیلئے خرچ کرنے کی بابت ذکر 541
آپؐ کا مسجد قُبا کے متعلق ذکر 574
آپؐ کی مربیان کو نصائح 613
آپؐ کا آنحضور ﷺ کے اخلاق اور سیرت کے متعلق ذکر 616
بشیر بن البراء بن المعرور 106
حضرت بشیر بن سعدؓ 194، 195، 198، 199، 200، 207
سریہ حضرت بشیر بن سعدؓ 195
آپ کی کنیت 194
آپ کی مختلف غزوات میں شمولیت 195
آپ کی معرکہ عین التمر میں شہادت 195
بشیر بن یسار 171
بصیر 269
علامہ بلاذری 175
حضرت بلالؓ 55، 181، 191، 318، 319، 320، 419، 470، 557، 560، 536
آپؐ کا فتح مکہ کے روز لوگوں کو امن دئے جانے کیلئے بلانا 319
آپؐ کا خانہ کعبہ کی چھت پر ظہر کی اذان دینا 342
بلال بن حارثؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
بلال بن رِباحؓ 329
آپؐ کے ساتھ آنحضور ﷺ کا خانہ کعبہ کے اندر جانا 329
بلال یوسف صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 547
بیری شوارٹز (Barrie Schwortz) 257
بہادر صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 550
بیہقی 31، 186، 223، 576

پ، ت، ث

پرویز منہاس صاحب 525
پیٹر پیلیکان (Petr Pelikan) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 380
پیٹر سن 97
تاثیر صاحب 629
تصویر جاوید 473
تنویر ناصر صاحب 255
توصیف صاحب 215
حضرت ثابتؓ بن اقرم 222، 224، 573
حضرت ثابت بن جذعؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
ثعلبہ 86
حضرت ثابت بن قیس بن شمّاسؓ 490
ثقف بن عمروؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
ثمینہ بھنوں صاحبہ کا ذکرِ خیر 587
مولانا ثناء اللہ امرتسری 176

ج، چ، ح، خ

حضرت جابرؓ 75، 78، 81، 105، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 233، 241، 242، 243، 324
آپؐ کی غزوہ خیبر میں دشمنوں کے قتل کے متعلق روایت 76
آپؐ کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر اونٹ گم جانا 190
حضرت جابر بن عبد اللہؓ 77، 187، 190

آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطاء فرمانا 172
آپؐ کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر اونٹ سست ہو جانا 191-190
آپؐ کے والد کا جنگ احد میں شہید ہونا 191
جارجیا کیوئلے (GiorgiaLacuele) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 379
مکرم جاوِی مظفر صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 548
جاریہ بنت مالک 17
جبار صاحب 418
جبار بن صَخر انصاری 32، 172
آپ خیبر میں تقسیم کے متولی تھے 172
حضرت جبرئیلؑ 129، 131، 137، 186، 261، 307، 564، 635
حضرت جبرئیلؑ کا ہر سال آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرنا 129
جبرئیل کا رسول اللہ ﷺ سے فتنوں کے پیدا ہونے کے متعلق ذکر 137
حافظ جبرئیل سعید صاحب 511، 512، 513
جَحدم 403، 404، 406، 409
جدّ بن قیس 514
آپ کی وفات 515
جریر بن عبد اللہ 41
جعال بن سراقہؓ 187
جُعال بن سُراقہ ثعلبیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
حضرت جعفرؓ 167، 168، 204، 212، 213، 223، 225، 226، 227، 228، 234، 235، 236، 237، 305، 594، 624
آپؓ کی مہاجرین حبشہ کے ساتھ حبشہ سے واپسی 167
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر امیر لشکر مقرر فرمانا 211
آپؓ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر سب سے پہلے راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹنا 223
آپؓ کے جسم پر غزوہ مؤتہ کے موقع پر زخم 223
حضرت جُعیل بن سُراقہؓ 305
جلال احمد خان صاحب 217
مولانا جلال الدین نیّر صاحب کا ذکرِ خیر 640
حضرت جُلیحہ بن عبد اللہؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
جِماش بن قیس کا فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے مقابل پر اپنے ہتھیار درست کرنا 317
جمیل الرحمٰن رفیق صاحب 249
حضرت جُندب بن مکیثؓ 205
جندبؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
جولیا 513
جویریہ 112
حضرت جہیم بن صلتؓ 560
جیسیکا گارسیا کوہل (JessicaGarciaKohlLiccardo) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 384
چابی آدم تارو (ChabiAdamTaro) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 378
حارث 112
حارث، مرحب کا بھائی 73
حارث کا غزوہ خیبر میں مبارزت کیلئے نکلنا 76
حارث کو حضرت علیؓ کا قتل کرنا 76
حارث کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
حارث حبشی 447
حارث بن ابی شمر 476
حضرت حارث بن حاطبؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
حضرت حارث بن خزمہؓ کا تبوک کے موقع پر آنحضور ﷺ کی اونٹنی تلاش کر کے لانا 530
حضرت حارث بن سہلؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
حضرت حارث بن عمیرؓ 211، 212
حضرت حارث بن عمیرؓ کو غزوہ مؤتہ کے موقع پر آپ ﷺ کا بصریٰ کے حاکم کی طرف قاصد بنا کر بھیجنا 210
حارث بن ہشام 289، 293، 326، 389
حارث بن ہشامؓ کا قبول اسلام 389
حارثہ بن سراقہؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے 443
حضرت حارثہ بن نعمانؓ 434، 435

حاشر احمد 255
ام حارثؓ 435
حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ 300، 301، 389
حاطم طائی 495
چودھری حاکم علی صاحب 214
حضرت حُباب بن منذرؓ 71، 72، 73، 80، 81، 82، 449
حضرت حباب بن منذرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر پرچم عطا کرنا 61
آپؓ کا غزوہ خیبر کے موقع پر یوشع کو قتل کرنا 80
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک جھنڈا عطاء فرمانا 174
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر خزرج کا پرچم عطا فرمانا 424
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر جھنڈا عطا فرمانا 522
مکرم میر حبیب احمد صاحب کا ذکرِ خیر 641
حُبیب 436
حبیب بن عیینہ کا غزوہ ذی قرد میں قتل ہونا 56
مکرم حبیب محمد شاتری صاحب کا ذکر خیر 65
حضرت حُبیش بن اشعرؓ 318
حضرت حذیفہ بن یمانؓ 568، 569
حزقیل احمد 215
حزن بن ابی وہب 17
حسّان، اکیدر کا بھائی 561، 562
حسّان کا مارا جانا 561، 562
حضرت حسّان بن ثابتؓ 306، 327، 490
حسان محمود صاحب کے شیخ مبارک صاحب کے متعلق تاثرات 36
حضرت حسنؓ 04
مکرم حسن سانو غوابو بکر صاحب کا ذکر خیر 217 تا 219
حسیل بن خارجہ اشجعی 67، 68
حکیم بن حِزام 310، 313، 314، 460
آپ حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے بیٹے تھے 460
آپ کو رسول اللہ ﷺ کا امان دینا 318
حضرت حفصہؓ 168
ڈاکٹر حفیظ صاحب 387
علامہ حلبی 20
حلیمہ سعدیہ 306
حضرت حمزہؓ 203، 306، 342، 344، 573
آپؓ کا قاتل وحشی 573
حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ 568
حمزہ عبید اللہ 600
حمید احمد غوری صاحب کا ذکرِ خیر 486
حمیرہ صاحبہ 397
حنیف محمود صاحب 586
حُویرث بن طلاطِل خُزاعی 346
آپ کے قتل ہونے کی وجہ 346
آپ کا حضرت علیؓ کا قتل کرنا 346
حضرت حنظلہ بن ربیعؓ 453
حُویرث بن نُقیذ 346
آپ کے قتل ہونے کی وجہ 346
آپ کو حضرت علیؓ کا قتل کرنا 346
حُویطب بن عبد العُزّیٰ 202، 289
آپ سے رسول اللہ ﷺ کا قرض لینا 416
حیدر 77
حیی بن اخطب 24، 85، 88، 108، 110، 111، 113
خارجہ بن حُسیل 28
خالد حضرت ابانؓ کے بھائی 57
خالد بن زید 110
حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ 410
خالد بن ہشام 408
مکرم خالد عزام صاحب 38
خالد محمود صاحب، امیر ضلع سرگودھا 270
ڈاکٹر خالد نوری (امریکہ) 216
آپ کا اپنی والدہ کے متعلق ذکر خیر 216-217
حضرت خالد بن ولیدؓ 195، 213، 221، 224، 225، 226، 228، 232، 233، 238، 305، 317، 318، 319، 321، 352، 353، 357، 389، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 424، 426، 444، 449، 462، 463، 561، 562، 592، 593، 594

سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف نخلہ 401
آپ کا پہلی بار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنا 221
آپؓ کے ذریعہ غزوہ مؤتہ کی فتح 213
آپؓ کی غزوہ مؤتہ میں حکمتِ عملی 225
آپؓ کو سیف اللہ کا لقب عطا ہونا 225
آپؓ کے ہاتھوں مؤتہ کے دن نو تلواریں ٹوٹی تھیں 233
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر گھڑ سوار کے دستہ کی کمان سپرد فرمانا 424
حضرت خبّابؓ 393
حضرت خبیب بن عدیؓ 33، 34
حضرت خُبیب بن عدیؓ کی لاش کو لکڑی سے اتارنے کا ذکر 33
آپ کا واقعہ رَجیع کے موقع پر قید ہو کر فروخت ہونا 33
حضرت خدیجہؓ 623، 624
آپؓ کی قربانیوں کے واقعات 623
خُزاعی بن اسود 22
حضرت خزیمہ بن ثابتؓ 233
میاں خورشید احمد صاحب 253
خولہ بنت حکیم 456
خویلہ 456
حضرت ابو خیثمہؓ 536، 537، 538
حضرت ابو خیثمہؓ کا تبوک کے موقع پر لشکر سے ملنا 536
آپؓ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے 536

د، ذ، ر، ز

داؤد 250
مرزا داؤد احمد صاحب 216، 348
سید داؤد احمد کے شیخ محمود صاحب کے متعلق تأثرات 37
داؤد حنیف صاحب 486
سید داؤد مظفر شاہ صاحب 334
حاجی دامیری صاحب 524
دانش 472
حضرت دِحیہؓ 108، 111، 559
آپؓ کو آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہؓ کے سپرد فرمانا 113
آپؓ کا ہرقل کی جانب دعوتِ اسلام کا خط لیکر جانا 559
در ابو الحسن 219
دُرید بن صمّہ 414، 415، 447
دُعثور 188، 189
دعثور نامی شخص کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر آپ ﷺ پر تلوار سونتا 188
دلائی لامہ، بدھ مذہب کے روحانی رہنما 177
مولانا دوست محمد صاحب 249
حضرت رابعہ بصریؒ 543، 544
حضرت رافع بن مکیثؓ 240
حضرت رافع بن مکیثؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
رافلہ بن اراش 233
رباب بنت انیف کندیہ، اکیدر کی بیوی 561
رِباح، رسول اللہ کا غلام 449
ربیع 85
حضرت ربیعہ بن اکثمؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
مولانا رحمت علی صاحب مرحوم 524، 600
حضرت رفاعہ بن مسروحؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
رفیع الدین 472
رفیق احمد صاحب 229
حضرت رُقیم بن ثابتؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
حضرت رملہ بنت حارثؓ 490
حضرت میاں رنگ علی صاحبؓ 599
روستیو کارٹس صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 378
رومان شمس 473
زبیر 270، 336
حضرت زبیر بن عوّامؓ 72، 81، 85، 86، 88، 207، 301، 303، 305، 315، 317، 328، 330
حضرت زبیرؓ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک یہودی کو قتل کرنا 174
آپؓ کا مرحب کے بھائی یاسر کو غزوہ خیبر میں قتل کرنا 76
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر جھنڈا عطا فرمانا 522
حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی مالی قربانی 6
رولانڈ شاوادزے (Rolannd Shavadze) کے جلسہ سالانہ

برطانیہ کے متعلق تاثرات 384
ریحانہ 112
ڈاکٹر زاہد خان صاحب 417
ذوالخُویصرہ 462
آپ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر 463
زاہدہ رفیق 230
زبر قان بن بدر 490
زبیدہ سلطانہ صاحبہ 640
علامہ زرقانی 20، 30، 31، 222
زکریا خان صاحب 474
زیاد بن حارث 488، 489
زیاد بن لبید 488
زیال 80
حضرت زیدؓ 204، 594، 595
حضرت زید بن ثابتؓ 71، 461
زید بن ثابت خیبر میں تقسیم کے متولی تھے 172
حضرت زید بن حارثہؓ 17، 18، 19، 211، 212، 213، 223، 224، 226، 227، 232، 234، 235، 323
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر امیر لشکر مقرر فرمانا 211
حضرت زیدؓ کی شہادت 222
زید بن صلت 529، 530
حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ 243، 405، 410
حضرت زینبؓ 219، 359، 436، 619، 623
آپؓ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں 420
آپؓ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں 458
زینب 110، 111، 419
زینب بنت حارث 104
زہری 21

س

حضرت سائب بن حارثؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
حضرت سائب بن یزیدؓ 576
سارہ 300
سارہ، عمرو بن ہاشم کی لونڈی کا قبولِ اسلام 388
سالم بن عمیر 516
حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ 404
مکرم سام علی نینا (SamAliNena) صاحب کا ذکرِ خیر 511
حضرت سباع بن عرفطہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر اپنا نائب مقرر فرمانا 61
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 521
آپؓ غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ کے عمومی نائب مقرر ہوئے 521
سُدوس 222
سراقہ بن حارثؓ 443
حضرت سراقہ بن حارثہؓ کی شادی حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ سے ہوئی 245
سُراقہ بن مالک کا رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں نکلنا 481
سرجان سائمن 95
سرجیل 211
چودھری سردار خان صاحب 89
حضرت سرفراز حسین صاحب دہلویؓ 268
سسیلہ صاحبہ کی تحریک جدید میں مالی قربانی 548
سعاد 360
سعیتہ بن ابو حُقیق 86
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 305، 595
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر مہاجرین کا ایک پرچم عطا فرمانا 424
سعد بن ثعلبہ 194
سعد بن زیدؓ 50
حضرت سعد بن زید اشھلیؓ 400
سریہ حضرت سعد بن زید اشھلیؓ 400
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا مناۃ بت کے انہدام کیلئے بھیجنا 400
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ غابہ کے موقع پر امیر مقرر فرمانا 50
حضرت سعد بن عُبادہؓ 55، 69، 242، 243، 314، 315، 316، 435، 465، 488، 491، 506، 517، 418، 574
حضرت سعد بن عُبادہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ غابہ کے موقع پر مدینہ کی حفاظت پر مامور فرمانا 50

آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر پرچم عطا کرنا 61
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک جھنڈا عطاء فرمانا 174
سعد بن ھُذیم 314
سعود احمد 335
میجر سعید احمد صاحب 642
سعید بن ابو بکر 350
سعید بن زید 41، 595
حضرت سعید بن سعید بن عاصؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 457
مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر 418
سفّانہ، حاتم طائی کی بیٹی 495، 496
سفیان بن عبد اللہ 450
سلّام بن ابی حُقیق 21، 22، 24، 28
سلام بن مِشکم 64
سلام بن مِشکم کی موت کا ذکر 82
سلام بن مِشکم کی بیوی کا آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی غرض سے گوشت دینا 104
ڈاکٹر سلطان صاحب کے عبد الباری صاحب کے متعلق تاثرات 40
حضرت سلکان بن سلامہؓ 534
سلمہ 447
حضرت سلمہؓ 56، 75
حضرت سلمہؓ کا غزوہ ذی قرد میں دشمن سے مقابلہ 55
حضرت سلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بہترین پیادے 56
آپؓ کا ایک انصاری کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ 56
سلمہ بن اسلم 63، 595
سلمہ بن اسلم کو رسول اللہ ﷺ کا ابو سفیان کے قتل کیلئے بھیجنا 32، 35
حضرت سلمہ بن اکوعؓ 17، 18، 20، 47، 50، 51، 53، 74، 78، 423، 428
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
آپؓ کا غزوہ غابہ کے موقع پر دشمن کے تعاقب میں جانا 51، 49
سلمہ بن قرط 492
سُلیم بن منصور 410
سلیمان 303
مکرمہ سلیمہ زاہد صاحبہ کا ذکرِ خیر 284
سمیع اللہ زاہد صاحب مربی سلسلہ 284
سمیع اللہ صاحب 66
سوزن زبیر 336
سُوید بن صخر جُہنیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
سُوید بن عبّاس کو آنحضور ﷺ کا مسجد ضرار گرانے کا حکم فرمانا 573
سُوید بن مَنجر 205
حضرت سہل بن حنظلیہؓ 422
حضرت سہل بن حُنیفؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک جھنڈا عطاء فرمانا 174
سہیل بن عمرو 289، 301، 317، 354، 357، 389، 390، 391
آپ کا قبولِ اسلام 389
آپ کا ایک کارنامہ 391
امام سُہیلی 20، 22
مکرم سیگا جالو صاحب کا ذکرِ خیر 629
سیم لیکارڈو (SamLiccardo) 384

ش

شافعی اینگو صاحب 10
شبلی نعمانی 88، 113، 346
شبیر احمد صاحب 418
حضرت شجاع بن وہبؓ 208
آپؓ کی جنگوں میں شمولیت 208
آپؓ کی شہادت 208
شجر فاروقی صاحب 475
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ 560
شدّاد بن عبد اللہ 593
شرحبیل بن عمرو غسّانی 210، 221، 222
امام شرف الدین بُوصیری 361
حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ 216، 348
شریف احمد 89
شمّاخ، یہودی 83
مکرم سید شہاب احمد کا ذکرِ خیر 451
شہباز صاحب 178، 180

شیبہ بن عثمان 289، 435، 438، 439
شیماء 480، 481

ص۔ض

صائمہ 269
حضرت صالحؑ 528، 529
شیخ صالح 533، 534
صالح (Sauley) صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 383
صالحہ بیگم 248
صفوان بن امیہ 289، 291، 301، 317، 318، 357، 392، 393، 415، 416، 436، 437، 461
آپ کا قبولِ اسلام 392
آپ کی وفات 393
آپ سے رسول اللہ ﷺ کا قرض لینا 416
حضرت صفیہؓ 76، 85، 108، 109، 110، 111، 112، 113
آپؓ کی شادی غزوہ خیبر میں 107
آپؓ کی آنحضرت ﷺ سے شادی کے متعلق ایک خواب کا ذکر 110
آپؓ کی شادی پر مستشرقین کے اعتراضات 110
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حضرت دحیہؓ کے سپرد کرنا 113
آپؓ کی وفات 110
صفیہ بیگم صاحبہ 472
صمد غوری صاحب 487
حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ 07
ضحّاک بن خلیفہ 515
حضرت ضحّاک بن سفیان کلابیؓ 492
سریہ ضحّاک بن سفیان کلابی کا ذکر 492
حضرت ضمرہؓ 293
ضنّاد 499
حضرت صہیبؓ 137
ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب 98

ط

طارق احمد صاحب 230
طاہر احمد 250
طاہر احمد سیفی صاحب 398
طاہر احمد طارق صاحب 418
ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کا ذکرِ خیر 257، 258
حضرت مرزا طاہر احمدؒ، خلیفۃ المسیح الرابعؒ
آپؒ کا سید میر محمود احمد ناصر صاحب کو مجلس افتاء کا تاحیات ممبر مقرر فرمانا 249
آپؒ کا چودھری عبد الغفور صاحب کو امیر ضلع نوابشاہ اور نوشہرو فیروز مقرر فرمانا 397
طبری 30، 31، 33، 409
طُفیل بن عمرو 168، 447، 448، 450
سریہ طُفیل بن عمرو دوسیؓ بطرف ذوالکفّین 447
حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ 506، 515، 584
طلیحہ 49
طلیحہ بن خُویلد، بنو غطفان کا نامور جنگجو 69، 454

ظ

حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ 36، 119، 417

ع

حضرت عائذؓ 443
حضرت عائشہؓ 61، 107، 183، 236، 290، 291، 292، 296، 347، 509، 575، 576، 615، 617، 618، 622، 623، 624، 633، 634، 635، 536
آپؓ سے آنحضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اور اسوہ کے متعلق استفسار 615
آپؓ کا آنحضور ﷺ کی عبادتوں کے متعلق ذکر 617
آپؓ کا آنحضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کے متعلق ذکر 633
آپؓ کا آنحضور ﷺ کی شکر گزاری کے متعلق ذکر 636
عائشہ خان 417
عائشہ کولی بالی 219
عاتکہ، آنحضور ﷺ کی پھوپھی 307
عاص بن وائل 239
حضرت عاصم بن عدیؓ 506، 573
آپ کو آنحضور ﷺ کا مسجد ضِرار گرانے کا حکم فرمانا 573
عامر سفیر صاحب 256
عامر، غزوہ خیبر میں ایک جنگجو 171
عامر کا غزوہ خیبر میں مبارزت کیلئے نکلنا 76

عامر کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
عامر بن اضبط اشجعی 247، 445
عامر بن اکوعؓ کی شہادت 74
آپؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
عامر بن سکن کو آنحضور ﷺ کا مسجدِ ضرار گرانے کا حکم فرمانا 573
حضرت عبّاد بن بِشرؓ 50، 67، 186، 187، 436
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ وادی القریٰ کے موقع پر ایک جھنڈا عطاء فرمانا 174
آپؓ کو غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک شخص کا تیر مارنا 187
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا تبوک کے موقع پر حفاظتِ خاص پر مامور فرمانا 534
حضرت عباسؓ 308، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 319، 328، 331، 332، 391، 392، 395، 427، 432، 433، 434، 437، 438، 442، 453، 506، 517
آپؓ کا تعارف 308
آپ کے قبول اسلام کے متعلق مختلف روایات 308
آپ کی وفات 308
میر عباس علی صاحب لدھیانوی 326
عباس بن مرداس 478، 503
عبد الباری طارق صاحب کا ذکر خیر 39
سید عبد الحئی صاحب 249
چودھری عبد الحق صاحب 640
عبد الرحمٰن 68، 321
خواجہ عبد الرحمٰن صاحب 417
عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ 326
حضرت عبد الرحمٰن بن خبّابؓ 504
عبد الرحمن بن عیینہ 51، 52
عبد الرحمٰن، عیینہ کا بیٹا 48
عبد الرحمٰن بن عیینہ کا غزوہ ذی قرد میں قتل ہونا 56
حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ 504، 505
عبد الرحمٰن بن عوفؓ 49، 227، 315، 319، 407، 408، 505، 506، 527، 528، 541
آپ کو آنحضور ﷺ کا زمین پر اللہ کے خزانوں میں سے خزانہ قرار دینا 505
آپ کو تبوک کے سفر میں امامت کی سعادت ملنا 527
عبد الرحمٰن کوناتے صاحب 218
حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ 587
باؤ عبد الرحیم صاحب 641
عبد الرشید فاروقی صاحب 474
عبد الرشید یحییٰ صاحب کا ذکر خیر 176
عبد العزّٰی 68، 344، 345
آپ کے قتل ہونے کی وجہ 345
آپ کو حضرت علیؓ کا قتل کرنا 346
چودھری عبد الغفور صاحب کا ذکرِ خیر 397
آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا امیر ضلع نوابشاہ اور نوشہرو فیروز مقرر فرمانا 397
عبد الغنی صاحب 587
مکرم عبد الکریم جمال جودہ صاحب شہید 386، 387
مکرم عبد العلیم فاروقی صاحب کا ذکرِ خیر 474
عبد اللہ 321، 404، 436، 478
عبد اللہ بن ابی بکر 435
عبد اللہ، حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے 457
آپ کی وفات 457
حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
حضرت عبد اللہؓ 84، 235، 390، 482
عبد اللہ ابن عمر 114، 225، 235، 238، 327، 329
عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ 305
آپ کا قبول اسلام 305
آپ کا تعارف 307
آپ کا نام حذیفہ 307
حضرت عبد اللہ بن ابی امیہؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ 444
عبد اللہ بن ابی ربیعہ 289، 293، 389، 416
آپ سے رسول اللہ ﷺ کا قرض لینا 416
عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین 63، 510، 514، 523
تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال 523
حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ 245، 247، 415
آپؓ کی شہادت 245

حضرت عبد اللہ بن امّ مکتومؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 521
آپؓ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نمازوں کے امام تھے 521
حضرت عبد اللہ بن امیہؓ 85، 443
آپؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
عبد اللہ بن اُنیس انصاریؓ 30، 173
آپؓ کی بیوی کیلئے رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ عطاء فرمانا 173
عبد اللہ بن اُنیس جُہنی 22
حضرت عبد اللہ بن جدّؓ 514
عبد اللہ بن حارث غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
عبد اللہ بن حُذافہ سہمی 408، 493
عبد اللہ بن خطل 347، 389
عبد اللہ بن ربیعہ 326
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ 28، 29، 30، 200، 201، 213، 220، 221، 222، 224، 226، 227، 234، 235، 594
آپؓ کا خیبر کی طرف جانا 29
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر امیر لشکر مقرر فرمانا 211
آپؓ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر اسلام کا جھنڈا تھامنا 223
عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح 344، 345، 355، 356، 357
آپ کی توبہ 354
آپ کا فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے گھر چھپنا 355
آپ کیلئے حضرت عثمانؓ کا رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کرنا 355
حضرت عبد اللہ بن عامرؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
عبد اللہ بن عتبہ 22
عبد اللہ بن عتیکؓ 21، 22، 23، 24، 25، 26، 495
عبد اللہ بن عتیک کا ابو رافع کو قتل کرنا 22، 23
عبد اللہ بن عتیک کی پنڈلی کے شفا پانے کے متعلق روایت 27
حضرت عبد اللہ بن یزید خطمی انصاریؓ 632
امّ عبد اللہ بنت ابی امیہ 479
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ 137، 170، 183، 223، 237، 292، 404، 405، 406، 635
حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ 637
عبد اللہ بن عمرو بن عوف مزنیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا یسار کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجنا 42
عبد اللہ بن قراد 593
عبد اللہ بن قیس 167، 182، 447، 418
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ 535، 563، 617
حضرت عبد اللہ بن مُغفّلؓ 172، 323، 516
عبد اللہ بن نُعیم 67
حضرت عبد اللہ ذوالبجادین مزنیؓ 563
آپؓ کی تبوک کے موقع پر وفات 563
سیٹھ حاجی عبد اللہ ہارون صاحب 98
راجہ عبد المالک صاحب 348
عبد المطلب 429، 432، 433
عبد النور عابد صاحب 177
عبدِ یالیل 450
عُبید بن سُلیمؓ 446
عبید بن عمیرؓ 635
عبید اللہ 321
مولوی عبید اللہ صاحب 474
عبید اللہ بن مالک 32
حضرت عتّاب بن اسید اُمویؓ 391، 444، 482، 598
آپؓ کا تعارف 419
حضرت عتبہؓ کا قبولِ اسلام 391
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ حنین پر جانے سے قبل مکہ میں امیر مقرر فرمانا 419
آپؓ کی وفات 419
حضرت عثمانؓ 73، 233، 294، 295، 315، 319، 354، 355، 356، 357، 393، 434، 444، 456، 482، 504، 505، 506، 507، 515، 517، 520، 535، 541، 546
آپؓ کی خلافت میں حضرت ابانؓ کی وفات 58
آپؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو عبسؓ کی وفات ہوئی 68
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 185
آپؓ کے گھر عبد اللہ بن ابی سرح کا فتح مکہ کے موقع پر چھپنا 355
آپؓ کا عبد اللہ بن ابی سرح کیلئے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے

موقع پر امان طلب کرنا 355
آپؓ کی ایک جہاد میں قربانی 504
آپ کو آنحضور ﷺ کا زمین پر اللہ کے خزانوں میں سے خزانہ قرار دینا 505
عثمانؓ بن طلحہ 328، 329، 337،
آپؓ کے پاس فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ کی کنجیاں تھیں 329، 337
عثمان بن عبد اللہ 443
آپ کو حضرت علیؓ کا قتل کرنا 443
عثمان بن مالک 32
عدی 495، 496، 497
حضرت عدی بن مُرّہؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
عدیل عدریان (Adrian) 473
عرباض بن ساریہ 516
حضرت عُرفُطہ بن جنّابؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458-457
حضرت عُروہؓ 317
حضرت عروہ بن زبیرؓ 568، 637
عروہ بن مسعود 413، 448
مکرم عزیز الرحمٰن خالد صاحب کا ذکرِ خیر 599، 600
عطاء 635
مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن 628
عطاء المومن زاہد صاحب 284
عطارد بن حاجب 490، 491
عظمیٰ 475
عفّان بن ابی العاص 408
عقبہ بن ابی معیط کا آنحضور ﷺ کا گلا گھوٹنا 637
حضرت عقبہ بن عامرؓ 557
عُقبہ بن وہب 208
حضرت ابو عقیلؓ 508
عقیل، حضرت ابو طالبؓ کے بیٹے 324، 325
عکّاشہ بن محصنؓ 497
سریہ حضرت عکّاشہ بن محصنؓ 497
حضرت عکاشہؓ کا اوبار اور اس کے بیٹے کو قتل کرنا 52
عکرمہ بن ابو جہل 289، 291، 301، 317، 344، 354، 358، 395
آپ کا قبولِ اسلام 357
علاء 447
حضرت عُلبہ بن زیدؓ 207، 508، 509
آپؓ کی تبوک کے موقع پر قربانی 508
علبہ بن زید حارثی 190، 516
علقمہ بن فغواء خزاعی اور اس کے والد کو رسول اللہ ﷺ کا تبوک کے موقع پر رہبر کے طور پر منتخب فرمانا 523
حضرت علقمہ بن مُجزّزؓ 493
سریہ حضرت علقمہ بن مجزّزؓ بطرف جدّہ 493
حضرت مرزا علم دین صاحبؓ 471
مکرم علم دین صاحب مرحوم 177
حضرت علیؓ 75، 76، 77، 84، 85، 137، 204، 294، 301، 302، 305، 306، 319، 325، 326، 337، 389، 400، 404، 405، 406، 410، 434، 444، 463، 464، 482، 495، 497، 521، 579، 597، 621، 624، 638
آپؓ کا غزوہ خیبر میں آنکھیں خراب ہونا 75
آپؓ کی آنکھوں میں رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن لگانا اور صحتیاب ہونا 75
آپؓ کا حارث کو غزوہ خیبر کے موقع پر قتل کرنا 76
آپؓ کا عمار کو غزوہ خیبر کے موقع پر قتل کرنا 76
آپؓ کا غزوہ خیبر کے موقع پر مرحب سے مبارزت کیلئے نکلنا 77
آپؓ کا مرحب کو قتل کرنا 77، 78
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر مہاجرین کا ایک پرچم سپرد فرمانا 424
آپؓ کا عثمان بن عبد اللہ کو قتل کرنا 443
آپؓ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 521
حضرت عمار بن یاسرؓ 186، 187، 568
حضرت عُمارہؓ 435، 529، 530
حضرت عمارہ بن عقبہ غفاریؓ 80
آپؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
آپؓ کا حُویرث بن نُقیذ کو قتل کرنا 346
ام عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ 435
حضرت عمرؓ بن خطاب 24، 54، 62، 75، 85، 88، 168،

170، 194، 198، 200، 201، 236، 240، 241، 242،
294، 297، 298، 301، 307، 309، 312، 315، 319،
328، 330، 342، 343، 389، 391، 393، 394، 419،
444، 455، 456، 457، 460، 462، 481، 482، 498،
503، 504، 506، 507، 530، 532، 546، 563، 564،
565، 569، 595، 596، 597، 598
سریہ حضرت عمر بن خطابؓ 195
آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر پرچم عطا کرنا 61
آپؐ کا غزوہ وادی القریٰ کے موقع پر ایک یہودی کو قتل کرنا 174
آپؐ کو آنحضور ﷺ کا خانہ کعبہ کی تصویروں کو مٹانے کیلئے مقرر فرمانا 330
آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا غزوہ حنین کے موقع پر مہاجرین کا ایک پرچم عطا فرمانا 424
آپؐ کی مسجد حرام میں اعتکاف کے متعلق ایک نذر 481
آپؐ کا غزوہ تبوک کیلئے قربانی کے متعلق ذکر 503
آپؐ کے سپرد تبوک کے موقع پر آنحضور ﷺ کے اہل خانہ کی دیکھ بھال تھی 521
ڈاکٹر عمران رحمان صاحب کے محمد منیر صاحب کے متعلق تاثرات 38
عمرو، حضرت ابانؓ کے بھائی 57
عمرو (بن اَوبار) کا غزوہ ذی قرد میں قتل ہونا 56
عمرو بن امیہ ضمریؓ 30، 32، 33
آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا ابوسفیان کے قتل کیلئے بھیجنا 32، 35
آپؐ کا ابوسفیان کو قتل کرنا 33
آپؐ کا ابوسفیان کے قتل کی بابت رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دینا 33
آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا صلح حدیبیہ کے بعد نجاشی کی طرف خط دیکر بھیجنا 167
آپؐ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت 167
عمرو بن حمام 516
عمرو بن سالم 291، 292، 503
حضرت عمرو بن سعید بن عاصؓ کو رسول اللہ ﷺ کا وادی القریٰ میں والی مقرر فرمانا 175
حضرت عمرو بن عاصؓ 239، 240، 319، 401، 402
سریہ حضرت عمرو بن عاصؓ 237
آپؐ کو رسول اللہ ﷺ کا سُواع بت کے قلع قمع کیلئے بھیجنا 401
عمرو بن عبد اللہ 593
عمرو بن عوف 42
عمرو بن لحیّ، عربوں میں بت پرستی کا بانی 395، 396
عمرو بن ہاشم کی لونڈی سارہ کا قبولِ اسلام 388
عمرو بن یزید 592
عمیر بن وہب 392
عوف بن عبد عوف زُہری 408
حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ 232
حضرت عُویف بن اَضبط دِیلی 199
قاضی عیاض 105، 304
حضرت عیسیٰؑ 105، 179، 255، 257، 512، 542
عیینہ بن حصنؓ 48، 49، 51، 68، 70، 198، 445، 454، 455، 478، 479، 489، 490
سریہ حضرت عیینہ بن حصن فزاریؓ بطرف بنی تمیم 489
عیینہ بن حصن کا رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں پر حملہ کرنا 48
عیینہ کا تعارف 48
عیینہ کا قبولِ اسلام 48
عیینہ کے بیٹے کا حضرت ابو قتادہؓ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹنا 52

غ

حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ 195، 196، 204، 205، 207، 208
سریہ حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ 195
غزال 81
غلام احمد اختر صاحب 417
سید غلام احمد فرخ کا اپنے والد صاحب کے متعلق ذکر 251
غلام رسول صاحب 257
چودھری غلام قادر صاحب 397
ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب 334
حضرت چودھری غلام محمد جٹ صاحبؓ 116
مکرم غلام محی الدین سلیمان صاحب کا ذکرِ خیر 524
چودھری غلام قادر صاحب 39
غورث بن حارث کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک صحابی کو تیر مارنا 188
غورک کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک صحابی کو تیر مارنا 188
غویرث کا غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک صحابی کو تیر مارنا 188

ف

فارعہ بنت عقیل 456
حضرت فاطمہؓ 204، 295، 304، 307، 325، 621
فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر 17
فاکہہ بن مُغیرہ 408
امام فخر الدین رازی 261، 541، 630
فرتنیٰ، ابنِ خطل کی لونڈی کا قبولِ اسلام 389
فرعون 264، 611
فرنینڈو پینتو (Fernanda Jorge Taraves Pinto) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 379
فروہ بن بیّاضی کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے اموالِ غنیمت پر نگران مقرر فرمانا 172
فضالہ بن عمیر 338، 339
فضالہ بن عمیر کا آپ ﷺ کے قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ 338
چودھری فضل احمد صاحب 526
حضرت اُمّ فضلؓ 202
حضرت فضلؓ 395
ڈاکٹر فضل الٰہی بھنوں صاحب 587
شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ 627
فضل بن عباس 308
حضرت فُضیل بن نعمانؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
فلاح الدین شمس صاحب 512
فہیم ناصر 474
مکرم فہیم الدین ناصر صاحب کا ذکرِ خیر 471
فیروز عالم صاحب 255

ق

قاسم انوبی 66
قاسم چودھری صاحب 512
قاسم رشید صاحب کا اپنے والد صاحب کے متعلق ذکر 177
حضرت میر قاسم علی صاحبؓ 641
حضرت قاضی قمر الدین صاحبؓ کی مالی قربانی 07
قباذ 499
حضرت قتادہ بن نعمانؓ 595
حضرت قتادہ بن نعمانؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حنین کے موقع پر ایک پرچم عطا فرمانا 424
حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ 474
قرینہ، ابنِ خطل کی لونڈی 346
قرۃ العین 628
علامہ قسطلانی 31
حضرت قطبہ بن عامرؓ 224، 233، 491، 492
سریہ قطبہ بن عامر 491
قیس بن حصین 593، 594
حضرت قیس بن سعدؓ 242، 315، 316، 488
سریہ قیس بن سعد بن عُبادہ 488
قیس بن مُحسِّر 17
قیصر 211، 313، 499، 501، 558، 559

ک

کاشف جاوید صاحب 64
کرز بن جابر 41، 43، 318
کریم الدین صاحب 175
کسریٰ 313، 491
کظیم 475
کعب بن اشرف 22، 21، 24
کعب بن زُھیر بن ابی سلمیٰ 360، 361
کعب بن زُھیر بن ابی سلمیٰ کا فتح مکہ کے موقع پر بھاگنا اور اسلام قبول کرنا 360
حضرت کعب بن عمرؓ 80
حضرت کعب بن عمیرؓ 209
آپ کو رسول اللہ ﷺ کا ذات اطلاح کی طرف ایک سریہ کیلئے بھیجنا 209
سریہ حضرت کعب بن عمیرؓ 209
حضرت کعب بن مالکؓ 523، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 589، 590، 591
آپؓ کا غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانا 579
آپؓ کا تبوک سے پیچھے رہ جانے کے متعلق ذکر 579
کنانہ بن ابی الحُقیق 64، 83، 86، 87
کنانہ کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
کنانہ بن ربیع 73، 88، 89، 108، 110، 111
کنانہ کا قتل 85

کنانہ کا محمود بن مسلمہ کو قتل کرنا 89
لیفٹیننٹ کمانڈر کینوردی (Kanworthy) 97
کنود 300

گ

گاستن اکمفو (Gaston Ocampo) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 378، 379
گناون وردی صاحب 601
گومار گلتوم کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 382

ل

لئیق احمد چیمہ صاحب کی شہادت کا ذکر خیر 214
مکرم لئیق احمد طاہر صاحب کا ذکرِ خیر 627
مکرم ڈاکٹر لئیق احمد فرخ صاحب کا ذکرِ خیر 484
لادری آئزک (Isacc) صاحبہ کی مالی قربانی 8
لارڈ میسٹن (Meston) 97
لاولی صاحب کی مالی قربانی 9
لبنیٰ، میر اسحٰق صاحبؓ کی نواسی 642
مکرمہ لبنیٰ احمد صاحبہ 334، 335
مکرمہ لبنیٰ احمد صاحبہ کا ذکرِ خیر 334
مرزا لبید 472
لورین (Loreen) صاحبہ کی مالی قربانی 8
ابو لیلیٰ عبد الرحمٰن بن کعب 516
لیلیٰ، حضرت ابوذرؓ کی بیوی 48

م

مارگولیس 484
ماریہ زبیر 336
حضرت مالک بن دخشمؓ کو آنحضور ﷺ کا مسجدِ ضرار گرانے کا حکم فرمانا 573
مالک بن رافلہ 233
مالک بن عوف 413، 414، 415، 422، 423، 424، 426، 444، 445، 446، 449، 480، 484
آپ کا قبولِ اسلام 479
مکرم مبارک کھوکھر صاحب کا ذکرِ خیر 452
سید مبارک احمد صاحب 452
مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کا ذکر خیر 36
مبارک ثانی صاحب 640
آپ کو سیشن جج کا عمر قید کی سزا سنانا 640
مبارک صدیقی صاحب 628
مبارکہ صاحبہ کا اپنی والدہ کے متعلق ذکر خیر 217
شیخ مبشر احمد صاحب 267
مبشر احمد صاحب دہلوی 267
مبشر احمد ایاز صاحب، پرنسل جامعہ احمدیہ ربوہ 254
مبشر احمد گوندل 90
مبشر جاوید صاحب 64
مبشرہ صاحبہ 259
مُحرز بن نَضلہؓ 50، 51، 52
آپؓ کی غزوہ ذی قرد میں شہادت 56
محسن طیب صاحب 566
مُحلِّم بن جثّامہؓ 247، 445، 446
آپ کا ایک شخص کو قتل کرنا اور دیت دینا 445
محمد آصف صاحب شہید کا ذکرِ خیر 229
حافظ محمد ابراہیم عابد صاحب کا ذکرِ خیر 585
عزیزم محمد احمد 248
حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ 248، 250، 251، 642
بیٹے میر ناصر نواب صاحبؓ کے 642
حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ 252، 283
محمد اسماعیل صاحب 565
چودھری محمد اسلام مرحوم 115
مکرم محمد اشرف صاحب کا ذکر خیر 64
مکرم محمد اشرف صاحب (کوٹری) کا ذکرِ خیر 179
محمد اعظم 64
مرزا محمد افضل صاحب 177
ڈاکٹر سر محمد اقبال 98
قاضی محمد اکبر بھٹی صاحبؓ 418
محمد الحسن کوبی صاحب 549
چودھری محمد انور ریاض صاحب کا ذکر خیر 115
محمد بن عبد الباقی زرقانی 533
محمد بن عمر 22، 24، 42، 76
محمد بن عمر واقدی 44، 411

حضرت محمد بن مسلمہؓ 72، 73، 77، 81، 86، 89، 199، 200، 436، 506، 579
آپؐ کا اُسیر کو غزوہ خیبر کے موقع پر قتل کرنا 76
آپؐ کا مرحب کو غزوہ خیبر میں قتل کرنا 77، 78
آپؐ کا حارث کو غزوہ خیبر میں قتل کرنا 78
آپؐ کا کنانہ کو غزوہ خیبر میں قتل کرنا 86
آپ ﷺ کا غزوہ خیبر کے موقع پر کنانہ کو آپؓ کے بھائی کے قصاص میں آپؓ کے حوالے کرنا 89
آپؐ کو آنحضور ﷺ کا تبوک کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمانا 521
آپؐ غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ کے عمومی امور کے ذمہ دار تھے 521
آپؐ غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ کے عمومی نائب مقرر ہوئے 521
علامہ محمد بن یوسف 233
مکرم محمد بخش 64
محمد حبیب شاتری صاحب 65
حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ 474
مکرم الحاج محمد بلعربی صاحب کا ذکرِ خیر 178، 179
شیخ محمد دین صاحب 36
محمد دین صاحب 230، 321
مکرم محمد حسین صاحب کا ذکرِ خیر 565
محمد حنیف سدھن صاحب 335
محمد رؤوف صاحب 600
محمد شفیع زبیر صاحب 335
مکرم ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب کا ذکرِ خیر 524
حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 365
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ / رسول اللہ ﷺ 29، 31، 34، 333، 340، 341، 343، 352، 353، 390، 393، 396، 407، 412، 413، 415، 434، 436، 437، 438، 442، 444، 445، 453، 461، 465، 469، 470، 471، 480، 482، 483، 490، 496، 499، 529، 556، 559، 560، 561، 562، 569، 570، 572، 591، 592، 625، 627، 637
آپؐ کی مالی قربانی کے متعلق تحریک 03، 04
آپؐ کا مالی قربانی کے فضل کے متعلق ذکر 04
آپؐ کا جنگ میں عورت کو قتل نہ کرنے کا حکم 19
آپؐ کے قتل کی بابت ابوسفیان کا لوگوں کو اُکسانا 31
آپؐ کا عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو ابوسفیان کے قتل کیلئے بھیجنا 32
آپؐ کا یسار اور دیگر چرواہوں کے قاتلوں کو پکڑنے کیلئے صحابہ کرامؓ کو بھیجنا 42
آپؐ کا چرواہوں کے قاتلوں کو سزا دینا 43
آپؐ کا عیینہ کو بنو تمیم کی سرکوبی کیلئے بھیجنا 49
آپؐ کا حضرت ابوذر غفاریؓ کو غابہ جانے سے روکنا اور آپؓ کا غابہ جانا 49
آپؐ کا غزوۂ غابہ میں حضرت سعد بن زیدؓ کو امیر مقرر فرمانا 50
آپؐ کا غزوۂ غابہ میں مدینہ پر حضرت ابن امّ مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرمانا 50
آپؐ کا غزوۂ غابہ کے موقع پر حضرت سعد بن عُبادہؓ کو مدینہ کی حفاظت پر مامور فرمانا 50
آپؐ کا غزوہ ذی قرد کیلئے تشریف لے جانا 54
آپؐ کی حضرت ابو قتادہؓ کیلئے دعا 54، 55
آپؐ کا حضرت ابانؓ کو غزوہ خیبر سے پہلے نجد کی طرف روانہ فرمانا 58
آپؐ کی خدائی منشا کے تحت خیبر کی طرف پیش قدمی 60
آپؐ کا بنو غطفان کی طرف صلح کا پیغام بھیجنا 68
آپؐ کا غزوہ خیبر میں حضرت علیؓ کی آنکھوں میں لعاب دہن لگانا 75
آپؐ کا غزوہ خیبر کے موقع پر کنانہ کو محمد بن مسلمہؓ کے حوالے کرنا 89-88
آپؐ کو خیبر میں قتل کرنے کی سازش 104
آپؐ کا غزوہ خیبر میں سلام بن مشکم کی بیوی کو قتل کرنے کا حکم فرمانا 105
آپؐ کا حضرت صفیہؓ کو حضرت دحیہؓ کے سپرد فرمانا 113
آپؐ کا قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق نصیحت 138، 139
آپؐ کا مہدی کی آمد کے متعلق خاص نشان کا ذکر فرمانا 143
آپؐ کا صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو نجاشی

کی طرف خط دیکر بھیجنا 167
آپؐ کی حضرت جعفرؓ سے محبت 167
آپؐ کی یسار کی شہادت پر دعا 170
آپؐ کا خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت اور متعہ سے منع فرمانا 170
آپؐ سے اہلِ فدک کی مصالحت کا ذکر 170
آپؐ کا خیبر کے موقع پر مُحیّصہ بن مسعود کو فدک کی طرف روانہ فرمانا 170
آپؐ کے نزدیک خیبر کی تقسیم کے حصے 171
آپؐ کا حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطاء فرمانا 172
آپؐ کا حبشہ سے واپس آنے والے اور حضرت ابو ہریرہؓ کو خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطاء فرمانا 172
آپؐ کا خیبر کے اموالِ غنیمت پر فروہ بن بیّاضی کو نگران مقرر فرمانا 172
آپؐ کا خیبر کے اموالِ غنیمت کے شمار کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد فرمانا 172
آپؐ کا ابنِ لُقیم کو خیبر کے مالِ غنیمت میں سے پالتو مرغیاں اور جانور عطاء فرمانا 172، 173
آپؐ کا خیبر کے مالِ فے میں سے بعض عورتوں کو حصہ عطاء فرمانا 173
آپؐ کا غزوۂ خیبر کے موقع پر یہود کو تورات کے صحیفے واپس کرنے کا حکم ارشاد فرمانا 173
آپؐ کا وادی القریٰ کو فتح کرنا 174، 175
آپؐ کو اللہ تعالیٰ کا وادی القریٰ میں یہود کے اموال بطور غنیمت عطاء فرمانا 175
آپؐ کا وادی القریٰ میں ہی مسلمانوں کے درمیان مالِ غنیمت تقسیم فرمانا 175
آپؐ کا حضرت عمرو بن سعید بن عاصؓ کو وادی القریٰ میں والی مقرر فرمانا 175
آپؐ کا وادی القریٰ میں قیام 175
آپؐ کا غزوہ خیبر میں نماز فجر کی ادائیگی میں تاخیر کا واقعہ 181
خیبر میں آپ کی مدتِ اقامت میں اختلاف 182
غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر ایک شخص کا آپ پر تلوار سوتنا 188
آپ کے غزوہ ذات الرقاع میں معجزات 189 تا 193
آپ کا حضرت عمر بن خطابؓ کو تُربہ مقام کی طرف بھیجنا 194
آپ کا حضرت غالب بن عبد اللہ لیثیؓ کو ایک سریہ کیلئے میفعہ بھیجنا 196
آپؐ کی حضرت میمونہؓ سے شادی 202
آپ کا حضرت اخرمؓ کو بنو سلیم کی طرف ایک سریہ کیلئے بھیجنا 204
آپ کا حضرت غالبؓ کو ایک سریہ کیلئے بھیجنا 205
آپ کا حضرت کعب بن عمیرؓ کو ذات اطلاح کی طرف ایک سریہ کیلئے بھیجنا 209
آپ کا حضرت حارث بن عمیرؓ کو غزوہ مؤتہ کے موقع پر بصریٰ کے حاکم کی طرف قاصد بناکر بھیجنا 210
آپ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمانا 211
آپ کا غزوہ مؤتہ کے موقع پر امراء مقرر فرمانا 211
آپ کا حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو غزوہ مؤتہ کیلئے الوداع کرنا 220
آپ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو دشمنوں کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمانا 239
آپ کا فتح مکہ کیلئے مکہ جانے کا ارادہ 247
آپ کا فتح مکہ کیلئے مکہ جانے سے پہلے حضرت ابو قتادہؓ کو وادی اَضم روانہ فرمانا 247
آپ کا حضرت ابو سفیان بن حارثؓ کو جنت کی بشارت دینا 307
آپ کو اللہ تعالیٰ کا ابو سفیان کے حملہ سے آگاہ فرمانا 310
آپ کا ابو سفیان کو قتل نہ کرنے کا حکم صادر فرمانا 312
آپ کا ابو سفیان کو امان دینا 318
آپ کا حکیم بن حِزام کو امان دینا 318
آپ کا فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھنا 326
آپ کا مسجد حرام میں داخلہ اور طواف کرنا 327
آپ کا حضرت عمرؓ کو خانہ کعبہ کی تصویریں مٹانے کیلئے مقرر فرمانا 330
آپ کو فضالہ بن عمیر کا قتل کرنے کا منصوبہ بنانا 338
آپ کا حضرت امّ ہانیؓ کے گھر فتح مکہ کے روز کھانا تناول فرمانا 339
آپ کا حضرت بلالؓ کو خانہ کعبہ کی چھت پر ظہر کی اذان دینے کا حکم صادر فرمانا 342
آپ کا فتح مکہ کے روز چار افراد کے علاوہ سب کو امان دینا 345

آپ کے مکہ میں قیام کی مدت کے متعلق ذکر 351
آپ کی ایک پیشگوئی کا مصداق عکرمہ 358
آپ کا حضرت سعد بن زید اشھلیؓ کو مناۃ بت کے انہدام کیلئے بھیجنا 400
آپ کے اخلاقِ فاضلہ کی ایک جھلک 416
آپ کا تین افراد سے قرض لینا 416
آپ کا حضرت عتابؓ کے متعلق خواب 419
آپ کا حنین کے موقع پر مہاجرین و انصار کو بڑے جھنڈے تقسیم فرمانا 424
حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا کنکریاں پھینکنا اور دعا فرمانا 437
آپ کی حنین کے موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم 440
آپ کے طائف میں محاصرے کے متعلق روایات 458
آپ کی حضرت عثمانؓ کیلئے دعائیں 504، 505
آپ کا غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ میں اپنے نائب مقرر فرمانا 521
آپ کی تبوک کی طرف روانگی کے وقت دعا 522
آپ کا تبوک کے موقع پر ہر شاخ کو لواء یا جھنڈا بنانے کا حکم ارشاد فرمانا 522
آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے 523
آپ کی اونٹنی کا تبوک کے موقع پر گم ہو جانا 529
آپ کی تبوک کے سفر کے موقع پر بارش کیلئے دعا 532
آپ کی حضرت ابو ذرؓ کے اکیلے رہ جانے کے متعلق ایک پیشگوئی 535
آپ کی حضرت اسماءؓ کو مالی قربانی کے متعلق نصیحت 546
آپ کا غزوہ تبوک کے موقع پر ہرقل کو دعوتِ اسلام کا خط لکھنا 558، 559
آپ کا اکیدر کیلئے امان نامہ لکھوانا 562
آپ کی ابو عامر کے خلاف ایک دعا 571
آپ کا مسجدِ ضِرار گرانے کا حکم فرمانا 573
آپ کا آخری غزوہ غزوہ تبوک تھا 594
آپ کی عبادتوں کے معیار کیا تھے؟ 617
آپ کی حضرت خدیجہؓ سے محبت 623
آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت 633
آپ کی اللہ کے حضور شکر گزاری 636
محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا 637
مولانا محمد علی صاحب ایم اے 176
مکرم محمد علی صاحب چک 275 کرتارپور کا ذکرِ خیر 398
محمد عمران صاحب 566
میاں محمد عمر سہگل صاحب 524
مولانا محمد کریم الدین شاہد صاحب کا ذکر خیر 175
محمد لقمان صاحب 566
مکرم ڈاکٹر شیخ محمد محمود صاحب شہید کا ذکرِ خیر 267
آپ کی تعلیم اور خدمات 268
محمد معین الدین صاحب 175
مکرم کرنل پیر محمد منیر صاحب کا ذکرِ خیر 283
مکرم محمد منیر ادلبی صاحب کا ذکر خیر 37
حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحبؓ 599
چودھری محمد یار صاحب 39
محمد یعقوب 230
محمد یوسن صاحب کی مالی قربانی 8
مُرارہ بن ربیع 582
حضرت مُرارہ بن ربیعؓ کا غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانا 579
مکرز بن حفص 289
منیب محمود صاحب 259
سید مولود احمد صاحب مرحوم 334
مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب 248، 249، 250، 253، 256
مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب کا ذکرِ خیر 248، 249
آپ کی تعلیم اور جماعتی خدمات 248
آپ اور آپ کی اہلیہ کا مسجد بشارت سپین کے سنگ بنیاد میں حصہ لینا 250
آپ کا نکاح 250
آپ کا شعر و شاعری میں شغف 251
آپ کی حضرت مسیح موعودؑ سے محبت 253
آپ کا مطالعہ 253
حضرت محمد بن مسلمہؓ 327
حضرت محمود بن مسلمہؓ 86، 89
حضرت محمود بن مسلمہؓ کی شہادت 73
آپؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85

محمود سہگل صاحب 525
ڈاکٹر محمود عاطف صاحب 587
حضرت مُحَیِّصہؓ 171
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے موقع پر فدک کی طرف روانہ فرمانا 170
آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطاء فرمانا 172
حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوریؓ 628
مکرم خواجہ مختار احمد صاحب بٹ کا ذکرِ خیر 417
مُدلِج بن مُرّہ 410
مِدعم، آپؐ کا ایک غلام 174
مرحب 63، 73، 74، 77، 78، 171
مرحب کے بھائی حارث کا غزوہ خیبر میں مبارزت کیلئے نکلنا 76
مرحب کے بھائی یاسر کا قتل 76
مرحب کی محمد بن مسلمہؓ سے لڑائی 78
مرحب کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
مرداس بن نُہیک 196، 197
مریم صاحبہ 474
مریم لئیق 215
حضرت مریم صدیقہ صاحبہؓ 248
مستاغ ظہیر نیزا (Moshtagh Zaherinezah) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 383

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

01، 17، 28، 41، 54، 67، 80، 104، 117، 129، 142، 155، 167، 181، 194، 207، 220، 232، 245، 260، 272، 285، 288، 300، 312، 323، 337، 351، 363، 373، 388، 400، 412، 419، 431، 441، 453، 465، 476، 488، 501، 514، 527، 539، 555، 567، 577، 589، 602، 615، 630
آپ کا پاکستان کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 15، 16، 35، 79، 154، 205، 229، 429، 565، 640
آپ کا افریقہ کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 565
آپ کا ہندوستان اور پاکستان کی جنگی صورتحال اور دعا کی تحریک 244
آپ کا دنیا کے عمومی حالات کیلئے دعا کی تحریک 229، 298، 311، 348، 640
آپ کا بنگلہ دیش کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 79، 538، 565
آپ کا فلسطینیوں کیلئے دعا کی تحریک 79، 154، 244، 429، 538، 565
آپ کا مسلمانِ امت کیلئے دعا کی تحریک 154
آپ کا بچوں کی آمین کروانے کے متعلق ذکر 132
آپ کا چندوں کی ضرورت کے متعلق ذکر 138
آپ کا درود اور بعض دعاؤں کی تحریک کرنا 206
آپ کا سوشل میڈیا کے فوائد و نقصان کے متعلق ذکر 285
آپ کا کچھ مہینوں کا راشن اکٹھا کرنے کے متعلق ذکر 348
آپ کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق ذکر 361
آپ کی جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر نصائح 363
آپ کی جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر مہمانوں کو نصائح 366
آپ کا جلسہ سالانہ یوکے کے متعلق تأثرات بیان فرمانا 373
آپ کا جلسہ جرمنی کے متعلق ذکر 429
آپ کا ربوہ، مسجد مہدی پر دہشت گروں کے حملہ اور زخمی احمدیوں کے متعلق ذکر 500، 511، 538
آپ کا سوشل میڈیا اور تبلیغ کے متعلق ذکر 602
مسعدہ 53، 54
مسعدہ کا حضرت اخرمؓ کو شہید کرنا 52
مسعدہ فزاری کا حضرت ابو قتادہؓ سے مقابلہ 52
مسعدہ بن حکمہ فزاری کا غزوہ ذی قرد میں قتل ہونا 56
میر مسعود احمد صاحب 251
ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب 216
ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کا اپنے رشتہ کے متعلق ذکر کرنا 216
حضرت مسعود بن سعدؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
مسعود بن سنان 22
حضرت مسعود بن عمرو غفاریؓ 446، 449، 482، 483
مسلم دروبی صاحب کا سید داؤد صاحب کے متعلق تأثرات 37
حضرت مسیحؑ 46، 47، 115، 153،

حضرت مسیح موعودؑ

آپؑ کی پیشگوئی مصلح موعود کی بابت ایک لمبی پیشگوئی 91

آپؐ کا مال سے محبت کے متعلق ذکر 01
آپؐ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانی 03
آپؐ کا مالی قربانی کے متعلق ذکر 05
آپؐ کا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مالی قربانی کے متعلق ذکر 05
آپؐ کا 23 مارچ 1889ء کو بیعت کے آغاز سے جماعت کی بنیاد ڈالنا 142
آپؐ کے زمانے میں چاند سورج گرہن لگنا 144
تقویٰ کے متعلق نصیحت 158
آپؐ کے آنے کا مقصد اور کام 163
آپؐ کا پیغامِ صلح میں امن اور صلح کا پیغام 244
آپؐ کا خلافت کے جاری رہنے کے متعلق ذکر 272
آپؐ کا ابو سفیان کے متعلق ذکر 314
آپؐ کا چاشت کی نماز کے متعلق ذکر 326، 327
آپؐ کا اہلِ مکہ کو معاف فرمانے کے متعلق ذکر 333
آپؐ کا فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک کے متعلق ذکر 345
آپؐ کا فتح مکہ کے وقت قتل ہونے والے اشخاص کے متعلق ذکر 347
آپ کا جلسہ کے دنوں میں ایک طرح کا کھانا پکانے کا ارشاد 365
آپ کا مہمان نوازی کے متعلق ذکر 365
آپ کا صحابہؓ کی قربانی کے متعلق ذکر 506
آپ کا مالی قربانی کے متعلق ذکر 542
مال سے مراد کلیجہ 544
آپؐ کی تبلیغ کے متعلق ہدایت 603
آپؐ کا رسول اللہ ﷺ کی اللہ سے محبت کے متعلق ذکر 637
مسیلمہ کذاب 388
میر مشتاق احمد صاحب 641
مرزا مشہود احمد صاحب 178
مصلح الدین احسان صاحب 524
حضرت مُعاذ بن جبلؓ 419، 482، 527، 533، 581
آپؓ کی وفات 533
حضرت مُعاذ بن ماعصؓ 51
حضرت امیر معاویہؓ 196، 361
آپ کے دور میں صفوان بن امیہ کی وفات 393
معاویہ بن ابی سفیان 32
حضرت معاویہ بن معاویہ مزنیؓ کی غزوہ تبوک کے موقع پر نماز جنازہ 564
حضرت مُعتّب اسلمیؓ 80، 81
حضرت معتّبؓ کا قبولِ اسلام 391
حضرت معمر بن عبد اللہؓ 328
حضرت معن بن عدیؓ کو آنحضور ﷺ کا مسجدِ ضِرار گرانے کا حکم فرمانا 573
حضرت مُغیرہ بن شُعبہؓ 453، 527
حضرت مقدادؓ 50، 51
مقصود عاطف صاحب 588
مِقیس بن صُبابہ 344، 345، 346، 347
آپ کے قتل ہونے کی وجہ 346
مکرز بن حفص 200
منٹگمری واٹ، مشہور مستشرق 60، 483
حضرت منذر بن عبد اللہؓ غزوہ طائف میں شہید ہوئے 458
ماسٹر منصور احمد صاحب کا ذکر خیر 89
منصور نور الدین صاحب 177
حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ 248
حضرت موسیٰؑ 05، 45، 46، 47، 58، 106، 263، 265، 273، 420، 434، 462، 521، 611
موسیٰ صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 551
موسیٰ بن عقبہ 78
سر ملیکم ہیلے (MalcolmHailey) 97
مسٹر منوج لوچن صاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 376
مہاجر بن ابی امیہ 488
حضرت میمونہؓ 202، 203، 290، 291، 303، 324، 436
حضرت میمونہؓ کی آنحضرت ﷺ سے شادی 202
آپؓ کا رخصتانہ 203
آپؓ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں 420
آپؓ کی وفات 203
میور صاحب 46، 483

ن

حضرت ناجیہ بن جُندبؓ 199

مکرمہ نازمون بی بی زبیر صاحبہ کا ذکرِ خیر 335
حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ
آپؒ کا صحابہؓ کی قربانی کے متعلق ذکر 507
آپؒ کا ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کا رشتہ کروانا 216
آپؒ کا مکرمہ امۃ الحکیم صاحبہ کا نکاح پڑھانا 334
حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ 248، 252، 642
ناصر محمود طاہر صاحب 65، 116
نثار احمد صاحب 230
نجم الدین صاحب 365
مرزا نذیر احمد صاحب 177
نذیر احمد صاحب 418
چودھری نذیر احمد چیمہ صاحب 214
مکرم بابو نذیر احمد صاحب 268
حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ 248
نصیرہ فہیم 471
نُضیر بن حارث 439، 440
آپ کی حنین کے موقع پر بدنیتی اور نیک انجام 439
آپ کا بھائی جنگ بدر میں مارا گیا 439
آپ کی شہادت 440
نظار عجیب صاحب کا محمد منیر صاحب کے متعلق تأثرات 38
نعمان، ایک یہودی 211
نعمان بن مُنذر 476
حضرت نعیم بن مسعودؓ 503
حضرت نُمیلہ بن عبد اللہ لیثیؓ کو غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا مدینہ میں نائب مقرر فرمانا 61
آپؓ کا مقیس بن عبد اللہ کو قتل کرنا 346
نینڈکیسورو (Nandkisore) صاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 383
حضرت مرزا حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ 276، 546
آپؓ کی قربانی کا معیار 05، 06
آپؓ کا ولیم میور کے حضرت صفیہؓ کی شادی پر اعتراض کا جواب 113
آپؓ کا مالی قربانی کے متعلق ذکر 542، 543
آپؓ کی حضرت مسیح موعودؑ سے محبت اور مالی قربانی 546
حضرت نوحؑ 402
حضرت نور الٰہی صاحبؓ، صحابی حضرت مسیح موعودؑ 179
نور محمد صاحب 471
نوفل بن حارث 416
نوفل بن معاویہ 289، 292، 455
نون بن یوشع 171
علامہ نووی 105، 429
نوید اشرف صاحب 179
حضرت نُہیک بن مرداسؓ 444

و

حضرت واثلہ بن اسقعؓ 535، 536
واقدی 21، 78، 344، 400
مکرم وجیہ اللہ صاحب 321
وحشی 573
وحشی بن حرب کا قبولِ اسلام 388
آپ کا حضرت حمزہؓ کو شہید کرنا 388
وسیم صاحب کا محمد منیر صاحب کے متعلق تأثرات 38
ابن وضّاح 533
وقاص بن مُجزِّزؓ کی غزوہ ذی قرد میں شہادت 56
ولیم مُنٹگمری واٹ، سکاٹش مستشرق 112، 482
سر ولیم میور 18، 21، 113
آپ کا رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک کے متعلق ذکر 351
وہاب آدم صاحب 486
وہب بن ربیعہ 208

ہ

حضرت ہارونؑ 521
ہبل 330
ہُذیل بن ابی صلت 451
ہرقل 222، 499، 559، 572
ہرقل کو دعوتِ اسلام کیلئے خط 558
ہلال بن امیہ واقفی 582، 583
حضرت ہشام بن عاصؓ 410
ہند 290، 306، 342، 343، 357
آپ کا قبولِ اسلام 343

آپ کا آنحضور ﷺ سے محبت و اخلاص کا اظہار 343
ہندہ 316، 344
سر ہون اوملر (SirHoneO.Millar) 97
ھ
ھبّار بن اسود 344، 358، 359
آپ کا فتح مکہ کے موقع پر بھاگنا اور اسلام قبول کرنا 358
ھرمی بن عبد اللہ 516
حضرت ھلال بن امیہؓ کا غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانا 579
ی
یاسر، غزوہ خیبر میں ایک جنگجو 171
یاسر، مرحب کا بھائی 73
یاسر کا غزوہ خیبر میں قتل ہونا 85
حضرت یامین بن عمیر بن کعب نضری 516
یحنّہ بن رؤبہ 559، 560
یزید، ابو سفیان کا بیٹا 460
یزید بن زمعہؓ 443، 451
یزید بن عامر سوائی 437
یزید بن عبد المدان 593
یزید بن مُحجل 593
یسار، آنحضرتؐ کا آزاد کردہ غلام 42، 45، 169، 196
یسار کا قتل 42
حضرت یسارؓ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے 85
آپ کی شہادت پر رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا 170
یُسیر بن رِزام 28
مکرم الحاج یعقوب احمد بن ابو بکر صاحب کا ذکرِ خیر 349
یعقوب بن زمعہؓ 451
حضرت یعلیٰ بن امیہؓ 234، 531
یوری مورا (Yuri Moura) کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 377
حضرت یوسفؑ 321، 332، 333، 611
یوسف انوبی صاحب 65
یوشع 80
حضرت یونسؑ 124

H
HansNoot376
آپ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 376، 377

K
KarenArmstrong354

R
RuthCranston353

W
WilliamMontgoeryWatt352

A
ArthurGilman352

مقامات

آ۔ا

اَخضر 556
آئس لینڈ 383
آئی لینڈ 376
آئیوری کوسٹ 218
آبی جان 218
آٹوا ایسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
آٹوا ویسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
آسٹریا 383
آسٹریلیا 89، 90، 375، 612
آسٹریلیا اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
آسٹریلیا کی دس جماعتیں وقف جدید میں 15
آسٹریلیا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 552
آسٹریلیا تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
آسٹریلیا کی تحریک جدید میں قربانی کے لحاظ سے دس جماعتیں 553
آسٹن وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
آلڈر شاٹ ساؤتھ وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
آلڈر شاٹ ساؤتھ وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
آلڈر شاٹ ساؤتھ تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
آلڈر شاٹ نارتھ وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
آلڈر شاٹ نارتھ وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
ابرق 360
اُبنیٰ 595
اتر پردیش وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
اٹلی 254، 379، 385
احمدیہ سینئر ہائی سکول 349
احمدیہ سینیئر سیکنڈری سکول 641
احمدیہ مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پونڈ 349
اڈیشہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
اڈیشہ تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
اَذرح 559، 560، 561
اَراک، مکہ کے قریب ایک وادی 310
ارجنٹائن 378
اردن 413
ارضِ بابل 497
استنبول 110
اسرائیل 298، 429، 430
اسلام آباد 1، 17، 28، 41، 54، 67، 80، 91، 104، 117، 129، 142، 155، 167، 181، 194، 207، 217، 220، 232، 245، 260، 272، 285، 288، 312، 323، 351، 363، 373، 388، 400، 412، 419، 431، 441، 453، 465، 476، 488، 501، 514، 527، 539، 555، 567، 577، 589، 602، 615، 630
اسلام آباد وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
اسلام آباد وقف جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
اسلام آباد وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے

نمبر سات پر 14
اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
اسلام آباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
اسلام آباد تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552
اسلام آباد تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552
اسلام آباد تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
اِضم 247
افریقہ 7، 10، 11، 16، 126، 278، 279، 280، 281، 335، 353، 357، 366، 386، 397، 484، 485، 525، 549، 554، 586، 587، 600، 612، 629، 641
افریقہ کے احمدیوں کیلئے دعا کی تحریک 565
افریقہ کی وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے جماعتیں 13
افریقہ کی تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی پانچ جماعتیں 552
افریقہ (مغربی) 335، 566
الاء 556
البانیہ 487، 547
البانیہ کے ایک دوست بلال یوسف صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 547
البترا 556
الجزائر 178، 179
الجیریا 126
امارت بیت الفضل فیصل آباد تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
امارت ٹاؤن شپ لاہور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
امارت دارالذکر لاہور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
امارت ڈیفنس لاہور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
امارت علامہ اقبال ٹاؤن لاہور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
امریکہ 176، 216، 249، 348، 352، 353، 365، 430378، 511، 512، 526، 552، 554، 556، 599، 603، 628
امریکہ (ساؤتھ) 11، 554، 612
امریکہ کی دس جماعتیں وقف جدید میں 14
امریکہ کی وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے جماعتیں 14
امریکہ اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
امریکہ کا تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے غیر معمولی اضافہ 552
امریکہ کی پہلی دس جماعتیں تحریک جدید میں 553
انجوارا 485
اندلس 533
انڈونیشیا 382، 524، 548، 550، 585، 600، 601
انڈونیشیا اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
انڈونیشیا کے ایک ممبر جادی مظفر صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 548
انڈونیشیا کے ایک مخلص احمدی دوست بہادر جان صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 550
انڈونیشیا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 552
انڈیا 11، 175، 274، 418، 451، 452، 486
انڈیا کی تحریک جدید میں پہلی دس جماعتیں 553
انڈیا کی تحریک جدید میں قربانی کے لحاظ سے دس جماعتیں 553
انگلستان 96، 98، 248، 354، 418، 627
انسفیل وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
اوسوکورو 335

اوسنا بروک(Osnabruck) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 552
اوش کوش وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
اوطاس 412، 414، 443، 446، 447
سریہ اوطاس کی تفصیل 446
اومائشہ (Umaisha) 641
ایڈمنٹن 451
ایڈمنٹن وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
ایڈمنٹن ویسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
ایڈیلیڈ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
ایڈیلیڈ ساؤتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
ایڈیلیڈ ویسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
ایڈیلیڈ ویسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
ایڈیلیڈ ویسٹ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
ایرڈری وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 14
ایش وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
ایش وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
ایش تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 552
ایشیا 554
ایف سی کالج لاہور 268
اَیلہ 559، 560

ب

بئر جاسم، مدینہ کا ایک کنواں 515
بالٹی مور تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 553
بٹالہ 36
بحر قلزم 559
بحیرۂ احمر 241، 392، 400
بدر 222، 245، 301، 308، 342، 389، 391، 392، 421، 439، 443، 522، 579
بڈھا کوٹ 397
برازیل 377، 382
برزبن سینٹرل وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
برطانیہ 95، 96، 361، 363
برطانیہ اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
برطانیہ کی وقف جدید میں دس بڑی جماعتیں 13
برطانیہ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 552
برطانیہ کے پہلے پانچ ریجنز تحریک جدید میں 552
برطانیہ کی دس جماعتیں تحریک جدید میں 552
برطانیہ کی چھوٹی جماعتیں تحریک جدید میں 553
برکینا فاسو 217، 218، 219، 278
برکینا فاسو وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
برکینا فاسو تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
برکینا فاسو افریقہ میں تحریک جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 552
برلن وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
بریڈفورڈ ایسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
بریمپٹن ایسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
بریمپٹن ایسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
بریمپٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14

بریمپٹن ایسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
بریمن تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 552
مسجد بشارت (سپین) 250
مسجد بشارت کاسنگ بنیاد 250
بشیر آباد 90
بُصرہ 208، 210، 211، 360، 640
بطحاء 328
بلغاریہ 381، 384
بلقاء 210، 499، 560، 595
بلیک ٹاؤن وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
بنگال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
بنگلور وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
بنگلور تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
بنگلہ دیش 79، 126، 281، 585
بنگلہ دیش کے احمدیوں کیلئے حضور انور کی دعا کی تحریک 15، 538، 565
بنگلہ دیش تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
بوبو جلاسو 217، 219
بورڈن وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
بہار 451، 452
بہاولپور تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
بہاول نگر 214
بہاولنگر تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
بھابڑا 64
بھارت اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
بھارت کے دس جماعتیں وقف جدید میں 15
بھارت کے ایک شخص کی تحریک جدید میں مالی قربانی 550
بھلیر 229، 230
بھارت تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 552
بیت الاحسان وقف جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
بیت الاحسان تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر چار پر 552
بیت الرحمان سسکاٹون وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
بیت العافیت سسکاٹون وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
بیت الفتوح 371
بیت الفتوح وقف جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
بیت الفتوح تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر دو پر 552
بیت الفضل (فیصل آباد) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
بیداء 303
بیشہ 492
بیلجیم 376
بیلجیئم اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
بیلجیم تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
بیلیز 380
بینن 39، 378
بینن وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
بینن تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552

پ، ت، ٹ، ث

پاکستان 13، 16، 36، 39، 79، 90، 95، 99، 100، 101، 102، 126، 136، 176، 198، 231، 259، 260، 277، 281، 366، 397، 398، 471، 475، 538، 552، 587،

600، 601، 602، 628، 641
پاکستان کی وقف جدید میں پوزیشنز 14
پاکستان کے احمدیوں کیلئے حضور انور کی دعا کی تحریک 15، 16، 35، 154، 205، 229، 429، 565، 640
پاکستان کے مستقبل کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر 100
پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ 244
پاکستان کی تحریک جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے جماعتیں 553
پاکستان کی تحریک جدید میں زیادہ قربانی کرنے والی شہری جماعتیں 553
پرایا 379
پرتگال 379
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
پرتھ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
پلمپٹن وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
پنجاب 97، 100، 268، 500
پنجاب یونیورسٹی لاہور 248، 587، 627
پنجاب کی حکومت کے متعلق حضور انور کا ذکر 500
پنجاب تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
پنجاب وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
پنڈی (اسلام آباد) 217، 526
پنی برگ وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
پولینڈ 102
پونپئی 513
پھول نگر 230
پیس ولیج وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
پیس ولیج کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
پیس ولیج تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
پین رتھ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
پیزتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
پیزتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
پیزتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
پنے برگ (Pin-neberg) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 552
تامل ناڈو وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
تامل ناڈو تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
تبالہ 491، 492
تبوک 498، 501، 505، 508، 514، 515، 516، 518، 521، 523، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 555، 556، 557، 558، 559، 561، 563، 564، 565، 567، 568، 573، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 589، 591، 594
غزوۂ تبوک 498
غزوۂ تبوک کے اسباب 498
تبوک کی جنگ کا فوری سبب 499
غزوۂ تبوک کا پس منظر از حضرت مصلح موعودؓ 501
تبوک کیلئے مسلمانوں کی تعداد 522
تبوک میں پہرہ داری کی ذمہ داری 534
تبوک سے پیچھے رہ جانے والے لوگ 579
تبوک آنحضور ﷺ کا آخری غزوہ تھا 594
تخوم البلقاء 222
تُربہ 194

ترکی 92، 279
تعلیم الاسلام ہائی سکول 599
تعلیم الاسلام کالج 641
تلنگانہ کے ایک شخص کی تحریک جدید میں مالی قربانی 550
تلنگانہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
تلنگانہ تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
تنزانیہ 10، 600
تنزانیہ وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
تنزانیہ افریقہ میں تحریک جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 552
تہامہ 245، 492
تیماء 174، 181
ٹاؤن شپ (لاہور) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
ٹاؤن ہال (کوئٹہ) 101
ٹلفورڈ (سرے) 1، 17، 28، 41، 54، 67، 80، 91، 104، 117، 129، 142، 155، 167، 181، 194، 207، 220، 232، 245، 260، 272، 285، 288، 312، 323، 351، 363، 373، 388، 400، 412، 419، 431، 441، 453، 465، 476، 488، 501، 514، 527، 539، 555، 567، 577، 589، 602، 615، 630
ٹوبہ ٹیک سنگھ تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
ٹورانٹو ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
ٹورانٹو ویسٹ تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
ٹورنٹو وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
ٹورنٹو وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
ٹورنٹو ویسٹ کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
ثنیۃ العقاب 305
ثنیۃ الوداع 52، 212، 523، 575، 576
ثنیۃ مدران 556

ج، چ، ح، خ

جارجیا 384
جارجیا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
جارجیا تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
جاسوم، مدینہ کا ایک کنواں 515
جام شورو 397
جامعہ احمدیہ ربوہ 249، 524، 585، 627
جامعہ احمدیہ یوکے 284
جامعہ یوکے تحریک جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں اچھا کام کرنیوالی جماعت 553
جامعۃ الازہر 217، 218
جباب 497
جبار 198
جبالیہ 386
جُحفہ 308
جدہ 357، 392
جرباء 559، 560، 561
جُرُف 43، 212، 402، 493، 521، 595، 596، 598
جُرش 413
جرمنی 102، 335، 380، 429
جرمنی کی پانچ لوکل امارتیں وقف جدید میں 14
جرمنی کی دس جماعتیں وقف جدید میں 14
جرمنی اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
جرمنی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552
جرمنی کی پہلی دس جماعتیں تحریک جدید میں 552
جرمنی کی دس امارتیں تحریک جدید میں 552
جزائر 11، 612

جِعرانہ 424، 439، 440، 446، 449، 459، 476، 480، 481، 482، 484، 488
جکارتہ 524
جلنگھم وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
جموں کشمیر 418
جموں کشمیر وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
جموں وکشمیر تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
جناح ہسپتال لاہور 268
جنت البقیع 110، 601
چارکوٹ راجوری 418
چشتیاں 214
چک 275 کرتارپور 398
چکوال 585
چلّی 378
چندی گڑھ 175
چنیوٹ 253، 397
چیک ریپبلک 380، 381
چیم ساؤتھ وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
چیم ساؤتھ وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
حبشہ 57، 167، 168، 172، 493
حجاز 92، 196، 493، 559
حِجر 528، 529
حجون 290، 317، 324، 327
حدیبیہ 60، 199، 241، 288، 292، 293، 294، 295، 296، 313، 324، 389، 427، 432، 514
حدیقہ احمد وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
حدیقہ احمد تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
مسجد حرام 199، 200، 201، 261، 262، 263، 267، 293، 323، 324، 327، 389، 481
حرّہ 31، 43
حضر موت 488
حمص 558
حنین 306، 308، 390، 392، 412، 413، 419، 420، 421، 422، 424، 425، 426، 427، 428، 431، 432، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 454، 455، 461، 465، 469، 476، 480، 482، 483، 484، 499
حیدرآباد 90، 175، 177، 178، 179، 180، 397، 459، 486، 487، 526، 550
حیدرآباد وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
حیدرآباد وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
حیدرآباد وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
حیدر آباد تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
حیرہ 497
خانہ کعبہ 262، 263، 266، 318، 320، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 337، 338، 340، 341، 342، 343، 345، 352، 353، 391، 396، 419، 437، 497، 637
خراسان 196
خَضِرہ 245
خندمہ 290، 317، 318، 327
خیبر 24، 28، 29، 48، 57، 58، 59، 60، 63، 64، 67، 70، 71، 74، 75، 76، 84، 85، 88، 110، 112، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 181، 182، 183، 185، 195، 198، 347، 455، 534
خیبر کی جنگ کے واقعات 167
خیبر کی طرف رسول اللہ ﷺ کی پیش قدمی 60، 68
خیبر میں شہید ہونیوالے صحابہؓ 85

خیبر کے اموالِ غنیمت اور اس کی تقسیم 171

د، ڈ، ذ، ر، ز

دارالذکر (لاہور) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
دارالضیافت 585
دارالمسیح 253
دارالندوہ 201
داروم 595
دمشق 499، 595
دومۃ الجندل 402، 561، 562
دہلی 98، 99، 268
دہلی وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
دہلی تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
ڈارمشٹڈ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 552
ڈرہم ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
ڈرہم ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
ڈسکہ کی مسجد کو مولویوں کا مسمار کرنا 35، 36
ڈنمارک 251
ڈوری 218، 278
ڈیبسو (Dibsu) 10
ڈیٹرائٹ وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
ڈیٹرائٹ وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
ڈیٹرائٹ تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر بارہ پر 553
ڈٹسن باخ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 552
ڈیٹسن باخ وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے ریجن کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
ڈیلس وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
ڈیلس وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
ڈیلس تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
ذات اطلاح 209
ذات الخطمی 556
ذات الزّراب 556
ذُباب 52
ذوالجدر 194
ذوالحلیفہ 199، 303
ذوالجیفہ 556
ذوالمروہ 556
ذوخشب 527، 556، 596
ذی اوان 573
ذی طُویٰ 200، 323
ذی قرد 49، 55، 56
رائل کالج فزیشنز یو کے 268
راجوری 418
راولپنڈی 268، 526
راولپنڈی وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
ربذہ 535
ربوہ 15، 36، 39، 90، 115، 176، 177، 217، 249، 251، 253، 256، 268، 269، 277، 283، 397، 417، 485، 500، 511، 524، 538، 540، 565، 587، 628
ربوہ وقف جدید میں نمبر ایک پر 14
ربوہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
ربوہ، مسجد مہدی پر دہشت گردوں کا حملہ 500
ربوہ کے احمدی خداموں کیلئے دعا کی تحریک 511، 538
ربوہ تحریک جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
رجائنا وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 14

رجائنا تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
رجیع 72، 73، 74
رچناٹاؤن 322
رحیم یار خان تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
رسالپور 417
رُسلزہائم تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 552
رِغابہ 43
رُقعہ 556
روئڈرمارک (Rodermark) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 552
روڈ گائو (Rodgau) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552
روڈرمارک وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
روڈگاؤ وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
روس 102، 279، 556
روضۂ خاخ 301
روم 222، 499، 514، 558، 559، 564، 567، 571، 572، 594
رومانیہ 471، 472، 473
روہیمپٹن ویل وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
رُھاط 402
ریڈ شنڈ وقف جدید میں جرمنی کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
ریڈشنڈ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 552
زج لاوہ 492
زنجبار 600
زمبابوے 65، 66
زیمبیا 398

س

ساؤتھ افریقہ 349
ساؤتھ چیم تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
ساؤتھ ورجینیا وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
ساؤتھ ورجینیا تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
ساہیوال تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
سالٹ پونڈ 349
سَبا 402
سپین ویلی تحریک جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں اچھا کام کرنیوالی جماعت 553
سپین 249، 250
سدرۃ المنتھیٰ 52
سَرف 203، 482
سرگودھا 64، 101، 267، 268، 269، 270، 271
سرگودھا وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
سرگودھا تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
سروسز ہسپتال لاہور 268
سسکاٹون 451
سقیاء 489
سکاٹ لینڈ 351، 451
سلاگا (Salaga) 349
سمن آباد (لاہور) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
سنجر چانگ 178
سندھ 90، 177، 397، 398، 526
سویڈن 385
سویڈن تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ

ذکر جماعتوں میں شامل 552
سول ہسپتال 268
سیؔ 208
سیئٹل وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
سیئٹل وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
سیئٹل تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
سیالکوٹ 39، 417
سیالکوٹ وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
سیالکوٹ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
سیالکوٹ تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
سیرالیون 13، 586، 599، 641
سیرالیون وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
سیرالیون تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
سیریا 38
سیکاسو 218
سیگو 629
سیلیکون ویلی وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
سیلیکون ویلی تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
سینٹرل جرسی تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
سینیگال 64، 321

ش

شام 15، 17، 38، 39، 48، 58، 68، 84، 209، 210، 211، 213، 221، 222، 225، 227، 235، 241، 440، 495، 496، 499، 501، 505، 509، 520، 527، 533، 555، 559، 560، 561، 565، 576، 582، 594، 595، 596، 597
شقّ تارا 556
شکاگو وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
شکاگو وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
شکاگو تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
شیخوپورہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 15

ص

صدر حوضیٰ 556
صدر عمومی 642
صِرار 187
صعید 556
صفا 202، 338، 340، 342، 396
صُلصل 303
صنعاء 194، 488
صھباء 67، 68، 108

ض

ضجنان 33
مسجد ضرار 572، 573

ط

طائف 308، 388، 390، 392، 395، 401، 411، 412، 443، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 453، 454، 455، 456، 458، 459، 476، 479، 480، 482، 483، 484، 498، 592
غزوہ طائف 448
غزوہ طائف کے شہداء کے اسماء 457
طائف کے محاصرہ کے متعلق مختلف روایات 458
طابہ، مدینہ کا ایک نام 574
طاہر ہارٹ (ہسپتال) 217

ع

عراق 58، 476، 535

عرب 26، 27، 38، 58، 59، 74، 79، 85، 183، 195، 210، 221، 222، 225، 266، 267، 281، 288، 292، 293، 309، 311، 316، 320، 385، 395، 396، 403، 406، 409، 412، 413، 432، 438، 442، 444، 459، 461، 469، 490، 495، 499، 501، 502، 522، 554، 567، 571، 591، 592، 597، 598

عَرج 305

عرفات 391، 411

عُرنیین 41، 43

عُرنہ 391، 411

سریہ عُرنہ 411

عزیز آباد (کراچی) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 15

عُسفان 304، 309

عَقَبہ 308

علامہ اقبال ٹاؤن (لاہور) وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15

علی گڑھ 98، 451

عمر کوٹ وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 14

عمر کوٹ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 15

عمر کوٹ تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553

عین التمر 195

غ

غابہ 48

غارِ ثور 325

غزہ 386، 387، 595

ف

فاران 303

فارنہم وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13

فارنہم وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 13

فارنہم ساؤتھ تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 553

فارنہم نارتھ تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553

فاطمہ ہسپتال سرگودھا 267، 270

فدک 170 ، 171 ، 172، 173، 181، 194، 195، 198، 207

فرائڈبرگ مٹے تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 552

فرانس 65، 178، 179

فرانس تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552

فرنچ گیانا 381

فرنٹ ووڈ تحریک جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں اچھا کام کرنیوالی جماعت 553

فری ٹاؤن 641

فرینکفرٹ وقف جدید میں جرمنی کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14

فرینکفرٹ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 552

مسجد فضل 371، 628

مسجد فضل وقف جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر چار پر 13

مسجد فضل تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر تین پر 552

مسجد فضل تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553

فضل عمر ریسرچ سینٹر 525

فضل عمر فاؤنڈیشن 417

فضل عمر ہسپتال 216، 268، 283، 587

فلاڈلفیا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے

لحاظ سے نمبر دو پر 14
فلسطین 79، 281، 595
فلسطین کیلئے حضور انور کی دعا کی تحریک 36، 154، 244، 429، 538، 565
فلورس ہائم وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
فلورس ہائم (florsheim) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 552
فیصل آباد 398، 399، 585
فیصل آباد وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
فیصل آباد تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
فیفاء 556

ق

قادسیہ 196
قادیان 06، 07، 08، 11، 100، 102، 116، 175، 176، 178، 230، 248، 253، 255، 321، 365، 382، 397، 418، 471، 487، 539، 540، 589، 627، 640، 641
قادیان وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
قادیان تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
قازقستان 08، 383
قُبا 42، 194، 501، 574
قدید 204، 304، 305، 395، 400
قرقرہ 29
قصرِ خلافت 397
قصور 216، 229، 230
قطر 37، 38
قناۃ 488

ک

کاسل ہل وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
کاسل ہل وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
کاسل ہل تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
کالی کٹ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
کالی کٹ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
کانگو 179
کانگو برازاویل 13
کانو (نائیجیریا) 39
کبابیر تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
کتھانگل 36
کتیبہ 58، 82، 83، 107
کداء 317، 321، 327
کدید 204، 205، 207، 304
کراچی 37، 39، 98، 206، 214، 257، 258، 397، 452
کراچی کی مسجد پر دہشتگردوں کا حملہ 206
کراچی وقف جدید میں نمبر ایک پر 14
کراچی وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
کراچی تحریک جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
کرتارپور 398
کرناٹک تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
کرناٹکا وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
کریباتی (Kiribati) 512
کریم نگر 526
کشمیر 229
مسجد کعبہ 313، 315
کلکتہ 175، 525
کلکتہ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر نو پر 553

کماسی 349
کنعان 274
کوئٹہ 101
کوئٹہ تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
کوئمبٹور وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
کوئمبٹور (تامل ناڈو) تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
کوٹ احمدیاں 397
کوٹری 179، 180
کوریا (جنوبی) 176
کوفہ 195
کوبلنز وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
کوبلنز تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 552
کوسرائے (kosrae) 512، 513
کولکتہ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
کونگو کنشاسا وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
کوہ ذباب 523
کوہ طور 521
کیتھلی تحریک جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں اچھا کام کرنیوالی جماعت 553
کیپ ورڈے آئی لینڈ 379
کیرالہ 640
کیرالہ وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
کیرالہ تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
کیرنگ وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
کیرنگ تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
کیرولائنا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
کیرولائی وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
کیرولائی تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
کیلگری وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
کیلگری کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
کیلگری تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
کیلیفورنیا 511
کیمرون 9، 13
کینیا 65، 116، 549
کینیا سے معلم صاحب کی اہلیہ کی مالی قربانی 549
کینیڈا 176، 255، 284، 375، 417، 451، 474، 484، 485، 486، 552
کینیڈا (ویسٹرن) 452
کینیڈا کی امارتیں وقف جدید میں 14
کینیڈا کی دس بڑی جماعتیں وقف جدید میں 14
کینیڈا کی وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے پوزیشنیں 14
کینیڈا اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
کینیڈا کا تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے غیر معمولی اضافہ 552
کینیڈا کی لوکل امارتیں تحریک جدید میں 553
کینیڈا کی تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتیں 553

گ

گانٹا (Ganta) 586، 587
گجرات وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
گجرات وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15

گروس گیراؤ وقف جدید میں جرمنی کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
گروس گیراؤ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 552
گلاسگو 451، 628
گوئٹے مالا 176، 177
گوجرانوالہ 452
گوجرانوالہ وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
گوجرانوالہ شہر وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
گوجرانوالہ وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
گورداسپور 6، 36
گورنمنٹ کالج لاہور 641
گولڈ کوسٹ (گھانا کا پرانا نام) 353
گنی کناکری کے ایک شخص کی تحریک جدید میں مالی قربانی 549
گھانا 335، 349، 350، 353، 484، 485، 486، 548، 599، 600
گھانا وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
گھانا کے ایک ممبر کی تحریک جدید میں مالی قربانی 548
گھانا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 552
گھانا افریقہ میں تحریک جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552
گھٹیالیاں 39
گیمبیا 9، 13، 484، 485
گیمبیا وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13

ل

لائبیریا 586، 587
لائبیریا وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
لائیڈ منسٹر وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر بارہ پر 14
لاس اینجلس وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
لاس اینجلس تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
لاہور 98، 100، 268، 321، 365، 452، 485، 641
لاہور وقف جدید میں نمبر ایک پر 14
لاہور وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
لاہور تحریک جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
لانگ آئی لینڈ 512
لندن 37، 96، 97، 217، 249، 250، 371
لودھراں تحریک جدید میں پاکستان کی شہری جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
لودھی ننگل 471
لوساکا زیمبیا 398
لوگن ایسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
لوگن ایسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
لیٹویا 473
لیٹ 317
لیمنگٹن سپا تحریک جدید میں برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں اچھا کام کرنیوالی جماعت 553
لیہ تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 553

م

مائیکرونیشیا 512
مارسڈن پارک وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
مارسڈن پارک وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
مارسڈن پارک وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے

لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
مارسڈن پارک تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 553
مارشل آئی لینڈ 8، 511، 512، 513
ماریشس 335، 474، 587
ماریشس وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
ماریشس اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 552
ماریشس افریقہ میں تحریک جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 552
مالی 218، 551، 629
مالی کے ایک نومبائع موسیٰ صاحب کی تحریک جدید میں مالی قربانی 551
مالی تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
مانچسٹر وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
مدائن صالح 529
مدرسۃ الحفظ 585
مدینہ 24، 28، 29، 30، 31، 33، 34، 35، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 52، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 67، 69، 85، 110، 112، 167، 168، 170، 175، 181، 182، 183، 185، 187، 194، 195، 196، 198، 199، 201، 202، 203، 204، 208، 209، 210، 212، 213، 221، 238، 239، 240، 241، 243، 245، 247، 261، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 308، 309، 325، 340، 341، 345، 359، 360، 392، 395، 413، 432، 433، 444، 445، 454، 462، 467، 481، 482، 488، 490، 492، 493، 495، 496، 497، 498، 499، 501، 503، 509، 515، 520، 521، 523، 527، 529، 534، 535، 536، 555، 556، 561، 563، 564، 565، 567، 568، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 582، 589، 590، 594، 595، 596، 597، 599، 600، 620، 625
مڈل ایسٹ کی جماعت اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
مڈل ایسٹ کی جماعت اس سال وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
مڈل ایسٹ کی جماعتیں اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 552
مڈل ایسٹ کی جماعتیں تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
مڈلینڈز وقف جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
مراوی 10
مرّ الظہران 200، 201، 309، 310، 482
مروہ 9، 202، 338، 396
مسجد مبارک 1، 17، 28، 41، 54، 67، 80، 91، 104، 117، 129، 142، 155، 167، 181، 194، 207، 220، 232، 245، 251، 255، 260، 272، 285، 288، 312، 323، 351، 363، 365، 373، 388، 400، 412، 419، 431، 441، 453، 465، 476، 488، 501، 514، 527، 539، 555، 567، 577، 589، 602، 615، 630
مسجد نبوی 294، 495
مسی ساگا کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
مسی ساگا تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
مشارف 222
مُشلّل 400
معان 222
مصر 217، 274، 357، 559، 595
مقناء 560
مکہ 32، 33، 34، 35، 48، 61، 167، 183، 196، 200، 201، 203، 208، 241، 244، 245، 247، 248، 260، 261، 263، 264، 265، 266، 267، 288، 289، 290، 292، 293، 295، 297، 298، 300، 301، 302، 303،

304، 305، 306، 308، 309، 310، 311، 312، 313،
315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 323، 324،
325، 326، 327، 328، 329، 331، 332، 333، 337،
338، 339، 340، 341، 342، 345، 346، 347، 351،
352، 353، 354، 355، 356، 357، 359، 388، 389،
390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 401، 402،
403، 405، 409، 410، 411، 412، 413، 415، 416،
419، 420، 424، 421، 426، 429، 431، 432، 433،
435، 438، 444، 448، 449، 450، 453، 454، 455،
457، 460، 461، 466، 467، 469، 470، 479، 481،
482، 484، 488، 492، 493، 499، 501، 502، 571،
576، 591، 598، 600
فتح مکہ کا ذکر 260
فتح مکہ کی بشارت از حضرت مصلح موعودؓ 260
فتح مکہ کا سبب 288
فتح مکہ کا سفر رمضان میں ہوا 304
مکہ کا پہلے امیر حضرت عتّاب بن اسیدؓ تھے 419
ملبرن بیروک وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
ملبرن بیروک وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
ملبرن بیروک وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
ملبرن کلائیڈ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
ملبرن کلائیڈ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
ملبرن کلائیڈ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
ملبرن ویسٹ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
ملتان 283، 524، 525
ملتان وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
ملتان شہر وقف جدید میں پاکستان کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
ملٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
ملٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
ملیر کالونی (کراچی) 257، 258
ممباسہ 65
منجیری وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
منڈی بہاؤالدین 64
مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) 451
من ہائم تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 552
منروویا 587
منزلہ، خیبر کا بازار 71
منکسم (Mankessim) 349
منیٰ 290، 317
مؤتہ 209، 210، 211، 220، 221، 222، 223، 225، 226، 228، 232، 233، 234، 235، 238، 239، 502، 555
غزوۂ مؤتہ 210
مؤتہ کے شہداء کے متعلق روایات 238
غزوۂ مؤتہ کا سبب 239
مور فیلڈن وال ڈورف تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 552
موریطانیہ 217
مونٹریال ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14

مونٹریال ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
مہاراشٹر ا وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
مہاراشٹر ا تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
مسجد مہدی پر دہشت گردوں کا حملہ 500
مہدی آباد 218
میر پور خاص وقف جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
میر پور خاص وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
میر پور خاص تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 553
میری لینڈ وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
میری لینڈ وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 14
میری لینڈ تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
میفعہ 195، 196
میلا پالم تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
میلا پالایام وقف جدید میں بھارت کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
میلبرن ایسٹ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
میلبرن بیروک تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
میلبرن کلائیڈ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
میلبرن لانگ وارن تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
میلبرن ویسٹ تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
مینجری (کیرالہ) تحریک جدید میں انڈیا کی جماعتوں میں قربانی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553

ن

نائیجر 9، 10، 566
نائیجر تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
نائیجیریا 13، 39، 335، 599، 641
نائیجیریا وقف جدید میں افریقہ کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
نائیجیریا افریقہ میں تحریک جدید کی مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 552
نارتھ ایسٹ تحریک جدید میں برطانیہ کے ریجنز کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 552
نارتھ جرسی تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 553
نارتھ ورجینیا وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
نارتھ ورجینیا وقف جدید میں امریکہ کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
نارتھ ورجینیا تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
نارووال 7
نارووال وقف جدید میں پاکستان کے دفتر اطفال کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
نارووال تحریک جدید میں پاکستان کے اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 553
نجد 24، 57، 58، 185، 187، 196، 245، 247، 296، 298، 492، 495
نجران 194، 592
نخل 185، 186
نخلہ / نخیلہ 396، 401، 446
نخلہ کی طرف سریہ 401
نسٹ (Knust) 349

نظارت تعلیم 641
نصرت آباد 526
نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ 641
نقیع 33
نمبا(Nimba)کاؤنٹی 586
نوابشاہ 397،
نوئس وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
نوئی ویڈ وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
نوشہر وفیروز 397
نیڈا وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
نیڈا(Nidda) تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 552
نیو فاؤنڈ لینڈ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تیرہ پر 14
نیوزی لینڈ تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
نیوویڈ تحریک جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 552

ہ

ہاؤسٹن وقف جدید میں امریکہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
ہالینڈ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر گیارہ پر 552
ہالینڈ تحریک جدید میں مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے قابلِ ذکر جماعتوں میں شامل 552
ہملٹن وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
ہملٹن وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
ہملٹن تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 553
ہملٹن ایسٹ وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
ہملٹن ماؤنٹین وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
ہملٹن ماؤنٹین تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
ہملٹن ویسٹ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
ہند 94، 95، 97
ہند (جنوبی) 487
ہندوستان 95، 96، 97، 98، 99، 102، 142، 229، 274، 451، 547، 641
ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ 244
ہیسن زود ایسٹ وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے ریجن کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
ہیمبرگ وقف جدید میں جرمنی کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
ہیمبرگ وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے ریجن کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
ہیمبرگ تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 552

ھ

ھَدَأہ 238

و

وائن گارٹن وقف جدید میں جرمنی کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
وتیر 289، 290
وادی ابو طالب 325
وادی اِضم 247، 298، 445
وادی القریٰ 17، 174، 175، 181، 198، 209، 222، 239، 499، 531، 556، 595
وادی شُتَرہ 185
وادی قناۃ 488
وادی مُحصّب 200، 290، 317
وال سال وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 13

والسال وقف جدید میں برطانیہ کے دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
والسال تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 553
وان وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
وان کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
وان تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 553
وڈرائل تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 553
ونڈسر وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
ووسٹر پارک وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
ووسٹر پارک تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 552
ویزبادن وقف جدید میں جرمنی کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
ویزبادن وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے ریجن کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
ویزبادن تحریک جدید میں جرمنی کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 552
ویسٹ بنگال وقف جدید میں بھارت کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
ویسٹ فالن وقف جدید میں جرمنی کے دفتر اطفال کے ریجن کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
وینکوور وقف جدید میں کینیڈا کی امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 14
وینکوور کینیڈا کے دفتر اطفال میں وقف جدید کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
وینکوور تحریک جدید میں کینیڈا کی لوکل امارتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 553
وینی پیگ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
وینی پیگ تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 553

ی

یائجح 32، 200، 202
یثرب 64، 110، 242
یرموک 395، 440، 457
یمامہ 208
یلملم 403، 405، 407، 410، 411
سریہ یلملم 410
یمن 58، 65، 198، 232، 332، 357، 408، 488، 491، 520، 559، 560
یو ایس اے 525
یوپی 97
یورپ 98، 280، 554، 603، 612
یورپ (مشرقی) 547
یوروباؤل 9
یوکرائن
یوکے 1، 17، 28، 41، 54، 67، 80، 90، 91، 104، 117، 129، 142، 155، 167، 178، 179، 181، 207، 220، 232، 245، 260، 268، 272، 284، 285، 288، 312، 323، 351، 363، 373، 381، 387، 388، 398، 400، 412، 419، 431، 441، 453، 465، 476، 488، 514، 525، 527، 539، 555، 567، 577، 587، 589
یوگنڈا 397، 501، 525، 602، 615، 627، 628، 630
یول وقف جدید میں برطانیہ کی دس بڑی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
یول تحریک جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 553
ییلو نائف (YellowKnife) تحریک جدید میں کینیڈا کی قابلِ ذکر جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 553

K

KmameNkrumah 349

کتابیات

آ، ا

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر، انوار العلوم 95
آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن 91، 115، 193، 441، 631
صحیح ابن حبان 465، 532
سنن ابن ماجہ 135، 344، 368، 428، 446، 494، 531،
حضرت سیدنا ابو بکر صدیق 48، 455
سنن ابی داؤد / ابو داؤد 62، 87، 139، 172، 328، 340، 355، 416، 423، 446، 481، 527، 536، 545، 564، 616
اپنے فرائض کی ادائیگی میں رات دن منہمک رہو، انوار العلوم 344
اتمام الحجۃ، روحانی خزائن 146، 627
اٹلس سیرت نبوی ﷺ 534
اخلاق النبی ﷺ و آدابہ 636
ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری 463
ازالۂ اوہام، روحانی خزائن 145، 554، 603
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 195، 308، 416، 455
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 58، 70، 110، 168، 196، 208، 239، 308، 324، 357، 358، 389، 390، 391، 393، 420، 440، 443، 456، 491، 493، 508، 515، 530، 535، 537، 564
اسوہ حسنہ، انوار العلوم 434
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 49، 58، 196، 203، 339، 343، 455، 460
الاکتفاء 108، 354
الفضل انٹرنیشنل 16، 27، 53، 66، 79، 90، 103، 116، 128، 141، 154، 166، 180، 193، 206، 219، 231، 244، 259، 271، 284، 287، 299، 311، 322، 336، 350، 362، 372، 387، 399، 411، 418، 430، 440، 441، 452، 464، 475، 487، 500، 513، 526، 538، 554، 566، 576، 588، 601، 614، 629، 642
الفضل 275
امتاع الاسماع 62، 70، 72، 76، 78، 85، 87، 110، 189، 190، 198، 203، 301، 323، 346، 389، 390، 413، 503، 575
انارۃ الدجیٰ فی مغازی خیر الوریٰ 210، 517، 575
انجام آتھم، روحانی خزائن 140
انساب الاشراف 535
اوزانِ شرعیہ 534
ایام فی حیاۃ الرسول ﷺ، از قلم فاروق حمادۃ 104
ایام الصلح، روحانی خزائن 122، 126

ب، پ، ت

صحیح بخاری 3، 4، 24، 50، 51، 53، 58، 70، 71، 74، 75، 84، 87، 88، 104، 107، 114، 117، 123، 124، 129، 134، 138، 168، 169، 170، 172، 174، 182، 184، 185، 186، 188، 191، 196، 197، 201، 202، 203، 204، 212، 225، 241، 242، 243، 301، 304، 308، 315، 318، 323، 326، 328، 329، 331، 332، 388، 396، 400، 402، 403، 404، 410، 424، 428، 462، 465، 467، 470، 478، 481، 491، 494، 497، 498، 499، 500، 503، 518، 522، 523، 528، 529، 531، 545، 546، 560، 574، 575، 577، 579، 585، 594، 605، 615، 619، 620، 621، 633، 636، 637،
البدایۃ والنہایۃ 108، 181، 345، 420، 440، 447، 490، 558، 570، 596، 597
براہین احمدیہ، روحانی خزائن 142، 143، 345، 348
براہین احمدیہ میں قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے اور آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ناقابلِ تردید دلائل 142
البلاغ، فریاد درد 605
بھیرہ کی سرزمین میں ایک نہایت ایمان افروز تقریر۔

انوار العلوم 439
پاکستان ایک اینٹ ہے اُس اسلامی عمارت کی جسے ہم نے دنیا میں قائم کرنا ہے، انوار العلوم 101
پاکستان کا مستقبل، انوار العلوم 100
پاکستان کی ترقی اور اس کے استحکام کے سلسلہ میں زریں نصائح، انوار العلوم 102
تاریخ احمدیت 97، 98، 547
تاریخ الخمیس 85، 182، 308، 323، 338، 339، 415، 420، 424، 428، 447، 490، 492، 494، 530
تاریخ الصغیر لامام بخاری 61
تاریخ الطبری 30، 298، 413، 450، 455، 491، 497، 515، 517، 523، 528، 532، 562، 596، 597، 598، 599
تثبیت دلائل النبوۃ 572
تذکرہ 639
ترجمہ قرآن کریم از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 248، 249
ترکی کا مستقبل، انوار العلوم 93
ترمذی 122، 123، 124، 125، 126، 137، 138، 200، 221، 323، 368، 421، 491، 504، 505، 632، 633
تصورات عرب قبل از اسلام 396
تفسیر حضرت مسیح موعودؑ 2، 3
تفسیر صغیر 442
تفسیر کبیر 103-102، 267، 279، 356، 395، 432، 537، 538، 542، 608، 612
تفسیر کبیر از امام رازیؒ 261، 541
تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء انوار العلوم 6

ج، چ، ح، خ

جامع الاصول 137
جستجوئے مدینہ 576
چشمہ معرفت، روحانی خزائن 333، 544
حقائق الفرقان 544
حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن 145، 639
الحکم 547
حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل 594
خاتم النبیین از ابو زہرہ 295، 500
ماہنامہ خالد 120
خطابات شوریٰ 238، 442
خطبات طاہر 250
خطبات محمود 76، 228، 250، 302، 326، 370، 468، 474، 494، 500، 507، 508، 591
خطبات ناصر 251، 335، 507
خطبات نور 113
خوف اور امید کا درمیانی راستہ، انوار العلوم 429

د، ذ، ر، ز

دائرہ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ 58، 62، 63، 70، 74، 75، 78، 110، 195، 200، 298، 305، 324، 339، 412، 415، 420، 421، 423، 424، 425، 428، 437، 438، 439، 443، 444، 445، 447، 448، 449، 450، 451، 453، 455، 456، 457، 460، 461، 462، 465، 467، 468، 470، 471، 478، 479، 481، 482، 489، 491، 493، 494، 495، 497، 498، 503، 509، 511، 521، 527، 529، 535، 556، 560، 570
دروس حضرت مصلح موعودؓ (غیر مطبوعہ) 520
دستورِ اسلامی یا اسلامی آئین اساسی، انوار العلوم 100
دلائل النبوۃ للبیہقی 107، 309، 423
دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے؟، انوار العلوم 99
دیباچہ تفسیر القرآن ، انوار العلوم 60، 76، 107، 170، 198، 201، 202، 203، 211، 213، 227، 260، 293، 295، 303، 311، 314، 316، 319، 325، 330، 333، 341، 345، 358، 359، 459، 464، 468، 469، 470، 502، 521، 555، 565، 571، 574، 592، 617، 618، 619، 620، 624، 625، 626
دیوان امام بوصیری 361
ذکر حبیب 365
رجسٹر روایات 7، 8
الرحیق المختوم 449، 455
رسالہ الوصیت، روحانی خزائن 274
رسول اکرمؐ اور یہودِ حجاز 89

رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی از محمد حمید اللہ 559،
الروض الانف 300
الروض المعطار فی خبر الاقطار 308
روس اور موجودہ جنگ، انوار العلوم 102
زرقانی 30، 33، 48، 50، 52، 61، 70، 72، 82، 84، 85، 86، 87، 110، 181، 184، 185، 188، 194، 195، 198، 201، 202، 204، 205، 208، 212، 225، 239، 240، 260، 290، 304، 308، 318، 323، 400، 401، 402، 415، 420، 443، 444، 445، 447، 450، 454، 457، 458، 460، 461، 489، 492، 497، 498، 499، 504، 505، 506، 515، 516، 517، 521، 522، 523، 533، 559، 560، 565، 572، 573، 597، 598

س، ش

سبز اشتہار، روحانی خزائن 143
سبل الہدیٰ والرشاد 22، 24، 28، 32، 33، 44، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 55، 56، 57، 60، 61، 62، 71، 72، 73، 75، 76، 77، 78، 80، 81، 82، 83، 84، 87، 105، 170، 171، 172، 173، 175، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 189، 190، 195، 196، 197، 205، 207، 208، 209، 210، 212، 220، 221، 225، 235، 239، 240، 241، 242، 243، 246، 260، 289، 290، 292، 295، 297، 303، 305، 308، 309، 310، 311، 314، 315، 316، 318، 323، 324، 326، 328، 338، 339، 341، 342، 343، 346، 351، 358، 388، 389، 391، 392، 393، 413، 415، 416، 423، 424، 425، 428، 434، 435، 436، 437، 440، 443، 445، 446، 447، 449، 454، 456، 458، 459، 460، 461، 463، 465، 467، 479، 481، 482، 489، 490، 492، 494، 497، 499، 522، 534، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 570، 573، 596، 597
سر الخلافۃ روحانی خزائن 598
سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن 632
سنن الدار قطنی 143
سنن الکبریٰ للبیہقی 87، 332، 616
سیر اعلام النبلاء 533
سیر الصحابہؓ 506
سیر روحانی، انوار العلوم 291، 298، 302، 309، 321، 597
سیرت حضرت مسیح موعودؑ 365، 368
سیرت حلبیہ 41، 49، 61، 63، 73، 87، 104، 107، 110، 171، 173، 175، 184، 187، 188، 189، 198، 199، 200، 208، 209، 240، 243، 247، 289، 290، 292، 293، 297، 300، 303، 323، 343، 344، 358، 361، 389، 390، 393، 412، 415، 416، 420، 421، 423، 425، 432، 436، 437، 444، 455، 457، 460، 463، 497، 498، 499، 500، 505، 506، 521، 522، 535، 599
سیرت خاتم النبیینؐ 21، 27، 30، 31، 35، 47، 60، 185، 199، 210، 308، 393، 491، 498، 576، 592
سیرت ابن اسحاق 303، 354، 505، 556، 573،
سیرت المہدی 364
سیرت انسائیکلو پیڈیا 48، 59، 62، 70، 73، 82، 84، 108، 168، 185، 198، 204، 248، 298، 305، 309، 318، 403
السیرۃ النبویۃ لابن کثیر 30، 48، 83، 248، 481، 490، 509
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام / سیرت ابن ہشام 30، 32، 33، 57، 70، 72، 76، 77، 87، 108، 110، 184، 187، 196، 199، 202، 203، 239، 321، 326، 332، 354، 393، 396، 401، 403، 404، 405، 415، 420، 425، 445، 447، 450، 456، 458، 478، 480، 484، 497، 515، 516، 517، 532، 535، 537، 556، 563، 592، 594، 615
السیرۃ النبویۃ احمد بن زینی دحلان 498
السیرۃ النبویہ بروایۃ الامام البخاری 300
السیرۃ النبویہ الصحیحہ محاولۃ التطبیق قواعد المحدثین 444
السیرۃ النبویہ کما جاءت فی الاحادیث الصحیحۃ 467
السیرۃ النبویۃ وأخبار الخلفاء ابن حبان 592
سیرت النبی ﷺ از صلابی 108، 110، 298، 338، 499
سیرت النبی ﷺ از شبلی 88، 89، 108، 110، 114، 174، 347، 415، 449، 462
شعب الایمان 5
الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ از قاضی عیاض 639
شہادۃ القرآن، روحانی خزائن 638

ص، ض

صحابہ کرام و تابعین کی زندگیوں کا تعارف 308

ضیاء النبی ﷺ 49

ط

الطبقات الکبریٰ لابن سعد 18، 21، 30، 32، 41، 59، 60، 61، 72، 85، 86، 168، 170، 173، 184، 187، 194، 196، 198، 199، 202، 204، 210، 247، 289، 303، 321، 323، 400، 402، 403، 412، 420، 443، 448، 458، 483، 492، 495، 497، 522، 560، 561، 563، 565، 592، 596، 599

ع، غ، ف

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 56، 186، 301، 304، 463، 482

غزوات النبی ﷺ 72، 239، 289، 300، 412، 424، 438، 479، 482، 506

غزوات و سرایا 50، 181، 182، 194، 196، 204، 209، 245، 288، 289

غزوہ احد از ہاشمیل 210

غزوہ تبوک از ہاشمیل 497، 570

غزوہ حنین از ہاشمیل 410، 411، 413، 415، 416، 423، 424، 425، 450، 451، 454، 459، 460، 461، 478، 479، 480، 481، 482

غزوہ موتہ و السرایا والبعوث 209

غزوہ موتہ از ہاشمیل 209، 221، 222، 225

فتح اسلام، روحانی خزائن 5، 546

فتح الباری 78، 88، 107، 186، 196، 199، 203، 225، 243، 288، 300، 303، 304، 305، 318، 324، 344، 351، 358، 481، 528، 559، 595

تفسیر فتح البیان 520

فتح خیبر از ہاشمیل 63، 64، 70، 78، 79، 81، 82، 84، 108، 168، 172

فتح مکہ از ہاشمیل 288، 289، 293، 303، 305، 310، 328، 339، 343، 345، 346، 358، 359، 393

فتح الودود 481

فرہنگ سیرت 32، 33، 44، 53، 59، 74، 170، 194، 195، 196، 199، 200، 203، 204، 225، 239، 248، 290، 292، 298، 301، 303، 318، 321، 323، 361، 390، 392، 401، 402، 448، 449، 489، 492، 494، 495، 497، 506، 516، 527، 535، 560، 561، 596

فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم 213

فضائل القرآن (6) انوار العلوم 236، 504

فیروز اللغات 359، 448، 532

ق، ک، گ

الکامل فی التاریخ 599

کتاب البریہ، روحانی خزائن 606

کتاب التوفیقات الالہامیۃ 303

کتاب المغازی 18، 70، 73، 85، 87، 184، 209، 245، 246، 303، 344، 359، 436، 443، 449، 509، 527، 555، 558، 575

کتاب العظمۃ 243

کشتی نوح، روحانی خزائن 119، 156

کشتی نوح بار بار پڑھنے کی نصیحت 156

کعب بن زہیر اور قصیدہ بانت سعاد 361

کنز العمال 522، 604، 637

گول میز کانفرنس اور مسلمانوں کی نمائندگی، انوار العلوم 96

ل، م

لغات الحدیث 77، 173، 202، 243

لؤلؤ المکنون 175، 182، 324، 326، 329، 341، 342، 343، 344، 346، 361، 396، 400، 401، 402، 404، 410، 411، 413، 420، 423، 424، 438، 449، 450، 494، 495، 498، 499، 506، 508، 511، 515، 516، 517، 522، 529، 531، 532، 535، 556، 561، 570، 572، 573، 577

لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن 128، 616

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب، انوار العلوم 556

مجمع الزوائد 375، 428، 545، 634

مجموعہ اشتہارات 5، 12

مجموعہ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ 559
مستدرک علی الصحیحین 203
صحیح مسلم 44، 50، 52، 57، 77، 105، 120، 155، 182، 184، 192، 197، 329، 340، 363، 366، 368، 369، 405، 424، 428، 436، 437، 458، 461، 471، 491، 498، 506، 528، 530، 531، 533، 570، 574، 633، 635
مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت، انوار العلوم 95
مسند احمد بن حنبل 108، 272، 416، 467، 535، 558، 577، 615
المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافۃ الراشدۃ 599
مصنف ابن ابی شیبہ 497
معجم الاوسط للطبرانی 190
معجم البلدان 44، 195، 200، 309، 311، 492، 499، 560، 576، 596
معجم الزوائد 328
معجم المعالم الجغرافیۃ 289
المعجم الکبیر للطبرانی 522
مغازی سیدنا محمد ﷺ 296
مفاتیح الغیب 630
مقالات سیرت 303
مکتوبات احمد 327
ملفوظات 3، 5، 120، 122، 124، 125، 128، 130، 133، 136، 139، 140، 141، 147، 149، 150، 151، 152، 153، 156، 157، 158، 160، 162، 164، 165، 166، 286، 314، 324، 331، 333، 334، 365، 369، 370، 371، 506، 544، 546، 609، 611، 637
من معارک الاسلام الفاصلۃ از باشمیل 400
منتخب سیرت مصطفیٰ ﷺ 295، 308
منتھی السؤل علی وسائل الوصول اِلی شمائل الرسول ﷺ 361
منجد 457
المنقذ من الضلال از امام غزالی 637
المنھاج شرح مسلم 429

ن، و، ہ، ی

نجاح القاری شرح صحیح البخاری 108، 110
سنن النسائی 345، 355، 558
نصائح مبلغین از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی 614
نعمۃ الباری 243
نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین 489
نیکی کی تحریک پر فوراً عمل کرو، انوار العلوم 519
وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ 556
ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم 395
ہمارا فرض ہے کہ ہم مظلوم قوم کی مدد کریں چاہے وہ ہمیں ماریں یا دُکھ پہنچائیں۔ انوار العلوم 99
ہمارے حضور ﷺ از اہلیہ ڈاکٹر سہراب انور 494
ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل، انوار العلوم 97
ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل پر مختلف حلقوں کے لوگوں کا تبصرہ 98-97

E

EncyclopediaBritannica9thEdition112

L

TheLifeofMahometbySirWilliam Muir351,482,483

M

MuhammadABiographyoftheProphetby KarenArmstrong354
MohammedAndTheRiseofIslambyD.S Margoliouth484
MuhammadAtMedinaByMontgomery Watt112,352,482,483
MuhammadProphetandStateman60

S

TheSaracenesbyArthurGilman353

W

WorldFaithByRuthCranstonpage353